آقا ﷺ کی شان سنی ہے تو آقا ﷺ کے پیروں سے سن، اہلحدیثوں سے سن۔ (خطبات یزدانی ج ۲ ص 301، 302)

دو عالم سے اعلیٰ ہمارے نبی ﷺ:۔ یا اللہ! تو نے خلیل اللہ علیہ السلام کو معراج کروائی ہے تو زمین پر کروائی ہے یا اللہ تو نے معراج کروائی ہے اسماعیل علیہ السلام کو تو چھری کے نیچے کروائی ہے۔ یوسف کو معراج کروائی ہے تو کنویں میں گرا کر کروائی ہے۔ اللہ اپنے موسیٰ علیہ السلام کو کروائی ہے تو کوہ طور پر کروائی ہے اور جب میرے مصطفیٰ ﷺ کی باری آئی تو زمین سے کیوں اٹھالیا ساتویں آسمانوں پر کیوں پہنچا دیا فرمایا: یزدانی بات یہ ہے کہ میں نے کائنات کو بتانا یہ ہے کہ ساتوں زمینیں، ساتوں آسمان اور چودہ طبق میرے مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کے نیچے میرا مصطفیٰ ﷺ چودہ طبقوں کے اوپر مصطفیٰ ﷺ کے اوپر اگر کوئی ہے تو مصطفیٰ ﷺ کا خدا ہے۔

خدا سے تو کم ہیں اور سب سے زیادہ دو عالم سے اعلیٰ ہمارے محمد ﷺ

روضہ رسول ﷺ کا مقام:۔ میرے پیرو مرشد ﷺ عالم دنیا سے عالم قبر میں گئے پھر بھی سب سے اونچی شانیں لے کر گئے۔ اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ آمنہ کے لال ﷺ کی قبر پاک "روضة من رياض الجنة" ہے۔ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ ساری کائنات سے اس دنیا میں اونچی شان والی ہے تو آمنہ کے لال ﷺ کی قبر پاک ہے اور آپ کی زندگی جو قبر کی ہے برزخ کی ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔

قیامت میں سب سے اونچی شان:۔ عالم قبر سے میرے آقا ﷺ نے عالم حشر میں جانا ہے اور دوستو! میرا عقیدہ یہ ہے کہ پھر بھی سب سے اونچی شانیں لے کر جانا ہے حمد کا جھنڈا ہوگا تو میرے مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔

مخلوقات میں سب سے اعلیٰ:۔ عالم ارواح میں سب سے اعلیٰ عالم دنیا میں آئے تو سب سے اعلیٰ عالم قبر میں گئے تو سب سے اعلیٰ عالم حشر میں جائیں گے تو سب سے اونچی شانیں پا کر جائیں گے یہ ہے میرا مصطفیٰ دوستاء میں اسی لیے بتا رہا تھا۔

"واذاخذالله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتاب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ء اقررتم واخذتم على ذلكم اصرى قالوا اقررنا۔ قال فاشهد واوانامعكم من الشٰهدين"۔ (آل عمران 81)

وقت کافی ہو گیا ہے۔ یار زندہ صحبت باقی میں ان الفاظ پر اکتفاء کرتا ہوا ختم کرتا ہوں۔ اللہ مجھے اور آپ کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (خطبات یزدانی ج ۲ ص 305، 306)

نام کتاب:۔ خطیبانہ انداز میں منفرد تفسیر، خطبات سورۂ فاتحہ
مصنف:۔ پروفیسر عبدالستار حامد .... ناشر:۔ حامد اکیڈمی، وزیر آباد (پاکستان)

علمائے اہلحدیث اور ادب کی اہمیت

صفحات کا ادب واحترام:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کا ادب، احترام، تعظیم اور توقیر کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ بلکہ کاغذ کے جس ٹکڑے پر بسم اللہ تحریر اس کاغذ کا احترام کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے۔ صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قال رسول الله من رفع قرطاسامن الارض فيه بسم الله الرحمن الرحيم اجلالله ان يداس كتب عنده من الصديقين و خفف من والديه۔ (تفسير كبير ص 88 ج 1 غنية الطالبين عربی اردو ص 201 فصل فی فضل بسم الله)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاغذ کے بسم اللہ، لکھے ہوئے ٹکڑے کو اس خیال سے اٹھاتا ہے کہ کسی کے پاؤں تلے نہ آ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اگر اس کے والدین فوت ہو چکے ہوں اور عذاب میں مبتلا ہوں تو بیٹے کے اس عمل کی وجہ سے اس کے ماں باپ کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ سبحان اللہ۔

اللہ کریم ہم سب کو بسم اللہ قرآن حکیم کے لکھے ہوئے کاغذات کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اگر کوئی شخص بسم اللہ لکھے ہوئے کاغذ کا احترام نہ کرے۔ اسے پاؤں تلے روندے یا جان بوجھ کر زمین پر پھینک دے تو ایسے شخص کو امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ایک مرسل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ ''ان النبی ﷺ مر علی کتاب فی الارض'' نبی مکرم ﷺ زمین پر گرے ہوئے ایک کاغذ کے قریب سے گزرے تو اپنے خادم سے فرمایا۔ ''ماھذا؟'' دیکھو یہ کاغذ کیسا ہے۔ اس نوجوان نے کاغذ اٹھایا۔ اسے کھولا تو اس میں بسم اللہ لکھی ہوئی تھی خادم نے عرض کیا۔ حضور! اس کاغذ پر تو بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ فرمایا ''لعن اللہ من فعل ھذا''۔ جس شخص نے بسم اللہ لکھا ہوا کاغذ زمین پر پھینکا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔ نیز فرمایا ''لاتضعوا اسم اللہ الا فی موضعہ'' تم اللہ تعالیٰ کا نام لکھے ہوئے کاغذ کو احترام کی جگہ رکھا کرو۔

(مراسیل ابی داؤد' صفحہ 20' باب الکتاب یلقی فی الطریق)

برادران محترم! بسم اللہ کا احترام کرنے کے فوائد کے ضمن میں صرف ایک واقعہ عرض کر کے بات کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہوں اور اس واقعہ عجیبہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بسم اللہ کے احترام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو معاف فرما دیتا ہے۔

بشر حافی رحمہ اللہ کا ادب پر مقام پا جانا:۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ جنہیں لوگ ''داتا صاحب'' کہتے ہیں حالانکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے مناسب اور روا نہیں کیونکہ داتا کا معنی ہے دینے والا یعنی رزق دینے والا' اولاد دینے والا' کاروبار میں برکت دینے والا' شفاء دینے والا وغیرہ...... اور ان تمام اختیارات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا داتا صرف اللہ تعالیٰ کو ہی جاننا اور ماننا چاہیے بہر حال حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''کشف المحجوب'' میں ایک ولی کامل حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کی توبہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ بشر نامی ایک نوجوان شراب کا دلدادہ تھا اور ہر عیب' گناہ اور نقص اس میں پایا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بشر شراب خانہ سے مستی کی حالت میں کہیں جا رہا تھا کہ اسے زمین پر گرد و غبار میں لتا ہوا کاغذ کا ایک ٹکڑا نظر آیا۔ اس نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' (وہ نوجوان اس گرد و غبار والے کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام دیکھ کر از حد پریشان ہوا اور دل میں خیال کیا کہ میرے اللہ کے مبارک نام کی کس قدر توہین ہو رہی ہے) اس کاغذ کو پاک کیا۔ بڑی تعظیم کے ساتھ اسے اٹھایا۔ عطر لگایا اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ ایک بلند اور پاکیزہ جگہ پر رکھ دیا۔

اسی رات جب یہ نوجوان نیند کی آغوش میں گیا تو خواب کی حالت میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز اور خوشخبری سنائی دی۔ ''یا بشر طیبت اسمی فبعزتی لاطیبن اسمك فی الدنیا والاخرہ'' اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو لگا کر معطر کیا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تیرے نام کو دنیا اور آخرت میں معطر کر دوں گا۔ (نیند سے بیدار ہو توبہ کر اور خوشخبری سن کہ بسم اللہ اور میرے نام کے احترام کی وجہ سے میں نے تیرے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دیا ہے اور میں نے تیرے نام کو ایسا با عزت بنا دیا ہے) کہ جو بھی تیرا نام سنے گا اپنے دل میں راحت محسوس کرے گا۔ (کشف المحجوب مترجم صفحہ نمبر 159' تفسیر قرطبی 91 جلد 1)

آپ نے غور فرمایا کہ بسم اللہ کے احترام' ادب' عزت' توقیر' تکریم اور تعظیم کی وجہ سے رب تعالیٰ نے ایک شرابی اور گناہ گار کے تمام گناہوں کو معاف کر کے اسے اپنا دوست اور ولی بنا دیا اور اس کے نام کو عزت و احترام عطا فرمایا۔ سبحان اللہ۔ شاید انہی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

توں اج ادبوں گرداتاری اسم اساڈے پاروں   پاک کیتے اساں دفتر تیرے حکم ہویا سرکاروں

پیران پیر اور اہمیت بسم اللہ:۔ بعض اسلاف سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح و قلم کی تخلیق کے بعد جو سب سے پہلے تحریر لکھوائی وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم تھی' سبحان اللہ' یہ بسم اللہ کی فضیلت اور عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ کائنات میں جو سب سے پہلی تحریر وجود میں آئی وہ بسم اللہ تھی چنانچہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اول ماخلق اللہ اللوح والقلم کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے لوح

(یعنی لوح محفوظ) اور قلم کو پیدا فرمایا۔ فاول ما کتب علی اللوح "بسم الله الرحمن الرحیم" پس اس لوح پر جو چیز سب سے پہلے لکھی گئی وہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کو اس کے پڑھنے والے کے لیے امن وامان کا باعث بنادیا۔

(غنیۃ الطالبین اردو عربی ص 202 بحوالہ خطبات سورۂ فاتحہ ص 60 تا 63)

محبوب سبحانی اور بسم اللہ کی اہمیت:۔ بسم اللہ کی برکات فضائل اور اس کے اثرات وثمرات کو سمجھنے کیلئے اس بات کو بھی ذہن نشین کریں کہ شیطان لعین کو بسم اللہ سے بڑی ضد عداوت اور دشمنی ہے کیونکہ جہاں بسم اللہ پڑھی جائے گی، وہاں برکات کا نزول ہوگا، وہاں رحمتیں اتریں گی، سکون واطمینان حاصل ہوگا، گناہ معاف ہوں گے، جہنم سے آزادی کا اعلان ہوگا۔ جنت کے دخول کی بشارت سنائی جائے گی اور یہ ساری چیزیں ابلیس کیلئے تو موت کا پیغام ہیں اس لیے شیطان جب کسی کو بسم اللہ پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو روتا' پیٹتا اور چیخیں مارتا ہوا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اپنے سر پر مٹی ڈالتا اور بسم اللہ کی برکت والی سرزمین سے دور چلا جاتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "غنیۃ الطالبین" میں فرمایا ہے کہ ابلیس لعین نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ ایسا نوحہ اور ماتم کیا ہے اور ایسا شدید رویا اور پیٹا ہے کہ اس طرح کبھی نہیں رویا۔ آپ حضرات توجہ فرمائیں تو میں ابلیس کے رونے کے مقامات عرض کرنے والا ہوں۔

1۔ حین لعن واخرج من ملکوت السماء۔ جب ابلیس کو لعنتی قرار دے کر بارگاہ الٰہی' فرشتوں کی صحبت اور آسمان کی رہائش سے نکال دیا گیا تو وہ ایسا رویا کہ اس جیسا کبھی نہ رویا تھا۔

2۔ حین ولد النبی ﷺ۔ جب امام رسولاں' رحمت عالمیاں' پیغمبر دو جہاں اور سرور کون ومکان جناب محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور شیطان لعین کو یقین ہوگیا کہ اب روئے زمین پر توحید کا پرچم لہرائے گا تو ابلیس یہ تصور کر کے آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن اتنا رویا کہ اس نے رو رو کر برا حال کرلیا۔

3۔ حین أنزلت فاتحة الکتاب لکون بسم الله الرحمن الرحیم۔ اور ابلیس کی زندگی میں تیسرا وہ موقع جب اسے بہت رونا آیا اور وہ اپنی سسکیوں اور چیخوں پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر سورۂ فاتحہ کو نازل فرمایا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں شیطان کو رلانے والی کون سی چیز ہے۔ جواب آیا لکون "بسم الله الرحمن الرحیم" کیونکہ سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ ہے۔ اس بسم اللہ کی وجہ سے ابلیس اتنا رویا کہ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ رکھ سکا۔ کیونکہ اسے بسم اللہ کی برکات اثرات اور ثمرات کا علم ہو چکا تھا۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 67 تا 69)

"غنیۃ الطالبین" میں بسم اللہ کی برکت:۔ بزرگان محترم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان کامیابی' فرعون کی ذلت آمیز شکست اور جادوگروں کے قبول ایمان نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیگر کامرانیوں کو "بسم اللہ" کی برکات اور بسم اللہ کے ثمرات قرار دیتے ہوئے حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "فانزلت علی موسٰی فی الصحف فیها قهر فرعون وسحرته وهامان وجنوده وقارون و اتباعهٗ" (غنیۃ الطالبین صفحہ 202)

ترجمہ: پس یہ بسم اللہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کے صحیفوں میں نازل فرمائی اور انہیں اس کے پڑھنے کی برکت سے فرعون اور اس کے جادوگروں' ہامان اور اس کے لشکروں اور قارون اور اس کے فرمانبرداروں پر غلبہ عطا ہوا اور ہر میدان میں فتح نصیب ہوئی۔ سبحان اللہ۔

(خطبات سورۂ فاتحہ ص 79)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بسم اللہ کی برکت:۔ برادران گرامی! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکات' اثرات اور ثمرات کا موضوع خاصا طویل ہوگیا ہے مگر ہم اسے مزید طوالت کی طرف لے جانے کی بجائے اختصار اور اشارات پر اکتفا کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مقدس سے بسم اللہ کے فوائد کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور رسول برحق ہیں۔ آپ کی

ولادت، کفالت، نبوت، رسالت، بچپن، جوانی، شباب اور ارتفاع الی السماء۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو عظیم معجزات آیات اور نشانات عطا فرمارکھے تھے ان میں سے ایک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی جب یہ آیت مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی تو آپ بے حد مسرور ہوئے۔ آپ نے اپنے امتیوں اور حواریوں کو اس کے نزول کی بشارت اور خوشخبری سنائی۔ اللہ احکم الحاکمین نے بذریعہ وحی آپ علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''آیات امان'' یعنی امن وسلامتی والی آیت ہے۔ لہٰذا اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے، چلتے، پھرتے، چڑھتے، اترتے، آتے جاتے غرض ہر وقت اس کی تلاوت کیا کریں کیونکہ۔ ''من وافا یوم القیامة و فی صحیفته بسم الله الرحمن الرحیم ثمان مائة مرة و کان مومنا بی و بربوبیتی اعتقنهٗ من النار و ادخلته الجنة''

(غنیة الطالبین عربی اردو ص 203 فصل اخرفی فضل بسم الله)

ترجمہ: قیامت کے دن جس شخص کے نامہ اعمال میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا آٹھ سو مرتبہ پڑھنا لکھا ہوا پایا گیا اور اس کا مجھ پر اور میری ربوبیت پر ایمان ہوا تو میں اسے آگ کے عذاب سے آزاد کر کے جنت کا داخلہ نصیب فرما دونگا۔

کثرت سے بسم اللہ کا وظیفہ:۔ کوشش فرمایئے کہ توحید خداوندی کا عقیدہ اپنایا جائے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر یقین پختہ کیا جائے نیک اعمال کا ذخیرہ کیا جائے اور کثرت سے بسم اللہ کا وظیفہ پڑھا جائے اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(خطبات سورۂ فاتحہ ص 86 تا 87)

بسم اللہ کے 19 حروف:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کل انیس حروف ہیں۔ (۱) باء (۲) سین (۳) میم (۴) الف (۵) لام (۶) ھاء (۷) الف (۸) لام (۹) راء (۱۰) حاء (۱۱) میم (۱۲) الف (۱۳) نون (۱۴) الف (۱۵) لام (۱۶) راء (۱۷) حاء (۱۸) یا (۱۹) میم۔

اور قرآن حکیم نے بیان فرمایا ہے کہ جہنم کے نگران فرشتوں کی تعداد بھی انیس ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ساصلیه سقر o وماادرك ماسقر o لاتبقی ولاتذر o لواحة للبشر o علیها تسعة عشر o (سورۂ مدثر آیت نمبر 26 تا 30)

ترجمہ: عنقریب ہم اسے سقر میں داخل کریں گے اور تمہیں کیا علم کی سقر ہے؟ وہ (آگ ہے) نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی اور جھلس کر سیاہ کردے گی اور انیس داروغے مقرر ہیں۔

صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان ہے کہ جو شخص قیامت کے دن جہنم کے انیس فرشتوں کی گرفت سے بچنا چاہتا ہے۔ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا وظیفہ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے آگ کے انیس فرشتوں کی پکڑ سے محفوظ فرمائے گا۔ سبحان اللہ۔

(تفسیر ابن قرطبی صفحہ ۲ خطبات بحوالہ سورۂ فاتحہ ص 87،)

بسم اللہ پر چھہتر ہزار نیکیاں:۔ بسم اللہ کا پڑھنا کار ثواب، بسم اللہ کا لکھنا ذریعہ نجات اور بسم اللہ کا وظیفہ باعث برکات ہے۔ اس کی تلاوت کے اجر و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ قال رسول الله ﷺ من قرء بسم الله الرحمن الرحیم کتب الله له بکل حرف اربعة الاف حسنة ومحاعنه اربعة آلافٍ سیئةً ورفع له اربعة آلافٍ درجةً۔ (تفسیر فتح القدیر ص 19 ج 1)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلے میں اس کے نامہ اعمال میں چار ہزار نیکیاں درج فرما دیتا ہے اور اس کے چار ہزار گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کے چار ہزار درجات بلند فرما دیتا ہے۔

برادران گرامی! بسم اللہ کی تلاوت کے ثواب اور اجر پر آپ غور فرمائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ پوری بسم اللہ پڑھنے والے کو چار ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ چار ہزار گناہ معاف ہوتے اور چار ہزار درجات بلند ہوتے ہیں۔ بلکہ فرمایا کہ بسم اللہ کے ہر حروف کے بدلے میں اس کے قاری کو یہ مرتبہ اور مقام نصیب ہوتا ہے۔ سبحان اللہ۔

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے عرض کیا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کل 19 حروف ہیں۔ اب آپ انیس کو چار ہزار سے ضرب دیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ ایک دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے چھہتر ہزار نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ چھہتر ہزار گناہ معاف ہوتے ہیں اور اسے پڑھنے والے کے چھہتر ہزار درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایسا عظیم بابرکت اور مہتم بالشان وظیفہ ہے کہ جس مقام پر اسے پڑھا جائے وہاں کے پہاڑ، درخت، زمین اور دوسری اشیاء بھی ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتی ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، مزکیہ، مفقہہ، محدثہ، معلّمہ، مبلغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

لما نزلت بسم الله الرحمن الرحيم ضجت الجبال حتى سمع اهل مكة دويها فقالوا سحر محمدٌ ن الجبال۔ فبعث الله دخانا حتى اظل على اهل مكة فقال رسول الله ﷺ من قرء بسم الله الرحمن الرحيم موقنا سبحت معه الجبال الا انه لايسمع ذالك منها۔ (تفسير فتح القدير ص۱۹ ج۱)

ترجمہ: جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا نزول ہوا تو پہاڑوں نے زور سے (بسم اللہ کی) آواز نکالی۔ یہاں تک کہ پہاڑوں کی اس آواز کو اہل مکہ نے بھی سنا تو انہوں نے (اسے بسم اللہ کی برکت اور نبی اکرم ﷺ کا معجزہ قرار دینے کی بجائے یہ) کہا کہ محمد ﷺ نے پہاڑوں پر جادو کر دیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر ایک دھواں بھیجا جس نے تمام اہل مکہ کو گھیرے میں لے لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص یقین کامل کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ پہاڑ بھی رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں مگر وہ ان پہاڑوں کی آواز نہیں سن سکتا۔ سبحان اللہ

بسم اللہ ہر مشکل سے نکلنے کا وظیفہ:۔ محترم حضرات! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے کام میں برکت، رزق میں وسعت، معاملات میں آسانی، مشکلات سے نجات، پریشانیوں سے چھٹکارا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رب العزت کی قربت نصیب ہوتی ہے اور بسم اللہ کا وظیفہ کرنے والا مسلمان، اللہ رب العالمین کے اس قدر قریب ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ قرب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

نا اُمید افراد کیلئے بسم اللہ کا وظیفہ:۔ نبی مکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور اول مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، نے نبی محترم ﷺ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بارے میں دریافت کیا تو رسول معظم ﷺ نے فرمایا کہ بسم اللہ، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ (خوبصورت ناموں) میں سے ایک نام ہے اور اس کے (پڑھنے والے) اور اللہ تعالیٰ کے بڑے نام کے درمیان اتنا (نہ ہونے کے برابر) ہی فاصلہ ہوتا ہے جتنا آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان ہوتا ہے۔

یعنی جس طرح آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح بسم اللہ کے قاری اور رب تعالیٰ کے تعلق کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔ بسم اللہ کا وظیفہ کرنے والا اپنے منہ سے کلمات بعد میں ادا کرتا ہے۔ اس کا رب اس کی دعا کو پہلے ہی درجہ قبولیت عطا فرما دیتا ہے۔ سبحان اللہ۔

ایسے لوگ جن کا گلہ اور شکوہ ہی یہ ہوتا ہے کہ رب العزت ہماری تو سنتا ہی نہیں ہے۔ نعوذ باللہ۔ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو حرز جان بنا لیں۔ انشاء اللہ ان کی دعائیں قبول و منظور ہوں گی۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 93 تا 94)

مٹی میں شفاء:۔ اگر میں رسول پاک ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں کہوں کہ بسم اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ مٹی میں شفا پیدا فرما دیتا ہے۔ تو یقیناً مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ نے پچھلے خطبہ جمعہ مبارکہ میں تفصیل سے سماعت فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی کے سیلاب سے محفوظ رہی تو بسم اللہ کی برکت سے۔ ☆حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے نار کو گلزار بنایا گیا تو بسم اللہ کی برکت سے۔ ☆حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بخشش کی نوید سنائی تو بسم اللہ کی برکت سے۔ ☆حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کیلئے دریا میں بارہ راستے بنائے گئے تو تو بسم اللہ کی برکت سے ☆فرعون کو ایک عرصے تک ہلاکت سے بچایا گیا تو بسم اللہ کی برکت سے۔ ☆حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ملکہ سباء کو مطیع بنایا گیا تو بسم اللہ کی برکت

سے۔ ☆حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نجات کی بشارت سنائی تو بسم اللہ کی برکت سے ☆ نبی اکرم ﷺ کو شفاء عطا فرمائی گئی تو بسم اللہ کی برکت سے۔

جو رب العزت بسم اللہ کی برکت سے یہ سارے اور ان جیسے لاکھوں دوسرے کام کر سکتا ہے۔ وہی اللہ کریم اگر چاہے تو بسم اللہ کی برکت سے ''مٹی میں شفاء'' بھی پیدا فرما سکتا ہے، سبحان اللہ ''وماذالك علی الله بعزیز'' اور یہ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ سبحان اللہ۔

(خطبات سورۂ فاتحہ ص 121 تا 123)

پاگل پن دور کرنے کا دم:۔ سورۂ فاتحہ کو اللہ الرحم الراحمین نے موت کے سوا ہر بیماری اور مرض کی شفا بنا دیا ہے۔ یہ سورت روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی بیماریوں کیلئے شفاء ہی شفا ہے۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 162)

سورۂ فاتحہ پر اولیاء کے مجربات:۔ ایک دفعہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنیوالے کو دو تہائی قرآن مجید کا ثواب ملتا ہے۔ (الدر المنثور ص 5 جلد اول)

☆ رات کو لیٹ کر سورت فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھنے والا موت کے سوا ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے۔ (الدر المنثور ص 5 ج ا)

سورۂ فاتحہ پڑھ کر سونے والے کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے۔ (الدر المنثور ص ٦ ج ا)

سورۂ فاتحہ روزانہ پڑھنے والا نظر بد سے محفوظ رہتا ہے۔ (الدر المنثور ص 5 ج اول)

ناجائز قید میں پھنسا ہوا شخص سورۂ فاتحہ کو ایک سو اکیس بار تلاوت کر کے دس دس دفعہ قید خانہ پر پھونکے تو انشاء اللہ اسے رہائی نصیب ہوگی۔ (الداء والدواص ١٩)

نماز فجر کے بعد ایک سو پچیس بار سورۂ فاتحہ پڑھنے والا ہر نیک مقصد میں کامیاب ہوگا۔ انشاء اللہ۔ (تفسیر ستاری ص ٩٥)

جو شخص فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اکتالیس بار ہمیشہ سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ پڑھے گا تو وہ اگر فقیر ہے تو غنی ہو جائے گا اگر مقروض ہے تو قرض اتر جائے گا۔ اگر بیمار ہے تو شفا پائے گا۔ اگر ضعیف ہے تو قوی ہو جائے گا اگر حقیر ہے تو معزز بن جائے گا۔ اگر منصب سے معزول ہو چکا ہے تو بحال ہو جائے گا اور اگر بے اولاد ہے تو انشاء اللہ صاحب اولاد ہو جائے گا۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 164)

قبولیت وظائف کی شرائط:۔ میرے عزیزو! اگر ہم سورۂ فاتحہ اور دیگر قرآنی وظائف سے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ☆شرک چھوڑنا ہوگا۔ ☆بدعتوں سے تائب ہونا ہوگا۔ ☆غیر شرعی رسوم کو خیرباد کہنا ہوگا۔ ☆شریعت کا پابند بننا ہوگا۔ ☆عقیدے کو درست کرنا ہوگا۔ ☆ نیت کو خالص کرنا ہوگا۔ ☆ رزق حلال کھانا ہوگا۔ ☆ حرام سے بچنا ہوگا۔ ☆ جھوٹ چھوڑنا ہوگا۔ ☆ سچ بولنا ہوگا۔ ☆ گناہوں سے توبہ کرنا ہوگی۔ ☆ کثرت سے نیکیاں کرنا ہوں گی۔ ☆ فرائض کی پابندی کرنا ہوگی۔ ☆ صلہ رحمی اور ہمدردی اختیار کرنا ہوگی۔ ☆ صدقات وخیرات دینا ہوں گی۔ ☆ فضولیات سے اجتناب کرنا ہوگا۔ ☆ نماز پنجگانہ کی پابندی کرنا ہوگی۔ ☆نفل نوافل کثرت سے پڑھنے ہونگے۔ ☆اعمال صالحہ بجالانے ہونگے۔ ☆ حقوق العباد کا خیال رکھنا ہوگا۔ ☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی آخر الزماں ﷺ کے ارشادات اور احکام پر عمل کرنا ہوگا۔

آپ یہ کام کر کے اپنی زندگی کو پاکیزہ بنائیں پھر دیکھیں سورت فاتحہ پڑھنے سے کیا کیا فوائد، اثرات، برکات اور ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 166)

صلحاء اور بزرگوں کا راستہ:۔ صلحاء عظام اور اولیاء کرام کا راستہ بھی قرآن وسنت اور توحید و رسالت کا راستہ ہے۔ ان بزرگوں نے قرآن و حدیث پر عمل کر کے ہی درجہ ولایت حاصل کیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح صلحاء امت صراط مستقیم پر گامزن رہے ہم بھی اسی جذبۂ شوق اور محبت سے قرآن وسنت کے احکام پر عمل کر کے ان کی طرح اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ صراط الذی انعمت علیھم راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا۔

یہ بات ذہن نشین فرمائیے کہ صرف اولیاء کرام کی طرف نسبتیں قائم کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ ان جیسے عقائد اور اعمال اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی رحمت ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 487)

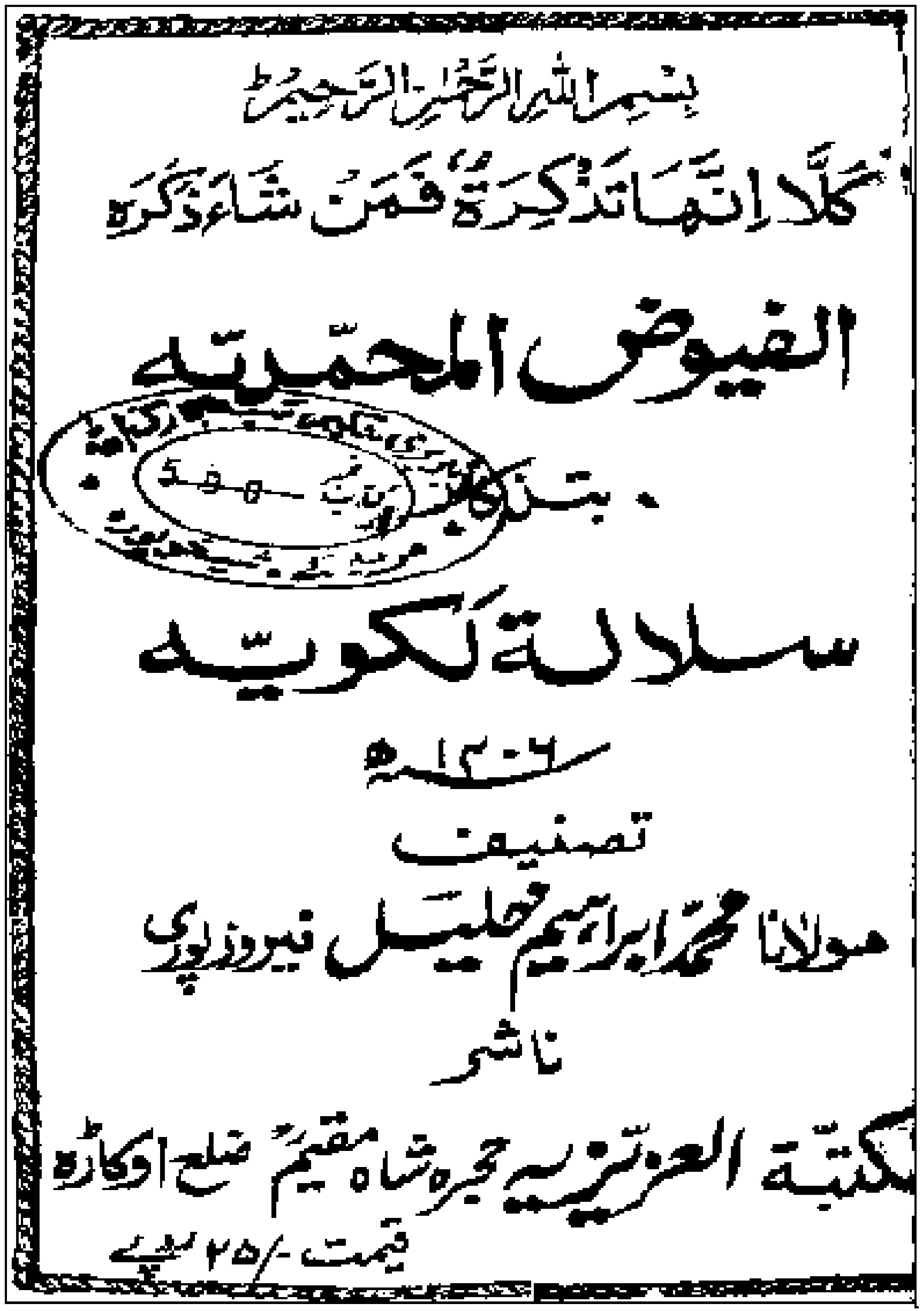

بسم اللہ الرحمن الرحیم
کلا انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ
الفیوض المحمدیہ
بتذکار
سلالۃ لکویہ
سنہ ۱۴۰۶ھ
تصنیف
مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروزپوری
ناشر
مکتبۃ العزیزیہ حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ
قیمت -/۲۵ روپے

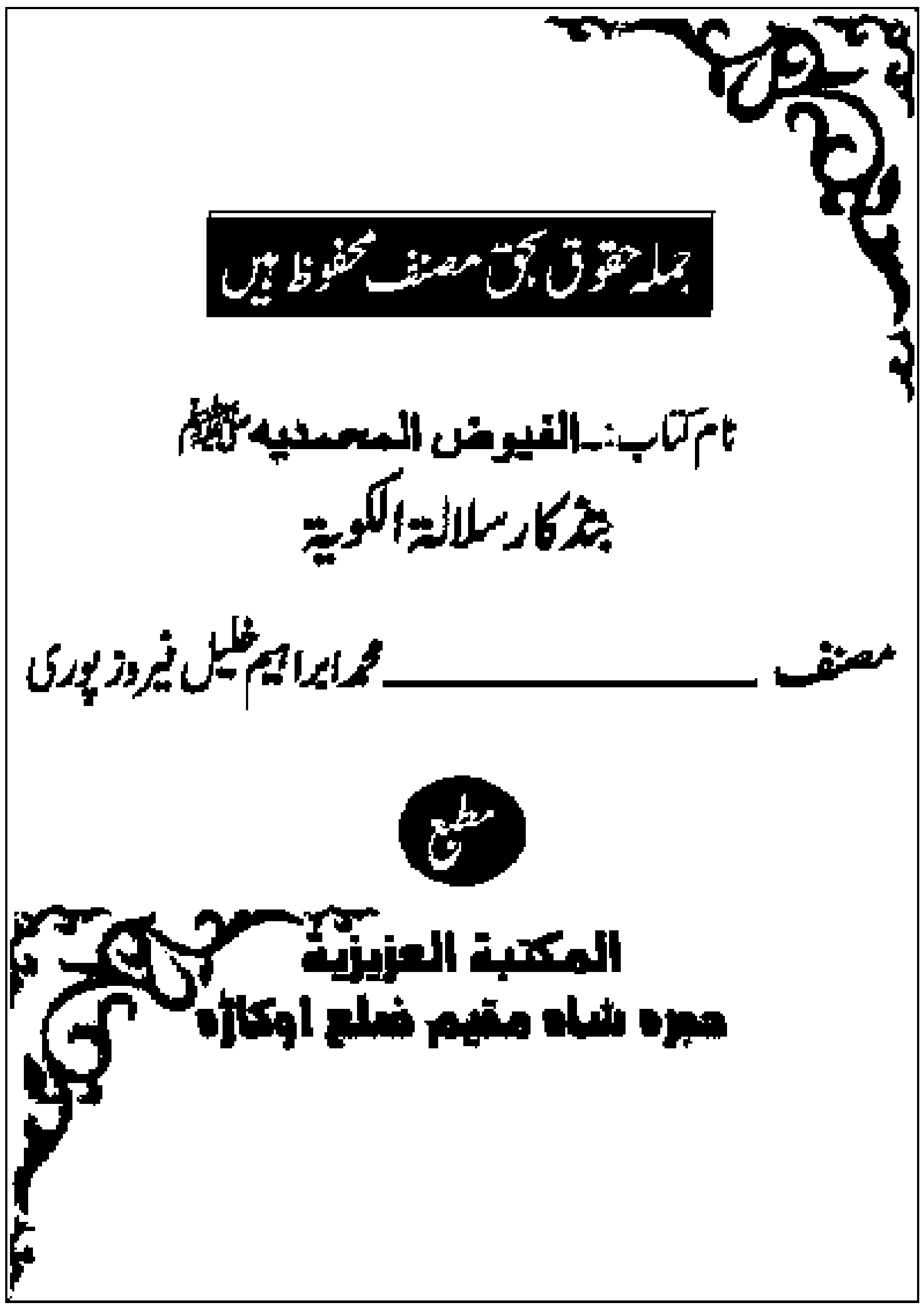

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب :۔ الفیوض المحمدیہ ﷺ
بتذکار سلالۃ الکویۃ

مصنف ________ محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری

مطبع
المکتبۃ العزیزیۃ
حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ

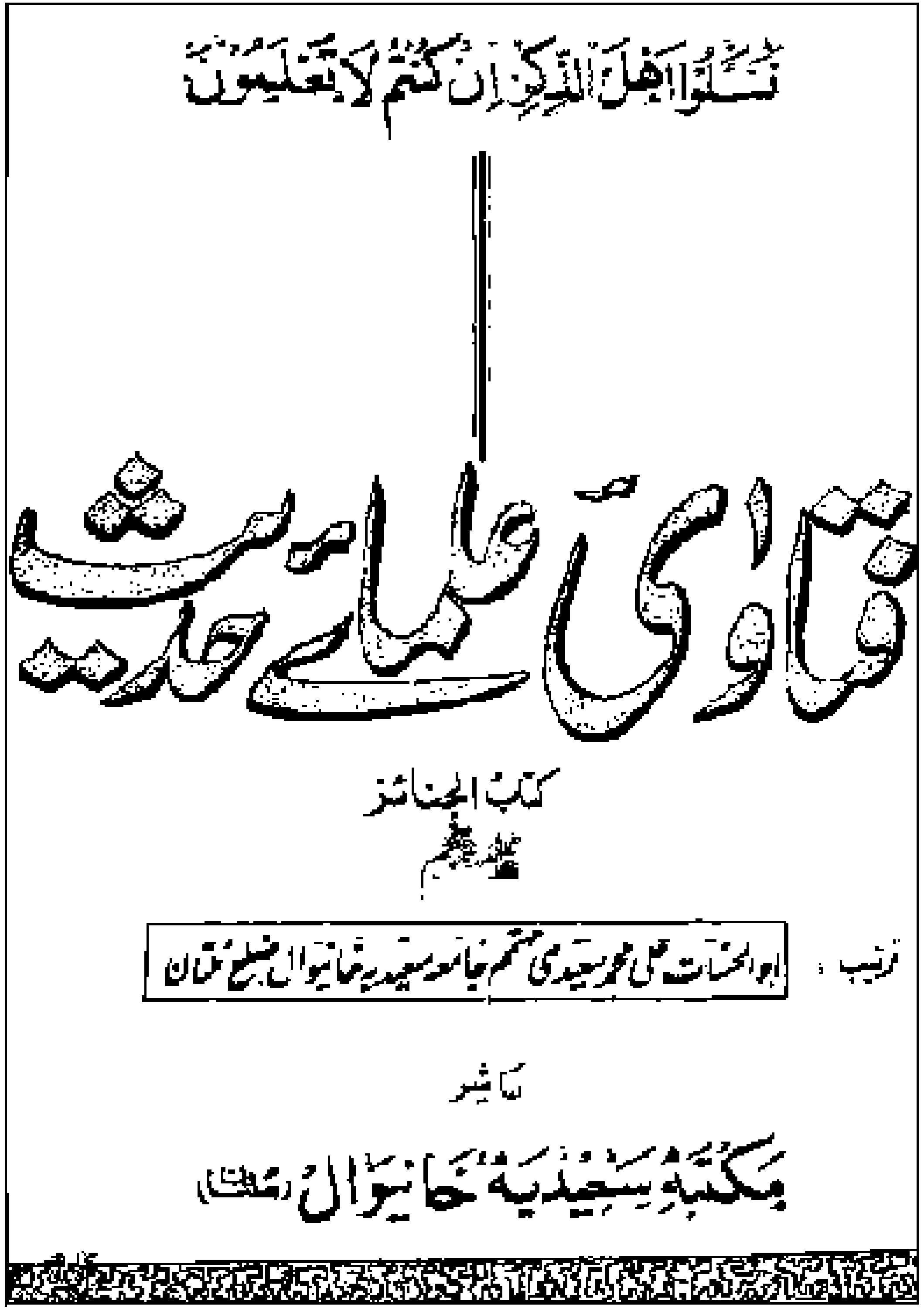

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون
فتاوی علمائے حدیث
کتاب الجنائز
جلد پنجم
ترتیب : ابو الحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان
ناشر
مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان)

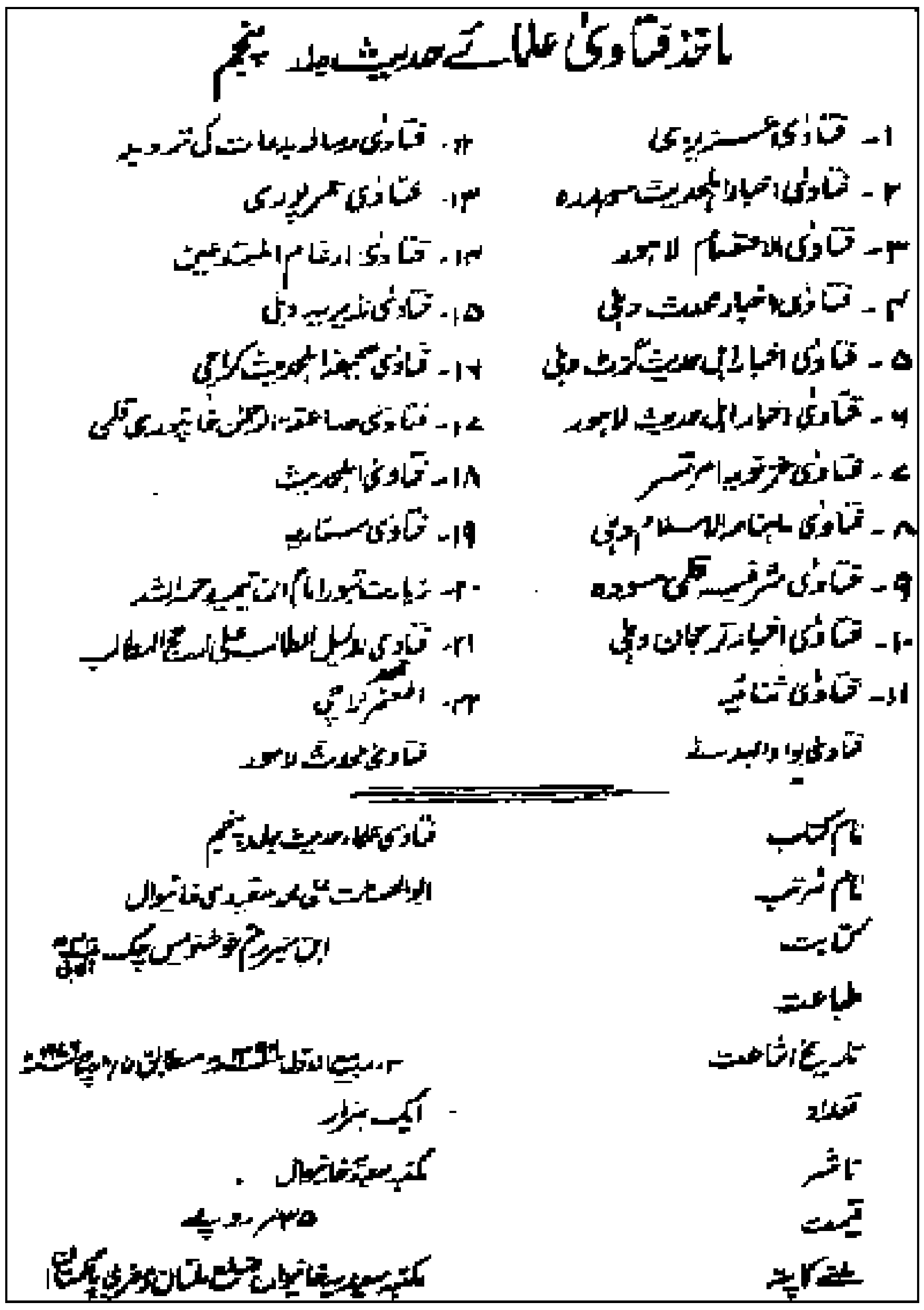

ماخذ فتاوی علمائے حدیث جلد پنجم

۱۔ فتاوی [illegible]
۲۔ فتاوی اخبار اہلحدیث سوہدرہ
۳۔ فتاوی الاعتصام لاہور
۴۔ فتاوی اخبار محدث دہلی
۵۔ فتاوی اخبار اہل حدیث گزٹ دہلی
۶۔ فتاوی اخبار اہل حدیث لاہور
۷۔ فتاوی غزنویہ امرتسر
۸۔ فتاوی ماہنامہ الاسلام دہلی
۹۔ فتاوی شرفیہ قلمی مسودہ
۱۰۔ فتاوی اخبار ترجمان دہلی
۱۱۔ فتاوی ثنائیہ
فتاوی [illegible]
۱۲۔ فتاوی رسالہ بدعات کی تردید
۱۳۔ فتاوی عمر پوری
۱۴۔ فتاوی ارغام المبتدعین
۱۵۔ فتاوی نذیریہ دہلی
۱۶۔ فتاوی مجلہ اہلحدیث کراچی
۱۷۔ فتاوی صاعقۃ الرحمن خانپوری قلمی
۱۸۔ فتاوی اہلحدیث
۱۹۔ فتاوی ستاریہ
۲۰۔ زیارت قبور از امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۲۱۔ فتاوی دلیل الطالب علی ارجح المطالب
۲۲۔ المعتصم کراچی
فتاوی محدث لاہور

نام کتاب	فتاوی علماء حدیث جلد پنجم
نام مرتب	ابو الحسنات علی محمد سعیدی خانیوال
کتابت	ابن بشیر [illegible] خوشنویس چک [illegible]
طباعت	
تاریخ اشاعت	۳ ربیع الاول [illegible]
تعداد	ایک ہزار
ناشر	مکتبہ سعیدیہ خانیوال
قیمت	۳۵ روپے
ملنے کا پتہ	مکتبہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان مغربی پاکستان

علماء وصوفیاء کی مریدین کو تعلیمات:۔ اکابرین ملت، زعماء قوم، بزرگان دین، اولیاء کرام اور صلحاء امت نے اپنے مریدوں اور عام مسلمانوں کو قرآن وسنت کے احکام پر عمل کرنے کی تبلیغ وتلقین فرمائی ہے۔

پیران پیر کی مریدین کو نصیحت:۔ (پیران پیر) جن کے نام سے زمانہ واقف ہے۔ آپ کمال درجے کے بزرگ تھے۔ خلوص، للّٰہیت، تواضع، انکساری، اخلاق حسنہ، عبادت الٰہی میں استغراق، عقیدہ اور عمل کی اصلاح، ذکر الٰہی میں اشغال اور آخرت کا خوف آپ کی سیرت وکردار کے نمایاں پہلو ہیں۔ مگر آج لوگوں نے ان کے نام پر بدعات کو رواج دے رکھا ہے۔ آیئے آپ کے ارشادات وفرمودات میں سے آپ کے راستے کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''فتوح الغیب'' کے دوسرے مقالے میں فرماتے ہیں:

واتبعوا ولا تبتدعوا واطیعوا ولا تمزقوا وحدوا ولا تشرکوا۔ (فتوح الغیب مترجم صفحہ ۱۴)

ترجمہ: اور سنت کی پیروی کرو اور بدعت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور ان کے حکم سے باہر نہ جاؤ۔ اللہ کو یکتا جانو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

آپ پیر صاحب کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ آپ اپنے مریدوں اور ماننے والوں کو سنت کی پیروی کرنے، بدعت سے احتراز کرنے، عقیدہ توحید اختیار کرنے اور شرک سے باز رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کتاب ''فتوح الغیب'' کے مقالہ نمبر ۱۰ میں لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وھوالحاکم کتاب اللہ وسنۃ رسولہ لاتخرج عنھما فان خطر خطر اووجد الھام فاعرضھما علی الکتاب والسنۃ۔

(فتوح الغیب مترجم صفحہ ۱۳)

ترجمہ: کتاب اللہ اور سنت رسول ہی اصل حاکم ہیں تم ان دونوں کے احکام سے باہر نہ نکلو۔ اگر تمہارے دل میں کوئی خطرہ گزرے یا الہام پایا جائے تو اسے کتاب وسنت پر پیش کرو۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 487 تا 488)

اتباع سنت ہر ولی کا شیوہ:۔ عزیزان گرامی! ایک شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ ہی کیا۔ ہر مرد صالح، نیک شخص اور ولی کامل نے لوگوں کو توحید وسنت کا راستہ دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ (خطبات سورۂ فاتحہ ص 489)

نام کتاب:۔ الفیوض المحمدیہ ﷺ۔ بتذکار، سلالۃ الکویہ
مصنف:۔ محمد ابراہیم خلیل فیروزپوری، المکتبۃ العزیزیہ، حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ

مولانا حافظ محمد امین شاہ رحمہ اللہ

نام ونسب:۔ ابواحمد حافظ محمد امین بن ملک عالم شاہ بن ابوداؤد ڈھنگ شاہ آپ کا سلسلہ تیئسویں پشت میں محمد بن الحنفیہ سے جاملتا ہے۔ آپ خاندان مکھویہ کے مؤسس اعلیٰ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام ملک عالم شاہ تھا جو خود بھی ایک بلند پایہ عالم تھے۔ اور ان کے والد یعنی حافظ محمد امین کے دادا حضرت شیخ المشائخ ابوداؤد ڈھنگ شاہ صاحب قدس سرہٗ تھے جنہوں نے اپنے ماحول میں تبلیغ دین کی خدمات انجام دیں اور اہل علم میں ایک بلند پایہ مقام حاصل کیا۔ (الفیوض المحمدیہ ص 19)

بیعت اصلاح:۔ حافظ محمد امین رحمہ اللہ سید محمود دکمال رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور بعض کتب بھی ان سے پڑھی تھیں۔

حاشیہ میں وضاحت:۔ سید محمود دکمال جن کا مقبرہ غرب رویہ درس میاں بڑا صاحب میں موجود ہے اور اسی محلّہ تیل پورہ میں رہائش پذیر تھے (الفیوض المحمدیہ ص 20، بحوالہ اولیائے لاہور ص ۲۴، تحقیقات چشتی ص ۴۵۱)

الشیخ الحافظ احمد رحمہ اللہ

نام وجائے پیدائش:۔ حافظ احمد بن مولانا حافظ محمد امین رحمہ اللہ آپ قریباً دسویں صدی ہجری کے اواخر میں بمقام موضع ڈھنگ شاہ حافظ محمد امین کے ہاں تولد ہوئے۔

ریاست ممدوٹ ضلع فیروز پور میں ایک لکھا نامی شخص کے نام پر مشہور گاؤں موضع لکھوکے کو اپنا مسکن بنایا۔ (الفیوض المحمدیہ ص 21 تا 25)

بیعتِ اصلاح وخلافت طریقت:۔ حافظ احمد نے علوم ومعرفت کا آغاز اپنے والد ماجد سے کیا اور سنت تصوف اور قرآن پاک شیخ محمد اسماعیل لاہور عرف بڑے میاں سے حاصل کیا اور ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور بیعت وخلافت کی اجازت حاصل کی۔ حافظ محمد امین رحمہ اللہ، سید محمود کمال رحمہ اللہ کے مرید تھے جو کہ شیخ اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ کے بڑے دوست اور تعلق دار تھے حافظ محمد نے اپنی سند تصوف اس طرح لکھی ہے: محمد عن بارك الله عن الحافظ احمد عن الشيخ محمد اسماعيل لاهوري۔"

> **حاشیہ میں وضاحت:۔** شیخ محمد اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ عرف بڑے میاں ایک ولی کامل صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ۹۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم عبدالکریم سے علوم کا اکتساب کیا۔ ۴۳ برس کی عمر میں لاہور تشریف لائے۔ ایک دینی دارالعلوم کا اجراء فرمایا جو "درس میاں بڑا" کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آج تک اس کا یہ نام زندہ ہے۔ درس وتدریس کے ذریعہ علم وعرفان کی بے حد اشاعت فرمائی۔ بے شمار لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔ حافظ احمد اور حافظ نور محمد دونوں بھائیوں نے اسی شیخ اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ درس والا اور بگہ والا سے اسناد واجازہ حاصل کیے۔ پانچ شوال ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تحقیقات چشتی ص ۴۶۲ تذکرہ اولیائے لاہور ص ۲۱، تذکرہ اولیاء ہند وپاک ص ۵۰۴۔ (بحوالہ: الفیوض المحمدیہ ص 25)
>
> **وضاحت:۔** موجودہ تُربت شالیمار روڈ نزد شالیمار ہسپتال مغل پورہ میں درس بڑے میاں کے نام سے موجود ہے ان کی وصیت تھی کہ میری تربت کو پکا نہ کیا جائے اور واقعی اب بھی انکی تربت پکی نہیں بلکہ کچی ہے اور دینی طلباء کیلئے حفظ کا مدرسہ اب بھی وہاں موجود ہے۔ اپنے دور کے مشہور مانے ہوئے درویش تھے اور قال اللہ قال رسول ﷺ کی ترتیب میں بہت پیش پیش تھے۔ (از مرتب اثری)

شیخ اسماعیل کی کرامت اور جوگی کا استدراج:۔ حافظ محمد نے "زینت الاسلام" کے حواشی پر کرامت اور استدراج کا فرق واضح کرنے کیلئے شیخ اسماعیل لاہوری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ اپنے والد حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے جو قدرے تفاوت کے ساتھ' تحقیقات چشتی ص ۴۵۴ اور اولیائے لاہور ص ۲۴ میں بھی موجود ہے۔ قارئین کی دلچسپی کیلئے درج کیا جاتا ہے۔

"چنانچہ مشہور ہے اور اپنے والد بزرگ وار سے کئی بار سنا ہے کہ مولانا حافظ اسماعیل لاہور (جوگے والا اور درس والا) مشہور ہیں۔ اس مسجد میں آپ درس دیتے تھے جس میں اب بھی درس دیا جاتا ہے اور اس میں آپ کے خلیفے موجود ہیں آپ کے ساتھ چند طلباء بھی تھے۔ آپ نے ایک طالب علم کو ایک مسجد کا جو آبادی شہر سے باہر تھی حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ جب طالب علم مسجد کے پاس پہنچا تو مسجد کے اندر سے ایک جوگی کافر نکلا اور طالب علم پر ایسی غضب کی نگاہ ڈالی کہ وہ پنڈلیوں تک زمین میں دھنس گیا کچھ دیر کے بعد مولوی صاحب نے ایک اور طالب علم کو بھیجا اس کے ساتھ بھی اس جوگی نے وہی سلوک کیا غرض تمام طلباء کو زمین میں اسی طرح دھنسایا۔ آخر میں مولوی صاحب خود تشریف لائے تو جوگی نے مسجد سے نکل کر آپ پر نگاہ ڈالی مگر اس کی نگاہ نے مولوی صاحب پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ طلباء کے پاؤں بھی زمین سے باہر نکل آئے جوگی نے یہ معلوم کر کے کہ اس شخص کی باطنی قوت زیادہ ہے مسجد کو کہا کہ اے مسجد ملاں یہاں نہیں رہنے دیتا مسجد کانپ گئی اور اس کے

www.ubqari.org www.ubqari.org

ساتھ چل پڑی مولوی صاحب نے اپنا پاؤں مسجد پر مارا اور کہا کہ اے مسجد کافر کے پیچھے مت جا اور اپنی جگہ پر کھڑی رہو۔ آپ کے کہنے سے مسجد پھر ٹھہر گئی اور جوگی کا سینہ چاک ہو گیا اور مر گیا۔ (زینت الاسلام ج ۲، ص ۵۶)

یہ صاحب واقعہ وہی شیخ اسماعیل ہیں جن سے حافظ احمد نے سند و اجازت بیعت حاصل کی تھی۔

خانگی زندگی:۔ آپ کی پاکیزہ سیرت اور اخلاق و عادات اور زھد اور تقویٰ سے متاثر ہو کر موضع ''طور'' کے ایک رئیس نے آپ کے عقد میں اپنی نیک سیرت بیٹی دے دی۔

مولانا معین الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ''اس کا اثر تھا کہ موضع طور کے ایک رئیس نے اپنی نیک سیرت بیٹی آپ کے عقد میں دے دی جس کے بطن سے فرزند وحید حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۲۶، ۲۷)

حافظ رحمہ اللہ کی کرامات:۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حافظ احمد رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے مایہ ناز ولی اللہ، عالم دین، صاحب تقویٰ بزرگ تھے آپ کے کشف و کرامت کے کئی واقعات زبان زد خواص و عوام تھے۔ مولانا الٰہی بخش کلیروی نے دو کو نظم میں بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں اور آپ کے فضل و منزلت کا اندازہ لگائیں۔

حافظ احمد یار جو دادا حافظ صاحب سندا انہاں دی اک گل سناوے پاس اساں اک بندہ
میاں قندا نام اوس دا تے قوم کا ہریا آیا محمد صالح بن بارک اللہ تھیں سنیا اوس سنایا
اک کمہاری وڈی عمراں لکھوکیاں وچ رہندی دادے تہاڈے دی اک گل سناواں سانوں کہندی
فوت ہوئے جد حافظ احمد یار ہوریں سن پیارے خویش بیگانے طرف قبوراں منجی چا سدھارے
تیاری گور کریندیاں بھائی وقت نماشاں آیا حافظ احمد یار ہوراں نوں لحد دے وچ ٹکایا
سرہاندیوں سامی چانن لگے جو تیک پواندی آئے اک موری اجے رہندی سی جاں سر عجیب وسائے
اچا چیتی سامی اندر چانن اتلیاں پایا بھی یک الامند جو میوہ سوہناں انہاں نوں وسایا
حافظ بارک اللہ جی دے اہناں ایہ گل گوش گذاری فرمایا کڈھ لو ایہ میوہ رب قسمت اساں اتاری
شمار آدم دا کر کے پھر اوہ ذرہ ذرہ کیتو نے جتنی مجلس آہی حصہ کل نوں ٹھیک دتو نے
ساری مجلس کھایا نہ باپ میرے نے چکھیا میں ساں ماپیاں دے گھر ہکا میرے کارن رکھیا
میں منہ دے اندر رکھا گھر کے لنگیا خبر نہ کائی عمراں اندر اہو جیہی لذت کدی نہ پائی

(کرامات نامہ مولانا عبدالرحمٰن لکھوی ص ۹۶)

کرامات کا دوسرا واقعہ:۔ دوسرا واقعہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

نام شام دین تے قوم قریش پکا مرد دسیا فیروز پور اندر اک دستی ادہ ملن بھراواں آیا
غلام فرید دی مسجد اندر بیٹھی مجلس ساری تد اس نے ایہ گل سنائی واہ واہ عمدہ کاری
امرتسر دے ضلع اندر اک شخص جو آہا بھائی کھوہ بٹن دا کم کریندا بندہ ایہائی
خواب دے اندر ہک بزرگ آ کے اسنوں ایہ فرمایا دو کھوہیاں ساڈیاں ٹبدے سانوں ایہ پیغام سنایا
دوجی راتیں خواب اونویں پھر تریجی رات جو ہوئی تریجی رات اس پچھیا مینوں پتہ نہ لگ دا کوئی
جو کی نام تساں تے کھوہیاں کتھے کہڑی جا گ آئی سب حقیقت دسو حضرت کرساں حکم ادائی

احمد یار ہے نام میرا تے دسّی تدھ بتاواں   فیروز پوروں ہے بارہ کوہ میں چنگے پتے بتاواں
پنڈ دا نام ہے لکھو کے جانے سب لوکائی   اک گھریں اک مسجد دو کھوہیاں ایہن بھائی
اوہ غلاظت نال بھریاں جا انہاں ٹب سواریں   اے مومن اس سخن اساڈیوں ہرگز مول نہ ہاریں
جانبہ رکھی اس گڈی اندر لکھوکیاں وچ آیا   دوہاں کھوہیاں تائیں اس نے ٹب سوار بنایا
حافظ صاحب نے فرمایا لے مزدوری یارا   اس عرض کیتی مزدوری کارن ایڈ نچائم بھارا
میں حکم تعمیل کیتی جو کارن رب رضائیں   میں اللہ کارن کم کیتا' یہ اجر دیوے رب سائیں

بہر حال حافظ صاحب ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے تھے جن کے متعلق علامہ اقبال نے کہا ہے:۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں ۔ (کرامت نامہ ص ۹۶)

کشف کرامات کے بے شمار واقعات:۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ سے کن کن لوگوں نے علوم و فیوض کا استفادہ کیا کیونکہ بعد زمانہ کی وجہ سے آپ کے زیادہ تر حالات معرض خفاء میں رہے ہیں۔ اس موضوع پر کسی نے قلم اٹھانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی ورنہ آپ شہرت تقویٰ، علم و فضل و کمال و تفوق میں کسی اہل اللہ سے کم نہ تھے۔ اگر ان کے زمانہ کے فوراً بعد ان کی سوانح حیات کو جمع کیا جاتا تو ایک طویل دفتر تیار ہو جاتا اور کشف و کرامات کے بے شمار واقعات آپ محفوظ فرماتے۔ آپ کے علم و فضل کا ایک مظہر آپ کے صاحب زادے حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ تھے جنہوں نے تمام ظاہری اور باطنی علوم کا اکتساب آپ ہی سے کیا اور اپنے تبحر علمی کی وجہ سے پورے پنجاب میں مشہور ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اعلیٰ علیین میں بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین!

مدفن: طویل عرصہ دین حق کی خدمت انجام دیکر موضع لکھو کے ضلع فیروز پور پنجاب میں رحلت فرمائی اور جامع مسجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اللھم ارحمه رحمة واسعة (الفیوض المحمدیہ ص 29 تا 31)

الشیخ الصالح الحافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

نام و نسب: حافظ بارک اللہ بن الحافظ احمد بن الحافظ محمد امین

جائے پیدائش:۔ آپ موضع لکھو کے ضلع فیروز پور میں ۱۱۵۶ھ بمطابق ۱۷۴۳ء کو حافظ احمد کے ہاں تولد پذیر ہوئے۔ (تحفہ واعظ ص ۲)

تعلیم و تربیت:۔ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت صالحہ عورت تھیں جس نے اپنے اکلوتے فرزند کی خوب خوب تربیت فرمائی۔ مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس نیک ماں نے اپنے بیٹے کو کبھی بغیر وضو دودھ نہیں پلایا۔ (پنجاب کا عظیم مصلح ص ۴)

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اصلاح:۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کو حفظ قرآن اور تصوف کی سند اپنے والد بزرگوار حافظ احمد رحمہ اللہ سے حاصل تھی اور حافظ احمد رحمہ اللہ کو شیخ اسماعیل رحمہ اللہ لاہوربگہ والا سے حاصل تھی بعد ازاں مزید اطمینان قلب کیلئے دہلی میں مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ شیخ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

شیخ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی سحبان ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کے پیر برادر تھے اس طرح حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کو ارادت و خلافت میں ایک ایسا سلسلہ حاصل ہوا جو پورے ہند میں مشہور اور بے مثل تھا اور اپنی عظمت و شان میں مشہور و معروف۔

مولانا عبدالحق فرماتے ہیں: ''حضرت میاں صاحب حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کو خلافت و اجازت حضرت مولوی عبداللہ شاہ صاحب المعروف شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ سے تھی اور وہ خلیفہ اجل مسند نشین قیم طریقہ احمدیہ محی سنت نبویہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمہ اللہ کے تھے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (ایقاظ عقلاء الزمان ص ۵)

مولانا خدا بخش نے اسی موضوع کو نظم میں بیان کیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

پھر حافظ صاحب بارک اللہ جی ہوئے متقی نیک سوہارے   تقویٰ تے پرہیز تنہاں مشہور اندر جگ سارے
بارک اللہ بھی ولی اللہ دے پاون فضل الٰہی   نام انہاندے نال لاکھہ آمین آکھیں بھائی
تے شاہ غلام علی دی آہی صحبت اتے خلافت   حضرت بارک اللہ دے تائیں پائی ایڈ شرافت
تے مرزا مظہر جان جاناں تھیں فیض غلام علی نوں   ایہ بھی نسبت ملدی آہی محی الدین ولی نوں

الحاصل حافظ بارک اللہ صاحب رحمہ اللہ کو ایسے جلیل القدر بزرگوں سے فیض حاصل ہوا جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوا اور حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے وقت کے جید اولیاء کرام کے خلفاء میں سے تھے۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۳۳ تا ۳۵)

حاشیہ میں وضاحت:۔ حضرت شاہ شمس الدین، حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں بن مرزا جان سید عبدالسبحان۔ آپ سادات علوی میں سے تھے۔ نسب محمد بن حنفیہ کے توسط سے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے جا ملتا ہے۔ صاحب شرع تاریخ پیدائش ہے جو کہ ۱۱۱۱ھ بنتا ہے۔ اہل تشیع کے خلاف زبردست تقریریں فرمایا کرتے تھے۔ قاضی ثناء اللہ اور شاہ غلام علی دہلوی رحمہما اللہ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ شیعہ نے ایک سازش کے تحت آپ پر پستول سے حملہ کیا۔ سات محرم بروز چہار شنبہ ۱۱۹۵ھ میں آپ پر حملہ ہوا۔ تین دن بعد نو محرم ۱۱۹۵ھ کو جمعۃ المبارک کے روز جام شہادت نوش فرمایا۔

حافظ بارک اللہ کا سلسلہ خلافت:۔ سید عبداللہ شاہ المعروف غلام علی دہلوی بن سید عبداللطیف بٹالوی رحمہ اللہ ۱۱۵۶ھ کو بٹالہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد شاہ ناصر الدین قادری رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ آپ کو ان کے حلقہ ارادت میں شامل کرنے کیلئے بلایا۔ لیکن آپ کی دہلی تشریف آوری سے قبل شاہ ناصر الدین رحمہ اللہ وفات پا گئے۔ ۱۱۸۰ھ میں مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ آپ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ ۱۲۴۰ھ کو دہلی میں وفات ہوئی۔ شاہ ابوسعید مجددی رحمہ اللہ بھی آپ کے مرید تھے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ (تذکرہ اولیائے ہند پاک ص ۴۶۰، آثار الصنادید ص ۱۴، ص ۲۔ ایقاظ عقلاء الزمان ص ۵، بحوالہ: الفیوض المحمدیہ ص ۳۴)

قطب وقت کا کشف وخوارق عادات:۔ حافظ صاحب نہایت کم گو درویش صفت علیحدگی پسند انسان تھے اکثر اوقات اوراد و وظائف وذکر الٰہی میں گزارتے۔ یا فرائض وسنن کی ادائیگی میں مصروف ومشغول رہتے۔ خلوص، للّٰہیت، خدا خوفی ایسے اوصاف حمیدہ سے مزین اخلاق حسنہ کا پیکر اور تعلق باللہ میں انتہاء تک پہنچے ہوئے صاحب کشف وکرامت اور صاحب الہام بزرگ وولی اللہ اپنے وقت کے قطب وخدا رسیدہ صاحب دل شخصیت کے حامل تھے۔ آپ سے بے شمار کشف وکرامات کا ظہور رہا لیکن یہاں چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اوس ولی تھیں ظاہر یارو بہت ہیویاں کراماتاں   اللہ وچ فردوس پہنچائے حرماں نیک صفاتاں
مولوی صاحب بارک اللہ فرداوہ واہ زُھد کمایا   چھیاں برساں تک بیٹھیاں جھوٹہ پا زمین نہ لایا
باراں برساں زہد کیتا اس رب دے ولی پیارے   بارک اللہ صاحب نوں مولیٰ دتے منصب بھارے

حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ نے ”زینت الاسلام“ کے حواشی پر آپ کے ایک کشف کا تذکرہ کیا ہے اس کا پنجابی ترجمہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: جویں جو بک واری والد بزرگ وار ایس خاک مار دا جو صاحب کشف اتے کرامات دا ہیسی جیکر سارے حال انہاندے لکھے جاون تاں وڈا دفتر بن جاوے۔ وچ بڑھاپے دے نابینے ہوگئے آہے۔ بک دن طرف شمال مغرب دے اشارہ نال ہتھ اپنے دے کیتا جو ایس طرف تھیں آفت معلوم ہوندی اے۔ پچھے ایس دے دی کئی دیراں ایہ گل فرماوندے اتے بے قرارے اتے گھبراہٹ دا اظہار کردے۔ تاں جو پچھے چھ مہنیاں دے یا کجھ اوپر لشکر انگریزاں دا ناں نہ مان شاہ بادشاہ اتے بھائی اوس دے دے وچ ملک اساڈے دے آئے۔ اتے بہت دیر تک وچ ملک اساڈے دے ٹھہرے۔ بہت ویرانی اتے خرابی اتے کال وچ ملک اساڈے پے گیا۔ جویں جوں وقت اشارہ کرنے والا مرحوم دے بھا کنک دا

ویہ سیر آیا اتے وقت ٹھہر نے لشکر دے وہ سیر ہوگیا۔ ایسے طرح ہوروی کئی ویراں مجمل گل کوئی فرماندے پچھے اوس دے اوہ گل نال تفصیل دے معلوم ہو جاندی اتے کئی ویراں خطاوی ہو جاندی اے پر بہت گھٹ۔" (ترجمہ حواشی زینت الاسلام جلد اول ص ۳۰)

ذکر نقشبندیہ کیلئے جنگل کی راہ:۔ مولانا عبدالحق صاحب ملیر کوٹوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"میاں صاحب بارک اللہ رحمہ اللہ متقی کامل، ولی خدا، حافظ قرآن، صاحب الہام تھے۔ میاں صاحب بارک اللہ رحمہ اللہ ایک روز حسب عادت ذکر قلبی کے جوش میں جنگل کو تشریف لے گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ آپ کو جماعت کا خیال آیا۔ الہام ہوا، فقیری میں ایسے امور کے التزام کا خیال نہیں چاہیے۔ میاں صاحب نے بارگاہ ایزدی میں بصد التجاء عرض کی کہ یا الٰہی! مجھ کو ننگ شاہی فقیری منظور نہیں مجھ کو تو محمدی فقیری درکار ہے۔" (الفیوض المحمدیہ ص ۳۸)

خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حافظ بارک اللہ رحمہما اللہ

مرشد کی خدمت میں بکثرت آنا:۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کا دہلی میں اپنے مرشد غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کے پاس عموماً آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور یہ دور شاہ ولی اللہ کا آخری اور شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کا زمانہ تھا۔ اس وقت شاہ ولی رحمہ اللہ کا خاندان رشد و ہدایت کا روشن آفتاب بن کر ہندوستان پر چمک رہا تھا۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کا اس خاندان سے مرسوم طریقہ سے استفادہ کرنا اگرچہ کسی تاریخی کتاب سے ثابت نہیں۔ تاہم ان کے مدارس میں آنا جانا اور ملاقات کا سلسلہ ضرور رہا ہے۔ اس سلسلہ میں "انواع بارک اللہ" کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

"والد ماجد ایں ضعیف از مولوی عبدالعزیز دہلوی نقل میکرد کہ در حکم ڈھینگ می گفتند اگر ماہی خورد حلال است و اگر مردار می خورد حرام است" (حاشیہ انواع بارک اللہ ص ۲۸۵۔ بحوالہ الفیوض المحمدیہ ص ۴۲)

وفات: حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ آخر عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ زیادہ اوقات مسجد میں ذکر و اذکار میں گزارتے کشتہ مرحوم اور عبدالغفور قریشی صاحبان نے پنجابی ادیب کے طور پر حافظ صاحب کا تذکرہ کیا ہے۔ ان دونوں صاحبان نے آپ کی تاریخ ولادت و وفات میں تساہل سے کام لیا ہے اور فاش غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ ان ہر دو صاحبان کے مطابق ولادت کے سن ۱۲۰۱ھ بمطابق ۱۷۸۶ء ہیں اور وفات کا ۱۲۸۷ھ بمطابق ۱۸۷۱ء ہیں جبکہ درست سن ولادت ۱۱۵۶ھ بمطابق ۱۷۴۳ء ہے اور وفات ۱۲۶۶ھ بمطابق اور آپ کی عمر ایک سو دس برس ہے۔

مولانا خدا بخش فرماتے ہیں

حافظ صاحب بارک اللہ جی اک سو دس برساں دے دھائے
حافظ صاحب باجھوں بیٹے تن انہاندے آہے

تحفہ واعظ کے اس شعر کے نیچے بین السطور میں آپ کی وفات ۱۲۶۶ھ تحریر ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب مولانا محی الدین کی تاریخ پیدائش لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ "آپ ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے نحو میں کافیہ ختم کر لیا تھا اسی سال آپ کے جد امجد مولوی بارک اللہ صاحب رحمہ اللہ نے انتقال فرمایا۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۴۷، ۴۸)

زھد و عبادت اور ٹوپی کا استعمال:۔ اس موضوع پر مولانا محمد علی مدنی تحریر فرماتے ہیں:۔ "تمام عمر آپ نے سادہ پن میں گزاری، علماء کے تصنع و تکلف سے بالکل متنفر تھے چنانچہ آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے عبادت کی یہ حالت تھی کہ باوجود نوے سال کی عمر کے نماز باجماعت ادا کرتے۔ اور قیام اللیل کبھی ترک نہ کیا۔ اکثر لباس آپ کا تہبند، کرتہ، ٹوپی یا دوپٹہ ہوتا۔" (الفیوض المحمدیہ ص ۵۶)

مولانا عبدالغنی کی بیعت طریقت:۔ مولانا عبدالغنی دہلوی رحمہ اللہ کو سلسلہ ارادت میں اپنے والد شاہ ابو سعید رحمہ اللہ مجددی سے اجازت حاصل تھی جو کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ یاد رہے کہ میر محبوب علی دہلوی رحمہ اللہ کو سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۶۷)

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی سند تصوف

حافظ صاحب رحمہ اللہ سے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو دوسری سند تصوف حاصل ہوئی ویسے تو حافظ صاحب کا کئی اہل طریقت سے سلسلہ تلمذ و نسبت منسلک تھا لیکن مولوی عبدالحق رحمہ اللہ کو جو سند عطاء فرمائی اس میں اپنے والد گرامی کے واسطہ کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ سند ۱۳۰۹ھ کی تحریر کردہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

"الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خيرخلقه محمد واله واصحابه اجمعين"

اما بعد فيقول العبد المسكين محمد بن مخدومي بارك الله عفا الله عنهما قرات القرآن المجيد علىٰ سيدى و مولائى و مخدومى ووالدى بارك الله وقرأ والدى علىٰ جدى امجد الحافظ احمد و قرأ جدى على الحافظ اسماعيل المعروف اللاهورى الگنج والا۔ اجزت بالقرآن المجيد والفرقان الحميد لابى منظور عبدالحق الكوتلوى واجزتهٗ ايضاً بالبيعة فى الطريقة النقشبندية المجددية المظهرية وانى قد بايعت على يد سيدى و مولائى و مخدومى و والدى بارك الله وقد اجازنى بالبيعة وقد بايع والدى و حصل اجازة البيعة من عبدالله شاه المعروف بشاه غلام على الدهلوى و قد حصل اجازة البيعة عن محى السنة النبوية قيم الطريقة الاحمدية حضرت شمس الدين' حبيب الله مرزا مظهر جان جاناں الدهلوى رحمة الله ورضوانهٗ عليهم اجمعين۔

حررهٗ سنة 1309 هجرية النبوية فى اخر شهر ربيع الاول۔

العبد المسكين محمد بن مخدومي بارك الله (اربعين مظهرى ص۲۱ بحواله الفیوض المحمدیہ ص۷۰تا۷۱)

مسلکی اعتدال:۔ بے جا تعصب اور اعتداء بے مقصد سے ہمیشہ منع فرماتے رہے۔ نفسیاتی طریقہ تبلیغ کو پسند فرماتے ان کے اپنے اشعار ملاحظہ فرمائیے:۔

سب اہل اسلام اتفاق کرو رل پنڈ اں شہراں والے   مقلد غیر مقلد بھائی بنو تا رہو سو کھالے
مقلد برا نہ کہن انہاں نوں عمل حدیث جو کردے   تے اہل حدیث مقلد مومن بھائی تے عیب نہ دھردے
جویں حنفی شافعی مالک حنبل ہک دوجیدے بھائی   سب مومن سنیں اہل حدیثاں جو نہیں تفاوت کائی

(الفیوض المحمدیہ ص۷۳،۷۴)

صاحب کشف والدین کا احترام:۔ "وقضی ربك الاتعبدوا الاایاه وبالوالدین احسانا" کے مطابق حقوق اللہ کے بعد والدین کی خدمت و اطاعت آپ کا شعار زندگی تھا جب حافظ بارک اللہ صاحب کوئی بات فرماتے تو حافظ محمد صاحب بلا تامل اس پر عمل پیرا ہوتے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے والد ماجد کو صاحب کشف و الہام سمجھتے تھے۔ ان کا ارشاد اگر بظاہر نا قابل فہم بھی ہوتا تو حافظ صاحب اس کو کشف و الہام پر محمول کر کے عملی جامہ پہنا دیتے۔ (الفیوض المحمدیہ ص۷۵)

کشف کی بدولت نقصان سے حفاظت:۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھوی بن شیخ پنجاب مولانا عطاء اللہ علیہ الرحمۃ ایسا ہی ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:۔ "ایک دفعہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے حصول غلہ کیلئے کچھ جوار کاشت کی جب وہ پکنے کے قریب ہوئی اور اس کی پختگی میں ابھی مزید چند یوم کی ضرورت تھی لیکن حافظ بارک اللہ نے بلا کر حافظ محمد کو حکم دیا کہ جا کر جوار کی فصل کاٹ دو۔ حافظ صاحب نے اسے جا کر کاٹ دیا۔ فرماتے تھے کہ میں اس کو کاٹتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ سوچتا تھا کہ واللہ اعلم والد ماجد نے اس کو کاٹنے کا حکم کیوں دیا ہے حالانکہ ابھی تک اس کی پختگی میں چند یوم کی تاخیر کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس میں بھی کوئی حکمت ہے۔ صرف اس کے تین دن بعد ایسا

شدید طوفان آیا جس سے تمام لوگوں کی فصلیں تباہ ہو گئیں صرف ہماری جوار محفوظ رہی۔ باقی تمام لوگ اپنی فصل سے محروم ہو گئے تب مجھے ان کے ارشاد کی حکمت معلوم ہوئی۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۷۶)

مجدد وقت کی کرامات:۔ حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو ذکر و وظائف اور تعلق باللہ میں مشہور و معروف تھا اور جس کا ایک ایک فرد خدا رسیدہ صاحب کشف و کرامت اور ولی اللہ تھا۔

حافظ محمد کی شخصیت پورے ہندو پاک میں شہرت کی حامل ہے۔ ان کی خدمات بے انتہا ہیں آپ کی ذات حقیقت میں ایک مجدد کی حامل ہے۔ ایک طرف علم کے سمندر جاری ہیں تو دوسری طرف تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہے۔ وعظ و تقریر کا بحر بے کنار، ذکر و اذکار، یاد الٰہی کا پیکر اور خلوص للٰہیت کا مجسمہ تھے۔ آپ بھی اپنے آبا و اجداد کی طرح صاحب کشف و کرامت تھے۔

اس عنوان پر صرف مولانا الٰہی بخش کا ایک تحریر کردہ ایک واقعہ اور چند تاثرات پیش خدمت ہیں ورنہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:۔

حافظ صاحب دی قبر مبارک نیویں جا ہگ آہی   تقدیروں قبر مبارک اندر پانی پے گیا بھائی
ہک عالم نے فتوے دے کے گورنوں جا کھلوایا   حافظ صاحب دا بدن صحیح سلامت پایا
ڈیڑھ برس تھیں بعد نکالے ہوئی کرامت ظاہر   جسیوں ہرگز کوئی نہ گھٹیا نال خدادی داہر
پھر ہور نیا کفن پہنا کے دفن کرائے گوریں   سونپے اللہ مالک تائیں حافظ محمد ہوریں
پھٹہ انہاندی تھیں اللہ اک ایسا لعل نکالیا   ہرگز کوئی نہ لدھا ایسا حاجیاں عرب ملک جا بھالیا

اس کے علاوہ پنجاب کے عوام و خواص میں آپ کے متعلق بے شمار خرق عادات مشہور ہیں لیکن خوف طوالت سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللناس فیما یعشقون مذاهب۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۷۹، ۸۱)

صاحب بصیرت بزرگ:۔ حافظ صاحب اپنے زمانہ کے تسلیم شدہ صاحب بصیرت عالم دین تھے اور ہر مکتب فکر کے لوگ بحیثیت عالم کے ان سے متاثر تھے۔ آپ جامع کمالات صوری و معنوی، شریعت و معرفت اور حقیقت تمام فنون میں ماہر اور ذی اقتدار، صاحب جذب و مستی بزرگ تھے۔ پنجاب کے اکثر صوفیاء آپ سے متعارف اور آپ کے کمال و تفوق کے معترف تھے۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۹۹)

حافظ محمد کے خاندان میں ذوق تصوف:۔ حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ کی نشو و نما اور تربیت ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو صدیوں سے اہل علم و تصوف کا گہوارہ چلا آ رہا تھا۔ حافظ بارک اللہ علیہ الرحمۃ نے اپنے والد بزرگوار حافظ احمد کے واسطہ سے شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری رحمہ اللہ اور خود حضرت عبداللہ شاہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ سے تصوف و سلوک کی منازل طے کیں۔ شاہ غلام علی رحمہ اللہ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے اور مرزا صاحب علیہ الرحمۃ طریقہ احمدیہ کے مطابق فن تصوف کے بہت بڑے بزرگ و امام تھے۔

نیز شاہ غلام علی دہلوی شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے اور ان کے فیض سے بہرہ وافر حاصل کیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے اپنے والد بزرگوار حضرت مجدد ہند رأس الاتقیاء زبدۃ الاصفیاء سند المحدثین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے اکتساب فیوض و برکات کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ کے علو مرتبہ اور شان سے کون بے خبر ہے۔

حافظ محمد صاحب کی بیعت اصلاح اور خلافت: حافظ محمد نے سید میر محبوب علی دہلوی رحمہ اللہ سے براہ راست استفادہ کیا تھا۔ جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کے اجلہ تلامذہ اور حضرت احمد شہید رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اساطین فن کے ماحول

میں تعلیم وتربیت میں حافظ صاحب کا فن تصوف سے انہماک قدرتی اور حتمی چیز تھا۔ چنانچہ اس ماحول کا ہی اثر تھا کہ آپ نے اپنے والد ماجد حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کا سلسلہ قائم کیا۔ اور ایک محدث و عظیم مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پایہ کے ایک ذاکر اور ولی اللہ صوفی تھے۔ اذکار و وظائف کا سلسلہ جاری رہا اور بیعت خلافت سے قدرتی علمی مصروفیات کی بنا پر پہلو تہی کرتے رہے البتہ عوام کے بجائے خواص اہل علم سے بیعت لیتے۔ (الفیوض المحمدیہ ص۱۰۳، ۱۰۵)

اہمیت طریقت پر منظوم کلام :۔

بھی اہل شرع دی کرن مخالفت پر صوفی ات زمانے   طریقت غیر شریعت جانن بولن کفر دیوانے
طریقت مغز شریعت ہے پر جاہل جانن نہیں   قرب الٰھی وچ حرام نے بدعت بھالن نہیں

(الفیوض المحمدیہ ص۱۰۶)

برصغیر میں صوفیاء کی کاوشیں: ہندوستان کی سرزمین میں تقریباً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۱۵ھ سے اہل اسلام تشریف لائے اور ہندوستان میں کئی لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے حجاج بن یوسف کے دور گورنری میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے فاتحانہ انداز میں سندھ کو ملتان تک سر کیا۔ اس کے بعد پورے ہندوستان میں مسلم مبلغین پھیل گئے جن کی اکثریت غیر ہندی صوفیاء بزرگان دین کی تھی جیسے حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ وغیرہم' ان بزرگوں نے تبلیغ کا سلسلہ ایسے بہترین انداز میں جاری کیا کہ بے شمار لوگ ان کے دست حق پرست پر اسلام کے شیداء بن گئے۔ (الفیوض المحمدیہ ص۱۱۶)

حق پرست علماء اور اولیاء نے ہمیشہ اپنی مساعی ان رسومات و بدعات کو ختم کرنے پر صرف کیں۔ جن میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ' مجدد ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کا تمام خاندان نمایاں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ' شاہ محمد اسحاق اور ان کے بعد ترجمان قرآن شاہ عبدالقادر' شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ اجمعین کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ (الفیوض المحمدیہ ص۱۱۷)

مولانا امام الدین عبدالصمد کی بیعت اصلاح :۔ حافظ محمد رحمہ اللہ کے تلامذہ کرام میں ایک بزرگ بنام عبدالصمد امام الدین تھے جن کے مفصل حالات تو معرض خفاء میں ہیں۔ البتہ چند یادداشتیں حاضر خدمت ہیں۔

مولانا امام الدین رحمہ اللہ نے مرکز العلوم مدرسہ محمدیہ لکھوکے میں تعلیم کی تکمیل فرمائی اور بزرگ استاد کے حسب ارشاد محض تبلیغ دین حق کی خاطر علاقہ حجرہ کے مشہور موضع چک وریام عرف بٹیاں راجووال میں سکونت اختیار کر لی گرد و نواح میں مسلک حق اہلحدیث کی اشاعت کا آغاز فرمایا۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو چکے تھے۔ علوم ظاہریہ کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن سے بھی مشرف تھے۔ (الفیوض المحمدیہ ص۲۱۵)

مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح :۔ مولانا احمد دین رحمہ اللہ بن چوہڑ قوم ڈوگر۔ مولانا کمال الدین رحمہ اللہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے اور تعلیم میں مولانا کمال الدین کے ساتھ شریک سبق رہے۔

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ اور مرید تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا کمال الدین رحمہ اللہ کے ساتھ ہی تمام زندگی گزاری اور اپنے گاؤں میں ہی تدریس علوم اسلامیہ میں مصروف رہے اور اسی شغل میں ۱۹۴۰ء میں انتقال فرمایا۔ (الفیوض المحمدیہ ص۲۲۲)

حرام چاول سے خون بہنا (کرامت) :۔ مولانا عبدالسلام رحمہ اللہ بروایت مولوی محمد اسماعیل بابری خانوی علاقہ بیکا نہر سے چلتے چلتے آئے اور آپ نے موضع ہرکھائی کو اپنا مسکن بنالیا۔ ابتدا میں اکثر اہلحدیث آبادی آپ ہی سے متاثر ہو کر مسلک حقہ میں منسلک ہوئی۔

آپ متبحر عالم دین اور صاحب تقویٰ ولی اللہ تھے۔ مولوی ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والا سے آپ کے گہرے روابط تھے۔ غیر اللہ کے نام کی چیز سے بہت نفرت فرماتے۔ چنانچہ حاجی دوست محمد موضع ڈاہر ضلع اوکاڑہ متوفی 13 اگست ۱۹۸۲ء کی روایت کے مطابق ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں چاول لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت میں نے ختم دلوایا ہے اور آپ کیلئے چاول لایا ہوں جب مولانا رحمہ اللہ نے اس کے یہ الفاظ سنے تو رنگ سرخ ہوگیا اور فرمایا یہ حرام کھانا مجھے کھلانے کیلئے لائے ہو اسے اٹھاؤ واپس لے جاؤ' اس نے عرض کیا حضرت اس میں کون سی چیز حرام ہے آپ نے فرمایا یہ مردار ہے۔ اور اس میں صاف خون نظر آرہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مٹھی میں چاول اٹھا کر ہاتھ سے دبائے تو ان سے خون جاری ہوگیا۔ تب اس آدمی سے فرمایا دیکھو یہ اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے وہ آدمی اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس عمل سے تائب ہوگیا۔ واہ سبحان اللہ کتنے صاحب کرامت اور خدا رسیدہ تھے۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۲۴۴ تا ۲۴۵)

صحبت ولی کی تاثیر:۔ میاں نظام الدین خان بن لال خاں بن روہیلہ۔ میاں صاحب موضع روہیلہ میتلہ میں ۱۸۷۰ء بمطابق ۱۲۸۲ھ میں تولد ہوئے۔

سکون موضع' دہلیہ میتلہ مشہور قصبہ حجرہ شاہ مقیم سے جانب مشرق سات میل کے فاصلہ پر واقع ایک گاؤں ہے جو میاں نظام الدین خاں مرحوم کے جد امجد نے آباد کیا تھا میاں صاحب کو ایک دفعہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کی صحبت میسر ہوئی تو آپ کی کایا پلٹ گئی دنیا مافیہا سے نفرت ہوگئی۔ عبادت خداوندی کا ذوق وشوق دل وقلب میں رچ بس گیا اس دن سے لیکر تا زیست اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے وقف کر دیا۔ مولانا محی الدین رحمہ اللہ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ (الفیوض المحمدیہ ص ۲۷۰)

نام کتاب:۔ فتاویٰ علمائے اہلحدیث، کتاب الجنائز۔ جلد ۵
ترتیب:۔ ابوالحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان.. ناشر:۔ مکتبہ سعیدیہ خانیوال (ملتان)

صوفیائے کرام کاذوق فقہ

امام غزالی رحمہ اللہ کاذوق فقہ:۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم'' میں لکھا ہے اگر پوچھا جائے عالم سے وہ مسئلہ جس کو بالتحقیق وہ جانتا ہے ساتھ کھلے حکم قرآن شریف یا حدیث شریف کے یا اجماع کے یا قیاس روشن مجتہد کے تو فتوے دے اور اگر پوچھا جائے وہ مسئلہ جس میں اس کو شک ہو تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔

ابن عربی رحمہ اللہ کی تحقیق:۔ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے ''فتوحات'' میں لکھا ہے کہ اگر تجھ کو مفتی بتلا دے کہ تیرے مسئلہ میں اللہ اور رسول ﷺ کا حکم یہ ہے۔ تو اس کو پکڑ لے اور اگر کہے کہ میرے رائے یہ ہے تو مت پکڑ اور کسی اور مفتی سے پوچھ لے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۲۶)

جمعہ اور پیر کی موت:۔ فائدہ! جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کی موت بہت اچھی ہے ''جامع ترمذی'' ص ۱۸۰ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے بچائے گا۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید متعدد حدیثوں سے ہوتی ہے الحمدللہ کہ میرے والد مرحوم نے جمعہ ہی کے دن بعد نماز جمعہ اس دار ناپائیدار سے دار البقاء کو رحلت فرمائی ہے اور وہ جمعہ بھی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا جمعہ تھا غفر اللہ لہ ورضی عنہ دوشنبہ کے دن کی بھی موت اچھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دوشنبہ ہی کے دن انتقال فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مرض الموت میں دوشنبہ کے دن اپنے مرنے کی تمنا ظاہر کی تھی۔ مگر ان کا انتقال منگل کی رات کو ہوا۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۳)

مصنف ''کرامات اہلحدیث'':۔ (مولانا عبدالمجید سوہدری) جماعت اہل حدیث کی بڑی قابل قدر وفخر شخصیت تھے، جید عالم

بہترین مقرر اور اعلیٰ درجے کے حکیم وطبیب اور کامیاب مصنف تھے۔ عمر بھر جماعت اہلحدیث کی خدمت میں مصروف رہے۔ کئی رسائل جاری کئے اور خود ہی ان کے ایڈیٹر رہے اہلحدیث، سوہدرہ اور مسلمان۔ نیز ایک طبی ماہوار رسالہ بھی نکالا کرتے تھے کئی ایک کتابوں کے مصنف تھے ان کی کتاب ''رہبر کامل'' بڑی خوبصورت اوران کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین آئینہ دار ہے۔ ۹ے۱۳ھ میں وفات پائی اللھم اغفرله وارحمه۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۷۹)

روضہ اطہر کے آداب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل البشر اور تمام بنی نوع انسان کے سردار ہیں اور روئے زمین پر کوئی دوسری ایسی قبر نہیں جس کی بابت یقینی طور پر کہا جا سکے کہ یہ نبی کی قبر ہے اور اس کی نسبت صحیح ہو، حتیٰ کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر میں بھی اختلاف موجود ہے۔ بایں ہمہ ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس جا کر صرف یہ کرے کہ آپ پر اور آپ کے دونوں خلفاء پر درود و سلام بھیجے، کیونکہ ''سنن اربعہ'' میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص مجھ پر سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے اور میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں'' یہ ایک جید الاسناد حدیث ہے۔

سماع سلام وارسال درود:۔ نیز ابن ابی شیبہ اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ:۔ ''جو شخص میری قبر کے پاس آ کر سلام کرتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے''۔

اس کی اسناد کسی قدر کمزور ہے۔ لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تقویت ہوتی ہے کیونکہ اہل سنن نے مختلف اسنادوں سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ ''جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے''۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جب کہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہوا ہے۔ نسائی وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۰۶)

اہل مدینہ کا طرز عمل:۔ ابن القاسم کہتے ہیں میں نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ جب وہ مدینہ سے نکلتے یا اس میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر سلام کرتے ہیں اور میرا اپنا بھی یہی عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۰۷)

ایصال ثواب میں مرشد کے ہم مشرب:۔ سوال: میت کے ایصال ثواب اور مغفرت کے لیے ''قرآن مجید'' اور ''بخاری شریف'' یا دیگر وظائف مثلاً ''حصن حصین'' اور دینی کتب کا ختم کرانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے میرا مسلک وہی ہے جو حضرت مولانا و مرشدنا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ کا فتویٰ ''فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۴۴۱'' پر درج ہے۔ بعینہٖ آپ کے فتوے کو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

متاخرین علمائے اہلحدیث سے علامہ محمد بن اسماعیل میر رحمہ اللہ نے ''سبل السلام'' میں مسلک حنفیہ کو ارجح دلیلا بتایا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ قرأت قرآن اور تمام عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ از روئے دلیل زیادہ قوی ہے۔ اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی ''نیل الاوطار'' میں اسی کو حق کہا ہے مگر اولاد کے ساتھ حق کہا ہے۔ یعنی یہ کہا ہے کہ اولاد اپنے والدین کے لیے قرأۃ قرآن یا جس عبادت بدنی کا ثواب پہنچانا چاہے تو جائز ہے کیوں کہ اولاد کا تمام عمل خیر مالی ہو خواہ بدنی، اور بدنی میں قرأۃ قرآن ہو یا نماز یا روزہ یا کچھ اور سب والدین کو پہنچتا ہے ان دونوں علامہ کی عبارتوں کو مع ترجمہ یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ '' سبل السلام شرح بلوغ المرام '' جلد اول ص ۲۰۷ میں ہے:

"ان هذه الادعية ونحوها نا فعة للميت بلاخلاف واما غيرها من قرأة القران فالشافعي يقول لايصل ذالك اليه وذهب احمد وجماعة من العلماء الى وصول ذلك اليه۔ وذهب جماعة من اهل السنة والحنفية الى ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة كان اوصوما اوحجا او صدقة اوقرأة قرأن اوذكراواى نوع من انواع القرب وهذا هو القول الارجح دليلا وقد اخرج الدارقطني ان رجلا سأل النبى صلى الله عليه وآله وسلم انه كيف يبرابويه بعد موتهما فا جابه بانه يصلى لهما مع صلوٰته ويصوم لهمامع صيامه و اخرج ابوداؤدمن حديث معقل بن يسارؓ عنه صلى الله عليه وسلم اقرأواعلٰى موتاكم سورة يٰسن هوشامل للميت بل هوالحقيقة فيه واخرج الشيخان انه صلى الله عليه وسلم كان يضحى عن نفسه بكبشٍ وعن امته بكبش وفيه اشارة الٰى ان الانسان ينفعه عمل غيره و قد بسطنا الكلام فى حواشي ضوء النهار بما يتضح منه قوة هذا المذهب انتهٰى"۔

یعنی یہ زیارت قبر کی دعائیں اور مثل ان کے اور دعائیں میت کو نافع ہیں بلا اختلاف میت کے لیے قرآن پڑھنا۔ سوامام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور علمائے اہلسنّت سے ایک جماعت کا اور حنفیہ کا مذہب ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو بخشے، نماز ہو، یا روزہ یا صدقہ یا قرأۃ قرآن یا کوئی ذکر یا کسی قسم کی کوئی اور عبادت اور یہی قول دلیل کی رو سے زیادہ راجح ہے اور "دارقطنی" نے روایت کیا ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیوں کر نیکی واحسان کرے آپ نے فرمایا: اپنی نماز کے ساتھ دونوں کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزہ کے ساتھ ان دونوں کے لیے روزہ رکھے اور "ابوداؤد" میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو۔ اور یہ حکم میت کو بھی شامل ہے بلکہ حقیقتاً میت ہی کے لیے ہے اور "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بھیڑ اپنی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ایک اپنی امت کی طرف سے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کو غیر کا عمل نفع دیتا ہے اور ہم نے حواشی ضوء النہار میں اس مسئلہ پر مبسوط کلام کیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی مذہب قوی ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج۵ ص ۳۴۶)

شرح "المنہاج" سے ایصال ثواب کی وضاحت :۔ (جلد۳، ص ۳۳۵ نیل الاوطار میں ہے) جب علامہ شوکانی اور علامہ محمد بن امیر کی تحقیق ایصال ثواب قرأۃ قرآن وعبادت بدنیہ کے متعلق سن چکے تو اب آخر میں علامہ ابن النحوی کی تحقیق بھی سن لینا، خالی از فائدہ نہیں۔ آپ "شرح المنہاج" میں فرماتے ہیں: "لايصل عندنا ثواب القرأة على المشهور المختار الوصول اذا سئال الله ايصال ثواب قرأته وينبغى الجزم به لانه دعا فاذا جازالدعاء للميت بماليس الداعي وفلان يجوزبما هوله اولى و يبقى الامر فيه موقوفاً على استجابة الدعاء وهذا المعنى لايختص بالقرأة بل يجزى فى سائرالاعمال والظاهر ان الدعاء متفق عليه ان ينفع الميت والحى القرب والبعيد بوصيته وغيرها على ذالك احاديث كثيرة بل كان افضل ان يدعولا خيه بظهرالغيب انتهىٰ ذكره فى نيل الافطار بمعنى"

ہمارے نزدیک مشہور قول پر قرأت قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور مختار یہ ہے کہ پہنچتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے قرأۃ قرآن کے ثواب پہنچنے کا سوال کرے (یعنی قرآن پڑھ کر دعا کرے اور یہ سوال کرے کہ یا اللہ! اس قرأت کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے) اور دعا کے قبول ہونے پر موقوف رہے گا۔ (یعنی اگر دعا اس کی قبول ہوئی تو قرأت کا ثواب میت کو پہنچے گا اور اگر دعا قبول نہ ہوئی تو نہیں پہنچے گا) اور اس طرح پر قرأت کے ثواب پہنچنے کا جزم کرنا لائق ہے۔ اس واسطے کہ یہ دعا ہے پس جب کہ میت کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا جائز ہے جو داعی کے اختیار میں نہیں ہے تو اس کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، جو داعی کے اختیار میں ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دعا کا نفع میت کو

بالاتفاق پہنچتا ہے اور زندہ کو بھی پہنچتا ہے۔ نزدیک ہو خواہ دور ہو۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں بلکہ افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے۔ واللہ اعلم (ماہنامہ الاسلام دہلی جلد ۳ شمارہ ۴، ۱۹۵۸ء ۲۰۷ بحوالہ فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۵۰)

ایصال ثواب میں قول راجح:۔ اس کے متعلق ائمہ عظام اور علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے لیکن حق جواز ہے جو خواہ ایصال ثواب صدقہ وخیرات سے ہو یا دعا اور قرأۃ قرآن سے ہو یا کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے ہو مگر یہ سب کچھ بلاتخصیص تاریخ ورسم ورواج کے ہو۔ علامہ محمد بن اسماعیل سبل السلام شرح بلوغ المرام ص ۲۰۶ جلد ۱ میں فرماتے ہیں:

ان هذه الادعية ونحرها نافعة للميت بلاخلاف واماغيرها من قرأة القرأن له فالشافعي يقول لايصل ذلك اليه وذهب احمد وجماعة من العلماء الىٰ وصول ذلك اليه وذهب جماعة من اهل السنته والحنفية الى ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلٰوة كان اوصوما اوحجاً و صدقة اوقرأة قرأن اوای نوع من انواع القرب وهذا هوالا رجع دليلا وقد اخرج الدارقطنی (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۵۵)

بلاتخصیص وقت اعمال کا ایصال ثواب:۔ (نیل الامانی سے وضاحت) **سوال:** کیا قرآن مجید کی تلاوت بلاتخصیص وقت ومکان کے میت کو ثواب پہنچتا ہے؟

جواب: کسی آیت یا حدیث سے تلاوت قرآن کی ثواب رسانی کا ثبوت نہیں۔ نہ زمانہ رسالت میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حنفی علماء اس کو مالی عبادات پر قیاس کر کے جائز کہتے ہیں۔

شرفیہ: اس باب میں کچھ روایات یا آثار کتاب ''ثمار التنكيت فی ابيات التشبيت'' میں ہیں۔ مگر اس وقت وہ کتاب موجود نہیں جو نقل کی جائیں۔ ہاں ''نیل الاوطار'' سے بحیثیت مجموعی ملتا ہے کہ جمہور اہل سنّت کے نزدیک تلاوت قرآن کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے۔

(نیل الاوطار ص ۹، ۷، ۸۰، ابوسعید شرف الدین دہلوی (رحمہ اللہ) فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۳۰ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵ ص ۳۶۱)

سوال: گھر یا قبرستان میں قرآن خوانی سے میت کو ایصال ثواب ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بصورت مرقومہ میں بعض علماء کے نزدیک جائز ہے (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۶۲ بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۳۲ جلد ۱)

سوال: کسی شخص کے مرجانے کے بعد چوتھے یا چالیسویں دن یا اس کے علاوہ متعین یا غیر متعین دنوں میں کسی مردے کے نام پر قرآن خوانی کر کے اور غرباء کو کھانا کھلا کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: قرآن مجید پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے میت کے لیے استغفار کرنا جائز بلکہ احسن طریقہ ہے، رسمی طور پر دن مقرر نہ کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۶۳)

تشریح: مردے کے واسطے ختم قرآن پڑھ کر بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ قرأۃ قرآن کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ علمائے احناف کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اور بعض اصحاب شافعی کے نزدیک پہنچتا ہے اور اکثر علمائے شافعیہ کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے جن کے نزدیک مردے کے واسطے ختم قرآن پڑھ کر بخشنا جائز ہے اور جن کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ شرح کنز میں ہے۔

''ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة كان اوصوماً اوحجا اوصدقة اوقرأة قرآن اوغيرذلك من جميع انواع البر ويصل ذلك الى الميت وينفعه عند اهل السنّة امام نووی شرح مقدمہ مسلم میں لکھتے ہیں: واما قرأة القرآن فالمشهورمن مذهب الشافعي ان لايصل ثوابها الى الميت وقال بعض اصحابه يصل الى الميت و ثواب جميع العبادات من الصلوت والصوم والقرأة وغيرذلك اور اذکار میں لکھتے ہیں: وذهب احمد بن حنبل وجماعة من العلماء وجماعة من اصحاب الشافعي الى انه يصل والله اعلم''۔ (فتاویٰ علمائے اهلحديث ج۵)

ایصال ثواب میں علمائے اہلحدیث کا راجح قول:۔ متاخرین علمائے اہلحدیث سے علامہ محمد بن اسمعیل امیر رحمہ اللہ ''سبل السلام'' میں مسلک حنفیہ کو ارجح دلیلاً بتایا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ قرأۃ اور تمام عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے از روئے دلیل کے زیادہ قوی ہے اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی ''نیل الاوطار'' میں اسی کو حق کہا ہے۔ مگر اولاد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یعنی یہ کہا ہے کہ اولاد اپنے والدین کے لیے قرأۃ قرآن یا جس عبادت بدنی کا ثواب پہنچانا چاہے تو جائز ہے کیوں کہ اولاد کے تمام عمل خیر مالی ہو یا بدنی اور بدنی میں قرأت قرآن ہو یا نماز یا روزہ یا کچھ اور سب والدین کو پہنچتا ہے ان دونوں علامہ کی عبارتوں کو معہ ترجمہ یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ''سبل السلام شرح بلوغ المرام'' جلد اول ص ۲۰۶ میں ہے:

''ان هذا الادعية ونحوها نافعة للميت بلاخلاف واما غيرها من قرأة القران له فالشافعي يقول لايصل ذالك اليه وذهب احمد وجماعة من العلماء الى وصول ذالك اليه۔ وذهب جماعة من اهل السنة والحنفية الى ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة كان اوصوما اوحجا او صدقة اوقرأة قرأن اوذكراواى نوع من انواع القرب وهذا هو القول الارجح دليلا وقد اخرج الدارقطني ان رجلا سئال النبى صلى الله عليه وآله وسلم انه كيف يبرا بويه بعد موتهما فا جابه بانه يصلى لهما مع صلوٰته ويصوم لهمامع صيامه و اخرج ابوداؤدمن حديث معقل بن يسار عنه صلى الله عليه وسلم اقرأ واعلىٰ موتاكم سورة يٰسٓ هوشامل للميت بل هوالحقيقة فيه واخرج الشيخان انه صلى الله عليه وسلم كان يضحى عن نفسه بكبش وعن امته بكبش وفيه اشارة الىٰ ان الانسان ينفعه عمل غيره و قد بسطنا الكلام فى حواشي ضوء النهار بما يتضح منه قوة هذا المذهب انتهى''۔

یعنی یہ زیارت قبر کی دعائیں اور مثل ان کے اور دعائیں میت کو نافع ہیں بلا اختلاف اور میت کے لیے قرآن پڑھنا سو امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور امام احمد اور علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ قرآن پڑھنے کا یہ ثواب میت کو پہنچتا ہے اور علمائے اہلسنّت سے ایک جماعت کا اور حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو بخشے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأۃ یا کوئی ذکر یا کسی قسم کی کوئی عبادت اور یہی قول دلیل کی رو سے زیادہ راجح ہے اور دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیوں کر نیکی و احسان کرے۔ آپ نے فرمایا اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے ساتھ ان دونوں کے لیے روزہ رکھے اور ابوداؤد میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں پر سورۃ یٰس پڑھو اور یہ حکم میت کو بھی شامل ہے فی الحقیقت میت ہی کے لیے ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بھیڑ اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ایک اپنی امت کی طرف سے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کو غیر کا عمل نفع دیتا ہے اور ہم نے حواشی ضوء النہار میں اس مسئلہ پر مبسوط کلام کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی مذہب قوی ہے۔ نیل الاوطار میں ہے (صفحہ نمبر ۳۳۵ جلد ۳)

''والحق انه يخصص عموم الاية بالصدقة من الولد كما فى احاديث الباب و بالحج من الولد كما فى خبر الخثعمية ومن غيرالولد ايضاً كما فى حديث المحرم عن اخيه شبرمة ولم يستفصل صلى الله عليه وسلم هل اوصىٰ شبرمة ام لا وبالعتق من الولد كما وقع فى البخارى فى حديث سعدخلافاًللمالكية على المشهور عندهم وبالصلوٰة من الولد ايضاً لما روى الدارقطني ان رجلا قال يا رسول الله انه كان لى ابوان ابرهما فى حال حياتهما فكيف لى برهما بعد موتهما فقال صلى الله عليه وسلم ان من البربعد البران تصلى لهما مع صلاتك وان تصوم لهما مع صيامك وبا لصيام من الولد لهذا الحديث ولحديث ابن عباس عندالبخارى ومسلم ان امرأة قالت يا رسول الله ان امى ماتت وعليها صوم نذرفقال ارأيت لوكان دين على امك فقضيتيه أكان يودى ذلك عنها قالت نعم قال فصومى عن امك واخرج مسلم وابوداؤد والترمذى من حديث بريدة ان امرأة قالت انه كان على امى صوم شهرا فاصوم عنها قال صومى عنها ومن غيرالولد ايضاً لحديث من

مات وعليه صيام، صام عنه وليه متفق عليه و بقرأة يٰسٓ من الولد وغيره لحديث اقرو اعلیٰ موتاكم يٰسٓ ومن الولد لحديث او ولد صالح يدعوله ومن غيره لحديث استغفروا لاخيكم وسئلوا له التثبيت ولقوله تعالىٰ والذين جاؤامن بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولما ثبت من الدعاء للميت عندالزيارة الخ و بجميع مايفعله الولد لوالديه من اعمال البر لحديث ولد الانسان من سعيه الخ (نيل الاوطار طبع جديدمصری جلد۴ص۸۰(از دهلوی)

حاصل وخلاصہ ترجمہ اس عبارت کا بقدر ضرورت یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ آیۃ ’’ان لیس للانسان الا ما سعیٰ‘‘ اپنے عموم پر نہیں ہے اور اس کے عموم سے اولاد کا صدقہ خارج ہے۔ یعنی اولاد اپنے مرے ہوئے والدین کے لیے جو صدقہ کرے اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے اولاد اور غیر اولاد کا حج بھی خارج ہے۔ اس واسطے کہ خثعمیہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد جو اپنے والدین کیلئے حج کرے اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے اور اولاد جو اپنے والدین کے لیے غلام آزاد کرے تو اس کا ثواب بھی والدین کو پہنچتا ہے جیسا کہ بخاری میں سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے اور اولاد جو اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے یا روزہ رکھے سو اس کا ثواب بھی والدین کو پہنچتا ہے اس واسطے کہ دارقطنی میں ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ تھے میں ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرتا تھا پس ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیوں کر نیکی کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرنے کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لیے نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ اپنے والدین کے لیے بھی روزہ رکھ اور صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری ماں مر گئی اور اس کے ذمہ نذر کے روزے تھے آپ نے فرمایا اگر تیری ماں کے ذمہ قرض ہوتا اور اس کی طرف سے تو ادا کرتی تو ادا ہو جاتا یا نہیں اس نے کہا ہاں ادا ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزہ رکھ اپنی ماں کی طرف سے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ میری ماں کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں آپ نے فرمایا اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھ اور غیر اولاد کے روزہ کا بھی ثواب میت کو ملتا ہے اس واسطے کہ حدیث متفق علیہ میں آیا ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے اور سورہ یٰسٓ کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے اولاد کی طرف سے اور غیر اولاد کی طرف سے بھی اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں پر سورۃ یٰسٓ پڑھو اور دعا کا نفع بھی میت کو پہنچتا ہے اولاد دعا کرے یا کوئی اور اور جو جو کار خیر اولاد اپنے والدین کے لیے کرے سب کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان کی اولاد اس کی سعی سے ہے۔ جب علامہ شوکانی اور محمد بن اسماعیل امیر کی تحقیق ایصال ثواب قرأۃ قرآن وعبادات بدنیہ کے متعلق سن چکے تو اب آخر میں علامہ ابن النحوی کی تحقیق بھی سن لینا خالی از فائدہ نہیں۔ آپ ’’شرح المنہاج‘‘ میں فرماتے ہیں۔

لايصل عندنا ثواب القرأة على المشهور، والمختار الوصول اذا سئال الله ايصال ثواب قرأة القران على المشهور و ينبغي الجزم به لانه دعاء فاذاجاز الدعاء للميت بماليس للداعي فلان يجوزبما هوله اولىٰ ويبقى الامرفيه موقوفاً على استجابة الدعا وهذاالمعنى لايختص بالقرأة بل يجرى فى سائرالاعمال والظاهران الدعاء متفق عليه انه ينفع الميت والحي القريب والبعيد بوصيته وغيرها وعلى ذلك احاديث كثيرة بل كان افضل ان يدعو لاخيه بظهر الغيب انتهىٰ ذكره في نيل الاوطار : یعنی ہمارے نزدیک مشہور قول پر قرأۃ قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور مختار یہ ہے کہ پہنچتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ سے قرأۃ قرآن کے ثواب پہنچنے کا سوال کرے (یعنی قرآن پڑھ کر دعا کرے اور یہ سوال کرے کہ یا اللہ اس قرأۃ کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے) اور دعا کے قبول ہونے پر امر موقوف رہے گا (یعنی اگر دعا اس کی قبول ہوئی تو قرأۃ کا ثواب میت کو پہنچے گا اور اگر دعا قبول نہ ہوئی تو نہیں پہنچے گا) اور اس طرح پر قرأۃ کے ثواب پہنچنے کا جزم کرنا لائق ہے۔ اس واسطے کہ یہ دعا ہے پس جب کہ میت کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا جائز ہے جو داعی کے اختیار میں نہیں ہے تو اس کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ جو آدمی کے اختیار میں ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دعا کا نفع میت کو بالاتفاق پہنچتا ہے اور زندہ کو بھی پہنچتا ہے۔ نزدیک ہو خواہ دور ہو اور اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں

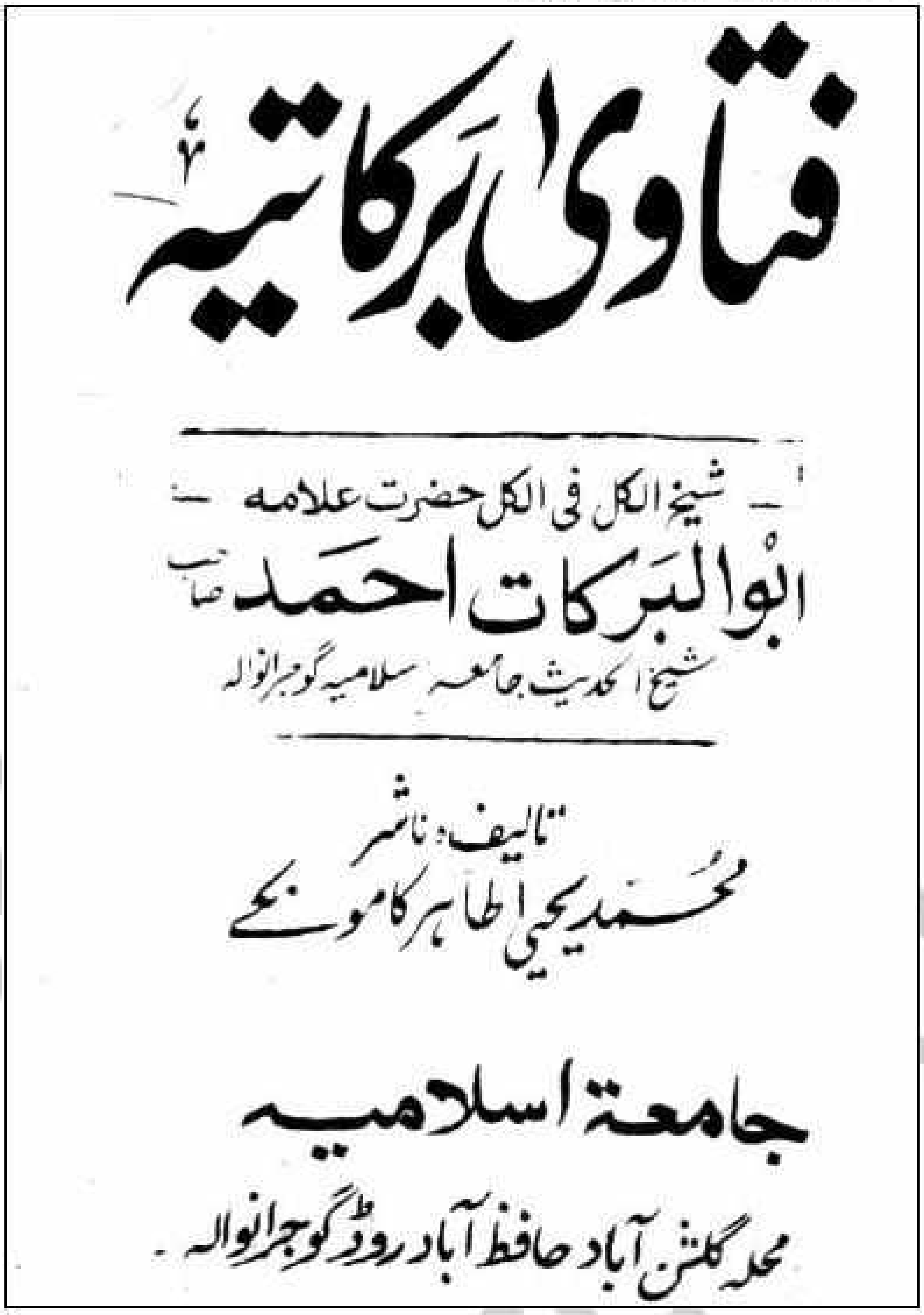

فتاوی برکاتیہ

شیخ الکل فی الکل حضرت علامہ

ابو البرکات احمد صاحب

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

تالیف و ناشر

محمد یحیی الطاہر کاموکے

جامعہ اسلامیہ

محلہ گلشن آباد حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ ۔

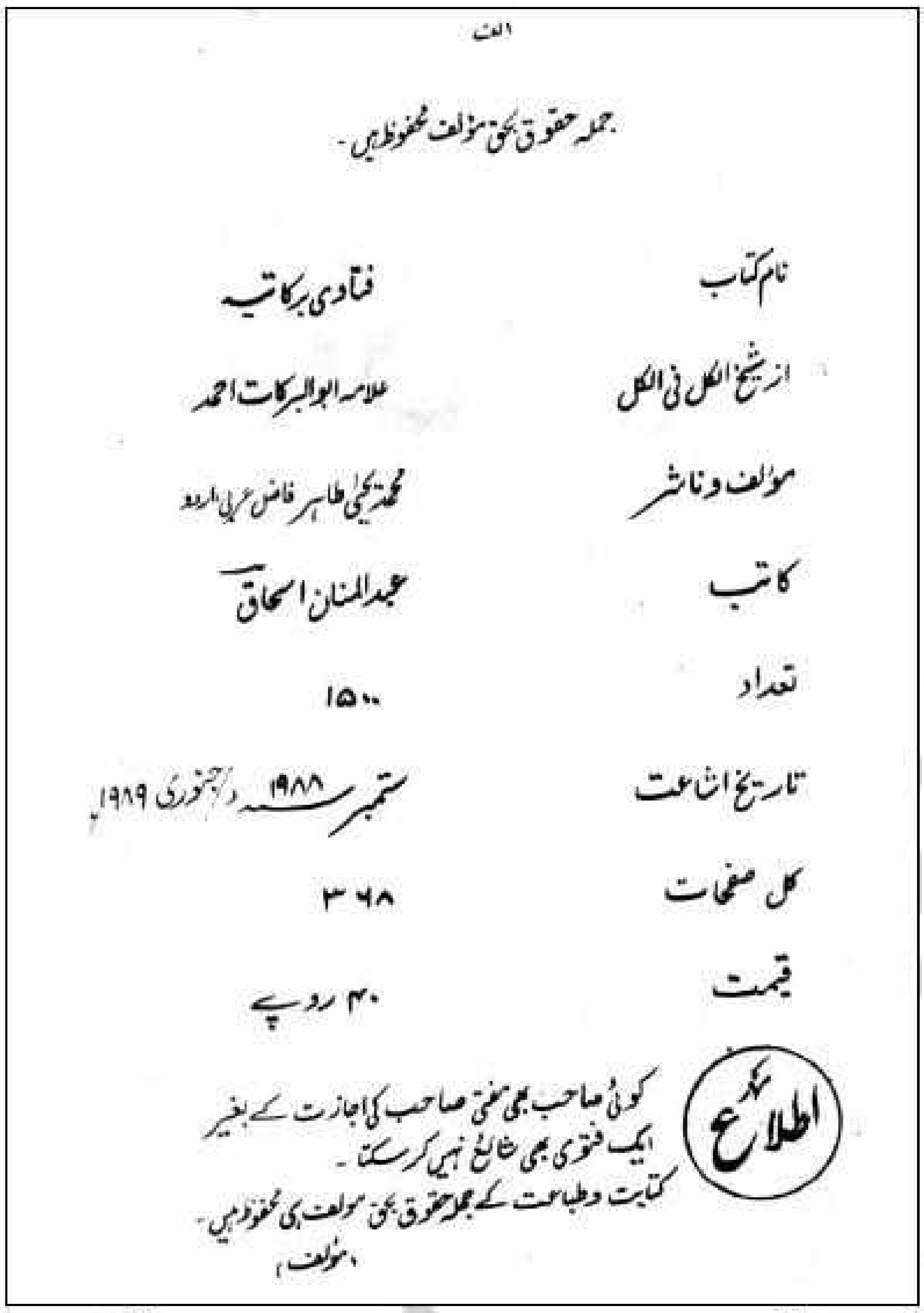

الف

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں ۔

نام کتاب	فتاوی برکاتیہ
از شیخ الکل فی الکل	علامہ ابو البرکات احمد
مؤلف و ناشر	محمد یحیی طاہر فاضل عربی اردو
کاتب	عبد المنان اسحاق
تعداد	۱۵۰۰
تاریخ اشاعت	ستمبر ۱۹۸۸ء / جنوری ۱۹۸۹ء
کل صفحات	۳۶۸
قیمت	۴۰ روپے

اطلاع

کوئی صاحب بھی مفتی صاحب کی اجازت کے بغیر ایک فتوی بھی شائع نہیں کر سکتا ۔

کتابت و طباعت کے جملہ حقوق بحق مؤلف ہی محفوظ ہیں ۔

(مؤلف)

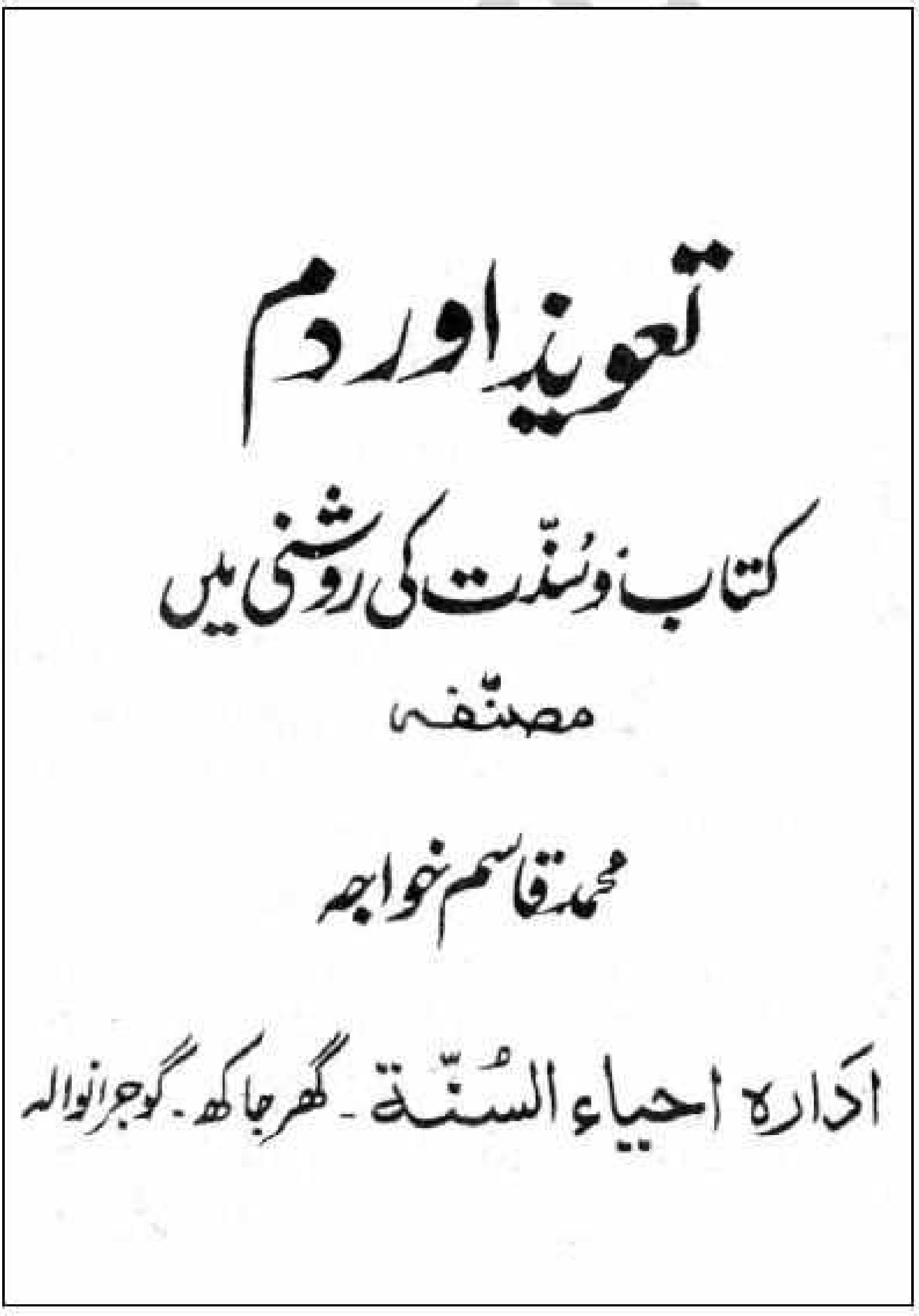

تعویذ اور دم

کتاب و سنت کی روشنی میں

مصنفہ

محمد قاسم خواجہ

ادارہ احیاء السنۃ ۔ گھرجاکھ ۔ گوجرانوالہ

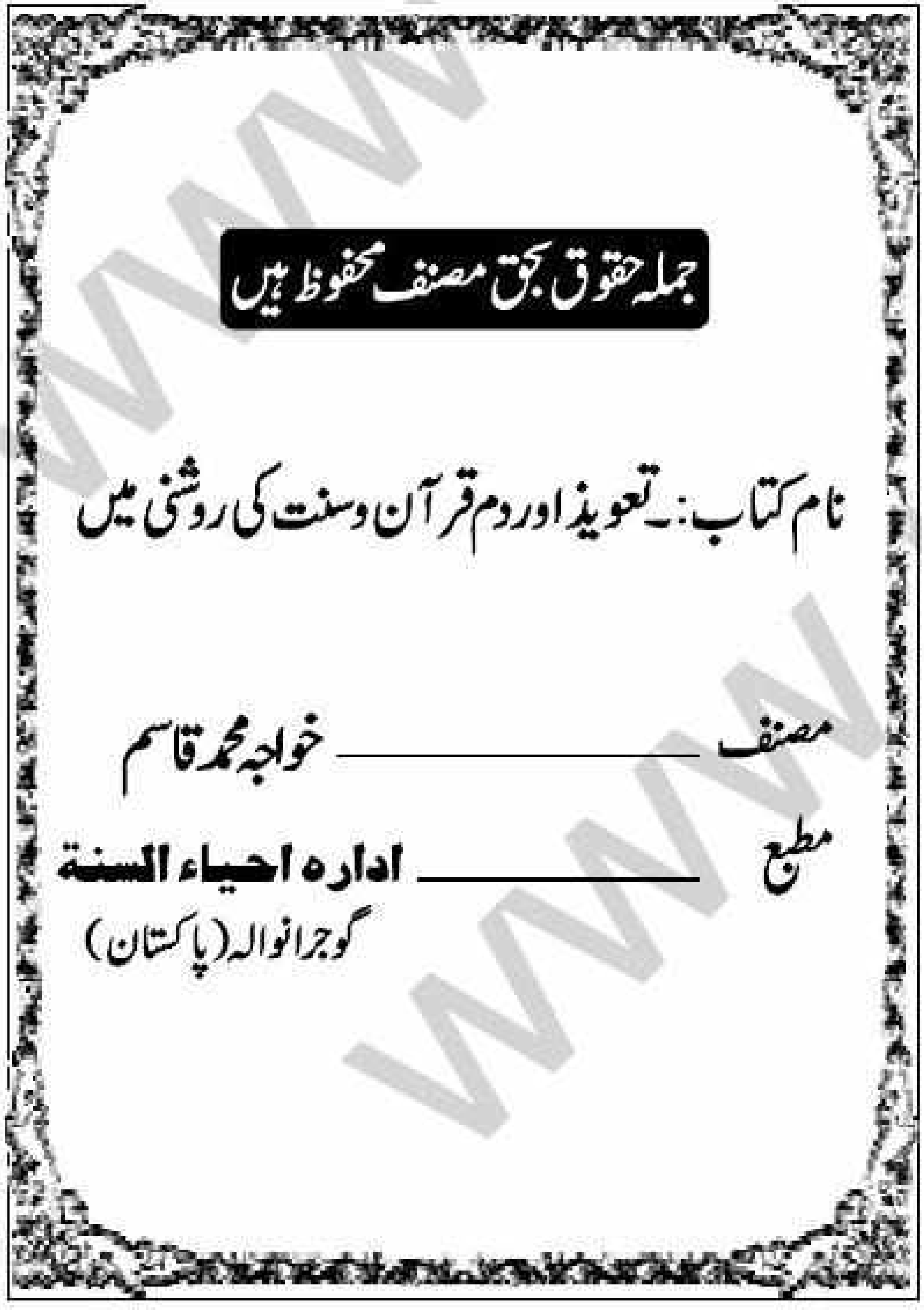

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب :۔ تعویذ اور دم قرآن وسنت کی روشنی میں

مصنف ــــــــــــ خواجہ محمد قاسم

مطبع ــــــــــــ ادارہ احیاء السنۃ

گوجرانوالہ (پاکستان)

بلکہ افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے۔ واللہ اعلم بالصواب (کتبہ محمد عبدالرحمن المبارک پوری عفا اللہ عنہ (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۴۱ جلد ۱)

قرأۃ قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بعد تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی کے پڑھے۔ از مولانا ثناء اللہ امرتسری 9 جولائی ۳۷ء الراقم علی محمد سعیدی۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۶۳ تا ۳۶۷)

فتاویٰ ثنائیہ میں جواز کا فتویٰ:۔ سوال: قرآن خوانی مردہ کی طرف سے بخشوانا جائز ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف کیوں ہے؟

جواب: بعض افعال کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملتا ہے جیسے میت کی طرف سے کنواں لگوانا یا روزہ رکھنا ائمہ سلف میں سے بعض تو ان ہی افعال تک محدود رکھتے ہیں جن کا ثبوت اور بعض دیگر افعال کو بھی ان پر قیاس کر کے جائز بتاتے ہیں۔ قرأت قرآن انہی قیاس مسائل میں سے ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک قرأۃ قرآن کا ثواب بھی مثل دیگر افعال ثابتہ کے پہنچتا ہے۔

دوسرے علماء ان سے منکر ہیں یہی وجہ اختلاف ہے۔ خاکسار کے نزدیک بھی جائز ہے۔

(فتاوی ثنائیہ جلد اول ص ۵۴۵ بحوالہ فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۶۸)

سوال: ایصال ثواب بذریعہ غذا مردہ کو ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر تخصیص وقت، دن، تاریخ اور مہینہ کے میت کو ثواب پہنچانے کی غرض سے میت کی طرف سے تسبیح، درود یا قرآن شریف کی تلاوت کرنا، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ وغیرہ جائز درست ہے۔ (صحیفہ اہل حدیث کراچی جلد ۴۲ ش ۴ بحوالہ فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵ ص ۳۷۱)

نام کتاب:۔ فتاویٰ برکاتیہ..... مصنف:۔ حضرت علامہ ابوالبرکات احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ
مئولف وناشر: محمد یحییٰ طاہر (جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ)

ابوالبرکات رحمہ اللہ کے مناقب وکمال:۔ استاذی المکرم والمعظم شیخ التفسیر والحدیث جناب علامہ ابوالبرکات احمد صاحب مدظلہ العالی مہتمم جامعہ اسلامیہ اہلحدیث گلشن آباد گوجرانوالہ مسلک اہلحدیث کے مفتی اور شیخ الکل فی الکل حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی مرحوم کے صحیح جانشین ہیں۔ (فتاوی برکاتیہ ص ۳)

صاحب فتاویٰ کا تقویٰ:۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو مجھے جامعہ کی خدمت کیلئے حکم دیا پورے تین چار دن نظم ونسق اور لائبریری سے متعلق تربیت وہدایات دیتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ میں لائبریری کی چابی کل دوں گا جب میں حاضر ہوا تو چابی دیتے ہوئے فرمایا بیٹا میرے گھر میں جامعہ کی ایک کتاب رہ گئی تھی جس کی وجہ سے میں نے کل چابی نہیں دی تھی وہ کتاب لے لو زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور فرمایا کہ اب میرے گھر میں جامعہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔

سچی بات ہے کہ میری آنکھوں میں آنسو آگئے کہ اللہ تیرے ایسے نیک بندے موجود ہیں جن کا دل تیرے خوف سے معمور ہے۔ حضرت الاستاد کا مقام تقویٰ اس قدر بلند ہے کہ جب آپ عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے اور سول ہسپتال گوجرانوالہ میں زیر علاج تھے میں نے جامعہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالا میں اور میرے رفقاء اساتذہ کرام نے آپ کے اسباق کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ میں نے بخاری شریف اور دوسرے اساتذہ کرام حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب اثری اور حافظ محمد امین صاحب سلفی نے باقی اسباق لے لئے۔ تقریباً چھ مہنے آپ کی علالت میں گزر گئے۔ مجھے ہسپتال سے پیغام ملا کہ میں تنخواہ نہیں لوں گا۔ اساتذہ میں تقسیم کردیں جب آپ صحت یاب ہونے کے بعد مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو ملا کر اپنی تنخواہ پیش کی کہ یہ روپے لے لو آپ کا حق ہے ہم آبدیدہ ہوگئے اور میں بے اختیار پھوٹ

پھوٹ کر رونے لگا اور کہا کہ ہم آپ کے روحانی بیٹے ہیں ہم آپ کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آپ نے ہماری تعلیم و تربیت فرمائی ہے...... اسی طرح کا خط آپ نے سعودی عرب سے فریضہ حج کے موقع پر لکھا کہ میری تنخواہ اساتذہ میں تقسیم کر دی جائے۔ ہم آپ کے ایثار و قربانی کے جذبے سے بڑے متاثر ہوئے اسی طرح کی للّٰہیت و تقویٰ کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں (فتاوی برکاتیہ)

آسیب شدہ بچی پر دم کرنا:۔ مفتی صاحب کی خودداری کا یہ عالم ہے کہ ان کے اجناب کا بیان ہے کہ جونہی مدرسہ میں تدریس شروع کی جس گھر سے کھانا آتا تھا ان کو پیغام بھیج دیا کہ اب میری تنخواہ مقرر ہوگئی ہے اس لئے آج سے روٹی بند ہے خود پکاؤں گا یا بازار سے کھاؤں گا اور فوراً مسجد کی رہائش ترک کر دی اور اسی پر ہی بس نہیں بلکہ مسجد کے لئے ماہانہ چندہ مقرر کر دیا۔

میاں محمد ادریس ایڈووکیٹ ہمارے ایک بزرگ ہیں انہوں نے مجھے ایک واقعہ سنایا کہ میری بچی کو کوئی تکلیف ہوگئی، بسیار علاج کے باوجود بھی شفا نہ ہوئی۔ تو میں نے حضرت مفتی صاحب سے گزارش کی کہ مجھے اپنی اس بیٹی پر کوئی آسیبی اثر معلوم ہوتا ہے اس لئے آپ کچھ پڑھ کر پھونک دیں، مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں جھاڑ پھونک کا کام نہیں کرتا۔ میں نے بہت ہی اصرار و تکرار کیا تو آپ نے کچھ پڑھ کر بچی کو دم کر دیا جس پر اللہ نے میری بچی کو صحت یاب فرما دیا وہ امریکہ میں مقیم تھی۔ وہاں سے اس نے تحفتہً پارکر کا ایک قلم بھیجا کہ یہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کریں۔

چنانچہ میں وہ قلم لئے دوپہر کے وقت حضرت مفتی صاحب کے دولت کدے پر حاضر ہوا، پہلے تو حق ضیافت ادا کیا پھر پوچھا کہ آیئے جناب! حسب پروگرام میں نے وہ قلم پیش کیا تو فوراً جیب سے قلم نکال کر فرمایا کہ میرے پاس قلم ہے میں نے عرض کیا کہ تحفہ قبول کرنا کیسا ہے؟ فرمانے لگے جائز ہے میں نے کہا پھر آپ قبول کیوں نہ فرما رہے کہنے لگے مجھے ضرورت نہیں ہے میں نے کہا چلو کوئی بچہ لے لے گا فرمانے لگے ہر بچے کے پاس قلم ہے جب میری ہر تدبیر ناکام رہی تو میں قلم پھینک کر وہاں سے واپس آ گیا۔ (فتاوی برکاتیہ ص۹)

سر پر کپڑا اور پگڑی کا استعمال فرمانا:۔ سر پر کپڑا رکھنا زینت ہے کیونکہ نبی ﷺ جمعہ اور عید کے دن پگڑی باندھتے تھے۔ (فتاوی برکاتیہ ص۳۴)

ولی، ابدال، اوتاد:۔ اسلام میں عورت کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے کیونکہ عورتوں کو اللہ نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ وہ بڑے بڑے انسان مثلاً نبی، ولی، ابدال، اوتاد اور رسولوں کو جنم دیں اور بڑے بڑے بادشاہ، کمانڈر انچیف وغیرہ کو جن کر ان کو اعلیٰ تعلیم و تربیت سکھائیں اور جوان بنا کر میدان میں بھیجیں۔ (فتاوی برکاتیہ ص۶۱)

سچا خواب رہنمائی کا ذریعہ:۔ مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں شیخ الجامعہ کے عہدے پر تفسیر و حدیث کی تدریس میں مصروف تھے کہ ایک مرتبہ وہ بے وقت گھر آ گئے۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ آپ قبل از وقت تشریف لائے ہیں کیا وجہ ہے، فرمایا رات کو سوتے میں خواب آیا کہ چاند نیچے آ گیا ہے میں نے سمجھا کہ والدہ بیمار ہے گھر آنے پر معلوم ہوا کہ واقعی وہ بیمار ہیں اور اسی بیماری میں وہ وفات بھی پا گئی تھی۔ (فتاوی برکاتیہ ص۶۲)

جادوئی اثرات میں سات چشموں کا پانی:۔ سوال: زید بیمار ہے عمر کہتا ہے کہ اس پر جادو کیا گیا ہے اس لئے سات چشموں یا نلکوں کا پانی پڑھ کر پلایا جائے اور اس سے نہلایا جائے سات درختوں کے پتوں کو پڑھ کر کھلایا جائے تو زید تندرست ہو جائے گا۔ کیا ایسا فعل کتاب و سنت کی روشنی میں جائز ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ (سائل: محمد رشید سیالکوٹ)

جواب: مختلف پانی کی مختلف تاثیر و خصوصیت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اگر تجربہ سے ثابت ہو جائے کہ سات نلکوں یا چشموں کے پانی سے فلاں بیماری درست ہو جاتی ہے تو اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ درختوں کے پتوں کی کیفیت بھی یہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سات مشکوں کے پانی سے بیماری کی حالت میں نہایا تھا۔ لہٰذا یہ فعل

قرآن وحدیث کیخلاف نہیں ہے، بلکہ یہ ایک طبعی تجربہ ہے جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ (فتاوٰی برکاتیہ ص ۱۶۸)

مجدد کا ثبوت:۔ ہرصدی میں مجدد آتا ہے اس کے متعلق بہت سی روایتیں موجود ہیں، ان میں اکثر ضعیف بھی ہیں، بہر حال مجدد کے آنے کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔

مجدد کیلئے اپنی حیثیت کا اعلان کرنے کی ضرورت نہیں اور نشان دہی کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ بیک وقت ایک مجدد بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی ہوسکتے ہیں۔ (فتاوٰی برکاتیہ ص ۲۱۲)

یک مشت ڈاڑھی:۔ بعض ایسی روایتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قبضہ سے زائد کو لینے کی رخصت ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ مثلاً بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک قبضہ سے زائد کو کاٹتے تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ متبع السنتہ تھے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ سے رخصت ملے بغیر اس طرح عمل کریں۔ نیز سنن ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح موجود ہے کہ ”كنا نعفى السبال الافى حج وعمرة“ یعنی ہم داڑھی بڑھاتے تھے۔ مگر حج وعمرہ میں یعنی حج وعمرہ سے حلال ہوتے وقت داڑھی کٹواتے تھے اور قبضہ سے لیتے تھے اوپر کاٹنا مراد ہے۔ اگر قبضہ کے اوپر بھی کاٹنا مراد نہ ہوتا تو پھر حج کے موقع پر کس طرح حلال ہوسکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ قبضہ کے اوپر سے کاٹنے کی رخصت تھی۔ اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور صحابہ بھی اس طرح کرتے تھے۔ جیسا کہ ”كنا“ کا لفظ دلالت کر رہا۔ بعض لوگ اس حدیث میں ”سبال“ کا معنی لب کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد کو بھی اس سلسلے میں غلطی (اجتہادی) ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو شارب کے باب میں بیان کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث میں سبال کا معنی بھی داڑھی ہونا چاہیے ورنہ معنی غلط ہوگا۔ معنی یہ ہوگا کہ ہم ہمیشہ لبیں بڑھاتے تھے۔ مگر حج وعمرہ میں! اگر سبال سے مراد داڑھی ہو تو پھر کوئی خرابی نہیں ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ ہم ہمیشہ داڑھی بڑھاتے تھے مگر حج وعمرہ میں! یعنی حج وعمرہ میں ایک قبضہ سے زائد کو کٹواتے تھے کیونکہ اس کی رخصت دی گئی ہے۔

قصہ مختصر حدیث کی رو سے داڑھی پوری رکھنی چاہیے اگر ایک قبضہ (مٹھی) سے زائد ہو تو اسے کاٹنے کی رخصت ہے۔ (فتاوٰی برکاتیہ ص ۲۶۴)

تعویذ کی شرعی حیثیت:۔ سوال: جناب مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ کے بارے کہ تعویذ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (السائل: عتیق الرحمٰن سلفی راہوالی)

الجواب: شریعت میں تعویذ کی کوئی حیثیت نہیں۔ نہ فرض ہیں نہ واجب نہ مستحب جو لوگ یہ کرتے ہیں وہ بطور علاج کر رہے ہیں اگر تعویذ میں شرکیہ باتیں نہ ہوں بلکہ اللہ کے اسماء وصفات ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر شرکیہ الفاظ ہوں تو ان کے ساتھ دم اور تعویذ سب حرام اور شرک ہیں۔ (فتاوٰی برکاتیہ ص ۲۷۰)

جواز تعویذ پر چیلنج:۔ **سوال:** جناب شیخ الحدیث ومفتی صاحب کیا خیال ہے علمائے اسلام کا اس مسئلہ کے بارے میں جو آدمی تعویذ کرتے ہیں اور اس پر اُجرت لیتے ہیں اور لوگ ان کو مشرک کہتے ہیں ابولہب اور ابوجہل اور ان مشرکوں میں کیا فرق ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ تعویذ کرنیوالوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اس کے بارے قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ (السائل: محمد عثمان قاضی کوٹ)

الجواب: اس طرح کہنے والے لوگ بیوقوف ہیں جن کو نہ قرآن کا علم ہے نہ حدیث کا قرآن کی آیت ”لا الـه الاهو الحى القيوم“ ایک پڑھتا ہے بیمار کے اُوپر پھونکتا ہے یا ان پڑھ مریض پر لکھ کر باندھتا ہے یہ شرک کیسا؟ یہ تو عین توحید ہے اس میں قطعاً شرک نہیں ہے۔ ایک شخص ”اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق“ پڑھ کر پھونکتا ہے یا لکھ کر باندھتا ہے۔ یہ شرک کیسا؟ کتب احادیث میں چند احادیث ہیں ان سے بے وقوفوں کو شبہہ پڑتا ہے۔ سنن میں ایک حدیث ہے اس پر محدثین کی طرف سے تنقید بھی ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ الفاظ اس طرح ہیں ”الرقىٰ والتمائم والتولة شرك“ یعنی دم منکے اور عشق پیدا کرنیوالے جادو شرک ہیں۔

اس حدیث میں سب سے پہلے دم کوشرک کہا ہے اب اہم بات یہ ہے کہ صحاح الستہ کی تمام کتابوں میں اوران کے علاوہ کتب احادیث میں صحیح اورمختلف سندوں کے ساتھ جوکہ تواتر کوپہنچتی ہیں۔ احادیث موجود ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا ہے اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے موت کی بیماری میں دم کیا ہے جیسا کہ ''صحیح بخاری'' و''مسلم'' وغیرہ میں موجود ہے اس کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اوران کی اہلیہ کاواقعہ موجود ہے۔ ''سنن'' میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کے گلے میں دھاگہ دیکھاانہوں نے کاٹ کرپھینک دیا اورفرمایا ابن مسعود کاخاندان شرک سے پاک ہے زوجہ نے اعتراض کیا کہ میں ایک یہودی کے پاس آتی جاتی تھی اس کے دم کردہ دھاگہ باندھنے پرمیری آنکھ کی تکلیف دورہوجاتی تھی۔ جب نہیں باندھتی تھی آنکھ دکھتی تھی میل اترنے لگتی تھی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب وہ دم کرتا تو شیطان چلا جاتا جب دم نہیں کرتا تھا شیطان انگلی مارتا تھا۔ یہ فائدہ اور بیماری شیطانی کرشمہ ہے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہودی کے دم کوشرک اور شیطانی عمل کہا ہے اوپر درج کردہ حدیث میں الرقی یہ رقیہ کی جمع ہے دم کوکہتے ہیں۔ اس سے مرادبالاتفاق شرکیہ دم ہے۔ جو یقیناً شرک ہے خودعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے زوجہ کوساتھ ہی توحیدوالا دم سکھایا تھا جیسا کہ ''سنن'' میں موجود ہے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں دم کوشرک کہا ہے وہ شرکیہ دم ہے جومشرک کرتے تھے۔ ہمارے نااہل مولوی یامسٹر نے اسے توحیدوالے دم پرمحمول کیا جو جہالت ہے۔ حالانکہ توحیدوالے دم متواتر احادیث سے ثابت ہیں۔ اُوپر درج کردہ حدیث میں دوسرا لفظ تمائمہ یہ تمیمہ کی جمع ہے۔ مشہورمحدث اورمورخ اورعربی لغت کے ماہرامام ابن اثیر رحمہ اللہ اوردیگرشراح احادیث نے تمیمہ کامعنی منکا کیا ہے مرادوہ ہے جوکہ یہاں مست قسم کے لوگ گلے میں باندھتے ہیں۔ کفارلوگ یہ منکے نظر سے بچنے کیلئے بچوں کے گلے میں باندھتے تھے۔ یا مشرک لوگ شرکیہ الفاظ یا بے معنی الفاظ لکھ کر گلے میں باندھتے تھے۔ جیسا کہ امام ابن الاثیر نے یا دیگراحادیث کی شرح لکھنے والوں نے بالاتفاق وضاحت کی ہے۔

تیسر الفظِ تـــــوَلۃ ہے اس کواوپردرج کردہ حدیث میں شرک کہا ہے اس سے مرادائمہ لغت نے یہی لیا ہے کہ یہ جادو ہے جس کے ذریعہ مرداورعورت کے درمیان عشق ومحبت پیدا کرنا ہے اوپروالی حدیث میں ذکرکردہ تین باتوں کاشرک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن ''اللہ لا الہ الاھو الحی القیوم'' پڑھ کرپھونکنایا لکھ کرباندھنا کوئی شخص یامسٹریا مولوی اسے شرک ثابت نہیں کرسکتے۔ اگرایسی کوئی حدیث میں ہوتو پیش کرو۔ لیکن قیامت تک پیش نہیں کرسکتے۔ اِدھراُدھرکی باتیں کرنے سے مسئلہ ثابت نہیں کرسکتے۔ شرکیہ کوشرک کہنے سے یا تمام شرکیہ کوشرک کہنے سے توحیدی تعویذات کوشرک ثابت نہیں کرسکتے۔ دراصل قرآن کواللہ تعالیٰ نے اس لئے نازل کیا ہے کہ اس کوپڑھیں پڑھائیں اوراس پرعمل کریں اورعمل کرائیں۔ یہ دراصل نزول کااصل نصب العین ہے اوراگراصل نصب العین کوکام میں لانے کے بعدکسی کویہ تجربہ ہواہوکہ اس کے پڑھ کرپھونکنے سے بیماری کوشفاملتی ہے اوروہ عالم باعمل اس طرح توحیدوالاتعویذپڑھ کرپھونکتا ہے تواس میں شرک کیسا؟ قرآن نے اس کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے''وننزل من القرآن ماھو شفاء و رحمة للمؤمنين'' یعنی قرآن لوگوں کیلئے شفاء ہے شفاء کی دوقسمیں ہیں (۱) روحانی شفاء (۲) جسمانی شفاء

اب ایک عالم باعمل جسمانی بیماری کیلئے پڑھ کرپھونکتا ہے تو یہ قرآن کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ اس نے قرآن کے خلاف نہیں کیا۔ اصل میں اس عمل کاتعلق طب سے ہے دراصل یہ قرآن کااصل مقصدنہیں اورنہ اس کاتعلق دین سے ہے جس طرح ڈاکٹر حضرات جڑی بوٹیوں کے ذریعے تجربہ کی بناپرعلاج کرتے ہیں فیس بھی وصول کرتے ہیں۔ معاوضہ بھی لیتے ہیں اس کادین سے تعلق نہیں۔ صرف جواز کی صورت ہے جس سے شریعت نے منع نہیں کیاٹھیک اس طرح بیماریوں میں سے بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ دنیا کے تمام ڈاکٹر اکٹھے ہوں وہ بیماری دورنہیں ہوتی۔ لیکن قرآن کے عالم باعمل اپنے قرآنی عمل کے ذریعہ دم کرتے ہیں یالکھ کرتوحید کاکلمہ باندھ دیتے ہیں وہ بیماری بالکل دورہوجاتی ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ تفرقہ کیوں ہے کہ ڈاکٹرصاحب کی فیس یامعاوضہ حلال وطیب ہے اوردوسرے صاحب کی

فیس یا معاوضہ ناجائز ہے یہ فرق کہاں ہے یہ دعویٰ صرف حسد کی بنا پر ہے کیونکہ یہ دعویدار مسٹر یا مولوی یہ عمل نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اس کے بس کی بات نہیں ورنہ اس کو نہ اللہ نے حرام کیا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارا چیلنج ہے کوئی ملاں یا مولوی ثابت کردے اور لفظ واضح ہو کہ ''اللہ لا الہ الا ھو ''لکھ کر دینا یا پڑھ کر پھونکنا یا اس قسم کے توحید والے الفاظ سے علاج اور اس کا معاوضہ لینا حرام ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے اور چیلنج ہے کہ قیامت تک کوئی بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ (الراقم: ابوالبرکات احمد) (فتاوی برکاتیہ ص۲۷۰ تا ۲۷۲)

جوازتعویذ اسلاف اہلحدیث کی نظر میں :۔ سوال: کیا فرماتے ہیں اہل علم اس مسئلہ کے بارے میں اگر تعویذ کرنا جائز ہے تو حدیث میں ''من تعلق تمیمةً فقد اشرك''کا کیا مفہوم ہے نیز'' من تعلق شیًا و کل علیه'' کا معنی اور مراد واضح فرمائیں؟

جواب: امام ابن الاثیر مشہور محدث مؤرخ اور لغوی گزرے ہیں۔ انہوں نے احادیث کے مشکل الفاظ کو بیان کرنے کے لئے کتاب تحیانہ لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔ تمیمہ منکے کو کہتے ہیں جو کہ کفار نظر سے بچنے کیلئے ہار بنا کر لٹکاتے تھے۔ یہ شرک کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ شیا یعنی لفظ شی تمیمہ ہی کی معنی روایت ہے یا پھر اللہ کے اسماء وصفات کے علاوہ شی مراد ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ ''زاد المعاد'' میں لکھتے ہیں جو اسماء وصفات پڑھ کر پناہ مانگنا جائز ہے انہیں لکھ کر باندھنا بھی جائز ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے والد احمد بن حنبل تعویذ کیا کرتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں! ایک روایت میں ہے کہ کسی عورت کو وضع حمل میں مشکل ہوجاتی تو ابن حنبل رحمہ اللہ کرب کی دعا ''لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم '' آخر تک لکھ کر دیتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعویذ لکھ کر باندھنے کے قائل تھے۔

حافظ محمد عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ اور علامہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ تعویذ لکھنے کے قائل تھے۔ اور بھی بہت سے ائمہ وعلماء اس کے قائل تھے اور قائل ہیں صرف منکرین حدیث اس کو شرک کہتے ہیں ان کو دیکھا دیکھی ہمارے کچھ مولوی بھی اس کو شرک کہنے لگے ہیں۔ حالانکہ جن احادیث میں شرک کہا ہے ان میں دم کو بھی شرک کہا ہے۔ معلوم ہوا اس سے مراد شرکیہ دم وتعویذ ہیں۔ جو کہ یہود اور عیسائی کیا کرتے تھے۔ تعویذ کو شرک کہنے والوں نے جتنی احادیث بھی پیش کی ہیں سب ضعیف ہیں۔ سوال میں مذکور حدیث بھی ضعیف ہے۔

(الراقم ابوالبرکات احمد) (فتاوی برکاتیہ ص۲۷۳)

صالحین اور نیکوں کی مشابہت :۔ سوال: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ننگے سر پھرتے تھے؟ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث سے فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (سائل: عبدالمنان اسحاق، منڈی کاموکی)

جواب: ننگے سر پھرنا اسلام میں جرم نہیں ہے۔ لیکن آج کل بے دین لوگوں نے اپنا خاص حلیہ اور خاص لباس بنایا ہوا ہے۔ دینداروں کو ان جیسا حلیہ نہیں بنانا چاہیے۔ ''سنن ابی داؤد'' میں حدیث میں 'من تشبه بقوم فهو منهم ' شارحین اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ای من تزیا بظاهره بزینتهم وسار بسیرتهم وهدیهم فی ملبسهم وبعض افعالهم فهو منهم''

یعنی جو شخص اپنے ظاہر میں غیر مسلم کا لباس ان کی سیرت وطریقہ اور بعض اعمال میں ان کی نقل اتارتا ہے وہ ان میں سے۔

امام علقمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''من تشبه بالصالحین یکرم کما یکرمون۔ ومن تشبه بالفساق لم یکرم''

یعنی جو نیک انسانوں کا لباس اپناتے ہیں اور ان کے طریقہ وچال وچلن کو اپناتے ہیں ان کی عزت کی جائے گی اور جو فاسق اور بدکردار لوگوں کے طریقہ ولباس کو اپنائے گا ان کی عزت نہیں کی جائے گی۔

''سنن ابی داؤد'' کتاب اللباس میں ابن الحنظلیہؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے انہوں نے فرمایا: ''اصلحوا لباسکم حتی تکونوا کانکم شامة فی الناس'' اپنے لباس کو درست کرو یہاں تک کہ تم لوگوں میں ممتاز نظر آؤ۔

الراقم: ابوالبرکات احمد (فتاوی برکاتیہ ص۳۰۵)

نام کتاب:۔ تعویذ اور دم قرآن وسنت کی روشنی میں
مصنف:۔ خواجہ محمد قاسم........ناشر: ادارہ احیاء السنۃ گوجرانوالہ (پاکستان)

دم کرنا کرانا:۔ دم کرنا کرانا جائز ہے چاہے وہ کلام الٰہی سے باہر اور ادعیہ ماثورہ کے علاوہ کیوں نہ ہو بشرطیکہ اس میں شرک کا شائبہ نہ پایا جائے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دم سے منع فرمایا تو خاندان عمرو بن حزم نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ایک دم ہے جس سے ہم بچھو کے کاٹے کا علاج کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے دم سے منع فرما دیا ہے ان کا دم سن کر آپ نے فرمایا: **(۱)**"ما ارى بها باسامن استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفعه" (مسلم ج ۲ ص ۲۲۴)

اس میں کوئی حرج نہیں اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو پہنچائے۔

(۲) عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم جاہلیت کے زمانہ میں کچھ دم کیا کرتے تھے ہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا آپ کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اعرضوا على رقاكم لاباس بالرقى مالم يكن فيه شرك" (مسلم ج ۲ ص ۲۲۴)

اپنے دم میرے سامنے پیش کر غیر شرکیہ دم میں کوئی حرج نہیں۔

(۳)"رخص رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى الرقية من العين والحمة والنملة" (عن انس مسلم ج ۲ ص ۲۲۳)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر ڈنک اور نملہ یعنی پسلی میں دانے اور پھنسیاں نکلنے کی تکلیفوں سے دم کی اجازت دی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے گھر ایک لڑکی کے چہرے پر زردی دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

(۴)"استرقوالها فان بها النظرة" (بخاری ص ۸۵۴، مسلم ج ۲ ص ۲۲۳) اسے دم کراؤ اسے نظر لگی ہے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں دم فرماتے:

"بسم الله تربة ارضنا و ريقة بعضنا يشفى سقيمنا باذن ربنا" (بخاری ص ۸۵۵)

شروع اللہ کے نام سے مٹی ہماری زمین کی لعاب میں سے بعض کا خیر ہو ہمارے بیمار کی ہمارے رب کے حکم کے ساتھ۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات نماز کے دوران میں بچھو نے حضور ﷺ کے ہاتھ کی انگلی پر کاٹ لیا آپ نے اُسے جوتے سے مسل ڈالا سلام پھیر کر فرمایا بچھو پر خدا کی مار یہ نمازی کا لحاظ بھی نہیں کرتا یا فرمایا یہ نبی اور غیر نبی میں بھی تمیز نہیں کرتا پھر آپ نے برتن میں نمکین پانی منگوا کر کاٹنے کی جگہ پر ڈالا اسے ملا اور اس پر معوذتین پڑھیں۔

(۷) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات بستر پر دراز ہوتے وقت آخری تینوں قل پڑھ کر اپنے ہاتھوں میں پھونکتے اور پھر حتی الامکان اپنے سر اور چہرے سمیت انہیں اپنے سارے بدن پر مل لیتے یہ عمل تین بار دہراتے۔ (بخاری ص ۷۵۰)

نیز فرماتی ہیں حضور ﷺ بیمار ہوئے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے جب آپ کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تو میں پڑھ کر دم کرتی اور حصول برکت کے لیے آپ ہی کے ہاتھوں کو پھیرتی۔ (ایضاً) (تعویذ اور دم ص ۲۲ تا ۲۴)

جواز اجرت دم:۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت دم کے بارے میں بخاری شریف میں حدیث ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر کے دوران میں ایک عرب قبیلے کے پاس رکے ان سے مہمانی طلب کی انہوں نے مہمانی دینے سے انکار کر دیا خدا کی قدرت ان کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا بہت علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا کوئی بولا یہ جو جماعت آ کر ٹھہری ہوئی ہے شاید ان کے پاس اس کا کوئی دوادارو ہو چنانچہ وہ ہمارے پاس آئے اور کہا اے قافلے والو! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے اور کوئی علاج کارگر ثابت نہیں ہوا تمہارے پاس اس کا کچھ توڑ ہے؟ میں نے کہا: ہاں! خدا کی قسم ہے میں دم کروں گا لیکن واللہ! ہم نے تم سے

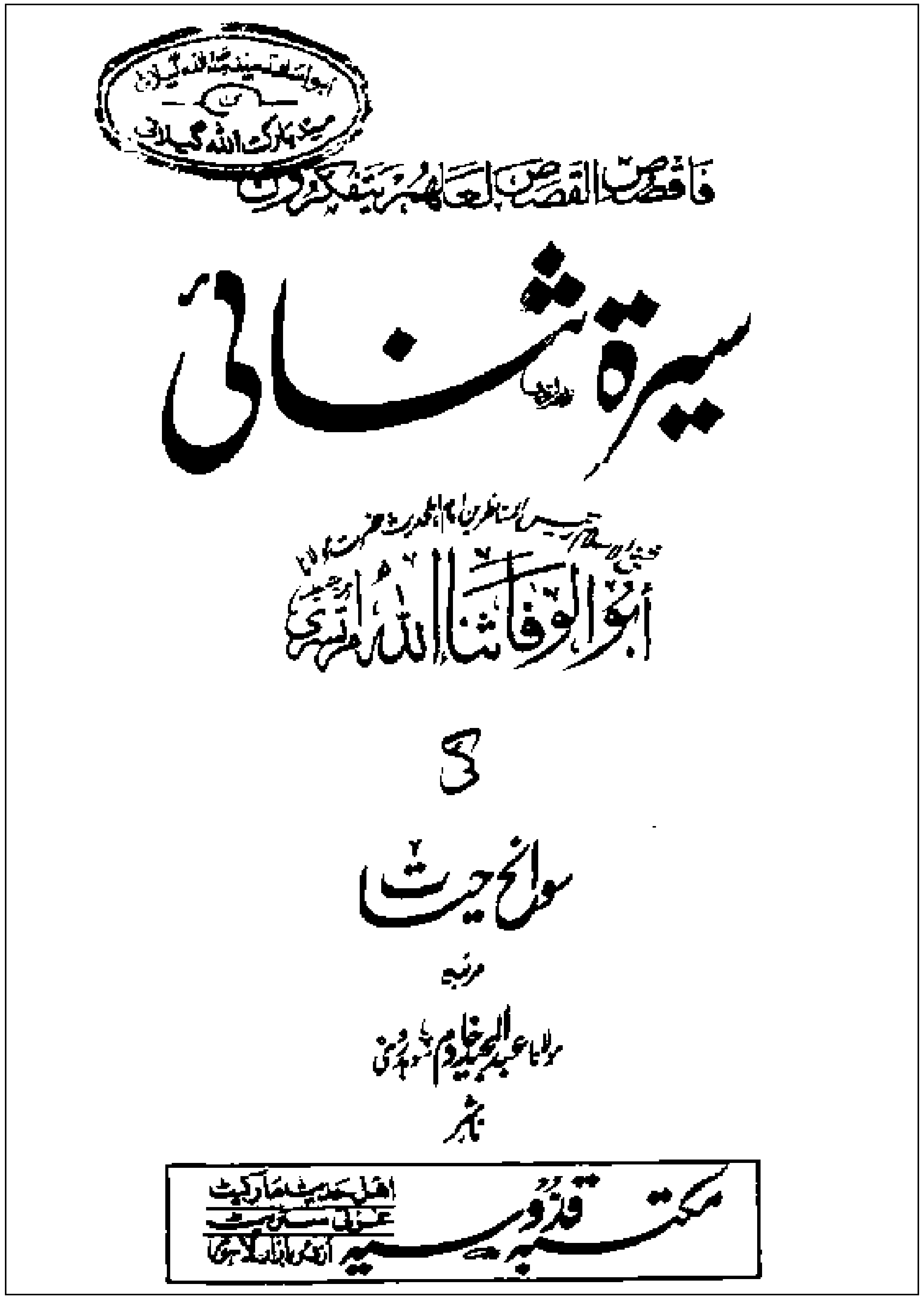

سید مبارک اللہ گیلانی

فاقصص القصص لعلهم يتفكرون

سیرۃ ثنائی

شیخ الاسلام رئیس المناظرین امام المحدثین حضرت مولانا
ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

کی

سوانح حیات

مرتبہ
مولانا عبد المجید خادم سوہدروی

ناشر
مکتبہ قدوسیہ
اہل حدیث مارکیٹ
غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور

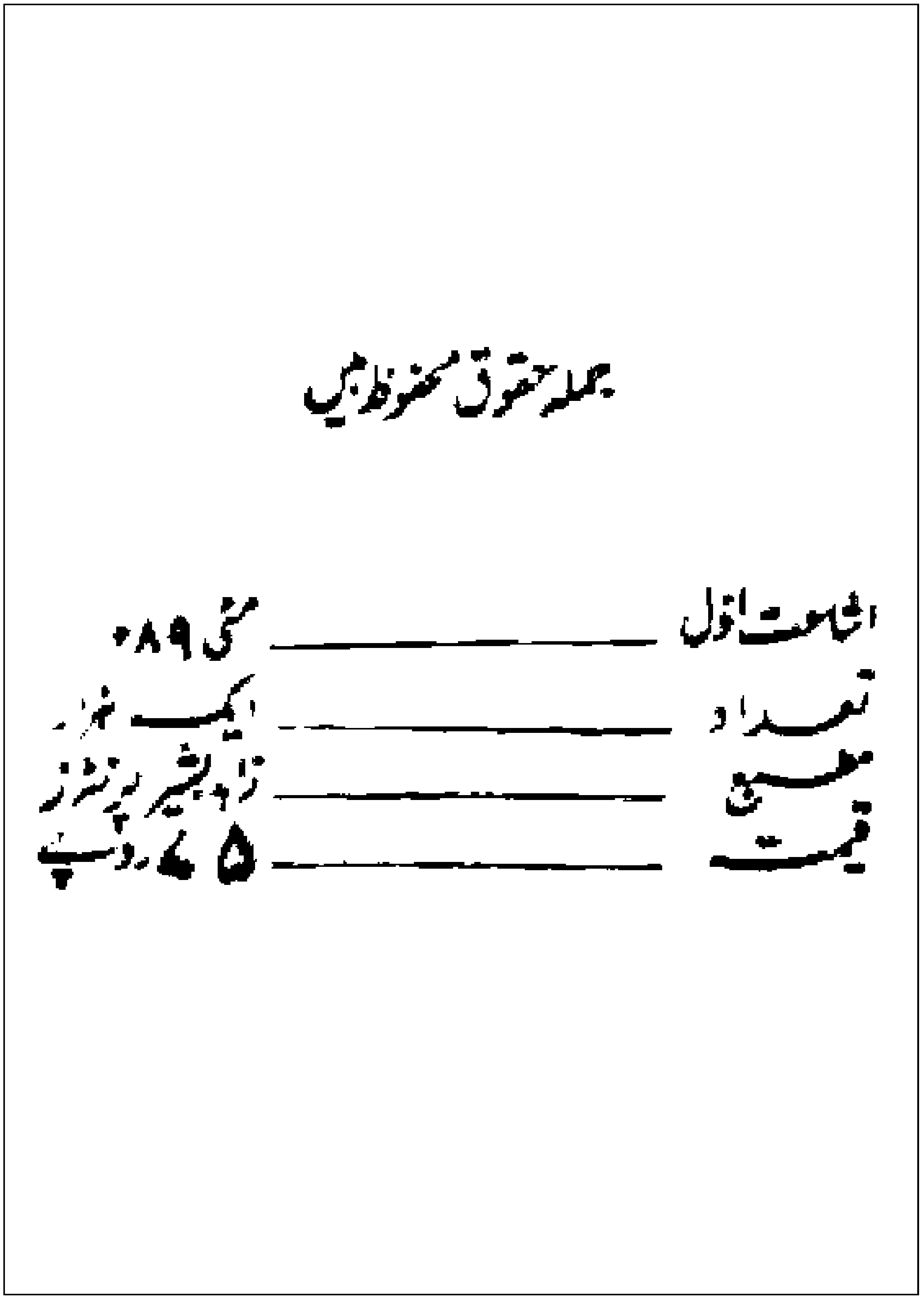

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت اول ______ مئی ۸۹ء
تعداد ______ ایک ہزار
مطبع ______ زاہد بشیر پرنٹرز
قیمت ______ ۷۵ روپے

مہمانی طلب کی مگر تم نے انکار کر دیا اب تو معاوضہ لیے بغیر میں تمہیں دم نہیں کروں گا چنانچہ تیس بکریوں میں معاملہ طے ہوگیا، میں نے جا کر الحمد شریف پڑھ کر پھونک ماری اسے اتنی جلدی آرام آیا اور وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا۔ جیسے بندھے ہوئے جانور کی رسی کھول دی جائے اسے ذرا بھی تکلیف نہ رہی اور کہنے لگا: انہیں ان کا معاوضہ دے دیا جائے۔ ہم میں سے بعض نے کہا آؤ انہیں آپس میں تقسیم کر لیں میں نے کہا: حضور ﷺ سے پوچھ کر کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا ماجرا سن کر فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوگیا تھا کہ الحمد شریف دم ہے تم نے ٹھیک کیا ہے انہیں آپس میں بانٹ لو اور بیچ میں ہمارا بھی حصہ ہوگا اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے مسکراہٹ کے پھول بکھیر دیئے۔ (ص۳۰۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آخر میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ **ان احق ماخذ تم علیہ اجراً کتاب اللہ** (بخاری ص۸۵۴) کتاب اللہ پر تم معاوضہ لینے کے زیادہ حق دار ہو۔ (بحوالہ تعویذ اور دم ص ۲۶، ۲۷)

استاد محترم کا تعویذ دینا:۔ میرے استاد محترم شیخ الحدیث حضرت العلام جناب علامہ ابوالبرکات احمد صاحب رحمہ اللہ باوجودیکہ تعویذ فروشی کے قائل تھے تاہم ان کا اپنا یہ عالم تھا کہ ایک بچی کو دم کیا تو معاوضہ میں بطور تحفہ بھی پارکر پین قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
(تعویذ اور دم ص۳۴ بحوالہ فتاوی برکاتیہ ص۹)

نام کتاب:۔ سیرت ثنائی شیخ الاسلام رئیس المناظرین، شیر پنجاب، فاتح قادیان، سردار اہلحدیث
حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب مرحوم فاضل امرتسری کی مکمل سوانح عمری
مصنف:۔ مرتبہ مولانا ابوالوحید عبدالمجید صاحب خادم سوہدروی، مدیر اہلحدیث
مقام اشاعت: دفتر اہلحدیث سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ، پنجاب پاک

اساتذہ اور بزرگوں کا ادب:۔ یوں تو مولانا ''**لیس منامن لم یوقر کبیرنا**'' کے فرمان نبوی ﷺ کے تحت تمام بزرگان ملت کا چاہے وہ کسی خیال اور کسی عقیدہ کے ہوں۔ بڑا ادب کرتے تھے۔ لیکن اپنے استادوں کا خاص طور پر احترام فرماتے تھے آپ نے کبھی کسی استاد کی نافرمانی نہیں کی...... بزرگوں کا ارشاد ہے کہ دنیا میں ہر شخص کے تین باپ ہوتے ہیں جن کا ادب واحترام کرنا اس پر واجب ہے ایک وہ جس کے نطفے سے انسان پیدا ہوا یعنی حقیقی باپ، دوسرا وہ جس کی لڑکی اس کے نکاح میں آئی یعنی خسر اور تیسرا وہ جس سے اس نے کچھ پڑھا یا کوئی کام سیکھا یعنی استاد۔ اسی لئے معلم عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور تاکید سے فرمایا ''**تواضعوالمن تعلمون منہ**'' جس سے علم حاصل کرو۔ اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا مرحوم اپنے اساتذۂ کرام سے بے حد ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے اور ان کی خدمت کو فخر سمجھتے۔ مولانا کے ان حالات میں ان طلباء کیلئے ایک سبق مضمر ہے۔ جو اپنے استاد کی نافرمانی پر اتراتے اور اپنی گستاخیوں کو بڑائی تصور کرتے ہیں۔ جناب ہادئ دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس زمانے سے پناہ مانگی اور اس عہد سے بیزاری ظاہر فرمائی ہے جس میں علماء و معلمین کی اطاعت نہ کی جائے۔ ان کے سامنے گستاخیاں کی جائیں اور ان کے ادب ولحاظ خدمت وتواضع سے منہ موڑا جائے۔ حضور علیہ السلام نے تو یہاں تک فرمایا کہ مسلمانوں کو غیر مذاہب کے بزرگوں اور لیڈروں کا بھی احترام کرنا چاہیے۔ اسی بناء پر ایک پنجابی شاعر نے بھی کہا ہے ؎

بے ادباں مقصود نہ حاصل تے درگاہ نہ ڈھوئی — تے منزل مقصود نہ پہنچایا بجھ ادب دے کوئی (سیرت ثنائی ص۱۰۱، ۱۰۲)

دلجوئی ودلنوازی:۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ اپنے احباب، اپنے اعزاز اپنے متعلقین کی دلجوئی فرماتے رہتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی کی

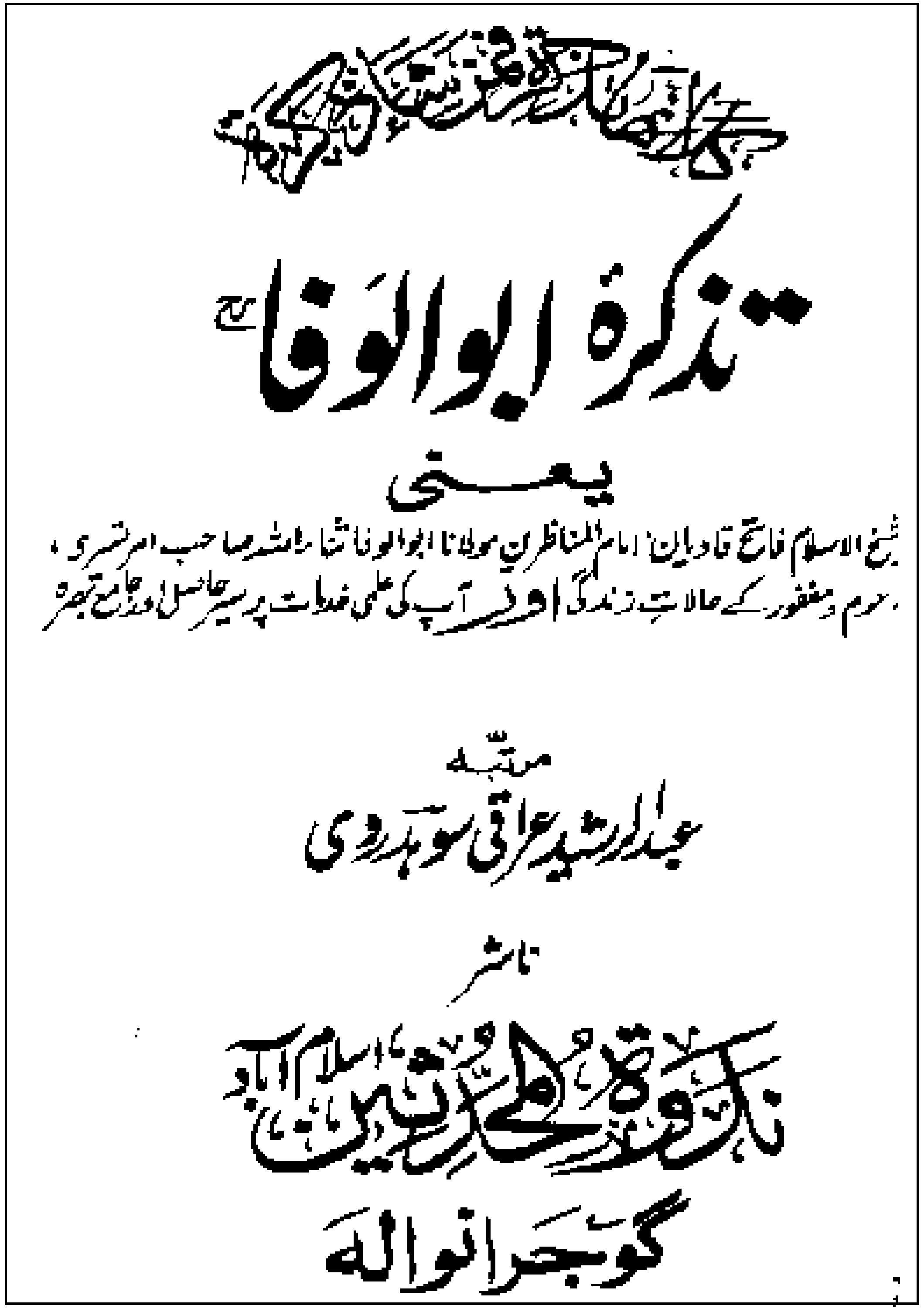

[illegible]

تذکرہ ابوالوفاؒ

یعنی

شیخ الاسلام فاتح قادیان، امام المناظرین مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری،
مرحوم و مغفور کے حالاتِ زندگی اور آپ کی علمی خدمات پر سیر حاصل اور جامع تبصرہ

مرتبہ
عبدالرشید عراقی سوہدروی

ناشر
ندوۃ المحدثین اسلام آباد
گوجرانوالہ

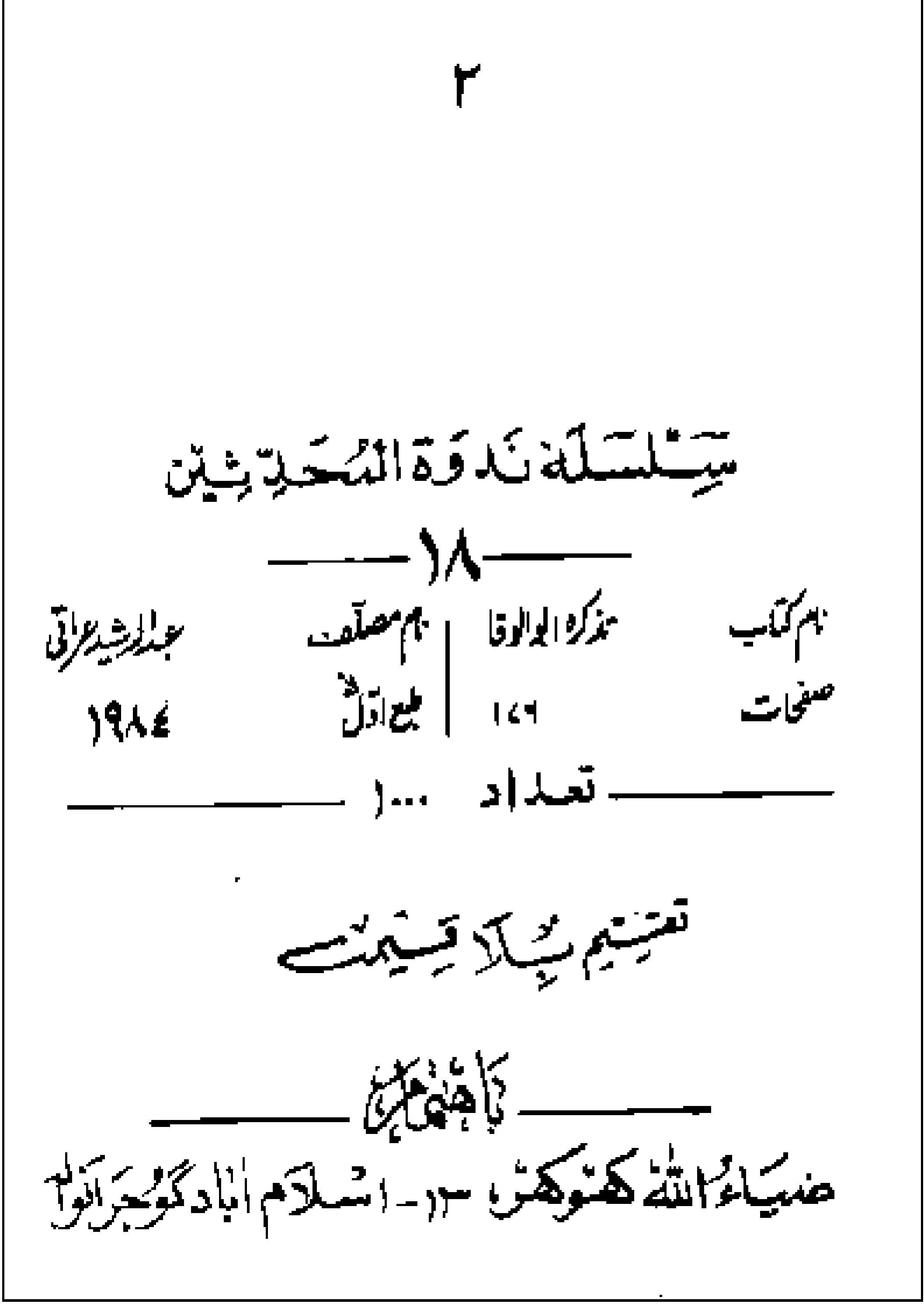

۲

سلسلہ ندوۃ المحدثین

۱۸

نام کتاب	تذکرہ ابوالوفا	نام مصنف	عبدالرشید عراقی
صفحات	۱۷۶	طبع اول	۱۹۸۴

تعداد ۱۰۰۰

تقسیم بلا قیمت

باہتمام
ضیاءاللہ کھوکھر ۱۳۔ اسلام آباد گوجرانوالہ

نذرانہ اشک

یعنی

سوانحی اور تاثراتی مضامین کا مجموعہ

از

محمد ثناءاللہ عمری، ایم۔اے عثمانیہ
صدر شعبہ انگریزی ہندو کالج
مچھلی بندر، آندھرا پردیش (انڈیا)

ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ (پاکستان)

کتاب : نذرانہ اشک
مصنف : مولانا ثناءاللہ عمری
طبع اول : ۱۹۹۷ء
تعداد : ۱۰۰۰
کمپوزنگ : سجاد کمپوزنگ سنٹر گوجرانوالہ (پاکستان)
مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

تقسیم بلاقیمت

باہتمام

ضیاءاللہ کھوکھر ۸۳۔ بی، ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ (پاکستان)

دلآزاری نہیں کی۔ مخالف سے مخالف بھی آپ کے ان صفات کا مداح تھا ہجو وتہتک سے کلی پرہیز تھا۔ تالیف قلوب آپ کا خالص شیوہ تھا جو شخص حق پر ہوتا اس کی دلداری وطرفداری کرتے اور غیر مسلموں کی دلنوازی کرتے تا کہ اسلام کی عظمت اور رواداری ظاہر ہو۔ خود فرمایا کرتے تھے...... ’’ہم غیر مسلم اصحاب کے ساتھ محض اس لئے اچھا برتاؤ کرتے ہیں تا کہ وہ اسلام کی بزرگی اور وسعت کے قائل ہو جائیں‘‘۔

جلسوں میں مبتدی حضرات تقریریں کرتے تو آپ ان کی پیٹھ ٹھونک کر بڑھا دیتے۔ انہیں تحسین ومرحبا کہتے اور اس طرح ان کی جھجک دور کر کے انہیں ترقی کرنے کا موقع دیتے۔ کوئی نیا مقرر شرم سے رکنے لگتا تو آپ یہ کہہ کر اس کا دل بڑھاتے صاحب! جھجکئے نہیں آپ اچھا بول رہے ہیں آپ کے الفاظ پر اثر ہیں کھل کر بولئے۔ شرم کرنا عورتوں کا کام ہے اور آپ تو خدا کے فضل سے مرد ہیں۔

ایک جلسے میں کسی مبتدی نے ضرورت حدیث پر تقریر کی جو زیادہ مؤثر وجاذب نہ تھی۔ مولانا نے بڑی داد دی اور خوب واہ کی کسی نے کہا ’’مولانا! تقریر تو پھیکی ہے۔ مدلل و پر اثر نہیں آپ یونہی تعریف کئے جاتے ہیں‘‘۔ آپ نے جواب میں حضرت اقبال کا یہ شعر پڑھ دیا۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں طعنہ دینگے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں (سیرت ثنائی ص ۱۵۶)

اختلاف سے نفرت:۔ مولانا کو مذہب وملت کے اختلاف وتفرقہ سے بے حد نفرت تھی اور آپ ہمیشہ اس سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے عامۃ المسلمین کو گروہ بندی اور فرقہ سازی سے منع کرتے اور جماعت اہلحدیث کو خاص طور پر تلقین فرماتے کہ ملت بیضائے اسلام میں افتراق ونفاق نہ پھیلنے پائے۔ تمام اہل توحید آپس میں متحد ومتفق رہیں۔ قوم کو مضبوط بنائیں اور اسے کمزور ہونے سے بچائیں۔

چنانچہ ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء کو جلسہ احمدیہ منعقدہ آرہ کے موقع پر ایک مجلس قائم ہوئی جس میں حضرت مولانا رحمہ اللہ نے جماعت کو تاکید فرمائی کہ وہ تحریری وتقریری طور پر تبلیغ واشاعت کا فرض ادا کرے۔ قرآن وحدیث کی تعلیم دے اور اس تدریس کا مقصد یہ ہوا کہ جملہ فرزندان اسلم کتاب وسنت سے آشنا ہوں اس کی پیروی کریں اتحاد واتفاق کی دولت سے مالا مال ہوں اور دین مقدس کی اخوت ومساوات کو اسی ڈھب پر لائیں جس پر سلف صالحین رحمہ اللہ عامل رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ’’لاتنازعو افتفشلوا وتذهب ریحکم ‘‘! آپس میں نزاع مت پیدا کرو ورنہ پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

نام کتاب:۔ تذکرۂ ابوالوفا یعنی شیخ الاسلام فاتح قادیان، امام المناظرین مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب
امرتسری، مرحوم ومغفور کے حالات زندگی اور آپ کی علمی خدمات پر سیر حاصل اور جامع تبصرہ
مرتبہ: عبدالرشید عراقی سوہدروی۔ ناشر: ندوۃ المحدثین اسلام آباد گوجرانوالہ

وضاحت: شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ جنہیں علامہ رشید رضا مصری (م ۱۳۵۴ھ) نے دینی خدمات کی بناپر ’رجل الٰہی‘ کہا ہے۔ (تذکرہ ابوالوفاء ص ۱۴)

نام کتاب:۔ نذرانہ اَشک خاکے...... مولانا محمد ثناء اللہ عمری
ناشر:۔ ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ پاکستان

کلاہ اسلاف اہلحدیث

کٹانچوری رحمہ اللہ کا ٹوپی استعمال کرنا:۔ (مولانا حافظ محمد عبدالواحد کٹانچوری) میراث کے مسئلے میں خوب مستحضر تھے حفظ بھی اچھا تھا اہلحدیث تھے مگر متعصب نہیں تھے۔ جوانی میں گھنے گھنگھریالے شرعی بال، اس پر کبھی ترکی ٹوپی، کبھی پگڑی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص ۲۹)

منشی عبدالرحیم پڈنوی کا ٹوپی استعمال کرنا:۔ (منشی حکیم عبدالرحیم پڈنوی مرحوم) ہمارے منشی صاحب اہلحدیث ہی نہیں

''اہلحدیث گر'' بھی تھے۔ کپڑے کی ٹوپی اوڑھتے تھے۔ (نذرانہ اَشک ص۵۴)

خواب سے حقیقت کا سفر:۔ آبائی وطن کٹانچور، گڈیواڑہ، تحصیل کرشنا، ضلع آندھراپردیش تھا۔

بچپن کا سنا ہوا یاد ہے کہ مولوی حافظ بشیر احمد صاحب پڈنوی رات کے وقت خواب دیکھتے کہ نظم لکھ رہے ہیں، اٹھتے بیٹھتے وضو کرتے اور پوری نظم نقل کرلیتے، عالم خواب میں تصنیف وتالیف پر تعجب نہ کیجئے ایسی نظریں گزر چکی ہیں۔ (نذرانہ اَشک ص۶۱)

مولانا محمد عبدالغفار پڈنوی کا ٹوپی استعمال کرنا:۔ آپ کی چوڑی پیشانی، عمامے سے نورانی، کبھی ترکی ٹوپی بھی اوڑھتے تھے۔ (نذرانہ اَشک ص۷۲)

مولانا نذیر احمد پڈنوی مرحوم:۔ سر پر گنگھریالے بال اور فرکیپ (پہنتے تھے) (نذرانہ اَشک ص۸۰)

شیخ الحدیث مولانا عبدالسبحان اعظمی عمری رحمہ اللہ:۔ سفید پوشاک سر پر کپڑے کی ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص۱۳۱)

مولانا احمد اللہ خان عمری مرحوم:۔ سر منڈوائے ہوئے، لباس عام طور پر لنگی، قمیض اور کپڑے کی ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص۱۷۲)

مولانا سید اسماعیل رائیدرگی مرحوم

مولانا قیصر اللہ صاحب کی بیعت اصلاح:۔ کرنول کے قیام اور تعلیم سے مولانا اسماعیل کی علمی پیاس نہیں بجھی بلکہ کچھ اور بڑھ گئی۔ چنانچہ آپ نے پیارم پیٹ، ضلع شمالی آرکاٹ علاقہ مدراس کا رخ کیا اور مولانا فقیر اللہ صاحب مرحوم کا تلمذ حاصل کیا۔ جو پنجاب کے باشندے اور شیخ الکل نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔ چلتے چلتے یہ بھی سن لیجئے کہ مولانا فقیر اللہ صاحب مرحوم کا تلمذ حاصل کیا۔ جو پنجاب کے باشندے اور شیخ الکل نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔ چلتے چلتے یہ بھی سن لیجئے کہ مولانا فقیر اللہ مرحوم سرزمین پنجاب سے مدراس کیسے پہنچے۔ ان دنوں مولوی سلطان احمد رحمہ اللہ کے ناروا حملوں اور بے سروپا دعوؤں سے جماعت اہلحدیث بنگلور بہت پریشان تھی۔ میاں صاحب نے مولانا فقیر اللہ کا نام لیا جو مطبع مجتبائی دہلی میں تصحیح کی خدمت پر مامور تھے۔ یہ انتخاب ہرطرح بابرکت ثابت ہوا مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ سلطان کو شکست اور فقیر کو فتح حاصل ہوئی۔ اہل بنگلور نے مولانا فقیر اللہ کو روک لیا۔ مولانا مرحوم، مولانا عبدالجبار غزنوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ کی ذہانت اور تبحر علمی کی ایک دنیا قائل تھی۔ بنگلور میں اپنے علمی اور عملی فیضان کا دریا بہادیا۔ (نذرانہ اَشک ص۲۲۷)

مولانا سید اسماعیل صاحب کے فکرونظر پر غزنوی مکتب فکر کی بڑی گہری چھاپ تھی، جس کا امتیاز یہ تھا کہ سلفیت پر قائم رہتے ہوئے تصوف کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ (نذرانہ اَشک ص۲۲۸)

رواداری اور باہمی تعلقات:۔ مولانا مسلکاً اہلحدیث تھے مگر جیسا کہ اپنی ایک یادداشت میں صراحت کی ہے کہ غالی نہیں تھے۔ ہر مسلک کے علماء سے کھلے دل کے ساتھ ملتے اور ان کا شایان شان استقبال کرتے۔ مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم رائیدرگ تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ غیر مسلم رہنماؤں کے ساتھ بھی ان کا یہی حسن سلوک تھا۔ آن جہانی جے پرکاش نارائن اور سابق صدر جمہوریہ شری نیلم سنجیوا ریڈی آندھراپردیش کے چیف منسٹر کی حیثیت سے رائیدرگ آئے۔ مولانا نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان موقعوں پر تلگو زبان میں اسی زور اور جوش سے تقریریں کیں، جو ان کا طرۂ امتیاز تھے۔ (نذرانہ اَشک ص۲۳۲)

مولانا محمد عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ: سر پر کپڑے کی ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص۲۴۴)

مولانا داؤد راز مرحوم: سر پر کپڑے کی ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص۲۵۷)

مولوی حافظ میاں محمد پنجابی مرحوم: دوپلی ٹوپی اوڑھتے (نذرانہ اَشک ص۲۷۴)

مولانا محمد صدیق خاں رحمانی رحمہ اللہ مرحوم: سر پر فرکیپ (پہنتے تھے) (نذرانہ اَشک ص۲۸۵)

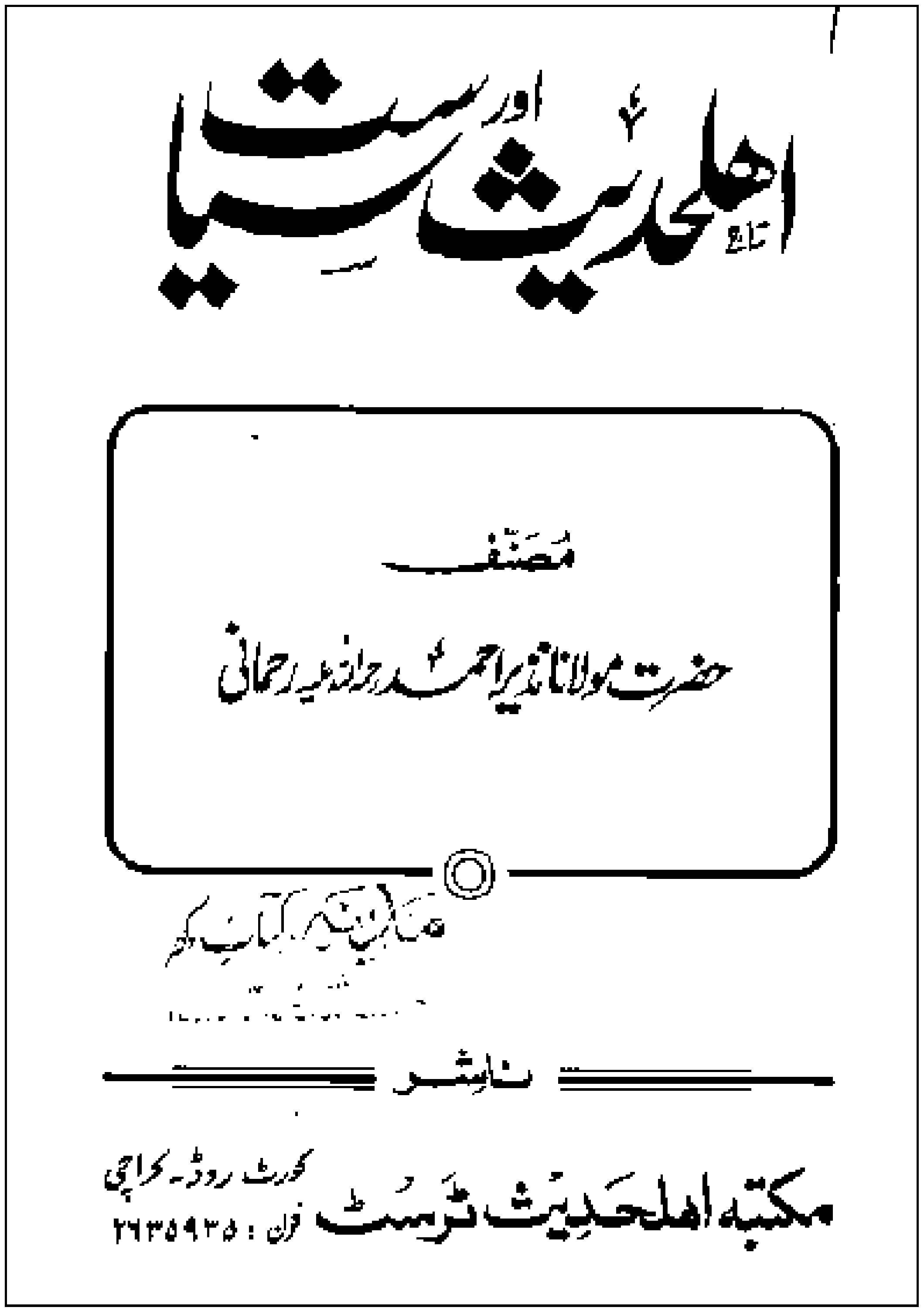

اہلحدیث اور سیاست

مصنف

حضرت مولانا نذیر احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ کتاب گھر

ناشر

مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ
کورٹ روڈ۔ کراچی
فون : ۲۶۳۵۹۳۵

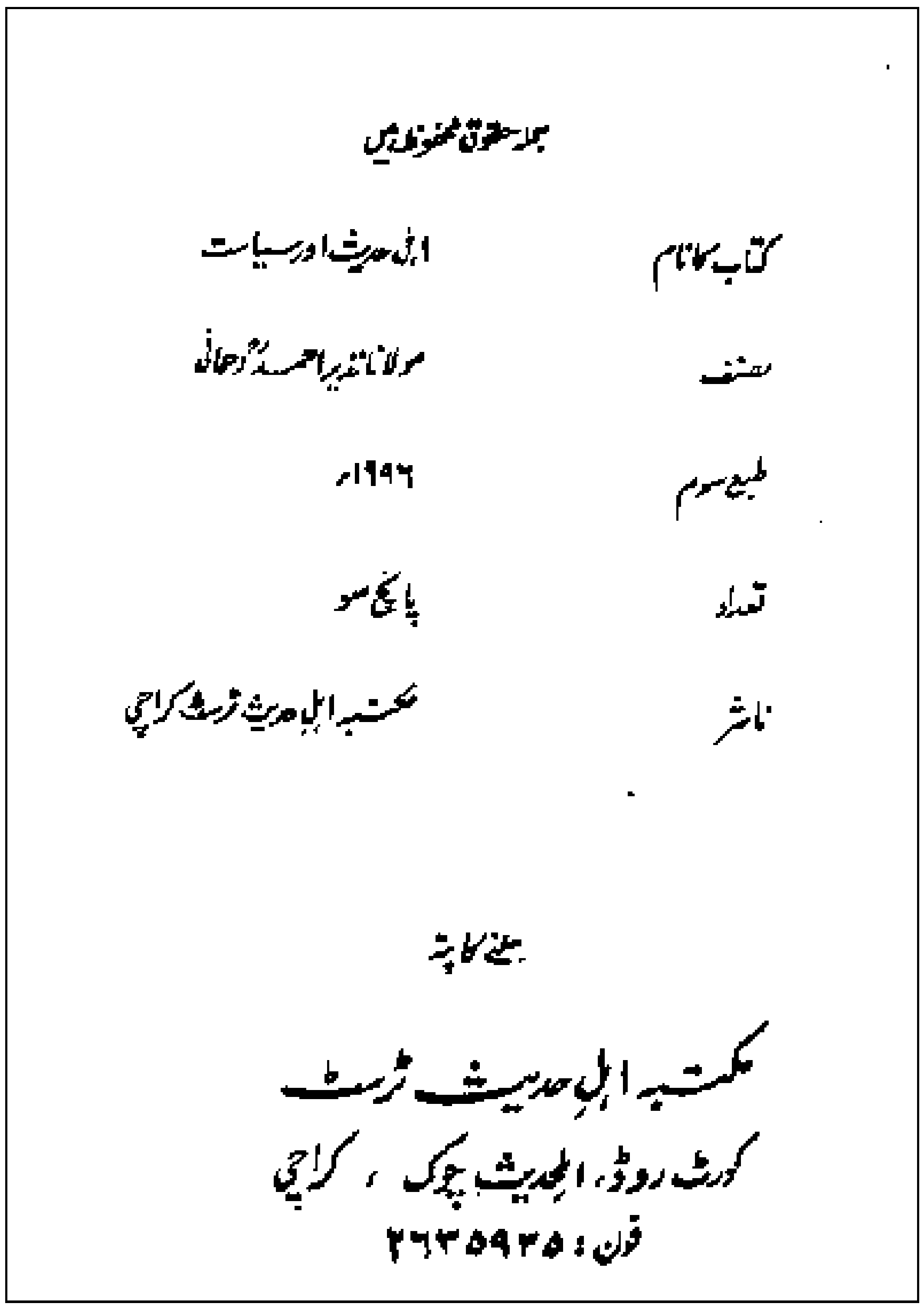

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب کا نام — اہل حدیث اور سیاست
مصنف — مولانا نذیر احمد رحمانی
طبع سوم — ۱۹۹۶ء
تعداد — پانچ سو
ناشر — مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ
کورٹ روڈ، اہلحدیث چوک، کراچی
فون : ۲۶۳۵۹۳۵

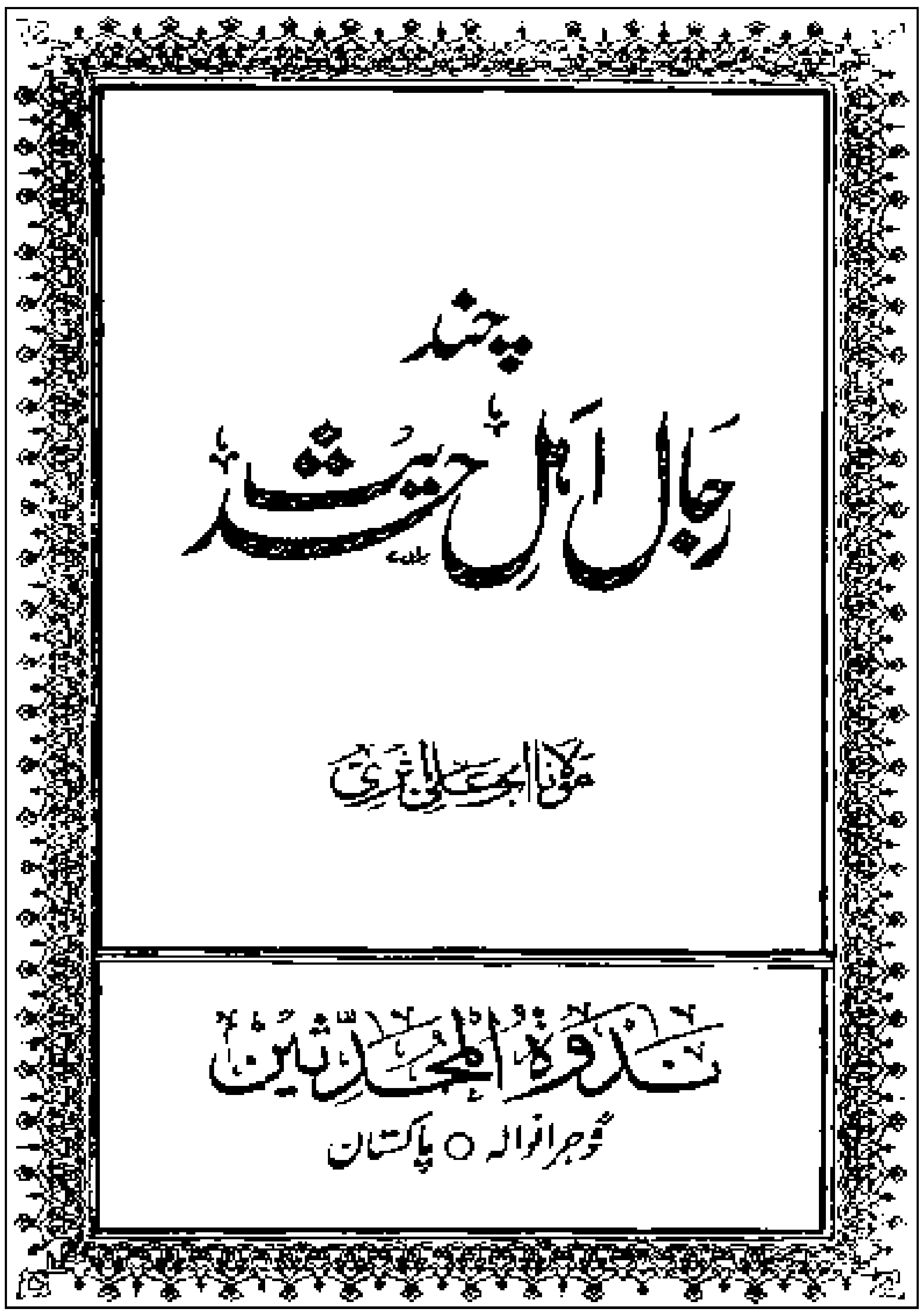

چند
رجال اہل حدیث

مولانا ابو علی اثری

ندوۃ المحدثین
گوجرانوالہ ○ پاکستان

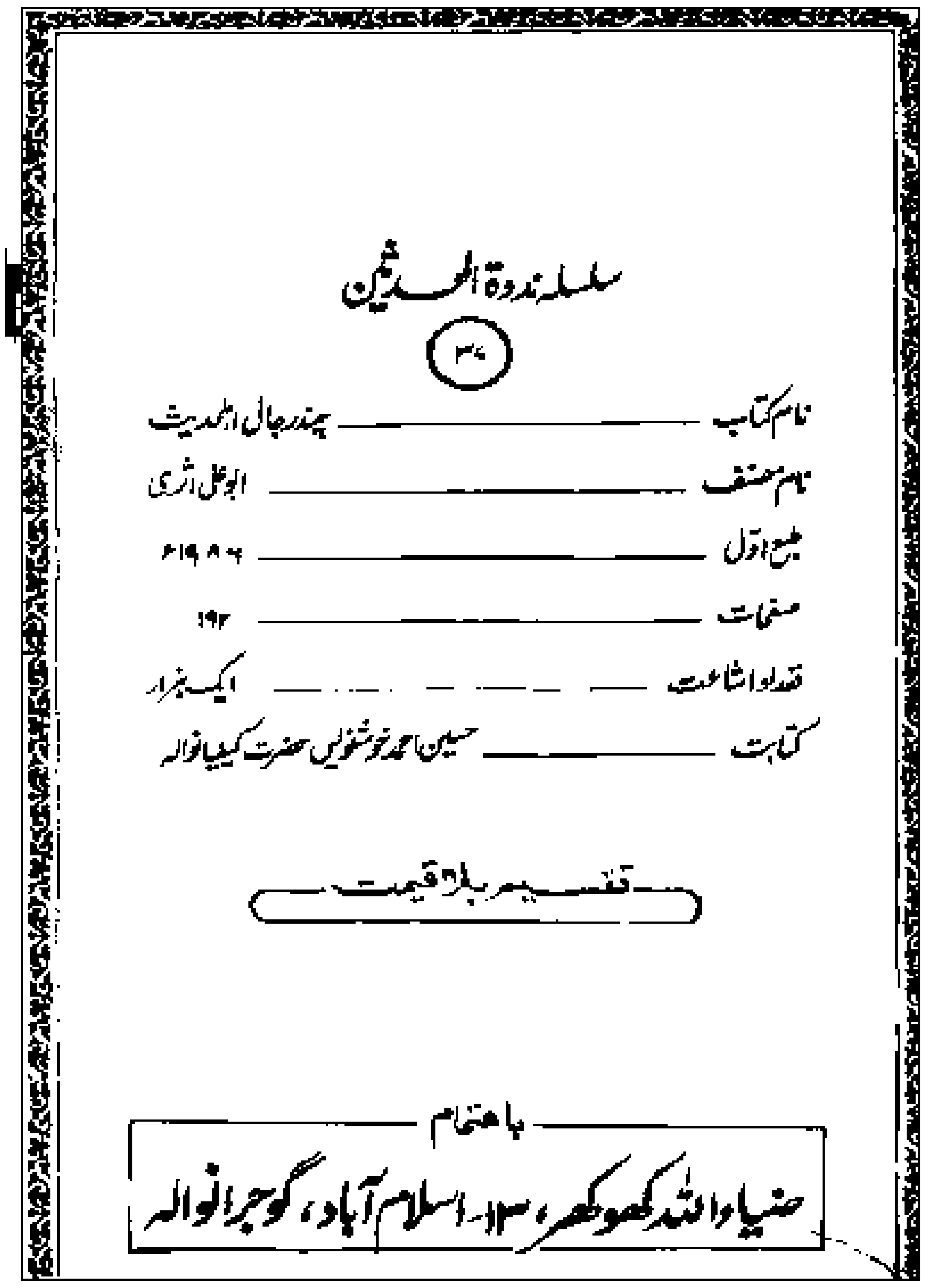

سلسلہ ندوۃ المحدثین

(۳۰)

نام کتاب — چند رجال اہلحدیث
نام مصنف — ابو علی اثری
طبع اوّل — ۱۹۹۶ء
صفحات — ۱۹۲
تعداد اشاعت — ایک ہزار
کتابت — حسین احمد خوشنویس حضرت کیلیانوالہ

تقسیم بلا قیمت

باہتمام
ضیاء اللہ کھوکھر، ۱۳۱۔ اسلام آباد، گوجرانوالہ

مولانا ابوتمیم جانباز خاں محمدی: رومی ٹوپی اوڑھتے تھے۔ (نذرانہ اَشک ص۳۱۲)

مولانا عبدالعزیز کرنولی رحمانی مرحوم: سر کے بال سن سفید، منڈے ہوئے، ان پر سفید، ململی عمامہ، کندھے پر رومال، ہاتھ میں عصائے پیری (ہوتا)۔ (نذرانہ اَشک ص ۳۲۷)

مولانا شمس الحق مرحوم: سر پر کھڑی فرکی ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص ۳۵۵)

مولانا سید عباس عمری رائیدرگی مرحوم: سفید عمامہ (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص ۳۵۸)

مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ: سر پر بھی شرعی بال اور ان پر کپڑے کی ٹوپی (پہنتے تھے) (نذرانہ اَشک ص ۳۶۴)

مولوی عبدالرحمٰن جامی مرحوم: شرعی بال اور کپڑے کی ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص۳۹۲)

مولوی عبدالنور مرحوم: سر پر فرکیپ، کندھے پر تولیہ (رکھتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص ۴۰۵)

کاکا رشید احمد مرحوم: فرکیپ (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص ۴۳۶)

جناب عبدالرؤف علیہ الرحمۃ: کپڑے کی جالی دار ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص ۴۳۷)

پٹیل عبدالرحیم مرحوم: ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (نذرانہ اَشک ص ۴۶۸)

نام کتاب:۔ اہلحدیث اور سیاست....... مصنف:۔ حضرت مولانا نذیر احمد رحمہ اللہ علیہ رحمانی
ناشر: مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ، کورٹ روڈ کراچی فون 2635935

منشی فضل الرحمٰن کی بیعت:۔ منشی فضل الرحمٰن بردوانی کے متعلق بتایا جاچکا ہے کہ وہ بھی سفر حج میں سید صاحب (شہید) کے ساتھ تھے اور مسلک میں شیخ عبدالحق محمدی بنارسی کے ہم عقیدہ وہمنوا تھے۔ مولانا مہر نے لکھا ہے کہ حج کو جاتے ہوئے جب سید صاحب راج محل پہنچے تو منشی محمدی انصاری سید صاحب کو بہ اصرار اپنے وطن لے گئے (جو راج محل سے دس بارہ کوس پر تھا) وہاں منشی صاحب کے اکثر اقرباء نے سید صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کی، مثلاً ان کے والد منشی شاہ محمد منشی رؤف الدین، منشی مخدوم بخش، منشی حسن علی، (جن کا رشتہ معلوم نہ ہوسکا) منشی فضل الرحمٰن اور منشی عزیز الرحمٰن (یہ منشی محمدی کے ماموں تھے) اور لوگ بھی سید صاحب رحمہ اللہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ منشی شاہ محمد حج کیلئے ساتھ لے گئے۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۰۵، بحوالہ جماعت مجاہدین ص ۲۲۶)

سید صاحب سے بیعتِ نقشبندیہ:۔ منشی محمدی انصاری جنہیں بعض اوقات بردوانی بھی لکھتے ہیں۔ منشی فضل الرحمٰن (مذکور) کے بھانجے تھے۔ مجاہدین میں ان کا عہدہ میر منشی کا تھا۔ انہوں نے سید صاحب سے اس زمانہ میں بمقام میرٹھ بیعت کی تھی۔ جب سید صاحب میرٹھ، سہارن پور، مظفر نگر وغیرہ کے دورے پر نکلے تھے۔ اس وقت منشی صاحب کی عمر انیس بیس سال سے زیادہ ہوگی۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۱۰)

سید اولاد حسن قنوجی رحمہ اللہ

تعارف: موصوف ۱۲۰۰ھ، ۱۷۸۵ء میں قنوج میں پیدا ہوئے باپ کے سایۂ عاطفت سے بچپن ہی میں محروم ہوگئے تھے۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۱۴)

بیعت وخلافت:۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد سید احمد صاحب شہید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر طرح کے ایثار وقربانی اور خدمت قوم وملت کیلئے اپنے کو پیش کیا۔ ان سے بیعت کی اور مجاہدین کی جماعت میں شامل ہوگئے ان سابقین اولین میں شریک تھے جو سید صاحب کے ساتھ جہاد کیلئے سرحد پار گئے تھے کچھ مدت کے بعد سید صاحب نے ان کو سند خلافت دے کر دعوت وتبلیغ کی غرض سے وطن واپس بھیج دیا چنانچہ نواب صاحب ان کے حالات میں لکھتے ہیں۔

”وجاهد معه فی سبیل الله وصار خلیفة له، فی دعوة الحق الی دین الله تعالی فرجع الی الوطن“۔

اجازت وخلافت :۔ مراجعت وطن کے بعد کامل بیس برس تک یعنی اپنی آخر حیات تک وہ اسلام کی تبلیغ اور قوم کی اصلاح میں سرگرم رہے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں۔ (ص ۱۱۵)

سید احمد شہید رحمہ اللہ سے اجازت وخلافت کی سعادت حاصل کر کے وہ قنوج واپس آ گئے۔ ہدایت خلق اور وعظ وارشاد میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع پر آمادہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع پر آمادہ کرتے تھے یہاں تک کہ تھوڑی ہی مدت میں ان کی ذات سے مخلوق خدا کو بڑا فیض پہنچا۔ اطراف قنوج کے دس ہزار سے زیادہ غیر مسلم ان کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان غافل تھے وہ احکام اسلام کی پابندی میں سرگرم ہو گئے مسجدیں آباد ہو گئیں۔ صوم و صلوٰۃ کی رونق بڑھ گئی۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۱۶)

سید احمد حسن عرشی رحمہ اللہ

ان کی ولادت ۱۹ رمضان ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) کو ہوئی ابتدائی تعلیم اپنے وطن قنوج میں حاصل کی پھر بغرض اکتساب علم کانپور، فرخ آباد، بریلی، علی گڑھ اور دہلی کا سفر اختیار کیا اور اساتذہ وقت کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے مستفید ہوئے۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۲۰)

مولانا عرشی کا ایک خواب :۔ نواب صاحب نے ”اتحاف النبلاء“ اور ”ابجد العلوم“ ان دونوں کتابوں میں مولانا سید احمد حسن عرشی مرحوم کا ایک خواب نقل کیا ہے ہمارے نزدیک وہ بھی اس موقع پر قابل ذکر ہے اس خواب کی تفصیلات عرشی صاحب نے خود اپنے قلم سے بیان کی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ (ص ۱۲۴)

میں نے قنوج میں ۸ رمضان مبارک ۱۲۶۵ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کا رنگ گیہوں کے رنگ سے بھی زیادہ صاف اور حسین تھا آپ کا قد بھی معتدل اور متناسب تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنا دست مبارک میرے برتن کی طرف بڑھایا۔ میں نے اپنا سالن آپ کے قریب کر دیا آپ ﷺ اس میں سے لے کر کھانے لگے۔ میں نے عرض کیا حضور ﷺ! جو شخص اس زمانے میں آپ کو دیکھ لے اور خواب میں آپ کی ہم نشینی کا شرف بھی حاصل کر لے کیا وہ آپ کے صحابہ میں شمار کیا جائے گا؟ آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا تھا اس کا مفہوم یہ تھا کہ نہیں۔

میں جب کوئی بات پوچھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا بدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو چھو رہا ہے مگر حضور ﷺ اس کو برا نہ مانتے تھے بلکہ مجھ پر جھک کر میری طرف مزید توجہ فرماتے تھے۔ اس خواب کے بعد سے میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بہت بڑھ گئی ہے۔ جی یہی چاہتا ہے کہ آپ کی حمایت میں خود کو قربان کر دوں۔ خدا کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے خوش ہیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر اللہ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۲۶)

نواب صاحب رحمہ اللہ کی عقیدت اولیاء :۔ بعض لوگوں کو یہ گمان ہے کہ میں اولیاء اللہ تعالیٰ کا معتقد نہیں ہوں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ ولایت خدا کا وجود کتاب وسنت دونوں سے ثابت ہے اور کرامات کے وقوع پر بھی قرآن وحدیث دلیل ہیں۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۴۷)

حکیم مومن خاں مومن کی بیعت :۔ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس تحریک کو فروغ دینے میں اپنی شاعری سے بھی کام لیا۔ مومن ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان طبیبوں کا ایک مشہور خاندان تھا ان کے والد حکیم غلام نبی خاں اپنے زمانے کے مشہور طبیبوں میں سے تھے مومن کے گھرانے میں فارغ البالی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ مذہبیت کا بھی چرچا تھا ان کے والد کو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے خاص ارادت تھی کہا جاتا ہے کہ جب مومن خاں پیدا ہوئے تو ان کے والد کی فرمائش پر

شاہ صاحب نے ان کے کانوں میں اذان دی اور ان کا نام مومن خاں رکھا۔ (ص ۱۵۹)

تمام خاندان ان کا سخت کٹر قسم کا مسلمان، خود موحد، عامل بالحدیث اور بیعت کے بعد اور بھی سخت ہو گئے تھے۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۶۵)

مولانا ابوالحسن افغانی رحمہ اللہ:۔ آپ علاقہ میوات کے باشندے نہ تھے بلکہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں علاقہ میوات میں وارد ہوئے تھے۔

علم کیمیا کے متعلق بھی ان کے بارے میں یہ عام شہرت تھی کہ وہ علم جانتے ہیں جس وقت ان کی وفات ہوئی تو ان کے حجرے میں ستر جوڑی مونے کے بٹن اور کچھ کٹھیالیاں اور سنسیاں پائی گئیں۔ ان کے اس اندوختہ سے بھوزی اور گردونواح کے آدمیوں نے ایک عید گاہ تعمیر کرائی اور ان کا مزار بنوایا۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۷۰)

تصوف کا ذوق:۔ مولانا ابوالحسن طبیعت کے بڑے تیز تھے، مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ آخری زندگی میں تصوف کی جانب مائل ہو گئے تھے۔ تصوف میں گفتگو ہونے کے ساتھ ان کی زبان پر ''فتوحات مکیہ'' اور ''احیاء العلوم'' کے مقولے بڑی جلدی سے آیا کرتے تھے۔ اپنی آمد کے ابتدائی برسوں میں ان کو بحث ونظر سے واسطہ پڑا۔ اہل حدیث مسلک رکھتے تھے۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۷۰)

تعویذات کا استعمال:۔ آخر عمر میں آپ بھوزی کی مسجد کے ایک حجرے میں مقیم ہو گئے۔ تعویذ لکھانے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا خلق خدا نے ان سے بڑا فیض پایا گردونواح کے اضلاع کے مسلمان اور میوات کے باشندے انہیں اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں خود مجھے ان سے بارہا نیاز حاصل ہوا۔ آخر عمر میں اگرچہ ان کے دماغ میں خلل آ گیا تھا مگر جب راستی پر آ جاتے تھے تو بڑی اچھی گفتگو کیا کرتے تھے اور ہر بات کا شافی جواب دیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق عوام وخواص میں بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ سو سال سے زائد عمر میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ (اخبار اہلحدیث دہلی بابت یکم اگست ۱۹۶۳ء بحوالہ اہلحدیث اور سیاست ص ۱۷۱)

مولانا ولایت علی کی بیعت:۔ مولانا ولایت علی لکھنؤ میں عربی دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ انہیں دنوں میں حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کا وہاں ورود مسعود ہوا۔ مولانا ولایت علی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پہلی ہی ملاقات میں ان کے گرویدہ ہو گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سید صاحب ان کو اپنے ساتھ بریلی لے گئے اور مولانا اسمٰعیل شہید کی تربیت میں دیدیا۔ (اہلحدیث اور سیاست ص ۱۸۳)

مریدوں کی بڑی تعداد:۔ مولانا مسعود عالم ہی نے ان کی تبلیغی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''دینیات کی تعلیم کے لئے گھر پر ظہر اور عصر کے درمیان قرآن وحدیث کا درس دیتے آپ کے بڑے بیٹے مولوی عبداللہ (۱۳۲۰ھ) قاری ہوتے دوسرے علماء تفسیر کی کتابیں ہاتھ میں لے کر بیٹھتے علماء کے علاوہ عام مریدوں اور معتقدوں کی بڑی تعداد موجود ہوتی۔

(اہلحدیث اور سیاست ص ۱۸۵)

نام کتاب:۔ چند، رجال اہل حدیث...... مصنف:۔ مولانا ابو علی اثری
ناشر:۔ ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ (پاکستان)

تکیہ شاہ علم اللہ کا سید خاندان

سید آدم شاہ بنوری رحمہ اللہ کی بیعت نقشبندیہ:۔ ایک عرصہ سے تکیہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں دینی اعتبار سے ایک معزز ترین خاندان سادات آباد ہے اس خاندان کو بڑی خصوصیات حاصل ہیں اس کے مورث اعلیٰ شاہ علم اللہ رحمہ اللہ بڑے صاحب زہد و تقویٰ اور عارف باللہ تھے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم حضرت سید آدم بنوری رحمہ اللہ کے جن کا آفتاب ہدایت وارشاد بڑے عروج پر تھا، مرید وخلیفہ تھے، حضرت سید آدم رحمہ اللہ نے اپنا عمامہ اور حضرت مجدد رحمہ اللہ کی دستار مبارک ان کو عنایت کی تھی۔ جن سے ان کا رتبہ اور زیادہ بلند ہو گیا تھا اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کے عہد ۱۰۹۶ء میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنی بنوائی

ہوئی مسجد کے جنوب مشرقی گوشہ میں آسودۂ خواب ہیں۔

مولانا عبداللہ بڈھانوی کے مرشد:۔ اس خاندان نے دینی اور دنیاوی دونوں حیثیتوں سے بڑی ترقی کی۔ بعض فقر وتصوف کی خانقاہوں میں عزلت گزیں تھے، بعض درس وتدریس کی چٹائیوں کی زینت تھے اور بعض تصنیف وتالیف کی مسندوں پر جلوہ آرا تھے اس خاندان کے آخری رکن سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ تھے، جو عام طور سے سید صاحب کے نام سے مشہور ہیں اور جو مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحق بڈھانوی رحمہ اللہ جیسے علماء کے مرشد تھے غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے بنگال سے لے کر پنجاب تک مجاہدین کا جو طوفان پنجاب کے ظالم سکھوں اور حکمرانوں کے مقابلہ کے لئے اٹھا تھا۔ اس کا منبع سید صاحب موصوف ہی کی ذات تھی۔ اور آپ ہی کی قیادت میں ان مجاہدین نے بالاکوٹ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوجوں کا مقابلہ کیا تھا۔ لیکن اسی سلسلہ جنگ کے ایک معرکہ میں سرحدی پٹھانوں نے آپ سے حیرت انگیز طور پر بے وفائی کی اور آپ کو اور آپ کے رفقاء کو جام شہادت نوش کرنا پڑا اور انہی میں مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ بھی تھے۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۱۳)

وضاحت: مولانا ابوعلی اثری صاحب مصنف چند رجال اہلحدیث فرماتے ہیں:

خوارق عادات اور کرامات کا مشاہدہ:۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی مشہور ترین سیرت سید احمد شہید رحمہ اللہ میں ایک باب سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کے سفر حج کا بھی ہے جب میں نے اس کو پڑھنا شروع کیا تو مجھ کو ایسا محسوس ہوا کہ اس دور کے مقدس ترین قافلہ حج میں جو دریا کے راستہ سے سفر کر رہا تھا میں بھی شریک ہوں اور منزل بمنزل اس کے ساتھ چل رہا ہوں اپنی آنکھوں سے سید صاحب کے خوارق عادات کرامات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اور اپنے کانوں سے ان کا اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحی بڈھیانوی رحمہ اللہ کا وعظ سن رہا ہوں۔

(چند رجال اہلحدیث ص ۱۶)

شیخ غلام علی الہ آبادی کی بیعت وخلافت:۔ الہ آباد میں کشتیاں بلوہ گھاٹ پر رکیں...... یہیں شیخ غلام علی نے سید صاحب کے جمال جہاں افروز سے اپنی آنکھیں روشن کیں اور آپ پر ایسے فدا ہوئے کہ تن من دھن سب آپ پر قربان کر دیا۔ اور جب سید صاحب الہ آباد سے رخصت ہوئے تو انہی کو اپنا نائب مقرر کیا اور اس دیار میں وعظ وتلقین کی خدمت سپرد کی تفصیل آگے پڑھئے۔ (ص ۱۷)

شیخ صاحب امراء اور ارباب دولت وثروت کی طرح بڑے عیش وتنعم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ منہیات شرعیہ کا ان کو کوئی لحاظ وخیال تھا نہ ممنوعات کا، سونے چاندی کے ظروف استعمال کرتے تھے، طرح طرح آلات لہو ولعب تھے جن سے وہ شغل کرتے تھے، زندگی یکسر آخرت فراموشانہ تھی، آخرت کا بھولے سے بھی خیال نہیں آتا تھا یہی ان کا ماحول تھا کہ سید صاحب کا الہ آباد میں ورود ہوا، ساتھ میں مریدین ورفقاء بھی تھے، شیخ صاحب نے سید صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی منہیات شرعیہ سے تائب اور ممنوعات سے کنارہ کش ہو گئے، سونے چاندی کے تمام قیمتی ظروف اور آلات لہو ولعب توڑ پھوڑ ڈالے بلکہ ان سب کو دریا بُرد کر دیا۔ شیخ صاحب نے بارہ روز تک اہل قافلہ کی مہمانداری اور ضیافت کی دونوں وقت روزانہ قورمہ، پلاؤ، زردہ اور تازہ مٹھائیاں افراط کے ساتھ دستر خوان پر ہوتی تھیں اور لوگ خوب سیر ہو کر کھاتے تھے۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۱۷)

تربیت واصلاح کی ذمہ داری:۔ جب سید صاحب رحمہ اللہ الہ آباد سے رخصت ہونے لگے تو شیخ غلام علی صاحب سے فرمایا کہ شیخ بھائی ہم تو اب جا رہے ہیں معلوم نہیں ادھر آنا ہو گا یا نہیں، اس علاقے میں جو مسلمان آباد ہیں ان کی تعلیم وتلقین کے لیے تم کو مقرر کر رہے ہیں۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۱۸)

شیخ غلام علی کی مدد کے لیے سید صاحب نے الہ آباد کے اور ممتاز لوگوں کو بھی اپنا خلیفہ اور نائب بنایا اور تعلیم وتلقین کی خدمت ان کے سپرد کی۔ مثلاً شیخ لعل محمد، شیخ وزیر، کرامت علی اور حافظ اکرام الدین دہلوی وغیرہ کو جو الہ آباد میں جوتوں کی دکان کرتے تھے۔ ان

سے سید صاحب نے فرمایا کہ تم الہ آباد کے اطراف وجوانب کی بستیوں میں دورہ کرنا اور ہر جمعہ کو شیخ غلام علی صاحب کے بنگلہ پر وعظ و تذکیر کی مجلس گرم رکھنا۔ شیخ وزیر نے فرمایا آپ بھائیو! اللہ فی اللہ اپنے اطراف کی بستیوں میں دورہ کرو اور مسلمانوں کو توحید اور اسلام کا طریقہ سکھاؤ اور شرک وبدعت سے بچاؤ اللہ تعالیٰ ان تمام نیک خدمات کے صلہ میں تم کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اسی طرح ہر اس شخص کو ہدایت فرماتے تھے جس کو توحید وسنت کی دعوت کا اہل سمجھتے تھے۔ (چندرجال اہلحدیث ص ۱۹)

شیخ فرزند غازی پوری رحمہ اللہ

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے کاروان حج کے میزبانوں میں ایک بزرگ شیخ فرزند علی غازی پوری بھی تھے یہ بھی الہ آباد کے شیخ غلام علی کی طرح بہت بڑے رئیس، تعلقہ دار اور صاحب جائیداد واملاک تھے، سید صاحب سے ان کی ارادت کا تعلق اس کاروان حج کے ان کے شہر غازی پور پہنچنے سے بہت پہلے ہی ہو گیا تھا اور حضرت سید صاحب رحمہ اللہ ان سے بڑا تعلق رکھتے تھے۔ (چندرجال اہلحدیث ص ۲۰)

مجذوب سے ملاقات:۔ ایک مہینہ کے بعد یہ قافلہ بنارس سے روانہ ہوا تو مغل سرائے سے آگے غازی پور کے قصبہ زمانیہ میں ٹھہرا جو اکھڑ پٹھانوں کی بستی تھی، یہاں قافلہ کا قیام چار روز تک رہا اور بڑے دلچسپ واقعات پیش آئے جس کو مولانا غلام رسول مہر نے اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید رحمہ اللہ میں بہت لذت سے لے کر بیان کیا ہے، ان میں وہیں کے ایک جنگل میں ایک مجذوب سے سید صاحب کی ملاقات کا بھی ایک واقعہ ہے جس نے حافظ شیرازی کی ایک غزل پڑھ کر آپ کا خیر مقدم کیا اور آپ کو بہت بہت دعائیں دیں۔ (چندرجال اہلحدیث ص ۲۱)

لوگوں کا ہجوم اور بیعت توبہ:۔ یہاں سے قافلہ روانہ ہوا تو شہر غازی پور کے ایک گھاٹ پر رکا وہیں ایک مسجد بھی تھی جس میں اہل خانہ نے کشتیوں سے اتر کر نمازیں پڑھیں اور وہیں ان کے مسترشد اور غازی پور کے رئیس اعظم شیخ فرزند علی کی حویلی بھی تھی، لیکن اتفاق سے وہ موجود نہیں تھے ان کی عدم موجودگی میں مہمانداری کے تمام فرائض ان کے مختار خاص مرزا محی الدین کشمیری نے انجام دیئے۔ شہر کے اور ممتاز لوگوں مثلاً شاہ منصور عالم، شیخ غلام ضامن اور قاضی محمد حسین وغیرہ نے دعوتیں کیں اور بیعت کی ان کے علاوہ شہر واطراف شہر کے بے شمار آدمیوں نے آ کر بیعت کی وعظ ونصائح سنے اور شرکت وبدعت کی تمام چیزوں سے جن کا وہاں رواج تھا، صدق دل سے توبہ کی۔ (چندرجال اہلحدیث ص ۲۱)

سورۂ یٰس کا غیبی اشارہ اور بیعت اصلاح:۔ شیخ فرزند علی غازی پوری کی قرابت میرا قیاس ہے کہ یوسف پور، محمد آباد میں ڈاکٹر انصاری کے خاندان سے تھی، سید احمد شہید رحمہ اللہ سفر حج سے واپس رائے بریلی جاتے ہوئے دوبارہ اسی راستہ سے گزرے تو ضلع غازی پور میں ان کی پہلی منزل محمد آباد تھی، کشتی سے اترتے ہی ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ اس طرف سے میرے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے اور چند مخصوصین کے ساتھ جن میں حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ بھی تھے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں اسی جگہ سے ڈھولک کی آواز سنائی دی جس سے آپ کو سخت تنغص پیدا ہوا آپ نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ سے فرمایا کہ سورۂ یٰس پڑھنی شروع کی تو ڈھولک کی آواز موقوف ہوئی فرمایا کہ مجھے ڈھولک کی آواز ناگوار ہوئی تو اشارہ غیبی ہوا کہ اس کو روکنے کے لیے سورۂ یٰس پڑھی جائے چنانچہ اس کی برکت سے اس کی آواز بند ہو گئی۔

وہ دوست جن کی خوشبو آ رہی تھی یہی فرزند علی غازی پوری تھے۔ جو اس زمانہ میں معہ اپنے تمام متعلقین کے یوسف پور میں ڈاکٹر انصاری کے خاندان کے مہمان، بیمار اور صاحب فراش تھے ان کو معلوم نہیں کس طرح علم ہو گیا تھا کہ سید صاحب رحمہ اللہ ان سے ملنے آ رہے ہیں انہوں نے استقبال کے لیے اپنے لڑکوں کو بھیج دیا تھا، آپ انہی کے ساتھ شیخ صاحب کے پاس تشریف لے گئے شیخ صاحب نے بڑی تعظیم وتکریم کی۔ خود تو پہلے سے بیعت تھے، یہاں اپنے تمام اہل وعیال کو بھی بیعت کرایا سید صاحب نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے ہمارے دوست کو دیکھا آپ یوسف پور، محمد آباد سے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب بھی مع اہل وعیال آپ کے ہمراہ تھے، آپ غازی پور میں شیخ صاحب کی حویلی میں جو دریائے گنگا کے قریب ہی تھی چھ روز تک رہے اور چھٹے روز دونوں وقت شیخ صاحب نے پورے قافلہ کی جس میں مع مستورات کے سات سو آدمی تھے خوب خوب ضیافت کی اس دوران میں شہر کے بکثرت لوگ بیعت ہوئے، شرک وبدعت اور دوسرے مراسم سیئہ سے توبہ

کی اور راہ راست پر آئے، شہر کی جامع مسجد ویران ہو چکی تھی، وہ از سر نو آباد ہوئی اور پانچوں وقت نماز پابندی سے اس میں اذان اور نماز باجماعت ہونے لگی۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۲۳،۲۴)

مولوی عبدالغفور کا ٹوپی استعمال کرنا:۔ سر پر کشتی نما ٹوپی (پہنتے تھے)۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۳۱)

اسلاف اہلحدیث میں رواداری کی باتیں:۔ اعظم گڑھ میں اہلحدیث مسلک کے شیوع کے بہت بعد تک ایک ہی جامع مسجد میں جمعہ ہوتا رہا اور سب لوگ ایک ہی جامع مسجد میں حنفی المذہب امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہے تقلید و عدم تقلید کا کوئی اختلاف نہ تھا بعض نماز میں آمین بالجہر کہتے اور بعض آہستہ، نہ کوئی آمین بالجہر کہنے والے پر اعتراض کرتا اور نہ کوئی آہستہ کہنے والے کو برا جانتا، طریقہ سلف کے مطابق ہر شخص ایک دوسرے کی اقتداء میں بلا کراہت نماز پڑھتا تھا کسی مسجد میں بھی کوئی روک ٹوک نہ تھی دونوں اپنے اپنے مسلک اور طریقہ کے مطابق ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ دونوں مسلک کے لوگوں میں بڑا ارتباط اور اتحاد تھا۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۳۳)

فروعی اختلاف میں راہ اعتدال:۔ (از مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ)

آمین جو شخص بالجہر کہتا ہے اس کے پیچھے نماز یقیناً درست ہے نماز تو فاسق کے پیچھے بھی درست ہے اور آمین بالجہر کہنے والا تو فاسق بھی نہیں ہے اور جماعت سے ایسے شخص کو الگ نہ کرنا چاہیے اور اس شخص کے آمین بالجہر کہنے سے دوسروں کی نماز میں کچھ اثر نہیں پڑتا اور جماعت سے ایسے شخص کو خارج کرنا گناہ ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ یہ شخص بنظر تفرق جماعت و فساد انگیزی کے یہ فعل کرتا ہے تو اس کا خارج کرنا جماعت سے روا ہے اور حدیث میں آمین آہستہ و زور سے کہنا دونوں طرح آیا ہے۔ واللہ الموفق محمد شبلی نعمانی بندولی۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۳۶)

از مولانا محمد یعقوب المحی الہ آبادی:۔ آمین بالجہر اور آمین بالخفا اور اسی طرح رفع یدین اور عدم رفع یدین احادیث معتبرہ قابل احتجاج سے ثابت ہیں اور ہر دو میں ثواب اقتدائے حدیث اور اتباع سنت کا حاصل ہے۔ اور اقتداء نماز میں ہر ایک فریق کی خلف دیگر صحیح ہے اور یہ اعتقاد کی آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے والے شریک جماعت ہونے سے نماز آمین بالخفا اور عدم رفع یدین کرنے والوں کی خراب ہو جاتی ہے، یا فاسد یا مکروہ ہو جاتی ہے، باطل اور لغو ہے اور اس کو حضور مسجد اور شرکت جماعت سے منع کرنا تعصب محض اور جہل صرف ہے، بلکہ بالیقین بوجہ الزام توہین سنت، مستحق وعید شدید ہیں اور یہ منع اذن عام میں جو مشروط مسجد سے ہے مخل اور منع ذکر اللہ فی المساجد میں داخل ہے۔ اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین۔ حررہ العبد المذنب محمد یعقوب المحی الہ آبادی عفی اللہ ذنوبہ (چند رجال اہلحدیث ص ۳۷)

علمائے اہلحدیث اور مدینہ کی حاضری:۔ اہلحدیثوں کے متعلق خدا جانے یہ بدگمانی کن لوگوں نے پیدا کر دی ہے کہ وہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ جانا ضروری نہیں سمجھتے ہیں اور وہ مکہ معظمہ ہی سے حج کر کے واپس چلے آتے ہیں، اسی موتمر عالم اسلامی کے اجلاس کے دوران میں سید صاحب رحمہ اللہ نے اس کے متعلق مولانا سے دریافت کیا، تو انہوں نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ لفظ بلفظ تو سید صاحب کو یاد نہیں رہا لیکن اس کا مفہوم یہ تھا کہ جو اہلحدیث حج کی ادائیگی کے بعد یا اس سے پہلے مدینہ منورہ نہ آئے روضۂ اقدس کی زیارت نہ کرے اور آپ پر درود و سلام نہ پڑھے اس کا دل محبت رسول ﷺ سے خالی ہے وہ خود مناسک حج سے فراغت کے بعد مکہ سے عازم مدینہ ہوئے تو ان کا خود بیان ہے کہ وہ اونٹنی پر مدینہ کا سفر کر رہے تھے جونہی سواد مدینہ، پھر مسجد نبوی کے مینارے اور گنبد خضرا نظر آیا تو میں نے دیکھا کہ ناقہ کی گردن فرط احترام و محبت میں اچانک جھک گئی اور میرے دل کی تو وہ کیفیت ہوئی کہ میں اس کا اظہار لفظوں میں نہیں کر سکتا۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۵۰)

علمائے دیوبند کا خراج عقیدت:۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ علمائے اہلحدیث کی دینی و علمی تدریسی و تصنیفی و تبلیغی خدمات کے بہت زیادہ معترف تھے تراجم علمائے حدیث کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

علمائے اہلحدیث کے درس و تدریس، تبلیغ و اشاعت، تقریر و تحریر، وعظ و ارشاد سے ہندوستان میں حدیث و سنت کو بہت فروغ ہوا اور

طبیعتوں کا جمود ٹوٹا، ذہنوں میں جو رنگ لگ گیا تھا وہ دور ہوا تحقیق و کاوش کا ذوق پیدا ہوا، بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا قرآن جو محض تبرک بن کر رہ گیا تھا جس سے صرف دیوان حافظ کی طرح فالیں نکالی جاتی تھیں۔ اس سے از سر نو رشتہ استوار رہا۔ اس کی تلاوت شروع ہوگئی۔ مدرسوں میں اور فنون کے ساتھ اس کا بھی درس جاری ہوا۔ حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم و تدریس اور تالیف اور تدوین کی کوششیں ہوئیں۔ فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی دلوں سے اتباع نبوی ﷺ کا جو جذبہ کم ہوگیا تھا وہ دوبارہ پیدا ہوا۔ (بحوالہ ماہنامہ دار العلوم دیوبند ماہ اپریل ۱۹۷۸ء بحوالہ چند رجال اہلحدیث ص ۱۷)

مولانا ابوالمکارم محمد علی رحمہ اللہ

ہر دل عزیز شخصیت:۔ مولانا محمد علی عقائد و اعمال کے لحاظ سے اہلحدیث مسلک و جماعت سے تعلق رکھتے تھے...... یہ بات قابل تعریف ہے کہ بظاہر عامل بالحدیث ہونے، رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر کہنے اور ان تمام مسائل پر رسائل تصنیف کرنے اور ان پر عمل کی اعلانیہ تلقین کرنے کے باوجود مسلمانوں کے ہر طبقہ میں ہر دلعزیز تھے اور ہر عقیدہ و مسلک کے لوگ ان کو پسند کرتے تھے۔ ان سے فتوے حاصل کرتے تھے۔ اور ان کے فیصلوں، رایوں اور اجتہادات پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے تھے۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۱۳۴)

شاہ فضل الرحمٰن نقشبندی کی خدمت میں حاضری:۔ تحصیل طب ہی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ان کو ایک مرتبہ مولانا شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی (نقشبندی) کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت طب کی مشہور کتاب ''شرح اسباب'' ان کے درس میں تھی جس کا مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کو علم ہوگیا تھا عصر کی نماز اور دعا سے فارغ ہوئے تو مصلے ہی بیٹھے فرمایا کہ وہ طالب علم کہاں ہیں جو لکھنؤ سے آئے اور شرح اسباب پڑھتے ہیں یہ سن کر مولانا محمد علی رحمہ اللہ فوراً آپ کے پاس پہنچے ان کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ ذرا میری نبض تو دیکھنا انہوں نے نبض دیکھ کر عرض کیا کہ حضور والا کو حرارت ہے اور غالباً اس کا سبب تحریک نزلہ ہے فرمایا سچ کہتے ہو تو کیا میں اس کے ازالہ کے لیے عرق گلاب میں شربت انار ڈال کر پی لوں؟ عرض کیا کہ عرق بادیان میں شہد ڈال کر نوش فرمایا جائے۔ شاہ صاحب موصوف ان کی اس تجویز سے بہت خوش ہوئے فوراً عرق بادیان اور شہد آیا اور آپ نے استعمال فرمایا۔

یہ درحقیقت اس پردہ میں ان کا امتحان تھا۔ جس میں وہ کامیاب ہوئے شاہ صاحب کا خیال تھا اگر یہ شرح اسباب پڑھتے ہیں تو عرق گلاب اور شربت انار کہنے پر ان کے کان کھڑے ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہوں نے ان دونوں دواؤں کی جگہ عرق بادیان اور شہد تجویز کیا اور اس امتحان میں پاس ہوگئے جس کی شاہ صاحب موصوف نے بے حد تحسین فرمائی۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۱۳۶)

حاجی حسن علی مرحوم:۔ سفید شیروانی، سفید شرعی پاجامہ اور سر پر سفید بڑا عمامہ ان کا مرغوب ترین لباس تھا۔ (چند رجال اہلحدیث ص ۱۴۵)

مولوی خدا بخش رحمہ اللہ

جذبہ ذوق وعبادت:۔ مولوی صاحب جیسا کہ ہم نے اوپر کہیں لکھا ہے گوشہ نشین تھے، حلقہ درس سے نکلتے تو محراب عبادت میں پہنچ جاتے۔ رات دن کا بڑا حصہ تسبیح و تہلیل اور اوراد و وظائف میں گزار دیتے زندگی کے یہی دو مشغلے تھے جن کو وہ عزیز رکھتے تھے اور انہی میں ان کو روحانی سرور حاصل ہوتا تھا۔ زندگی زاہدانہ، مرتاضانہ اور متصوفانہ تھی۔ دنیا داروں اور خصوصاً ارباب جاہ و منصب سے بہت کم تعلق رکھتے تھے، دولت کی حرص ذرہ برابر نہ تھی، قناعت و استغناء ان کا خاص وصف تھا، مدرسہ کی صدر مدرسی کی خدمت ایک معمولی مشاہرہ پر جس طرح ایک طویل زمانہ تک کی وہ ان کے توکل، ایثار اور اعتماد باللہ کی عجیب و غریب مثال ہے حالانکہ صاحب اولاد تھے اور کنبہ بڑا تھا جس کی کفالت کا بار تنہا انہی کے دوش ناتواں پر تھا۔ زندگی بھر کسی سے ایک پیسہ قرض نہیں لیا۔ خرج باندازہ دخل مئی بائد کرد کا اصول ہمیشہ پیش نظر رہا، کبھی چادر سے باہر پاؤں پھیلانا نہیں چاہا رہتے اس قدر رکھ رکھاؤ سے تھے کہ کوئی ان کی غربت کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ (ص ۱۷۱)

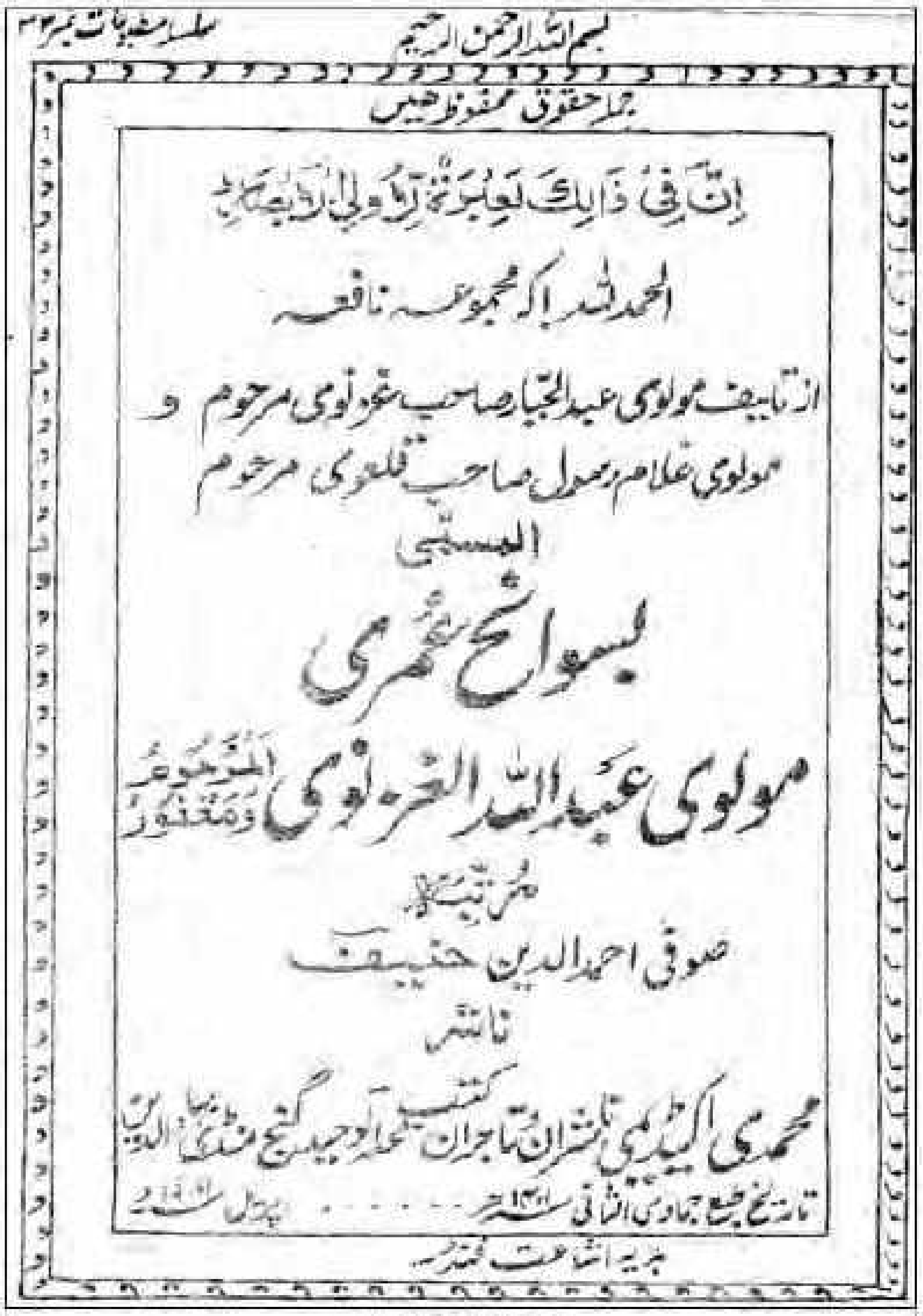

سلسلہ مطبوعات نمبر ۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

الحمد للہ! کہ مجموعہ نافعہ

از تالیف مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مرحوم و
مولوی غلام رسول صاحب قلعوی مرحوم

المسمّٰی

بسوانح عمری

مولوی عبداللہ الغزنوی المرحوم والمغفور

مرتبہ

صوفی احمد الدین حنیف

ناشر

محمدی اکیڈمی ناشران وتاجران کتب محلہ توحید گنج منڈی بہاؤالدین

تاریخ طبع جمادی الثانی سنہ ۱۴۰۱ھ .... اپریل ۱۹۸۱ء

ہدیہ اشاعت محمدیہ

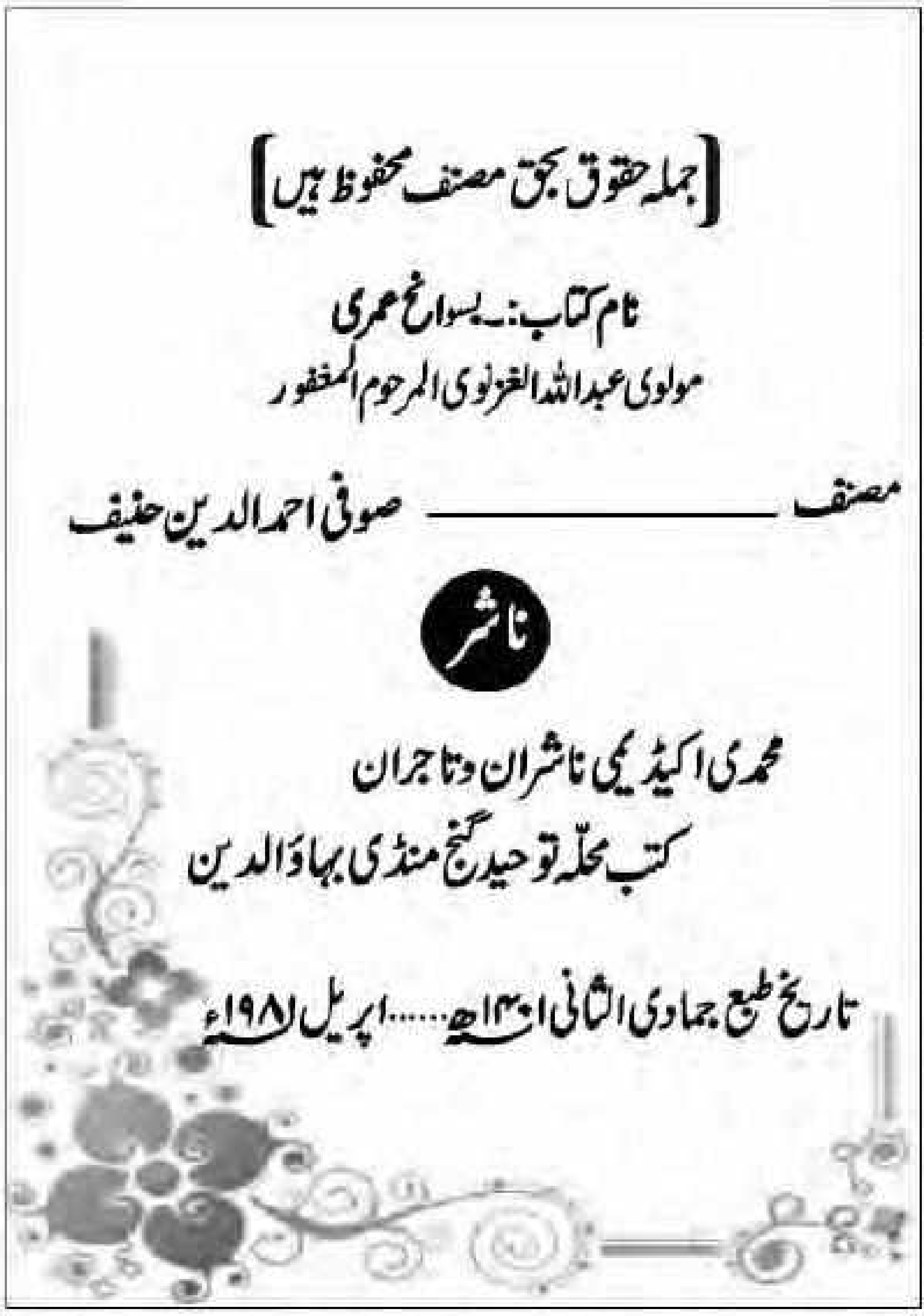

[جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں]

نام کتاب:۔ بسوانح عمری
مولوی عبداللہ الغزنوی المرحوم المغفور

مصنف ———— صوفی احمد الدین حنیف

ناشر

محمدی اکیڈمی ناشران وتاجران
کتب محلہ توحید گنج منڈی بہاؤالدین

تاریخ طبع جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ......اپریل ۱۹۸۱ء

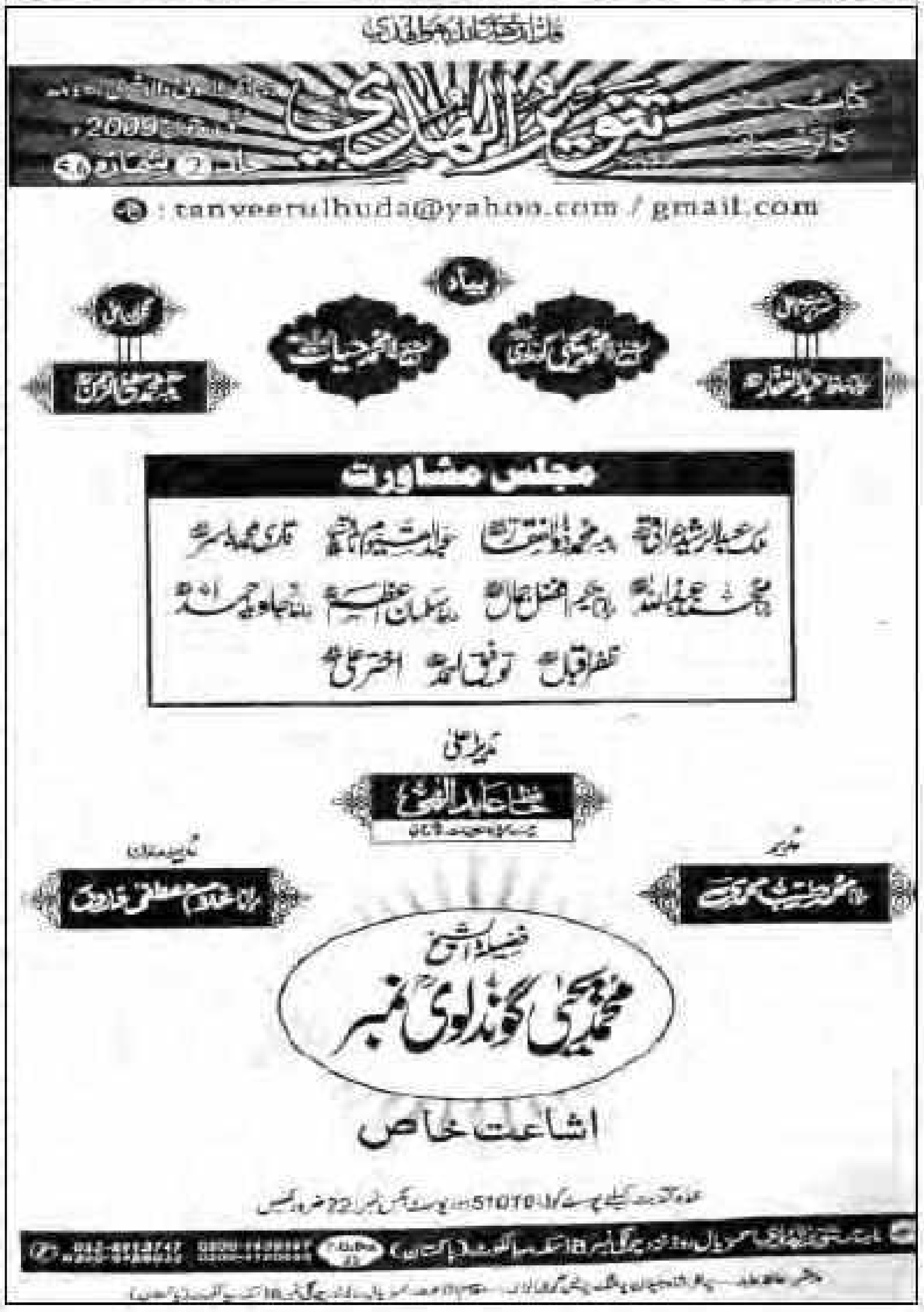

تنویر الہدیٰ

2009

tanveerulhuda@yahoo.com / gmail.com

مجلس مشاورت

مدیر اعلیٰ

فضیلۃ الشیخ
محمد یحییٰ گوندلوی نمبر

اشاعت خاص

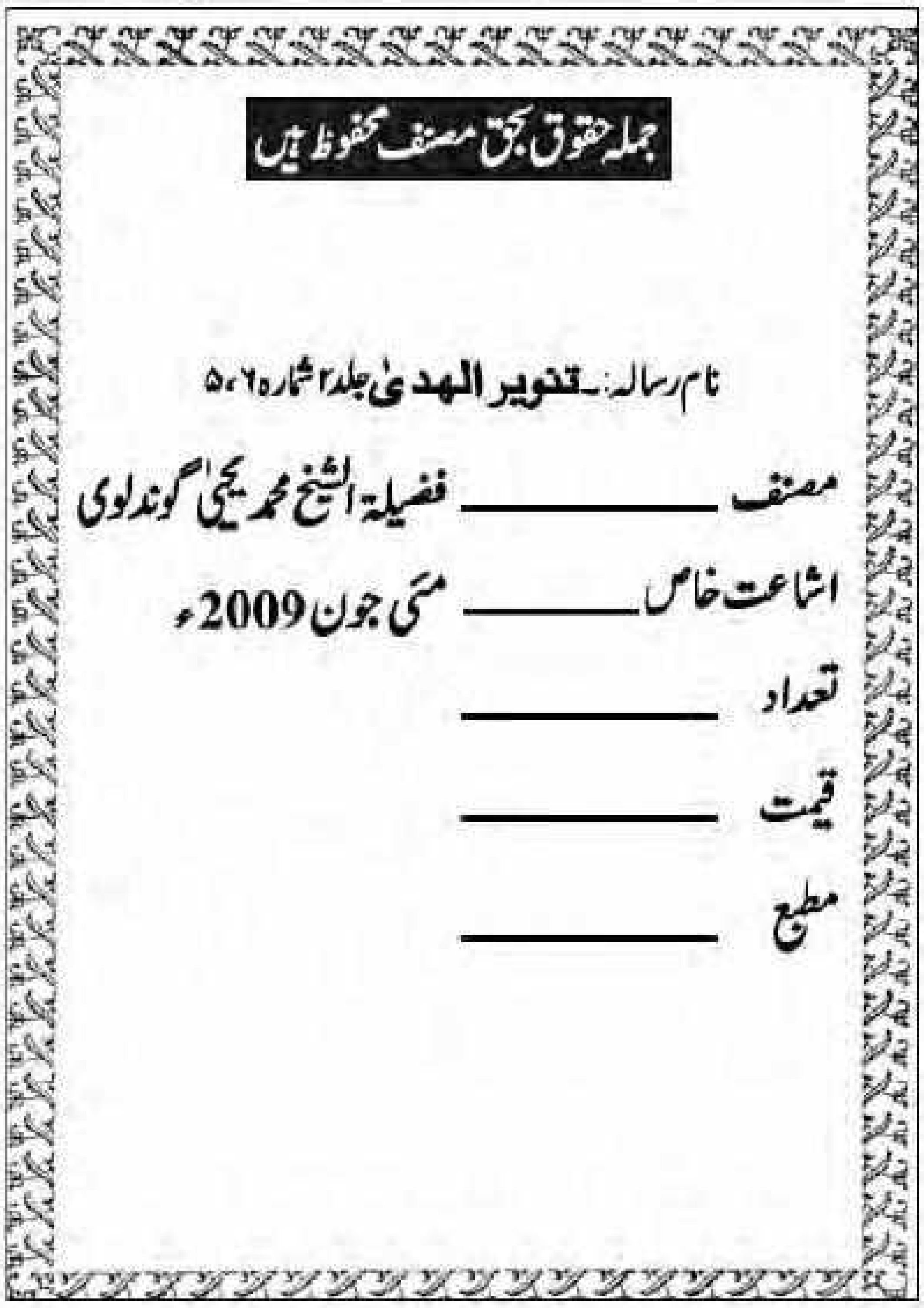

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام رسالہ:۔ تنویر الہدیٰ جلد ۲ شمارہ ۵،۶

مصنف ———— فضیلۃ الشیخ محمد یحییٰ گوندلوی

اشاعت خاص ———— مئی جون 2009ء

تعداد ————

قیمت ————

مطبع ————

سفید ٹوپی اوررومال:۔ سر پرسفید سوزنی کی میرٹھی ٹوپی، گلے میں سفید ململ تکمہ وار کرتہ، جھانسی کاعربی کٹ عالمانہ پائجامہ، یہی ان کامرغوب ترین لباس تھا۔ (چندرجال اہلحدیث ص ۱۷۱)

مولوی محمد احمد انصاری رحمہ اللہ

بیعت اصلاح وتصوف:۔ مولوی محمد احمد صاحب کی ابتدائی تعلیم خاندانی مدرسہ میں متورع وپرہیز گاراور پابند شریعت اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی وہ جس خاندان کے چشم وچراغ تھے شریعت کاسخت پابند تھاان کے والد، ان کے دو چچازاد بھائی اوران کے بہنوئی مولوی خدا بخش صاحب مرحوم، سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک بزرگ سے (جو بڑے سید صاحب کے نام سے مشہور تھے اوران اطراف میں رشد وہدایت کے لیے آتے تھے) بیعت تھے۔ (چندرجال اہلحدیث ص ۱۷۳)

داروغہ دوست محمد رحمہ اللہ

گوشہ نشینی اور ذکر الٰہی کی رغبت:۔ داروغہ دوست محمد صاحب آخر عمر میں بالکل گوشہ نشین ہوگئے تھے اور سارا وقت اپنے گھر کی مسجد میں جس میں اہلحدیثوں کا جمعہ بھی ہوتا تھا۔ عبادت وریاضت، تسبیح وتہلیل اور اوراد ووظائف میں گزارتے تھے، دنیا ومافیہا سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا تھا۔ میں نے ان کا بہت کم زمانہ پایا۔ چہرہ پرحسن عقیدت اور مسلک حق کی تابندگی اور درخشندگی عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بھی قائم رہی ان کو دیکھ کر خدایاد آجاتا تھا، بہت کافی عمر میں انتقال ہوا۔ (چندرجال اہلحدیث ص ۱۹۱)

نام کتاب:۔بسوانح عمری: مولوی عبداللہ الغزنوی المرحوم المغفور...... مصنف:۔صوفی احمدالدین حنیف
ناشر:۔محمدی اکیڈیمی ناشران وتاجران کتب محلّہ توحید گنج منڈی بہاؤالدین
تاریخ طبع جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ......اپریل ۱۹۸۱ء

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ

ابتدائی تعارف:۔ محمد اعظم بن محمد بن محمد شریف عمرزئی شیخ عبداللہ غزنوی کے نام سے مشہور تھے۔

بچپن میں تجرد کا ذوق:۔ (حضرت مولانا عبداللہ غزنوی) فرماتے تھے کہ چھوٹی عمر میں مجھ کو یہ شوق از حد تھا کہ جنگل اور تنہائی میں جا کر دعا کروں اوراس کی طرف کمال توجہ تھی اور مجھ کو خیال تھا کہ ہر ایک شخص کو دعا کا شوق اور ذوق ایسا ہی ہوگا ان دنوں میں بعض ارباب ذوق و باطن آپ کو فرماتے کہ تمہاری پیشانی چمکتی ہے خبردار ایسا نہ ہو کہ برے عالموں کی صحبت میں رہ کر اپنے دل کو خراب کرلو اور تمام خاص وعام آپ کی صلاحیت اور تقویٰ پر جو طفولیت میں تھی، حیران تھے اور علوم متداولہ کی تحصیل میں آپ تھوڑی مدت مشغول رہے آپ کی زیر کی اور فہم کی تیزی اور فکر کی سلامتی پر لوگ حسرت کی انگلیاں چباتے اور تعجب کرتے تھے۔ (بسوانح عمری ص ۱۱)

پاس انفاس اور مرتبہ احسان:۔ آخر الامر جب آپ کی قوت کی شدت اور جوانی کی حد کو پہنچ گئی تو آپ کو جذبہ غیبی اور عنایت ربانی نے پالیا اور آپ تمام ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہیں بیزار ہو کر اپنے مالک کی طرف متوجہ ہوگئے اور تنہائی اور لوگوں سے کنارہ کشی آپ نے اختیار کی۔ دفعۃً حضور دائمی اور پاس انفاس یعنی احسان کا مرتبہ آپ کو دیا گیا۔ (بسوانح عمری ص ۱۱)

بغیر مبادیات تصوف کے مقصد کی رسائی:۔ ایک مبادی ہیں دوسرے مقاصد مبادی سے وسیلے اور واسطے مراد ہیں۔ لوگ وسیلوں اور واسطوں کے ساتھ مقصودوں کو حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً صوفیوں کے اشغال یعنی ان کے لطیفے موضوعہ اخلاق حمیدہ یعنی تواضع اور توکل اور قصرِ امل اور قناعت اور صبر اور رضا اور زہد اور تقویٰ اور رتبہ یادداشت اور حضور دائمی کی تحصیل کے لیے وسیلے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل عمیم سے اس حقیر کی تربیت کی ہے پہلے اس فقیر کے دل میں اللہ تعالیٰ نے مقاصد (مذکورہ) کو بغیر استعمال مبادی کے دفعۃً ڈال دیا جس کی وجہ

سے اس کے تمام برے خلق مجھ سے یکبارگی اپنی بے غایت رحمت کے ساتھ کھینچ لیے اور احسان کا مرتبہ مجھ کو عطا فرمایا اور ماسوی اللہ کا خیال بالکل میرے دل سے اُٹھ گیا اور مالک کا ایک ہونا نظر آ گیا اور نیت اور اخلاص ہر کام میں مجھ کو عنایت فرمائی۔ الحمدلله على نعمه السابغته سب تعریف واسطے اللہ تعالیٰ کے اوپر نعمتوں اس کی پوری کے۔ (بسوانح عمری ص۱۲)

لباسِ ولی کے لوگوں پر اثرات:۔ آپ پہلے پہل لوگوں کی صحبت سے اس قدر بھاگتے تھے کہ تمام ناطے داروں اور دوستوں سے ہجرت کر کے خواجہ ہلال کے پہاڑ میں کہ جہاں کوئی باشندہ نہ تھا جا کر رہنا اختیار کیا پس اس حدیث کے مضمون کے مطابق جس میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اس کے لیے قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے لوگ اس جگہ بھی آپ کے پیچھے پہنچتے تھے۔ زمانے کے عالم و فاضل آپ کے کام میں حیران تھے یہاں تک کہ بعض لوگ صرف دیکھنے کے ساتھ اور بعض صحبت اور مجلس کے ساتھ صاحب حالات اور واردات ہو گئے اور آپ کے لباس سے شاگردوں کو فائدہ حاصل ہونے لگا۔ چنانچہ ایک طالبعلم کو آپ کی پوستین اٹھانے سے وجد آ گیا اور اسی سبب سے طالب علم مذکور پوستین کے مرید کے ساتھ مشہور ہو گیا۔ علاوہ اس کے بہت لوگ صاحب حالات عجیبہ ہو گئے اور ماسوی اللہ سے فارغ ہو کر اللہ کی طرف راجع ہو گئے۔ (بسوانح عمری ص۱۳)

خلوت سے محبت:۔ آپ لوگوں کے ملنے جلنے سے بہت ایذا پاتے یہاں تک کہ فرماتے اگر کوئی شخص ہندوستان سے میرے پاس آنے کا ارادہ کرتا تو میرے دل میں ایسا صدمہ پہنچتا کہ گویا مجھ کو کسی نے گولی لگا دی اور بہت ایذا پاتے اور لوگوں سے نفرت کرتے۔ (بسوانح عمری ص۱۳)

مرشد کی خدمت میں حاضری:۔ دور دور کے شہروں کے عالم بے بدل جامع انواع تقی، حامی شریعت، غرا وحید عصر فرید دہر شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کی طرف جو بلاد افغانستان میں ہر علم میں بے نظیر اور علوم دینیہ وغیرہ میں مجتہد وقت اور امام زماں اور زہد و تقویٰ میں بے مثل تھے اور ان کے زہد اور تقویٰ کے بیان کے لیے ایک بڑا دفتر درکار ہے سفر فرمایا کچھ مدت ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے وطن کی طرف لوٹ آئے اور آپ کی یہی حالت رہی کہ جو مسئلہ مشکل پیش آتا ان سے جا کر استفسار کر لیتے اور شیخ مذکور محققین کی طرز پر جواب دیتے اس ولایت میں شیخ مذکور کے سوا کوئی یہ طریقہ نہ رکھتا تھا۔ اور وہ بھی بڑے عالموں اور وقت کے حاکموں کے خوف سے خاموش اور ساکت رہتے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس سیدھے راستے کی طرف دعوت نہ کر سکتے۔ دوسری بار آپ نے پھر قندھار کا سفر کیا اور اپنے شیخ کے پاس بعض مشکلات کے حل کرنے کیلئے حاضر ہو گئے۔ شیخ مذکور آپ کے حال پر تعجب کرتے اور عام مجلس میں جس شہر کے عالم موجود ہوتے فرماتے دین کے مسئلوں کو جیسے یہ شخص سمجھتا ہے میں بھی نہیں سمجھتا۔ (بسوانح عمری ص۱۴)

مرشد کی خاص نصیحتیں:۔ دوسری بار جو آپ شیخ صاحب رحمہ اللہ سے رخصت ہونے لگے تو رخصت ہوتے وقت شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ شہر (قندھار) تمہارے ملک سے بہت دور ہے اور تم کو یہاں تک آنے میں سخت تکلیف اور سفر کی مشقت ہوتی ہے۔ اب آنے کی تکلیف نہ اٹھانا جواب میں فرمایا میرا آنا دین کی ضرورت کے واسطے ہے اور تکلیفوں اور مشقتوں کو جو میں اپنے پر گوارا کرتا ہوں تو آخرت کے کام کے لیے۔ شیخ نے کہا مجھ کو معلوم ہے کہ تمہارا تربیت کرنے والا خود اللہ عزوجل ہے تم کو میری حاجت نہیں ہے۔ اللہ عزوجل کبھی تم کو ضائع نہیں کرے گا اور اگر کبھی کوئی مشکل اور عقدہ پیش آئے گا تو مجھ کو یقین ہے کہ اللہ عزوجل کسی دیوار یا درخت کو آپ کے لیے گویا کر دے گا جس سے آپ کا عقدہ حل ہو جائے گا۔

نسبت اویسی اور طریق نقشبندیہ: آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مالک نے جس کی ذات بزرگ ہے موافق شیخ کے کہنے کے میرے ساتھ معاملہ کیا۔ قندھار کے قاضی اور عالم آپ کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا کرتے۔ مگر ملا کٹہ کہ عداوت اور مخالفت کے درپے تھا۔ قندھار کے قاضی غلام نے ملا کٹہ کی شکایت ملا سعدالدین مقری کی طرف لکھی کہ ملا کٹہ حقائق و معارف آگاہ الموفق من عنداللہ قائد الخلق الی صراط اللہ محی السنتہ وقامع البدعتہ میاں محمد اعظم صاحبزادہ کی نسبت جس کے حق میں یہ کہنا بجا اور درست ہے "رجل مملومن السنة من الفوق الى القدم" اور اس نے سیر اور سلوک باطن میں نسبت اویسی کے حاصل کرنے کے بعد محض اللہ پاک کی عنایت سے طریقہ نقشبندیہ میں قدم رکھا ہے اور اس طریق کے سیر و سلوک کو پورے

طور پر حاصل کیا ہے اور اس طریقہ میں مجاز ہو گیا اور اس کے بعد سید آدم بنوری رحمہ اللہ قدس اللہ سرہ کے طریق کو بھی حاصل کیا ہے اور اس طریق میں بھی مجاز ہو گئے ہیں۔ القصہ میاں محمد اعظم صاحب کا ظاہر تقویٰ کے زیور سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی موافقت کے ساتھ آراستہ ہے۔ اس کا باطن اہل صفا کے احوالات اور مقامات کے ساتھ پیراستہ لیکن صرف اسی قدر نقصان ہے کہ یہ صاحبزادہ اپنے آپ کو اس کے مخلصوں اور دوستوں سے شمار نہیں کرتا۔ ملا کٹھ اس بزرگ صاحبزادہ کو کبھی وہابی کہتا ہے اور کبھی مبتدع کہہ کر پکارتا ہے۔ (بسوانح عمری ص ۲۰)

الہام اور القار بانی: ملا عبدالحق اپنے زمانہ کے فاضل تھے اس خط کے آخر میں جس کو انہوں نے آپ کے نام نامی پر بھیجا ہے اور اس میں بعض مسائل کی تحقیق کی ہے لکھتے ہیں ”مخدوما ومطاعا از امثال ماگم گشتگان بوادی جہالت و نگونساراں مغاك غفلت ایں مسائل رابدان جناب مقدس قلمی نمودن دررنگ آنسب که کنا سے طرق غالیه سازی رادرنز د عطار بیاں نماید اما ایں جرأت و گستاخی ہرزه سرائی محض بنا برالطاف و اشفاق آن مخدوم معظم است که درباره ایں احقر وارد آنچه بفکر قاصر می رسد بدان گستاخی کرده مے آید۔ انتہیٰ

مولوی عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن بارک اللہ کہ وقت کے عالموں سے مشہور عالم ہیں اور زہد اور تقویٰ اور صلاحیت میں اپنے زمانے کے امام آپ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کرنے کے لیے پنجاب سے سفر کر کے ملک غزنی تک جو دو ماہ کی مسافت ہے گئے۔ راستے میں جو انہوں نے مخالفوں سے کچھ کلمات آں جناب کی نسبت سنے تو حیران ہوئے اسی رات ان کو یہ الہام ہوا:

ترجمہ: سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔

دوسری بار یہ الہام ہوا۔ ترجمہ: تحقیق یہ ہمارے پاس سے چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے۔

تیسری بار یہ الہام ہوا۔ ترجمہ: وہ کیا ہے ایک بندہ ہے جس پر ہم نے فضل کیا ہے۔ (بسوانح عمری ص ۲۰، ۲۱)

پنجاب میں توحید کی پہلی آواز:۔ الا ماشاء اللہ! حافظ حقیقی نے آپ کا اسباب بمعہ کتابوں کے بچا لیا۔ لٹیروں نے راستے میں آپ پر حملہ کیا اور کابلی پٹو جو آپ کے بدن پر تھا آپ کے بدن سے اتار کر بھاگ گئے۔ ایک دن کے بعد وہی پٹو خوب تہہ کر کے لے آئے اور آپ کے آگے رکھ کر چپ چاپ چلے گئے۔ جب آپ پنجاب میں پہنچے تو اللہ کے راستہ کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کیا اور کتاب وسنت کی تابعداری کی رغبت دینے لگے۔ اس سے پہلے پنجاب میں توحید کا نام ونشان نہ تھا ہزاروں آدمی آپ کی صحبت بابرکت سے توحید کا دم بھرنے لگے۔ یہ سب مسجدوں کی آبادی اور نماز روزے کا لحاظ اور حدیث پر عمل کرنا اور کتاب وسنت کا پڑھایا جانا اور سلف کے عقیدے کو اختیار کرنا، پنجاب کے شہروں میں جو تو دیکھ رہا ہے آپ ہی کی سعی اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ ورنہ آپ سے پہلے کسی شخص کو ان باتوں کے ساتھ سروکار نہ تھا۔ (بسوانح عمری ص ۲۷، ۲۸)

امیر وقت کے نام آپ کا ایک خط:۔ ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ ”میں مظلوم ہوں اور حاسدوں کے افتراء اور تہمت کے ساتھ تمہارے باپ نے مجھ کو اپنے ملک سے بدر کر دیا تھا تم اس کام میں اپنے باپ کی تابعداری نہ کرو۔

امیر نے جواب میں لکھا کہ میں ایک شخص کی تمام رعایا کے خلاف رعایت نہیں کر سکتا تم کو لازم ہے کہ ہماری ولایت سے باہر ہو جاؤ۔

ایک غار میں چھپنا اور الہام ہونا:۔ آپ حیران ہوئے کہ اب کس طرف جاؤں اور کوئی جگہ بھاگنے کی نہ دیکھی جنگل کی کسی غار میں اکیلے جا کر چھپ گئے اور کچھ مدت پوشیدہ رہے۔ ان دنوں میں یہ الہام ہوا ”فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین“ ترجمہ: پھر کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی اور تعریف ہے واسطے اللہ کے جو رب ہے سارے جہان کا۔

اور یہ شعر بھی الہام ہوا۔ اے مدعی مپیچ که سرپیچ میشوی   من سبزه دمیده زبستاں کیتم

انہیں دنوں میں اس کی سلطنت الٹ پلٹ ہو گئی اور اس کا اقبال اِدبار کے ساتھ بدل گیا اور وہ اپنی سلطنت سے جدا ہو کر ہرات چلا گیا۔ (بسوانح عمری ص ۳۴)

الہام اشاعت دین کا سبب:۔ جب آپ وہاں پہنچے تو صوبہ دار صرف آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر نرم ہو گیا ادب کے ساتھ بولا کہ آپ کیوں اپنے راستہ کو چھوڑ نہیں دیتے جو کچھ وقت کے مولوی کرتے ہیں آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں سردار محمد عمر کے جرنیل نے کہا کہ اس شخص کو میرے ہاتھ میں دو میں اس کو توپ سے اڑا دوں آپ نے جواب میں فرمایا مجھ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں کتاب اور سنت کو جاری رکھوں۔ بارہا مجھ کو الہام ہوا ہے۔ (بسوانح عمری ص ۳۵)

دشمنوں کے حق میں دعا کرنا:۔ مولوی عبدالاحد خانپوری نے ایک دن عرض کی کہ میرے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ایمان میں استقامت دے۔ فرمایا کہ میں اس شخص کے حق میں بھی دعا کرتا ہوں جو کابل میں مجھ کو نہایت سختی سے مارتا تھا کہ یا اللہ! اس کو معاف کر اور اس کو بہشت میں داخل کر کیونکہ وہ جاہل تھا، جانتا نہ تھا۔ تمہارے واسطے کیوں دعا نہ کروں بلکہ میرے دل سے بے اختیار تمام مسلمانوں کے لیے دعا نکلتی ہے، جو آدم سے اس دم تک پیدا ہوئے ہیں اور اس وقت کے کافروں کے واسطے بھی ہدایت کی دعائیں کرتا ہوں جو زندہ ہیں۔

سب کو معاف کر دینا:۔ کئی دفعہ آپ کی زبان مبارک سے میں نے سنا کہ فرمایا کرتے تھے جن لوگوں سے میں نے قسم قسم کی تکلیفیں اور گونا گوں ضرر اٹھائے ہیں میں نے سب کو معاف کر دیا۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ میرے لیے کسی کو نہ پکڑے۔ جب وہ ظالم اس زدوکوب اور تشہیر سے فارغ ہوئے اور آپ کو سمیت بیٹوں کے قید خانہ میں لے گئے تو بعض دوستوں نے کہا کہ اس زدوکوب کا کچھ علاج کرنا چاہیے ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ جب دیکھا تو آپ کی پشت مبارک پر تھوڑی سی سرخی بھی نمودار نہیں تھی۔ گویا آپ کو کوئی چوٹ ہی نہیں لگی تھی۔ (بسوانح عمری ص ۴۰، ۴۱)

ولی اللہ ہونے پر گواہی:۔ کابل کے امیروں میں سے ایک عالم گل خان نام کہتا تھا کہ مجھ کو بسبب اس واقعہ کے آپ کے ولی ہونے پر یقین کامل ہو گیا۔ کیونکہ اس قدر سخت اگر میرے اس ہاتھی کو مارتے تو بخدا یہ بھی ہلاک ہو جاتا لیکن اس شخص کو باوجود اس قدر ضعف اور کلاں سالی کے کچھ نہیں ہوا۔ اس واقعہ عظیم کے بعد آپ کو یہ الہام ہوا۔ ”وجزاھم بما صبروا جنة وحريرًا ط“

ترجمہ: اور بدلہ دیا ان کو اس پر کہ انہوں نے صبر کیا بہشت اور کپڑے ریشمی۔ (بسوانح عمری ص ۴۱)

قید خانے میں غیبی امداد:۔ بس قید خانہ میں ڈالے گئے اور پھر خبر نہ ملی۔ شہر کے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہو گیا وہ ہر وقت قسم قسم کے کھانے اور پھل آپ کے سامنے لاتے اور اس قدر فراخی تھی کہ اپنے گھروں میں بھی کبھی اس قدر فراخی نہیں دیکھی تھی۔ امیر افضل خان بعارضہ وبا مر گیا۔ اس کے بعد امیر اعظم خان تخت پر بیٹھا۔ اس کم بخت ظالم نے خان ملا خان عبدالرحمٰن نام کے بہکانے سے عین گرمی کے موسم میں پیادہ پا آپ و بغیر زادِ راہ پشاور کی طرف نکال دیا اور سخت دل سپاہیوں کو آپ کے ساتھ مقرر کیا کہ بہت جلد آپ کو پشاور پہنچا دیں۔ (بسوانح عمری ص ۴۲)

اوپر سے گرمی کی آگ برستی تھی اور نیچے سے زمین کی تپش کے ساتھ پاؤں جلتے تھے اور سنگدل سپاہیوں کی وجہ سے جو آپ کے پیچھے تھے آرام کی نوبت نہ ملتی تھی اس سفر میں آپ کے دو خادم آپ کے ساتھ تھے ایک ملا سفر نام اور ایک ملا مراد نام جب آپ چل نہ سکتے تو ملا سفر اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عزیز کرے آپ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا تھا۔ الغرض نہایت تکلیف کے ساتھ پشاور پہنچے اسی سبب سے ملا سفر راحلہ عبداللہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس اثناء میں آپ کو کئی بار یہ الہام ہوا۔ ”فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمدلله رب العالمين“

ترجمہ: پھر کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی اور تعریف ہے واسطے اللہ کے جو رب ہے سارے جہان کا۔

اور اسی طرح یہ القاء ہوا۔ ”انامن المجرمين منتقمون“ ترجمہ: تحقیق ہم گناہگاروں سے بدلہ لینے والے ہیں۔ (بسوانح عمری ص ۴۲، ۴۳)

فنا فی اللہ کا مقام:۔ آپ نے فرمایا میں دنیا میں نہیں ہوں فقط میرا ظاہر بدن دنیا میں آپ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ورنہ میں آخرت میں ہوں اور واقع میں بات اسی طرح تھی کہ صرف آپ کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے تمام خطرے اور فکر ذرات کی طرح اڑ جاتے۔ اگر کوئی شخص اتفاقاً آپ سے دینوی امر پوچھتا تو جواب میں فرماتے:

بسودائے جاناں زجان مشتغل بذکر حبیب از جہان مشتغل (بسوانح عمری ص ۴۵)

غرباء، مساکین سے محبت وسخاوت:۔ روپیہ آپ ٹھیکریوں کی طرح سمجھتے تھے صدہا روپے آپ کے پاس آتے اور جس مجلس میں وہ روپے آپ کو ملتے اسی مجلس میں مصارف میں بانٹ دیتے۔ یتیم اور مسکین آپ پر اس قدر دلیر ہو گئے تھے کہ جس وقت آپ کے پاس حاضر ہوتے جس قدر روپیہ کہ آتا آپ کے ہاتھوں اور دامن سے کھینچ لیتے اور آپ مسکراتے رہتے اور کچھ برا بھلا نہ کہتے۔ جو لوگ پیچھے رہ جاتے ان کو کچھ نہ ملتا آپ کے جیب اور رومال اور دامن تلاش کرتے کہ شاید کچھ ہاتھ آجائے آپ اپنے سب کپڑے تبسم کرتے اور ان کو دکھا دیتے اور فرماتے کہ کوئی چیز نہ رہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس وقت کہ اور روپیہ آئے گا تم کو دے دیا جائے گا۔ بخدا میں نے یہ معاملہ کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تسبیح اور تحمید اور دعاؤں کے سوا آپ کا کوئی دوسرا شغل نہ تھا یہاں تک کہ آپ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ میں آدھی رات اللہ تعالیٰ کو جا ملے اور زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے دفن کیے گئے۔ (بسوانح عمری ص ۴۶)

الہامات اور مبشرات ہزاروں میں:۔ جو الہام اور خوابیں آپ کو کتاب اور سنت پر ثابت رہنے اور خلق اللہ کو کتاب وسنت کی طرف بلانے اور تقویٰ اور توکل اور صبر اور خشیت اور زہد اور قناعت وترک ماسوی اللہ اور انابت اور آپ کے مقام امانت میں پہنچنے اور آپ کی حفظ اور نصر اور مغفرت کے وعدہ پر ہوتی ہیں وہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی ہیں۔ ان کے جمع کے لیے ایک بڑی کتاب چاہیے۔ (بسوانح عمری ص ۴۷)

ذوق سلوک وتصوف:۔ آپ اگرچہ سلوک کی کتابوں اور صوفیہ کے مشاغل مروجہ سے پہلے ہی بری تھے۔ لیکن جذبہ غیبی کے پہنچنے کے بعد آپ میں صوفیہ کے مشاغل کے ثمرات اور آثار کسی کی تعلیم کے سوا مشاہدہ کرتے تھے رفتہ رفتہ صوفیاء کے طریق کے مطابق اس راہ پر طالبوں کو تعلیم دینے لگے اور ہمیشہ ہمہ تن ہدایت کی زیادتی کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے گریاں اور نالاں رہتے۔ گویا آپ کا بدن اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے اور اس سے ڈرنے کی تصویر تھا۔ (بسوانح عمری ص ۴۷)

اہل اللہ پر طعن جرح کرنیوالا مردود ہے:۔ اور اہل اللہ پر طعن اور جرح کرنے والے کو خدا کی راہ سے مردود ہونے اور محرومی کا سبب سمجھتے اور ان کے اقوال، افعال کو نصوص کے تابع کرتے۔ (بسوانح عمری ص ۵۱)

مطالب قرآنی کا الہام:۔ قرآن مجید کے وہ الفاظ جو آپ کو یاد نہ ہوتے اور نہ آپ ان لفظوں کے مقام جانتے الہام ہو جاتے۔ پھر حافظوں سے پوچھتے۔ سبحان اللہ! کس قدر آپ کو نواتب حقہ اور مصیبتوں اور اعمال شاقہ پر ثبات اور استقامت تھی، بلاشبہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تربیت اور روایت سے تھا۔ بشر کی کیا طاقت ہے! واصبر وما صبرك الابالله۔ (بسوانح عمری ص ۵۲)

آپ کا حلقہ بیعت اصلاح:۔ آپ کے ہاتھ پر بہت لوگوں نے بیعت کی اور توبہ کی ان کو فاتحۃ الکتاب کا ترجمہ اپنے خداوند فکر کے لحاظ سے سناتے تھوڑے دنوں میں طالب کو ذوق اور محبت کی حالت ہو جاتی اور نماز میں لذت آنے لگتی اور اول وقت قیام اور رکوع وقومہ، سجدہ جلسہ وغیرہ کی تعدیل کے ساتھ ایسی نماز پڑھتے کہ اس کے حسن اور طول سے کچھ نہ پوچھ۔ (بسوانح عمری ص ۵۲)

آپ کی نماز: آپ ایسی نماز پڑھتے کہ اپنی جان کی خبر نہ رہتی دیکھنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور تضرع اور خشوع کا مشاہدہ راعی العین ہوتا۔ یہ وہ ہے جو معلوم کیا اور جانا ہم نے آپ کے حال سے راضی ہو اللہ تعالیٰ آپ سے اور ہم سے اور یہ وہ ہے جو مشاہدہ کیا ہم نے بغاوت دشمنوں اور حاسدین آپ سے " واللہ حسیبه وحسیبهم "(بسوانح عمری ص ۵۲)

حالات غیبیہ کا مجموعہ:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد! یہ ایک مجموعہ ہے جو شامل ہے عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے حالات غیبیہ اور واردات لاریبیہ کے ایک ٹکڑے پر اور خبر دینے والا ہے ان کے کلمات قدسیہ کے کچھ حصے پر جو وہ نمونہ ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات جامعہ کا اور وارث کرنے والا ہے ظاہر اور باطن کے فائدوں کو اور اللہ تعالیٰ اس کے پورا کرنے کی توفیق دینے والا ہے جاننا چاہیے کہ آپ کا نام مبارک محمد اعظم ہے قوم عمرزئی سے اور آپ کے

باپ دادے بھی ولایت کے ساتھ مشہور ہیں اور آپ کے گاؤں کا نام گیرو ہے۔ ساتھ کاف فارسی اور یائے تحتیایہ کے جو خواجہ ہلال کے پہاڑ کے متصل ہے شہر غزنی کے ضلع میں اور چونکہ آپ کا نام مشعر تھا تزکیہ نفس پر اس لیے آپ فرماتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کائنات سے اعظم اور مخلوقات سے افضل ہیں۔ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ میرا نام عبداللہ بہتر ہے اسی لیے سب چھوٹے بڑے آپ کے ساتھ بات چیت کرنے کے وقت آپ کو عبداللہ کہتے ولیکن آپ لوگوں کو اس لقب کے ساتھ جو شرع شریف کے موافق ہوتا یاد فرماتے اور جس نام میں شرک کی بو آتی اس کا بدل دینا آپ کی عادت شریف تھی۔ (بسوانح عمری ص ۵۶)

جذبہ الٰہی کا آغاز:۔ اور فرماتے تھے کہ جذبہ الٰہی کا آغاز پہلے دن شام کی نماز کے بعد تھا جو خود بخود بلا واسطہ کسی پیر کے جذبہ الٰہی پہنچ گیا اور تمام زور کے ساتھ ماسوا اللہ کو میرے دل سے کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ تین دن تک مجھ کو اپنے نفس سے کدورت اور ظلمت اس طور پر معلوم ہوتی تھی کہ از خود گندی بو آتی جس سے جی متلانے لگتا اور باقی لوگوں سے بھی دیکھنے کے وقت تے آنے لگتی۔ (بسوانح عمری ص ۵۶، ۵۷)

لکڑیوں کا ساتھ ذکر کرنا (کرامت):۔ فقر اِل یہاں تک تھی کہ فانی زندگانی پر کسی طرح کا اعتماد نہ رہا اور مخلوقات سے یہاں تک نفرت تھی کہ نماز جماعت کے ساتھ بڑی دشواری کے ساتھ گزاری جاتی اور ذکر کی نسبت اس طرح غالب تھی کہ جو شخص مجھ کو دیکھتا ذکر کرنے لگتا اور کبھی کبھی چھت کی لکڑیوں سے بھی ذکر سنا جاتا۔ (بسوانح عمری ص ۵۷)

نفی اثبات کے آگ پر اثرات:۔ برف کی بارش کے موسم میں جب میں آگ پر بیٹھتا تو نفی اور اثبات کے وقت جو میں سر کو ہلاتا۔ اسی طرح آگ بھی گھومتی اور اس سبب سے کہ میں نے کسی شیخ کی صحبت نہیں اٹھائی تھی اور نہ مشائخ کا حال دیکھا سنا تھا۔ حیرانی پیش آتی تھی کہ آیا کسی شیخ کے پاس جا کر تعلیم حاصل کروں چنانچہ اسی نواح میں ایک شیخ شاہ صاحب غلام علی دہلوی مجددی احمدی رحمہ اللہ کے مریدوں میں سے ریاضت شاقہ اور چلوں کے ساتھ مشہور تھا ان کے دیکھنے کا دل میں پختہ ارادہ ہوا۔ چونکہ میں اکیلا راہ کا واقف نہ تھا اور کسی کی ہمراہی بھی ممکن نہ تھی۔ ایک شخص کو راہ بتلانے کے لیے میرے ساتھ کیا گیا اس طرح کہ وہ دور سے راہ دکھلائے جب شیخ سے ملاقات ہوئی تو اس پر حالت آ گئی جو خود بخود اپنے سر کو ہلاتا تھا اور اس نے اپنے سارے لطیفے اس جوش میں ظاہر کیے جو کچھ میں نے اس صحبت میں دیکھا کسی زمانہ میں نہیں دیکھا۔ پس میں نا امید ہو کر واپس آیا۔ (بسوانح عمری ص ۵۷)

کرامات مولوی سید سلیمان روڈی رحمہ اللہ

عیاش نوجوان پر توجہ کا اثر (کرامت):۔ آپ کے ایک دوست کا لڑکا نظام الدین نامی بدچلن ہو گیا اور سارا وقت گانے بجانے، ناچنے کودنے میں گزارنے لگا، ماں باپ اور سارے رشتہ دار سمجھا سمجھا کر تھک گئے مگر وہ نہ مانا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عیاش طبع انسانوں کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے اس کا باپ آپ کے پاس آیا اور بیٹے کی حالت بیان کر کے رو دیا۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کرو خدا نے چاہا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک دن نظام الدین اتفاقاً مولوی صاحب کے پاس سے گزرا۔ آپ نے اُسے پکڑ لیا۔ بس پکڑنا ہی تھا کہ اس کا نقشہ پلٹ گیا، وہ زار و قطار روتا تھا اور اپنے گناہوں سے تائب ہو رہا تھا، چنانچہ وہی نظام الدین اب بہت بڑا متقی اور پارسا بن گیا ہے۔ (بسوانح عمری ص ۷۱، ۷۲)

> **وضاحت:** آپ مولانا عبدالجبار صاحب بن مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے مریدین میں سے ہیں۔ روڑی ضلع حصار میں رہتے ہیں۔ ۸۰ سال کے قریب عمر ہے۔ نہایت رقیق القلب، متقی، پارسا، شب زندہ دار، متبع سنت بزرگ ہیں پاس بیٹھنے والوں پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ خشیت الٰہی طاری ہو جاتی ہے۔ راقم الحروف کو جب زیارت کا موقعہ ملا تو جماعت کے موجودہ بزرگوں میں سے بس آپ ہی پر نگاہ ٹھہری تھی بڑے مسکین طبع، محبّ خدا، عاشق رسول واقع ہوئے ہیں پہلے پہل جب بدعات کی تردید اور سنت کی اشاعت شروع کی تو بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلنی پڑیں

مگر آپ کی تبلیغی کوششوں اور وجدانی مساعیوں سے سارے علاقہ میں توحید کا ڈنکا بج چکا ہے۔ اب گو آپ ضعیف ہو چکے ہیں اور بجز ذکر الٰہی کے کوئی تبلیغی کام نہیں کر سکتے تاہم خدا کا شکر ہے کہ آپ کے صاحب زادے مولوی عبداللہ صاحب جو بجائے خود طبی لائن میں شہرہ آفاق ہیں، تبلیغی میدان میں بھی آپ کے بہترین جانشین ہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب بھی صوفی منش بزرگ ہیں۔ خدا کرے کہ جماعت کو آپ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع مل سکے۔ (بسوانح عمری ص ۷۱)

انتقال مرشد کی غیبی اطلاع (کرامت):۔ ایک روز علی الصبح آپ فرمانے لگے کہ لو بھائی آج ہمارے پیر و مرشد (مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی) بہشت میں پہنچ گئے ہیں میں نے رات ان کو بہشت میں دیکھا ہے اور یہ شعر سنا ہے جو میری زبان پر جاری ہو گیا ہے۔

"لے او بیلی اللہ بیلی ساڈے ہوئے چلانے"

یعنی اے دوست! خدا حافظ ہم تو جا رہے ہیں۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے، چنانچہ بعد میں جو اطلاعات آئیں ان سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت اور اسی دن امام صاحب کا انتقال ہوا تھا جس دن مولوی صاحب نے علی الصبح ہم سے یہ کہا تھا۔ (بسوانح عمری ص ۷۲)

انتقال لڑکی کی کشفی اطلاع (کرامت):۔ تحصیل سرسہ میں ایک بہت بڑے رئیس اور نواب تھے ان کی صاحبزادی بیمار ہو گئی کئی علاج کیے افاقہ نہ ہوا۔ انہوں نے چاہا کہ مولوی صاحب کو بلایا جائے۔ وہ دم کریں گے تو شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کی طرف آدمی آیا۔ آپ جانے کے لیے تیار ہوئے سواری منگائی گئی کہ معاً آپ نے فرمایا، اب جانا فضول ہے، لڑکی کا تو انتقال ہو گیا ہے چنانچہ آدمی جب واپس گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت جب مولوی صاحب نے فرمایا تھا اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔ (بسوانح عمری ص ۷۳)

پریشانی میں مرشد کی رہنمائی:۔ مولوی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میرے دل میں ایک بزرگ کے ملنے کا خیال پیدا ہوا اور جی چاہا کہ کچھ دن ان کے پاس جا کر ٹھہروں اور فیض حاصل کروں۔ ابھی یہ میرے جی ہی جی میں تھا اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب سامنے سے آ گئے اور آتے ہی فرمایا کہ ذرا سوچ سمجھ کر جانا، آج کل دکانداریاں زیادہ ہیں اللہ والے بہت کم ہیں چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی وہ دکاندار ہی تھے۔ (بسوانح عمری ص ۷۳)

کرامات عبدالرحمٰن صاحب لکھوی رحمہ اللہ

نگاہ ولی کے فقیر پر اثرات (کرامت):۔ مولوی قائم الدین صاحب سکنہ چک ڈھیوالہ ضلع لائلپور کا بیان ہے کہ جن دنوں میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں لکھوکے پڑھا کرتا تھا ان ایام کا واقعہ ہے کہ ایک بھنگی چرسی فقیر آیا جس کی داڑھی تو صفاچٹ تھی اور مونچھیں لمبی لمبی تھیں ہاتھ میں چمٹا، بدن پر کملی، شکل و صورت خلاف شرع گاتا تھا اور کہتا تھا کہ مولوی صاحب نشہ ٹوٹا ہوا ہے کچھ دے دو مولوی صاحب نے ایک طالب علم سے کہا کہ اسے پیسہ دیدو وہ بولا ایک پیسہ سے کیا بنتا ہے اگر دینا ہے تو کچھ آپ دو فقیر کا عمل ٹوٹا ہوا ہے نہ بھنگ ملی ہے نہ چرس، مولانا نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا مجھ سے کچھ لینا ہے جونہی اس کی نظر سے نظر ملی وہ لڑکھڑا کر گرا اور ایسا گرا کہ بے ہوش ہو گیا طالبعلم اسے سنبھالنے کے لیے بڑھے مگر وہ ایسا بے حس پڑا تھا جیسے مردہ، تین گھنٹے وہ بیہوش پڑا رہا جب ہوش سنبھالا تو اٹھا مولانا نے پوچھا کیوں بھائی کیا لینا ہے؟ وہ بولا جو لینا تھا وہ لے لیا بس مجھے مسلمان بنا دیجئے مولانا نے حجام کو بلوایا اس کی مونچھیں اور لٹیں کٹوا دیں بھنگ چرس سے توبہ کرائی اور قرآن پڑھانا شروع کیا مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ وہ فقیر اٹھارہ برس تک مولوی صاحب کی خدمت میں رہا اور اچھا خاصا عالم اور صوفی بن گیا۔ (بسوانح عمری ص ۷۵)

در مدینہ فوت شد قطب زمان: آپ مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ رحمہ اللہ مصنف تفسیر محمدی کے صاحبزادہ ہیں آپ

۱۲۵۳ھ میں بمقام لکھوکے ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے آپ کا نام تو عبدالرحمٰن تھا مگر محی الدین کے نام سے مشہور تھے، سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور ۱۷ سال کی عمر میں علوم درسیہ متعارفہ سے فراغت پائی۔ طبیعت شروع ہی سے تصوف کی طرف مائل تھی اور کسی پیر طریقت کی تلاش تھی ۲۲ سال کے تھے کہ غزنی پہنچے اور حضرت عبداللہ صاحب الغزنوی رحمہ اللہ کی بیعت کی۔ حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے پنجاب تشریف لانے اور امرتسر قیام فرمانے پر تو ہزار ہا لوگوں نے فیض پایا۔ مگر غزنی پہنچ کر السابقون السابقون کا مرتبہ آپ ہی نے حاصل کیا تھا۔ حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کو آپ سے بہت محبت تھی چنانچہ آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ''ما و عبدالرحمٰن یکسیت'' پھر آپ کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا ''درمیان ماشمامناسبت دراز ل بود'' چنانچہ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو اپنا نائب بھی قرار دیا تھا۔ آپ کو اکثر الہام ہوا کرتے تھے، جو الگ رسالہ کی شکل میں مطبوع ہیں آخری عمر میں الہام ہوا ''یــــا ایتها النفس المطمٔنه ارجعی الی ربك راضية مرضيةً فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی'' جس پر آپ حج کے لیے روانہ ہوگئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر بعد زیارت روضہ نبوی ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والی دعا ''اللهم ارزقنی شهادة فی سبيلك واجعل موتی ببلدرسولك'' نہایت خشوع خضوع سے کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور ۶۰ سال کی عمر میں ۱۵ ذیقعد ۱۳۱۲ء کو بروز جمعہ وہیں شہادت پاک جنت البقیع میں مدفون ہوئے ''انا لله وانا اليه راجعون'' آپ کا قطعہ تاریخ ہے:

در مدینہ فوت شد قطب زمان (۱۳۱۲) (دیگر) صادقین را نور حق تا بدمدام (۱۳۱۲) (بسوانح عمری ص ۷۴، ۷۵)

نگاہ ولی کا دشمن پر اثر: ۔ ایک بار مولانا موصوف معہ چند طلباء کے نہر پر جو لکھوکی کے قریب ہی تھی غسل کے لیے تشریف لے گئے نہر کے متصل ہی ایک سڑک گزرتی ہے جو فیروز پور کی طرف سے آتی ہے اس پر دو سوار گزر رہے تھے جن میں سے ایک محمود نامی ڈوگر تھا یہ بہت بڑا زمیندار اور متکبر انسان تھا اور اسے اہلحدیث سے خاص عداوت تھی اس نے بارہا یہ کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالرحمٰن مجھے اکیلا کہیں مل گیا تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گا کیونکہ اس نے سارے علاقہ میں وہابیت پھیلادی ہے کسی طالب علم نے مولانا سے ذکر کر دیا کہ محمود آپ کا اشد ترین دشمن ہے اور وہ جا رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اسے بلالو اور کہو کہ جو کچھ کرنا ہے یہیں کرلے، طالب علم نے آواز دی کہ میاں محمود! مولوی صاحب یہیں ہیں آؤ اور اپنے دل کے ارمان نکال لو۔ محمود آیا گھوڑی سے اترا ابھی مولانا کے سامنے ہی آیا تھا اور آنکھ سے آنکھ ملی تھی کہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا اور ہائے ہائے کرنے لگا مولانا نے پوچھا کیوں بھائی کیا ہے؟ مجھ سے کیوں ناراض رہتے ہو! وہ بولا حضرت مجھے معاف کیجئے میری غلطی تھی میں نے آپ کے خلاف بہت کچھ کیا مگر اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ مولانا نے کہا دل صاف کرلو اور جاؤ اللہ تمہیں خوش رکھے، وہ کہنے لگا: حضور اب کہاں جاؤں ہاتھ بڑھایئے اور مجھے اپنا مرید بنایئے۔ اس واقعہ کے راوی مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ محمود کی آنکھ پر ایک موہکہ تھا جو اسے بہت تکلیف دیتا تھا وہ بارہا اسے کٹوا چکا تھا مگر وہ پھر بڑھ جاتا تھا اور آنکھ ڈھانپ لیتا تھا جس سے وہ سخت تنگ آ گیا تھا اس نے عرض کیا حضرت اس پر دم کر دیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت سے بھی نجات دے مولانا نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس پر لب لگا دیا محمود کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ موہکہ کچھ ایسا مٹا کہ پھر کبھی ظاہر نہیں ہوا اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے نجات مل گئی۔ (بسوانح عمری ص ۷۶، ۷۷)

ولی کامل کی طرف مجذوب کی رہنمائی: ۔ موضع لکھوکی سے کچھ فاصلہ پر ایک جمیل نامی گاؤں تھا جہاں کا سردار جلال الدین عرف جلّو بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا جلو کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں، مگر پھر بھی وہ اولاد سے محروم تھا۔ پنجاب میں یہ رواج ہے کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ پیروں، فقیروں، جوگیوں، مست قلندروں، خانقاہوں اور قبروں کی طرف رجوع کرتا

ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے۔ جلو بھی اسی خیال کا بندہ تھا اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں اُٹھ دوڑتا تھا۔ ایک بار اسے پتہ چلا کہ فیروز پور شہر میں ایک مستانہ ہے جو مجذوب ہے اور بالکل ننگ دھڑنگ رہتا ہے وہ اس کے پاس گیا اور اس سے بیٹا مانگا، مجذوب بولا، نالائق اگر بیٹا لینا ہے تو لکھو کی جا۔ جلو نے دل میں کہا کہ وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں، بھلا وہاں بیٹا کیسے ملے گا؟۔ مجذوب نے کہا نالائق جاتا نہیں ہے بیٹا یہاں سے نہیں بلکہ وہاں ہی سے ملے گا۔ جلو اس مستانہ کے ارشاد پر لکھو کی پہنچا اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ میں دعا تو کر دیتا مگر تو منکر قرآن ہے تیرے حق میں میری دعا قبول نہ ہوگی۔ جلو نے کہا: میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے آپ نے پوچھا کہ تیری کتنی بیویاں ہیں؟ اس نے کہا: سات۔ آپ نے فرمایا قرآن تو چار سے زیادہ اجازت نہیں دیتا۔ پھر تو نے سات کیوں کیں؟ اس نے کہا: جو حکم ہو میں اس پر عمل کروں۔ آپ نے فرمایا کہ تین کو یہیں طلاق دیدے گاؤں میں مسجد بنوا، خود نماز پڑھنے کا اقرار کر اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کر تو میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں اس نے ایسا ہی کیا آپ نے دعا فرمائی خدا کی قدرت اگلے ہی سال اس کے ہاں فرزند نرینہ تولد ہوا وہ دوڑا دوڑا آیا اور مولانا کو لے جانا چاہا۔ مگر آپ نہ گئے اور کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام یہ سمجھنے لگیں عبدالرحمٰن نے بیٹا دیا ہے پھر اس نے عرض کیا کہ حضور آپ اس کی تردید کریں اور توحید کا وعظ کہیں تا کہ ہمارے گاؤں والے بھی کچھ توحید و سنت سے آشنا ہو جائیں چنانچہ اس پر آپ وہاں گئے اور کئی دن تک وہاں وعظ کیے اور سب کے سب گاؤں اہلحدیث ہو گئے روانگی پر سردار نے آپ کو بہت کچھ دینا چاہا مگر آپ نے ایک حبہ تک قبول نہ کیا۔ (بسوانح عمری ص ۷۸)

ولی کی روحانی طاقت پر اعتماد:۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ سوہدروی کا بیان ہے کہ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی رحمہ اللہ نے ایک بار اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں مرزا قادیانی کو چیلنج دیا کہ وہ ہمارے ایک صوفی کے ساتھ روحانی مقابلہ کرے۔ اگر وہ کامیاب ہوا تو ہم اس کا ساتھ دیں گے اور اگر وہ ناکام ہوا تو اپنے دعویٰ سے تائب ہو جائے یہ روحانی مقابلہ دونوں کو الگ مکان میں بٹھا کر سات دن تک رہے گا۔ مرزا جی نے اس سے انکار کر دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا مولانا غلام نبی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے مولانا محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ وہ کون صوفی تھے جن پر آپ کو انتہائی اعتماد ہے کہ مرزا جی کو ایسا اہم اور ذمہ دارانہ الٹی میٹم دے دیا۔ مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ وہ صوفی عبدالرحمٰن صاحب لکھوی رحمہ اللہ ہیں، مجھے ان کی روحانی طاقت پر اتنا اعتماد اور وثوق ہے کہ اگر مرزا مان جاتا تو یقیناً اس مقابلہ میں زندہ نہ بچتا۔ (بسوانح عمری ص ۷۸، ۷۹)

خرابی جہاز کی الہامی اطلاع:۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب جب سفر حج کے لئے روانہ ہوئے اور بمبئی پہنچ کر جہاز کا ٹکٹ خرید لیا اور جہاز چلنے کو تھا کہ آپ نے فرمایا اس جہاز پر نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ ٹکٹ واپس کر دیا گیا۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد دوسرے جہاز نادری کا ٹکٹ خریدا جب وہ تیار ہوا تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ اس جہاز پر بھی نہیں جانا چاہیے ہمراہی حیران تھے کہ مولانا کیا کر رہے ہیں جان بوجھ کر روانگی میں تاخیر کرتے ہیں مگر بالآخر آپ کا کہا مانا اور وہ ٹکٹ بھی واپس کیا۔ پھر تیسرے جہاز پر سوار ہوئے جب جدہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جہازوں میں بیماری پھیل گئی تھی اور حکومت نے انہیں چالیس چالیس دن کے لیے کامران روک لیا ہے۔ یعنی اگر وہ لوگ ان جہازوں میں سوار ہوتے تو ۴۰ دن بعد جدہ پہنچتے کسی نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کو کیونکر پتہ چلا تھا تو آپ نے فرمایا کہ الہام ہوا تھا۔

نوٹ: آپ کے بہت سے الہامات اور کرامات اور بھی ہیں مگر انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (بسوانح عمری ص ۷۹)

کرامات مولانا غلام رسول صاحب قلعوی رحمہ اللہ

گمشدہ بیٹے کی فوراً حاضری (کرامت):۔ ایک بار قلعہ میاں سنگھ میں ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی، حضور! میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا ہے بس ایک ہی بیٹا تھا، اس کے فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے اور روٹی کھا رہا ہے جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو، حجام گھر گیا تو سچ مچ

بیٹا آیا ہوا تھا اور کھانا کھا رہا تھا بیٹے سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا، معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر طرفۃ العین میں یہاں پہنچ گیا۔ (بسوانح عمری ص ۸۰)

روحانی بصیرت اور کشفی اطلاع (کرامت):۔ میاں محمد چٹو جولا ہور میں ایک مشہور سوداگر تھا، بیان کرتا ہے کہ میں نے بہت سے گھوڑے بغرض فروخت کشمیر روانہ کئے، مگر تین مہینے گزر گئے، کوئی گھوڑا فروخت نہ ہوا میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت دعا کیجئے بہت نقصان ہو رہا ہے اور مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے آپ نے فرمایا میاں! تیرے گھوڑے والئ کشمیر نے خرید لیے اور تین ہزار روپیہ منافع ملا ہے، میاں محمد حیران ہوا کہ ابھی ابھی تو خط آیا کہ یہاں کوئی خریدار نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ تین ہزار منافع ملا ہے، میاں محمد کہتا ہے کہ دوسرے دن خط آ گیا کہ سب کے سب گھوڑے فروخت ہو گئے اور تین ہزار منافع ہوا۔ (بسوانح عمری ص ۸۱)

نہ چاہتے بھی عورت کا مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ شیخ عبداللہ، نومسلم جو موضع دلا ور میں رہتا تھا کہتا تھا کہ جب میں مسلمان ہو گیا تو میری بیوی نے اسلام سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ میں تو کبھی مسلمان نہ ہوں گی مجھے بہت صدمہ ہوا اور اسی صدمہ میں نڈھال ہوتا چلا گیا، کیونکہ میں اسے بہت چاہتا تھا اور حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا۔ تمام اقرباء بھی میرے دشمن ہو گئے اور بیوی بھی از حد نفرت کرنے لگی کچھ عرصہ کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لیے فہمائش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کے بغیر میری زندگی محال ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ آ رہی ہے اور مسلمان بھی ہو گئی ہے چنانچہ اسی دن اس کا پیغام آیا کہ مجھے آ کر لے جاؤ میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ (بسوانح عمری ص ۸۱)

ہندو عورت پر کلماتِ ولی کا اثر (کرامت):۔ محمد عمر ولد کرم الٰہی کا بیان ہے کہ مولانا نماز صبح سے فارغ ہو کر گھر کو جا رہے تھے میں بھی ساتھ تھا کہ ایک ہندو عورت ''واہگرو، واہگرو'' پڑھتی ہوئی جا رہی تھی آپ نے کہا کہ واہگرو نہیں بلکہ ''وحدہ'' کہو صحیح یہی ہے وہ عورت ''وحدہٗ، وحدہ'' کہنے لگی اور یہ جملہ اس کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ بہزار کوشش بھی بدل نہ سکا اور بالآخر وہ مسلمان ہو گئی۔ (بسوانح عمری ص ۸۱)

سکھ کا فوراً مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ ایک بار آپ گجرات کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک سکھ ملا اس نے پوچھا کہ حضرت موضع ڈنگہ کا راستہ کون سا ہے؟ (ڈنگہ ضلع گجرات میں ایک مشہور مقام ہے آپ نے فرمایا بھائی مجھے ڈنگہ راستہ تو معلوم نہیں، البتہ سیدھا راستہ یاد ہے (ڈنگہ پنجابی میں ٹیڑھے کو کہتے ہیں) اس نے ہنس کر کہا اچھا سیدھا راستہ بتا دیجئے۔ آپ نے کہا پڑھو ''**لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**'' آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے لگ گیا اور وہیں مسلمان ہو گیا۔ (بسوانح عمری ص ۸۲)

جو کہا ولی نے، وہ ہو گیا (کرامت):۔ فضل الدین نمبردار سکنہ مان ضلع گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ساہوکار سے بارہ سو روپے قرض لیا تھا اور وہ مجھے بہت تنگ کر رہا تھا چنانچہ ایک بار تو اس نے مجھے نوٹس دیدیا اور قریب تھا کہ دعویٰ کر کے مجھے ذلیل کرتا میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اپنی غربت اور ناداری کا ذکر کیا اور دعا کی فہمائش کی آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں جاؤ چار آدمی ساتھ لے کر اس سے حساب کرو صرف بائیس روپیہ نکلیں گے وہ ادا کر دینا فضل الدین حیران ہوا کہ میں نے ابھی تک اسے دیا لیا تو کچھ ہے نہیں۔ بھلا بائیس روپیہ کیونکر نکلیں گے وہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر گیا اور ساہوکار سے کہا کہ کھاتہ لاؤ اور میرا حساب صاف کر لو، ساہوکار نے بہی نکالی تو دیکھا کہ اس حساب میں کہیں لکھا ہے، فلاں تاریخ کو اتنی گندم لی۔ اتنا تمبا کو وصول ہوا اتنی کپاس آئی، علیٰ ہذا القیاس سارا حساب جو لگایا تو بقایا صرف ۲۲ روپیہ نکلے ساہوکار بھی حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہوا ہے اور فضل الدین بھی حیران تھا مگر بہی کھاتہ کے مطابق بائیس روپیہ دے کر حساب صاف کر دیا گیا۔ (بسوانح عمری ص ۸۲)

بانجھ بھینس کا گیارہ بچے جننا (کرامت):۔ اسی فضل الدین زمیندار سکنہ مان کا بیان ہے کہ میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی، کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا، پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گائے بھینس خریدی جا سکتی۔ ایک بوڑھی سی بھینس تھی جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ اب گابھن نہیں ہو سکتی، کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے میں نے مولانا سے عرض کیا کہ دعا کریں، خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے آپ نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے اور عنقریب بچہ دینے والی ہے وہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی تم فکر نہ کرو۔ فضل الدین کا بیان ہے کہ سچ مچ تھوڑے ہی

دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد بچوں کو جنم دیا اور مدت دراز تک دودھ دیتی رہی۔ (بسوانح عمری ص ۸۳)

خواجہ چشتی اجمیری رحمہ اللہ کی یاد تازہ (کرامت):۔ باوا کاہن داس گورداسپوری ایک بار قلعہ میہاں سنگھ آیا ہندوؤں نے مل کر عرض کیا، باوا جی یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جن کے وعظ سے کئی ہندو مسلمان ہو رہے ہیں آپ بھی بہت بڑے وِددان ہیں ذرا ان کا مقابلہ تو کیجئے تا کہ ہندو مسلمان ہونے سے بچ جائیں۔ باوا جی نے کہا: بہت اچھا میں اسلام پر ایسے اعتراض کروں گا کہ وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے، چنانچہ باوا جی بڑے طمطراق کے ساتھ مولانا کے پاس پہنچے اور جاتے ہی کہا کہ اسلام کیا ہے؟ جسے آپ لیے پھرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ آؤ میں بتاؤں اسلام کیا ہے اول کلمہ پڑھنا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ابھی آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا ہی تھا اور آگے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ باوا جی نے خود بخود کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور وہیں مسلمان ہو گئے۔ (بسوانح عمری ص ۸۳)

ناراضگی ولی پر تاثیر اعمال کا سلب ہو جانا (کرامت):۔ قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڈھا نامی کشمیری تھا جو بہت عیالدار تھا مگر مفلس اور غریب تھا اس نے حاضر ہو کر اپنی ناداری کی شکایت کی اور دعا کے لیے التجاء کی آپ نے فرمایا میاں بڈھا! بعد نماز صبح ایک بار سورۂ یٰس پڑھ لیا کرو انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت تمہیں ایک روپیہ روز مل جایا کرے گا۔ میاں بڈھا نے یہ عمل شروع کر دیا اور سچ مچ اسے ایک روپیہ روزانہ ملنے لگا کبھی کسی بہانہ ملتا، کبھی کسی بہانہ، مگر ایک روپیہ روز ضرور مل جاتا اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر دو بار سورۂ یٰس پڑھوں تو شاید دو روپیہ ملا کریں، چنانچہ اس نے دو بار روزانہ پڑھنی شروع کر دی تو سچ مچ دو روپیہ ملنے لگے پھر اس نے تین بار شروع کر دی تو تین روپیہ ہو گئے پھر چار بار تو چار روپیہ ملے پھر وہ پانچ بار پڑھنے لگے تو پانچ روپیہ ملنے شروع ہو گئے اسی اثنا میں ایک دن مولوی صاحب آ گئے فرمایا کہ میاں بڈھا اب تم لالچی ہو گئے ہو اب سورۂ یٰس سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا بڈھا کہتا کہ اس کے بعد میں ہزار بار بھی سورۂ یٰسین پڑھتا رہا مگر پھر ایک روپیہ بھی نہ ملا۔ (بسوانح عمری ص ۸۴)

ولی کی حیرت انگیز طاقت (کرامت):۔ ایک بار مولوی صاحب نے موضع فیروز والا سے ایندھن کے لیے ایک درخت لیا، جو بہت بڑا تھا، اسے کانٹ چھانٹ کر آپ نے ایک گڈے پر لدوالیا تا کہ اپنے گاؤں لے آئیں۔ راستہ میں اندھیرا ہو گیا اور گڈا اُلٹ گیا میاں بوٹا جو گاڑی بان تھا کہنے لگا کہ حضرت اب گھر پہنچنے کی کوئی صورت نہیں قریب کوئی آبادی نہیں کہ لوگوں کو بلایا جا سکے اور گڈا سیدھا کیا جا سکے، اب رات یہیں گزرے گی اور کل کام ہو سکے گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں بوٹا آؤ تم اور ہم مل کر کوشش کریں اور گڈا سیدھا کر لیں۔ بوٹا بولا حضور یہ تو چالیس پچاس آدمیوں کا کام ہے بھلا دو آدمی کیونکر سیدھا کر سکتے ہیں۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ مایوس نہ ہو کوشش کرو شاید اللہ سیدھا کر دے۔ چنانچہ بوٹا کہتا ہے کہ میں نے تو یونہی مذاق کے طور پر ہاتھ لگا رکھا اور مولوی صاحب نے تھوڑا سا زور لگایا اور گڈا سیدھا ہو گیا اور ہم جلد ہی گھر پہنچ گئے۔ مولوی صاحب نے کہا: میاں بوٹا! دیکھو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ اسے ولایت سمجھ لیں۔

یہ چند کرامتیں محض بطور مشتے نمونہ درج کر دی گئی ہیں۔ ورنہ آپ کی بہت سی کرامات زبان زد خاص و عام ہیں اور آپ کی سوانح عمری میں بھی درج ہیں۔ (بسوانح عمری ص ۸۰ تا ۸۵)

کرامات قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

صحبت ولی سے زندگی بدل جانا (کرامت): عنایت حسین پٹیالوی آپ کے بہت دوست تھے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ فضل حق سکنہ سنام کے بیٹے سے کر دی، وہ لڑکا نہایت خراب نکلا شراب پیتا، جواء کھیلتا، بدکاروں کے ساتھ رہتا اور گھر والوں کو سخت تنگ کرتا، غرضیکہ پرلے درجے کا بے دین نکلا۔ عنایت حسین کو سخت صدمہ پہنچا ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' قاضی صاحب سے التجا کی آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ وہ آیا تو آپ نے اس پر توجہ کی بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو استغفار پڑھنے لگا اور تمام گناہوں سے توبہ کر لی۔ بس ایک ہی صحبت میں اس کی حالت بدل گئی اور وہ نہایت نیک صالح دیندار بن گیا۔ (بسوانح عمری ص ۸۶)

توجہ ولی کا اثر (کرامت): شاہ جی نجم الدین کا بیان ہے کہ مجھے تیتر بازی کا بڑا شوق تھا چنانچہ شب و روز میرا یہی مشغلہ رہتا۔ سب مجھے سمجھاتے مگر کسی کا کہا مؤثر نہ ہوتا ایک دن میرے والد مجھے قاضی جی کے پاس لے گئے آپ نے تھوڑی سی توجہ دی اور مجھے تیتر بازی سے ایسی نفرت ہوگئی کہ میں نے آتے ہی سب تیتر چھوڑ دیئے اور پنجرے توڑ دیئے۔ (بسوانح عمری ص ۸۸)

حکم ولی کا جنات میں احترام (کرامت): ولایت احمد نامی قصاب کی ہمشیرہ کو جن تھا جو کسی سے نہ نکلتا تھا بڑے بڑے عامل آئے مگر جن کسی سے نہ نکلا ولایت احمد، قاضی جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ تشریف لے چلیں شاید آپ کا کہا مان جائے آپ نے فرمایا کہ میں جنات کا عامل نہیں ہوں مگر خیر تم جاؤ اور اسے میرا اسلام کہہ کر یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ کہتے ہیں اب تم چلے جاؤ۔ چنانچہ ولایت احمد نے ایسا ہی کیا۔ کہا قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ تمہیں اسلام علیکم کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اب تم چلے جاؤ۔ جن نے کہا: قسم کھاؤ انہوں نے یہ کہا ہے اس نے کہا بخدا انہوں نے یہی کہا ہے۔ جن بولا بہت اچھا لیجئے اب جاتا ہوں چنانچہ اس کے بعد اس کی ہمشیرہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آرام ہوگیا۔ (بسوانح عمری ص ۸۸)

ایک نصیحت پر بازاری عورت کی توبہ (کرامت): پٹیالہ میں ایک میر جان رنڈی تھی جو عرصہ دراز سے بدکاری کا پیشہ کرتی تھی ایک بار آپ کی خدمت میں تعویذ لینے کے لیے حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس پیشہ سے توبہ کر اور کہیں نکاح کر کے بیٹھ جا، آپ کا کہنا تھا کہ وہ اسی وقت تائب ہوگئی اور پھر تیس سال تک نہایت زاہدانہ زندگی بسر کی۔ (بسوانح عمری ص ۸۹)

قبر سے جنت کی خوشبو (کرامت): شام نجم الدین سکنہ بستی کا بیان ہے کہ ایک بار میں قاضی صاحب کے ساتھ جا رہا تھا لاہوری گیٹ کے قریب ایک قبر آئی جس پر آپ ٹھہر گئے اور کہا دیکھو شاہ جی اس صالح مرد کی قبر سے کس قدر خوشبو آرہی ہے شاہ جی کا بیان ہے کہ میں جو آگے بڑھا تو سچ مچ مجھے بھی نہایت خوشگوار خوشبو آئی اس کے بعد میں بارہا اکیلا وہاں سے گزرا مگر پھر کبھی ویسی خوشبو نہیں آئی (یہ محض ان کی صحبت کا اثر تھا) شاہ جی کہتے ہیں کہ میں نے اس مرد صالح کا نام پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کا نام زردار خان پٹھان بتایا گیا ہے جو عرصہ دراز سے یہاں مدفون ہے۔ (بسوانح عمری ص ۹۰)

صاحب قبر سے ملاقات اور اطلاع احوال (کرامت):۔ قاضی صاحب جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو مال روڈ پر حیات برادرز کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے، میاں فضل کریم صاحب بن حاجی حیات محمد صاحب مالک فرم کا بیان ہے کہ جس مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے اس کے قریب ہی ایک خانقاہ تھی جو اجڑی ہوئی تھی ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی قبر ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے کہا آج رات ہمیں وہ بزرگ ملے اور کہا کہ قاضی جی آپ اتنی بار یہاں آئے مگر ہمیں ایک بار بھی نہیں ملے۔ پھر فرمایا وہ بہت نیک اور صالح آدمی ہیں، فلاں جگہ کے رہنے والے تھے، ادھر سے گزر رہے تھے کہ انتقال ہوگیا، میاں فضل کریم کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ باتیں ویسی ہی ثابت ہوئیں جو قاضی صاحب نے بیان فرمائی تھیں یہاں تک کہ ان کا نام اور پتہ بھی قاضی جی نے مجھے بتا دیا تھا۔ (بسوانح عمری ص ۹۰)

مجدد صاحب سے حالت بیداری میں ملاقات (کرامت):۔ صوفی حبیب الرحمٰن کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب، مرشد امیر حبیب اللہ خان شاہ کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لیے قاضی جی کو اپنے ساتھ لے لیا حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ پر مراقبہ کے لیے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔ (بسوانح عمری ص ۹۰)

انوار آسمانی کا نزول (کرامت):۔ حافظ محمد حسن صاحب مرحوم لاہوری کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کرامت کی اہمیت کے بارے میں کچھ پوچھا، آپ نے اس مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ کرامت اہل اللہ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتی، اصل چیز تو تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ عالم بیداری میں مجھ پر انوار

آسمانی کی بارش ہوئی اور میں ان آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اجرام فلکی میرے بدن پر گر رہے ہیں اور ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں اور دوسری جانب نکل جاتے ہیں یہ حالت دیکھ کر معاً سجدے میں گر پڑا اور دعا مانگی کہ الٰہی میں ایسی چیزوں کا طالب نہیں ہوں مجھے تو تیری محبت مطلوب ہے پھر فرمایا حافظ صاحب میں نے یہ بات آج ہی آپ سے کہی ہے کسی سے ذکر نہ کرنا۔ (بسوانح عمری ص ۹۱)

مستانہ فقیر کو موت کی اطلاع (کرامت):۔ پٹیالہ میں ایک گیندے شاہ نامی مستانہ فقیر تھا جو ہر وقت شراب میں مخمور رہتا تھا، لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجات بر آتی ہیں، چنانچہ جو شخص آتا شراب ہی لے کر اس کے پاس آتا۔ ایک بار قاضی جی کا ادھر سے گزر ہوا وہ احترام کے طور پر اُٹھ بیٹھا آپ نے فرمایا سائیں جب شراب حرام ہے اس سے تائب ہو جایئے اب آپ کے آخری دن ہیں گیندے شاہ نے اسی وقت توبہ کر لی اور تمام شراب پھینک دی پھر جو کوئی شراب لاتا پھینک دیتا چنانچہ اس واقعہ سے تین دن بعد وہ انتقال کر گیا اور شیرانوالہ گیٹ کے پاس مدفون ہوا۔ (بسوانح عمری ص ۹۱)

مستانے برہنہ مجذوب کا اعزاز و اکرام (کرامت):۔ قاضی عبدالرحمٰن صاحب پٹیالوی کا بیان ہے کہ نابھ میں ایک مستانہ فقیر تھا جو بالکل ننگ دھڑنگ رہتا تھا اور مجذوب تھا کسی نے قاضی صاحب سے اس کا ذکر کیا آپ نے اُسے ملنے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ کل چلیں گے اور اس کے لیے کچھ کھانا بھی لے جائیں گے چنانچہ جب آپ گئے اور ابھی اسٹیشن سے اترے ہی تھے کہ اس نے کہنا شروع کیا کپڑے لاؤ کپڑے لاؤ ایک بزرگ آ رہا ہے اور مجھے اس سے حیا آتی ہے چنانچہ قاضی جی کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا اوڑھ لیا۔ جب آپ پہنچے تو نہایت تکریم سے پیش آیا اور دیر تک آپ سے سلوک اور علم کی باتیں کرتا رہا، کھانا بھی کھایا اور کہا کہ جو آج کھانے کا مزہ آیا ہے عمر بھر کبھی نہیں آیا پھر جب آپ تشریف لے گئے تو اس نے کپڑے اتار پھینکے اور اسی طرح دیوانہ ہو گیا۔ (بسوانح عمری ص ۹۲)

کشف کی بدولت تکلیف جان لینا (کرامت):۔ مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے درد کمر کی شدید شکایت رہتی تھی اور اسی وجہ سے میں نماز باجماعت ادا کرنے سے معذور تھا، کیونکہ اکثر اہلحدیث صبح کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں اور میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا ایک دن میں قاضی صاحب کی مسجد میں نماز صبح کے لیے چلا گیا، قاضی صاحب سورۂ آل عمران پڑھ رہے تھے دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے درد شروع ہو گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اب نماز چھوڑ دوں معاً قاضی جی نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں بھی مختصر قیام کیا اور سلام پھیر دیا لوگ حیران ہوئے کہ آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی۔ کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھئی حضور ﷺ کا حکم ہے کہ مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے ۔مولوی حسین احمد کہتے ہیں کہ تین چار یوم کے بعد پھر ایک دفعہ میں نماز میں شامل ہوا تو ایسا ہی اتفاق ہوا جب مجھے درد شروع ہوا اور میں جی میں یہ سوچنے لگا کہ نماز چھوڑ دوں یا نہ؟ تو قاضی جی نے قرأت ختم کر دی اور اختصار سے کام لیا۔ قریباً قریباً آٹھ مرتبہ میں نے آزمایا حالانکہ میں جماعت کے ساتھ بعد میں شریک ہوتا تھا اور قاضی جی کو میری آمد کا کوئی علم نہ ہوتا تھا اس سے میں نے یقین کر لیا کہ آپ صاحب کشف ہیں۔ (بسوانح عمری ص ۹۲)

اظہارِ توحید بذریعہ کرامت:۔ ایک بار آپ یوپی کے سفر سے واپس آ رہے تھے کہ الٰہ آباد اسٹیشن پر کچھ وقت کے لیے ٹھہرنا پڑا آپ ویٹنگ روم میں تشریف لے گئے وہاں کوئی پیر صاحب بیٹھے تھے جو اپنے مریدوں سے سجدہ کروا رہے تھے قاضی صاحب نے متانت سے انہیں سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے اور الٹے کہنے لگے کہ اچھا کچھ دیکھو یا دکھاؤ قاضی جی نے کہا تم ہی دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو، اس نے باہر سے بھی اپنے مرید بلائے اور سب کو کہا کہ مجھے اچھی طرح سجدہ کرو۔ قاضی جی نے کہا: بس یہی دکھانا تھا۔ اس نے کہا: ہاں! قاضی صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بس ہاتھوں کا اٹھانا تھا کہ پیر صاحب زار و زار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بس کیجئے میں توبہ کرتا ہوں آئندہ کبھی سجدہ نہ کراؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے اپنے مریدوں کو یہ ہدایت دے دی کہ خبردار آئندہ کبھی مجھے سجدہ نہ کرنا، سجدہ کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے اور وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے (راوی صوفی حبیب الرحمٰن) صاحب کا بیان ہے کہ افسوس مجھے ان پیر صاحب کا نام جو قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا تھا یاد نہیں رہا۔

قلبی پریشانی کا منکشف ہو جانا (کرامت):۔ پروفیسر محمد ظہور الدین احمد ایم، اے۔ ایل ایل بی۔ بی ای ایس۔ بمبئ جو قاضی

صاحب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے بدھ ازم کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ چنانچہ میں نے ان کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا جن سے میں اتنا متاثر ہوا کہ جی چاہا بدھ مذہب اختیار کرلوں، اسی اثناء میں قاضی صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے خود بخو دہی بدھ مذہب کی حقیقت بیان کرنی شروع کر دی علمی اور عقلی رنگ میں اس کے اتنے عیوب بیان کیے کہ میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہوگئی اور وہ تمام شکوک وشبہات بھی رفع ہوگئے جو پیدا ہوگئے تھے۔ (بسوانح عمری ص ۹۴)

کشف الصدور سے شبہات کا ازالہ (کرامت):۔ پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب بی اے علیگ جو قاضی صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور خاص عزیز رہے ہیں بیان فرماتے ہیں کہ بارہا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب کسی مسئلہ کے متعلق ہمارے دل میں شک وشبہ پیدا ہوتا اور ہم اعتراض کرنا چاہتے تو آپ پہلے ہی سے اس کا جواب دے دیتے جس سے ہماری تسلی ہو جاتی چنانچہ اس ضمن میں پروفیسر صاحب نے کئی واقعات بھی بیان کیے ہیں (جو آپ کی سیرت میں درج ہوں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

اپنی موت کی پیشگی اطلاع (کرامت):۔ ۷ جنوری ۱۹۲۱ء کو جب آپ نے حج پر جانے کے لیے رخصت کی درخواست دی تو وہ ۱۵ اپریل تک منظور نہ ہوئی سب کا خیال یہی تھا کہ مہاراج آپ کو رخصت نہیں دیں گے کیونکہ امسال انہیں آپ کی خاص طور پر یہاں ضرورت ہے۔ مگر ۲۵ اپریل کو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس جس نے ساتھ چلنا ہو تیار ہو جائے۔ احباب نے پوچھا کیا درخواست منظور ہوگئی اور رخصت مل گئی آپ نے فرمایا اس کا تو ابھی کوئی پتہ نہیں مگر ہاں یہ پتہ ضرور چل گیا ہے کہ حج کو ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ ۵۴ آدمی آپ کے ساتھ تیار ہوئے جب تیاری ہو چکی اور روانگی کا دن مقرر ہو گیا تو آپ کی رخصت بھی منظور ہو کر آ گئی۔

آپ مسجد سکلی گراں میں ۳۰ سال تک وعظ کہتے رہے جب ۱۹۳۰ء میں حج کو روانہ ہونے لگے تو نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ میرا یہ آخری جمعہ ہے اگر اس اثنا میں کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو کہہ دے میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ تاڑ گئے کہ معلوم ہوتا ہے اب آپ واپس نہیں آئیں گے آپ کو کشف کے طور پر اپنی موت کا علم ہو چکا ہے (چنانچہ ایسا ہی ہوا، واپسی پر آپ جہاز ہی میں انتقال فرما گئے) اور کیوں نہ ہوتا جب آپ کی دلی دعا یہی ہوتی تھی ''اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك واجعل موتی فی بلد حبیبك''

حضور ﷺ کا فرمان سلیمان ہمارا مہمان:۔ جب آپ حج کو جارہے تھے تو فرمایا کہ عبدالعزیز کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا (یعنی اپنا پوتا) اس کا نام معزالدین حسن رکھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب آپ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد نبوی ﷺ کے پیش امام آپ کی بہت مدارات کرنے لگے ایک دن آپ جو اٹھے تو امام صاحب جوتیاں سیدھی کرنے لگے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ کیا؟ تو امام صاحب نے کہا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''محمد سلیمان ہمارا مہمان ہے، اس کی مدارات میں فرق نہ کرنا۔

بارگاہ رسالت ﷺ سے کتاب ''رحمۃ للعالمین'' پڑھنے کی تلقین:۔ خلیفہ ہدایت اللہ صاحب منیجر (کتاب) رحمۃ للعالمین کا بیان ہے کہ میرے پاس برما، بنگال، بہاولپور وغیرہ سے کئی ایسے خطوط آئے ہیں جن میں یہ مرقوم ہے کہ ''رحمۃ للعالمین'' بھیج دیجئے کیونکہ ہمیں خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مجھ سے محبت چاہتے ہو تو ''رحمۃ للعالمین'' جو قاضی محمد سلیمان (رحمہ اللہ) نے لکھی ہے پڑھا کرو۔

مرزا جی کے خلاف کتاب لکھنے کا القاء:۔ مرزا محمد حسین صاحب سکنہ راہوں کا بیان ہے کہ ۱۸۹۱ء میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جب مرزا قادیانی کی تردید میں ''رسالہ غایت المرام'' شائع کیا تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے یہ رسالہ کیونکر لکھا۔ جواباً فرمایا کہ ایک روز نماز جمعہ کے بعد مجھے القاء ہوا کہ مرزا جی کے متعلق ایک کتاب لکھوں چنانچہ اس کا مضمون بھی مجھے بتا دیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کا جواب کوئی نہیں دے سکے گا اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لو اب میں پھر تحدی سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی حج نہیں کر سکے گا اور یہی اس کی بطالت کی دلیل

ہے۔ چنانچہ ''غایت المرام'' میں بھی یہ اعلان ہوا اور اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال تک زندہ رہا مگر نہ اس رسالہ کا جواب لکھ سکا نہ حج کو جا سکا۔

عبدالکریم آپ کے ایک دوست تھے جو نزوانہ میں رہتے تھے۔ وہ بیمار ہو گئے اور بہت سخت بیمار ہوئے۔ آپ عیادت کے لیے تشریف لے گئے فرمایا کہ دواؤں پر روپیہ ضائع نہ کرو سب دوائیں چھوڑ دو اور صرف پلاؤ کھایا کرو۔ چنانچہ اس نے تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج چھوڑ دیا انہوں نے کہا کہ پلاؤ تمہارے لیے مفید نہیں مگر اس نے کہا کچھ ہو قاضی صاحب کا ارشاد بلاوجہ نہیں چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ روبصحت ہونے لگا اور پھر اچھا بھلا ہو گیا۔

راجپوتوں کے ہاں نکاح بیوگاں نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا اور وہ اسے اپنی عزت اور آن کے خلاف سمجھتے تھے اور کسی صورت بھی اپنی بیوہ بیٹی یا بہو کے نکاح ثانی پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ آپ ایک بار ان کی بستی بڑبر ریاست نابھ میں تشریف لے گئے اور منشی محمد چراغ خان سر رشتہ دار وغیرہ چند راجپوتوں کو جمع کر کے نکاح بیوگان کی تلقین کرنے لگے ابھی آپ نے چند ہی جملے ارشاد فرمائے تھے کہ سب نے اپنی رضامندی اور آمادگی کا اعلان کر دیا اور اسی دن ہی ان کے ہاں سے یہ رواج مٹ گیا۔ حالانکہ یہ پشتہا پشت سے برابر چلا آ رہا تھا۔

سید عبدالرزاق صاحب کرمانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہولی کا دربار تھا میں قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ دربار میں جانے کے لیے تیار تھے (ریاست کے درباریوں میں تمام افسروں کی حاضری حکما ہوتی تھی، اس لیے قاضی صاحب کا بھی جانا ضروری تھا) آپ سر سے پاؤں تک سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں حیران تھا کہ آج قاضی جی کپڑے کیونکر بچیں گے کیونکہ ہولی کے موقعہ پر دربار میں اہلکار اور امراء آپس میں خوب رنگ رلیاں کرتے ہیں اور راستہ میں بھی ہندو لوگ کوٹھوں پر سے راہ چلتوں پر رنگین پانی چھینکتے رہتے ہیں اور اس قدر بیہودگی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ کوئی شریف آدمی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا تھا مگر جب قاضی صاحب دربار سے واپس آئے تو آپ کے کپڑوں پر رنگ کا چھینٹا تک نہ پڑا تھا میں نے سوال کیا کیا جناب آج دربار میں نہیں گئے؟ آپ نے فرمایا گیا تھا اور کیونکر نہ جاتا جب کہ وہاں حاضری دینی پڑتی ہے۔ میں نے پوچھا پھر کیا دربار میں ہولی نہیں کھیلی گئی؟ آپ نے فرمایا کھیلی گئی اور خوب کھیلی گئی میں نے کہا پھر آپ پر رنگ کا کوئی چھینٹا کیوں نہیں پڑا آپ نے فرمایا دیکھ لو اللہ کی قدرت ہے اس نے بچالیا۔ ورنہ وہاں تو وہ اُودھم مچا ہوا تھا کہ بچنا محال تھا۔

یہ تھیں اہلحدیث اولیاء اللہ کی چند کرامات طوالت کے خوف سے انہیں پر اکتفا کرتا ہوں اور اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(بسوانح عمری ص ۸۸ تا ۹۸)

حضرت مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے دیگر الہامات وکرامات

خواب میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی زیارت: فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے شیخ سلیمان تونسہ والے کی زیارت کیلئے کہ اس زمانہ میں چشتیہ کی نسبت میں ان کی بڑی مشہوری تھی اور لوگ وہاں آتے جاتے تھے، پختہ ارادہ کیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ مجھ پر خفا ہو گئے ہیں اور مجھ کو زمین سے اٹھا لیا ہے اور چاہتے کہ دے ماریں خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمتہ نے سفارش کے طور پر عرض کیا کہ پھر یہ کسی جگہ نہیں جائے گا۔ اوران کی تقریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اویسیت کی نسبت رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان دنوں میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی محبت افراط کی حد کو پہنچی ہوتی تھی۔ ان دنوں میں الہام ہوا کہ صلوا علیه وسلموا تسلیما پھر درود پڑھنے کے ساتھ میری مجلس معطر ہو جاتی اور عاشقی کی نسبت غالب تھی۔ ایک بزرگ کے بیت آپ کے حال کے مطابق ہیں۔

آنچه من درخواب دیدم هیچ بیداری مزید   آنچه در دیوانگی دیدم هیچ هشیاری مزید
کاسه سراز شراب بے خودی سرشار گشت!   مستی جام محبت هیچ خماری مزید!

(بسوانح عمری ص ۹۸)

مشکوک مال کی بدبو کا محسوس ہونا (کرامت): ۔ ان دنوں ایک امیر نے کابل کے میووں میں سے کچھ میوہ بطور تحفہ بھیجا آپ کو دور سے

بد بو آنے لگی بظاہر چونکہ اس تحفہ کا رد کرنا ناممکن تھا اس کے جانے کے بعد اپنے گھر میں گڑھا کھود کر وہ میوہ دبا دیا اور ہر طرف سے ارادتمند ٹولے ٹولے آتے تھے اور بیعت اور تلقین کے سوا ذکر کرنے لگے تا کہ قندھار سے ہرات تک آپ فضلاء اور علماء کی آمد و رفت کی جگہ بن گئے۔ (بسوانح عمری ص ۹۹)

چولہے اور صحن کا گریہ کرنا (کرامت):۔ فرماتے تھے ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں سردی کے مکان سے گرمی کے مکان میں جو انتقال کیا گیا۔ تو چولہا اور گھر کے صحن کا گریہ اور نالہ کرنا سنا گیا اور فرماتے تھے کہ از بس نسبت نازک تھی اور باطن کی صفائی تھوڑی سی کدورت کے ساتھ لوگوں سے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حالت غالب تھی اور لوگوں میں ملنا جلنا ناممکن تھا بکری کے بچہ کے گوشت کھانے کا اتفاق ہو گیا۔ صفائی کم ہو گئی اور طبیعت اپنے حال پر آ گئی اور یہ آپ کی حکایت اس کے مشابہ ہے کہ حضرت خواجہ محمد صادق رحمہ اللہ جو امام ربانی رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ مؤید الدین خواجہ محمد باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت بابرکت میں مشرف ہوئے تھے از بس جذبہ الٰہی کی وجہ سے مغلوب الحال ہو گئے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ مجنون ہو جائیں خواجہ علیہ الرحمۃ نے تین بار ان کو بازار کا کھانا کھلایا۔ یہاں تک کہ طبیعت اپنی حالت پر آ گئی۔ (بسوانح عمری ص ۱۰۰)

مرشد کی آخری وصیت:۔ اور فرماتے تھے آخری وصیت جو حبیب اللہ قندھاری علیہ الرحمۃ نے مجھ کو کی یہ تھی:

"واذا رأیت شحاً مطاعاً وھویً متبعاً واعجاب کل ذی رأی برأیه فعلیك بنفسك ودع امر العآمّة"

ترجمہ: یعنی جب تو دیکھے کہ بخل کے لوگ تابعدار ہیں اور خواہشوں کے پیرو اور ہر ایک شخص اپنی عقل پر فریفتہ ہے تو تو اپنی جان کو بچا اور لوگوں کے کام کو چھوڑ۔ (بسوانح عمری ص ۱۱۷)

خواب میں رب العالمین کی زیارت:۔ اور فرماتے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد میں نے رب العالمین کو خواب میں دیکھا کہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت اور اس کے بہت ورد کرنے کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں اور اس سورۃ کی فضیلت میں جس قدر حدیثیں ہیں ان سب کو لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا اور یہ واقعہ سوا کا ہے۔

الہامات کثیرہ:

سکندر پور کے باغ میں جو ہزارہ کے علاقہ میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فجر کی نماز کے بعد یہ القاء ہوا کہ ایمان کی لذت حاصل نہیں ہوتی جب تک ظالموں کی طرف مائل ہونے سے پرہیز نہ کیا جائے یعنی اس آیت کریمہ کا مضمون الہام ہوا۔

"ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" ترجمہ: اور نہ جھکو طرف ان کی جو ظالم ہیں پھر لگے گی تم کو آگ۔

اور ظالم کی تعریف ان لفظوں سے معلوم کرائی۔ "والظالمون ھم الذین یخالفون عن امر ربھم ثم لایتوبون"

ترجمہ: یعنی ظالم وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشادوں کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر توبہ نہیں کرتے۔

اور جن لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے ان کو اس مضمون کے ساتھ آگاہ کیا۔

"واصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھه"

ترجمہ: اور ٹھہرا اپنے نفس کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام چاہتے ہیں رضامندی اس کی۔ اور فرماتے تھے کہ الہام ہوا:

"فاذا قرأنه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه"

ترجمہ: پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول بتانا۔ یعنی جو کچھ الہام ہوتا ہے اس کے لفظ یاد رکھ اور اس کا بیان کرنا اور تفسیر ہمارا ذمہ ہے اور فرماتے تھے کہ الہام ہوا: "واما من خاف مقام ربه" الآیۃ"

ترجمہ: یعنی وہ شخص کہ ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے۔

اور یہ بھی الہام ہوا کہ "ہمیشه بدل خود مطالعه کرده باش مباداکدورتے ازماسوئے بنشیند" یعنی ہمیشہ اپنے دل میں

جھانکتے رہو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کدورت بیٹھ جائے۔

اور شہر دہلی میں یہ الہام ہوا۔ ”ولا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجاً منهم زهرة الحيوة الدنيا“

ترجمہ: یعنی اور مت پھیلا اپنی آنکھیں طرف اس کی کہ فائدہ دیا ہم نے ساتھ اس کے بھانت بھانت لوگوں کو زندگی دنیا کی تازگی سے۔

اور باغ سکندریہ میں یہ الہام ہوا ”قل لازواجك واؤلادك واتباعك قوموا لله قنتين“

ترجمہ: یعنی کہہ دے اپنی بیبیوں اور اولاد اور تابعداروں کو کہ کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے تابعدار ہو کر۔

اور اس کے آخر میں یہ الہام ہوا۔ ”انا جليسك وانيسك فلاتحزن“ ترجمہ: یعنی میں تیرا مددگار ہوں تو غم نہ کھا۔

اور یہ بھی الہام ہوا۔ ”ولاتنس ما اودعت فی قلبك فان رويا المؤمن جزء من ستة و اربعين جزء من النبوة“

ترجمہ: یعنی جو تدبر اور تفکر قرآن کا تیرے دل میں ہم نے ڈال دیا ہے اس کو مت بھول کیونکہ مومن کا خواب ایک حصہ ہے نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے۔

اور فرماتے تھے کہ دہلی میں یہ الہام ہوا: ”ولاتطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطا“

ترجمہ: اور فرمانبرداری نہ کر اس شخص کی جو غافل کیا ہم نے اس کے دل کو اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا اپنی خواہش کے اور ہے کام اس کا حد سے بڑھا ہوا۔

یعنی غافلوں کی غفلت میں پیروی نہ کر اور یہ بھی القاء ہوا۔ ”کن فی الناس کا حد من الناس“

ترجمہ: یعنی ہو تو لوگوں میں جیسے دوسرے لوگ ہیں۔ اور القاء ہوا ”اگر وقتے غفلت شد تدارک آں وقت دیگر لازم است“ یعنی اگر ایک وقت غفلت ہو جائے تو دوسرے وقت میں اس کا تدارک لازم ہے۔

اور فرماتے تھے حدیث میں آیا ہے: ”واذارأيت شحا مطاعاً وهوىٰ متبعاً واعجاب كل ذى رأى فعليك بامر نفسك ودع امرا لعآمته“ ترجمہ: یعنی جب تو دیکھے بخل کی تابعداری کی ہوئی اور خواہش کی پیروی کی ہوئی اور پسند کرنا ہر مرد کا اپنی رائے کو تو اپنی جان کو بچا اور لوگوں کو چھوڑ۔

پس اس حدیث میں اور آیت کریمہ: ”وأمر بالمعروف و انه عن المنكر“ ترجمہ: یعنی اور حکم کر ساتھ بھلائی کے اور منع کر بری بات سے۔

میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ جب یقین ہو جائے کہ مخلوقات راہ پر نہیں آتی اور مجھ کو بھی راہ سے کھینچتے ہیں اور اندھیرے سے ہجوم کرتے ہیں تو اس وقت تنہائی اور گوشہ نشینی بہتر ہے اور اگر جانتا ہے کہ میرا فائدہ ان کو پہنچتا ہے مجھ کو ان کا ضرر نہیں پہنچتا تو اس وقت امر بالمعروف اور لوگوں میں ملا جلا رہنا بہتر ہے۔

اور فرماتے تھے کہ وہ شغل اور مقام اور مرتبہ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرے۔ وہ استدراج ہے اور گمراہی۔

اور فرماتے تھے تین بار الہام ہوا۔ ”ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلاً“

ترجمہ: اور واسطے اللہ کے ہے اوپر لوگوں کے حج کرنا بیت اللہ کا جو طاقت رکھے طرف اس کی راہ کی۔

اور فرماتے تھے الہام ہوا۔ ”ولسوف يعطيك ربك فترضٰى“ ترجمہ: یعنی اور البتہ جلدی دے گا تجھ کو رب تیرا پھر تو خوش ہو جائے گا۔

اور فرماتے تھے، الہام ہوا: ”الم نشرح لك صدرك“ ترجمہ: یعنی کیا نہیں کھولا ہم نے سینہ تیرا۔ (بسوانح عمری ص ۱۱۷ تا ۱۲۱)

دہلی میں غدر اور مریدین کو نصیحت :۔ اور دہلی میں جو غدر مچ گیا تھا اور ہر ایک نے وہاں سے نکلنا چاہا تو فرمانے لگے کہ ہم تو نہیں جاتے جو ہونا ہو گا ہو جائے گا شاید کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امتحان ہو اور امتحان کے وقت یا تو آدمی عزیز ہو جاتا ہے یا ذلیل۔ ان دنوں میں آپ بیمار تھے اپنی جگہ پر بیٹھے فرماتے تھے کہ یہ فتنوں کے دن ہیں ہر ایک شخص کو توبہ کرنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا لازم ہے اور ہر روز تجدید توبہ کا ارشاد

فرماتے۔ اور ان دنوں میں نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ کی آپ نے حکایت بیان فرمائی کہ فتنوں کے دنوں میں انہوں نے اپنے مریدوں کو رخصت کر دیا کہ اپنے اپنے وطنوں میں چلے جاؤ۔ مریدوں نے عرض کیا ہم آپ کی سواری کے لیے گدھا لا دیں۔ فرمایا ہم تو نہیں جاتے پس وہاں ہی شہادت کے ساتھ مشرف ہوئے اور عید فطر کے بعد فقیر جو گھر کی طرف رخصت ہوا تو لاہوری دروازہ کے باہر آ کر شاہدرہ تک تشریف لائے۔ شہر سے نکلتے وقت ایک سقا پانی کی مشک بھر کر شہر کے اندر داخل ہوتا ہوا ہم کو ملا تھا میں نے عرض کی کہ اس قسم کا تفاول بھی مسنون ہے یا صرف بات سن کر فرمایا۔ غالباً یہ بھی جائز ہوگا اور رخصت کے وقت میں نے وصیت طاب کی فرمایا: ”اوصیکم بتقویٰ اللہ“

ترجمہ: یعنی تجھ کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی۔ ایک معتبر آدمی سے منقول ہے کہ عین ہنگامہ غدر میں جو لوگ اپنا تفرقہ اور اسباب کے نقصان اور عیال کے خراب ہونے کی حکایت کرتے اور ہر آدمی اندیشہ کرتا اور کوئی تدبیر کرتا۔ فرماتے مجھ کو تو ایک فکر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اپنے مالک کی یاد کے بغیر جان جان آفرین کے حوالہ کروں اور غفلت میں روح اڑ جائے۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کا معاملہ ہی اور ہے۔

علی الصباح که مردم بکار و بار روند بلاکشاں محبت بکوئے یار روند (بسوانح عمری ص۱۲۱)

ولی کی قیمتی بات: ۔ ایک شخص کو میں نے لاہور میں ترغیب دے کر بھیجا اس شخص کو آپ نے اپنی صحبت کے ساتھ مشرف کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ حیلے بہانے بنانے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ”عبداللہ مرغے است ہرگاہ خواہد پرید ہرکس دست خواہد مالید“ یعنی عبداللہ ایک پرند کی طرح ہے جب اڑ جائے گا تو ہر ایک شخص افسوس کے ملتا رہ جائے گا۔ سبحان اللہ آپ کی اس بات کی تہہ تک پہنچنا ہر ایک شخص کو دشوار ہے۔ بلکہ بعض نافہموں کو یہ بات آپ کی ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایسی بات ہے جو سونے کے پانی کے ساتھ لکھنی چاہیے۔

ہر دو عالم قیمتے خود گفتہ نرخ بالا کن که ارزانی ہنوز (بسوانح عمری ص۱۲۲)

سکندر پور کے باغ کا واقعہ: ۔ سکندر پور کے باغ میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت کے ساتھ اس عاجز کے دل میں یہ القاء فرمایا ہے اور مقصود اعلیٰ کا راہ دکھایا ہے کہ ملت اسلام بلکہ سب پاک دینوں میں صبر جیسا اور کوئی کام نہیں ہے آیت کریمہ ان اللہ مع الصبرین میں اپنی معیت کو صبر کرنے والوں کے ساتھ مختص فرمایا اور صلوٰۃ اور رحمت اور ہدایت یابی کو صبر کے ساتھ باندھ دیا۔ انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کا پرتو جو وہ پہلے پچھلے گناہوں کا معاف ہو جاتا ہے صبر کرنے والوں پر ڈالا۔ پس اس سعادت کے حاصل ہونے کے لیے اس حدیث کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

”کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل وعد نفسك من اصحاب القبور“

ترجمہ: یعنی رہ تو دنیا میں مسافر کی طرح یا جیسے راہ گزر اور شمار کر اپنے نفس کو قبر والوں میں سے۔

کیونکہ یہ حدیث طول امل کی جڑ کاٹنے کے لیے کافی علاج ہے اور ایک دوسری حدیث کو اس کے ساتھ ملا لینا چاہیے۔

”مالی وللدنیا وما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرة ثم راح وترکها“

ترجمہ: یعنی مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ؟ میری اور دنیا کی تو ایسی مثال ہے جیسے سوار کہ اس نے آرام کیا ایک درخت کے نیچے پھر چل دیا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔

پس رہنے کا اسباب مسافر کو بنانا نہیں چاہتے اور کوچ کرنے کے اسباب کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے اور ان دونوں آیتوں کے مضمون کو زیر نظر رکھنا چاہیے۔ ”انما مثل الحیوۃ الدنیا کمآء انزلناہ من السمآءِ فاختلط به نبات الارض مما یاکل الناس والا نعام حتی اذا اخذت الارض زخرفها وازینت وظن اهلها “الخ ترجمہ: یعنی دنیا کے جینے کی وہی کہاوت ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر مل گئی ساتھ اس کے روئیدگی زمین کی جو کھائیں آدمی اور جانور یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور آراستہ ہوئی اور گمان کیا زمین والوں نے آخر آیت تک۔ اور یہ آیت

”اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولهو وزینة وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والا ولاد“

ترجمہ: یعنی جان رکھو دنیا کا جینا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتات ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی۔

جب ماسوائے اللہ سے اعراض نظر آنے لگے تو اس کے شکر میں مشغول ہوئے۔

"واشکروا لِلّٰہ ان کنتم ایاہ تعبدون" ترجمہ: یعنی اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کا اگر ہو تم اسی کی بندگی کرتے۔

پس شکر اور صبر کے جمع کرنے میں تمام دین حاصل ہو جاتا ہے۔

"فالھمھا فجورھا وتقوھا قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا" ترجمہ: یعنی پھر سمجھ دی اس کو برائی اس کی اور پرہیز گاری اس کی۔ مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ڈالا۔

فجور اور تقویٰ کے الہام کے بعد نفس کی خلاصی اس کے پاک کرنے میں صبر اور شکر کے ساتھ جیسا کہ ناشکری کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "کذبت ثمود بطغوھا" ترجمہ: یعنی جھٹلایا ثمود نے صالح علیہ السلام کو بسبب سرکشی اپنی کے۔

اس سعادت عظمیٰ کے حاصل ہونے کے بعد یہ خوف ہوتا ہے کہ سالک فخر میں نہ آ جائے اس کا علاج یہ ہے:

"لا الہ الا ھو فا تخذہ وکیلا" ترجمہ: یعنی نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا پھر بنا اسی کو کارساز۔

کے مضمون میں غور کر لے اور ہر چند ماسوائے اللہ سے اعراض اور اللہ کے ذکر پر قدرت ہو جائے پر یہ حالت اعتبار کے لائق نہیں ہے جب تک ظلم نہ چھوڑے آیت کریمہ۔ "ان اللہ لایھدی القوم الظالمین" یعنی اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

اور آیت کریمہ "ولایزید الظالمین الاخسارا"، "یعنی اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر ٹوٹا" میں یہ صاف مذکور ہے اور ظلم سب مامور چیزوں کے چھوڑنے اور منہیات کے استعمال کرنے کو شامل ہے اور ظلم کے چھوڑنے کے بعد بھی اگر ایمان کی لذت میں کوئی قصور دیکھے تو اس کا سبب اس آیت سے سمجھے۔ "ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"

یعنی اور مت جھکو طرف ظالموں کے پھر لگے گی تم کو آگ۔

جب تک ظالموں کی طرف مائل ہونے کو نہ چھوڑے تا ہنوز اس راہ میں قدم نہیں ٹکایا اور ان سب بیماریوں کا علاج اس آیت میں فرمایا۔

"ورتل القرآن ترتیلا" یعنی اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔ (بسوانح عمری ص ۱۲۲ تا ۱۲۶)

غرور کا الہامی علاج :۔ اور غرور کے علاج میں یہ الہام ہوا: "فلاتزکوا انفسکم ھواعلم بمن اتقی" سو مت بولو اپنی ستھرائیاں وہ خوب جانے جو بچ چلا۔

اور دو چیزوں کے بارے میں بہت کوشش فرماتے، حضور نماز کے باب میں اور کلام اللہ کے تدبر کے باب ہیں اور فرماتے تھے کہ الحمدللہ میرا بال بال قرآن مجید کی محبت سے بھرا ہوا ہے اور کبھی کبھی لوگوں کی سستی میں نظر فرما کر فرماتے سبحان اللہ لوگ اشعار غریبہ کو یاد کرتے ہیں اور علوم فلاسفہ میں باریک بینیاں کرتے ہیں اور اللہ کی کلام کو پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز　　بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

اور میں اور میرا دینی بھائی حیات گل جو کبھی کبھی حال کے مطابق فارسی شعر پڑھتے تو آپ فرماتے کہ اس کے بعد جو حال کے مطابق بات کرو قرآن مجید سے کرو اور تعجب کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے میں بہت کوشش فرماتے اور فرماتے تھے کہ یہ سنت صحابہ علیہم الرضوان میں جاری تھی اور مدت سے مر گئی ہے پہلے پہل جب ملاقات ہوئی تو کبھی کبھی اکیلے جنگل میں عاشقانہ بیت سن کر لذت اٹھاتے۔ دوسری بار جو پھر ملاقات کا اتفاق ہوا تو سننے کے لیے قرآن مجید معین تھا اور بیت سننے موقوف فرما دیئے تھے اور فرماتے تھے میں نے عہد کر لیا ہے کہ اپنے مالک کے کلام کے سوا کسی کے کلام کے ساتھ اپنے دل کو آرام نہ دوں گا۔

دہلی میں مولوی فخر الدین علیہ الرحمۃ کے خاندان کے قوالوں میں سے ایک شخص نے آپ کی اجازت کے سوا خوش آواز کے ساتھ ایک

غزل پڑھی بے ذوق ہو کر چپ ہو رہے اس کے جانے کے بعد فرمایا اس کی غزل نے کچھ لذت نہ دی اور ایسی غزلوں کا سننا قرآن مجید کی لذت کو کھینچ لیتا ہے۔ (بسوانح عمری ص ۱۲۷)

آخر وقت میں ذکر نفی اثبات کی تلقین:۔ آپ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسے عاشق تھے کہ آپ کی وفات میں بھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی داستان مضمر ہے ہماری مسجد میں ایک حافظ صاحب رہتے تھے مؤذن بھی تھے اور لڑکوں کو قرآن شریف بھی پڑھایا کرتے تھے مولوی صاحب کی عمر کے ۶۳ سال سے ایک دن کم تھا خلاف معمول حافظ صاحب کے حجرے میں تشریف لے گئے فرمانے لگے حافظ صاحب جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے مجھ سے کوئی عمل ایسا نہیں ہوا جو خلاف سنت ہو اور کوئی عمل ایسا نہیں چھوٹا جو مسنون ہو اب آخری سنت باقی رہ گئی ہے اگر اللہ تعالیٰ وہ بھی نصیب کرے تو زہے قسمت یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پورے ۶۳ سال ہوئی ہے اور میری عمر بھی کل ۶۳ سال کی ہو جائے گی دیکھیے اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے اتفاق سے دوسرے روز ساہی وال سے دو مہمان تشریف لے آئے قبل از وقت ظہر آپ نے مجھے فرمایا کہ قطب الدین درویش کو ساتھ لے کر گھر سے دانے اٹھوالاؤ اور خراس پر لا رکھو تا کہ آٹا پیس جائے۔ ظہر کی اذان ہوئی آپ نے خود جماعت کرائی بعد نماز آپ ہر دو مہمانوں کو ہمراہ لے کر حجرہ میں تشریف لے گئے بالکل تندرست تھے کسی قسم کی بیماری کی شکایت نہ تھی مہمانوں کو تلقین کرنی شروع کی اول مولوی فضل الدین صاحب کو ذکر کلمہ کرایا ایک بار کلمہ کی ضرب دی دوسری بار دے رہے تھے کہ روح مبارک پرواز کر گئی۔ (بسوانح عمری ص ۱۴۳)

نام رسالہ:۔ تنویر الھدیٰ جلد ۲ شمارہ ۶، ۵۔ اشاعت خاص:۔ مئی جون 2009ء
فضیلۃ الشیخ محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ نمبر

اہلحدیث اکابر فراموش نہیں.....!!:۔ اکابر کی خدمات کا تذکرہ کرنا اور ان کو خراج تحسین پیش کرنا اور اسلاف کی نہج کو اپنانا، ان جیسا ذوق وشوق اور جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا زندہ قوموں کی علامت و وطیرہ ہے۔ نوجوان نسل اور آئندہ نسلوں کے لئے ایک راہ عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام مقدس میں اس راہ عمل کے لئے انبیاء واولیاء اور اپنے نیک بندوں کا کئی مقامات پر تذکرہ فرمایا:

"واذ کر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیاً"۔ "واذ کر فی الکتب مریم اذاانتبذت من اھلھا مکانا شرقیا" "واذکر فی الکتاب موسیٰ انہ کان مخلصاً وکان رسولا نبیاً"

دوسرے نمبر پر کسی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی اچھی عادات اور خصلتوں کا باہم تذکرہ کرنا، اس کے لئے باعث رحمت ونجات اور تحدیث نعمت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں ایک جنازہ اٹھا لوگوں نے اس کی اچھائیاں بیان کرنا شروع کر دیں، نبی ﷺ نے فرمایا: (وجبت) پھر ایک جنازہ اٹھا تو لوگوں نے اس کی برائیاں بیان کرنا شروع کر دیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: (وجبت) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! (وجبت) کا کیا مطلب ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا جس کا جنازہ اٹھنے کے بعد تم نے اس کی خوبیاں بیان کیں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت واجب کر دی ہے۔ (تنویر الھدیٰ ص ۹)

"اولیاء" سرور، نور اور ہدایت کا ذریعہ:۔ موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے، نہ ولی، نہ عالم، نہ جاہل، نہ نیک، نہ بد، نہ مومن، نہ کافر، نہ شاہ نہ گدا، اپنے اپنے وقت پر سبھی گئے اور سبھی کو جانا ہے۔ لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے خوش بخت بھی ہوتے ہیں کہ زندگی ان کے نقش پا سے راستے ڈھونڈتی ہے، قومیں ان کے نور سے روشنی پاتی ہیں۔ انسانیت ان سے غازہ حسن مستعار لیتی ہے، شرافت ان پر ناز کرتی ہے، محبوبیت انہیں دیکھ دیکھ کر اپنے کاکل وگیسو سنوارتی ہے۔ ایوان علم ان کے بہار آفریں وجود سے گل ولالہ بن جاتا ہے، مجروح قلب ان کے نفوس سے مرہم شفا پاتے ہیں، بے کس ودرماندہ افراد ان کے سایہ عاطفت میں پناہ لیتے ہیں، وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوق خدا پر

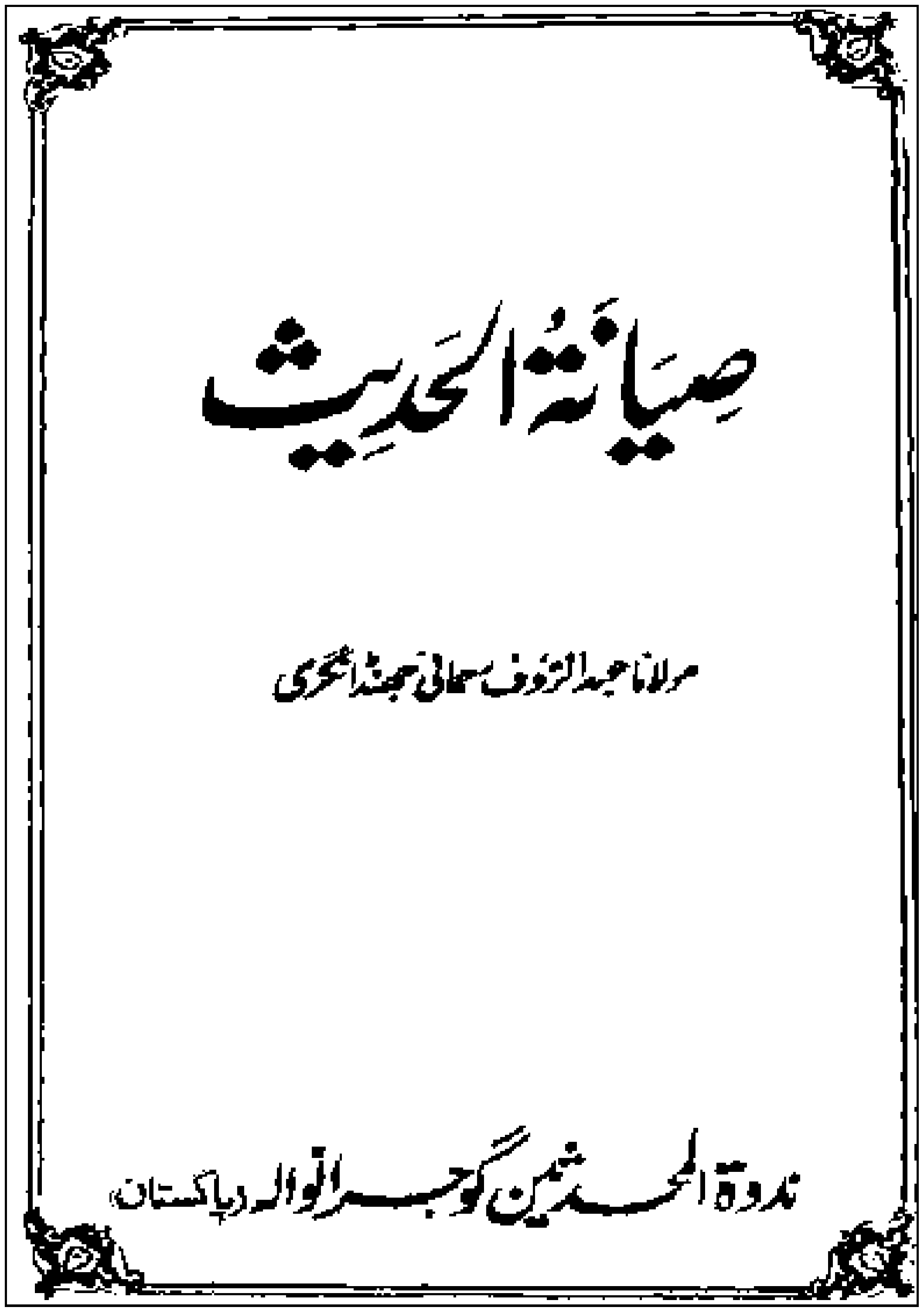

صیانۃ الحدیث

مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری

ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ (پاکستان)

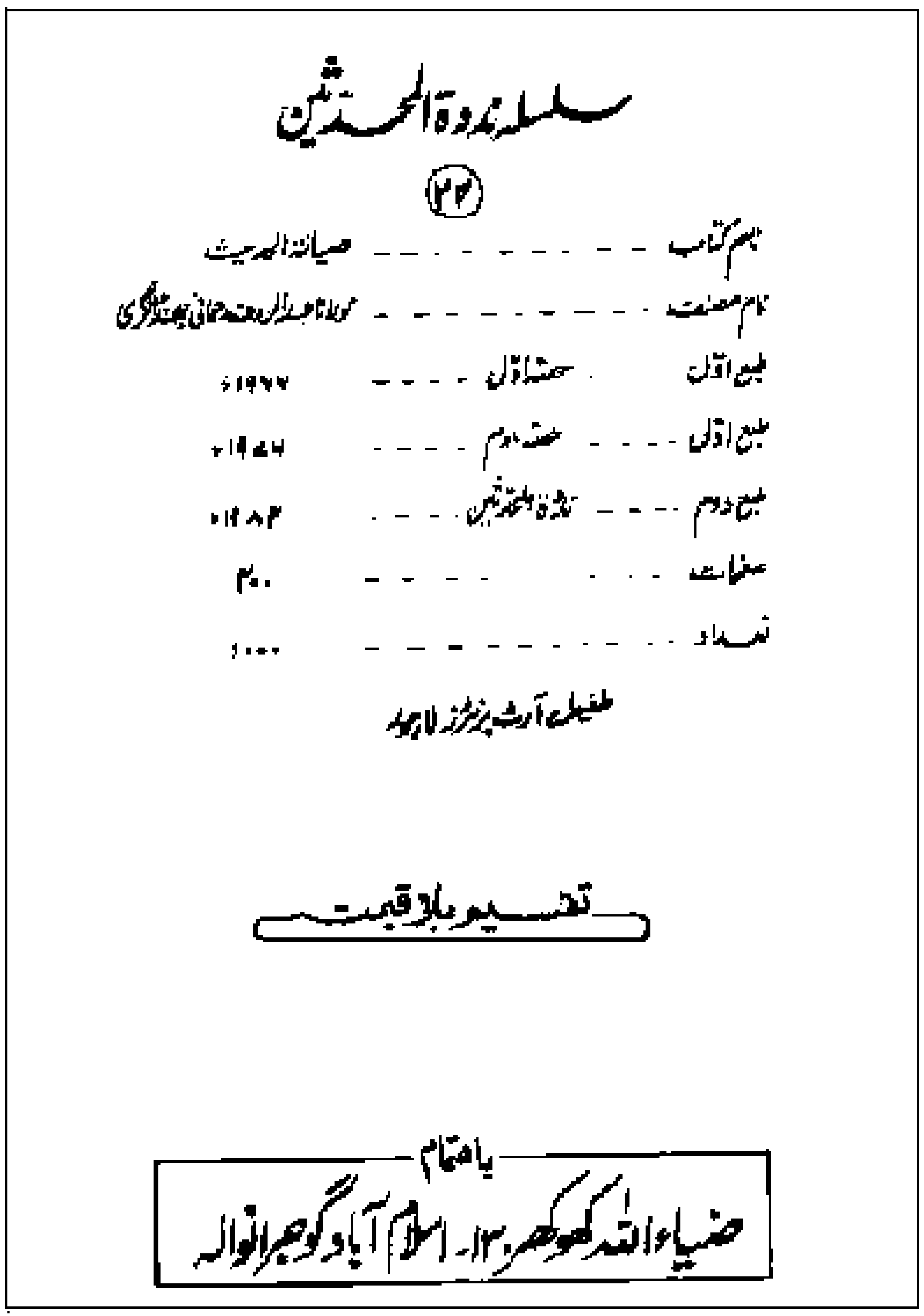

سلسلہ ندوۃ المحدثین

(۲۴)

نام کتاب ---- صیانۃ الحدیث
نام مصنف ---- مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری
طبع اول حصہ اول ---- ۱۹۷۷ء
طبع اول ---- حصہ دوم ---- ۱۹۷۷ء
طبع دوم ---- ندوۃ المحدثین ---- ۱۹۸۴ء
صفحات ---- ۴۰۰
تعداد ---- ۱۰۰۰

طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور

تقسیم بلا قیمت

باہتمام
ضیاء اللہ کھوکھر ۱۳۔ اسلام آباد گوجرانوالہ

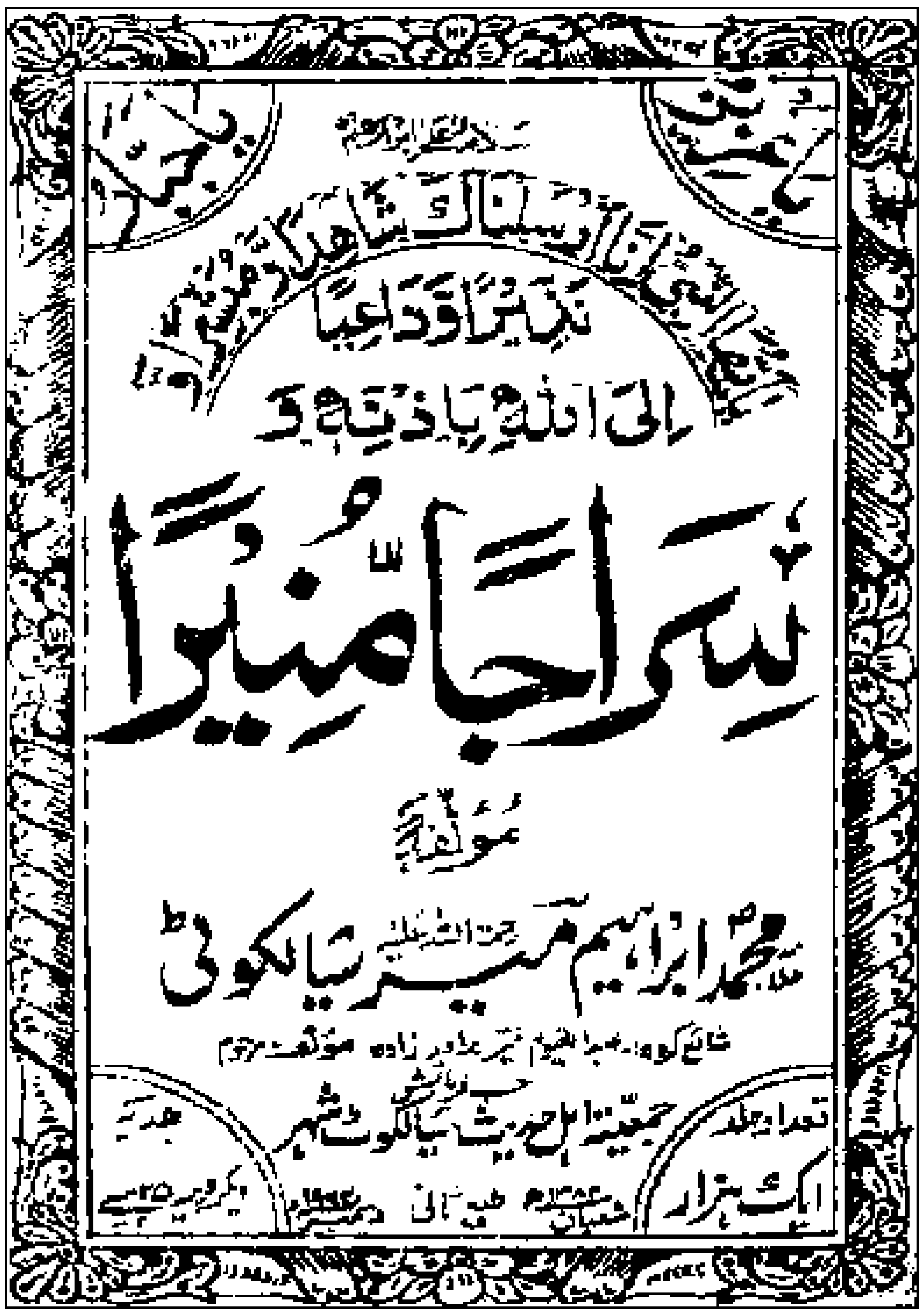

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ و

سراجا منیرا

مؤلفہ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ: عبد الحفیظ میر برادر زادہ مؤلف مرحوم

حسب فرمائش
جمعیۃ اہلحدیث سیالکوٹ شہر

تعداد جلد
ایک ہزار

ہدیہ

طبع ثانی

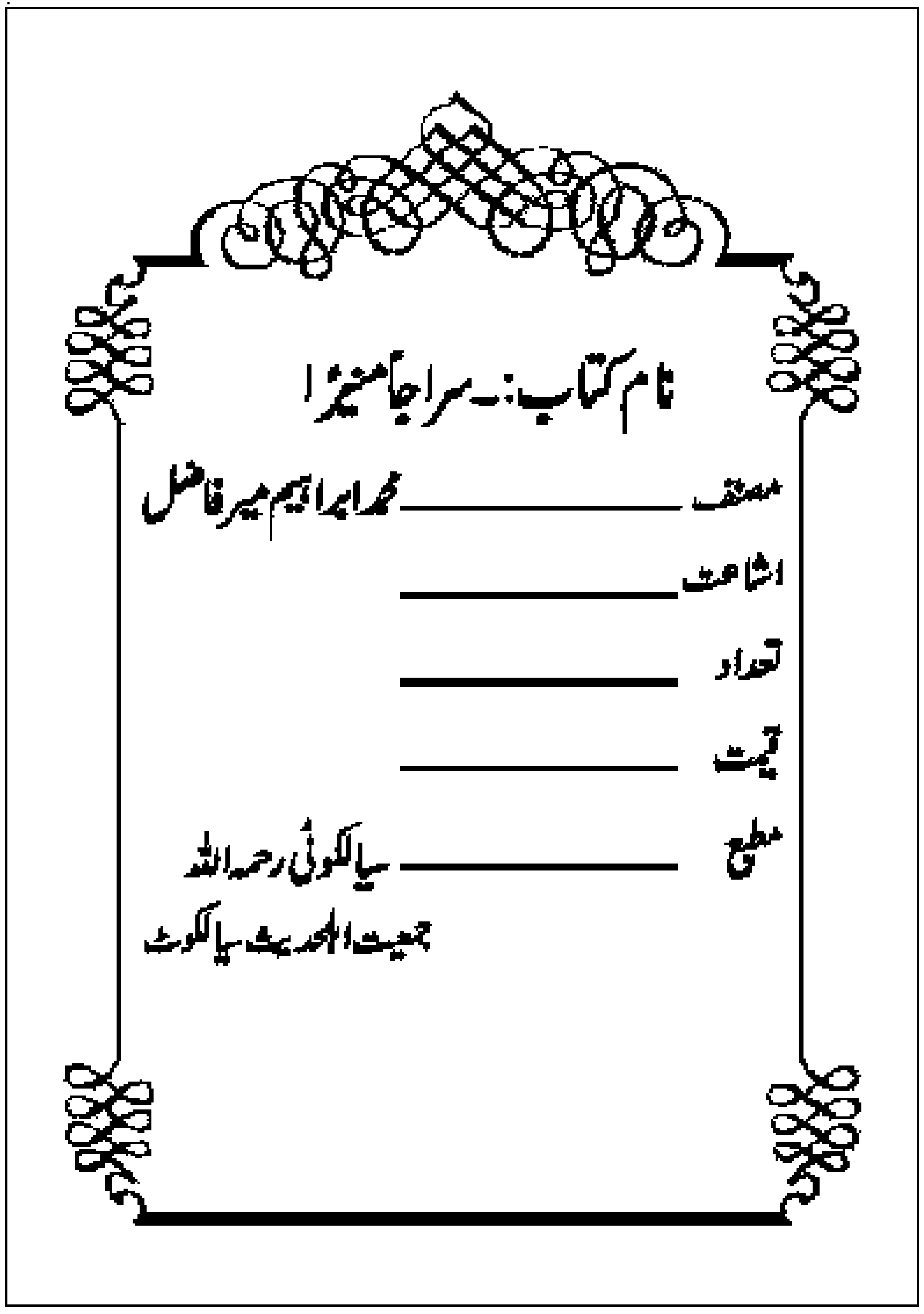

نام کتاب :۔ سراجا منیرا
مصنف ________ محمد ابراہیم میر فاضل
اشاعت ________
تعداد ________
قیمت ________
مطبع ________ سیالکوٹی رحمہ اللہ
جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ

ضوفشانی کرتے ہیں، خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جلا بخشتے ہیں، خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کو راحت وسکون عطا کرتے ہیں، ان کے آئینہ رخ زیبا میں یادخدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی ہے۔ (اذا راوا ذکر الله)

ان کی دید، دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے۔ ان کی محفل سکینت کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ بات کریں تو موتی رولتے ہیں، مسکرائیں تو پھول برساتے ہیں، ناز کریں تو آسمان سے صدائے لبیک آتی ہے، گڑگڑائیں تو عرش الٰہی کانپ جاتا ہے، دنیا سے بھی جاتے ہیں تو اس شان سے جاتے ہیں کہ چہار سو افسردگی چھا جاتی ہے۔ آسمان وزمین روتے ہیں، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے، زمانہ تاریخ کی کروٹ بدل دیتا اور قصر ملت پر زلزلہ آ جاتا ہے۔ ہماری جماعت کی عظیم علمی، تحقیقی، سماجی اور دینی شخصیت کے حامل شیخ الحدیث مولانا محمد یحیٰ گوندلوی چلے گئے۔ (تنویر الھدی ص ۴۳)

قلبی تعلق مرکز تجلیات الٰہی:۔ اور وہ کام سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعائیں، التجائیں اور استخارہ کرتے اور نالہ ہائے نیم شبی میں اتنی سسکیاں بھرتے کہ مالک رؤف رحیم کو ان پر ترس آجاتا وہ جب بھی میدان جہاں میں اترتے تو اسی کی رضا کے لئے اور اسی کے بھروسے پر، پھر ان کا قلبی تعلق مرکز تجلیات الٰہی، کعبہ مشرفہ اور معدن انوار نبوت سے ہمیشہ پیوستہ رہتا، اس کے ساتھ تمام ارباب قلوب سے جو ان کے علم میں تھے۔ ہمیشہ ربط وتعلق رہتا اور اسے بھی دعاؤں اور التجاؤں کو مسلسل استدعائیں ہوتی رہتیں:

ذکر ان کا چھیڑ کر دیکھے کوئی اے شاہد　　بے خودی کیا چیز ہے وارفتگی ہوتی ہے کیا

(تنویر الھدی ص ۴۵)

وضاحت: ہمارے مشائخ اور بزرگوں کو اللہ نے جامعیت کاملہ سے نوازا تھا، چنانچہ وہ علم وعمل، تقویٰ وطہارت، تصنیف وتالیف، تعلیم وتدریس، اصلاح وتربیت وغیرہ۔ ہر میدان میں امام نظر آتے ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکیلے ان سے وہ کام لیا جو ایک مستقل جماعت بھی بمشکل سرانجام دے سکتی ہے۔ (تنویر الھدی ص ۴۶)

مولانا یحیٰ، عابد، زاہد، پابند نوافل بزرگ:۔ آپ انتہائی عابد وزاہد، تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے صوم وصلوٰۃ کے اس قدر پابند تھے کہ فرائض کے علاوہ نوافل کی ادائیگی میں بھی کبھی سستی نہ کرتے تھے۔ (تنویر الھدی ص ۱۱۲)

وضاحت: مسلک اہلحدیث جو کہ صاف قرآن وحدیث کا نام ہے اس لئے اصل میں وہ خادم اہلحدیث نہیں بلکہ خادم قرآن وحدیث تھے۔ (تنویر الھدی ص ۱۶۴)

نام کتاب:۔ صیانۃ الحدیث .... مصنف:۔ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری
ناشر:۔ ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ (پاکستان)

صوفیاء کا عدل وانصاف:۔ دیانت کا ایک عجیب واقعہ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کے والد مبارک کے پاس مرو میں ایک باغ تھا۔ آپ کے والد نے اس باغ میں لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا۔ بلکہ صرف حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کے لیے اس کو مخصوص کر دیا جب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ علیہ بڑے ہوئے اور پڑھنے لکھنے لگے تو ان کو باپ کا یہ عطیہ خلاف شریعت نظر آیا تو بہنوں کے پاس گئے اور فرمایا اس باغ میں آپ لوگوں کا بھی حصہ ہے۔ والد مرحوم کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ مجھے تنہا دے جائیں۔ اس لیے ان کے سر سے بوجھ اتارنے کے لیے میں اس باغ کو میراث ٹھہراتا ہوں اور اس میں آپ سب لوگ اپنا حصہ لے لیں، بہنوں نے کہا ”انت فی حل وابونافی حل وھولك كما كان“ یعنی ہم اس باغ کو آپ کے لیے جائز ٹھہراتی ہیں اور باپ کو بھی معاف کرتی ہیں اب وہ صرف آپ ہی کا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے

اسے تسلیم نہیں کیا اور سب کو باغ میں شرع شریف کے مطابق حصہ دے دیا۔ جب حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادہ کا تولد ہوا تو بہنوں نے اپنا اپنا حصہ برادرزادہ کو بطور عطیہ دے دیا۔ (صیانۃ الحدیث ص ۳۱۴ بحوالہ مقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۶۸)

صوفیاء کرام کی حدیثی و فقہی خدمات

وضاحت: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ صوفیاء اور محدثین میں یکجا مقبولیت کے حامل ہیں۔ آپ کا مشہور مقولہ ہے جو تمہارے ساتھ برا کرے اسکا بدلہ بھلائی سے دو اسی کا نام احسان ہے۔ آپ کی شان صداقت و امانت میں اسلاف کی تحقیق پیش خدمت ہے (از مرتب اثری)

صوفی باکمال کی شان فقاہت و امامت:۔ (۱) (حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ پر تبصرہ) علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر جمیل "**الامام شیخ الاسلام سید الحفاظ ابو عبدالله الثوری الکوفی الفقیه**" کے شاندار لفظوں سے کیا ہے۔ اس سے ضبط و حفظ اور فقاہت و امامت میں ان کا انتہائی ممتاز مقام معلوم ہوا۔ آپ کے تلامذہ میں امام ابن عیینۃ رحمہ اللہ، امام شعبہ رحمہ اللہ، یحیٰ قطان رحمہ اللہ، ابونعیم رحمہ اللہ، ابواسحاق فراہی رحمہ اللہ، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امام وکیع رحمہ اللہ اور عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ جیسے مشاہیر ائمہ داخل ہیں۔

(صیانۃ الحدیث ص ۳۲۸ بحوالہ تذکرہ اول ص ۱۹۰ و تہذیب الاسماء، ج ا ص ۲۲۳ و کتاب الضعفاء للنسائی ص ۳۷)

کمال حافظہ:۔ (۲) سفیان ثوری رحمہ اللہ بڑے قوی الحافظہ امام ہیں۔ اپنے حافظہ کے متعلق انہوں نے خود فرمایا ہے کہ میں نے اپنے دل میں معلومات کی جو امانت رکھی کبھی اس میں میرے سینہ نے خیانت نہیں کی۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص ۲۲۲)

(۳) یحیٰ قطان رحمہ اللہ، سفیان بن عیینۃ رحمہ اللہ، عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے عراق میں ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ (تذکرہ اول ص ۱۳۱، و تہذیب الاسماء ج ا ص ۲۲۲ و کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۲۲۳)

(۴) خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ثوری رحمہ اللہ حفظ و اتقان، ضبط احادیث معرفت طرق اور وسعت نظر میں شہرۂ آفاق امام ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۵۲)

(۵) امام بخاری رحمہ اللہ نے امام شعبہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں حفظ و اتقان کے پہاڑ ہیں۔ (مقدمہ، بن الصلاح ص ۱۳)

(۶) ذہبی رحمہ اللہ ناقل ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا حافظہ امام شعبہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر تھا۔ شعبہ رحمہ اللہ کو صرف دس ہزار حدیثیں یاد تھیں اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں۔ (تذکرہ ج ا ص ۱۹۲)

(۷) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ثوری رحمہ اللہ حدیث کی سند، اسماء الرجال اور سنن دونوں کے حافظ تھے۔ (کتاب الجرح والتعدیل قسم اول ج ۲ ص ۲۲۴)

(۸) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ مختلف علم و فنون کے جامع تھے۔ ایک طرف درس حدیث میں اسانید و رجال پر بحث کرتے دوسری طرف فقہ کے غوامض میں مشغول ہو کر فقیہہ نظر آتے۔ (تاریخ صغیر ص ۱۸۶)

(۹) عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب کسی مشکل مسئلہ کے حل کیلئے میں امام ثوری رحمہ اللہ کے پاس گیا تو آپ کو ایک سمندر پایا۔ (مقدمۃ ص ۵۷ و تذکرہ اول ص ۱۹۱)

(۱۰) خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ امام نخعی رحمہ اللہ وغیرہ کے زمانہ میں اگر سفیان ثوری رحمہ اللہ ہوتے تو وہ لوگ علمی جامعیت کی وجہ سے ان کی خدمت میں حاضری دینے پر مجبور ہوتے اور ان سے اکتساب علم و فن فرماتے۔ (تاریخ خطیب ج ۹ ص ۱۶۷)

امامت و ثقاہت:۔ (۱۱) یحیٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

(مرآۃ الجنان ج ا ص ۳۴۶ و تہذیب الاسماء ج ا ص ۲۲۲)

(۱۲) خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کہا کہ ثوری رحمہ اللہ علم حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ (مقدمۃ الجرح ص ۵۶)

(۱۳) امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ وغیرہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کو امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (تاریخ صغیر ص ۲۱۶)

(۱۴) امام وکیع رحمہ اللہ بھی امام ثوری رحمہ اللہ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے تھے۔ (فتح المغیث بحوالہ صیانۃ الحدیث ص ۳۳۲)

(۱۵) **جلالت شان**: جلالت شان حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو آپ کے معاصرین امام ابو اسامہ رحمہ اللہ، محدث ابن ابی ذئب رحمہ اللہ اور امام وکیع رحمہ اللہ وغیرہ علم حدیث کا سمندر کہتے تھے اور سب کو اعتراف تھا کہ عراق میں ثوری رحمہ اللہ کا کوئی مماثل پیدا نہیں ہوا۔
(مقدمہ ص ۵۷ وتذکرہ اول ص ۱۹۱)

(۱۶) عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے گیارہ سو شیوخ سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص ۲۲۲)

(۱۷) ایک بار کسی نے ابن عیینۃ رحمہ اللہ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو سائل نے کہا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا جواب آپ کے خلاف ہے انہوں نے فرمایا: تو پھر بات سفیان رحمہ اللہ ہی کی پکی ہے۔ کیونکہ ان کے علم و تحقیق کا کوئی مماثل نہیں پیدا ہوا۔
(مقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۵۸ بحوالہ صیانۃ الحدیث ص ۳۳۴)

نام کتاب:۔ سراجاً منیراً...... مصنف:۔ محمد ابراہیم میر فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ
ناشر:۔ جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ

تعارف کتاب:۔ کتاب سراجاً منیراً جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے مضامین مسلسل مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری کی حیات طیبہ میں ''اخبار اہلحدیث'' امرتسر میں شائع ہوتے رہے۔ قارئین کرام نے اپنے حسن مذاق سے اسے بے حد پسند فرمایا پھر ان کے اشتیاق مزید کی وجہ سے اسے کتابی صورت میں طبع کرایا گیا۔ کاغذ کے بہ وقت میسر آنے کے سبب کُل پانچ سو نسخے طبع کرائے گئے جو تھوڑے عرصے میں ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور بہت جلد طبع ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی شائقین کے شوق بھرے خطوط کثرت سے آتے رہے لیکن میں اسے بوجوہات قبل ازیں نہ چھپوا سکا۔ اب خدا کے فضل سے اس پر نظر ثانی کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ:۔ اس کتاب میں عنوان ''حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پسینہ میں خوشبو کے ضمن میں لکھا گیا ہے کہ ''اہل صلاحیت کے دم قدم کی برکت سے بیماریوں اور آفتوں کا دور ہونا۔ اور بارشوں کا بوقت ضرورت برسنا اور رزق اور مال میں افزائش احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگان دین کے واقعات سے ثابت ہے اور یہ متواترات کی جنس سے ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ اسی کتاب میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کا قول مذکور ہے۔ مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ۔ یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ نہیں جانتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمئہ آفتاب راچہ گناہ

(طالب شفاعت محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ۵۰/۳، ۷)

سراجاً منیراً فیض وبرکت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:۔ میرے مخلص مقتدی ماسٹر محمد حسین صاحب سکول ماسٹر نے اگلے روز بعد نماز تراویح کے خواہش ظاہر کی کہ کوئی مختصر سا رسالہ لکھ دیا جائے جو ہم کم فرصت دنیا داروں کیلئے تزکیہ قلب میں کام آ سکے۔ اور اس میں اذکار و اوراد، اس طرز پر لکھے جائیں کہ حضور چشمہ نور سے قلبی تعلق وانس پیدا ہو جائے، اس وقت تو میں نے مسکرا کر کر ٹال دیا کہ اپنے آپ سے فرصت نہیں تو دوسروں کی صفائی کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ لیکن آج نماز ظہر میں دفعتہً خیال آ گیا کہ عرصہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض قدسی کے متعلق ایک رسالہ لکھنا شروع کیا تھا اگر اس پر نظر ثانی کر کے اور آج ۲۹ رمضان شریف کو اس کا آغاز کر کے پورا کر دیا جائے تا کہ اس میں

رمضان شریف کی برکت کا اثر ہو سکے تو بہتر ہے حسب عادت تازہ وضو کر کے اور دوگانہ توبہ واسطے استغفار و استعانت کے ادا کر کے اس رسالہ کو شروع کر دیا ہے اور نام اس کا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض و برکت کی مناسبت سے سراجاً منیرًا رکھا ہے۔ (سراجاً منیراً ص ٦)

مرشد اور والدین وسیلہ:۔ جسمانی جنم کیلئے ماں باپ کو وسیلہ بنایا ہے لیکن بہت سے مرد و عورت ہیں کہ ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اور حضرت مریم علیہا السلام کو فرزند دینا چاہا تو بغیر خاوند کے دیدیا اسی طرح روحانی جنم کے لئے مرشد ذریعہ ہوتا ہے لیکن بہت سے بدقسمت ہیں کہ باوجود مدتوں مرشد کامل کی صحبت میں رہنے کے بے نصیب رہتے ہیں۔ اس معنی میں کہا گیا ہے۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل!　　　که خضر از آب حیواں تشنه می آرد سکندر را

یعنی بدقسمتوں کو مرشد کامل سے بھی فائدہ نہیں پہنچتا جیسے کہ سکندر بادشاہ حضرت خضر علیہ السلام جیسے مرشد کامل کی رہنمائی کے باوجود بھی آب حیات سے پیاسا واپس آیا۔ چونکہ اپنی خوش قسمتی یا بدقسمتی کسی کو بھی معلوم نہیں اس لئے ہم کو عالم اسباب میں رہتے ہوئے اللہ عزوجل کے فضل وکرم پر نظر رکھ کر ان اسباب کے ذریعے اپنی قسمت آزمائی کرنی چاہیے جو اس نے ہمارے اختیار میں کئے ہیں۔ (سراجاً منیراً ص ١٤)

مرشد پر اعتماد و عقیدت:۔ جس طرح جسمانی جنم کے بعد جسمانی پرورش کی نگہداشت اور کفالت مہربان ماں باپ کرتے ہیں اسی طرح روحانی جنم یعنی بیعت کے بعد روحانی پرورش و اصلاح کی نگہداشت مرشد مشفق کرتا ہے پس جس طرح بچہ جسمانی پرورش کے زمانہ میں ماں باپ پر اعتماد کر کے جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح مرید کو بھی چاہیے کہ وہ روحانی تربیت کے زمانہ میں یعنی جبکہ وہ مرشد کی زیر نگرانی روحانی عملیات مسنونہ کی مشق کرتا ہوا اپنے مرشد سے خلوص و عقیدت رکھے۔ اور اس کی تعلیم کردہ ہدایتوں پر عمل کرتا رہے۔ تاکہ اپنی قسمت و کوشش کی مقدر منزلت کو حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص اور ہر شے کے لئے اپنے علم ازلی میں ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ وہی اس کی قسمت وہی اس کی تقدیر ہے۔ (سراجاً منیراً ص ١٤)

زیارت و بشارت رسول ﷺ کی تمنا:۔ عام انسانی زندگی میں سب سے بڑی سعادت و فضیلت جو کسی صاحب قسمت کو حاصل ہو وہ حبیب رب العالمین ﷺ کی زیارت کی نعمت ہے جس کی تمنا میں ہزاروں اولیاء اللہ نے بہت کڑی ریاضتوں میں لمبی لمبی عمریں صرف کر دیں۔ کسی کی قسمت نے یاوری کی تو وہ مراد کو پہنچ گیا اور کوئی راہ ہی میں رہ گیا۔

بزرگان دین نے (خدا تعالیٰ ان سے راضی ہو) اس سعادت کی تحصیل کے کچھ طریقے اور عملیات لکھے ہیں اور اپنے عملیات سے ان طریقوں کا تجربہ بھی کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کی آرزو پوری کر دی۔ حقیقت میں یہ اس کا فضل ہوتا ہے جس کیلئے وہ اس سعادت کا حصول چاہتا ہے اسے اس ذات گرامی صفات سے روحانیت میں قریب کر کے نعمت زیارت کا شرف بخش دیتا ہے۔

ولنعم ما قال العارف الجامی قدس سره

تاب و صلت کار پاکاں من ازیشاں نیستم　　　چوں سگانم جائے ده درسایه دیوار خویش

خواب میں زیارت النبی ﷺ کے آداب:۔ ہر قسم کی ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی، ذہنی و اخلاقی، عملی و اعتقادی اور نفسانی و جذباتی پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد سب سے بڑی چیز جس کے ذریعے ذات اقدس ﷺ سے روحانی قرب حاصل ہوتا ہے وہ درود شریف کا وظیفہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (قدس سرہ) اپنی بابرکت کتاب ''القول الجمیل'' میں فرماتے ہیں:

''واوصانی بمواظبة الصلوٰة علی النبی (صلی الله علیه وآله وسلم) کل یوم وقال بها وجدنا ماوجدنا'' ''یعنی میرے سردار اور والد (حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ) نے مجھے وصیت فرمائی۔ درود شریف کی ہمیشگی پر ہر روز اور فرمایا کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ اسی (کی برکت) سے پایا۔'' (سراجاً منیراً ص ١٩، ٢٠)

دوسرا ادب ماہی بے آب کی طرح تڑپنا:۔ درود شریف کے برکات و فضائل جو احادیث میں وارد ہیں ان پر نظر کرنے سے واضح ہو

جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے روحانی قرب حاصل کرنے کیلئے درود شریف سب سے بڑا ذریعہ ہے پس لازم ہے کہ طالب زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ومحبت اپنے دل میں سب مخلوق سے زیادہ بٹھادے اور اس میں شوق زیارت کا چراغ ہمیشہ جلائے رکھے۔ یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح عشق ومحبت کا درجہ حاصل ہو جائے اور ایسی حالت ہو جائے کہ ماہی بے آب کی طرح سعادت دیدار کی طلب میں تڑپتا رہے اور بغیر دیدار وزیارت کے یا کم از کم بغیر درود شریف اور ذکر حبیب ﷺ کے چین وآرام نہ پائے کیونکہ کثرت ذکر سے بھی دل ودماغ میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو قائم مقام ملاقات ہو کر ایک گونہ موجب تسکین وتسلی ہو جاتی ہے۔ محدثین رحمہم اللہ جو دن رات حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس دیتے اور لیتے رہنے کی وجہ سے کثرت سے درود شریف پڑھنے کا موقع دوسروں کی نسبت زیادہ پاتے ہیں ان کی شان میں کسی بزرگ نے کہا ہے:

”اھل الحدیث ھم اھل النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا“

”یعنی اہلحدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل ہیں گو ان کو آپ ﷺ کی صحبت جسمانی میسر نہیں آئی۔ لیکن آپ ﷺ کے انفاس طیبہ یعنی کلام پاک کی صحبت تو حاصل ہے“۔

حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کے سمدھی مولانا حفیظ اللہ خاں صاحب مرحوم دہلوی کے مرض الموت میں یہ عاجز مع ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب مرحوم پشاوری ان کی زیارت کو گیا۔ آپ کو مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ کی طرح شعر بہت یاد تھے مجھے فرمانے لگے یہ شعر لکھ لو اور سمجھو کہ علم حدیث کی نسبت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

درسخن پنہاں شدم من ہمچو بو در برگ گل ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

تفسیر معالم وغیرہ میں آیت ”اولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين“ الخ (پ۵، النساء) کے شان نزول کے متعلق مرقوم ہے کہ مولیٰ ثوبان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ سے نہایت درجہ کی محبت تھی کہ آپ ﷺ کو دیکھے بغیر ان کو قرار نہیں تھا ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان کا چہرہ متغیر تھا اور غم کے آثار چہرے پر نمایاں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (از راہ شفقت) دریافت فرمایا کہ تمہارا رنگ کیوں متغیر ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور ﷺ! (میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں) مجھے کوئی بیماری یا آزار نہیں ہے مگر یہ کہ جب میں آپ ﷺ کو نہیں دیکھتا تو بےقرار و بےچین ہو جاتا ہوں اور مجھے چین نہیں آتا حتی کہ آپ سے ملاقات کر لوں پھر جب میں آخرت کو یاد کرتا ہوں تو خوف کھاتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کو وہاں نہیں دیکھ سکوں گا کیونکہ آپ ﷺ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ علیین کی بلندی پر ہونگے اور میں اگر داخل جنت ہو بھی گیا تو (بہر حال) میرا رتبہ آپ ﷺ کے رتبے سے ادنیٰ ہوگا۔ اور اگر میں (خدانخواستہ) داخل جنت نہ ہوا تو آپ ﷺ کو کبھی بھی نہیں دیکھ سکوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالحین اور یہ لوگ رفیق ہونے میں بہت اچھے ہیں“۔ (سورۂ نساء)

پس طالب زیارت عاشق صادق کی طرح اپنے دل کو ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے پر رکھے اور اپنے فانوس سر میں زیارت کے شوق کا چراغ ہر دم روشن رکھے۔ (سراجاً منیراً ص ۲۱، ۲۲)

زیارت رسول ﷺ کیلئے دیگر ہدایات:۔ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شوق رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی جسمانی پرورش کے لئے کامل طور پر حلال کی خوراک کھائے حرام تو کجا مشتبہ سے بھی پرہیز کرے۔ ظاہر شریعت میں مال مشتبہ کی دعوت کھانی جائز لکھتے ہیں لیکن اہل طریقت واہل محبت کے نزدیک درست نہیں۔ مال حرام کی نسبت تو حدیث شریف میں صاف طور پر وارد ہے اور اسی حدیث میں مشتبہات کا بھی ذکر ہے کہ جس نے مشتبہات سے پرہیز کی اس نے اپنے دین کو (نقصان سے) اور اپنی عزت کو

(طعن سے) بری رکھا۔ (بخاری کتاب الایمان) یہ مقام ورع ہے۔ جو بعض محققین کے نزدیک مقام تقویٰ سے بلند تر ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مشتبہات سے بچنے سے ایمان کامل ہوتا ہے اور عزت محفوظ رہتی ہے اسی مقام کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب اللقطہ'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بطریق ہمام بن منبہ رحمہ اللہ نے روایت کیا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں بعض اوقات اپنے گھر جاتا ہوں تو کوئی کھجور اپنے بستر ے پر گری ہوئی پاتا ہوں اسے اٹھاتا ہوں کہ اسے کھاؤں پھر ڈر جاتا ہوں کہ مبادا یہ صدقہ (کی) ہو پس میں اسے ڈال دیتا ہوں''۔

۲۔ اسی طرح شکم کی پاکیزگی کے بعد بدن اور لباس ہمیشہ پاک صاف رکھے، ''صحیح بخاری'' میں ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو جو پیشاب کی نجاست سے پاک نہیں رہتا تھا۔ قبر کے عذاب میں مبتلا دیکھا۔ پس جو شخص عالم برزخ میں عذاب میں گرفتار ہوگا۔ وہ حکماً اس دارِ دنیا میں بھی خدا کے غضب کے نیچے ہے۔ پس اس پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا لطف وکرم نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص لباس کے متعلق اسی طرح کی پرہیز ضروری ہے جیسا کہ شکم کی خوراک کے متعلق ہے کہ وہ حرام یا مشتبہ وجہ سے حاصل نہ کیا ہو کیونکہ جس کا کھانا پینا اور لباس حرام وجہ سے ہو اس کی تو عام دعا بھی قبولیت کے قابل نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے (بلوغ المرام) چہ جائیکہ اسے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے شرف سے نواز اجائے۔

۳۔ پھر یہ کہ برے اعمال اور برے اخلاق سے کلی طور پرا لگ رہے کیونکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ قرآن شریف شاہد ہے خلق عظیم پر تھے۔ (سراجاً منیراً ص ۲۳، ۲۴)

توضیح تمثیل: اسی طرح ذات بابرکات آں سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو سراجاً منیراً ہونے کی وجہ سے خزانہ روشنی ہیں اور وائرنگ مرشد وشیخ یا پیر واستاد ہے۔ جس کی ایک جانب تو ذات گرامی صفات آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور دوسری طرف بلب ہے جو اپنا یا فیض کے طالب مرید کا دل ہے۔

اوصاف شیخ ومرشد: پس اس مرشد کا متبع سنت صحیح العقیدہ اور صالح العمل ہونا ضروریات سے ہے اور یہ بھی کہ وہ کفر وشرک، الحادو بدعت، فسق وفجور اور اعمال سیۂ کی آلودگیوں سے پاک ہو اور یہ بھی کہ وہ فرائض وسنن اور مستحبات کا ادا کرنے والا اور محرمات اور مکروہات اور مشتبہات سے پرہیز کرنے والا ہو پس ایسا پاکباز متبع سنت شیخ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (خزانہ روشنی) سے قلبی تعلق رکھتے ہوئے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کرے اور اس کی انعکاسی شعاعیں مرید کے آئینہ صافی پر ڈالے۔

۲۔ بلب کے اندر کی تار: اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بلب کا خالی خول روشنی حاصل نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے اندر ایک باریک سی تار ہوتی ہے اور وہ بجلی کی کیفیت سے متکیف ہوتی ہے تو پھر جا کر روشنی لیتی ہے۔ پس دل کا زندہ ہونا بھی ضروری ہے۔

۳۔ دل سے مراد: دل دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک تو صنوبری شکل کا گوشت کا ٹکڑا ہے اس کی بیماری کا سمجھنا اور علاج کرنا اطباء کے متعلق ہے دوم دل اس لطیفہ غیبی اور نور ربانی پر بولا جاتا ہے جو خالق حکیم نے اس گوشت کے ٹکڑے میں رکھا ہے یہ دل ربانی لوگوں کا مقصود ہوتا ہے پس اس کی زندگی بھی لازمی ہے۔ (سراجاً منیراً ص ۲۶، ۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی مناسبت پیدا کرنے کا ذریعہ

۱۔ ایک طریقہ درود شریف پڑھنے کا یہ ہے کہ ہر روز نماز عشاء کے بعد صاف ستھرے لباس سے جو حلال کمائی سے حاصل کیا ہو ملبوس ہو کر اور تازہ وضو کر کے اور خوشبو لگا کر خلوت میں ہو کر شور وشغب سے توجہ میں خلل نہ پڑے۔ صاف وستھرا مصلی بچھائے اور یہ درود شریف پڑھے۔

''اللھم صل علی سیدنا محمد واله کما تحب و ترضی''

یعنی یا اللہ! تو درود بھیج اوپر سردار ہمارے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ ﷺ کی آل کے جس طرح کہ تو پسند کرے۔ اور راضی ہو''۔

۲۔ یا یہ درود شریف پڑھے۔ **"اللهم صل على روح سيدنا محمد في الارواح وعلى جسد سيدنا محمد في الاجساد اللهم صل على قبره في القبور"**

خداوند! تو درود بھیج اوپر روح سردار ہمارے محمد ﷺ کے بیچ ارواح کے اور اوپر جسم مبارک سردار ہمارے محمد ﷺ کے بیچ اجسام کے خداوند! تو درود بھیج اوپر آپ ﷺ کی قبر کے بیچ قبروں کے۔

۳۔ یا جمعہ کے روز (عصر اور مغرب کے درمیان) ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔

اللهم صل على سيدنا محمد النبي الامي...... خداوند! تو درود بھیج اوپر سردار ہمارے محمد ﷺ نبی امی کے۔

انشاء اللہ پانچ جمعہ تک جب مناسبت روحانی پیدا ہو جائے گی تو گوہر مقصود سے دامن پر ہو جائے گا اور خواب میں اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لے گا۔ (سراجاً منیراً ص ۲۸، ۲۹)

قرب روحانی کا دوسرا ذریعہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب روحانی حاصل کرنے کے لئے سورت **"انا اعطيناك"** کا ورد بھی بہت مؤثر و مجرب ہے کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عطائے کوثر (نہر کوثر اور خیر کثیر) کا ذکر ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ شب جمعہ کو آداب مذکورہ بالا سے پاک وصاف مصلّیٰ پر باوضو بیٹھے اور ایک ہزار بار یہ سورۃ مع بسم اللہ شریف کے پڑھے اور بغیر کلام اور دیگر تفکرات کے شوق زیارت کے چراغ کو روشن رکھتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی جناب میں دعائیں اور التجائیں کرتے ہوئے سو جائے۔ انشاء اللہ شرف زیارت سے مشرف ہو جائے گا۔

حاشیہ میں وضاحت:۔ یہ عملیات کتاب عملیات خاندان شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے ماخوذ ہیں۔ (سراجاً منیرُ اص ۳۰)

زیارت نہ ہونے میں کمی کا ازالہ:۔ اگر خدانخواستہ مراد حاصل نہ ہو۔ تو سمجھو کہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو گناہوں کی نجاست سے پاکیزگی نہیں ہوئی تو حضوری میں بازیابی نہیں ہو سکی۔ پس گناہوں کو یاد کر کے جناب باری میں تضرع وزاری کرے اور توبہ واستغفار کرے اور عمل جاری رکھے۔

یا یہ سمجھے کہ میرے ضعف کی وجہ سے عمل میں ضعف ہے پس ہر شب جمعہ کو ایسا کرے حتیٰ کہ عمل میں قوت حاصل ہو کر مقصود حاصل ہو سکے۔ دیکھتے نہیں کہ آیت کریمہ یعنی'' **لا اله الا انت سبحانك انی كنت من الظلمين**''۔ حضرت یونس علیہ السلام نے صرف ایک دفعہ پڑھی تھی اور خدا نے رحم کر دیا تھا لیکن اب اس کا عمل سوا لاکھ مرتبہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی ایک آہ درد ہماری سوا لاکھ آہ سے بھی زیادہ مؤثر تھی وہ نبی اللہ تھے اور ہم امتی ہی نبی اور امتی میں جو فرق مرتبہ کا ہے وہ ظاہر ہے محتاج بیان نہیں پس بحکم ؎

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید! یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن بر آید!

کئے جاؤ کوشش میرے دوستو! (سراجاً منیراً ص ۳۰)

فیض سینہ بسینہ کا ثبوت:۔ مسلمانوں کی زبان سے ایک لفظ سینہ بسینہ اکثر سنا جاتا ہے جو ان معنوں میں بولا اور سمجھا جاتا ہے کہ کوئی علم ایسا بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الفاظ میں نہیں بیان کیا۔ اس لئے وہ احادیث میں منقول نہیں ہوا بلکہ وہ آپ ﷺ نے خاص اوقات میں شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان جیسے بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے سینہ پر القا کیا۔ جس سے وہ منور ہو گئے۔ انہی کے فیض و برکت سے سلسلہ بسلسلہ وہ علم مشائخ طریقت میں چلا آیا۔ اور اب بھی وہ علم اسی طرح سے ا۔ ب۔ ت حروف تہجی والے الفاظ کے بغیر ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل ہوتا ہے بلکہ بعض وقت ان سے ایسے امور بھی واقع ہو جاتے ہیں جو اہل ظاہر کی نظر میں خلاف شریعت ہوتے ہیں۔ (سراجاً منیراً ص ۲۹ تا ۳۱)

حاشیہ میں وضاحت: گناہوں کی نجاست تو بہت بری بلا ہے پرانے اہل دہلی میں تو یہ بھی مشہور تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کو حضور ﷺ کی حضوری کا مرتبہ حاصل تھا ایک دفعہ آپ کے ہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حقہ پیتا تھا خادم اس کیلئے کہیں سے حقہ لے آئے لیکن خادموں کو اس حقہ کا مکان سے نکال دینا یاد نہ رہا۔ کئی روز کے بعد حضرت شاہ صاحب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مکان میں حقہ ہے اس لئے ہم اس جگہ تشریف فرما نہیں ہوسکتے۔ (سراجاً منیراً ص ۳۰)

فیض سینہ بہ سینہ کا صحیح مفہوم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ فیوض گنجینہ کے انوار جو دوسرے قابل دلوں پر منعکس ہوتے تھے اور ان میں ایک باطنی کیفیت پیدا کر کے اُسے منور کر دیتے تھے ان سے انکار نہیں ہوسکتا اور ہم فیض سینہ بسینہ کے ان معنوں میں ہونے اور سلسلہ بسلسلہ بزرگان دین میں برابر چلے آنے کو برابر مانتے ہیں اور اسی کے ثابت کرنے اور سمجھانے کیلئے ہم نے اس عنوان کو مقرر کیا ہے۔
(سراجاً منیراً ص ۳۳)

طریقت وشریعت میں مخالفت نہیں: شریعت وطریقت میں مخالفت کا ہونا گو کبھی کبھی ہو یہ امر بھی باطل ہے کیونکہ جس امر کو خدا تعالیٰ نے بواسطہ اپنے رسولوں کے علی الاعلان الفاظ میں ظاہر کیا اور اس کی فرمانبرداری بندوں پر لازم کر دی اور اس کی نافرمانی سے اپنی ناراضی صاف وصریح الفاظ میں ذکر کر دی۔ اس کی خلاف ورزی اس کو کس طرح پسند آسکتی ہے پس اگر طریقت خدارسی کے طریق کا نام ہے تو اس کا شریعت کے مطابق وموافق ہونا لازمی ہے اسی لئے اہل طریقت بزرگوں کا (خدا ان سے راضی ہو) متفقہ قول ہے کہ طریقت بغیر شریعت کے زندقہ وبیدینی ہے۔

یہ بات اتنی مسلم اور مشہور ہے کہ ہم کو اس کے لئے ان اقوال کے نقل کرنے اور کتابوں کے حوالے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولانا روم رحمہ اللہ نے ''مثنوی شریف'' میں اور خواجہ علی ہجویری رحمہ اللہ لاہوری نے ''کشف المحجوب'' میں اور سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ''غنیۃ الطالبین'' اور ''فتوح الغیب'' میں اور حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ''مکتوبات'' میں نہایت صفائی سے اسے بیان کیا ہے۔ (سراجاً منیراً ص ۳۳، ۳۴)

علمائے اہلحدیث کو طریقت وتصوف کی مخالفت تسلیم نہیں:۔ یہ ذرۂ بے مقدار (بدنام کنندہ نکونامے چند) متبع سنت ہو کر اہل طریقت سے بھی عقیدت ومحبت رکھتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کی نزاع کو یوں مٹانا چاہتا ہے کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ صرف قرآن وحدیث کی صورت میں ہے اور ان ہر دو سے باہر ہم کسی چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کر سکتے اور اسی طرح ہم شریعت وطریقت کی مخالفت کو بھی تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ جب ہر دو منجانب اللہ ہیں اور ہر دو خدا کے پاس پہنچنے کی سبیلیں ہیں تو ان میں مخالفت کیوں ہوگی؟ اگر کسی کو نظر آتی ہے تو ہر روز اہل شریعت واہل طریقت میں سے کسی طرف کی غلط فہمی ہے اگر ہر دو مقام صحت پر کھڑے ہوں تو دونوں میں مخالفت نہیں ہوسکتی لیکن یہ کہنا یا سمجھنا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں بغیر حرفوں کی تعلیم کے کچھ آ نہیں سکتا یہ خشکی اور بے ذوقی ہے۔ قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی (سراجاً منیراً ص ۳۴، ۳۵)

ناآشنا.... !تصوف حقیقت کیا جانیں:۔ اہل ظاہر کی خدمت میں التماس ہے کہ بیشک آپ کو یہ الفاظ سخت معلوم ہوں گے اور آپ ان کو اپنی شان علم کے خلاف سمجھیں گے لیکن بے ادبی معاف! حقیقت یہی ہے۔'' قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی '' کا معاملہ ہے کیونکہ کیفیات ووجدانیات کا احساس صاحب کیفیت اور صاحب وجدان کے سوا کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا اور یہ وہ حقیقت ہے جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ جو عالم عامل اور ولی کامل تھے بیان توجہ میں فرماتے ہیں:'' ومن لم یذق لم یدر ''یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ کیا جانے اور کیا سمجھے؟ اسی اصول پر خدا تعالیٰ نے منکرین نبوت محمدیہ ﷺ کو یوں خطاب کیا ہے۔'' افتمارونہ علی مایری '' (النجم پ ۲۷) یعنی تو کیا

تم اس نبی ﷺ سے ایسے امر میں جھگڑا کرتے ہو جسے وہ (عیاناً سامنے) دیکھ رہا ہے‘‘۔ (سراجاً منیراً ص ۳۵)

مرشد سے باطنی علم کا حصول:۔ اب اس امر کو اسی علم (معقول ومنقول) سے سمجھئے جس سے آپ مانوس ہیں کہ علم دو طرح پر ہوتا ہے حروف سے اور قلب سے کتابی علم حرفوں کے ذریعے اہل علم استاد سے حاصل ہوتا ہے اور قلبی علم اہل دل مرشد سے قلبی مناسبت پیدا کرنے اور زہد وعبادت اور مجاہدہ وریاضت سے ملتا ہے اور ان سب میں آداب شرعیہ کی رعایت اور اتباع سنت اس حد سے بڑھ کر کرنی پڑتی ہے۔ جس حد تک کہ آپ اپنی نماز وغیرہ عبادت کی صحت کے لئے کافی جانتے ہیں یہ تو خلاصہ ہے اب معقولاً ومنقولاً اس کی تشریح مطالعہ فرمائیے۔

جس طرح اس مادی عالم میں ایک شے مؤثر بھی ہے کہ دیگر شئے پر اثر ڈالتی ہے اور کسی دوسری چیز کا اثر قبول بھی کرتی ہے اسی طرح ایک قلب وروح انسانی دوسرے دل پر اثر ڈالتا بھی ہے اور دوسرے قلب سے اثر کو قبول بھی کرتا ہے۔ اصل چیز تاثیر وتاثر کے لئے یہی دل ہے باقی سب اعضاء اس کے تابع ہیں کہ بلا تردد وتامل اور بلا وقفہ ومہلت اور بلا انکار وکراہت اس کی اطاعت کرتے ہیں اس خاکدان دنیا میں ایسی اطاعت کسی اور جگہ نہیں ملے گی بس یہی سمجھ لیجئے کہ خالق حکیم نے لشکر اعضا کی فطرت میں اپنے سلطان یعنی قلب کی نافرمانی رکھی ہی نہیں اسی لئے کہتے ہیں القلب سلطان البدن یعنی دل بدن کے باقی اعضا کا بادشاہ ہے پس اعضا پر جو بھی اثر ہوتا ہے وہ سب اسی کی وساطت سے ہوتا ہے اور اگر وہ بھی کسی دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں تو اسی کے فیض سے ڈالتے ہیں۔

زبان کی تاثیر مسلم ہے اس کی افسوں گری دل پر ایسا قبضہ جمالیتی ہے کہ اسے کسی اور کے مطلب کا نہیں رہنے دیتی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود افصح العرب تھے کسی شاعر کی تقریر سن کر فرمانے لگے ’’ان من البیان لسحراً ‘‘یعنی بیان میں بھی جادو کا اثر ہوتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری (مدظلہ) نے امرتسر میں اس عاجز کی سب سے پہلی تقریر سن کر فرمایا تھا۔

کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے
اثر لبھانے کا پیارے! تیرے بیان میں ہے

لیکن جب اس کے بولے ہوئے الفاظ میں بولنے والے کی قلبی کیفیت بھی بسی ہوئی ہو تو اس کا جذب لوہے کی زنجیر سے زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

سخنے کی از دل بیروں آید دروں جامی گیرو۔ یعنی جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل میں جگہ پکڑتی ہے۔‘‘

اسی طرح آنکھ کی مقناطیسی کشش سے کون انکار کرسکتا ہے جو ایک نظارے سے تڑپا دے اور ایک اشارے سے گھائل کردے اور آسیب زدہ کی طرح حیران وششدر کر کے کھڑا کردے۔ یا زمین پر ٹپکادے۔

اب سوال یہ ہے کہ زبان اور آنکھ محض اپنے گوشت اور جسم مادی سے اثر ڈالتے ہیں یا دل کی کیفیت سے متکیف ہو کر اپنا جادو چلاتے ہیں اگر پہلی صورت ہے یعنی بغیر دل کے خود بخود مؤثر ہیں تو یہ تاثیر ہر وقت کیوں نہیں رہتی اور اگر دوسری صورت ہے جو واقعی ہے تو سلسلہ اسباب میں اصل مؤثر دل ہوا اور آنکھ زبان وغیرہ اس کے آلات تاثیر ہوئے۔ ’’وھذا ھو المراد‘‘۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ تمام اعضاء دل کے فرمانبردار اور ماتحت ہیں۔ اور وہ اسی سے اثر پذیر ہو کر حرکت کرتے اور اپنے فعل انجام دیتے ہیں تو اب سمجھنا چاہیے کہ سینہ، آنکھ اور کان کی نسبت دل کے بہت قریب ہے بلکہ جملہ اعضا بدن سے نزدیک ہے کیونکہ سینہ ظرف ہے اور دل مظروف چنانچہ خالق اکبر فرماتا ہے: ’’فانها لاتعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور‘‘

’’یعنی (ان بے بصیرتوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل اندھے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں‘‘۔ (حج پ ۱۷)

اور ظاہر ہے کہ ظرف ومظروف میں جو قرب واتصال ہوتا ہے وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ پس سینہ دل کے جذبات وکوائف سے بہ نسبت دیگر اعضا کے بہت جلد اور بہت زیادہ متکیف ہو جاتا ہے اور چونکہ سینہ میں نہ تو زبان کی طرح گویائی ہے کہ بول کر اثر ڈالے اور نہ آنکھ

کی مثل بینائی ہے کہ دیکھ کر اور آنکھ سے آنکھ ملا کر کسی کو کھینچ سکے۔ اس لئے یہ کلام اور نظر سے اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ خالق حکیم نے اس میں دو دیگر قوتیں ودیعت کی ہیں جن سے یہ اپنے اعضائے بدن کے علاوہ بیرونی اشیاء (اجسام وقلوب) کو بھی مسخر کر کے ان پر حکومت جمالیتا ہے اور ان کو اپنی کیفیت سے متکیف کر دیتا ہے۔

پہلی یہ کہ خدا تعالیٰ نے اس کے اعصاب حاسہ (حس والے پٹھوں) میں قلبی کیفیات کو جذب کرنے کی قوت دیگر سب اعصاب سے زیادہ رکھی ہے۔ اس لئے یہ قوت لامسہ کے ذریعے بھی اثر ڈالتا ہے۔ یعنی اگر عامل اپنے معمول کے سینے کو اپنے سینے سے لگا دے اور پوری توجہ سے دبا دے تو عامل کے دل کی کیفیتیں معمول کے دل میں منعکس ہو جاتی ہیں بشرطیکہ ان میں جذب وانجذاب کی قابلیت ہو۔

دوسری یہ کہ خدائے جبار نے اس میں ایک ایسا وصف بھی رکھا ہے کہ جب یہ خود نور ومحبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اس کے اندر ایک انبعاث (ابھار) پیدا ہوتا ہے جو کبھی رقت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور صاحب دل زور زور سے رونے اور گڑگڑانے لگتا ہے اور کبھی جوش کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور یہ اس کی جلالی حالت ہوتی ہے ایسی حالت میں اس سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں جو فیض کی خواہش اور قابلیت رکھنے والے دل پر اس کے سینے کے گوشت اور ہڈیوں کو چیرتی ہوئی منعکس ہو جاتی ہے ایسی حالت میں لمس اور مس یعنی سینے سے لگانے یا چھونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس ایک جلالی توجہ ہی کام کر جاتی ہے بلکہ ایسی حالت میں شیخ کے سامنے ہونے کی بھی حاجت نہیں بلکہ مسافت بعیدہ سے بھی اثر ہو سکتا ہے۔

”وجربت ذلك مرارا والحمدلله، يشهد بذلك من وقع عليه هذا الحال من مخلصي هذا العبد الاثيم“

الحمدللہ میں نے اس کا کئی بار تجربہ کیا ہے۔ اس گنہگار بندے کے مخلص دوستوں میں سے جن پر یہ کیفیات گذری ہے۔ وہ اس کی گواہی دیں گے۔ (سراجاً منیراً ص ۳۹)

مرشد سے کسب فیض کا طریقہ: اگر مرشد کے دل کی کیفیتیں اور اس کے جذبات پاک ہیں اور وہ انوار قدسیہ سے منور ہے اور مرید کا دل بھی کدورت نفسانیہ سے پاک ہوتے ہوئے انوار قدسیہ کا طالب وخواہشمند اور اس کے فیض کے حاصل کرنے کے قابل ہے تو اس میں بھی اس کی رسائی پر نور بھر جاتا ہے چنانچہ یہ مضمون اہل طریقت واشارات کے طریق پر اس آیت سے سمجھا جا سکتا ہے۔

”انزل من السمآءِ مآءً فسالت اودية بقدرها“ ”یعنی حق تعالیٰ آسمان کی طرف سے بارش اتارتا ہے تو وادیوں میں بقدر ان کی وسعت کے پانی بہ پڑتا ہے۔

اس اثر کو اہل طریقت کے ہاں تصرف کرنا یا فیض وبرکت بخشنا کہتے ہیں اور آئندہ ہم اسے اسی نام سے ذکر کریں گے انشاء اللہ۔ (سراجاً منیراً ص ۴۰)

مرشد کا طریق توجہ وتصرف: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ”ارشادات رحیمیہ“ میں فرماتے ہیں:

طریقہ توجہ خواجگان (قدس اللہ اسرارہم)

> ”وآں توجہ را تصرف نامند بریں وجہ است کہ بدل متوجہ دل طالب شوند و از راہ گزران ارتباط اتصال و اتحاد سے میان دل ایشاں و باطن آں طالب واقع می شود، و بطریق انعکاس از دل ایشاں پرتو بر باطن دے می تابد و ایں صفتے است کہ ناشی از استعداد ایشاں ست کہ بطریق انعکاس در آئینہ استعداد آں طالب ظاہر شدہ، اگر ایں ارتباط متصل شود آنچہ بطریق انعکاس حاصل شدہ بود صفت دوام پذیرد، وتبیین شرائط تصرف دوقائق آں و تفصیل روش آں بگفتن مرشد تعلق وارد، و منقول است از حضرت خواجہ محمد یحییٰ پسر

> حضرت خواجه عبیدالله احرار (قدس الله تعالیٰ اسرارهما) که ارباب تصرف برانواع اند، بعضے ماذون و مختار که باذن حق سبحانه و تعالیٰ و باختیار خود هر گاه که خواهند تصرف کنند، و اور ابمقام فناء د و بیخودی رسانند و بعضے دیگراز اں قبیل اند که باوجود قوت تصرف جزبامر غیبی تصرف نکنند تاازپیشگاه مامور نشوند بکسے توجه نکنند و بعضے دیگر آنچناں که گاه گاه صفتے و حالتے برایشاں غالب شود و در غلبه آں حال باطن مرید تصرف کنند و ازحال خودایشاں رامتاثر سازند پس کسے که نه مختار بود و نه ماذون و نه مغلوب، ازوچشم تصرف نبایدداشت "۔ (**ارشادات رحیمیہ** ۴۴/۴۵)

ترجمہ: توجہ خواجگان کا طریقہ (خدا ان کے بھیدوں کو پاک کردے) اور وہ اس توجہ کا نام تصرف رکھتے ہیں۔ یہ ہے کہ وہ اپنے سارے دل سے طالب کے دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ارتباط کی وجہ سے ان کے دل میں اور طالب کے دل میں اتصال واتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔

اور بطریق انعکاس ان کے دل سے اس (طالب) کے باطن پر تو پڑتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو ان (بزرگوں) کی استعداد (قابلیت) سے پیدا ہوتی ہے کہ بطریق انعکاس اس طالب کی استعداد کے آئینہ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ ارتباط متصل ہو جائے تو جو کچھ بطریق انعکاس حاصل ہوا تھا وہ دوام کی صفت پکڑ لیتا ہے اور شرائط تصرف اور اس کی باریکیوں کا بیان اور اس کے طریقہ کی تفصیل مرشد کے بتانے کے متعلق ہے۔ اور حضرت خواجہ محمد یحیٰ بن حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (قدس اللہ اسرارھما) سے منقول ہے کہ اصحاب تصرف کئی قسم پر ہیں بعضے ماذون ومختار ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے اذن سے اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں اور اس (طالب) کو مقام فنا اور بیخودی پر پہنچا دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس قسم کے ہیں کہ باوجود قوت تصرف کے سوائے امر غیبی کے تصرف نہیں کرتے جب تک درگاہ الٰہی سے مامور نہ ہوں کسی کو توجہ نہیں دیتے اور بعض دیگر اس طرح کے ہیں کہ ان پر کبھی کبھی کوئی صفت یا کوئی حالت غالب ہو جاتی ہے۔ تو اس غلبہ حال کے وقت مرید کے باطن میں تصرف کرتے ہیں اور ان کو اپنے حال سے متاثر کر دیتے ہیں۔ پس جو شخص نہ مختار ہو اور نہ ماذون ہو اور نہ مغلوب ہو اس سے تصرف کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔"

تنبیہ: اس فیض وبرکت کا ذکر کتب سابقہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی نسل کے انبیائے بنی اسرائیل کے حالات میں بھی ملتا ہے۔ اور اسے انگریزی میں (ٹو گیو بلیسنگس) To give Blessings کہتے ہیں یعنی کسی کو فیض وبرکت بخشنا۔ (سراجاً منیراً ص ۴۲)

نسبت اتحادی کا حدیث سے ثبوت:۔ گزشتہ تمہید اور تفہیم کے بعد ہم اپنے مقصود کو احادیث صحیحہ اور واردات نبویہ ﷺ سے ثابت کرتے ہیں:

حدیث اول (صحیح بخاری کتاب الوحی و کتاب التفسیر) غار حرا میں جب آنحضرت سرور انبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خلعت نبوت سے نوازا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام روح الامین نے آپ ﷺ سے کہا: اقراء یعنی پڑھیئے! تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ما انا بقاری" "یعنی میں پڑھا ہوا نہیں" اس پر جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو تین دفعہ (یکے بعد دیگرے) اپنے سینے سے لگایا اور زور سے دبایا اس طرح تین بار کرنے کے بعد اقراء باسم ربك الخ لینے سورت علق کی پانچ ابتدائی آیتیں پڑھائیں عطائے نبوت پر یہ سب سے پہلے وحی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ اس سینے سے لگانے اور دبانے کے متعلق سورت علق کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

(نکتہ) دوم آنکہ تاثیر حضرت جبریل علیہ السلام و روح ایشاں بواسطہ افشردن و دربرگرفتن نہایت مرتبہ کمال ثابت و راسخ کروند۔

(ترجمہ) دوسرا (نکتہ) یہ ہے کہ حضرت جبریل فرشتہ کی تاثیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک میں جھنجھوڑنے اور بغل میں لینے کے ذریعے کمال کے آخری مرتبہ میں جاگیر و پختہ کردی۔" (سراجاً منیراً ص ۲۴۵)

توجہات مرشد کی چاراقسام:۔ اس کے بعد تاثیر وتوجہ کے اقسام اربعہ بالتفصیل بیان کرتے ہیں کہ وہ چار ہیں:

اول: انعکاسی۔ دوم: القائی۔ سوم: اصلاحی۔ چہارم: اتحادی

پھر اس قسم چہارم یعنی اتحادی کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔

چہارم تاثیر اتحادی که شیخ روحِ خود راکه حامل کمالست باروح مستفید بقوت تمام متحد سازد، تاکمال روح شیخ باروح مستفید انتقال غاید، وایں مرتبه اقویٰ ترین انواع تاثیر است چه ظاہر است که بحکم اتحاد روحین ہرچه درروح شیخ است بروح تلمیذمیرسد، و باربار حاجت استقاده نمی ماند، و در اولیاء الله ایں قسم تاثیر به ندرت واقع شده۔ (سراجاًمنیراًص ۲۴۵)

ترجمہ: چوتھی قسم تاثیر اتحادی ہے کہ شیخ (پیرحقانی) اپنی روح کو جو کہ کمال کی حامل ہے۔ فیض حاصل کرنے والے (مرید) کی روح کے ساتھ پوری قوت سے متحد کر دیتا ہے تا کہ شیخ کی روح کا کمال مستفید کی روح میں منتقل ہو جائے اور یہ مرتبہ تاثیر کی اقسام میں سب سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر دو روحوں کے اتحاد سے جو کمال کہ شیخ کی روح میں ہے وہ تلمیذ (مرید باصفا وشاگرد رشید) کی روح میں پہنچ جاتا ہے اور بار بار استفادہ کی حاجت نہیں رہتی اور اس قسم کی تاثیر اولیاء اللہ میں بھی گاہے ماہے واقع ہو جاتی ہے''۔

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمہ اللہ کا ایسا ہی ایک واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

بالجمله تاثیر حضرت جبریل علیه السلام دریں افشردن تاثیر اتحادی بود که روح لطیف خود راازراه مسام بدن درون بدن آنحضرتﷺ داخل فرموده باروح مبارك متحد ساختند و چوں شیروشکر بہم آمیختند و حالت عجیب درمیان بشریت و ملکیت پیداشد که دربیان نمی آید۔ (سراجاًمنیراًص ۲۴۵و۲۴۶)

ترجمہ: غرضیکہ اس جھنجھوڑنے میں حضرت جبریل علیہ السلام کی تاثیر اتحادی تھی کہ انہوں نے اپنی لطیف روح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک میں مساموں کے رستے آپ ﷺ کی روح مبارک کے ساتھ متحد کر دیا اور ان کو شیر وشکر کی طرح ملا دیا اور بشریت و ملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت پیدا ہوگئی جو زبان قال میں نہیں آ سکتی۔''

بس اسے وہی دل سمجھ سکتا ہے جس پر وہ حالت طاری ہوتی ہے کیونکہ زبان کوائف سے ناآشنا ہے خدا تعالیٰ نے وجدان کے لئے دل پیدا کیا ہے نہ زبان۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے جدامجد شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ ''ارشادات رحیمیہ ص ۲۲'' میں فرماتے ہیں۔

''**ومن لم یذق لم یدر**'' یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ نہیں جان سکتا؟ زبان محسوسات کا مزہ چکھنے کے لئے ہے دماغ معقولات کے سمجھنے کے لئے ہے اور وجدانیات وکوائف روحانیہ ولطائف قلبیہ کیلئے خالق اکبر نے دل پیدا کیا ہے غرض خدا تعالیٰ نے ہر عضو کا فعل الگ الگ رکھا ہے۔ ایک کو دوسرے کے فعل سے کوئی واسطہ نہیں۔

''اللهم اذقنامن حلاوة افضالك وافض علينا من بركاتك واشرح صدورناو نور قلوبنا بأنوارك''

لـذیـذ بـود حـکـایـت و راز تـر گفتم!　　　چنانکه حرف عصا گفت موسیٰ اند طور

حدیث دوم:۔ چشمہ فیض وبرکت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ضمنی النبی صلی الله علیه وسلم الی صدره و قال اللهم علمه الحکمة ومن طریق ابی معمر اللهم علمه الکتاب ''یعنی مجھ کو (مصدر فیض وکرم) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔ اور یہ دعا دی خداوند!! اسے حکمت (سمجھ کی درستی)

عطا کر اور ابو معمر کی روایت میں یوں ہے کہ اسے اپنی کتاب (قرآن مجید) کی سمجھ عطا کر''۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس بہت اچھے ترجمان قرآن ہیں۔

تبرک بآثار صالحین کی چند مثالیں

الغرض یہ احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث ہمارے متقصد فیض صدری کے ثابت وواضح کرنے میں بالکل صاف ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک تو تھا ہی مصدر فیض وکرم آپ ﷺ کی یہ فیض گستری تو اتنی زبردست اور موثر تھی کہ آپ ﷺ کا ایک ایک جز و بدن اطہر حتیٰ کہ آپ ﷺ کا بال بال بلکہ آپ ﷺ کے جسد مبارک کے عوارض ومتعلقات وفضلات بھی موجب فیض برکت تھے پڑھتے جایئے اور گنتے جایئے۔ (سراجاً منیراً ص ۴۷)

دست مبارک کی برکات:۔ حدیث اول: حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن میں قاضی مقرر کرکے بھیجنا چاہا۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! میں نے یہ کام کبھی کیا نہیں۔ یعنی مجھے سابقاً اس کا تجربہ ومشق نہیں حضور ﷺ نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ مارا اور دعا کی۔ ''**اللھم اھد قلبہ و سدد لسانہ**'' یعنی خداوند! اس کے دل کو اور اس کی زبان و پختہ (حق ترجمان) رکھ اور ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جب تک دوسرے فریق کی بات نہ سن لیا کرو تب تک دونوں فریق کے فیصلہ کا حکم نہ سنایا کرنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

''**فو اللہ ماشککت بعد ھا فی قضآءِ اثنین**'' یعنی خدا کی قسم! اس واقعہ کے بعد مجھے کبھی دو فریقوں میں فیصلہ کرنے کے متعلق شک وتردد لاحق نہیں ہوا''۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کمال صحابہ میں عام طور پر مشہور و مسلم تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے۔ ''**اقضانا علی**'' یعنی ہم (جماعت صحابہؓ) میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بڑے قاضی ہیں''۔

حضرت علیؓ میں یہ کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک اور دعا کی برکت سے تھا۔

حدیث دوم: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ذی الخلصہ بت خانے کے گرانے پر مامور فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا حضور! میں گھوڑے کی پشت پر قائم نہیں رہ سکتا یعنی میں پختہ سوار نہیں ہوں گر پڑتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر مارا اور دعا دی **اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیاً مھدیاً** ''یعنی بار خدایا! (اسے گھوڑے پر) قائم رکھیو۔ اور اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنائیو۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں۔ ''**فما وقعت عن فرسی بعد**'' یعنی میں اس کے بعد پھر کبھی گھوڑے سے نہیں گرا''۔

خاتمۃ الحفاظ نے اس حدیث کی شرح میں امام حاکم رحمہ اللہ سے بتفصیل نقل کیا کہ (جب) حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گھوڑے پر سے گر پڑنا عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''نزدیک آؤ'' حضرت جریر رضی اللہ عنہ نزدیک ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور چہرے سر اور سینے پر پھیرتے ہوئے زیر ناف تک پہنچے پھر (دوبارہ) ان کے سر پر دست مبارک رکھا اور پشت پر پھیرتے ہوئے زیر کمر تک پہنچے اور پہلے کی طرح دعا دی اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:۔

''**فکان ذلك للتبرك بیدہ المبارکۃ**'' یعنی اپنے دست مبارک سے برکت دینے کے لئے تھا۔

حدیث سوم: مسند دارمی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائی اور کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے اس بیٹے کو جنون ہے جو اسے دن کے کھانے اور رات کے کھانے کے

وقت گرفت کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سینہ کو مسح کیا یعنی اس پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی اس لڑکے نے خوب کھل کر قے کی اور اس کے پیٹ سے ایک شے کوئی بلا کتے کے پلے کی شکل کی نکلی اور دوڑ گئی۔ (مشکوٰۃ ص ۵۲۳)

حدیث چہارم: ابوالحقیق ابورافع، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمنوں سے تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا اور خیبر میں جا کر اسے مرکز شرارت بنا رکھا تھا قبیلہ خزرج کے غیرتمندوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سزا دہی کی اجازت مانگی اور پانچ بہادر جن کا سردار عبداللہ بن عتیک تھے روانہ ہوئے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا واپسی پر سیڑھی سے پاؤں اکھڑ گیا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ان کے ساتھی ان کو پٹی باندھ کر اور ان کو اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”**ابسط رجلك**“ یعنی اپنا پاؤں (سیدھا کر کے) پھیلاؤ ”**فمسحها**“ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے مسح کیا۔ یعنی اس پر اپنا دست مبارک پھیرا ”**فکانها لم اشتکها قط**“ (یعنی) تو میں ایسا صحیح سلامت ہو گیا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ (رواہ البخاری)

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اپنی بے نظیر کتاب ”شفا“ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے پانی، غلہ اور کھانے میں کثرت ہو جانے کے متعلق صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک رحمہ اللہ جامع ترمذی وغیرہا کتب حدیث سے حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات ذکر کی ہیں جن کی نقل موجب طوالت ہے۔ (سراجاً منیراً ص ۵۰)

لعاب مبارک کی برکت:۔ لعاب (آب دہن) ایک قسم کا فضلہ ہے جو زبان کی جڑ کے نیچے کے دو سوراخوں سے منہ میں آتا رہتا ہے تا کہ زبان اور منہ ہر وقت تر رہے ہر چند کہ یہ ایک فضلہ ہے لیکن نہایت کارآمد ہے اور چونکہ زبان کی جڑ سے پیدا ہوتا ہے اور پیغمبران خدا کی زبان وحی الٰہی کی ترجمان ہوتی ہے اس لئے اس میں یمن و برکت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تسبیح و تہلیل وغیرہ اذکار اور تلاوت قرآن مجید اور درود شریف میں مشغول رہنے اور خطبہ و تذکیر اور خلق اللہ کو ارشاد و ہدایت اور تفسیر و حدیث کی تدریس میں لگے رہنے سے بزرگان دین کے لعاب و دم میں بھی برکت پیدا ہو جاتی ہے اور ان سے بیمار شفا پاتے ہیں۔

اس کے برخلاف جن لوگوں کی زبانیں جھوٹ، بیہودہ بکواس، گالی گلوچ، غیبت و بدگوئی اور دیگر منکر باتوں میں لگی رہتی ہیں ان کے لعاب میں ایک روحانی زہر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے باعث ضرر ہو جاتا ہے بلکہ ان کا سانس بھی اس سے متکیف ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی کو مسوڑوں میں یا منہ کے اندرونی حصے میں کوئی طبی و خلطی بیماری ہو یا زخم کے سبب اس میں پیپ پڑ گئی ہو تو اس کا لعاب دوسروں کے لئے موجب حدوث مرض ہو جاتا ہے بلکہ اس کا سانس خطرناک ہو جاتا ہے۔ اس تمہید کو سمجھ جانے کے بعد احادیث ذیل کو مطالعہ فرمائیں:۔

پہلی حدیث: جنگ خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دینے کے لئے یاد فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ ”هو يا رسول الله يشتكي عينيه“۔ یعنی حضور! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو بلوایا فبصق رسول الله صلى الله عليه وسلم في عينيه (یعنی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں تھوکا۔ ”فبرء حتى كان لم يكن به وجع“ (یعنی) پس آپ کو عافیت ہو گئی۔ گویا کہ آپ کو کوئی تکلیف و بیماری تھی ہی نہیں۔ (متفق علیہ)

دوسری حدیث: صحیح بخاری میں یزید بن ابی عبید کی روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع (صحابی رضی اللہ عنہ) کی پنڈلی پر ضرب کا نشان دیکھا میں نے پوچھا اے ابوسلمہ! یہ ضرب کیسی ہے؟ فرمایا یہ وہ ضرب ہے جو مجھے خیبر (کی لڑائی) کے دن لگی تھی جس پر لوگ کہتے تھے کہ سلمہ مر گیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر تین دفعہ تھوکا پھر مجھے اس ساعت تک شکایت نہیں ہوئی۔ (سراجاً منیراً ص ۵۰ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

حضور ﷺ کے پسینہ کی برکات:۔ پسینہ ہضم رابع کا فضلہ ہے جس سے رقیق مواد خارج ہوتے ہیں اور وہ بدبودار ہوتا ہے لیکن

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ بھی خوشبو دار تھا چنانچہ مشکوۃ شریف میں بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ علیہ کے گھر جاتے تو ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے لئے چمڑے کا بستر ہ بچھا دیتیں اور آپ ﷺ اس پر قیلولہ فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ زیادہ آتا تھا حضرت ام سلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ کو ایک شیشی میں لے لیتیں اور کسی دوسری خوشبو میں ملا کر اپنے پاس رکھتیں (اور نئی دلہن یا لڑکیوں کو بطور تحفہ دیتیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک دن) دریافت کیا ام سلیم (رضی اللہ عنہا)! یہ کیا؟ (کرتی ہو) انہوں نے عرض کیا حضور! (میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوں) ہم اسے دوسری خوشبو میں ملا دیتے ہیں۔ تو وہ بہت عمدہ (قسم کی) خوشبو ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اس سے اپنے بچوں کیلئے برکت کی امید رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ’’اَصَبْتِ‘‘ (یعنی) ام سلیم رضی اللہ عنہا تو نے یہ ٹھیک کیا۔ (متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنگت نہایت روشن تھی اور آپ ﷺ کے پسینہ کے قطرے گویا کہ موتی کے دانے تھے چلنے کے وقت کچھ آگے کو جھک کر چلتے اور میں نے کوئی ریشم یا پٹ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں چھوا اور نہ کستوری نہ عنبر آپ ﷺ کے (جسد مبارک) کی خوشبو سے زیادہ خوشبو سونگھی۔

(مشکوۃ ۵۰۸، ۵۰۹)

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیشین (ظہر) کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ (مسجد سے) گھر کو نکلے تو میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی نکلا۔ سامنے سے آپ ﷺ کو (رستہ میں) چند بچے آتے ہوئے ملے۔ آپ ﷺ نے (بکمال شفقت ومحبت) ایک ایک کے چہرے پر دست مبارک پھیرا۔ اور میرے چہرے پر بھی پھیرا میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک کسی عطار کے ڈبے سے نکالا ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۰۹)

اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس رستے سے چلتے تھے آپ ﷺ کے بعد کا چلنے والا پہچان لیتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رستے سے گزرے ہیں آپ ﷺ کی خوشبو کی وجہ سے۔‘‘ (مشکوۃ ص ۵۰۹)

الغرض حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا برکت تھے۔ اور سب انبیاء علیہم السلام خدا کی وحی کے سبب ہر امر میں یمن و برکت والے ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی نقل کیا کہ انہوں نے گود مادر میں کہا ’’وجعلنی مبارکاً اینما کنت‘‘ (یعنی) خداوند تعالیٰ نے مجھ کو صاحب برکت بنایا ہے جہاں کہیں میں ہوں۔ (زمین پر یا آسمان پر، سفر میں یا حضر میں) اور حضرت ابراہیم واسحاق (علیہما السلام) کے حق میں فرمایا: ’’وبارکنا علیہ وعلیٰ اسحق‘‘ (صافات پ ۲۳) (یعنی) ہم نے برکت رکھی اس پر یعنی ابراہیم علیہ السلام پر اور اسحاق علیہ السلام پر (بھی)‘‘۔

اور اہل صلاحیت کے دم قدم کی برکت سے بیماریوں اور آفتوں کا دور ہونا اور بارشوں کا بوقت ضرورت برسنا اور رزق و مال میں افزائش احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگان دین کے واقعات سے ثابت ہے اور یہ متواترات کی جنس سے ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے ھذا واللہ الھادی۔

وھذا کتاب انزلنہ مبارك (انعام پ ۷) یعنی یہ برکت والی کتاب ہے، جسے ہم نے (مقام عظمت سے) نازل کیا ہے۔

الغرض یہ برکت والی کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پاک پر اتار دی گئی۔ جیسا کہ فرمایا فانہ نزلہ علی قلبك باذن اللہ (بقرہ پ ۱) (یعنی) حضرت جبریل علیہ السلام تو یہ قرآن پاک کے قلب پر خدا کے حکم سے لے کر آئے ہیں۔ (پھر ان کی دشمنی کے کیا معنی؟) نیز فرمایا۔ ’’نزل بہ الروح الامین علی قلبك‘‘ (الشعراء پ ۱۹) (یعنی) (اے پیغمبر!) آپ ﷺ کے قلب پر اس قرآن کو الروح الامین لے کر آئے ہیں۔

مومن کا دل برکات کا خزینہ اور اسرار کا گنجینہ:۔ ان آیات سے واضح ہوگیا کہ حضور ﷺ کا قلب فیوض و برکات رحمانیہ کا خزینہ اور انوار و اسرار ربانیہ کا گنجینہ ہے۔ جس کسی کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرح اس سے اتصال و انضمام نصیب ہوگیا اس کا سینہ نور و سکینہ سے بھر گیا اور جس کسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم پڑ گئی۔ اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہوگیا۔

چنانچہ تفسیر سراج منیر میں امام خطیب شربینی رحمہ اللہ آیت ''ویزکیھم'' (جمعہ پ ۲۸) کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ویزکیھم یعنی یہ نبی امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پاک کرتا ہے ان کو شرک اور رذیلے اخلاق اور ٹیڑھے عقائد سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ تزکیہ اپنی حیات طیبہ میں ان لوگوں کی طرف نظر (کرم) کرنے اور ان کو علم دین کے سکھانے اور ان پر قرآن شریف کے تلاوت کرنے سے تھا پس ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کسی انسان کی طرف نظر محبت سے دیکھتے تو اللہ تعالیٰ اس کی قابلیتوں کے موافق اور ان امور کے مطابق جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے عالم قضا و قدر میں مقرر کر رکھا ہے۔ (سراجاً منیراً ص ۵۷)

باطن کا فیض:۔ اهل الحديث همو اهل النبی وان لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

یعنی اہل حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل ہیں اگرچہ انہوں نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کی صحبت کا شرف نہیں پایا لیکن آپ ﷺ کے انفاس طیبہ کی صحبت تو حاصل ہے۔

حضرت شاہ عبداللہ مجددی رحمہ اللہ المعروف شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ ''مقامات مظہری'' میں بضمن ذکر حاجی محمد افضل صاحب سیالکوٹی حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید کا قول نقل فرماتے ہیں:۔

حضرت (مرزا جان جاناں رحمہ اللہ) صاحب فرماتے تھے کہ اگرچہ میں نے حضرت (حاجی محمد افضل) صاحب رحمہ اللہ سے بظاہر (سلوک فقر) کا استفادہ حاصل نہیں کیا۔ لیکن حدیث شریف کے سبق کے ضمن میں آپ کے باطن شریف سے فیوض فائض ہوتے تھے اور عرض نسبت میں قوت پہنچتی تھی حضرت (حاجی) صاحب کو حدیث شریف کے بیان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت میں استغراق ہو جاتا تھا اور بہت سے انوار و برکات ظاہر ہوتے تھے گویا کہ معنوی طور پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل ہو جاتی تھی۔ الخ

(مقامات مظہری ص ۲۲/۲۳)

اولیاء علوم و اعمال کے محافظ:۔ الغرض حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چشمہ فیض و برکت ہیں اور آپ ﷺ کا فیض بوجہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی تا قیام دنیا جاری ہے اور ان فیوض کے حصول کے ذرائع قرآن و حدیث کی اتباع اور محدثین عظام کی صحبت ہے قرآن و حدیث تو اصل منبع و مخزن شریعت ہیں اور محدثین و اولیاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم و اعمال کے محافظ و رہنما ہیں۔ بس ان کی رہنمائی میں سیدھے چلے جاؤ اور دائیں بائیں نہ دیکھو۔ پھر خدا کے فضل سے اپنی محنت بھر کا ثمرہ پالو گے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ طبیعت مرا در غایت اعتدال آفریدہ است و در طینت من رغبت اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودیعت نہادہ۔ (مقامات مظہری ص ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت نہایت اعتدال پر پیدا کی ہے اور اتباع سنت کی رغبت میری سرشت میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ (سراجاً منیراً ص ۶۰)

''القول الجميل'' میں روحانی ترقی کا راز:۔ روحانی ترقی کی صورت یہ ہے کہ روح میں جذب الی اللہ کی صفت حاصل ہو جائے۔ تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی خصوصی کا محل بن جائے اور یہ بات دائمی توجہ الی اللہ اور کثرت ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حقیقت نسبت کے بیان میں فرماتے ہیں:

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بندہ طاعات اور طہارت اور اذکار پر ہمیشگی کرتا ہے تو اس کو ایک صفت حاصل ہو جاتی ہے جس کا قیام نفس ناطقہ میں ہوتا ہے اور اس توجہ کا ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (انتہی مترجماً، القول الجمیل)

پھر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس شبہ کا حل کہ متاخرین صوفیہ رحمہم اللہ کا طریق ذکر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے منقول نہیں

ہے یوں کرتے ہیں: ۔ میرے نزدیک ظن غالب یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سکینہ یعنی نسبت کو اور ہی طریقوں سے حاصل کرتے تھے ۔ سو منجملہ ان کے مواظبت (ہمیشگی) ہے ۔ صلوات اور تسبیحات پر خلوت میں خشوع اور خضوع کی شرط کے ساتھ اور منجملہ ان کے مواظبت ہے طہارت پر اور لذتوں کی توڑنے والی (موت) کی یاد پر اور (یاد کرنا) اس کو جو حق تعالیٰ نے مطیعوں کے واسطے ثواب تیار کر رکھا ہے ۔ نیز (یاد کرنا اس کو جو نافرمانوں (گناہگاروں) کے لئے عذاب معین کر رکھا ہے تو اس مواظبت اور یاد سے لذات حسیہ سے جدائی اور انقطاع ہو جاتا ہے اور منجملہ ان کے مواظبت ہے قرآن مجید کی تلاوت پر اور اس کے معانی میں تدبر کرنے پر اور واعظین کی (پند و موعظت سننے پر اور ان احادیث کے سننے سمجھنے پر جن سے دل نرم ہو جاتے ہیں حاصل کلام یہ کہ (صحابہ اور تابعین) اشیائے مذکورہ پر مدت دراز تک (پختگی سے) مواظبت کرتے تھے ۔ پس ان کو اس سے ملکہ راسخہ اور ہیات نفسانیہ حاصل ہو جاتی تھی پھر باقی تمام عمر تک اس کی محافظت کرتے تھے (کہ یہ متاع بے بہا کہیں ضائع نہ ہو جائے) اور یہ معنی متوارث ہے رسول (کریم) صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہمارے مشائخ کے طریق سے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے ۔ اگر چہ رنگ مختلف ہیں اور حاصل کرنے کے طریقے جدا جدا ہیں (القول الجمیل ص ۹۳/۹۴)

اشغال اولیاء کی سندی حیثیت: ۔ مولانا خرم علی صاحب "القول الجمیل" کے ترجمہ شفاء العلیل میں اس عبارت کے ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں: خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیائے طریقت رضی اللہ عنہم نے یہ اشغال مقرر کئے ہیں ۔ وہ زمان رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے ۔ گو طرق اس کی تحصیل کے مختلف ہیں ۔ تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے (القول الجمیل ص ۹۴)

یہ عاجز خاکپائے حضرات بزرگان دین کہتا ہے کہ کثرت ذکر اور تسبیحات اور تلاوت قرآن مجید پر مواظبت کی تاکید و ترغیب قرآن مجید اور حدیث شریف میں بکثرت ہے ۔ ہم اپنے قارئین کے لئے بعض مقامات مع ترجمہ اور تشریحات کے نقل کرتے ہیں حق تعالیٰ نے سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں فرمایا: **یایھا الذین امنوا اذکرو اللہ ذکراً کثیراً و سبحوہ بکرۃً واصیلاً**

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (تمہارے ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ) تم خدا کو بہت بہت یاد کیا کرو اور تسبیح پڑھتے رہا کرو اس کی صبح و شام (تا کہ ان ہر دو واقعات میں تسبیح کرنے سے ان کے درمیانی اوقات یعنی باقی دن اور رات میں بھی کثرت تسبیحات کا اثر جاری و ساری رہے کیونکہ خدا کے ذکر اور تسبیحات سے نور قلب اور تصفیہ و تزکیہ باطن حاصل ہوتا ہے ۔

پھر فرمایا: "**ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ لیخر جکم من الظلمت الی النور و کان بالمؤمنین رحیماً**"

خدا وہ ذات ہے جو تم پر (دائما) برکات نازل کرتا رہتا ہے اور فرشتے بھی تمہارے لئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں ۔ تا کہ (خدا تعالیٰ) تم کو (کفر و شرک اور بدعات و توہمات اور معاصی و شبہات اور ناپاک اخلاق و عادات اور نفسانی حجابات کی) ظلمتوں سے نکال کر (ایمان و اتباع سنت اور طاعات و خیرات اور کشوف و مشاہدات کی) روشنی میں لے آئے اور وہ مومنوں پر (تو خصوصیت سے) مہربان ہے چنانچہ قیامت کے دن اور بھی لطف و کرم کرے گا کہ ان ذاکرین و مسبحین کو اس کے دربار سے سلام کا تحفہ ملے گا جو ہر طرح کی آفت سے سلامتی کا ضامن ہوگا چنانچہ اس کے بعد فرمایا: ۔

"**تحیتھم یوم یلقونہ سلام**" یعنی جس دن (یہ مومن) اس کی ملاقات کریں گے تو ان کا تحفہ سلام ہوگا اور مزید برآں یہ کہ "**واعدلھم اجراً کریماً**" (احزاب پ ۲۲) یعنی اور تیار رکھا ہے ان کیلئے اجر نہایت عزت وقدر والا" ۔ (سراجاً منیراً ص ۶۳)

ذکر کثیر پر فرشتوں سے موانست: ۔ احادیث و آیات سے ثابت ہے کہ فرشتوں کی پیدائش نور سے ہے ان کا مایہ حیات ذکر خدا ہے تسبیحات ان کا دن رات کا شغل ہے، نہ وہ اس سے تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں انسان خاکی ہے پھر سرکش نفس بھی اس پر سوار ہے سفلیات میں گرنا اس کا کام ہے اس لئے اس خاک کے پتلے کو نورانی لوگوں سے مناسبت و مشابہت تب حاصل ہو جب وہ روزانہ مشق اور دائمی ریاضت سے ممنوع نفسانی خواہشوں سے تو بالکل پاک ہو جائے اور مباحات میں تقلیل (کمی) کر کے نفس کے اضطراب اور

نفسانی خواہشوں کی کشمکش سے سلامت رہے اور سکون خاطر اور فراغ قلب سے اپنے اوقات کو طاعات و ذکر خدا سے معمور رکھے اور یقین جانیے کہ قلب کی حقیقی طمانیت تو بس ذکر خدا میں ہے اگر کسی کا دل اس کے سوا کسی اور چیز سے مانوس ہوگیا اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اس حالت میں مطمئن ہوں تو یہ اس کی نادانی ہے جیسے کہ بچوں کو کھیل یا کھلونے سے سکون وقرار ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا دار جو ذکر خدا کی لذت سے ناآشنا ہیں وہ امور دنیا اور اس نہ رہنے والی زندگی کی لذت میں اپنا سکون وقرار سمجھ لیتے ہیں۔ اسی معنی میں فرمایا:۔ **ان الذین لایرجون لقآءَ نا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوابھا والذین ھم عن اٰیاتنا غافلون اولٓئك ماوھم النار بما کانوا یکسبون (یونس)**

”(یعنی) جولوگ ہماری ملاقات کا ڈر نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے اور اسی سے مطمئن ہو گئے اور وہ ہمارے احکام سے غافل ہو گئے ہیں کچھ شک نہیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا اس کمائی کے بدلے جو وہ کرتے رہے۔“

اورخدایا دلوگوں کی نسبت فرمایا:”**الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الابذکر اللہ تطمئن القلوب**“ (۱۳پ) (یعنی) خدا کی طرف وہ لوگ رجوع لاتے ہیں جو ایمان لے آتے ہیں اور خدا کے ذکر سے ان کے دل قرار پکڑتے ہیں سن رکھو کہ دلوں کو اطمینان حقیقی صرف یادخدا ہی سے ملتا ہے۔“

حاصل مطلب یہ کہ امور دنیا میں کمی کر کے ذکر خدا کیلئے فراغت حاصل کی جائے اور اطمینان قلب اور سکون خاطر سے خدا کو یاد کیا جائے اور اطمینان قلب اور سکون خاطر سے خدا کو یاد کیا جائے اور مشق روزانہ اور دائمی چاہیے کیونکہ ناغوں سے استعداد (ناقص رہتی) ہے اور کمال حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”**احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل**“

(مشکوٰۃ ص۱۰۲) (سراجاً منیراً ص۶۳ تا ۶۵)

ذکرواذکار سے رغبت:۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت کے سلسلہ میں حضرت ذکریا علیہ السلام کو حکم دیا۔ ”**واذکر ربك کثیراً**“ (آل عمران ۳پ)

جہاد میں دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہنے کے ساتھ یاد الٰہی میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔ **واذکرو اللہ کثیراً** (پ۱۰) یعنی یاد کرتے رہو خدا کو بہت بہت۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو معاون بنانے کے سلسلہ میں عرض کیا تھا **نسبحك کثیراً ونذ کرك کثیراً** (طٰہٰ پ۱۶) یعنی ہم دونوں مل کر تسبیح کریں تیری بہت بہت اور یاد کریں تجھ کو بہت بہت۔ (سراجاً منیراً ص۶۵)

قرب نوافل سے تقرب الٰہی:۔ قرآن وحدیث کی تصریحات واشارات اور بزرگان دین کے تجربات سے اس عاجز نے قرب نوافل میں سب سے زیادہ مؤثر چار چیزوں کو پایا۔

۱۔ نماز تہجد ۔۲۔ تلاوت قرآن مجید ۔۳۔ کثرت درود شریف ۔۴۔ کثرت استغفار

پس جملہ ارادت منداحباب ان پر ہر چہار کو (عملی طور پر) اپنے اوپر لازم گردانیں۔ اگر پہلے طبیعت پر بوجھ پڑے تو اکتانہ جائیں بغیر ریاضت ومشقت کے کوئی کام پورا نہیں ہوسکتا۔ اگر بالفرض رات کوناغہ ہو جائے تو دن کو اور دن کو ہو جائے تو رات کو پورا کرلیں۔ (ص۱۳۔۱۲)

ذکر نفی اثبات کے فضائل:۔ پانچویں چیز تسبیحات بھی لکھی ہیں اور اب چھٹی چیز تہلیل (لا الہ الا اللہ) بھی لکھتا ہوں کیونکہ حدیث پاک میں اسے افضل الذکر کہا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سو نماز تہجد کے متعلق ایک مستقل اور جامع رسالہ بنام نماز تہجد مدت سے شائع ہو چکا ہے، اسی طرح تلاوت قرآن مجید کے متعلق بھی بہت جامع اور بے نظیر رسالہ بنام ”حلاوۃ الایمان بتلاوۃ القرآن“ چھپ چکا ہے اور درود شریف کا بھی کسی قدر ذکر اسی کتاب ”سراجاً منیراً

’’میں پہلے ہو چکا ہے اب اس مقام پر خدا کی توفیق سے استغفار و تسبیحات و تہلیلات وغیر ہا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق۔

خاصان خاص کا استغفار:۔ پرہیز گار نیکو کار استغفار کر کے اپنے قلوب کو کبر و نخوت اور رعونت و پنداشت سے پاک کرتے ہیں اور ضدی و سرکش استغفار کو موجب عار جان کر گناہ پر اصرار کرتے ہیں۔

استغفار کا بہتر وقت:۔ بعد از نماز تہجد ہے جیسا کہ آیات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی تجلی خصوصی کے نزول کا یہی وقت ہے جیسا کہ حدیث النزول سے ثابت ہے تفسیر ’’معالم التنزیل‘‘ میں آیت ’’سوف استغفرلکم ربی‘‘ (یوسف پ۱۳) کے ذیل میں اکثر مفسرین کا قول نقل کیا ہے کہ (حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے فوراً استغفار نہ کیا بلکہ ان سے وعدہ کیا کہ عنقریب بخشش مانگوں گا) اس سے ان کی مراد سحر کے وقت دعا کرنا تھی۔‘‘ (جلد۲ ص ۴۷۵)

فضائل استغفار کے بیش از بیش ہیں یہ خدا کی رحمت کا جالب ہے گناہ اور گناہ کرانے والی قوتوں (کے میل) کے لئے صابن کا حکم رکھتا ہے حدیث ابن ماجہ میں ہے خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے پایا اپنے نامہ اعمال میں استغفار کثیر۔ (سراجاً منیراً ص ۷۱ بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

مریدین اور تمام متعلقین کیلئے دعا:۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے ہر روز پچیس یا ستائیس دفعہ بخشش مانگتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور اہل زمین کو ان کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ (حصن حصین: ص ۵۴)

’’تحدیثاً بنعمة الله‘‘ یہ بندہ حقیر سراپا تقصیر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی خدا تعالیٰ کے حسن توفیق سے سالہا سال سے عموماً ہر شب کو بوقت تہجد اس حدیث کے رو سے خاص خاص فوت شدہ اور زندہ احباب اور ان کی ازواج اور اپنے تمام اساتذہ کرام اور ان کی ازواج اور اپنے تمام اقرباء اور اپنے تمام ارادتمند مبایعین اور مخلص خدام اور محسنین و محبین اور جن کی میں نے کبھی غیبت کی یا جس کسی پر ناحق ظلم کیا اور جس کسی کا میرے ذمہ حق باقی رہ گیا ہو اور میں نہیں جانتا ان سب کے لئے دعائے مغفرت کرنے کے بعد ستائیس دفعہ حضرت نوح علیہ السلام والا استغفار پڑھا کرتا ہوں کہ وہ بہت جامع ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے مجھے اس کی برکات سے متمتع کرے۔ آمین ورنہ میں بہت بڑا گناہگار ہوں۔ سوائے اس کے فضل کے کوئی سہارا نہیں۔ ’’اللهم مغفرتك اوسع من ذنوبي ورحمتك ارجي عندي من عملي‘‘

ترجمہ: اے اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت کی زیادہ امید ہے۔

(سراجاً منیراً ص ۷۳)

ذکر نفی اثبات کی اہمیت:۔ تہلیل کے معنی ہیں ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کہنا یعنی اُلوہیت کو صرف خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص کرنا دین اسلام کی اصل بنیاد یہی ہے اور یہی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ قرآن شریف میں سب سے زیادہ اسی کی تاکید ہے اور جملہ دیگر مذاہب میں جو شرک پھیلا۔ وہ اسی کو صحیح طور پر نہ سمجھنے اور قائم نہ رکھنے کی وجہ سے پھیلا۔ یہی شرک سوز کلمہ توحید ہے اور اس کے صحیح رکھے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے ذکر خدا کی مشق کے لئے اسی کو منتخب کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کا نام نفی، اثبات کا ذکر ہے، یعنی لا الہ میں غیر اللہ کی اُلوہیت کی نفی ہے۔ اور الا اللہ میں خاص خدا کے لئے اس کا اثبات ہے اور حدیث شریف میں افضل الذکر اسی کو قرار دیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ۱۹۳، بحوالہ سراجاً منیراً ص ۸۹)

ذکر نفی اثبات کی دوسری فضیلت:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ ایزدی میں عرض کی کہ خداوند!! مجھے کچھ سکھا جس سے میں تیرا ذکر کروں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: یا موسیٰ! قل لا اله الا الله یعنی اے موسیٰ لا الہ الا اللہ کہا کر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: خداوند! تیرے سب بندے یہی کہتے ہیں میں تو ایسا ذکر چاہتا ہوں جس سے تو مجھے مخصوص کرے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے سوائے میری ذات کے اور ساتوں زمینیں بھی (ساتھ ملا کر) ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور (یہ کلمۂ توحید) لا الہ الا اللہ

دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لا الہ الا اللہ ان سے بھاری ہوگا۔'' (رواہ فی شرح السنۃ مشکوٰۃ ص۱۹۳)

نفی اثبات سے طمانیت قلب:۔ میں عاجز محمد ابراہیم میر بوجہ کثرت اشغال کے ذکر کے وقت پوری توجہ سے دل نہیں باندھ سکتا۔ جب کبھی اپنے دل کو زیادہ بے لذت پاتا ہوں تو اسی کلمۂ توحید کا ذکر کرتا ہوں۔ پھر خدا کے فضل سے دل سنبھل جاتا ہے اس اثر کی وجہ سے میں عاجز نے اپنے نزدیک اس کا نام محی القلب رکھا ہوا ہے۔'' اللھم انی اسئلك حلاوۃ ذکرك ''قرآن شریف میں سب سے زیادہ ذکر توحید الوہیت کا ہے۔ (سراجاً منیراً ص۹۰)

ذکر نفی اثبات پر انعام: جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کہا کسی بندے نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' خالص دل سے مگر کھولے جاتے ہیں اس کے لئے آسمان کے دروازے حتیٰ کہ پہنچتا ہے (یہ کلمہ) عرش تک جب تک کہ وہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکھے۔ (مشکوٰۃ ص۱۹۴) (سراجاً منیراً ص 91)

ذکر اللہ کی برکات کا عملی مشاہدہ:۔ حدیث پاک کے رو سے ان تینوں کا اکٹھا ذکر بھی موجب ثواب اُخروی اور باعث برکات دنیوی ہے خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے گھر کے کام کاج سے تھک جانے کی وجہ سے کوئی خادم مانگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (بیٹی) میں تمہیں ایسا ورد بتاؤں جو خادم سے بہتر ہو ہر نماز کے بعد اور جب تم رات کو بستر پر لیٹو تو تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص۲۰۱)

یہ عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ بھی کثیر الاشغال ہے جب کبھی بہت تھک جاتا ہوں تو رات کو بستر پر لیٹتے وقت یہ وظیفہ پڑھتا ہوں تو خدا تعالیٰ تکان اتار دیتا ہے اور دیگر برکات تو وہی جانتا ہے جس کے ہاتھوں میں سب برکتیں ہیں۔ واللہ الموفق (سراجاً منیراً ص۹۹)

بابرکت وظیفوں سے مبارک بشارتیں

ابراہیم علیہ السلام کی زیارت اور بشارت:۔ اس عاجز ذرۂ بے مقدار کا سب سے پہلا تبلیغی سفر ۱۸۹۸ء میں شہر جہلم میں ہوا اس وقت سے اس وقت تک ان لوگوں کو اور ان کی اولاد کو اس گناہگار سے اُلفت وعقیدت ہے اب مئی ۱۹۸۲ء میں جو وہاں پر میرا جانا ہوا تو اس خاندان کی ایک معمر خاتون نے جس خاندان سے جہلم میں توحید وسنت کا ولولہ پیدا ہوا اور وہ میرے ظن میں نہایت خدا یاد ذاکرات سے ہے میرے پاس آ کر بیان کیا کہ پچھلی دفعہ جب آپ تشریف لائے تھے اور آپ نے خدا کی یاد کے لئے چند اوراد ووظائف بتلائے تھے خدا کا شکر ہے کہ میں اس کی توفیق سے وہ اذکار پڑھتی ہوں ایک رات خواب میں دیکھا کہ گوری رنگت کے ایک سفید ریش بزرگ جو عمدہ سفید لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے میرے سامنے آ گئے۔ میں نے ان کی بزرگی کی وجہ سے ان کی تعظیم کی۔ اور اپنے سب حالات بیان کئے۔ انہوں نے مجھے ایک وظیفہ بتایا اس کے بعد وہ اور نصائح فرماتے رہے اور میں سنتی رہی آخر میں نے جرأت کر کے عرض کیا کہ آپ فرمائیں کہ آپ کون بزرگ ہیں۔ فرمانے لگے: میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں میں نے عرض کیا مجھے وہ وظیفہ جو آپ نے ابھی بتلایا تھا بھول گیا ہے پھر فرمائیں کہ وہ کس طرح ہے؟ انہوں نے آپ کا نام لے کر کہا کہ وہ وظیفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ سے پوچھ لینا اس کے بعد وہ رخصت ہو گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں اس وقت کی کیفیت بیان نہیں کر سکتی کہ میرے دل پر کیا گزری۔ ہر دم شوق رہا کہ ہمت ہو تو سیالکوٹ پہنچوں۔ لیکن عمر اور مالی حالت کی کمزوری کی وجہ سے اس شوق کو پورا نہ کر سکی۔ اب آج سنا تھا کہ آپ جہلم تشریف لائے ہیں تو بصد شوق وتمنا حاضر ہوئی ہوں کہ وہ وظیفہ کون سا ہے۔ ان کے خویشوں میں سے مولوی عبدالعزیز (آہ! آج وہ فوت شدہ ہیں) مرحوم مع دیگر مردان وخواتین کے میرے پاس بیٹھے تھے میں نے ان سے کہا کہ کیا مشکوٰۃ شریف تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! مظاہر حق (اس کی شرح) موجود ہے۔ میں نے کہا: لے آؤ! وہ اپنے گھر سے مظاہر حق لے آئے اور میں نے یہ حدیث اس میں سے نکال کر ان کو پڑھوائی اور کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس

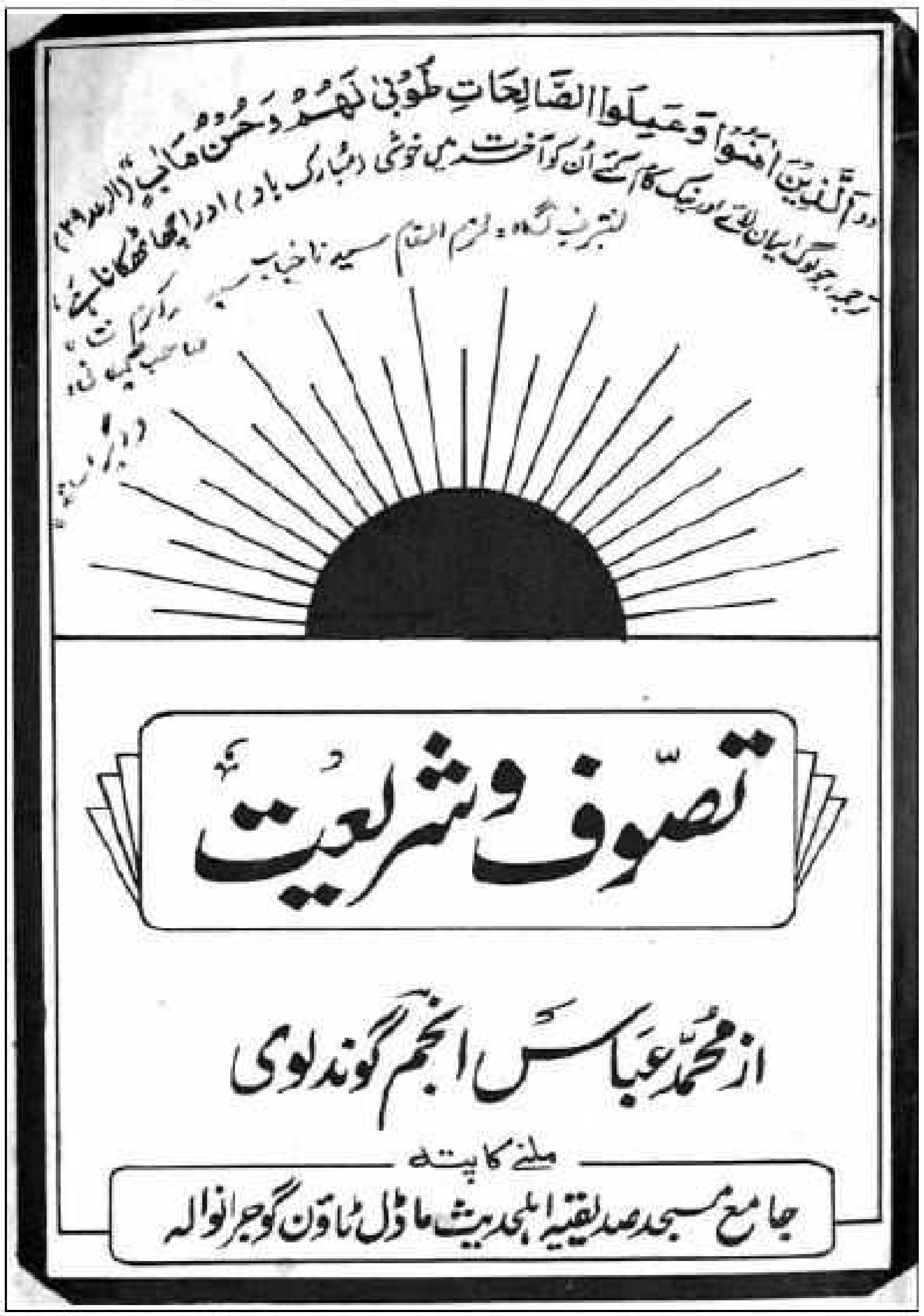

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (الرعد ۲۹)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اُن کو آخرت میں خوشی (مبارک باد) اور اچھا ٹھکانا ہے

تصوف وشریعت

از محمد عباس انجم گوندلوی

ملنے کا پتہ

جامع مسجد صدیقیہ اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

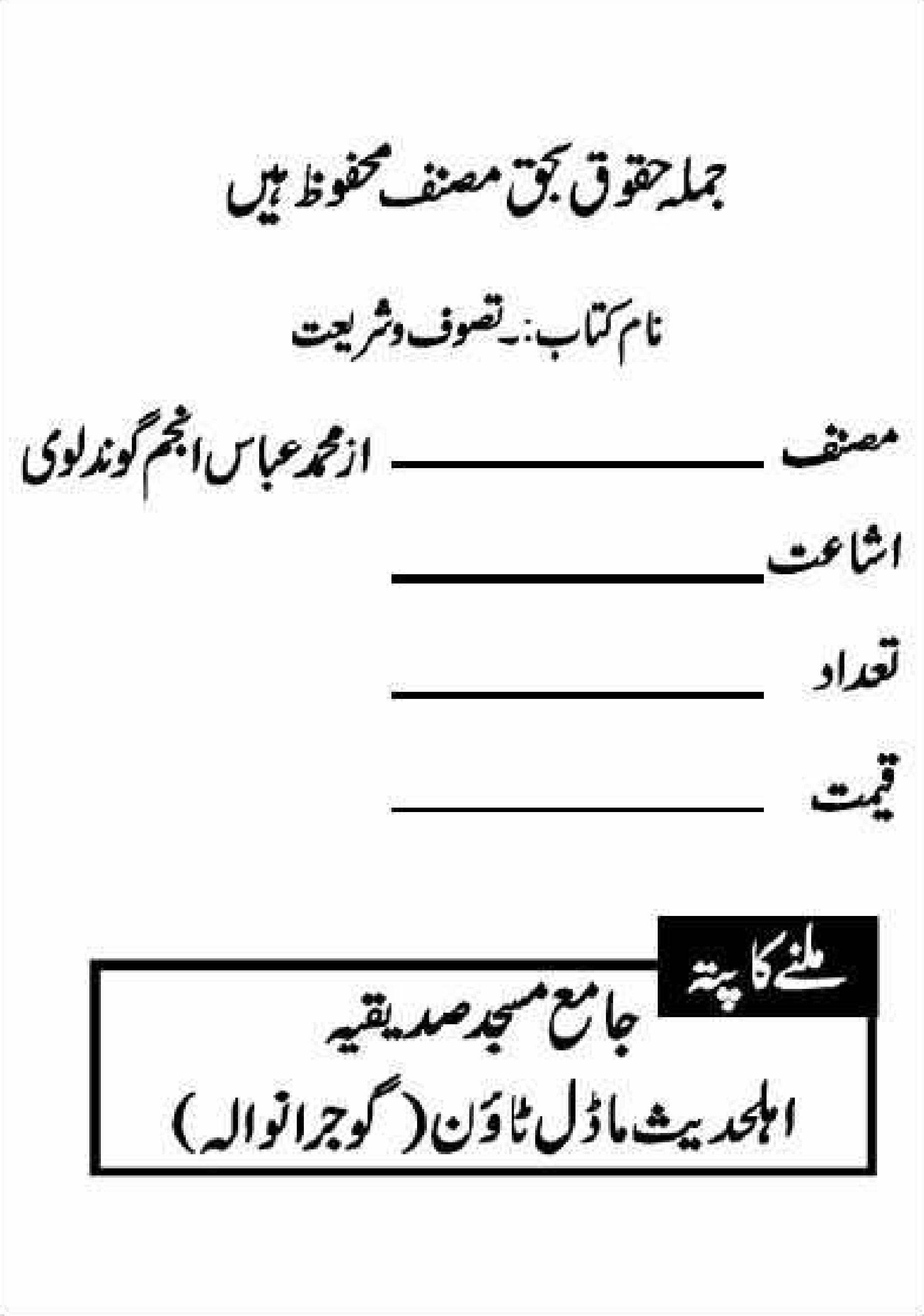

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تصوف وشریعت

مصنف ________ از محمد عباس انجم گوندلوی

اشاعت ________

تعداد ________

قیمت ________

ملنے کا پتہ

جامع مسجد صدیقیہ

اہلحدیث ماڈل ٹاؤن (گوجرانوالہ)

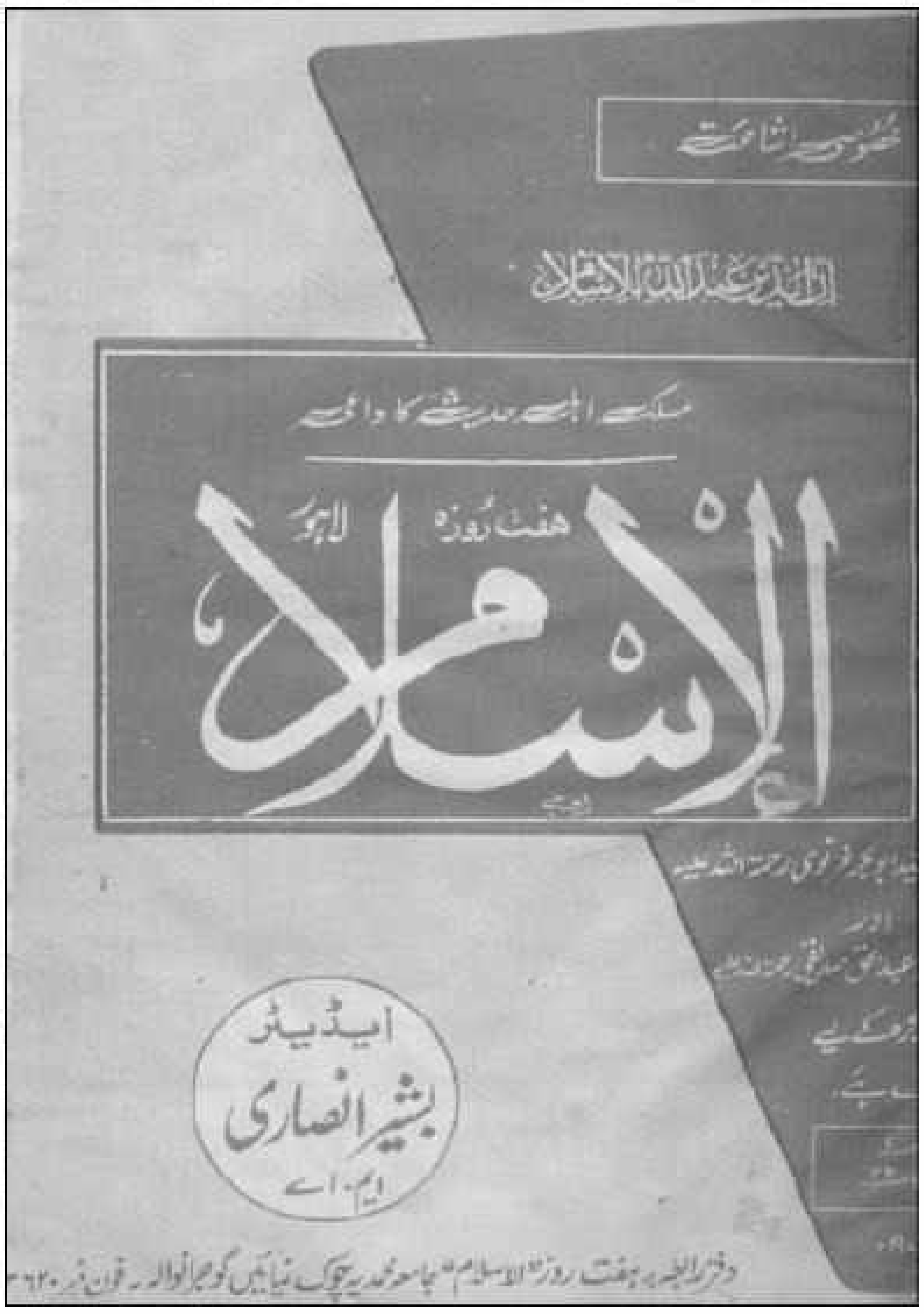

خصوصی اشاعت

مسلک اہلحدیث کا داعی

ہفت روزہ

الاسلام

لاہور

ایڈیٹر

بشیر انصاری

ایم۔اے

دفتر الجمعیۃ ہفت روزہ "الاسلام" جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ۔ فون نمبر ۶۲۰

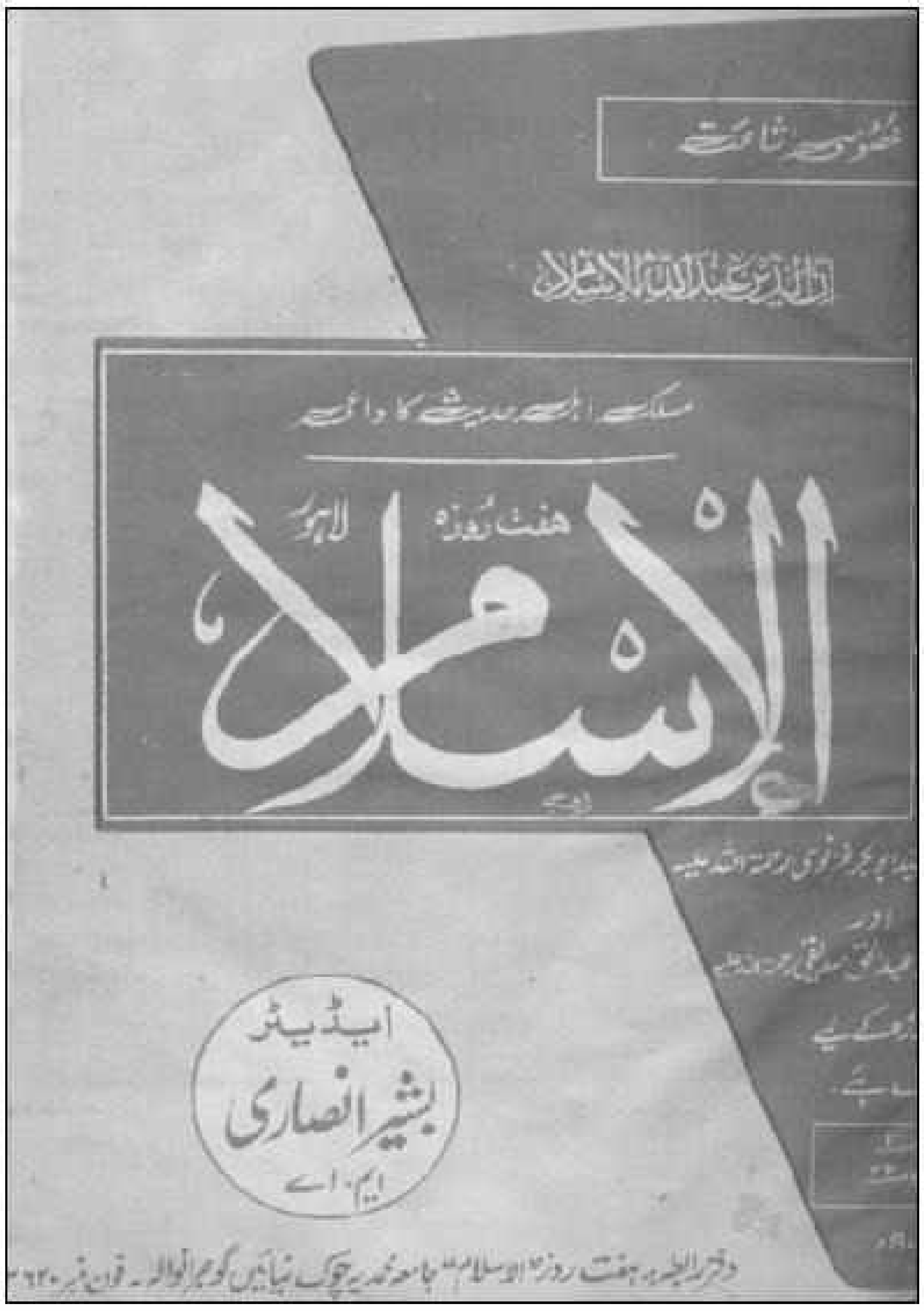

خصوصی اشاعت

مسلک اہلحدیث کا داعی

ہفت روزہ

الاسلام

لاہور

ایڈیٹر

بشیر انصاری

ایم۔اے

دفتر الجمعیۃ ہفت روزہ "الاسلام" جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ۔ فون نمبر ۶۲۰

امت مرحومہ کو نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت جو وظیفہ سکھایا ہے۔ وہ یہی ہے۔ غالباً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہی ہوگی۔ میں خود تو اس لائق نہیں ہوں کہ ان کی پاک مجلس میں باریابی حاصل کرسکوں، بلکہ جیسا کہ مولانا جامی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ۔

تاب و صلت کارپاکاں من ازیشاں نیستم　　چوں سگانم جائے دہ درسایہ دیوار خویش

میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں نیز بفحوائے ’’مجھ سے میرا ذکر بہتر ہے کہ اس محفل میں ہو‘‘ لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ جب سے مشکوۃ شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیغام پڑھا ہے اس وقت سے یہ وظیفہ عموماً کرتا ہوں غالباً اسی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس سن رسیدہ نیک خاتون کو جو اپنے عام اوقات ذکر خدا سے معمور رکھتی ہے میری طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

خداوند جانتا ہے کہ میں بہت گناہگار ہوں اور اس سے زیادہ گناہگار ہوں۔ جس قدر کہ کوئی مجھے جانے لیکن باوجود اس کے تیری رحمت کا امیدوار ہوں اس لئے کہ مغفرت کے زیادہ لائق گناہگار ہی ہیں پس تو اپنی ستاری وغفاری اور کریمی ورحیمی کے صدقے میرے حال پر رحم فرما اور مجھے اپنے ذکر کی حلاوت نصیب کر اور اسے قبول فرما کر اور میرے گناہ بخش کر اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔ آمین یا ارحم الراحمین آمین (سراجاً منیراً ص ۱۰۳)

نام کتاب:۔ تصوف وشریعت........ مصنف:۔ ازمحمد عباس انجم گوندلوی
ملنے کا پتہ: جامع مسجد صدیقیہ اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

اولیاء کا احترام واجب ہے:۔ ’’الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون‘‘ سنو! اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو کوئی خوف وڈر نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (یونس ۶۲، ۶۳)

اللہ کے ولی وہ ہوتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد ہر برائی سے بچتے ہیں۔ شریعت محمدیہ میں ولی وہ ہوتا ہے جو کتاب وسنت کا پابند ہوتا ہے۔ اس کا عقیدہ خالص توحید کا ہو اور شریعت اسلامیہ پر مکمل عمل کرے۔ اس تعریف کی روشنی میں سب سے افضل اولیاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں صحابہ کرام کی ولایت وتقویٰ کی شہادتیں قرآن دیتا ہے۔ اولیاء اللہ کا احترام قرآن واحادیث کی روشنی میں واجب ہے۔ (تصوف وشریعت ص ۲)

وضاحت: تصوف میں توحید کا تصور اس قدر بنیادی ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ تصوف درحقیقت توحید پر پختہ ایمان کا نام ہے اور صوفی ایک پختہ موحد کو کہتے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ مشہور صوفی عزیز الدین نسفی رحمہ اللہ اپنی کتاب ’’الانسان الکامل‘‘ میں صوفی کو اہل وحدت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

بیعت جہاد اور بیعت اصلاح:۔ ابن اثیر رحمہ اللہ بیعت کی تعریف میں رقمطراز ہیں۔ ’’ھو عبارۃ عن المعاقدۃ علیہ و المعاھدۃ کان کل واحدۃ منھما باع ماعندہ من صاحبہ واعطاہ خالصۃ نفسہ‘‘ (نہایہ ج ۱ ص ۱۷۴) بیعت سے مراد ہے باہم معاہدہ وعقد کرنا کیونکہ بیعت میں ایک آدمی دوسرے ساتھی کو ولی اخلاص عطا کرتا ہے۔ اللہ پاک حدیبیہ کے مقام پر ان صحابہ کرام رضوان اللہ کی تعریف فرماتے ہیں جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ فرمایا: ’’ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما‘‘ (الفتح ۱۰) بے شک جو لوگ تجھ سے اے پیغمبر حدیبیہ میں بیعت کررہے ہیں وہ گویا خدا سے بیعت کررہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور پھر جو کوئی اپنا اقرار توڑے وہ اقرار توڑ کر اپنا نقصان کرے گا اور جو کوئی اس اقرار کو پورا کرے ساتھ باندھا اس کو اللہ تعالیٰ کے اللہ اس کو بہت ثواب دے گا۔ جن لوگوں نے یہ بیعت کی تھی اللہ پاک نے ان پر رضامندی کا اعلان فرمایا۔

”**لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبا یعونک تحت الشجرہ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا**“ (الفتح ۱۸) اللہ ان مسلمانوں سے راضی ہو چکا جب وہ (کیکر یا بیری) کے درخت کے نیچے (حدیبیہ میں) تجھ سے بیعت کر رہے تھے اللہ نے جان لیا جو اخلاص ان کے دلوں میں تھا تو ان کے دلوں پر تسلی اتاری اور ایک نزدیک والی فتح ان کو انعام میں دی۔

(فوائد سلفیہ حاشیہ ۸) میں لکھا ہے کہ یہ بیعت اس وقت لی تھی جب آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار سے گفتگو کرنے کے لیے مکہ معظّمہ بھیجا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور ادھر مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے یہ بیعت اس بات پر تھی کہ مرتے دم تک میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے (انتہی)

شرعی اور بدعی بیعت کے اثرات کا فرق معلوم ہوا شرعی بیعت جہاد، مسلمان کی خیر خواہی کے لئے ہوتی تھی اور نبی پاک ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اور امراء کی بیعت ایک معاہدہ تھا ”**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**“ کی غلامی اختیار کریں گے جس کا ہر مسلمان پابند ہے اور اس بات پر بھی اتفاق کی گنجائش ہے کہ منکرات کو ترک کرنا اور خیرات کو روبہ عمل لانے اور شقاوت سے بچنے اور سعادت حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرنا اور تربیت اسلامی کے لئے کسی مرد کامل کو مربی تصور کرنا اچھا کام ہے اور دینی امر ہے۔ (تصوف و شریعت ص ۲۸، ۳۰)

نام رسالہ:۔ ہفت روزہ الاسلام...... ایڈیٹر:۔ بشیر انصاری

وضاحت از مرتب اثری: مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان ”ہفت روزہ الاسلام“ جو کہ ایڈیٹر بشیر انصاری (ایم اے) کی سرپرستی میں لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ اس معروف رسالے میں حضرت ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت حافظ عبدالحق رحمہ اللہ کے انتقال پر خصوصی اشاعت کا انتظام کیا گیا جس میں مختلف اہلحدیث محقق اور نامور قلم کاروں نے حصہ لیا ان کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں جو حضرت مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی متصوفانہ رسوخ کا بین ثبوت ہیں۔

قافلہ صوفیاء کے عارف غزنوی رحمہ اللہ

وضاحت از مرتب اثری: جناب پروفیسر سلیمان اظہر (ایم اے) لکھتے ہیں:

امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اس سید الطائفہ کا نام ہے جس میں عارف باللہ مولانا غلام رسول قلعہ والے، پیر میر حیدر شاہ، امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، صوفی عبدالحق سرہندی مؤلف ”**ایفاظ غفلاء الزمان**“ بترجمہ محی الدین عبدالرحمٰن، صوفی ولی محمد فتوحی والے، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی قطب الدین پران والے، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی اور صوفی محمد عبداللہ اوڈانوالہ، رحمہم اللہ اجمعین شامل ہیں۔ یہ تمام بزرگ بالواسطہ یا بلاواسطہ امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ہی کے وابستگان دامن ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں چقماق ہوں، دیئے جلا سکتا ہوں، روشنی نہیں دے سکتا، لیکن غزنوی عارف رحمہ اللہ نے دیئے بھی جلائے اور برصغیر ہند و افغانستان کو نور توحید و سنت سے منور بھی کیا۔

(ہفت روزہ الاسلام لاہور، ص ۱۱)

عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرشد کی پیشگوئی:۔ محو حیرت ہوں کہ میں کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں کیونکہ پیش نظر وہ تابدار شخصیت ہے جس کا دل انوار الٰہی کی زد میں آ گیا تھا جس کے متعلق افغانستان کے سب سے بڑے شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ نے فرما دیا تھا تمہیں دور دراز کا سفر کر کے مسائل سمجھنے کی خاطر میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں مجھے یقین ہے کہ مشکل مسئلہ پیش آنے پر اللہ تعالی تمہارے لیے در و دیوار کو گویائی عطا کر دیا کریں گے۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص ۱۱)

جنید وقت اور بایزید زماں رحمھما اللہ:۔ افغانستان نے اس (عبداللہ غزنوی) رحمہم اللہ گوہر نایاب، جنید وقت اور بایزید زماں

رحمہما اللہ کوہند کی جھولی میں ڈال دیا۔ انیسویں صدی کے افغانستان کا نصیب سوگیا اور غزنی کا آفتاب نصف النہار اپنی تمام ترضوفشانیوں کے ساتھ افق ہند پر طلوع ہوگیا۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص۱۲)

دوران سفر پرندوں کا مطیع ہوجانا (کرامت):۔ سفر ہجرت امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا ایک یادگار سفر ہے جس خالق کونین کی اطاعت میں اپنے گھر سے رابطہ توڑا تھا اس نے تسخیر کائنات کے عجیب عجیب مظاہر دکھائے۔ بھوک لگی تو دہشت ناک تنہائیوں میں ”مــــن حیث لایحتسب“ کے خزانہ سے لذت کام ودہن کا سامان مہیا کیا۔ ہری پور میں اس عاجز نے بعض ثقات سے سنا کہ جب آپ ہری پور کے نواح میں مقیم تھے تو ایک روز ہمراہیوں نے شکار کا گوشت کھانے کی خواہش ظاہر کی، عارف نے نظریں اٹھائیں۔

جانوروں کی ڈار آئی پھڑ پھڑ پرندے نیچے گرنے لگے جب مطلوبہ تعداد میں سامان مہیا ہوگیا تو نگاہیں نیچی کر کے فرمایا اٹھواور ذبح کرلو.....

(ہفت روزہ الاسلام لاہور ص۱۳)

بطور کرامت مریض کا شفاء پاجانا:۔ اسی جگہ میں نے سنا کہ ایک شخص آپ رحمہ اللہ کو بائیں ہاتھ میں لوٹا پکڑا کر وضو کروانے لگا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے پکڑو۔ وہ کہنے لگا: جناب میرا دایاں ہاتھ بیکار ہے آپ رحمہ اللہ نے کچھ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کیا اور ہاتھ اس کے دائیں بازو پر پھیر کر فرمایا: اب پکڑلو بیمار کو مسیحا مل گیا اور اس کا ہاتھ ہمیشہ کیلئے کار آمد ہوگیا۔ اس جگہ بے شمار لوگوں نے آپ رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا جن میں راجگان گکھڑ (خان پور ضلع ہزارہ) نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ قاضیان خانپور کا آپ رحمہ اللہ کے خاندان سے رابطہ بھی شاید اسی جگہ شروع ہوا۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص۱۳)

جذبی کیفیات کے در و دیوار پر اثرات:۔ یاد رہے کہ قاضی عبدالاحد خانپوری رحمہ اللہ اور قاضی محمد خانپوری رحمہ اللہ ان معدودے چند سعادت مندوں میں شامل ہیں جنہیں امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے برعکس علوم زانوئے تلمذ طے کروایا ہے قاضیان خانپور اور غزنویوں میں باہم رشتہ داریاں بھی ہوئیں اور کسب واستفادہ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اس وقت حضرت مولانا قاضی محمد عبداللہ صاحب ایم اے ایل ایل بی (حال مقیم مانسہرہ) بعمر اسی سال بقید حیات ہیں جنہیں حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کا شرف حاصل ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت الامام جب مسجد میں ذکرواذکار کرتے تو در و دیوار وجد میں آجاتے تھے وہ ہر وقت خشیت الٰہی کے باعث زار و قطار روتے رہتے۔ قرآن وسنت کے اس قدر شیدائی تھے کہ ان کے مدرسے میں صرف قرآن وسنت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ منطق فلسفہ وغیرہ کی کتب تک مسجد میں لے جانا منع تھا۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص۱۳)

حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا مراقبہ اور بیعت:۔ بات حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہورہی تھی جو افغانستان سے چل کر ضلع امرتسر کی بستی خیر دی میں آکر مقیم ہوگئے تھے ان کے دم قدم سے یہ بستی اسم بامسمّی بن گئی۔ کچھ عرصہ گمنامی میں گزرا لیکن ؎

کہاں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر　　مشک خود بول اٹھتا ہے عطار کے تعارف کی ضرورت نہیں ہوتی

اور امام تو ”ایں قدر ستم کہ از چشم شراب آید بروں“

تصور مجسم بن چکے تھے اس لیے وحدت کے متلاشیوں کا ان کے گرد ہجوم ہوجانا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔

انہی دنوں آپ رحمہ اللہ کے فرزند اکبر جناب احمد غزنوی رحمہ اللہ عسرت وتنگدستی سے پریشان ہوکر فراخی رزاق کی دعائیں مانگتے تھے چند روز بعد ایک رئیس محمد حسن خان کی طرف سے پیغام آیا ہمارے پاس تشریف لاکر خدمت کا موقع عنایت فرمایئے۔ احمد غزنوی رحمہ اللہ باپ کے پاس بغرض اجازت آئے۔ انہوں نے چند روز مراقبہ کے بعد فرمایا اے فرزند دلبند میں نے اپنی اولاد کیلئے کوئی سامان دنیا وراثت کیلئے نہیں چھوڑا۔ حتیٰ کہ عزت وجاہ بھی نہیں چھوڑی۔ میرے ورثاء کیلئے میری میراث صرف اللہ عزوجل کی محبت اور توحید ہے میں اپنے فرزندوں کو رب عزیز کی امانت سمجھتا ہوں اور مجھے یقین محکم ہے کہ میرا خدا اس امانت کو ضائع نہیں کرے گا۔ میرے بیٹو! جب بھی تم پر کبھی عسرت آپڑے تو بارگاہ

خداوندی میں عاجزی سے عرض کر دینا' یارب العالمین! ہمارے والد نے جو تیرا بندہ تھا ہمارے لیے دنیاوی جائیداد سے کوئی میراث نہیں چھوڑی۔ وہ تیرے ہی سپرد کر گیا ہے' انشاء اللہ خدائے رزاق اس طرف سے کشادگی وگزران کا سبب بنا دے گا جہاں سے تمہیں وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔ باقی رہا امراء وخوانین کی ہم نشینی کا مسئلہ تو گوش قلب سے سن لو کہ ستم گر خوانین اور امراء کی سماجیت ومجلس سے سخت پرہیز کرو۔ ایسے لوگوں کی ہم نشینی زہر قاتل ہے پس کلام اللہ ہی کو اپنے دلوں کیلئے سرور' سینوں کیلئے نور' غم اور فکر کیلئے اکسیر جانو اور ہمیشہ اسی کتاب حق کی تلاوت کو لازم سمجھو۔

قارئین! آپ نے امراء وخوانین کے متعلق علماء اہل حدیث خصوصاً غزنویوں کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمایا کہ وہ ان مسلمان امراء کی مصاحبت کو بھی زہر قاتل سمجھتے ہیں چہ جائیکہ انگریز حکمران سے کسی قسم کے روابط پیدا کرنا' حیرت ہے عقل ودانش سے عاری ان مصنفین پر جو ایسے لوگوں کو انگریز کا وفادار سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے انگریز سرکار سے مفاہمت کا تعلق پیدا کر لیا تھا۔ دراصل وہ نہیں جانتے کہ امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بیعت تھے شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے جو مرید تھے امیر المؤمنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ شہید بالاکوٹ کے اور امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ تیمناً بیعت تھے حضرت سید امیر رحمہ اللہ آف کوٹھ ضلع مردان کے۔ جو مرید تھے سید احمد بریلوی شہید رحمہ اللہ بالاکوٹ کے۔ امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ رفیق وہمدم تھے عارف باللہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص ۱۳ تا ۱۴)

مراقبہ اور کرامت :۔ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی مرحوم نے ''کرامات اہل حدیث'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص آپ (حضرت عبداللہ غزنوی) کے پاس پریشان اور مضطرب الحال آیا کہنے لگا میں سرکاری ملازم ہوں اور تحریک مجاہدین سے بھی وابستہ ہوں۔ میرا ایک ایسا خط حکومت کے ہاتھ لگ گیا ہے جس کے باعث میرا تعلق مجاہدین سے عیاں ہوتا ہے۔ نہ صرف میری ملازمت خطرے میں ہے بلکہ جان کا بھی اندیشہ ہے آپ رحمہ اللہ نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد بغل سے ہاتھ نکالا اس میں ایک کاغذ تھا سائل کو دے کر فرمایا دیکھو خط یہی تو نہیں ہے؟ اس نے پہچان لیا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا اسے پھاڑ ڈالو۔ خط پھٹ گیا۔ ثبوت غائب ہو گیا۔ تحقیقات اپنے پہلے مرحلہ میں ہی اپنی موت مر گئی۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص ۱۴)

بیعتِ اصلاح اور پراسرار مجذوب سے ملاقات :۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کسی اہل دل کی تلاش میں سرگرداں تھے چلتے چلاتے ضلع مردان میں کوٹھ نامی جگہ پہنچ گئے جہاں سید امیر سے بیعت ہوئے۔ اسی جگہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی اپنی روحانی پیاس کو تسکین دینے آ گئے اور بطور برکت بیعت ہوئے۔ مولانا غلام رسول اور مولانا عبداللہ غزنوی رحمہما اللہ میں تعلقاتِ اخوت ومروت پیدا ہو گئے۔ ایک ماہ یہاں قیام رہا۔ پھر مشورہ کیا کہ کہیں چل کر حدیث پڑھیں مشورہ کر کے پنجاب کی طرف چل دیئے۔ گجرات پہنچے تو عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کہنے لگے مجھے یہاں کسی مجذوب کی خوشبو آ رہی ہے۔ آؤ اسے تلاش کر کے ملیں۔ پھرتے پھراتے اس کو تلاش کر لیا۔ یہ جنگو شاہ نامی مجذوب تھا جس کی قبر آج بھی ضلع گجرات میں موجود ہے مجذوب نے ان مہمانوں کا مرتبہ پہچان کر کماحقہ استقبال کیا۔ باتیں ہوئیں۔ جب چلنے لگے تو کہنے لگا تم حدیث پڑھنا چاہتے ہو تو جنت کا دروازہ اس طرف (انگلی سے جانب دہلی اشارہ کیا) ہے۔ جب یہ لوگ چل دیئے تو دوبارہ آواز دے کر کہا اس کی سادگی اور کپڑوں پر نہ جانا' اس کا نام نذیر حسین ہے۔ حدیث اسی سے پڑھنا' اور پھر یہ بزرگ چلتے' قیام کرتے دہلی پہنچ گئے جس جگہ ان کی سواری رکی۔ وہاں ایک قلی پھر رہا تھا ان کے پاس بستر اور کتابوں کا وزن تھا۔ نووارد بھی تھے۔ قلی نے پوچھا کہاں جانا ہے؟۔ بتایا ہم سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے مدرسہ میں جانا چاہتے ہیں۔ قلی ان کا سامان اٹھا کر وہاں لے گیا اور بغیر اُجرت لیے غائب ہو گیا۔ یہ مسجد میں ٹھہر گئے اور کچھ دیر بعد دیگر طلباء سے پوچھنے لگے میاں صاحب رحمہ اللہ سے کس وقت ملاقات ہو سکتی ہے وہ بولے بھائیو! جو شخص تمہارا سامان اٹھا کر لایا ہے وہی میاں صاحب رحمہ اللہ تھے جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بس اپنی گزر اوقات اسی طرح کرتا ہوں تم سے کچھ اس لیے وصول نہ کیا کہ تم میرے پاس حدیث پڑھنے آئے تھے اور یاد رکھو حدیث کا پہلا سبق یہی ہے۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص ۱۵)

کیفیتِ نماز اور تعلق باللہ:۔ روایت ہے کہ ایک بار نماز عصر پڑھا رہے تھے کہ اس زور کی بارش ہونے لگی کہ تمام مقتدی سوائے دو چار کے نماز چھوڑ کر چلے گئے نماز سے فارغ ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو وہ کیچڑ میں لت پت تھا۔ حیران ہو کر فرمانے لگے باران شد؟ واللہ عبداللہ را خبر نشد“

تعلق باللہ کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت ذکر محبوب میں مگن رہتے کوئی ملاقاتی آتا ہے تو عموماً طریق یہ ہے کہ پوچھتے ہیں آپ کا کیا حال ہے۔ بال بچوں کا کیا حال ہے کاروبار، گھر بار کیسے ہیں وغیرہ وغیرہ.......... آپ اپنا حال تو بتا دیتے۔ باقی معاملات کے متعلق فرماتے ”از عبدالجبار پرس“ کہ باقی باتیں عبدالجبار رحمہ اللہ سے پوچھ لو۔ میرے اور خدا کے درمیان زیادہ دیر مت حائل ہو۔

(ہفت روزہ الاسلام لاہور ص ۱۵)

صحیح جانشین اور کرامات کثیرہ:۔ حضرت امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے احوال و مقامات جس کی نظر میں ہوں وہ بخوبی جانتا ہے کہ آپ جنید زمان اور بایزید وقت رحمہما اللہ تھے اور اگر ان کی قبر قبور بین کے ہتھے چڑھ جاتی یا ان کے اہل خاندان دکانداری چلانا چاہتے تو آج امرتسر بھی اسی طرح مرجع عوام ہوتا جس طرح لاہور، پاکپتن اور اجمیر کی حیثیت ہے۔

بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ علمی اور روحانی طور پر بیٹا باپ کا صحیح وارث ہو۔ پوتوں تک پہنچتے پہنچتے تو معاملہ عموماً چوپٹ ہو جایا کرتا ہے لیکن غزنویوں میں امام عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بعد ان کے تمام صاحبزادے بالخصوص حضرۃ الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ یکے بعد دیگرے اپنے گرامی قدر والد کے صحیح جانشین تھے۔ عبدالجبار رحمہ اللہ تو مرتبہ امامت پر فائز ہوئے۔ ان کی کرامات کا سلسلہ بہت دراز ہے۔ ابھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں ان کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جب کسب فیض کیلئے امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور تھوڑے ہی وقت میں مجھ پر روحانی اثرات مرتب ہوئے تو میں حیران ہوا کہ وہ لوگ جو دیر سے یہاں موجود ہیں شدت تاثر سے مر کیوں نہیں گئے وہ مستجاب الدعوات ولی اللہ تھے انہیں شیخ الکل رحمہ اللہ سے کسب فیض کا شرف حاصل تھا۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص ۱۶)

توصیف مرشد میں منظوم کلام:۔ قارئین محترم! خیالات پریشان اور بے ربط جملے محض بشیر انصاری صاحب کے فرمان تعمیل ہیں ورنہ اس عاجز کا غزنوی اکابر رحمہم اللہ پر کچھ لکھنا: یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

آخر میں آپ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے ہمدم و رفیق عارف باللہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعوی کی ایک غیر مطبوعہ تحریر کا مطالعہ کریجئے جو انہوں نے سید صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھی تھی۔ عبارت فارسی میں ہے لیکن میں اس کا ترجمہ کر کے عبارت کا حسن ختم کرنے کی گستاخی نہیں کرسکتا۔ اہل ذوق پڑھیں اور حظ اٹھائیں: کسی کو جذبه او مقدم برسلوك باشد مجذوب سالک پیر تمام است

واگر نباشد سالک مجذوب هم کافی است

وجناب عبدالله غزنوی ازقسم اول است که صحبت ادا اکسیراست و مکمل پیراست .بیت

من چه گونم وصف آں عالی جناب — شمه زان می نگنجد در کتاب
جنیدوقت و بایزید زمانه است اما تصور طالبین است که بدون — صحبت فیض خفیقت می جو نید دلفریب شیطان مبتلاء شده چوں
مهوساں مال خودراسوخته پس اکسری پوئندولی راطلب الشئی — من غیر باهم میگوئند ایم ترا ز گنج مقصود نشان، خود نرسیدم
تو شائد برسی واز اوصاف عبدالله — اندکی گفتم که تمازاں ره بری
پیش زاں که نوة آں حسرة خوری — وایں قسم در زماں هائے سابقه نیز کم بوده اند
اماالمعاصرت سبب منافرت مشهور است — عمر ها باید که تا اندر جهاں پیدا شود

بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ

(ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 17)

اب انہیں ڈھونڈیئے چراغ رخ زیبا لیکر

وضاحت:۔ مولانا حکیم عبدالرحمان آزاد نگران اعلیٰ ادارہ ''ہفت روزہ الاسلام'' گوجرانوالہ **حضرت** مولانا ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

''آپ رحمہ اللہ بلند پایہ علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے جن کے جد امجد سلک اولیاء میں مروارید حقیقی کی طرح پیوست دکھائی دیتے ہیں۔ برصغیر ہند کے مسلمانوں کی محبت بھری چشم عقیدت جب بھی کسی عظیم خاندان کیلئے اٹھتی ہے تو ولی اللّٰہی کے مقدس خاندان کے بعد غزنوی خاندان کی پاکیزہ ضیاء پاشیوں سے لذت محسوس کرتی ہے۔ کیا مبارک ہے ان کا سلسلہ نسب پروفیسر ابو بکر غزنوی بن مجاہد تحریک آزادی ہند مولانا محمد داؤد غزنوی بن امام الموحدین مولانا عبدالجبار غزنوی بن امام طریقت مولانا عبداللہ مہاجر غزنوی'' رحمہم اللہ۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 19)

امام طریقت ایثار ومحبت کے امین:۔ اللہ تعالیٰ نے سید صاحب رحمہ اللہ کو ایسا نسب عطا فرمایا جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے یہ وہ خاندان ہے جس کی ایک ایک کرن آفتابِ جہاں تاب بن کر ایسی جگہ پر چمکی جہاں ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کی جاتی ہو عدم تولید پر ایک ہندو عورت ہر قسم کی زیب وزینت سے آراستہ سات برہمنوں سے حصول اولاد کیلئے عصمت از اربند تار تار کرانے کا جائز حق رکھتی ہو۔ فاتح ہند محمد بن قاسم رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ نے لوگوں کو اسلام کی نعمت سے نوازا لیکن قلت وقت نے تربیت کا موقع نہ دیا جس وجہ سے نام کے مسلمان ہندوانی رسومات سے نجات نہ پا سکے جن کی اصلاح کیلئے ولی للّٰہی کے خاندان کو مشیتِ الٰہی نے منتخب کیا یا پھر غزنی سے امام طریقت حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو ایثار ومحبت کا امین بنا کر ہند کے مسلمانوں کی اصلاح اور کفر کو حلقہ بگوش اسلام لانے کیلئے بھیجا جن کے سینے میں عشق رسول ﷺ کا دریا موجزن تھا وہ ہر عمل کو کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ترازو میں تولتے اور مسلمانوں کو ہندوانی رسومات اور منکرات سے نجات دلانے کیلئے عشق رسول ﷺ کا درس دینے میں لگے رہے ان کے بعد ان کی اولاد شجاعت مند مسلح افواج کی طرح کتاب وسنت کے اسلحہ سے آراستہ توحید وسنت کی حفاظت پر کمر بستہ رہی اور یہ خاندان علم وعمل کا گہوارہ رہا۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 21)

محویت نماز پر استاد کی شہادت:۔ ہجرت کی سنت پر امام طریقت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے عمل کیا۔ ذکر الٰہی میں عاشق دلگداز کی طرح محو رہنا خصوصاً نماز میں یکسوئی اور محویت کا یہ عالم تھا کہ حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ سے جب سند فراغت حاصل کی تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا عبدالجبار رحمہ اللہ نے حدیث ہم سے پڑھی اور نماز پڑھنی ہم نے ان سے سیکھی۔ یقیناً امام عبدالجبار رحمہ اللہ کی اقتداء میں جس شخص نے ایک نماز بھی پڑھ لی پوری زندگی وہ لذت پھر کسی نماز میں نصیب نہیں ہوئی مولانا عبدالواحد صاحب رحمہ اللہ کی نماز بھی کچھ ایسی ہی تھی کہ نماز شروع ہے تو آنسو ٹپک رہے ہیں۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 21)

اہمیتِ تصوف پر نہایت اہم خطاب

وضاحت: اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن 1975ء میں **حضرت** مولانا پروفیسر سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ کا خطاب۔ خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: بزرگان کرام، برادران عزیز، عزیزان گرامی قدر! (از مرتب اثری)

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

آپ سے ملاقات کیئے ہوئے اور آپ سے بات کیے ایک مدت ہوگئی۔

جسے آپ گنتے تھے آشنا' جسے آپ کہتے تھے باوفا
میں وہی ہوں مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

حال دل بر زبان اہل دل:۔ حضرات! جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ وہ جماعت ہے جس کی سرزمین گو آج بنجر ہو چکی ہے مگر یہ وہی سرزمین ہے جس سے کبھی مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ایسے لعل ویاقوت وگہر پیدا ہوئے تو یہ سوچ کر کہ شاید اس راکھ میں کوئی چنگاری باقی ہو' یہ شعر پڑھتا ہوا تمہاری طرف کشاں کشاں چلا آتا ہوں۔

ارٰی تحت الرّماد ومیض جمرٍ
ویوشك ان یکون لها ضرام

(خاکستر کے نیچے کچھ چنگاریاں دیکھ رہا ہوں' شاید ان سے شعلے بھڑک اٹھیں)۔

اور جب یہ آگ جلتی تھی تو اسے تاپنے کیلئے اور حرارت ایمانی حاصل کرنے کے لیے لوگ پورب اور پچھم سے آتے تھے مگر جب آپ لوگوں کی اڑنگا ٹنگنی' دھینگا مشتی اور سر پھٹول دیکھتا ہوں تو جی جلتا ہے۔ ہر طرف خاک اڑائی جا رہی ہے۔ اتنی خاک کہ سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ سب کے چہرے خاک سے یوں لتھڑے ہوئے ہیں کہ میرے لیے شکلیں پہچاننی بھی مشکل ہو گئی ہیں۔ جب یہ صورت حال دیکھتا ہوں تو آپ لوگوں سے بھاگ جاتا ہوں اور سالہا سال آپ سے روپوش رہتا ہوں اور یہ شعر ان دنوں پڑھا کرتا ہوں۔

ونارٌ لو نفخت بها اضاءت
ولکن انت تنفخ فی الرّماد

یہ راکھ جس میں تم پھونکیں مار رہے ہو اگر اس میں کوئی چنگاری ہوتی تو وہ یقیناً بھڑک اٹھتی' مگر تم تو راکھ میں پھونکیں مار رہے ہو۔ راکھ میں پھونکیں مارنے سے اس کے سوا کیا حاصل ہو گا کہ تمہارے سر پر بھی راکھ پڑے گی۔

اوصافِ مرشد بمع امثال:۔ دوستو! میں تو دہقان ہوں۔ میرا کام دلوں کی زمین میں ہل چلانا ہے تم نے کہا کہ تم ہماری زمین پر ہل چلانے کے قابل نہیں ہو میں تو خاندانی اور موروثی طور پر دہقان تھا مجھے تو ہل چلانا ہی تھا مجھے تو آبیاری کرنا ہی تھی یہ بات میری گھٹی میں تھی میرے خمیر میں گندھی ہوئی تھی میں نے اور زمینیں ڈھونڈیں۔ دلوں اور روحوں کی زمینیں اور ان زمینوں پر ہل چلاتا ہوں۔

دوستو! میں تو رنگ ساز ہوں میرا کام دلوں کو اللہ کے رنگ میں رنگ دینا ہے۔

"صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون"۔

اللہ کا رنگ اور اس سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے اور ہم تو بس اس کی غلامی کرتے ہیں۔

تم نے کہا کہ تمہیں رنگنا نہیں آتا' میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دلوں کو رنگوانا چاہے۔ دیکھو! میرے دروازے پر گاہکوں کی بھیڑ ہے۔

دوستو! میں تو دھوبی ہوں میرا کام دلوں کی میل کچیل کو چھانٹ دینا ہے۔ تم نے کہا کہ تمہیں دھونا نہیں آتا۔ میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دل کی سیاہی دھلوانا چاہے۔

کھوٹے کھرے سب میرے:۔ دوستو! میں تو سقہ ہوں' میرا کام روح کی پیاس بجھانا ہے۔ تم نے کہا کہ ہم تیرے مشکیزے سے پانی نہیں پیتے۔ میں نے ملک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دل کی پیاس بجھانا چاہے۔ دیوبندی آئے' بریلوی آئے' مولوی آئے' بابو آئے' انجینئر آئے' ایڈووکیٹ آئے' پروفیسر آئے سب نے کہا ہم تیرے مشکیزے سے پانی پیتے ہیں۔

اور اس سارے دھندے سے خدا شاہد ہے مقصود فقط یہ ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کر سکوں۔ اپنے دل کا میل کچیل چھانٹ سکوں۔

وعظ کیا ہے؟:۔ دوستو! وعظ کیا ہے؟ روحانی اور اخلاقی بیماریوں کی تشخیص کرنا اور دوا دینا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوا تلخ ہوتی ہے اور بیمار ناک بھوں چڑھاتا ہے لیکن مشفق طبیب کو چاہیے کہ وہ دوا حلق میں انڈیل دے۔ مریض کو جب شفاء ہو جاتی ہے تو دعا دیتا ہے۔

دوستو! اگر مریض کوز کام ہو اور طبیب اسے معدے کی دوا دے تو اس کی نا اہلی میں شک وشبہ کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے اپنی اور سامعین کی جو بیماریاں ہوں انہیں ڈھونڈ نا اور ان کی دوا دینا، یہ وعظ ہے یہ طب روحانی ہے۔

دنیا دار واعظ:۔ میں چند باتیں عرض کروں گا جو میرے لیے مفید ہوں' جو آپ سب کیلئے مفید ہوں...... وہ واعظ دنیا دار ہے جس کا منتہائے نظر فقط یہ ہو کہ دھواں دار تقریر کی جائے' جذبات کو بھڑ کا دیا جائے' نہ اپنے آپ کو فائدہ نہ دوسروں کو فائدہ۔ آج کل تو سر دھننا، وجد میں آنا' نعرے لگانا' ہاؤ ہو کرنا' وعظ کے لوازمات بن کر رہ گئے ہیں۔ میری نظر میں وعظ تو یہ ہے کہ بیماریوں کو چن چن کر بیان کیا جائے اور ان کا علاج کیا جائے۔

توحید کے تقاضے یا خود فریبی:۔ پہلی بات میں کہتا ہوں میرا اولین مخاطب خود میرا نفس ہے کہ یہ سمجھنا خود فریبی میں مبتلا ہونا ہے کہ صرف قبروں کی پوجا نہ کر کے آدمی نے توحید کے سب تقاضے پورے کر دیئے۔ ''ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا''۔

''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ سے ہٹ کر اوروں کو اس کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں''

آپ غور کیجئے کہ قرآن نے جہاں بھی توحید بیان کی ہے'' من دون اللہ '' کے لفظ استعمال کیے۔

''ان الذین تدعون من دون اللہ عبادامثالکم'' اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح بندگان خدا ہیں''

یہاں بھی لفظ ''من دون اللہ '' استعمال کیا۔ ''والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وھم یُخلقون''

''اور جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ خود کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے۔

''من دون اللہ '' کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیر اللہ ہیں ان میں زندہ بھی ہیں اور مردہ بھی شامل ہیں۔

تم میں سے بعض نے مردوں سے مرادیں مانگیں اور تم میں سے بعض نے زندوں سے مرادیں مانگیں افسوس تم نے مل کر غیر اللہ سے مرادیں مانگیں۔

جابر حکمران کی نفی کی مثال:۔ قرآن اٹھا کر دیکھیئے۔ قرآن کے تیس پاروں میں سب سے زیادہ فرعونوں کی نفی پر زور دیا گیا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ نمرود خدا بن بیٹھا ہے اس کی نفی کرو۔

یہ قبر کی نفی نہیں ہو رہی تھی بلکہ زندہ جابر حکمران کی نفی کا حکم دیا جا رہا تھا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ، اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے انہوں نے دو فرعونوں میں سے اس مطلب کو بیان کیا۔

اے کہ اندر حجرہ ہاسازی سخن   نعرہ لا پیش نمرودے بزن

''اے حجروں کے اندر بیٹھ کر باتیں بنانے والو! کسی نمرود کے سامنے جا کر لا کا نعرہ لگاؤ''۔

قبر تو مٹی کا ڈھیر ہے' اس کی نفی میں کون سی دقت پیش آتی ہے جس کسی نے قبر پر چادر نہ چڑھائی اور چراغ نہ جلایا وہ اتراتا پھرتا ہے کہ توحید کے سب تقاضے اس نے پورے کر دیئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو توحید کی ارتقائی منزلوں سے گزارا گیا تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ '' اذھب الی فرعون انہٗ طغیٰ'' جاؤ جا کر فرعون کی نفی کرو۔ اور اس کے روبرو جا کر کرو وہ سرکش ہو گیا ہے۔

فلسفہ توحید کی عجیب منطق:۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو کہ عزیز مصر کی نفی کر رہے ہیں۔ زندہ خداؤں کی نفی کرنا بڑی کٹھن منزل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی توحید یہی تھی' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی توحید یہی تھی' ائمہ کرام رحمہم اللہ کی توحید یہی تھی۔ وہ تمام ضمیر فروش علماء جو دنیا دار، جاہ طلب' سرمایہ داروں کی زکوتیں کھا کر سال بھر ان کی کاسہ لیسی اور حاشیہ برداری کرتے ہیں اور اس کے باوجود اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری ملت اسلامیہ کو حقیر جانتے ہیں اور ان کی توحید کا حال یہ ہے کہ حقیر ترین دنیوی اغراض کیلئے دنیا دار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کی صبحیں اور شامیں ان کی چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں۔ کیا ''مـن دون الـلـہ'' میں صرف حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق وفاجر حکام اور دنیا دار سرمایہ دار من دون اللہ میں شامل نہیں ہیں؟ یہ کیا منطق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی توحید تو بڑی

انقلاب آفرین ہے وہ تو ساری دنیا کے بادشاہوں کے نام انقلابی خطوط لکھنے والی توحید ہے۔

"اسلم تسلم"۔ اسلام لاؤ تو محفوظ رہ سکو گے" اس توحید کے نتائج کا ظہور تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اعلان میں ہوا تھا۔

"هلك قيصرو لا قيصر بعده هلك كسرىٰ ولا كسرىٰ بعده"۔

فرمایا کہ میری آمد کا بدیہی نتیجہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت ہے۔ اور یہ انقلاب جو میں برپا کر رہا ہوں اس کا بدیہی نتیجہ قیصریت اور شہنشاہیت کی تباہی ہے۔ دوستو! وقت کے فرعونوں کی بھی نفی کرو۔ دنیا دار سرمایہ داروں کی بھی نفی کرو۔

توحید کی اصل حقیقت:۔ "لاتسئل الناس شيئا"۔ غیر اللہ سے کچھ نہ مانگو۔ نہ مردوں سے مانگو نہ زندوں سے کچھ مانگو۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتوح الغيب" میں توحید بیان فرماتے ہیں:

"مادمت قائماً مع الخلق، راضيا لعطا ياهم، متردداً الى ابوابهم انت مشرك بالله خلقه"۔

جب تک تو مخلوق کے سہارے لیتا ہے زندوں کے سہارے لیتا ہے اور مردوں کے سہارے لیتا ہے جب تک ان کی جیب پر تمہاری نظر ہے جب تک ان کی بخشش اور نوال کی آس لگائے بیٹھا ان کے دروازوں پر تو دھکے کھا رہا ہے تو اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہرا رہا ہے۔ محمد علی جوہر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے   یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

اور سلطان باہو رحمہ اللہ فرماتے ہیں

چو تیغ لا بدست آری بیا تنہا چہ غم داری   مجو از غیر حق یاری کہ لافتاح الا ھو

جب لا کی تلوار تیرے ہاتھ میں ہے تو حق کے سوا کسی کا سہارا نہ لو کہ اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔

اور شیخ شیراز رحمہ اللہ سے توحید سنیے:

موحد کہ دریائے ریزی زرش   دگر تیغ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد زکس   ہمیں است بنیاد توحید وبس

موحد وہ ہے جس کے قدموں میں تم سونے کے انبار لگا دو مگر اس کی رال نہ ٹپکے جس کے سر پر آرا لٹکا دو لیکن اللہ کے سوا کسی کا خوف اس کے دل میں نہ ہو۔

توحید اور ادب یکجا کرو:۔ دوسری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ موحد ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی بے مہار ہو جائے' رسیاں تڑا بیٹھے' بے ادب اور گستاخ ہو جائے' اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے' محسنوں کا گریبان پھاڑے اور سمجھے کہ میں توحید کے تقاضے پورے کر رہا ہوں۔

دوستو! میرا کام مرض کی تشخیص اور اس کا علاج ہے گو مریض چیخے' چلائے' ناک بھوں چڑھائے' مشفق ڈاکٹر وہ ہے جو حلق میں دوا انڈیل دے۔ آج تم کسمساؤ گے' مضطرب ہو ہو کے زانو بدلو گے' مگر کچھ عرصے کے بعد تم مجھے دعا دو گے اور کہو گے کہ بات ٹھیک کہہ گیا تھا۔ جب مریض شفایاب ہوتا ہے تو کڑوی دوا کھلانے والے کو بھی دعا دیتا ہے۔

بزرگوں کا ادب احادیث کی روشنی میں:۔ دوستو! کچھ حدیثیں ایک مسجد میں بیان ہوتی ہیں کچھ دوسری مسجد میں بیان ہوتی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں کہیں بیان نہیں ہوتیں اس لیے کہ ان کا بیان کرنا فرقہ وارانہ مصلحتوں کے منافی سمجھتے ہیں۔

دوستو! احادیث میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ: "اذا تكلم اطرق جلساه كانما على رؤوسهم الطير"

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والے گردنوں کو جھکا لیتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی حرکات فاضلہ نہ کرتے تھے...... فالتو حرکت سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ فالتو حرکت کو بھی خلاف ادب جانتے تھے۔

دوستو یہ بھی تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ساتھیوں سے کہا عجیب منظر دیکھا ہے وہاں "انه لایتوضاء الا ابتدروا وضوء ہ"

وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا ہے۔ لوگ تبرکاً اور تیمناً اسے جسم پر ملتے ہیں۔

"ولایبصق بصاقاً الا تلقوہ باکفھم"۔ اور ان کا لعاب دہن بھی گرتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنھم کے ہاتھوں پر گرتا ہے۔

"ولا تسقط منه شعرة الا ابتدروھا"۔ ان کا کوئی بال بھی گرتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنھم اس پر لپکتے ہیں۔

ادب قرآن کی نظر میں :۔ قرآن مجید پڑھ کر دیکھیں کہ وہ شخصیتیں جو اللہ کی ربوبیت کی مظہر ہیں اور انسان کی تربیت کرتی ہیں ان کا ادب ملحوظ رکھنے کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔ آپ دیکھیں کہ والدین جسمانی تربیت کرتے ہیں ان کے متعلق فرمایا۔ "ولاتقل لھما اف ولا تنھر ھماوقل لھما قولا کریما"

دیکھو! انہیں کبھی یہ بھی نہ کہنا کہ تُف ہے تم پر۔ یہ میری ربوبیت کے مظہر ہیں ان کے ذریعے سے میں تمہاری تربیت کر رہا ہوں ان کو کبھی نہ جھڑکنا۔ ان سے جب بات کرو تو بات کو جانچ لیا کرو۔

روحانی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کے ذریعے سے کی گئی۔ ان کے بارے میں حکم ہوا۔

"یاایھا الذین امنوالا ترفعوااصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھرو الہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون"۔

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اُونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ یوں بے تکلفی سے بلند آواز سے بات مت کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں کرتے ہو' ورنہ میں تمہارا پورا اعمالنامہ غارت کردوں گا۔ یعنی میں تمہاری عبادتوں اور ریاضتوں کو لے کر کیا کروں' اگر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمه الله کا ادب مرشد :۔ دوستو! ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے حالات "ارواح ثلاثہ" میں دیکھ رہا تھا وہ اپنے شیخ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی معیت میں حج کرنے کے بعد جب واپس آئے تو لکھنؤ میں اطلاع ملی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ انتقال فرما گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ' سید احمد شہید رحمہ اللہ کے شیخ تھے۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ' حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے عاشق تھے۔ یہ خبر سن کر سید احمد شہید رحمہ اللہ سخت بے قرار ہوئے اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے کہا فوراً دہلی جاؤ اور معلوم کر کے آؤ کہ سچ مچ میرے شیخ دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو اپنا ذاتی گھوڑا دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تمام راستہ گھوڑے کی باگیں تھامے ہوئے پیدل چلتے رہے لیکن گھوڑے کی اس زین پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوئی جس پر ان کے شیخ بیٹھتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کس قدر با ادب آدمی تھے کہ اس زین پر بیٹھنا بھی سوئے ادب سمجھا جس پر ان کے شیخ بیٹھتے تھے۔

ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی موجودگی میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تقریر نہ کرتے تھے۔ خاموش بیٹھے رہتے کہ میرے شیخ بیٹھے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کیا کہوں۔

سلوک سے ناواقفیت یا کتمان حق :۔ بعض لوگوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "تقویۃ الایمان" ہی پڑھی ہے' کبھی "صراط مستقیم" بھی دیکھو' کبھی "عبقات" بھی پڑھو' وہ تو بہت لطیف آدمی تھے وہ تجلیات سے آگاہ' وہ انوار سے آگاہ' سلوک کے مقامات سے آگاہ' خدا کی محبت اور معرفت کے تمام رموز سے واقف' ان کی شخصیت میں توحید اور ادب یکجا ہو گئے تھے۔ توحید و ادب کا یکجا ہونا تکمیل کی علامت ہے۔

حضرت مجدد نقشبندی رحمہ اللہ کا ادب مرشد :۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات دیکھ رہا تھا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

کے صاحبزادوں کو خط لکھتے ہیں۔ ''ایں فقیر از سرتا پا محرق احسان ہائے والد شما است''

یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔ ایک خط میں خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادوں کو لکھتے ہیں:۔

''اگر مدت العمر سر خود را پائمال اقدام خدمہ عتبہ علیہ شمار کردہ باشم ہیچ نکردہ باشم''

فرماتے ہیں: آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر آپ کے آستانے کے خادموں کی عمر بھر خدمت کرتا رہوں تو پھر بھی آپ کا حق تو ادا نہ ہو سکے گا۔

اپنوں پہ ستم:۔ دوستو! بھاگ تو ایسے لوگوں کو ہی لگتے ہیں' اور جو اپنے محسنوں کو ذبح کریں' وہ سرسبز کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ یہودی بھی یہی کیا کرتے تھے۔ جو لوگ ان کے محسن تھے ان کے مربی تھے جنہوں نے زندگیاں اپنی تربیت کیلئے وقف کر رکھی تھیں ان ہی کو اپنا دشمن جانتے تھے۔ ان کے گریبان پھاڑتے تھے اور ان ہی کے قتل کے درپے تھے۔

"یقتلون النبیین بغیر الحق" ناحق پیغمبروں کو قتل کیا کرتے تھے۔

اس جرم کی پاداش میں ان پر اللہ کی لعنتیں برسیں' اور وہ مغضوب ہوئے۔

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباء وا بغضب من اللہ

ادب اور توحید لازم ملزوم:۔ دوستو! یہ فقرہ غور سے سنیں۔ موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے کچھ لوگوں کو توحید کی شد بد ہوتی ہے تو ادب کی لطافتوں اور باریکیوں سے محروم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ادب کی شد بد ہوتی ہے تو توحید کے معارف سے محروم ہوتے ہیں۔ مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا اور موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ دوستو! اور میں اللہ سے اس سعادت کی بھیک مانگتا ہوں۔

آئین محمدی ﷺ کا نفاذ:۔ اگلی بات یہ عرض کرتا ہوں کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا یہ مشن تھا کہ اس خطہ زمین پر آئین محمدی ﷺ کو نافذ کریں۔ اے کاش! کہ تم اسے اپنا مشن بناؤ۔ محض چند فروعی اور اختلافی مسائل پر اپنی تمام توانائی کو غارت کر دینا اور احیائے دین اور آئین محمدی ﷺ کے نفاذ کے کام سے یکسر غافل ہونا' میں جرم عظیم سمجھتا ہوں۔

اے کاش کہ آئین محمدی ﷺ کے نفاذ کے اس عظیم مقصد کو تم اپنے پیش نظر رکھو اور اس کیلئے مسلسل تگ و دو کرو۔ جس کیلئے شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمہما اللہ نے اپنی جان تک کو نچھاور کر دیا تھا۔

دوستو! ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے وہ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں جو اپنا احتساب کرتے ہیں جو اپنی گھات میں بیٹھ کر اپنی چوریاں پکڑتے ہیں۔

خواہی اگر کہ عیب تو روشن شود ترا   یکدم منافقانہ نشین درکمین خویش

ہم جو اتباع سنت پر اس قدر زور دیتے ہیں تو کیا سچ مچ سنت کی پیروی ہمارا شعار ہے کیا چند فروعی مسائل پر جھگڑنا اتباع ہے؟

اطاعت امیر: آپ غور کیجئے کہ احادیث میں امیر کی اطاعت پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ جماعتی نظم وضبط کو برقرار رکھنے اور امیر کی اطاعت وانقیاد کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعصی الامیر فقد عصانی''۔

جو امیر کی اطاعت کرتا ہے' وہ حقیقت میں میری اطاعت کرتا اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ حقیقت میں میری نافرمانی کرتا ہے کچھ لوگ امیر کو بھینگی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں اس لیے یہ بھی فرمادیا ''اسمعوا واطیعوا ولو استعمل علیکم عبد حبشیٌّ۔''

دیکھو! امیر کی بات مانو' اگرچہ تم پر کالا بھجنگ حبشی غلام ہی کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔

آپ غور کریں آپ کس طرح مجلس شوریٰ میں امیر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ باہر باہر سے امیر آپ پر ٹھونس دیا جاتا ہو اور آپ وہ دولتیاں جھاڑیں کہ یہ کہاں سے آ گیا ہے پچھلے پچیس برسوں سے تو میں دیکھ رہا ہوں کہ خود ہی امیر بناتے ہیں اور پھر خود ہی اس کے خلاف

سازشیں کرتے ہیں خود اس کی ٹانگیں کھینچتے ہیں خود اس کی تذلیل وتحقیر کرتے ہیں۔

دوستو! یہ کتنی بڑی نحوست ہے یہ تو ہم نے اسلام کی عمارت کی بنیادوں کو ڈھا دیا۔ تم کون سے اتباع سنت کا ذکر کرتے ہو' یہ خلفشار' یہ انتشار' یہ انارکی' یہ طوائف الملوکی کی ہر شخص خاک اڑا رہا ہے۔ امیر کے سر پر بھی خاک پڑی ہوئی ہے سب کے چہرے لتھڑے ہوئے ہیں سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ ''**فما لهؤلآء القوم لايكادون يفقهون حديثا**''

دوستو! کچھ لوگ تو ویسے ہی باغی ہوتے ہیں اور کچھ جماعت کے اندر رہ کر بھی امیر کو معطل کیے رہتے ہیں اور حکم اپنا چلاتے ہیں وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں سنگین مجرم ہیں۔

یہ جماعت کے اندر رہتے ہوئے امیر کو معطل کیے رکھتے ہیں اور اسے الو بنا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ فریب اور دھاندلی...... یہ کیا زندگی ہے جو تم بسر کر رہے ہو؟ یاد رکھو! جب تک جماعت کے اندر افراد امیر پر اس طرح جانیں نہ چھڑکیں جس طرح پتنگے شمعدان پر گرتے ہیں اسلام کے جماعتی نظام کی ابجد ہوز بھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔

یہ دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور بغض کا ہونا یہ اڑنگا پچنی' یہ دھول دھپا اور دھینگا مشتی...... کیا یہ دینی زندگی ہے؟

بزرگ فراموشی یا علمی بھول:۔ دوستو! ہمارے بزرگوں کی تصنیفات کو دیمک چاٹ رہی ہے' ہم میں کوئی نہیں' جو ان بزرگوں کے حالات زندگی کو ضبط تحریر میں لائے۔ عظیم شخصیتیں تمہارے ہاں گزری ہیں۔ لوگوں نے اپنے بزرگوں کے خادموں کے حالات زندگی بھی لکھ ڈالے تم کو کیا ہوا کہ جن لوگوں نے ساٹھ ساٹھ برس تک تمہاری بے لوث خدمت کی' ان پر قلم اٹھانے کے لیے تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔ تمہیں الیکشن جیتنے اور ہارنے کا ایسا لپکا پڑ گیا ہے کہ اور کسی بات کا تمہیں ہوش باقی نہیں رہا۔ تمہاری درسگاہیں بنجر ہو گئیں۔ بانجھ ہو گئیں۔ ان درسگاہوں سے اب کوئی مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی داؤد غزنوی رحمہ اللہ پیدا نہیں ہوتے۔ نہ اہل قلم پیدا ہوتے ہیں نہ مبلغ پیدا ہوتے ہیں نہ مقرر پیدا ہوتے ہیں۔ نہ محقق پیدا ہوتے ہیں اور یہ باتیں تمہیں غور کی دوستو! تم دن رات اکھاڑ پچھاڑ میں لگے رہتے ہو۔ یہ کیا زندگی ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ آہ! کس قدر درد ہے میرے سینے میں جس کا اظہار کر رہا ہوں اور اس تلخ نوائی کیلئے آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ مرکزیت نہ ہو تو خلفشار ہے' انتشار ہے۔

امام اسے بناؤ جسے روح کی گہرائیوں سے پیار کرو۔ چند برس پہلے بھی میں یہاں آیا تھا اور اپنی باتیں کہہ گیا تھا مگر تمہارے سینوں میں دل نہیں پتھر ہیں جس سے میری آواز ٹکرا کے لوٹ آتی ہے۔

تم نے عرض ہی نہیں بلکہ تم نے **جعلوا اصابعهم فی اذانهم واستغشوا ثيابهم واصرّوا واستكبروا استكبارا**ً۔ کی تمام سنتیں پوری کر دیں۔

اسلاف رحمهم الله کے ذکراللہ کا حال:۔ ایک نصیحت تمہیں اور کرتا ہوں روزانہ کچھ وقت اللہ اللہ بھی کیا کرو' میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہر وقت جدل و بحث ہی میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے یکسر غافل ہیں۔ ہمارے اسلاف ایسے تو نہ تھے وہ سب ذاکر تھے۔ ان کی زبانیں ذکر سے رکتی نہ تھیں۔ شیخ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ' **غاية المقصود**'' کے مقدمے میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**كان مستغرقًا فی ذكر الله فی جميع احيانه**''

وہ آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔

شیخ لکھتے ہیں: ''**وكان لحمه وعظامه واعصابه واشعاره متوجها الی الله فانيا فی ذكر الله**''۔

ان کا گوشت' ان کی ہڈیاں' ان کے پٹھے' ان کا ہر ہر بُن مُو اللہ کی طرف متوجہ رہتا تھا اور اللہ کے ذکر میں فنا ہو گیا تھا۔

یہ تھے ہمارے اسلاف، ہم تو دنگا فساد اور لڑائی جھگڑے میں پڑ گئے۔

مقابلہ، یا اپنا محاسبہ:۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی کھلی اڑا رہا تھا اور اس پر پھبتی کس رہا تھا کہ تمہارا درود غیر مسنون ہے اور تم بدعتی ہو۔ میں نے اسے کہا کہ بھائی آج جمعہ تھا خود تم نے کتنا درود پڑھا۔ یہ تو تم نے کہا کہ اس نے غلط درود پڑھا مگر تمہاری اپنی زبان بھی تو ساکت وصامت تھی۔ مسنون درود پڑھنے کی آج ایک بار بھی نہیں توفیق ہوئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اکثروا علی الصلوٰۃ یوم الجمعۃ'' جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو۔

ہم پر کیسی غفلت طاری ہوئی۔ جمعہ کے دن ہم نے درود پڑھنا بھی چھوڑ دیا۔

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا کثرت درود شریف:۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی عجیب کیفیت ہوتی تھی جمعہ کے دن۔ ان کی زبان درود سے رکتی نہ تھی۔ ان کی ایک عزیزہ جو ابھی زندہ ہیں اور معمر خاتون ہیں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جمعہ کو عصر کے وقت میں مولانا عبدالواحد غزنوی سے پوچھ بیٹھی کہ آپ نے میری فلاں چیز بازار سے منگوالی ہے؟ ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ کہنے لگے تم کو کیا ہو گیا ہے، دیکھو ساری کائنات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے درود فرشتے مدینہ لئے جا رہے ہیں تم دنیا کی باتیں کر رہی ہو درود پڑھو خدا کے لیے یہ ہمارے اسلاف تھے دوستو ہم کو کیا ہو گیا۔ صرف تخریب' صرف خاک اڑانا ہمارا کام رہ گیا۔

ذکر اللہ سب سے بڑی نعمت:۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کچھ وقت روزانہ اللہ اللہ کیا کرو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دنیا میں اللہ کے ذکر کی لذت سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں۔ دنیا کی تمام لذتیں ذکر کی لذت کے سامنے ہیچ ہیں۔ ایک فقیر کہتا ہے۔

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن پر آئی ھو

''میرا سینہ ذکر سے مہک اٹھا ہے۔ میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہوں''

خاقانی کہتا ہے:

پس ازسی سال ایں نکتہ محقق شد بہ خاقانی   کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

تیس سال میں لذت کی تلاش میں پھرتا رہا' تیس سال کے بعد یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی کہ ایک لمحہ اللہ کی معیت میں گزار دینا تخت سلیمانی کے ہاتھ آنے سے بھی بہتر ہے۔

لذت پرست یا خدا پرست:۔ دوستو! اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے اور یہ بات بھی پلے باندھو کہ لذت آئے یا نہ آئے اس کے ذکر میں لگا رہنا چاہئے۔ جو آدمی لذت آئے تو ذکر کرتا ہے اور نہ آئے تو نہیں کرتا ہے۔ وہ لذت پرست ہے خدا پرست نہیں ہے۔ میرے ایک بزرگ کہا کرتے تھے۔

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم   حاصل آید یا نہ آید آرزوئے میکنم

میں اس کی جستجو میں لگا رہتا ہوں اسے حاصل کر سکوں یا نہ کر سکوں' یہ کیا کم ہے کہ اپنی تمنا کا چراغ اس نے میرے سینے میں جلا دیا ہے۔ اپنی آرزو سے میرے سینے کو آباد کر دیا ہے۔ یہ کرم کچھ کم ہے' جو اُس نے مجھ پر کیا ہے۔

دوستو! فراق ہو یا وصل ہو' کیف ہو یا بے کیفی ہو' قبض ہو یا بسط ہو' اس کے آستانے پر جم کر بیٹھے رہو اور اللہ اللہ کرتے رہو۔

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

فراق اور وصل کیا چیز ہے؟ دوست کی رضا مانگو۔ حیف ہے جو اس سے اس کے سوا کسی اور کی آرزو کرو۔

اگر ذاکر ہر وقت کیف اور لذت کی حالت میں رہے تو اس میں غرور اور کبر پیدا ہو جائے اور ابلیس کی طرح راندۂ درگاہ ہو' یہ بے کیفی بھی اس کی ربوبیت ہے کہ اس بے کیفی کی حالت میں انسان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے اور اس میں عجز ونیاز پیدا ہوتا ہے۔

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش   ہر آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

تم دَم سادھے رہو اور ساقی سے مت کہو کہ مجھے تلچھٹ پلا دیا مئے صاف دو۔ ساقی کی شفقت پر ایمان لاؤ وہ جو کچھ تیرے پیالے میں

ڈالتے ہیں عین لطف وکرم ہے۔ یہ فراق اور وصل کی منزلیں' یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں۔

ایک عارف کہتا ہے:۔

ہمینم بس کہ داند ماہ رویم   کہ من نیز از خریداراں اُویم

فرماتے ہیں کہ میں تو اسی بات پر وجد میں ہوں کہ میرا محبوب جانتا ہے کہ میں بھی اس کے طاب گاروں میں ہوں۔ اصل بات اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا ہے اور اس کے ذکر میں لگے رہنا ہے۔ غالب کہتا ہے:

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد   اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

دیکھو! غالب رند ہو کر کیسی استقامت کی بات کہہ گیا۔ تف ہے ہم پر اللہ کے عاشق ہونے کا دعویٰ کریں اور اتنی استقامت بھی نہ دکھلا سکیں۔

ایک چور استقامت کا ذریعہ:۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام صاحب تہجد کے وقت دعا فرماتے تھے ”رحم اللہ ابا الھیشم“۔ ”یا اللہ! تو ابوالہیثم پر رحم فرما“

مجھے بڑا رشک آیا کہ یہ کون ہے جس کیلئے اس قدر الحاح اور عاجزی سے دعا فرماتے تھے۔ ایک دن جرأت کر کے پوچھ لیا کہ یہ ابوالہیثم کون ہے؟ فرمایا: جب مجھے درے لگنے والے تھے اور مجھے جیل خانے کی طرف لے جا رہے تھے اور ضمیر فروش مولویوں نے آ کر مجھے تحریفیں کر کر کے آیتیں سنائیں اور کہا کہ کس نے اتنی ضد اور ہٹ دھرمی کی ہے اے احمد جو تم کر رہے ہو۔ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بھی کچھ ڈانواں ڈول ہونے لگا تھا۔ اس وقت ایک ڈاکو میرے سامنے آیا جس کا بازو کٹا ہوا تھا اس نے کہا: احمد میں ڈاکہ زنی کی پاداش میں کئی بار جیل جا چکا ہوں میں جب رہا ہوا ہوں سیدھا ڈاکہ ڈالنے کیلئے گیا۔ میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر بھی ڈاکہ ڈالتا رہا' اب میرا بازو کاٹ دیا ہے اور میں پھر ڈاکہ ڈالنے کیلئے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا احمد! میری یہ استقامت شیطان کے رستے میں ہے حیف ہے تجھ پر اگر اللہ کے راستے میں اتنی بھی استقامت نہ دکھا سکو۔ امام احمد کہتے کہ یہ سن کر میں استقامت کا پہاڑ بن گیا اسی لیے دعا کرتا ہوں ”رحم اللہ ابا الھیشم“

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہ کن   بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے آپ کو کہتا عشق باز   اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

خلاصہ کلام:۔ پس اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا' اس کی غلامی پہ ناز کرنا' توحید و ادب کو یکجا کرنا' مرکزیت کو قائم کرنا' اپنے بزرگوں کی تصنیفات کو زندہ کرنا اور اپنی درسگاہوں سے جو بانجھ ہو گئی ہیں، جو بنجر ہو گئی ہیں، نکاسی کا سامان کرنا۔ یہ ہیں کام کرنے کے دوستو! اس بات کیلئے سر جوڑ کر بیٹھنا کہ نکاسی کیسے ہو گی درسگاہوں سے اہل قلم کیسے نکل سکتے ہیں، مبلغ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟ مقرر کیوں کر پیدا کیے جائیں ورنہ قحط ہوتا چلا جائیگا دوستو! نہ کوئی اہل قلم ملے گا نہ مقرر ملے گا' نہ قاری ملے گا' نہ محدث ملے گا' بانجھ ہوتی چلی جائیگی یہ زمین۔ اگر تم الیکشنوں میں لگے رہے۔

اللہ اللہ کی ضرورت:۔ دوستو! یہ باتیں ہیں کرنے کی۔ مرکزیت کو قائم کرنا' روح کی پوری گہرائیوں سے اس کے ساتھ وابستگی کو محسوس کرنا' جو شخص اللہ اللہ نہیں کرتا ہے اس کے دل کا کھوٹ نہیں جاتا ہے اس کو مرکز کے ساتھ وہ وابستگی نہیں ہو سکتی ہے جو اللہ والوں کو اپنے مرکز سے ہوتی ہے۔

یادرفتگاں:۔ یہ درسگاہ حضرت صوفی عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی یادگار ہے۔ وہ کس قدر اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ اللہ نے انہیں کیسی عزت بخشی۔ تم الیکشن لڑ لڑ کر ذلیل ہوئے' وہ اللہ کے ذکر میں فنا ہو کر معزز ہوئے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دل پر عجب کیفیت طاری ہے۔

مجھے یاد ہے کہ پچھلی مرتبہ جب میں یہاں تقریر کرنے لگا تو اس وقت کوئی اور صاحب جلسے کی صدارت کر رہے تھے صوفی صاحب رحمہ اللہ غلبہ حال میں بھاگتے ہوئے آئے اور صاحب صدر سے منت کی کہ اب میں صدارت کروں گا کرسی صدارت پر بیٹھ گئے اور ان پر جذب کی حالت طاری تھی۔ میں گفتگو کر رہا تھا اور ان کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

اس رخ آتشیں کی شرم سے رات
شمع مجلس میں پانی پانی تھی

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کیلئے میں لاہور سے لائلپور آیا۔ انہوں نے میرے ساتھ مل کر دعا کی اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے یہ میری خوش نصیبی ہے کہ **حضرت** سید مولا بخش رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کے ساتھ الگ بیٹھ کر دعا مانگنے کا شرف بھی مجھے حاصل ہوا۔ یہ آخری دعا تھی جو **حضرت** کوموی رحمہ اللہ نے میرے ساتھ مانگی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے ساتھ یہ میری آخری دعا ہے تو میں دعا کو اور لمبا کرتا۔

جب حرمین سے واپسی ہوئی تو جدہ میں **حضرت** صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ دو منٹ کیلئے ملاقات ہوئی۔ خیریت پوچھی اور پھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ یہ آخری دعا تھی جو **حضرت** صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ میں نے مانگی اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ آخری دعا مانگ رہے ہیں۔

دیکھئے! یہ قافلہ کس تیزی سے رخصت ہو رہا ہے۔ **حضرت** صوفی صاحب رحمہ اللہ رخصت ہوئے **حضرت** کوموی رحمہ اللہ رحلت فرما گئے۔ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ روڑی والے بھی وفات پا گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں کسی عہدے کی ہوس نہ تھی اور اسکے باوجود عہدوں کی ہوس کرنے والوں سے زیادہ معزز تھے یہ وہ لوگ تھے جو مثبت انداز میں دین کا کام کرتے رہے یہ وہ لوگ تھے جو اپنے مشن میں فنا ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔ ”تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لايريدون علوا فی الارض ولافسادا“۔

آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کیلئے مختص کر دیا ہے جو روئے زمین پر منصب کی بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں۔

آپ نے غور فرمایا کہ اس آیت میں لفظ علوا استعمال کیا اور اب تو ہر شخص کو یہ لت پڑی ہے کہ وہ ناظم اعلیٰ ہو اور اعلیٰ کا لفظ بھی علو سے ہے اور یہ وہی بیماری ہے جس کا قرآن ذکر کر رہا ہے جن لوگوں کو ناظم اعلیٰ بننے کی ہوس ہے وہ یریدون علوا کے زمرے میں شامل ہیں۔ اور جو اڑنگا پچنی اور دھینگا مشتی میں لگے ہیں وہ فسادا کے زمرے میں شامل ہیں۔ یاد رکھو! جو اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بقا بخشتے ہیں۔ اس کو سچی اور دائمی عزت عطا فرماتے ہیں۔

آیئے! اب ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی قبروں کو نور سے بھر دے اور جو باتیں ہم نے کہی ہیں ان پر مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرما دے۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 25 تا 34)

فقہ و مسائلِ تصوف میں حکیمانہ بصیرت

وضاحت:۔ جناب پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ رئیس شعبہ علوم اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور ”سیدی واخی۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ“ عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں: (از مرتب اثری)

ان کا دلنشیں اسلوب بیان لیکچر کا وہ انداز جس میں شعر و ادب پڑھاتے پڑھاتے، قرآن و حدیث فقہ اور مسائل تصوف اس حسین اور مؤثر ترین طریقے سے دل و دماغ میں اتار دیتے تھے کہ آج بھی ان کی چاشنی سے دل و دماغ باغ و بہار ہیں۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 49)

سراپا ادب واحترام:۔ جناب سید صاحب رحمہ اللہ سراپا ادب تھے۔ اولیاء اللہ کا نام نہایت ادب واحترام سے لیتے تھے۔ علماء کی حد درجہ تعظیم بجالاتے تھے۔ دنیا داری کے برعکس اہل دل، اہل علم اور اہل اللہ حضرات ان کے ہاں زیادہ عزت پاتے تھے۔ جب یہ علم ہوتا کہ یہ آدمی محض اللہ کی خاطر آیا ہے تو سب کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ ائمہ کرام اور فقہائے عظام رحمہم اللہ کا نام ہمیشہ عزت سے لیتے تھے ”رحمۃ اللہ علیہ“ کے بغیر کبھی نام نہ لیتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے دین سراسر ادب ہے توحید سراسر ادب ہے ادب میں یہی ان کا نظریہ تھا۔

میں نے ان سے ادب کی لطافتیں سیکھی ہیں مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ کوئی خط لکھوانے لگے تو میں نے حدیث کی ایک کتاب جو سامنے پڑی تھی پکڑ کر کاغذ کے نیچے رکھنے کی کوشش کی تو میرے ہاتھ سے فوراً کتاب چھین لی اور ایک کاپی اٹھا کر دے دی ایک دفعہ قرآن مجید پر تفسیر کی کوئی

کتاب رکھی تو فوراً اوپر سے اٹھانے کا حکم دیا فرمایا کہ حفظ مراتب کا ہمیشہ خیال رکھو۔ قرآن مجید کے اوپر تفسیر اور حدیث کی کتاب مت رکھو۔ ہاں قرآن کے نیچے رکھ سکتے ہو جس کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی ہوتی اسے پھاڑ کر کبھی ردی کی ٹوکری میں نہ پھینکتے تھے فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ کا ادب سیکھنا ہو تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سیکھو۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 53)

ذکر کے انوارات اور تسبیح استعمال فرمانا:۔ (حضرت ابو بکر غزنوی) نے حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی ساری زندگی پڑھی تھی اور بہت حد تک روحانیت میں، عبادت میں، کلمہ حق کہنے میں دین کو پھیلانے میں انہوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا متعین کردہ تھا للّٰہیت، تقویٰ، ذکر الٰہی، کثرت ذکر، دوام ذکر، درود شریف اور بے پناہ درود شریف...... یہی وہ بنیاد تھی جس کی بنا پر ان کا ہر وعظ اثر انگیز ہوتا وہ کسی بھی جلسے کا خطاب کرنے سے پہلے ذکر کرتے۔ جب گاڑی پر جلسے کی طرف رواں ہوتے تو ذکر کے انوار ان کے چہرے سے پھوٹ پڑتے تھے۔ اس عالم میں ان کے چہرے پر نظر نہیں رکھی جاتی تھی۔ صبح کے وقت نماز فجر کے بعد سے 9 بجے تک ذکر میں مشغول رہتے۔ طالب علمی کے زمانے میں ایک روز کلاس نے مجھے کہا کہ غزنوی صاحب رحمہ اللہ سے درخواست کروں کہ صبح سویرے سات بجے ہمارا (extra period) لے لیں۔ میں نے نمائندگی کرتے ہوئے درخواست کی۔ فرمایا یہ وقت تو حاصل عمر رائیگاں ہے۔ یہ فقرہ میں نے بار ہا ان کی زبان سے سنا تھا وہ دن مجھے ہرگز نہیں بھولتا۔ میں صبح سویرے ان کے در دولت پر حاضر ہوا۔ قبلہ رومنہ کیے کرسی پر بیٹھے تھے ہاتھ میں تسبیح تھی چہرہ ذکر کی کثرت اور اس کے انوار سے تمتما رہا تھا مجھے دیکھتے ہی ہاتھ سے پاس پڑی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کرسی پر بیٹھتے ہی مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی یوں محسوس ہوا جیسے میں انوار کی بارش میں غسل کر رہا ہوں میری زبان پر بھی یکا یک ذکر جاری ہو گیا۔ کوئی پانچ چھ منٹ بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ میں نے بھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ دعا سے فارغ ہو کر دل نواز مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا۔ میں معذرت چاہتا ہوں آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 55)

لفظ پیر اور کامل مرشد سے پہلی دفعہ شناسائی

وضاحت: جناب مولانا حکیم محمد عبدالرحمٰن دار العلاج رحمانی گوجرانوالہ، عنوان بیادِ سید ابو بکر غزنوی مرحوم کے تحت'' ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں: (از مرتب اثری)

مولانا عبدالجبار غزنوی سے ایک خاتون کی بیعت:۔ ایک دفعہ میں نے خان (خان موج دین) صاحب موصوف کو خمیرہ مروارید بہ نسخہ کلاں دیا آپ نے وہ اپنی والدہ محترمہ کو بطور تحفہ دیا۔ خاں صاحب کی والدہ محترمہ جنہیں ہم اماں جی کے خطاب سے یاد کرتے حضرت سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی شاگردہ تھیں اور حضرت سید امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی بیعت تھیں۔ اماں جی رحمہا اللہ نہایت شفیق اور اولوالعزم دل رکھتی تھیں۔ باقاعدہ تہجد ادا فرماتیں۔ موج نے کہا اماں جی سجدہ اتنا طویل فرماتیں میں سمجھتا شاید آپ کب اٹھیں گی۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 64)

..... چنانچہ آپ نے وہ خمیرہ مروارید حضرت سید محمد داؤد صاحب رحمہ اللہ کو مرحمت فرما دیا۔ چند دنوں کے بعد دواخانہ میں میرے پاس عبدالحئی خاں صاحب (موج کے بڑے بھائی) آئے اور کہا کہ ذرا لاہور چلنے کی تکلیف فرمائیے۔ ہمارے پیر صاحب آپ کو یاد کرتے ہیں۔ یہ پیر صاحب کے لفظ سے میں چونکا تو انہوں نے ذرا وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ آپ کا خمیرہ مروارید ہم نے اپنے پیر صاحب کو دیا تھا انہوں نے فرمایا ہے کہ میں ان حکیم صاحب کو دیکھنا چاہتا ہوں جنہوں نے یہ خمیرہ تیار کیا ہے۔ پیر صاحب کا نام انہوں نے نہیں بتایا اور میں نے تو اس بات کو معمولی سمجھتے ہوئے دریافت ہی نہ کیا۔

ویسے میرا خیال تھا پیر مکی یا اس کے گرد و نواح علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ یا کسی چھوٹے موٹے پیر صاحب کے ہاں چلنا ہو گا لاہور پہنچ کر عبدالحئی صاحب شیش محل روڈ کی طرف چل دیئے۔ میں نے پھر بھی یہی اندازہ کیا کہ ہجویری صاحب رحمہ اللہ کے دربار میں کوئی پیر صاحب ہوں گے حتیٰ کہ ہم شیش محل روڈ مدرسہ تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ میں داخل ہو گئے۔ عبدالحئی صاحب آداب ہائے اذن سے بے نیاز مجھے ساتھ

لیے رواں دواں اوپر چلے گئے۔ آخری منزل پر پہنچے، کیا دیکھتا ہوں۔ حضرت سید مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ سادہ سی نواڑ کی بنی ہوئی چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ حسن و جمال کے انوارات ان کے سراپا کی زینت ہیں۔

مجھے دیکھتے ہی چارپائی پر اٹھ کھڑے ہوئے' گلے سے لپٹ گئے فرمایا میں نہ کہتا تھا یہ تو ہماری تربیت کے اثرات ہیں ہماری صحبت ایسے یافتگان کے فیوض و برکات ہیں ایسا مخلص اور محنتی طبیب فن طب کے نظر و عمل کی کلیات جو مجھ تک پہنچی ہیں آپ نے خمیرہ کی ترکیب میں جواہرات کے صلایہ میں اس قدر محنت کی ہے کہ وہ خمیرہ کی ذات بن گئے ہیں اور پھر یہ کہہ کر بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (ص 65)

ذکر اللہ کے داعی:۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے غزنویہ نے انہیں بالاتفاق اپنا (امیر) مقرر کیا۔ آپ ایم اے ایل ایل بی بھی تھے۔ راسخ العقیدہ اور روشن خیال عالم دین تھے ذکر اللہ کے بہت بڑے داعی تھے۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 66)

تم کیا گئے دن روٹھ گئے بہار کے

وضاحت: جناب مولانا ارشاد الحق اثری عنوان: ''تم کیا گئے دن روٹھ گئے بہار کے''، ''کچھ یادیں کچھ باتیں'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

خاندان غزنویہ سے تعارف حمائل غزنویہ اور مترجم مشکوٰۃ سے ہوا اور تعلق خاطر حضرت سید عبداللہ غزنوی نور اللہ مرقدہٗ کے سوانح اور بالخصوص ان کے مطبوع خطوط سے ہوا حسن اتفاق کہ اسی زمانہ میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدس سرہٗ (قلعہ میہاں سنگھ) کے سوانح حیات مل گئے۔ انہوں نے جلتی پر تیل ڈالا اور یوں اس خاندان سے قلبی تعلق استوار ہوتا گیا۔

مستغرقافی ذکر اللہ:۔ حضرت موصوف کے وہ خطوط جو انہوں نے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں ارسال فرمائے فارسی ادب میں بلند مقام کے حامل ہیں۔ گو دونوں بزرگ ہم سبق ہیں دونوں نے حضرت میاں صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سامنے اکٹھے زانوئے تلمذ تہہ کیے لیکن خطوط میں اسی عقیدت ادب و احترام اور محبت کا اظہار ہے جو ایک مرید کو شیخ سے اور ایک سچے طالب علم کو استاد سے ہوتا ہے۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ کے متعلق صاحب ''عون المعبود'' مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی رحمہ اللہ کی رائے ہے۔

امام الزمان ولی الرحمن خادم القرآن متقربا الیٰ اللہ المنان وکان في جمیع احوالہ مستغرقافی ذکر اللہ عزوجل حتی ان لحمہٗ و عظامہٗ واعصابہٗ واشعارہٗ وجمیع بدنہٗ کان متوجھاً الیٰ اللہ تعالیٰ فانیافی ذکرہٗ عزوجل

لیکن حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے انکی شخصیت کا تعارف محبت بھری زبان میں بیان فرمایا وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں:۔

صحبت محدثین لازم شمارند کہ اہل حدیث اہل اللہ و بعد فراغ از علم دینیہ دست بیعت بشیخ کامل مکمل دہند و دریں زمان مثل عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ در قیاس ما احدے نیست' صحبتش اکسیر است و بحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مکمل پیر است۔

عبدالقادر ترجمہ قرآن ازیشان شروع کنند وبسم اللہ عبدالعزیز ازیشان شروع کنند کہ در عقیدہ فقیر مثل جنید و نظیر حضرت بایزید است (رحمہما اللہ)

لایدرك الواصف المطری فصایصہٗ وان یك سابقا فی کل ماوصفا

ہمیں بس گرچہ بس کا سد قماشم کہ در سلک فرید ارائش باشم

(ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 67,68)

استغناء، درویشی اور پابندی اذکار:۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ اسی عظیم خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ ماہر علوم قدیمہ و جدیدہ کے ساتھ آپکو وجاہت للٰہیت استغناء درویشی میں بادشاہی ذکر و اذکار میں انہماک فقراء سے محبت اپنے خاندان سے ورثہ میں ملا۔

راقم السطور سے ان کا تعارف غالباً 1970ء میں ہوا۔ آپ رحمہ اللہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں لائل پور تشریف لائے۔ میں ان دنوں معتکف تھا۔ استاذ محترم مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی سے گزارش کی کہ میرا پیغام حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تک پہنچا دیں کہ مسجد کے کونہ میں ایک درویش زیارت کا متمنی ہے شرعی حدود مانع نہ ہوتیں تو حاضر خدمت ہوتا۔

حسب اطلاع دوپہر کے وقت پیغام پہنچا تو عصر کے بعد جناب میاں عبدالواحد کے ساتھ مسجد منٹگمری بازار میں تشریف لائے میں ابھی وضو سے فارغ ہو کر معتکف میں جا رہا تھا کہ پیچھے سے آواز سنائی دی کہ حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے ہیں۔ واپس لوٹا اور جلدی سے سلام کے بعد نعلین اٹھا کر معتکف میں رکھ لیے۔ آپ رحمہ اللہ نے وضو کیا میں پاس کھڑا ان کی ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا محسوس یوں ہوتا تھا کہ آپ ہاتھ پانی سے نہیں آنسوؤں سے دھو رہے ہیں اور بار بار وضو کے دوران مسنون دعا پڑھ رہے ہیں۔ ''اللھم اغفرلی ذنبی و وسع لی داری و بارك لی فی رزقی''۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 68)

دیوانگی عشق بڑی چیز ہے:۔ (شیخ ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ) نے نماز پڑھائی۔ کسی زمانہ میں غزنوی طریقہ نماز سن رکھا تھا۔ آج اس کا مشاہدہ کیا۔ تقریباً بیس منٹ میں نماز سے فارغ ہوئے۔ نماز میں جو سکون و اطمینان حاصل ہوا افسوس وہ آج تک دوبارہ حاصل نہ ہو سکا۔

نماز کے بعد چائے آ گئی۔ اسی دوران کچھ طالب علمانہ سوال کیے۔ ذکر و اذکار کے طریقہ کا سبق لیا۔ کوئی آدھ گھنٹہ بعد اجازت طلب کی تو فرمانے لگے اتنی جلدی؟ میں بڑھ کر گلے چمٹ گیا اور گردن کا بوسہ لیتے ہوئے کہا:

لپٹ کر چوس لے گل کو اری بلبل   چمن میں پھر بہار آئے نہ آئے

فرمانے لگے اس قدر دیوانگی اچھی نہیں میں نے معاًعرض کیا

دیوانگی عشق بڑی چیز ہے سیماب   یہ اس کا کرم ہے جسے دیوانہ بنا دے

تو ہنس دیئے ان سے رخصت ہوا تو دیر تک یوں گنگناتا رہا:۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است   رفتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

حضرت رحمہ اللہ نے مجلس ذکر قائم کر رکھی تھی تین چار مرتبہ اس میں بھی حاضری کا موقع ملا۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور: ص 69)

بغیر محبت کے دعویٰ اطاعت:۔ مخصوص غزنوی انداز میں کچھ وقت کے بعد استغفر الله فرماتے اور کبھی اللہ کا مبارک نام لیتے۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہتا (ہفت روزہ الاسلام لاہور: ص 69)

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے اللہ سے محبت کی باتیں ہو رہی تھیں فرما رہے تھے کہ محبت کے بغیر اطاعت سے انسان منزل مقصود تک نہیں پہنچتا اور نہ ہی گوہر نایاب ہاتھ آتا ہے اس کے بعد بڑے درد بھرے انداز میں یہ شعر پڑھا:

لقد لسعت حية الهوى كبدى   لا طبيب لها ولا راقى

پابندی ذکر آٹھ پہر:۔ ایک مرتبہ ذکر کے موضوع پر بات کر رہے تھے کہ اللہ کی یاد سے کوئی لمحہ خالی نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں جس قدر وقت گزر جائے غنیمت ہے۔ فرمایا کہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ''واعبد ربك حتى ياتيك اليقين'' اور پھر اس کی ترجمانی میں جذب کے عالم میں شیخ فرید رحمہ اللہ کا یہ شعر پڑھا:

کوک فریدا کوک توں جیویں راکھا ہے جوار   جد تک ٹانڈا نہ پکے توکردا رہ پکار

حالتِ استغراق میں جذبی کیفیات:۔ بلاشبہ حضرت رحمہ اللہ ایک سچے صوفی اور درویش منش انسان تھے۔ کئی مجلسوں میں مسلمانوں کی زبوں حالی پر انہیں کڑھتے دیکھا۔ انہیں قوم کے واعظوں سے بھی شکوہ تھا فرمایا کرتے جس ملک میں خداوند قدوس کا انکار ہو اس کے دین سے کھلے بندوں استہزاء ہو، شیطان چوراہوں میں ننگا ناچ رہا ہو اس میں فروعی اختلافات کو ہوا دینا کوئی دین کی خدمت نہیں۔ وہ صحیح

معنوں میں عالم دین تھے۔ اللہ کریم کی محبت اور اس کا ڈر ان کے رگ و ریشے میں رچا بسا تھا۔ واقف کار حضرات جانتے ہیں کہ انہیں بسا اوقات غلبہ حال میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے بھی دیکھا گیا ہے۔ (ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 69 تا 70)

سلوک اُن کا تجمّل تھا

وضاحت: جناب ولی وارثی صاحب سرمایہ خاندان غزنوی صوفی باکمال حضرت مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی متصوفانہ زندگی کو منظوم کلام میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

سلوک اس کا تجمّل تھا خُلق اس کی ادا ‏ ‏ نگاہ عشق میں وہ رشک صد نگاراں تھا
وہ خلوتوں میں اگر تھا فقیر گوشہ نشیں ‏ ‏ تو جلوتوں میں سدا صدر بزم یاراں تھا

(ہفت روزہ الاسلام لاہور ص 71)

زبان حال کے لوگوں پر اثرات

وضاحت: حضرت مولانا عبدالرشید صاحب حنیف، ناظم ادارہ علوم اسلامی جھنگ صدر ''سید ابوبکر غزنوی...... خاندان غزنویہ کا درخشندہ ستارہ'' کے عنوان سے آپ کی زبان حال، پرتاثیر محافل ذکر و تزکیہ نفس کا نقشہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

''سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ خاندان غزنویہ میں علمی اور عملی سورج تھے جس کی روشنی صرف پنجاب ہی نہیں ہندوستان سے دیار غیر میں پوری وسعت سے پھیل چکی تھی۔

مولانا موصوف زہد و تقویٰ اور ریاضت میں امتیازی مقام پر فائز تھے، چنانچہ علامہ شبلی رحمہ اللہ نے بھی ایک مقام پر عجیب انداز سے تذکرہ کیا ہے مولانا شیروانی کی زبان سے ایک واقعہ سنا ہے کہ مولانا عبدالجبار غزنوی علی الحیاۃ، روزانہ قرآن کا درس دیتے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ ان کی زندگی میں ایک مرتبہ امرتسر تشریف لے گئے۔

مولانا شبلی اگرچہ علوم و فنون میں درک رکھتے تھے مگر ان چیزوں سے انہیں زیادہ شغف نہ تھا۔ جب مولانا غزنوی کے درس سے واپس آئے تو کہنے لگے کہ یہ شخص جب اللہ کہتا تھا تو دل چاہتا تھا کہ سر اسی کے قدموں پر رکھ دوں، یہ تھا ان لوگوں کے تعلق باللہ کا حال''۔

(اہل حدیث و سیاست مرتبہ مولانا نذیر احمد رحمانی صاحب مطبوعہ جامعہ سلفیہ بنارس بحوالہ ہفت روزہ الاسلام لاہور: ص۷۳)

کرامات میں سے ایک کا انتخاب:۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی یوں تو بے شمار کرامات ہیں۔ ملک احمد نمبردار فیروز وٹواں نے اپنی مرض کا ذکر کیا کہ اٹھارہ برس کی عمر میں گنٹھیا کا مریض تھا میرے والد صاحب نے بے شمار علاج کرائے لیکن مرض بڑھتا گیا بالآخر میرے والد صاحب مجھے امرتسر میں مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے پاس لے گئے۔ میرے والد نے مجھے مرض کی حالت میں مسجد کے صحن میں رکھ دیا اور خود جماعت میں شریک ہو گئے۔ والد صاحب نے آگے بڑھ کر درخواست دعا کی انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے یوں احساس ہوتا تھا جیسے مرے جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔ تین دن ہم وہاں رہے اور اللہ کے فضل سے میں تندرست ہو کر واپس آیا اب جسمانی حالت کے ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی۔ (ہفت روزہ الاسلام: ص۷۴)

مجلسِ ذکر کا تاحیات اہتمام:۔ اگرچہ کچھ اہل حدیث کتاب و سنت کی روشنی میں تصوف کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں مگر سید صاحب رحمہ اللہ اسے اصلاح نفس تزکیہ نفس اور ریاضت نفس قرار دیتے تھے۔ چنانچہ کالج میں بھی اس سلسلہ کو تاحیات جاری رکھا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک رسالہ ''حقیقت ذکر'' کے نام سے خوبصورت طباعت میں عوام الناس کے سامنے پیش کیا جسے حلقہ احباب نے نہ

صرف خوب پسند کیا بلکہ اپنا...... روحانی علاج سمجھ کر اسے پڑھا۔ (ہفت روزہ الاسلام :ص ۷۵)

توحید مگر ادب کے ساتھ:۔ غزنوی رحمہ اللہ شہسوار خطابت تھے۔ کلام میں متانت سنجیدگی اور وقار کو ٹھیس نہ لگنے دیتے تھے۔ حب نبی ﷺ اور حب اہل بیت رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بڑی ایمانی جرأت سے کیا کرتے تھے۔ تقریر کا آغاز کرتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ میں کچھ سیکھنے آیا ہوں اور دعا کرانے آیا ہوں۔ موصوف نے مسلک اہلحدیث میں راہ اعتدال کے طریق پر پوری زندگی بسر کر دی۔ چنانچہ ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں۔

مجھے اپنے آباؤ اجداد کا مسلک عزیز ہے اور اس کے پرچار کو بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ اسی مسلک میں حسن اعتدال ہے یہاں بے داغ اور بے لچک توحید بھی ہے۔ ائمہ کرائم اور اولیائے عظام کی غایت درجہ تعظیم وتکریم بھی ہے۔ یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت بھی ہے اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سے والہانہ عقیدت بھی۔ (الاسلام ص ۷۵)

توحید کے ساتھ ادب کے تقاضے

وضاحت: جناب پروفیسر محمد مزمل احسن شیخ لاہور، ''سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ اور ان کا پیغام'' کے عنوان سے حضرت ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی ادب سے بھرپور متصوفانہ زندگی کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

بے ادبی نا قابل تلافی جرم:۔ آج کی محفل میں ان کے مختلف تاثرات کو پیغام کی صورت میں حیطہ تحریر میں لانے کی کوشش کرنے لگا ہوں۔ اللہ کرے کہ ان سے ہی ہم کوئی درس عبرت حاصل کریں۔ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

موحد ہونے کے ساتھ ساتھ مؤدب نہ ہونا ان کے نزدیک نا قابل تلافی جرم تھا کہ جیسے ہم توحید کے پرستار نہ ہوئے۔ بے ادبی کے ٹھیکے دار بن گئے۔ یبوست اور خشکی کے مارے ہوئے، جیسے دنیا جہاں کی تختی ہمارے اندر نشیمن بن چکی ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے والے اتنے باادب اور با اخلاق ہونے چاہئیں کہ دنیا جہاں ان پر رشک کرے اور انہیں راہنما مانے۔

اس خشکی کو دور کرنے کے لیے سید صاحب رحمہ اللہ ذکر کا نسخہ تجویز فرمایا کرتے تھے کہ یہی وہ کیمیا ہے، جس سے یبوست کا مارا انسان حد درجہ شائستہ اور مہذب بن جاتا ہے۔

دوسری بات جس کا اکثر انہیں دکھ ہوتا تھا وہ جاہل قسم کے نام نہاد حضرات کا وجود تھا۔ جو دین متین کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کی بجائے آپس میں دست و گریباں تھے۔ سب سے زیادہ دین کو نقصان پہنچانے والے یہی دیندار ہیں اور اس میں انہوں نے کبھی کسی گروہ، فرقہ، طبقہ یا فرد پر کیچڑ نہیں اچھالا تھا جبکہ درحقیقت وہ اس شعر کی تفسیر تھے۔

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند نے آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

(ہفت روزہ الاسلام ص ۷۷)

کثرت سے تجلیات الٰہی کا ظہور:۔ ایک محترم نے بیان فرمایا کہ اللہ کی محبت اور خشیت کی یہ کیفیت تھی کہ بیت اللہ میں اہل اللہ کی طرح فرمایا کہ ''دل کو الٹا کر لیا ہے اگر سیدھا رہے تو تجلیات الٰہی سے کہیں پھٹ نہ جائے''۔

اللہ اللہ! کیا انسان تھے وہ بھی، ضرورت ہے کہ ہم بھی آج ان کی اچھائیوں کو نقش راہ بنائیں تا کہ دین متین کی شمع کی روشنی سے ہمیں دین و دنیا میں جلا ملے اور اللہ کی رضا بھی۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ۷۸)

علم کا ایک آفتاب

وضاحت: جناب مولانا محمد خالد سیف صاحب ''حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ پر'' علم کا ایک

آفتاب'' کے عنوان کے تحت پیکر شرافت، مجسم اخلاق، خاندان غزنوی کی روایتِ تصوف کے امین اصلاح باطن وتزکیہ نفس کے خوگر کی متصوفانہ زندگی کی ان الفاظ میں نشاندھی کرتے ہیں: (ازمرتب اثری)

اسلامیہ کالج لاہور انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے عربی واسلامیات کے شعبوں کی سربراہی سے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی وائس چانسلری کے عہدہ پر فائز ہوگئے۔ آپ رحمہ اللہ اس یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر تھے اور حکومت کے حسن انتخابت کی ایک بہترین مثال۔ اسلامک سٹڈیز کے علاوہ شعروادب اور تصوف آپ رحمہ اللہ کے خاص موضوع تھے بلکہ شعروادب اور تصوف کا آپ رحمہ اللہ کی شخصیت نہایت حسین امتزاج تھی۔ (الاسلام ص۸۲)

معارف تصوف کا سرچشمہ:۔ آپ رحمہ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے شعروادب تصوف، تاریخ اور سیاست کے حقائق ومعارف کا ایک چشمہ سا ابل پڑتا اور لوگ تصویر حیرت بنے آپ رحمہ اللہ کے رخ آتشیں کو تکتے رہ جاتے۔ (ہفت روزہ الاسلام ص۸۲)

ابوبکرغزنوی رحمہ اللہ سے محبت اور عقیدت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں...... اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کے عقیدت مند اور ارادت منداپنے فرائض سے کہاں تک عہدہ براہوتے ہیں؟ اس ضمن میں ان کی اپنی جماعت اہلحدیث کے افراد بطور خاص میرے مخاطب ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم اس بات کے منتظر ہیں کہ سید صاحب رحمہ اللہ سے عقیدت اور محبت رکھنے والوں میں سے وہ کون ہے جو صحیح طور پر ان کے نقش قدم پر چلے؟...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ذکروفکر الٰہی کی مجلسوں کو گرم کرلے!۔ (ہفت روزہ الاسلام ص۸۳)

فرقہ وارانہ تنگ دامانی سے دور

وضاحت: حضرت مولانا عبدالغفار حسن صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بعنوان: ''آہ! مولانا سید ابوبکرغزنوی مرحوم'' حضرت مولانا کے مسلکی اعتدال اور فرقہ واریت سے دور پاکیزہ زندگی کو کچھ یوں بیان فرماتے ہیں: (ازمرتب اثری)

''مرحوم کی تیسری خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے فرقہ وارانہ تنگ دامانی سے باہر رہتے ہوئے کھلی فضا میں ہر مکتب فکر کے افراد سے ربط وضبط قائم رکھا اور یہ طرز عمل ان کو اپنے والد محترم مرحوم ومغفور سے ورثہ میں ملا تھا باوجود فقہی اختلافات کے مولانا داؤدغزنوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد حسن رحمہ اللہ میں گہرے روابط اور مراسم محبت قائم تھے اور اسی وسعت ظرفی کا نتیجہ تھا کہ مولانا داؤدغزنوی مرحوم کی زندگی میں ہمیشہ مولانا احمد علی (لاہوری) رحمہ اللہ نے ان کی اقتداہی میں عیدین کی نماز ادا کی''۔ (ہفت روزہ الاسلام ص۸۸)

اہل اللہ کی شان میں گستاخی توحید نہیں

وضاحت: جناب ابوسلمان راغب شیخوپوری بہ عنوان: ''سید ابوبکرغزنوی رحمہ اللہ ایک عظیم علمی شخصیت...... ایک بلند پایہ مفکر اسلام'' ہفت روزہ الاسلام لاہور (خصوصی اشاعت سید ابوبکرغزنوی رحمہ اللہ اور حافظ عبدالحق صدیقی) میں حضرت مولانا ابوبکرغزنوی رحمہ اللہ کے اہل اللہ کے آداب کے بارے میں یوں توجہ دلا رہے ہیں۔ (ازمرتب اثری)

باادب ہونا نہایت ضروری ہے:۔ آپ پکے موحد تھے اور بہت بڑے روپ شناس بھی۔ اہل اللہ کا ادب بجالاتے اور اپنے مربی اور محسنوں کے شکرگزار بھی تھے۔ آپ توحید وادب کی لطیف امتیازی حدود کے عرفان میں صحیح شعور وادراک کے حامل تھے اور ادب کی لطافتوں اور باریکیوں سے بہرہ ور تھے۔ آپ کے نزدیک یہ امر معیوب تھا کہ آدمی موحد ہو مگر ادب کی شد بد سے محروم ہو۔ ''موحد ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی بے مہار ہو جائے۔ رسیاں تڑا بیٹھے۔ بے ادب وگستاخ ہو جائے اور اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے اور محسنوں کا گریبان پھاڑے۔'' ایک موحد کے لیے باادب ہونا ضروری سمجھتے۔ بزرگوں کی مجالس میں حرکات فاضلہ کو بھی خلاف ادب سمجھتے تھے۔ جو شخصیتیں انسان

کی تربیت کرتی ہیں جسمانی یا روحانی، ان کا خود بھی ادب کرتے اور دوسروں کو بھی ان کا ادب ملحوظ رکھنے کی شدت سے تلقین کرتے تھے۔ ان کی اس ادب شناسی کا مرجع قرآن پاک کا والدین کے بارے میں یہ حکم ہے: ”ولا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولاً كريما“

”دیکھو! انہیں کبھی یہ بھی نہ کہو کہ تف ہے تم پر......“

اسی حق تربیت کی بناء پر ہے کہ والدین اولاد کی جسمانی تربیت کرتے ہیں اور بدیں صورت وہ خدا کی ربوبیت کے مظہر ہیں اور حضور علیہ السلام کے بارے قرآن کا یہ حکم ہے کہ: ”يآايها الذين آمنوالا ترفعو اصواتكم فوق صوت النبى ولا تجهروالہ بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعما لكم و انتم لاتشعرون“

”یعنی اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے اونچا مت ہونے دو......“

ادب پہلا قرینہ:۔ روحانی تربیت کی حق ادائی کے سبب ہے۔ پھر آپ نے احادیث سے ادب چنا۔ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ اور دیگر اہل اللہ کے تذکروں سے ادب پارے آپ کی تادیب کا سبب بنے اور نتیجۃً ادب واحسان مندی آپ کی سیرت کے لازمی جزو بن گئے۔ آپ ادب کو محبت کے قرینوں میں پہلا قرینہ شمار کرتے تھے اور موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے اور اللہ سے اس سعادت کی ہمیشہ بھیک مانگتے رہتے تھے۔ (الاسلام ص ۱۰۱)

ہمہ وقت ذکر اللہ کی لذت:۔ توحید وادب میں بڑھتے بڑھتے اور فکر دین واسلام میں غرق ہوتے ہوئے آپ پر خدا اور رسول ﷺ کی محبت کا رنگ اتنا غالب ہوتا چلا گیا کہ آپ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں محو رہنے لگے۔ اسلاف واولیاء کے ذکر وفکر سے اثر قبول کیا اور اپنی سیرت میں مسنون ذکر الٰہی بسالیا۔ ذکر الٰہی کی لذت سے اس قدر محظوظ ہوتے کہ قسم کھا کر پکار اٹھتے کہ اس دنیا میں اللہ کے ذکر کی لذت سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں۔ دنیا کی تمام لذتیں ذکر کی لذت کے سامنے ہیچ ہیں“ مگر اس کے باوجود آپ لذت پرست نہ تھے۔ فرماتے ”لذت آئے یا نہ آئے اس کے ذکر میں لگے رہنا چاہیے۔ جو آدمی لذت آئے تو ذکر کرتا ہے اور نہ آئے تو نہیں۔ وہ لذت پرست ہے۔“ وہ ذکر الٰہی سے فقط ہمہ وقت اپنی اور خالق کی پہچان کے خواہش مند تھے اور عجز ونیاز میں رہنے کے آرزو مند تھے۔ فرماتے ”اگر ذاکر ہر وقت کیف اور لذت کی حالت میں رہے تو اس میں غرور وکبر پیدا ہو جائے اور وہ ابلیس کی طرح راندہ درگاہ ہو جائے۔ بے کیفی بھی اس کی ربوبیت ہے کہ اس بے کیفی میں انسان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے اور اس میں عجز ونیاز پیدا ہوتا ہے۔“ گویا آپ کے ذکر الٰہی میں استقامت تھی اور ذکر الٰہی کی تعریف اور اس کے فلسفہ ومحاسن میں ہر وقت رطب اللسان رہتے اور اہل اللہ کے بے شمار اقوال واشعار آپ کا تکیہ کلام تھے۔ (الاسلام ص ۱۰۱)

میلان تصوف اور ذکر کی رغبت

وضاحت: جناب پروفیسر غلام احمد حریری صاحب، اوصاف ومحامد سے متصف با اخلاق خانوادۂ غزنویہ کو ”سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ میری نگاہ میں“ کے عنوان کے تحت ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں: (از مرتب اثری)

غزنوی خاندان رحمھم اللہ سے عقیدت کی بنا پر سید ابوبکر رحمہ اللہ کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی میں پہلے عربی میں ایم اے اور پھر ایل ایل بی کے امتحانات امتیازی حیثیت کے ساتھ پاس کئے اور اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے لیکچرار تعینات ہو گئے۔ یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے ان دنوں آپ صرف سید ابوبکر تھے۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ۱۰۵)

فرقہ وارانہ تعصب ان کے لئے قابل برداشت نہ تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے عہد میں کبھی کوئی فرقہ وارانہ ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہوا، تصوف کی جانب میلان تھا مگر فرمایا کرتے تھے کہ شریعت سے ہٹ کر میں تصوف کا قائل نہیں ہوں، شریعت کا وہ حصہ جو تزکیہ باطن سے متعلق ہے وہی تصوف ہے۔ ذکر الٰہی کے بڑے رسیا تھے اور اس کے لیے انہوں نے اوقات مقرر کر رکھے تھے۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ۱۰۶)

صحبتِ ولی کی تاثیر

وضاحت: مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ مسلک اہلسنت اہلحدیث میں تعارف کے محتاج نہیں۔ علمی اور قلمی دنیا میں آپ کے شاہکار آپ کی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ نے مولانا ابوبکر رحمہ اللہ کے بارے لکھا:

مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ: خوش در خشید ولے دولت مستعجل بود (از مرتب اثری)

وہ چراغ حدیث کو ہتھیلی پر رکھ کر غزنی سے امرتسر لے آئے۔ اور پھر تا زیست اشاعت توحید و سنت کے روغن اور ذکر الٰہی کے زیت سے خوب روشن رکھا، کہتے ہیں کہ جو شخص بھی ایک آدھ گھنٹہ ان کے پاس بیٹھ کر گیا۔ اللہ نے اس کے دل کی حالت بدل ڈالی۔ اس کی عملی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ۱۰۷)

بیعت اصلاح کی روحانی تاثیر

وضاحت: حضرت مولانا محمد صدیق اعظمی (بدھوآنہ ضلع جھنگ) ''اخلاص و ایقان کی شمعیں'' کے عنوان کے تحت اولیاء سے بیعت ہوتے وقت کی روحانی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (از مرتب اثری)

محترم استاذی المکرم مولانا عبدالحمید صاحب جھنگوی رحمہ اللہ ان صالحین میں سے تھے جن کی مجلس ہمیشہ روحانی طمانیت سے لبریز رہتی آپ بے حد اثر و سوز والے بزرگ تھے۔ آپ کے باعث ضلع جھنگ کے ویرانوں میں صدائے حق بلند ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ جب کبھی اپنے تعلیمی دور کا ذکر کرتے تو سننے والے کے دل و دماغ قوت ایمانی سے معمور ہو جاتے اور اس سلسلہ مبارک میں ایک بات پورے وثوق سے فرمایا کرتے تھے کہ جو کیفیت روح کی بیداری کی حضرت امام عبدالجبار غزنوی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوتے وقت طاری ہوئی وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس وقت سے مشکوک روٹی سے نفرت آنے لگی اور بری مجلس سے بھی دل بیزار ہو گیا۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ۱۱۰)

محفل ولی میں استغراقی کیفیات:۔ شیخ العرب والعجم استاذی المحترم جناب حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ نے ایک دن اپنے سلسلہ تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں امرتسر مدرسہ غزنویہ میں داخل ہوا تو صرف تین دن میں حضرت الامام رحمہ اللہ کی مجلس کا میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ میں سوچنے لگا جو لوگ مدت سے آپ کی خدمت میں رہتے ہیں وہ تڑپ تڑپ کر مر کیوں نہیں جاتے۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ۱۱۱)

احب الصالحین ولست منھم: جناب برق التوحیدی ادارہ علوم اثریہ لائل پور، صالحین کی محبت اور ان سے نسبت کی خواہش کا اظہار، عنوان: ''سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کا سفر آخرت'' کے تحت لکھے گئے مضمون میں عربی کے معروف مصرعہ میں یوں فرماتے ہیں:

''احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحا'' (ہفت روزہ الاسلام ص ۱۱۶)

خاندان غزنویہ اور اہمیت تزکیہ نفس

وضاحت: جناب مولانا عبدالعظیم انصاری قصوری خاندان غزنویہ کی دینی اصلاحی، تربیتی، تبلیغی کوششوں، ذکر الٰہی اور حصول نسبت تصوف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

خاندان غزنویہ رحمہم اللہ نے برصغیر پاک و ہند میں دینی شعور پیدا کرنے، قرآن و سنت کی اشاعت اور اسلام کی صحیح تعلیم و تربیت اجاگر کرنے میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں جس کی مثال نہیں ملتی۔ دینی تعلیمات کے فروغ، توحید و سنت کی اشاعت، تبلیغ و اصلاح کی سعی کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس تعلق باللہ اور ذکر الٰہی کا درس بھی دیا اور اس میدان میں اپنا مثالی کردار اور عملی نمونہ پیش فرمایا اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت سید

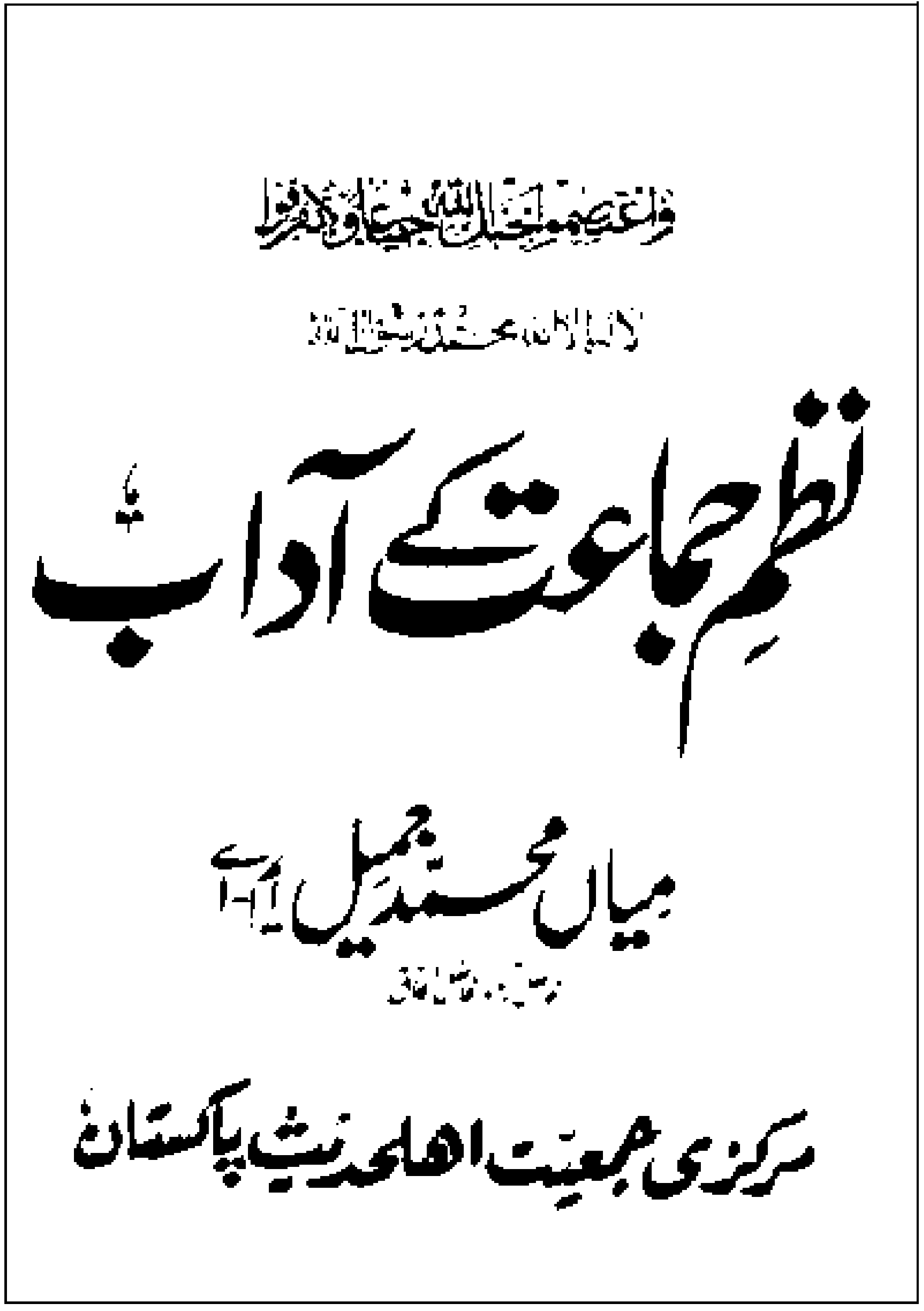

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نظمِ جماعت کے آداب

میاں محمد جمیل ایم اے

[illegible]

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

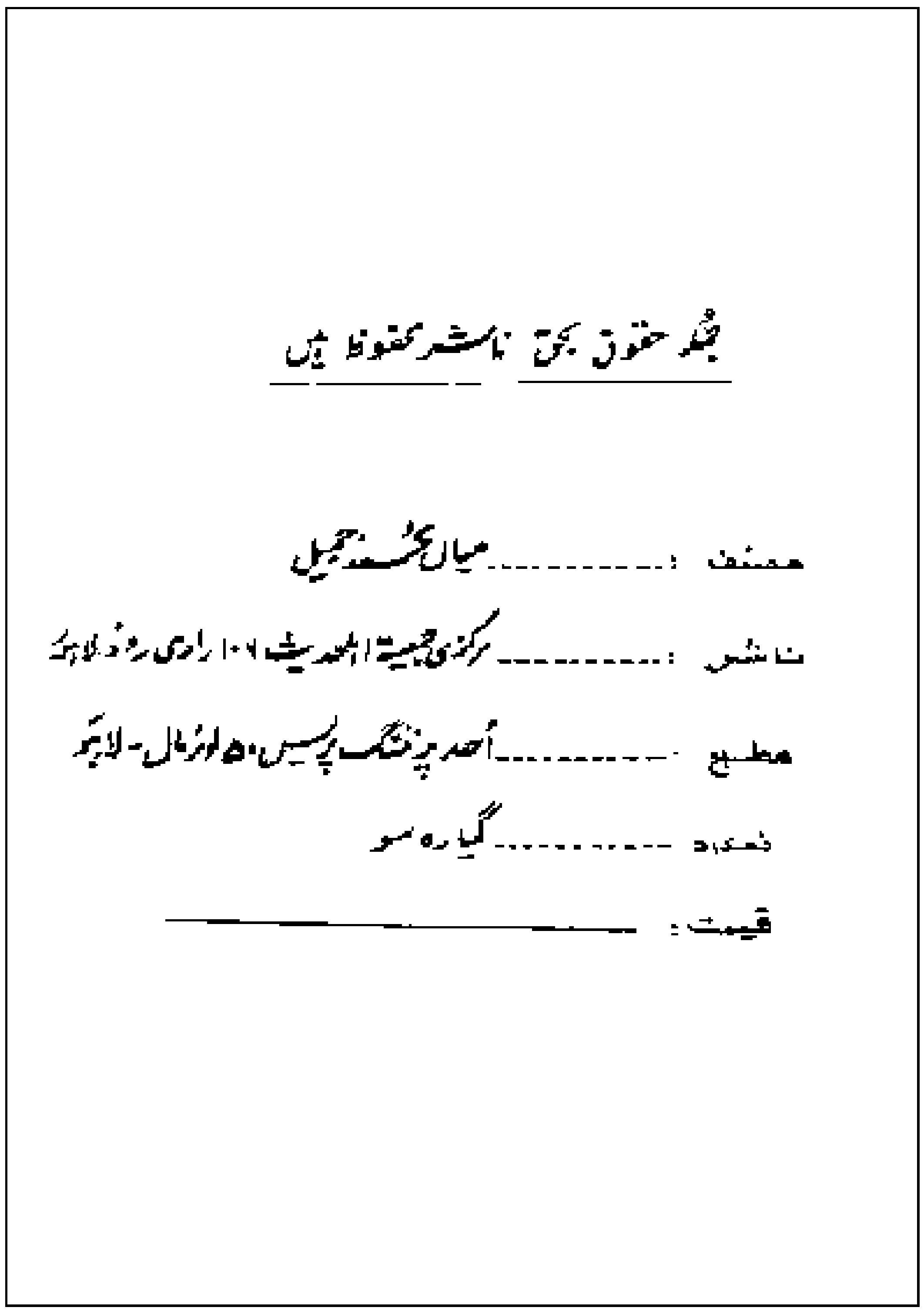

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مصنف : ....میاں محمد جمیل
ناشر : ....مرکزی جمعیت اہلحدیث ۱۰۶ راوی روڈ لاہور
مطبع ....احمد پرنٹنگ پریس ۵ لوئر مال - لاہور
تعداد ....گیارہ سو
قیمت : ____________

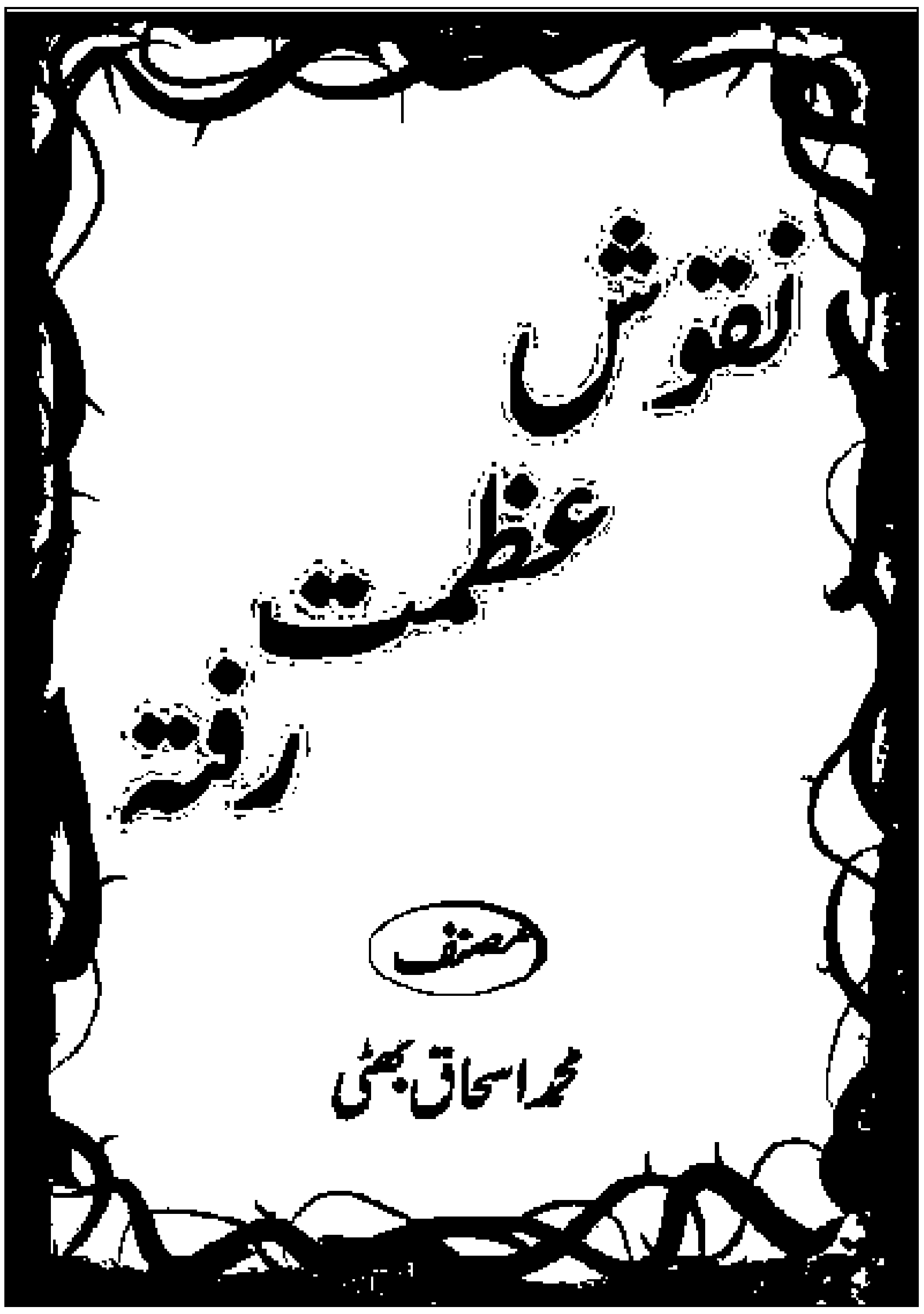

نقوش عظمت رفتہ

مصنف

محمد اسحاق بھٹی

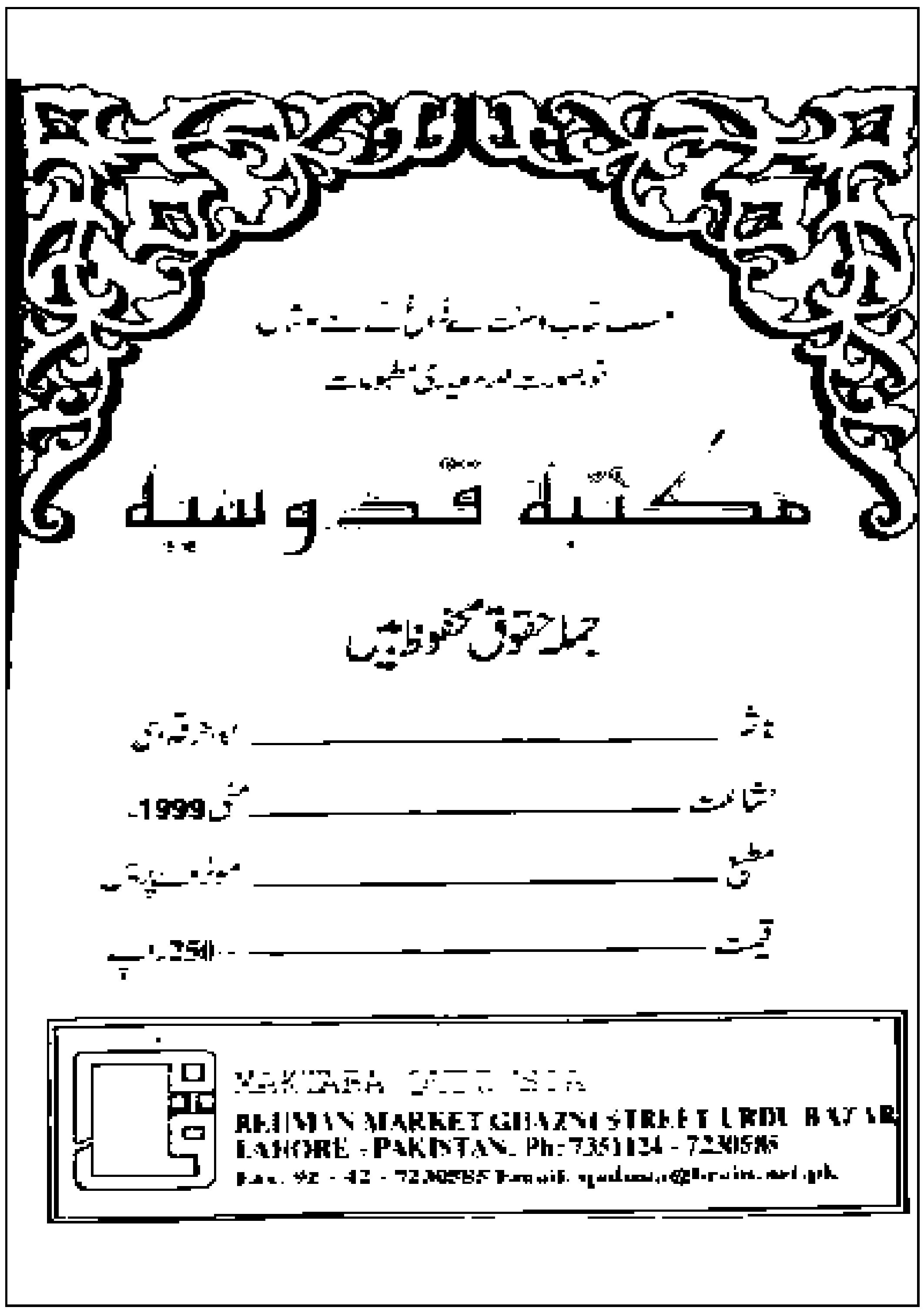

[illegible]

[illegible]

مکتبہ قدوسیہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر ____________ ابوبکر قدوسی
اشاعت ____________ مئی 1999ء
مطبع ____________ [illegible]
قیمت ____________ 250/- روپے

MAKTABA QUDDUSIA
REHMAN MARKET GHAZNI STREET URDU BAZAR
LAHORE - PAKISTAN. Ph: 7351124 - 7230585
Fax. 92 - 42 - 7230585 E-mail: [illegible]

عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ جو بدرجہ غایت پاک باز، مجسمہ اخلاص، انتہائی نیک نفس، توحید خالص کے داعی اور مبلغ، کتاب وسنت کے شیدائی اور پیکر علم وعمل تھے۔ آپ اس وقت کے مشہور عالم دین، صوفی اور بزرگ ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ١١٦)

کیفیتِ ذکر:۔ عنوان ''ایک تعارف'' کے تحت حضرت کی اہلیہ محترمہ اپنے ولی کامل شوہر **حضرت** مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی کیفیت ذکر بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد دن نکلنے تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، نماز اور وظیفہ کے دوران آنکھیں پرنم رہتیں۔ سارا دن اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ١٢٤)

مرشد العلماء کی مجلس ذکر

وضاحت از مرتب اثری: جناب پروفیسر محمد حسین آزاد صاحب ''چند ملاقاتیں، چند یادیں'' عنوان کے تحت حضرت کی مجلس ذکر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جیسا کہ اکثر احباب جانتے ہیں غزنوی صاحب مرحوم ہر جمعرات کو مجلس ذکر کا اہتمام فرماتے تھے بہاولپور منتقل ہونے کے بعد جامعہ کی مصروفیات کے پیش نظر یہ کام بہت دیر سے شروع ہوا۔ نومبر کے پہلے ہفتے میں وی سی ہاؤس میں خوبصورت مسجد کا افتتاح بھی تھا اور مغرب کے بعد مجلس ذکر کا بھی اہتمام کیا گیا تھا مغرب کی نماز حضرت مرحوم نے خود پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر درس شروع کیا ذکر الٰہی کی فضیلت واہمیت پر کوئی دس منٹ گفتگو کی ان کا کہنا یہ تھا کہ دنیوی کاموں میں کامیابی کے لئے بہت سی دعائیں موجود ہیں لیکن ذکر الٰہی خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہونا چاہئے۔ (ہفت روزہ الاسلام ص ١٢٨)

اخلاقی پستی اور روحانی امراض کی وجہ

وضاحت از مرتب اثری: ''ایک با اخلاق شخصیت'' کے عنوان سے حافظ عبدالرشید اظہر صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کے تربیت اخلاق اور اصلاح نفس کے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

مرحوم نے خود راقم الحروف سے ایک ملاقات کے دوران فرمایا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اہل علم وفضل علماء وطلباء جنہیں قوم کی راہنمائی کے لئے منتخب کیا گیا۔ جوں جوں ان کا علم وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان میں روحانی امراض زیادہ ہوتی چلی جاتی ہیں اور اخلاقی پستی کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں بلند اخلاق کا مینارہ ہونا چاہئے میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ علماء میں حسد، بغض، کینہ اور غیبت جیسی مہلک امراض بکثرت پائی جاتی ہیں۔ راقم نے عرض کیا آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمانے لگے: اس کی وجہ واضح ہے قرون اولیٰ میں یہی علماء وطلباء اخلاق و کردار کا بہترین نمونہ ہوا کرتے تھے۔ دراصل قرون اولیٰ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ باقاعدہ تربیت اور اصلاح نفس کے مدارس ہوا کرتے تھے جہاں لوگ حدیث وتفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان مدارس میں انہی امراض کی ''اصلاح قلب'' کی طرف سے مجرمانہ غفلت برتی جاتی ہے۔ جو سبب ہے ہمارے اخلاق کی پستی کا۔ (الاسلام ص ١٣٩)

نام کتاب:۔ نظم جماعت کے آداب...... مصنف:۔ میاں محمد جمیل ایم۔ اے (فاضل اردو، فاضل وفاق)
ناشر۔: مرکزی جمعیت اہلحدیث (پاکستان)

باہمی اختلافات کی بھرمار اور اس کے نقصانات

مرض باطنی غیبت کی مذمت:۔ ایک آدمی جب بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر اس بدگمانی کا زیادہ دیر تک اپنے دل اور سینے میں چھپائے رکھنا اس کیلئے مشکل بن جاتا ہے۔ بالآخر یہ بدگمانی الفاظ کا روپ دھار کر غیبت کی صورت میں اس کی زبان سے نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے جب پوچھا گیا، اے اللہ کے نبی ﷺ کیا یہ بات بھی غیبت کے زمرے میں آتی ہے کہ ہم فی الواقع ایک شخص میں عیب دیکھتے ہیں اور اس کی اس کمزوری کا آگے ذکر کرتے ہیں؟ تو رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں یہی تو غیبت ہے۔ اگر متعلقہ شخص میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر بیان کرنے والا غیبت میں نہیں، تہمت اور الزام تراشی بھی کر رہا ہے۔ غیبت ایک ایسا برا روگ ہے جس کے اثرات ختم کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ بے شمار ایسے لوگ ہیں جو غیبت کرنے والے کی غیبت سن کر نہ صرف دوسرے سے بغیر کسی وجہ کے بدظن ہو جاتے ہیں بلکہ وہ خود بھی غیبت کے گھناؤنے اور بدترین فعل کے مرتکب ہو جاتے ہیں جبکہ دوسرے شخص کو اس سارے معاملے کی خبر تک نہیں ہوتی۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے غیبت کو بے حیائی اور بدکرداری سے بھی زیادہ بدترین فعل قرار دیا ہے۔ اور انہی وجوہ کی بنیاد پر چونکہ اس متعلقہ آدمی کو خبر نہیں ہوتی اس لیے وہ بیچارہ اپنی صفائی بھی پیش نہیں کر سکتا اور یوں ہی لوگوں کی نظروں میں حقیر اور نفرتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ (نظم جماعت کے آداب ص ١٧٨)

میاں محمد جمیل (ایم اے) لکھتے ہیں:

اسلام اختلاف رائے کا حق دیتا ہے مگر اختلافات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس طرح مضبوط اور بڑی سے بڑی جماعت کی بھی ساکھ اکھڑ جاتی ہے۔ ساکھ اور وقار ہی تو وہ چیز ہے جس سے فرد ہی نہیں جماعت کا وجود اور اقبال قائم رہتا ہے۔ اگر وقار مٹ جائے اور اقبال ضائع ہو جائے تو ایسا وجود بے مقصد ہو کر رہ جاتا ہے۔ گویا کہ اب زندہ لاش ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اس حقیقت کو جاننے کے لیے پلٹ کر ماضی کے دریچوں میں جھانک کر دیکھئے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں میں تمام اوصاف موجود تھے جو ایک زندہ قوم میں ہونے چاہئیں۔ سخاوت اتنی کرتے کہ حج کے موقع پر اپنے گھر حجاج کے لیے وقف کر دیتے، زبان دانی پر اس قدر ناز کہ غیر عربی کو اپنے مقابلے میں بے زبان اور گونگا تصور کرتے تھے۔ یادداشت اتنی کہ ہزاروں اشعار اور قصیدے ان کی نوک زبان پر ہوتے۔ حافظے کا یہ حال کہ خاندان کا شجرہ نسب ہی نہیں، گھوڑوں کی کئی کئی نسلیں اور پشتیں ان کو یاد رہتیں۔ غیرت تو عربوں کا طرۂ امتیاز تھا۔ اسی بناء پر جب وہ کسی کے مخالف ہو جاتے تو کئی سال تک لڑائی میں اپنا مال و جان جھونکتے چلے جاتے۔ مرنے والا اپنی اولاد کو بدلہ لینے کی وصیت کرتا۔ مائیں دودھ پیتے بچوں کو غیرت کے گیت سنا کر لوریاں دیا کرتیں۔ غرضیکہ ہر اعتبار سے عربوں میں زندہ قوم کی خوبیاں موجود تھیں لیکن ٹھوس نظریہ (ایمان) اور اتحاد و اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے تمام اوصاف دب گئے اور عرب پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں اوندھے منہ گرتے چلے گئے۔ (نظم جماعت کے آداب ص ١٧٤)

نام کتاب:۔ نقوش عظمت رفتہ...... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

کوٹ کپورہ میں حضرت غزنوی رحمہ اللہ کے مرید:۔ مولانا (سید محمد داؤد) غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا"" (اسحٰق بھٹی) آزادی سے پہلے آپ کا تعلق پنجاب کے کس علاقے سے تھا؟"

عرض کیا" "کوٹ کپورہ ریاست فریدکوٹ سے۔"

ارشاد ہوا" "کوٹ کپورے میں انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے ہوتے تھے اور وہاں ہمارے کچھ مرید بھی تھے۔ ان جلسوں میں، میں اور میرے چچازاد بھائی حافظ محمد ذکریا غزنوی رحمہ اللہ شرکت کرتے رہے ہیں۔" (نقوش عظمت رفتہ ص ١٨)

صوفیانہ عادات اور وظائف کے خوگر:۔ قاعدے وضابطے میں بندھے ہوئے تکلفات سے پاک، تصنع سے دور، دوستوں کے ہمدرد، ساتھیوں کے خیر خواہ، چھوٹوں پر دست شفقت رکھنے والے، علماء کے قدردان، بزرگان دین سے محبت اور تعلق خاطر میں بے مثل،...... وظائف واوراد کے خوگر، آزادی وطن کے قائد، رفتار سیاست کے نباض اور اس کے نشیب وفراز پر نگاہ عمیق والے۔ عالمانہ وقار،

صوفیانہ عادات، بزرگانہ اطوار...... مجھے بہت سے ارباب علم اور اصحاب کمال سے ملنے، ان سے باتیں کرنے اور تھوڑا یا زیادہ وقت ان کی صحبت و رفاقت میں رہنے کے مواقع میسر آئے ہیں۔ لیکن میرا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ متعدد معاملات میں بہت سے علماء و زعماء سے فائق تر تھے اور اپنی منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ وہ باجماعت نماز پڑھتے تھے، مگر خود امامت کرانے سے گریز کرتے تھے، نماز میں انتہائی خشوع و خضوع کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی تھی۔ ہر نماز کے بعد وظائف پڑھتے اور ہاتھ اٹھا کر لمبی دعا مانگتے تھے۔ نماز فجر، نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد بالخصوص وظائف کا سلسلہ بہت طویل ہوتا تھا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۲)

ننگے سر نماز اور ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا:۔ ننگے سر نماز پڑھنا اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا ان کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ فعل تھا۔ رات کو اگرچہ کتنی ہی دیر سے سوتے، مگر نماز تہجد بالالتزام پڑھتے۔ وہ تخت اب بھی ان کے گھر میں موجود ہے، جس پر وہ تہجد ادا کرتے اور وظیفے پڑھتے تھے۔ لیکن اب وہ تخت نشین کہیں نظر نہیں آتا۔ تہجد کے بعد اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے لیے نیچے ہال میں تشریف لاتے وقت سیڑھیوں پر ان کے جوتوں کی کھٹکھٹاہٹ کی آواز آتی اور جب اترتے ہوئے طلباء کو آواز دیتے ”لڑکو! اٹھ جاؤ۔“ تو سب طلباء آواز سنتے ہی چارپائیوں سے جلدی سے اٹھ جاتے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۳)

خانوادۂ تصوف کے چشم و چراغ:۔ اہل علم کی بہت قدر کرتے تھے اور تمام مکاتب فقہ کے علماء کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ خانوادۂ تصوف کے چشم و چراغ تھے، اس لیے بنیادی طور پر صحیح معنوں میں صوفی تھے۔ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند اور حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پوتے تھے۔ عالی قدر باپ اور بلند مرتبت دادے کا زہد و تقویٰ اور فضل و کمال ان کی ذات میں سمٹ آیا تھا اور اس اعتبار سے وہ ان کے صحیح جانشین تھے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۳)

مشائخ تصوف سے تعلقات:۔ ان کے معاصرین میں جو علمائے عظام طریقت و سلوک سے رسم و راہ رکھتے تھے ان سے ان کو بالخصوص تعلق خاطر تھا۔ مثلاً مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد علی لکھوی، صوفی عبداللہ (ماموں کانجن) حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا عبداللہ لائل پوری، میاں محمد باقر (جھوک دادو ضلع فیصل آباد) اور سید مولا بخش کوموی سے گہرے مراسم تھے۔ اب یہ تمام حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، رحمۃ اللہ علیہم۔ ان بزرگوں سے وہ خاص طور پر وظائف و اوراد سے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ بارہا مجھے ان کی اس قسم کی مجلسوں میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور میں اپنی تمام عملی کمزوریوں کے باوصف ان کی گفتگو سے متاثر ہوا، بلکہ بعض اوقات دل کے تاثر کی آنکھوں نے گواہی دی اور اس کو چھپانے کے لیے رومال سے مدد لینا پڑی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۳)

تصوف سے دوری نہایت افسوسناک پہلو:۔ نہایت افسوس ہے کہ اب دعا و وظائف اور تصوف کی روایت جماعت اہلحدیث میں ختم ہو گئی ہے۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض برخود غلط لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بات یہ ہے کہ ہمارے پرانے عالموں اور بزرگوں کی حالت ایسی تھی کہ انہیں ہر وقت اللہ کی ضرورت رہتی تھی، وہ اسی کے محتاج تھے، ہر شے اسی سے مانگتے اور ہر وقت مانگتے تھے، نماز کے بعد بھی اور دیگر اوقات میں بھی۔ ہاتھ اٹھا کر بھی اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی۔ وہ غریب تھے، نادار تھے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے تھے۔ دور حاضر کے عالموں کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ زمینیں بھی، کاروبار بھی، کوٹھیاں بھی، موٹریں بھی اور بڑی بڑی ملازمتیں بھی۔ ان کے بیٹے سمندر پار کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے بھی ہیں اور کماتے بھی ہیں۔ رہی سہی کسر جہادوں نے پوری کر دی ہے۔ اب یہ کروڑوں میں کھیلتے اور اربوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے اللہ سے ہاتھ اٹھا کر مانگنے اور اس کے احسان مند ہونے کی۔ یہی وجہ ہے کہ ادھر سلام پھیرا اور ادھر یہ کوتل گھوڑے کی طرح اچھل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

کھرک فی الصلوۃ:۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا تو رہا ایک طرف، گونا گوں مصروفیتوں کی بناء پر ان بیچاروں کے لیے نماز پڑھنا بھی مشکل ہے۔ یہ تو ان کی بہت بڑی قربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بے پناہ مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر دو چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور نماز ہی میں ان کو کھر کنے اور جسم کے مختلف حصوں پر ہاتھ پھیرنے کو وقت ملتا ہے اور یاد آتا ہے کہ ”کھرک فی الصلوۃ“ بھی ایک مسئلہ ہے، جس پر عمل ہونا چاہئے۔

پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک محقق ہوگئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی روایات کے راوی ضعیف ہیں۔

اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پر تقصیر کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات میں غلط بیانی کرتے، قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۴۔۲۳)

وظائف حقیقت کے آئینے میں:۔ یہاں یہ یاد رہے کہ وظائف و ادعیہ تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، دوسرے وہ جن کا کتب حدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے اور تیسرے وہ جو بزرگان دین سے منقول ہیں اور بعض امور و معاملات میں مجرب ہیں۔ ہمارے بزرگ علماء ان تینوں پر عامل رہے ہیں اور اب بھی اللہ کے نیک بندے، جن کو اللہ نے توفیق دی ہے، ان پر عامل ہیں۔ وظیفے کے عمل اور لفظ سے بعض دوست آخر گھبراتے کیوں ہیں؟ اگر ان کے بچوں کو سکول سے وظیفہ ملے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور گھر گھر بتاتے پھرتے ہیں کہ ان کے بچے ماشاءاللہ اتنے ہوشیار ہیں کہ وظیفہ لے رہے ہیں۔ لیکن اگر اللہ اور رسول ﷺ کا بیان فرمودہ وظیفہ پڑھنے کو کہا جائے تو غلط ہو جائے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ حکومت سے وظیفہ حاصل کرنا بالکل صحیح اور اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھنا قطعی بدعت......!

سچی بات یہ ہے کہ اگر کوئی وظیفہ دل لگا کر اور متوجہ الی اللہ ہو کر پڑھا جائے تو بے عمل سے بے عمل کو بھی ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے قلب پر سکون و اطمینان کی بارش ہو رہی ہے۔ اور کیفیت عالم بالکل بدل گئی ہے۔

ہوا مسیح نفس گشت و بادنافہ کشا درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد
تنور لالہ چناں برفروخت باد بہار کہ غنچہ غرق عرق گشت و گل بہ خوش آمد

(نقوش عظمت رفتہ ص۲۴۔۲۵)

”التکشف“ کتاب تصوف کا ہدیہ:۔ میرے جیسا بے عمل مولانا رحمہ اللہ کے سامنے تصوف کی کوئی بات کرتا تو خوش ہوتے۔ ایک مرتبہ معلوم نہیں، کس ترنگ میں اس موضوع کا کوئی کلمہ بے خبری میں میرے منہ سے نکل گیا۔ سن کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا، مولوی اسحٰق! آپ تو صوفی ہو گئے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ”التکشف“ جو تصوف سے متعلق ہے، از راہ کرم میرا نام لکھ کر مجھے عنایت فرمائی اور اس کے مطالعے کی تاکید کی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۵)

مریدین کے گھر حاضری:۔ مئی ۱۹۴۹ء کے ابتدائی دنوں کی بات ہے ایک روز مجھ سے کہا: ”مولوی اسحاق! آپ میرے ساتھ ہمارے مریدوں کے ہاں جائیں گے؟“

عرض کیا، اگر آپ حکم فرمائیں گے تو تعمیل کرنے سے مجھے خوشی ہوگی۔

فرمایا، ”تیار ہو جائیے، تین جوڑے کپڑوں کے رکھیئے۔ کل نو بجے کی ٹرین سے چلیں گے۔ پہلے منڈی واربرٹن جائیں گے، ایک رات وہاں رہیں گے۔ پھر فیروز وٹواں جائیں گے، چار دن کے بعد واپسی ہوگی۔“ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۷)

ہمارے مرشد اور ہم انکے مرید:۔ فیروز وٹواں میں ہمارے اصل میزبان ملک احمد خاں نمبردار تھے جو وٹو برادری سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں کے اچھے خاصے زمیندار تھے۔ وہ خود تو بہت سال ہوئے وفات پا گئے ہیں، لیکن ان کے خاندان کے لوگ مولانا کے خاندان سے انہی کی طرح عقیدت و احترام کے جذبات رکھتے ہیں۔

ملک احمد خاں بوڑھے آدمی تھے۔ دراز قامت اور وجیہہ۔ بہت متقی بزرگ تھے۔ مولانا داؤدغزنوی رحمہ اللہ کے والد محترم مولانا عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے چندلمحوں میں مجھ سے مانوس ہوگئے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے پوچھا کہ آپ غزنوی خاندان کے حلقہ ارادت میں کیسے شامل ہوئے اوران کی کون سی ادا آپ کوپسند آئی؟ اس کا انہوں نے جوجواب دیا، وہ انہی کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں، فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے یہ باتیں پنجابی میں بیان کی تھیں، میں اردو میں ان کا ترجمہ کررہا ہوں۔

بولے: میں اٹھارہ سال کی عمر کا تھا کہ گنٹھیا کے موذی مرض میں مبتلاء ہوگیا۔ والد نے بہت علاج کرائے، مگر آرام نہ آیا۔ وہ حضرت مولانا عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ کے عقیدت مند تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی دعا کواللہ شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور وہ بیمار کے لیے دعا کریں تو اللہ اسے صحت عطافرماتا ہے۔

اس زمانے میں گھوڑے کے سوا ہمارے گاؤں سے امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ شام کے وقت میرے والد نے گٹھڑی کی شکل میں مجھے گھوڑی پر رکھا اور امرتسر کو چل پڑے۔ ہم امرتسر مسجد غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی جماعت ہورہی تھی۔ والد نے مجھے گھوڑی کی پیٹھ سے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا۔ گھوڑی باہر باندھی اور خود وضوکر کے جماعت میں شریک ہوگئے۔ جو بزرگ جماعت کرارہے تھے، وہ اس قدر دردو سوز سے قرآن مجید پڑھتے تھے کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس بزرگ نے میری طرف دیکھا تو پوچھا یہ کون شخص ہے؟ والد نے کھڑے ہوکر تمام صورتحال بیان کی اور نہایت ادب سے دعا کے لیے درخواست کی۔ پاک باز بزرگ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے، مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔ تین دن اور تین راتیں ہم وہاں رہے۔ ہمارا کھانا ان کے گھر سے آتا تھا۔ گھوڑی کے لیے چارے کا انتظام بھی وہی کرتے تھے۔ تین دن کے بعد میں اللہ کے فضل سے بالکل تندرست تھا۔ گھوڑی پر سوار ہوکر امرتسر سے اپنے گاؤں فیروز وٹواں آیا۔ دعا کرنے والے بزرگ مولانا داؤدغزنوی رحمہ اللہ کے صاحب تقویٰ والد مولانا عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ تھے، جنہیں لوگ امام صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے بعد اللہ کے بے پایاں فضل اور امام صاحب رحمہ اللہ کی دعا سے جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی۔ ہم ان کے مرید ہیں اور یہ ہمارے مرشد......! (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۸، ۲۹)

مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ کی دعائیں وکرامات

مولانا عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے متعلق بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ ایک عجیب وغریب واقعہ مولانا داؤدغزنوی رحمہ اللہ نے بھی سنایا اور ایک مدراسی بزرگ عزیز اللہ (گھڑی ساز) نے بھی بیان کیا۔

ملازم کا کروڑپتی بن جانا:۔ عزیز اللہ صاحب ۱۹۵۸ء میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لیے ہندوستان کے شہر مدراس سے کراچی آئے۔ کراچی سے عازم لاہور ہوئے۔ اس سفر کا متقصد مولانا داؤدغزنوی رحمہ اللہ اور علمائے اہل حدیث سے ملاقات تھا۔ وہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے خریدار تھے اور میں اس وقت اس اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ وہ ''الاعتصام'' کے دفتر آئے اور اپنا نام اور پتہ بتایا۔ میں ان کے نام سے واقف تھا۔ بحثیت ایڈیٹر الاعتصام کے وہ بھی میرے نام سے آشنا تھے۔ میں نے ان کو اعزاز سے بٹھایا اور مدراسی ہونے کی وجہ سے ان کی خدمت میں مچھلی پیش کی۔ مولانا غزنوی اس دن لاہور سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ میں نے مولانا رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی عقیدت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ۱۹۱۰ء کے پس وپیش مدراس سے دو آدمی چمڑے کی تجارت کے سلسلے میں امرتسر آئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک مدراسی ملازم تھا، جس کا نام اسماعیل تھا۔ اسماعیل فجر کی نماز روزانہ مسجد غزنویہ میں مولانا عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں پڑھتا تھا۔ ایک روز انہوں نے اس سے پوچھا: ''آپ کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں اور یہاں کیا کام کرتے ہیں؟

اس نے جواب دیا، ''میرا نام اسماعیل ہے، مدراس کا رہنے والا ہوں اور دو مدراسی سیٹھوں کے ساتھ ان کے ملازم کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔''

اس کی بات سن کر امام صاحب رحمہ اللہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اگر دعا خلوص قلب سے کی جائے اور گڑ گڑا کر اللہ کے حضور کسی چیز کی التجاء کی جائے تو لازماً اپنا رنگ دکھاتی ہے اور خارج میں اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اس دعا کا نتیجہ بھی یہی نکلا اور اللہ نے اسے شرف قبول سے نوازا۔ عزیز اللہ اور اس کے بعد مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ اسماعیل کہا کرتا تھا کہ امام صاحب دعا مانگ رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا دولت میری جھولی میں گر رہی ہے۔ نماز اور دعا کے فوراً بعد وہ واپس گھر گیا تو سیٹھوں نے کہا، اسماعیل! تم بہت عرصے سے ہمارے ساتھ ہو، ہم نے تم کو دیانت دار اور محنتی شخص پایا ہے، لہٰذا آج سے ہم نے تمہیں اپنے کاروبار میں شریک کر لیا ہے۔ تمہارا ایک خاص حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اپنے حصے کی رقم تم نقد ادا نہیں کرو گے، وہ رقم تمہارے حصے کے منافع سے وضع ہوتی رہے گی۔

اس سے چند مہینے بعد وہ اس درجے امیر ہو گیا کہ اسماعیل سے ''کاکا اسماعیل'' بن گیا...... مدراس کی بولی میں ''کاکا'' سیٹھ کو کہا جاتا ہے۔

کاکا اسماعیل مسلکاً اہل حدیث تھے اور نہایت نیک آدمی تھے۔ صوبہ مدراس کے ضلع ارکاٹ میں انہوں نے کئی ایکڑ زمین خریدی، اسے آباد کیا اور اپنے والد محمد عمر کے نام سے اس کا نام ''عمر آباد'' رکھا۔ ''جامعہ دار السلام'' کے نام سے وہاں ایک بہت بڑا دار العلوم قائم کیا جو اب تک کامیابی سے چل رہا ہے اور اس کا شمار ہندوستان کے مشہور اسلامی مدارس میں ہوتا ہے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ بتایا کہ آزادی سے پہلے جامعہ دار السلام کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں انہیں باقاعدہ دعوت شرکت دی جاتی تھی۔ وہ وہاں جاتے تو کاکا اسماعیل اور ان کے خاندان کے لوگ انتہائی احترام سے پیش آتے اور امام صاحب رحمہ اللہ کی دعا کا واقعہ ضرور بیان کرتے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۳۰، ۳۱)

خواب میں قرآنی آیت کی رہنمائی:۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ۱۹۴۳ء کو جیل میں ان کی آنکھوں میں درد شروع ہوا جو آہستہ آہستہ سخت تکلیف دہ شکل اختیار کر گیا۔ جیل کے افسروں نے اچھے سے اچھے ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کیں اور بڑے علاج کرائے، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب کوئی علاج نہیں کراؤں گا، جو اللہ کو منظور ہے، ہو جائے گا۔ اس فیصلے پر ایک ہفتہ گزرا ہو گا کہ رات کو خواب میں گتے کا ایک بڑا سا بورڈ میرے سامنے آیا، جس پر صاف اور نمایاں الفاظ میں قرآن مجید کی ایک آیت مرقوم تھی۔ چند لمحے وہ بورڈ میرے سامنے رہا اور اس اثناء میں قرآن مجید کی وہ آیت میں نے یاد کر لی۔ اس کے فوراً بعد آنکھ کھلی تو وہ آیت میری زبان پر جاری تھی۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ یہ آیت پڑھ کر پانی پر دم کرنا چاہیے اور پھر وہ پانی آنکھوں پر ڈالنا چاہیے۔ ان شاء اللہ اس سے افاقہ ہو گا۔ چنانچہ چند روز میں نے یہ عمل کیا اور آنکھوں کی تکلیف ختم ہو گئی۔ اس کے بعد بعض اور لوگوں کو بھی یہ عمل بتایا، ان کی تکلیف بھی اللہ نے رفع فرما دی۔

مولانا نے یہ آیت مجھے بتائی تھی، لیکن نہایت افسوس ہے، یہ چھوٹی سی آیت جو چند الفاظ پر مشتمل ہے، مجھے یاد نہیں رہی۔

(نقوش عظمت رفتہ ص ۳۱)

مولانا نے ۶۸ برس عمر پائی اور ان کی نظر آخر وقت تک بہت اچھی رہی۔ باریک الفاظ پڑھتے وقت، بعض دفعہ وہ عینک لگا تو لیتے تھے، لیکن اس کی انہیں زیادہ ضرورت نہ تھی۔

ولی کامل کے ذکر کی تاثیر:۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد مکرم مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کے سلسلے کے یہاں دو واقعے اور سنتے جائیے جن کے راوی ہندوستان کے معروف عالم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ ہیں۔ سید صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

''مولانا عبد الجبار رحمہ اللہ کے متعلق میں نے عرصہ ہوا دو واقعات سنے تھے، جن کے راوی نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم ہیں۔ ایک واقعہ تو یہ کہ جب ندوۃ العلماء کا امرتسر میں پہلا جلسہ ہوا تو مولانا سید عبد الجبار رحمہ اللہ بقید حیات تھے اور قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ یہ درس بہت سادہ اور بے تکلف ہوتا تھا۔ مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ ایک مرتبہ اس درس میں شریک ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے شیروانی صاحب سے بیان کیا کہ مولانا عبد الجبار صاحب اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے اور ''اللہ'' پاک کا نام ان کی زبان سے نکلتا تھا، تو بے اختیار جی چاہتا تھا کہ سر ان کے قدموں پر رکھ دیا جائے۔''

ولی کامل کی طرف قلبی کھچاؤ:۔ دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ندوۃ العلماء کے جلسے میں شریک ہونے والے علماء اور باہر کے مہمانوں کی کسی جگہ دعوت تھی۔ ایک بہت بڑا طویل دالان تھا، جس میں کئی درجے تھے۔ ایک طرف کے بیٹھنے والے دوسری طرف کے بیٹھنے والوں کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ایک درجے میں مولانا سید محمد علی مونگیری بانی وناظم ندوۃ العلماء شریک دستر خواں تھے۔ دوسری طرف ایک دوسرے درجے میں کچھ اور مہمان تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے شیروانی صاحب سے پوچھا کہ جس طرف آپ بیٹھے ہوئے تھے، اس طرف اور کون کون تھا۔ انہوں نے چند معززین علماء کا نام لیا۔ مولانا محمد علی صاحب ہر ایک نام پر فرماتے جاتے تھے کہ کوئی اور بھی تھا؟ جب انہوں نے مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ کا نام لیا تو مولانا نے فرمایا کہ ہاں اسی وجہ سے میرا دل بے اختیار اس طرف کھنچ رہا تھا۔'' (نقوش عظمت رفتہ ص ۳۲)

مولانا عبدالجبار غزنوی کا روحانی فیض:۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) کو غزنی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے دو بھائیوں مولانا محمد اور مولانا احمد سے حاصل کی۔ اپنے والد محترم حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بھی علمی اور روحانی فیض پایا۔ پھر دہلی تشریف لے گئے اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے کتب حدیث پڑھیں اور سند حاصل کی۔ زندگی بھر امرتسر میں مدرسہ غزنویہ میں طلباء کو علم حدیث پڑھاتے رہے۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ (۲۷ اگست ۱۹۱۳ء) کو جمعۃ الوداع کے دن امرتسر میں وفات پائی۔

(نقوش عظمت رفتہ ص ۳۲)

صوفی صاحب کی برکت والی رقم:۔ ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ یہ بہت ہی نازک اور اہم واقعہ ہے......۱۹۵۰ء کی بات ہے کہ جمعیت اہلحدیث کا خزانہ بالکل خالی تھا۔ لفظ ''خزانہ'' تو یونہی زبان قلم سے نکل گیا ورنہ عملاً تو اس زمانے میں اس کا تصور بھی نہیں تھا...... مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہما اللہ کی طرف سے جو علی الترتیب جمعیت اہل حدیث کے صدر اور ناظم اعلیٰ تھے، حکم ہوا کہ میں صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس اوڈانوالہ (ضلع فیصل آباد) جاؤں اور ان سے جمعیت کے لئے پانچ سو روپے قرض لاؤں۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ عابد وزاہد بزرگ تھے۔ طویل عرصے تک سرحد پار کی جماعت مجاہدین سے وابستہ رہے تھے۔ اصلاً وزیر آباد (ضلع گوجرانوالہ) کے رہنے والے تھے اور کشمیری برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ اوڈانوالہ (تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد) میں انہوں نے ایک دینی مدرسہ قائم کرلیا تھا۔ اب یہ بہت بڑی درس گاہ ''دارالعلوم تعلیم الاسلام'' کے نام سے ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد) میں قائم ہے۔ صوفی صاحب کی دعا کو اللہ شرف قبولیت سے نوازتا تھا۔ میرے مشفق ومہربان تھے۔ ۲۸ اپریل ۱۹۷۵ء (۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ) کو فوت ہوئے۔ دارالعلوم کے احاطے میں مدفون ہیں۔

بہر حال دونوں بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ میں صوفی صاحب کے پاس جاؤں اور جمعیت کے لیے پانچ سو روپے بصورت قرض لاؤں۔ اس زمانے میں پانچ سو روپے کا اطلاق بہت بڑی رقم پر ہوتا تھا اور اتنی بڑی رقم قرض کے طور پر کسی کو دینا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ میں نے معذرت کی کہ اتنا بڑا کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ کسی اور صاحب کو بھیجئے جو صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ نہ وہ مجھے جانتے ہیں اور نہ مجھے اتنی بڑی رقم دیں گے۔

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے تکلفانہ مراسم تھے۔ انہوں نے فرمایا: تم جاؤ، اگر صوفی کچھ دے گا تو لے آنا، ورنہ تمہیں تو نہیں رکھ لے گا۔ ساتھ ہی پنجابی کی کہاوت بیان کر دی کہ میاں تعویذ نہیں دے گا تو تعویذ مانگنے والے کو تو پکڑ کر نہیں بٹھا لے گا۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: صوفی صاحب ان شاء اللہ آپ کو ضرور پیسے دیں گے، آپ جایئے، کامیاب لوٹیں گے اور ہم آپ کے لیے دعا کریں گے۔ عرض کیا: آپ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نام رقعہ لکھ دیجئے۔

فرمایا: آپ کو کون نہیں جانتا۔ آپ اخبار ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر ہیں اور جماعت کے سب لوگ آپ سے واقف ہیں۔ ساتھ ہی کہا

آپ کا صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعارف کرانا اور رقعہ لکھ کر دینا آپ کی توہین ہے۔ (اس وقت ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ تھے اور میں ان کے معاون کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا تھا)۔

پانچ سو روپے قرض لینے کے لیے میرا صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس جانے کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا، لیکن ان بزرگان عالی مقام کا حکم تھا، اس لیے مجبوراً جانا پڑا۔ دس روپے مجھے کرائے کے لیے دیئے گئے۔ رات کو اوڈانوالے پہنچ گیا جو ریلوے اسٹیشن ماموں کانجن سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں اپنے مخلص دوست مولانا عبدالقادر ندوی صاحب رحمہ اللہ سے ملا اور آمد کا مقصد بیان کیا۔ صبح نو بجے کے قریب ہم دونوں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سردیوں کا موسم تھا، صوفی صاحب رحمہ اللہ دھوپ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ ندوی صاحب نے میرا ان سے تعارف کرایا تو وہ کھڑے ہو کر بغل گیر ہوئے اور میرا ماتھا چوما۔ ہمیں انہوں نے اسی چارپائی پر بٹھالیا جس پر وہ خود بیٹھے تھے۔ ان کے حسب ارشاد ندوی صاحب پائینتی میں بیٹھ گئے اور میں سرہانے کی طرف بیٹھا۔ وہ ہم دونوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔

ندوی صاحب نے ان سے میرے متعلق کہا کہ ان کو بزرگوں نے بھیجا ہے اور وہ آپ سے پانچ سو روپے مانگ رہے ہیں۔ نہ انہوں نے بزرگوں کا نام لیا اور نہ یہ کہا کہ پانچ سو روپے قرض مانگتے ہیں۔ صوفی صاحب نے بھی وضاحت کا مطالبہ نہیں کیا۔ ان سے فرمایا: پرسوں میں نے آپ کو جو ڈھائی سو روپیہ دیا تھا، وہ ان کو دے دیں۔ باقی ڈھائی سو تین چار روز میں فلاں آدمی کے ہاتھ بھجوا دیں گے...... پھر فوراً کہا، میرے پاس بھی ڈھائی سو روپیہ موجود ہے۔ اس طرح انہوں نے پانچ سو کی رقم پوری کر دی۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے سفید چادر اوڑھ رکھی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے چادر کی اوٹ سے میرے کوٹ کی جیب میں کوئی شے ڈالی، جس کا ندوی صاحب کو پتا چل گیا۔

ہم گھر آ کر کھانا کھانے لگے تو وہ ''شے'' دیکھی جو صوفی صاحب نے راز داری سے میرے کوٹ کی جیب میں ڈالی تھی...... وہ دس دس روپے کے دو نوٹ تھے، جو پانچ سو کی رقم کے علاوہ خاص طور سے مجھے عطا کیے گئے تھے۔

اب پانچ سو بیس روپے میری جیب میں تھے۔ اس دور میں یہ ایک خطیر رقم تھی اور اسے جیب میں ڈال کر مارے خوشی کے میرا زمین پر پاؤں نہیں لگتا تھا۔ چاہتا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے لاہور پہنچوں اور یہ رقم مولانا کی خدمت میں پیش کروں۔

مولانا عبدالقادر ندوی سے کہا، اب مجھے اجازت دیجیے وہ اس وقت بھی کاروبار کرتے تھے، اب بھی ماشاءاللہ کاروبار کرتے ہیں اور اس میں کامیاب ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے کاروبار کے سلسلے میں ماموں کانجن آنا تھا اور اس وقت ان کا کاروبار ماموں کانجن ہی میں تھا۔ بولے، اتنی جلدی کیا پڑی ہے، مجھے بھی تو وہیں جانا ہے۔ اکٹھے چلیں گے، چنانچہ ہم سائیکل پر ماموں کانجن پہنچے اور میں وہاں سے بذریعہ ٹرین رات کو لاہور آ گیا۔ مولانا سے ملا اور پانچ سو کی رقم ان کی خدمت میں پیش کی۔ پھر دس دس روپے کے دو نوٹ پیش کیے اور جس انداز سے صوفی صاحب نے عنایت فرمائے تھے، وہ انداز بھی بیان کیا۔ مولانا نے جاتے وقت دس روپے کرائے کے لیے دیئے تھے، ان میں سے سات روپے خرچ ہوئے تھے تین بچ گئے تھے، وہ بھی ان کے سامنے رکھ دیئے۔

مولانا نے پانچ سو رکھ لیا اور فرمایا: میں نے کہا تھا کہ آپ کامیاب آئیں گے۔ اپنے آپ پر اعتماد کرنا چاہیے، اللہ مدد کرتا ہے۔ اس رقم کی وصولی کی اطلاع انہوں نے اسی وقت گوجرانوالہ کے مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کو پہنچا دی۔ دوسرے دن صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بھی خط لکھ دیا۔

بیس روپے کے متعلق مجھے فرمایا کہ یہ روپے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خاص طور سے آپ کو دیئے ہیں۔ یہ بابرکت روپے ہیں، انہیں سنبھال کر رکھیے اور خرچ نہ کیجیے۔ چنانچہ کئی سال وہ میرے بکس میں پڑے رہے اور جب حکومت کی طرف سے پرانے نوٹوں کی تبدیلی کا اعلان ہوا تو میں نے ان کے بدلے میں دوسرے نوٹ لیے اور پھر وہ خرچ ہو گئے۔

تصوف پر اعتراض ناآشنائی کا سبب:۔ میں اوراد و وظائف کو بھی صحیح سمجھتا ہوں، تصوف و سلوک کو بھی مبنی بر صحت قرار دیتا ہوں،

بزرگوں کی دعاؤں اور ان کی قبولیت کا بھی قائل ہوں...... اور جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۴۹)

قبولیتِ دعا اور کشفی اطلاع:۔ ۱۹۶۰ء کے مئی کا مہینہ تھا کہ ہمارے ایک عزیز جھنگ سے تشریف لائے۔ ان کے بیٹے کسی ہنگامے کی زد میں آ کر شدید زخمی ہو گئے تھے اور وہ بیٹے کو میو ہسپتال میں داخل کرانا چاہتے تھے۔ میو ہسپتال کے کرتا دھرتا اس زمانے میں ڈاکٹر ریاض قدیر تھے اور مریض کا علاج انہی سے کرانا مقصود تھا، لیکن فوری طور پر داخلے کی کوئی صورت نہ تھی۔ میں انہیں مولانا کے پاس لے گیا کہ وہ ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیں تو مریض کو داخل کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اگرچہ مجھے اچھی طرح جانتے تھے، لیکن مولانا کا وہ بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا نے فرمایا: مولوی اسحاق! آپ کیوں اپنے آپ پر اعتماد نہیں کرتے؟ کیوں اس وہم میں مبتلا ہیں کہ کوئی آپ کی بات نہیں مانے گا؟ جائیے ڈاکٹر صاحب سے بات کیجیے، وہ مریض کو ضرور داخل کر لیں گے۔ پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: ہم دعا کریں گے۔ چنانچہ میں گیا، ڈاکٹر صاحب سے ملا اور مریض کو داخل کر لیا گیا۔ میں نے ان کے سامنے مولانا کا نام نہیں لیا۔ انہوں نے خود ہی پوچھا کہ مولانا کا کیا حال ہے؟ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۰)

ہر مسلک کے علماء کا احترام:۔ مولانا علماء کے بے حد قدردان تھے۔ ہر مسلک کے عالم کا احترام کرتے تھے، وہ بھی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ (سابق ناظم دفتر جمعیت اہلحدیث) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ مولانا کے ساتھ تانگے پر بیٹھے کہیں جا رہے تھے۔ مولانا نے اچانک تانگے والے سے کہنا شروع کیا، تانگہ روکو، تانگہ روکو...... تانگہ رکا تو مولانا جلدی سے نیچے اترے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے ایک طرف کو بڑھے، دیکھا تو ادھر شیعہ عالم مفتی کفایت حسین تانگے سے اتر کر اسی طرح ہاتھ پھیلائے مولانا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دونوں بزرگوں نے مصافحہ کیا اور کچھ دیر کھڑے آپس میں باتیں کرتے رہے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۲)

علماء کا احترام:۔ مولانا علمائے دین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی عالم کا ناقدانہ یا مخالفانہ انداز میں ذکر کرتا تو انہیں بڑی تکلیف ہوتی۔ ایک مرتبہ وہ بیمار تھے اور جامعہ سلفیہ کی انتظامیہ کمیٹی کی میٹنگ ان کے کمرے میں ہو رہی تھی۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ بھی اس میں شامل تھے۔ ایک شخص نے جو دراصل گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے ہیں اور فیصل آباد میں کاروبار کرتے ہیں، حضرت حافظ محمد گوندلوی مرحوم و مغفور کا ذکر توہین آمیز الفاظ میں کیا اور کہا کہ وہ ہمارے ملازم ہیں، لیکن ہماری بات نہیں مانتے۔ مولانا کو یہ الفاظ سن کر سخت غصہ آیا۔ فرمایا نہایت افسوس کی بات ہے کہ آپ حضرت حافظ صاحب کے متعلق ملازم کا لفظ استعمال کرتے ہیں......؟ آپ ان کے علم و فضل سے واقف نہیں؟ پھر مولانا اسماعیل صاحب سے مخاطب ہوئے۔ کہا آپ نے ان کو جامعہ سلفیہ کمیٹی کا رکن مقرر کیا ہے جنہیں یہ معلوم نہیں کہ علماء کے لیے کس قسم کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مجھے ان کے الفاظ اور لہجے سے شدید صدمہ ہوا ہے..... مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کو ان کی طرف سے مولانا غزنوی سے معذرت کرنا پڑی۔ اس کے بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے میٹنگ کی کارروائی روک دی اور فرمایا: باقی باتیں کسی دوسرے موقعے پر ہوں گی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۸)

شیخ الحدیث کا نہایت ادب:۔ ایک مرتبہ مولانا داؤد غزنوی، مولانا اسماعیل صاحب، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہم اللہ اور ان سطور کا راقم جماعتی تنظیم کے سلسلے میں ضلع قصور کے ایک قصبے ''کھڈیاں خاص'' گئے۔ جمعے کا دن تھا، جمعہ ہم نے وہیں پڑھا۔ شام کو قصور پہنچے، مسجد اہل حدیث میں گئے تو مغرب کی جماعت ہو چکی تھی اور نماز پڑھ کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ ہم چار آدمی تھے، مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے جماعت کرائی۔ نماز پڑھ کر مولانا غزنوی رحمہ اللہ تو وظیفے میں مشغول ہو گئے اور مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے عشا کی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ پہلے دو فرض پڑھے اور پھر ایک وتر پڑھا۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ وظیفے اور دعا سے فارغ ہوئے تو مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا: یہ آپ نے کیا پڑھا ہے؟

جواب دیا، عشا کی نماز......! ۔ فرمایا، عشا کا وقت ہو گیا......؟ بولے، میں مسافر ہوں ۔ پھر پوچھا، ایک رکعت کیا پڑھی ہے؟ ۔ کہا، وتر......! فرمایا، جس نماز کا وقت نہیں ہوا، وہ نماز کیوں پڑھی جائے؟ ساتھ ہی فرمایا، ایک رکعت تو کوئی نماز نہیں ہوتی ۔

مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ ان کی سب باتوں کا جواب دے سکتے تھے، لیکن تقاضائے ادب سے خاموش رہے، کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا ۔

یہ تھا ان بزرگان عالی قدر کے نزدیک ایک دوسرے کا احترام کہ اختلاف کو نہایت فراخ دلی سے برداشت کرتے اور خندہ پیشانی سے ایک دوسرے کی بات سنتے تھے ۔

کہاں گیا بزرگوں کا ادب واحترام....! ۔ اب یہ دور ہے کہ اس قسم کی بات آپ کسی سے کریں تو وہ فوراً کمر کس کر میدان میں آجاتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں، کرلو میرے ساتھ مناظرہ ۔ میں ثابت کروں گا کہ میں سچا ہوں اور تم جھوٹے ہو ۔ نہ دل میں بڑے کی عزت نہ ذہن میں چھوٹے پر شفقت کا جذبہ......!

اس سے اندازہ کیجئے کہ گزشتہ عہد کے علماء کی تربیت کیسی ہوئی تھی اور اب کیسی ہو رہی ہے ۔ وہ ماحول کتنا قابل رشک تھا اور یہ ماحول کس درجہ تکلیف دہ ہے ۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۸۷)

ولی کی اقتدا میں نماز کے اثرات :۔ مولانا کے والد گرامی حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مندوں میں ایک بزرگ میاں نورالدین بھوجیانی رحمہ اللہ تھے جو حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے سسر تھے اور آزادی وطن کے بعد گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں آبسے تھے ۔ وہ لاہور تشریف لاتے تو نماز دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں پڑھتے...... مولانا رحمہ اللہ نماز میں شرکت فرماتے اور میاں صاحب مرحوم بھی موجود ہوتے تو مولانا رحمہ اللہ امامت کے لیے انہی سے کہتے ۔ میاں صاحب زیادہ پڑھے لکھے تو نہ تھے، لیکن متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے ۔ بڑے سوز اور درد سے قرآن مجید پڑھتے تھے ۔ مولانا رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے سرور حاصل ہوتا ہے ۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۸۲)

علماء دیو بند سے روابط :۔ بعض اوقات عصر کے بعد حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے جاتے ۔ ان دنوں جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی ایک بلڈنگ میں قائم تھا مغرب کی نماز نیلا گنبد کی مسجد میں پڑھتے، وہاں بھی کتنے ہی لوگوں سے ملاقات ہو جاتی ۔
(نقوش عظمت رفتہ ص ۸۴)

امن، آشتی کیلئے متحدہ محاذ :...... ۔ فقہی مسلک سے متعلق ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اپنی بات مثبت انداز میں کی جائے، کسی کی مخالفت نہ کی جائے ۔ اس کے لیے انہوں نے مختلف مواقع پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تمام مسالک فقہ کے سرکردہ حضرات کے کئی اجلاس بلائے اور اپنے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے مشترک مسائل میں متحد ہونے کی درخواست کی...... ربیع الاول کے دنوں میں سیرت کانفرنس کے انعقاد کی تجویز بھی پیش کی کہ تمام مسالک فقہ کے علمائے کرام متحدہ طور پر سیرت کے موضوع پر تقریریں کیا کریں ۔ مقصد محض باہمی اختلافات کو ختم کرنا یا ان میں ممکن حد تک کمی کرنا تھا ۔ چنانچہ لاہور میں سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں شیعہ، دیو بندی، بریلوی اور اہلحدیث مقررین نے اس اہم موضوع پر تقریریں کریں ۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۸۸)

مولانا رحمہ اللہ کا ایک مجرب عمل :۔ ایک دن مولانا کے ساتھ میں تانگے پر بیٹھا تھا، کوچوان کوئی ساٹھ کے پیٹے میں ہو گا ۔ سفید لمبی داڑھی، سر پر پگڑی کی قسم کا سفید کپڑا، سانولا سا رنگ اور ماتھے پر محراب ۔ وہ آہستہ آواز سے جو کسی وقت قدرے اُونچی ہو جاتی تھی اور سنی جاتی تھی، مسلسل پڑھے جا رہا تھا ”یا حي یا قیوم برحمتك استغیث“ یہ ایک دعا ہے، جس کا نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کے لیے حکم دیا تھا ۔ مقروض اور تنگ دست یہ دعا کثرت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ قرض سے سبک دوش ہو جاتا ہے اور تنگ دستی سے نجات حاصل ہو جاتی ہے ۔

مولانا نے کوچوان سے کہا: آپ جو دعا پڑھ رہے ہیں، اس کے الفاظ تو یہی ہیں، لیکن اگر اس میں " لا الہ الا انت" ملالیں اور " یاحی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتك استغیث " پڑھیں تو اس میں اللہ کی توحید کا اقرار ہو جاتا ہے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۹۱)

امام غزالی سے قلبی اُنسیت:۔ قدیم بزرگان دین میں سے امام غزالی رحمہ اللہ کے بارے میں ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کا بھی یہ خاص موضوع تھا، چنانچہ اس موضوع پر مولانا ندوی رحمہ اللہ کی پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں، وہ ہیں تعلیمات غزالی، افکار غزالی، سرگزشت غزالی، تہافتہ الفلاسفہ کا اردو ترجمہ اور قدیم یونانی فلسفہ جو غزالی رحمہ اللہ کی مقاصد الفلاسفہ کا ترجمہ ہے۔

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کی غزالی رحمہ اللہ کے متعلق گفتگو شروع ہو جاتی تو وقت کی رفتار کا کوئی پتہ نہ چلتا، دیر تک گفتگو جاری رہتی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۹۲)

فرشتہ صفت ولی اور اسم اعظم کا ذکر:۔ ایک مرتبہ مولانا نے اپنے عم محترم حضرت مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں بتایا کہ وہ لفظ ''اللہ'' بولتے تو سننے والے شدت تاثر سے کانپ اٹھتے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی نے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے شکایت کر دی کہ مولانا عبدالواحد صاحب سرحد پار کے مجاہدین کی مالی امداد کرتے ہیں۔ افسر نے سی، آئی، ڈی کے ایک انسپکٹر کو جن کا نام شیخ عبدالعزیز تھا، ہدایت کی کہ وہ اس کی تحقیق کریں کہ مولانا ممدوح واقعی مجاہدین کی امداد کرتے ہیں۔

شیخ عبدالعزیز معاملے کی تحقیق کے لیے چینیاں والی مسجد میں مولانا عبدالواحد صاحب کی خدمت میں گئے (اس وقت وہ اس مسجد کے خطیب تھے) لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ کہیں گئے تھے۔ دوسرے یا تیسرے دن وہ پھر گئے۔ اس دن بھی مولانا گھر میں موجود نہ تھے۔ اب انہوں نے ان کے گھر اپنا پتا دیا اور کہا کہ جب وہ آئیں، مجھے ضرور ملیں۔ مولانا ان کے گھر گئے تو شیخ صاحب موجود تھے۔ وہ نہایت احترام سے پیش آئے اور مجاہدین کی امداد کے متعلق سوال کیا۔ مولانا نے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: شیخ صاحب! اللہ سے ڈر جاؤ۔

یہ لفظ شیخ صاحب کی بیوی کے کان میں پڑے تو فوراً دروازہ کھٹکھٹا کر ان کو اندر بلایا اور کہا خدا کے لیے اس شخص سے کوئی بات نہ پوچھو۔ یہ فرشتہ ہے جسے انسانی شکل میں اللہ نے دنیا میں بھیجا ہے۔ اس سے اپنے لیے بہتری کی دعا کراؤ۔ تحقیق کا سلسلہ بند کر دو، ایسا نہ ہو کہ یہ پریشان ہو جائے اور ہم پر کوئی آفت آپڑے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۹۹)

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے حالات

ابتدائی حالات:۔ مولانا (داؤد غزنوی) جولائی ۱۸۹۵ء کے آخری ہفتے یا اگست ۱۸۹۵ء کے پہلے ہفتے میں بمقام امرتسر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی اور مولانا عبدالاول غزنوی رحمہما اللہ سے حاصل کی۔ اردو حساب وغیرہ کے لیے مولانا گل محمد رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ پھر عازم دہلی ہوئے اور وہاں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ اور بعض دیگر اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۱۱)

عہدے اور ذمہ داریاں:۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ مولانا غزنوی مختلف اوقات میں مندرجہ ذیل جماعتوں کے عہدے دار رہے۔ ...... پنجاب خلافت کمیٹی کے ناظم اعلیٰ۔ ...... مجلس احرار ہند کے ناظم اعلیٰ۔

...... جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر۔ ...... کانگریس کمیٹی پنجاب کے صدر۔

...... ۱۹۵۳ء کی خلاف مرزائیت تحریک کے سلسلے میں قائم کردہ مجلس عمل کے ناظم اعلیٰ۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے صدر (اور امیر)۔

ملفوظات مرشد مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ:۔ مولانا کی یہ خواہش تھی کہ ان کے جد امجد حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے حالات ضبط تحریر میں لائے جائیں۔ وفات سے چار پانچ سال قبل بالخصوص اس خواہش میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے ''سیرت شبلی'' کے نام سے علامہ شبلی رحمہ اللہ کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں، اسی طرح مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ

کے حالات معرضِ کتاب میں آنے چاہئیں۔ اس کے لیے وہ مواد بھی جمع کر رہے تھے۔ میں اس وقت لوہاری دروازے کے اندر لوہاری منڈی کے قریب رہتا تھا۔ میرے مکان کے سامنے ایک شخص احسان الحق صدیقی کی کتابوں کی دکان تھی، وہ پرانی اور قلمی کتابوں کے تاجر تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس کہیں سے قلمی کتابوں کی لاٹ آئی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اس میں ایک کتاب "ملفوظات ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ" ہے۔ ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ وہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرشد تھے۔ میں نے وہ کتاب دیکھی تو اس کی اطلاع مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو دی۔ دوسرے دن کتاب ان کو دکھا بھی دی۔ فرمایا کتاب خرید لو۔ چنانچہ کتاب خرید لی گئی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۲۲)

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہ پہلی زیارت تھی جو میں نے ڈرتے ڈرتے کی۔ اس زیارت کے دوران یہ خدشہ بھی کئی دفعہ پیدا ہوا کہ جب ان کا ناک میرے گناہوں کی بدبو سے بھر گیا تو وہ تنگ آ کر مجھے مجلس سے باہر نکال دیں گے، لیکن پھر خیال آتا تھا کہ ایسا نہیں ہوگا، وہ بدبو کی تکلیف برداشت کر لیں گے، لیکن مجلس سے نہیں نکالیں گے، بہر حال آدھ پون گھنٹے کی اس مجلس میں ذہن اسی طرح کے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۲۴)

مولوی علاؤالدین صاحب کی بیعت اصلاح:۔ گوجرانوالہ کی جامع مسجد اہل حدیث (چوک نیائیں) میں مولانا علاؤالدین رحمہ اللہ امامت وخطابت اور درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اسی بنا پر اس مسجد کو مولوی علاؤالدین رحمہ اللہ کی مسجد کہا جاتا تھا۔ بہت عرصے تک یہ مسجد اسی نام سے موسوم رہی۔ مولوی صاحب ممدوح مولانا غلام رسول (ساکن قلعہ میہاں سنگھ والا) کے شاگرد و مرید تھے اور بڑے صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۲۵)

صحبتِ صالحین تقویٰ کا سبب اللہ نے حضرت حافظ محمد گوندلوی صاحب رحمہ اللہ کو ذہانت وفطانت کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا، اس سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور علم وادراک کے ہر گوشے سے متمتع ہوئے۔ ذکر الٰہی اور معرفت وتقویٰ کی نعمت عظمیٰ سے بھی انہیں بارگاہ الٰہی سے حصہ، وافر عطا ہوا تھا۔ وہ تہجد گزار اور شب زندہ دار تھے۔ وظائف واوراد سے ان کی زبان مبارک ہر وقت تر وتازہ رہتی تھی۔ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ اس کی کئی وجوہ تھیں۔

ایک وجہ ان کے عہد طفولیت کا گھریلو ماحول تھا۔ انہوں نے شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ماں باپ کو اوراد و وظائف میں مشغول پایا تھا۔ اس سے وہ متاثر ہوئے اور جیسے جیسے سفر حیات کے مختلف موڑ کاٹتے گئے اس ذوق میں اضافہ ہوتا گیا۔

دوسری وجہ خود ان کا ذاتی رجحان تھا جو مدد گار ثابت ہوا، اور ذہنی وفکری پاکیزگی تھی جو انہیں امور خیر کی عملی وادیوں میں لے گئی۔

تیسری وجہ ان کے اساتذہ کرامی تھے۔ ابتداء میں ان کو حضرت مولانا غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ) کے مرید وتلمیذ مولانا علاؤالدین کی صحبت وشاگردی کا موقع میسر آیا، جس سے ان کے قلب ودماغ میں حسنات وخیرات کے جذبے نے راہ پائی۔ پھر امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی اور دیگر عالی مرتبت اساتذہ کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جس سے قیام اللیل، تہجد اور تقویٰ کے داعیے ابھرے اور ان میں استحکام ودوام پیدا ہوا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۲۷)

حضرت حافظ صاحب اس صدی کے وہ بزرگ تھے جو زہد وعبادت میں بھی منفرد حیثیت کے مالک تھے اور علم وعرفان میں بھی کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۵۳)

مولانا اسمٰعیل رحمہ اللہ کا مسلکی اعتدال

دعائے ولی پر اولاد نرینہ کا حصول: شادی کے کئی سال بعد تک مولوی ابراہیم صاحب کے کوئی بچہ نہیں ہوا۔ اس وجہ سے وہ بہت

مغموم رہتے تھے۔ اس وقت وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا۔ مولوی صاحب اپنے گاؤں ڈھونیکے سے وہاں چلے جاتے اور زیادہ تر وقت حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں گزارتے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت حافظ صاحب سے اس کا ذکر کیا اور عرض گزار ہوئے کہ وہ دعا فرمائیں اللہ انہیں اولاد کی نعمت سے نوازے۔ چنانچہ انہوں نے دعا کی کہ وہ قبولیت کا وقت تھا۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی اور بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام خود حضرت حافظ صاحب نے اسماعیل رکھا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۵۹)

مسالک ثلاثہ میں راہ اعتدال: مولانا کے اسلوب تقریر اور طرز بیان سے تاثر پذیری کے بارے میں جناب اسماعیل ضیاء کی ایک روایت ملاحظہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ سن و سال کا تو انہیں علم نہیں، البتہ یہ معلوم ہے کہ خود ان کی عمر بارہ تیرہ برس کی تھی۔ خدا جانے کسی مرد حق کی طرف سے اشارہ ہوا اور پھر کس کس کی کوششوں سے بیل منڈھے چڑھی کہ گوجرانوالہ کے اہل سنت یعنی اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی حضرات اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر میں نماز جمعہ ایک ہی جگہ پڑھی جائے اور ہر مسلک کا خطیب باری باری جمعہ پڑھائے۔ بریلوی مکتب فکر کے خطیب مولانا بشیر حسین صاحب اور مولانا صابر حسین صاحب تھے۔

اہل حدیث جماعت میں مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی علمی اعتبار سے بڑی شہرت کے مالک تھے۔

دیوبندی حضرات کی دو مسجدیں تھیں۔ ایک شیرانوالہ باغ کے قریب جہاں مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے اور دوسری قبرستان کے قریب مسجد ارائیاں تھی، جس کے خطیب مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ تھے۔

شہر کے اہل سنت کا پہلا اجتماعی جمعہ مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ نے پڑھایا اور ان کا خطبہ دیوبندی حضرات کے علاوہ بریلوی مسلک کے علماء و عوام نے بھی سنا اور نماز بھی ان کی اقتداء میں پڑھی۔ (ص ۱۶۸)

اللہ نے ان کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا، وہ تہجد گزار اور قائم اللیل تھے۔ صبح سب سے پہلے مسجد میں آتے......نماز میں نہایت درد اور سوز سے قرآن مجید پڑھتے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۱۷۰)

مولانا کرم الٰہی کی بیعت تصوف:۔ ڈاکٹر محمد اسحاق ضلع فیروز پور کے ایک مقام قادر والا میں پیدا ہوئے۔ وہ مشہور اہل حدیث عالم اور حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید خاص مولانا کرم الٰہی کے پوتے اور چودھری عبدالرحمٰن صاحب (ہیڈ ماسٹر فاضل ہائی سکول پاکپتن) کے بیٹے تھے۔ بے حد متین اور نیک نوجوان تھے۔ مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں قادر والا میں حاصل کی۔ اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخل ہو گئے تھے۔ وہاں سے واپسی کے بعد ایم بی بی ایس کیا اور امراض چشم کے سپیشلسٹ ہوئے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۶۲)

وضاحت: مولانا کرم الٰہی ۱۹۳۹ء میں عطاء اللہ حنیف فیروز پور کی جامع مسجد اہل حدیث گنبداں والی میں درس خطابت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۵۱)

مولانا محمد بھوجیانی رحمہ اللہ کے والد کی عقیدت مندی:۔ (مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے) والد کا اسم گرامی میاں صدر الدین تھا، جو اپنے دور کے مرد صالح تھے اور حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے عقیدت مند تھے۔ (ص ۲۶۷)

میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ جھوک دادو اگرچہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، لیکن نیک لوگوں کا مسکن اور پڑھے لکھے افراد کا مرجع ہے۔ یہ گاؤں ضلع فیصل آباد میں منڈی تاندلیانوالہ کے قریب ہے۔ جس زمانے کی ہم بات کر رہے ہیں، اس زمانے میں وہاں ایک بزرگ میاں محمد باقر رحمہ اللہ سکونت پذیر تھے جو اس علاقے کی "طور" برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد مکرم حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید اور شاگرد تھے۔ اللہ نے ان کو علم کی دولت سے بھی نوازا تھا اور عمل کی نعمت سے بھی سرفراز کیا تھا۔ انہوں نے اپنے گاؤں (جھوک دادو) میں ایک دینی و مذہبی مدرسہ جاری کر رکھا تھا، جس میں بہت سے طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے اور کئی فاضل اساتذہ خدمت تدریس سرانجام دینے پر مامور تھے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۳۱۶)

مولانا احمد علی لاہوری قادری سے کسب علم :۔ مشرقی پنجاب کے لکھوی خاندان کے جلیل القدر رکن اور جماعت اہلحدیث کے رہنما مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ نے بھی ان (مولانا احمد علی) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حالانکہ خود ان کے آباؤ اجداد کا بہت بڑا مدرسہ تھا اور ان کے پردادا حضرت مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے ہم پلے عالم ہیں جنہوں نے ''تفسیر محمدی'' کے نام سے سات جلدوں میں پنجابی نظم اور فارسی نثر کے حواشی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر کئی دفعہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے، لیکن اس کے باوجود مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ نے مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے باب علم پر دستک دی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۳۷۷)

علماء دیوبند کی رواداری اور اعتدال :۔ مولانا مرحوم پاکیزہ فکر اور صاف ذہن کے مالک تھے اور مسلکی تعصب سے پاک۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود اپنا بہت بڑا حلقہ ارادت وعقیدت رکھنے کے باوجود عمر بھر پہلے حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی مرحوم اور ان کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں لاہور کے منٹو پارک میں (جواب اقبال پارک کے نام سے موسوم ہے) عیدین کی نماز ادا فرماتے رہے۔ ہمیشہ صف اول میں امام کے پیچھے جا کر بیٹھ جاتے اور پورا خطبہ سننے کے بعد وہاں سے اٹھتے۔

پھر ان کی یہ بلندی کردار اور وسعت قلب ونظر ملاحظہ ہو کہ اپنی ایک صاحب زادی مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کے عقد میں دی جو مشہور اہل حدیث عالم ومبلغ، معروف مصنف ومناظر اور ہفت روزہ ''مسلمان'' اور ''جریدہ اہل حدیث'' کے نامور ایڈیٹر تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ ان کے انہی اوصاف کی وجہ سے ان کے ارادت مندوں میں احناف کے علاوہ اہل حدیث بھی کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ ان کا یہ وصف قابل ذکر ہے کہ وہ معاصرانہ رقابت سے مبرا تھے۔ لاہور میں کسی ہم فکر عالم دین کے درس قرآن کا سلسلہ شروع ہوتا تو مسرت کا اظہار فرماتے۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے مسجد مبارک (اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور) میں درس قرآن کا آغاز کیا تو حضرت مرحوم مسجد مبارک میں گئے۔ مولانا ندوی کو مبارک باد دی اور دعا فرمائی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۳۷۷، ۳۷۸)

سید محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

تصوف کی علمی خدمت :۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ''سطعات'' کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب تصوف کے موضوع سے متعلق ہے اور عربی زبان میں ہے۔ شاہ صاحب نے جس موضوع پر اظہار خیال فرمایا ہے، اس میں کچھ اپنی خاص اصطلاحات استعمال کی ہیں، جس کی جھلک ''سطعات'' میں پائی جاتی ہے۔

مولانا محمد متین ہاشمی کے پاس اردو ترجمے کا مسودہ تھا، وہ چاہتے تھے کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف سے یہ ترجمہ شائع کیا جائے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۴۵۸)

علمائے دیوبند سے کسب علم :۔ مولانا محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ ۱۷ اگست ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر غازی پور کے ایک دینی مدرسے میں حاصل کی، جس کا نام ''چشمہ رحمت'' تھا۔ اس کے بعد عازم دیوبند ہوئے اور وہاں کے دارالعلوم کے جلیل القدر اساتذہ کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا، جن میں مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا اعزاز علی اور مولانا عبدالخالق ملتانی رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

تین سال دارالعلوم دیوبند میں اقامت گزیں رہے اور اس اثناء میں وہاں کے فاضل اساتذہ سے خوب استفادہ کیا۔ (ص ۴۶۰)

تصوف کا بنیادی نقطہ نگاہ الفت، محبت :۔ مولانا محمد متین ہاشمی سے ملاقات کا موقع اس وقت ملا جب وہ ''سطعات'' کا ترجمہ لے کر ادارہ ثقافت اسلامیہ آئے۔ یہ تصوف کی کتاب ہے اور یہی کتاب میرے اور مولانا متین ہاشمی کے درمیان تعلقات کا باعث بنی۔ تصوف کا بنیادی نقطہ لوگوں میں محبت اور الفت کی فضا پیدا کرنا اور دلوں کے بعد کو قرب سے بدلنا ہے۔ لہٰذا اس کتاب نے غیر شعوری طور پر

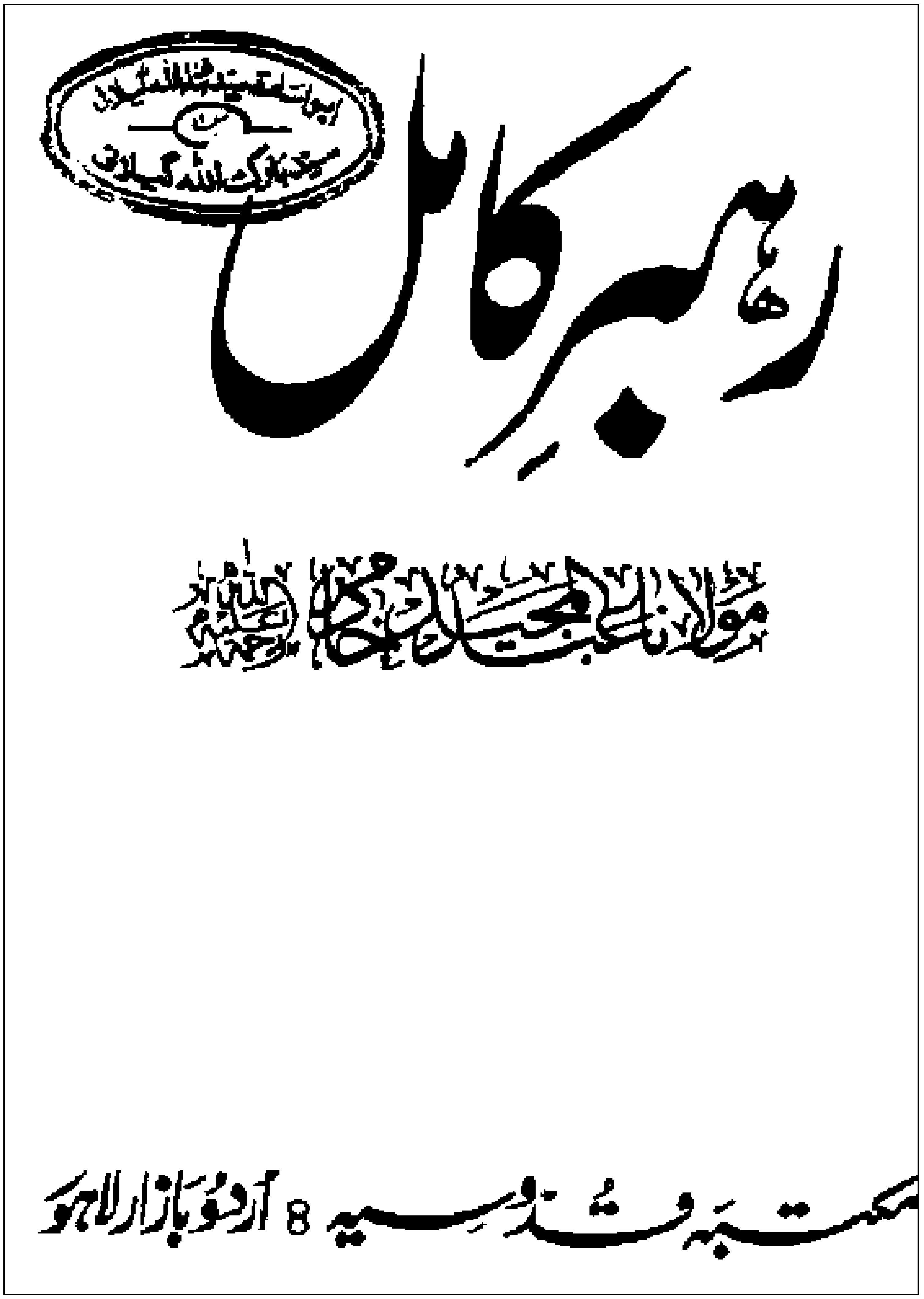

سید مبارک اللہ گیلانی

رہبر کامل

مولانا عبدالمجید خادم رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ قدوسیہ 8 اردو بازار لاہور

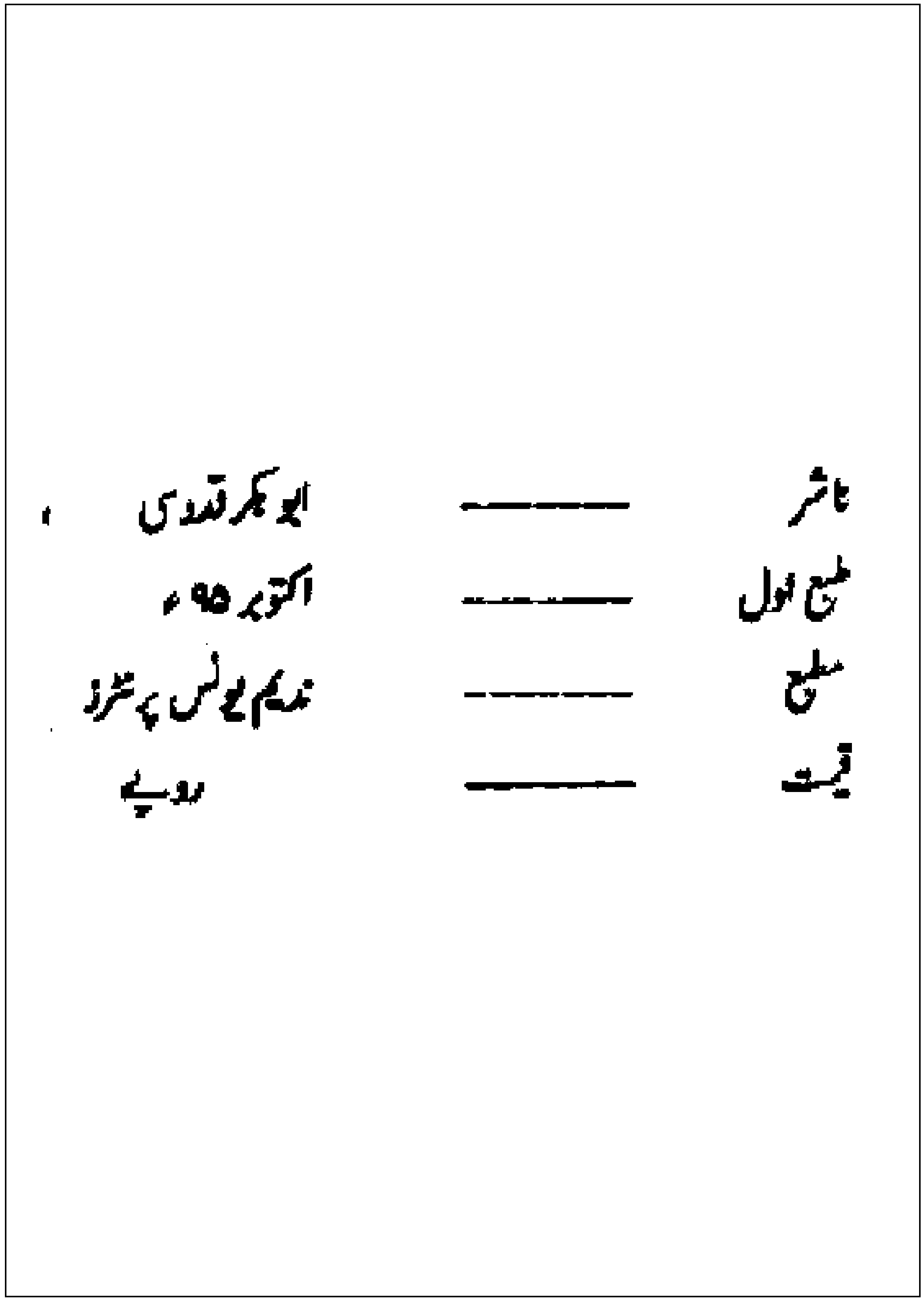

ناشر ——— ابو بکر قدوسی
طبع اول ——— اکتوبر ۹۵ء
مطبع ——— ندیم یونس پرنٹرز
قیمت ——— روپے

اپنا رنگ دکھایا اور ہمیں ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۴۶۵)

کتاب سید ہجویری رحمہ اللہ: حضرت خواجہ علی ہجویری رحمہ اللہ کے سوانح حیات اور تعلیمات وافکار (کا مجموعہ) (نقوش عظمت رفتہ ص ۴۶۴)

قاضی صاحب رحمہ اللہ کا عمامہ: قاضی صاحب کا عمامہ جو کلف لگا کر چھت پر سوکھنے کے لیے ڈالا گیا تھا، ہوا کے جھونکے سے اڑ کر گلی میں بجلی کے کھمبے پر جا گرا، اب ہم اس کو کھمبے سے اتارنے کے جتن کر رہے ہیں، لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ حسن اتفاق سے ایک پڑوسی کے گھر میں لمبا سا بانس تھا، وہ منگوایا گیا اور اس کی مدد سے عمامہ کھمبے سے اتارا گیا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۳۹)

قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری رحمہ اللہ

ایثار، توکل اور قناعت:۔ قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری رحمہ اللہ نہایت متقی اور واقعتاً ولی اللہ تھے۔ ان کے بعض ساتھی اور دوست بتایا کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک پیسہ نہیں ہوتا تھا اور اچھے خاصے اخراجات کا منصوبہ بنا لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے سامان فراہم کر دیتا تھا۔ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور ان کی غیرت گوارا نہ کرتی تھی کہ دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلایا جائے۔ بغیر کسی نوع کے ظاہری اسباب کے اللہ تعالیٰ ان کی تمام ضرورتیں پوری کر دیتا تھا...... بعض غرباء و مستحقین کی مالی امداد بھی کرتے تھے۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر اپنے وطن (پٹیالہ) میں ہوتے تو باالتزام قربانی کرتے۔ تنگ دستی میں مسکینوں کی نصرت ان کا شیوہ اور اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسروں پر سخاوت کرنا ان کا پیشہ تھا۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۳۹)

صوفی مصفّٰی قلب کی وفات:۔ اس عالم ہمہ اوصاف اور صوفی مصفّٰی قلب نے بڑی پاکیزہ زندگی بسر کی، زبان کو کبھی کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں کیا.......

۱۵ جولائی کو ضعف قلب کے باعث پھر تکلیف ہوگئی۔ اس دن نماز ظہر کے لیے وضو نہیں کر سکے۔ تیمم سے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۵۴۱)

گیانی ذیل سنگھ

دوستی کی حدود اربعہ مسلک کی پابند نہیں:۔ دوستی کا نہ کوئی حدود اربعہ اور جغرافیہ ہے نہ یہ مذہب اور مسلک کی پابند ہے نہ کسی ملک اور شہر تک محدود ہے اور نہ کسی منصب اور عہدے کی طالب ہے۔ ”بس دل کے لگ جانے کے ڈھب کچھ اور ہیں۔“ گیانی جی کا اور میرا یہی معاملہ تھا جو آخر تک قائم رہا۔ ہمارا اس دور کا یارانہ تھا جب نہ کوئی عہدہ ہوتا تھا نہ منصب۔ نہ امارات کو کوئی اہمیت حاصل تھی اور نہ غربت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ نہ روپیہ پیسہ معیار تعلق قرار پاتا تھا اور نہ سرکار دربار سے ربط و انسلاک کو پیمانہ دوستی قرار دیا جاتا تھا۔ ہم ایک ہی جگہ کے رہنے والے اور ہر وقت کا ساتھ، یوں سمجھئے کہ ماو مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق

(نقوش عظمت رفتہ ص ۵۴۴)

نام کتاب:۔ رہبر کامل..... مصنف:۔ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی

کرامات اہلحدیث کے مصنف:۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی ایک معروف علمی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری اور امام العصر حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے ہمعصر اور ان کے رفیق کار بھی تھے۔ آپ حضرت مولانا احمد علی لاہوری (قادری) کے داماد بھی تھے۔ (رہبر کامل ص ۶)

آنحضور ﷺ بحیثیت پیر کامل

آپ متعجب ہوں گے کہ وہ مقدس ہستی جو ایک وقت میں فوجی جرنیل ہو۔ اور دوسرے وقت میں جوڈیشنل قاضی کے فرائض بجالا رہی ہو۔ ایک وقت میں سیاسی لیڈر رہو اور دوسرے وقت میں طبی خدمات بجالا رہی ہے ایک وقت میں عابد وزاہد کی زندگی بسر کر رہی ہو اور دوسرے وقت میں بین الاقوامی نظام جمہوریت کے صدر کے حیثیت میں دنیا کے سامنے ہو، ایک وقت میں معلم اور پروفیسر ہو، اور دوسرے وقت میں تجارتی کاروبار میں مصروف نظر آتی ہو۔ کس طرح دنیا کے سامنے ایک پیر ومرشد کی حیثیت سے پیش ہو سکتی ہے؟ (رہبر کامل ص ۱۷۰)

حضور ﷺ سب پیروں کے پیر ہیں: ۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر حضور ﷺ کی سب حیثیتوں کو چھوڑ کر صرف آپ ﷺ کو ایک پیر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یقیناً یہ ماننا پڑے گا، کہ حضور ﷺ سب پیروں کے پیر ہیں دنیا میں جس قدر پیر فقیر ہوئے سب آپ کی نظر عنایت سے ہوئے آپ ہی کی خاک پا سے استفادہ کر کے ان مراتب کو پہنچے۔

اگر آج کوئی دنیا کا پیر اپنا سلسلہ حضور ﷺ سے توڑ کر کسی اور طرف منسوب کرتا ہے تو یقیناً وہ پیر نہیں ہے شیطان ہے مرشد نہیں ہے بلکہ ہمارا دشمن ہے۔ (رہبر کامل ص ۱۷۱)

متبع بزرگ حضور ﷺ کے خلیفہ:۔ ہم حضور ﷺ ہی کو اپنا پیر سمجھتے ہیں اور حضور ﷺ کے پورے متبعین اور نقش قدم پر چلنے والے بزرگوں کو ان کا خلیفہ تصور کرتے ہیں۔ (رہبر کامل ص ۱۷۱)

حضور ﷺ کی بیعت اصلاح:۔ اگر ایک پیر کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو بیعت کر کے ان کی روحانی اصلاح کرتا ہے، تو پھر حضور ﷺ سے بڑھ کر نہ کسی نے دنیا کی بیعت کی ہے اور نہ عوام الناس کی روحانی اصلاح ہی کی ہے۔ (رہبر کامل ص ۱۷۲)

حضور ﷺ کا صحابہ سے بیعت لینا:۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے وقت میں مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی الگ الگ بیعت لی اور ہزارہا صحابہ کرام نے صحابیات عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور صحیح معنوں میں مرید بن کر حضور ﷺ کو اپنا پیر ومرشد تسلیم کیا۔ (رہبر کامل ص ۱۷۲)

حضور ﷺ کی بیعت کا مقصد:۔ مگر حضور ﷺ کی یہ بیعت، یہ پیری مریدی، نذرانے لینے اور ٹکے بٹورنے کے لیے نہ تھی بلکہ ان کو جہاد کے لیے تیار کرنے اپنا قومی نظام استوار کرنے اور ان کی اخلاقی مادی اور روحانی اصلاح کرنے کے لیے تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس بیعت کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو کچھ کام لیا وہ آج دنیا کے سامنے ہے اور دنیا انگشت بدنداں ہے کہ حضور ﷺ نے صرف ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں کیا سے کیا بنا دیا اور وہ کون سا فسوں تھا، جو پھونکتے ہی ان کی کایا پلٹ دی۔ (رہبر کامل ص ۱۷۳)

حضور ﷺ کا عورتوں سے بیعت لینا:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو آپ ﷺ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لیا کرتے تھے مگر عورتوں سے کبھی ایسی بیعت نہیں لی وہ ہمیشہ حضور ﷺ سے پردہ کرتیں اور پردہ ہی میں بیعت ہوا کرتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی بیعت کا واقعہ ذکر کرتی ہوئی فرماتی ہیں: ”**واللہ مامست یدہ یدا مراۃ قط من المبایعات**“

خدا کی قسم! حضور ﷺ نے بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا“

فتح مکہ کے دن بہت سی عورتوں نے حضور ﷺ کی بیعت کر لی تو کچھ عورتیں ایسی رہ گئیں جو اس وقت بیعت نہ کر سکیں وہ جمع ہو کر آئیں۔ الفاظ بیعت سے تو واقف ہی تھیں، کہنے لگیں: ”**یا رسول اللہ ابسط یدك نصا فحك فقال انی لا اصافح النساء**“ (ابن جریر) ”حضور ﷺ! ہاتھ دیجیے ہم آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھیں“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں دیا کرتا“۔

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک دوسری حدیث میں نقل کیا ہے کہ عورتوں نے سمجھا تھا جس طرح حضور ﷺ مردوں کے ہاتھ لے کر بیعت لیتے ہیں اسی طرح ہم سے بھی لیں گے چنانچہ جب حضور ﷺ نے ان سے چند باتوں کا عہد لے لیا تو انہوں نے حیرت سے کہا: ”**الا تصا فحنا فقال انی لا اصافح النساء**“

”کیا آپ ﷺ ہمارے ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے؟“ حضور ﷺ نے فرمایا ”نہیں میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتا“۔ (ص ۱۷۴)

بیعت اصلاح پر علامہ ابن کثیر کی تحقیق:۔ بیعت کیا ہے دراصل ایک معاہدہ ہے جو زبانی بھی ہو سکتا ہے چنانچہ حضور ﷺ عورتوں سے یہ عہد زبانی ہی لیا کرتے تھے۔ مگر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے: **بایع رسول الله ﷺ النساء وعلی یده ثوب وضعه علی کفه** ”حضور ﷺ ایک چادر (کپڑا) اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے اور اس کا دوسرا حصہ عورتوں کی طرف پھینک دیتے وہ سب اس کو ہاتھ میں لے لیتیں پھر آپ ﷺ ان سے یہ عہد لیتے“۔

جو مختلف روایات سے نمبر وار درج ہیں:

عورتوں کا عہد اور بیعت:۔ ہم یہ عہد کرتی ہیں: ا۔ ”خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی“۔ (اگرچہ وہ شرک جلی ہو یا مخفی، اعتقادی ہو یا عملی)

۲۔ ”چوری نہ کریں گی“ (اگرچہ وہ کسی کی ہو یا اپنی۔ یعنی اپنے ہی گھر سے خاوند کی مرضی اور اجازت کے بغیر کسی چیز کا لینا یا چھپانا بھی چوری ہی میں شامل ہے)

۳۔ ”زنا نہ کریں گی“ (ارتکاب زنا کے علاوہ مبادیات زنا کا اظہار، یعنی بن ٹھن کر باہر نکلنا اور بے پردہ پھرنا جسے تبرج الجاہلیت کہا گیا ہے۔ اس میں شامل ہے)

۴۔ ”اولاد کو قتل نہ کریں گی“ (عرب میں لڑکوں کو زندہ رکھنے اور لڑکیوں کو مارنے کی رسم تھی اس کو مٹانے کے لیے یہ عہد لیا گیا ہے جیسے آج کل منصوبہ بندی کے مطابق رحم میں ہی بچے کو مار دیا جاتا ہے اگر آج کل تعلیم کے متعلق اس کی تاویل کر لی جائے تو نہایت ہی موزوں ہے۔ یعنی اولاد کو جاہل رکھنا گویا قتل کر دینے کے مترادف ہے۔ ”**قوا انفسکم واهلیکم نارا**“ اور وہ احادیث جو تحصیل علم کے متعلق تاکیدی طور پر فرمائی ہیں قابل توجہ ہیں)

۵۔ ”کسی پر بہتان نہ لگائیں گی“ (یعنی کسی پاکدامن کو مطعون یا ذلیل کرنے کے لیے بدنام کرنا اور اس پر افتراء جوڑنا جسے ایک معمولی چیز سمجھا جاتا ہے)

۶۔ ”میری نافرمانی نہ کریں گی“ (یعنی حضور ﷺ بحیثیت پیر و مرشد اور نبی ہونے کے جو حکم فرمائیں گے اسے قبول کریں گی، جس کام سے روکیں گے، اس سے رک جائیں گی)

۷۔ ”بین نہ کریں گی“ ۔۸۔ ”بال نہ نوچیں گی“ ۔۹۔ ”کپڑے نہ پھاڑیں گی“ ۔۱۰۔ ”سینہ کوبی نہ کریں گی“

(یعنی جب کوئی عزیز مر جائے تو ایام جاہلیت کی طرح نہ اس پر بے تحاشا روئیں گی نہ چیخیں گی نہ چلائیں گی اور نہ خدا تعالیٰ کا شکوہ اور شکایت کریں گی بلکہ اس صدمہ پر صبر کریں گی اور سوائے چند آنسو بہانے کے اور کچھ نہ کریں گی)

۱۱۔ ”کسی غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کریں گی“ (کیونکہ غیر محرم سے پردہ لازمی ہے اس لیے حضور ﷺ نے خصوصیت سے عورتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ کسی محرم کے ساتھ الگ نہ ہوں۔ نہ کسی مکان میں نہ سفر میں کیونکہ تیسرا شیطان ہو گا جو انہیں ورغلائے گا)

۱۲۔ ”خاوند کی اطاعت کریں گی“ (اس کی حکم عدولی نہ کریں گی۔ اس کے گھر کی نگرانی کریں گی اسے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ کریں گے اس کی اولاد کی صحیح طور پر تربیت کریں گی)

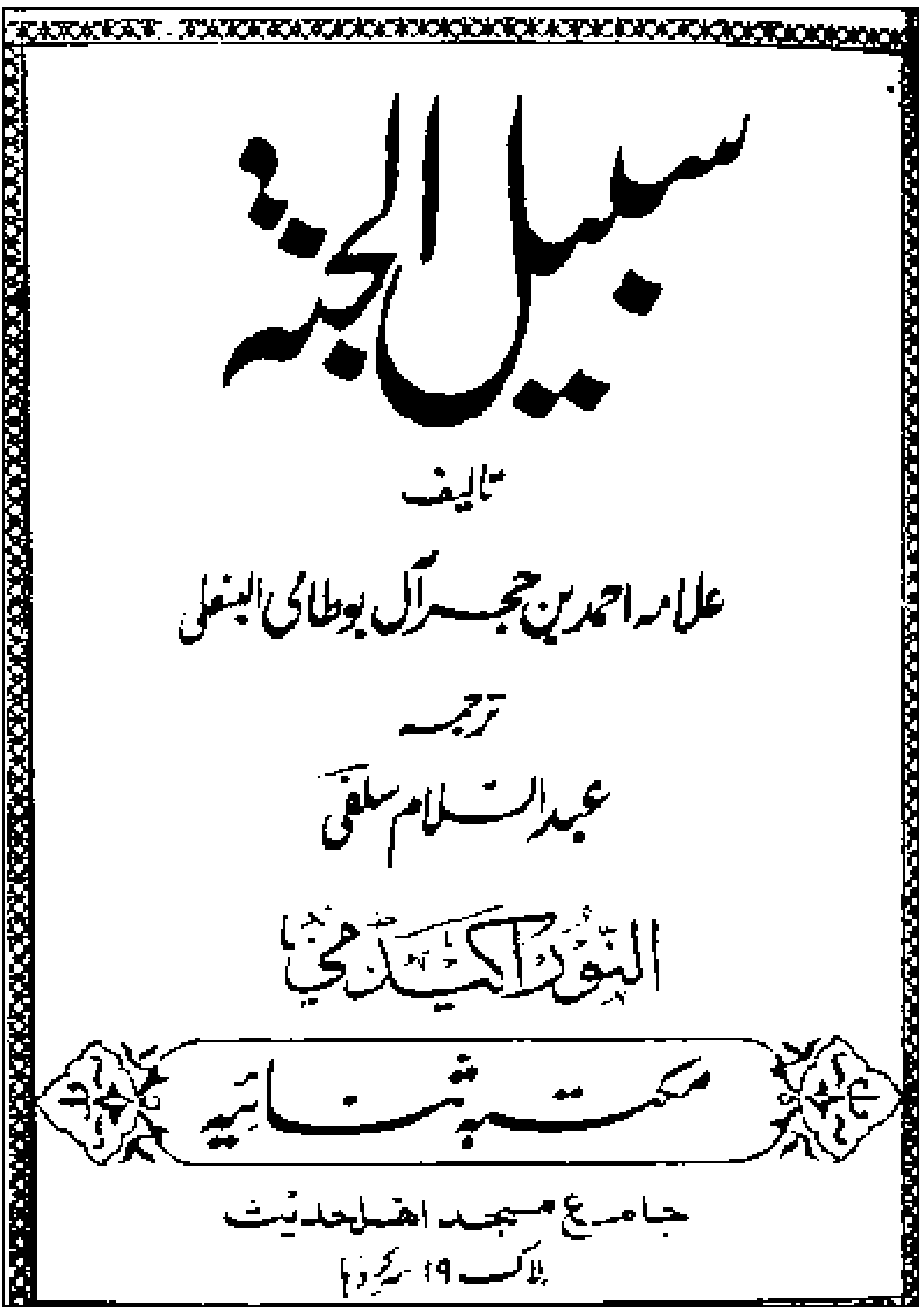

سبیل الجنۃ

تالیف

علامہ احمد بن حجر آل بوطامی البنعلی

ترجمہ

عبد السلام سلفی

النور اکیڈمی

مکتبہ ثنائیہ

جامع مسجد اہلحدیث

بلاک ۱۹ سرگودھا

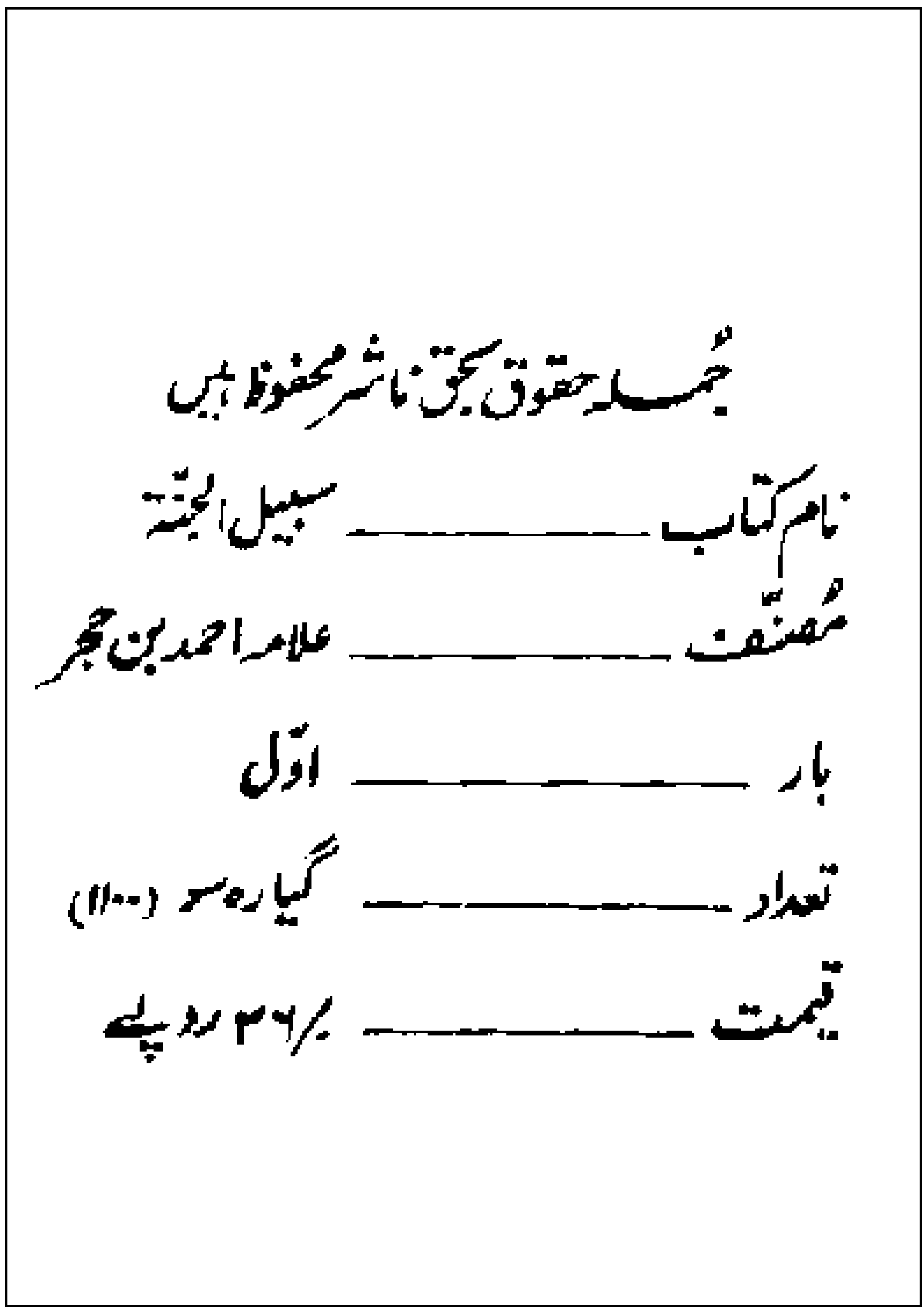

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— سبیل الجنۃ

مصنّف ——— علامہ احمد بن حجر

بار ——— اوّل

تعداد ——— گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ——— ۲۶/ روپے

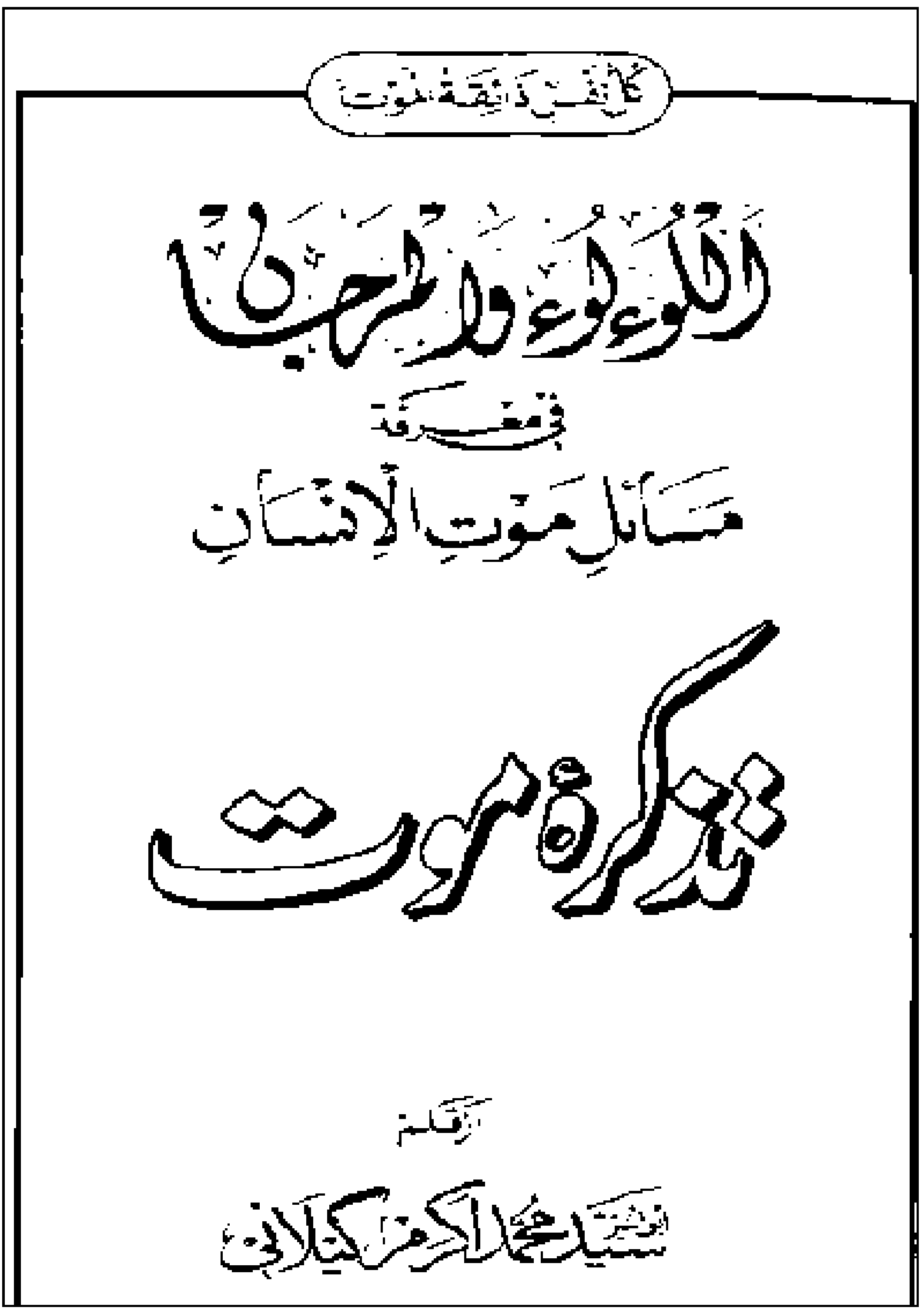

کل نفس ذائقۃ الموت

اللؤلؤ والمرجان

فی معرفۃ

مسائل موت الانسان

تذکرۂ موت

از قلم

سید محمد اکرم کیلانی

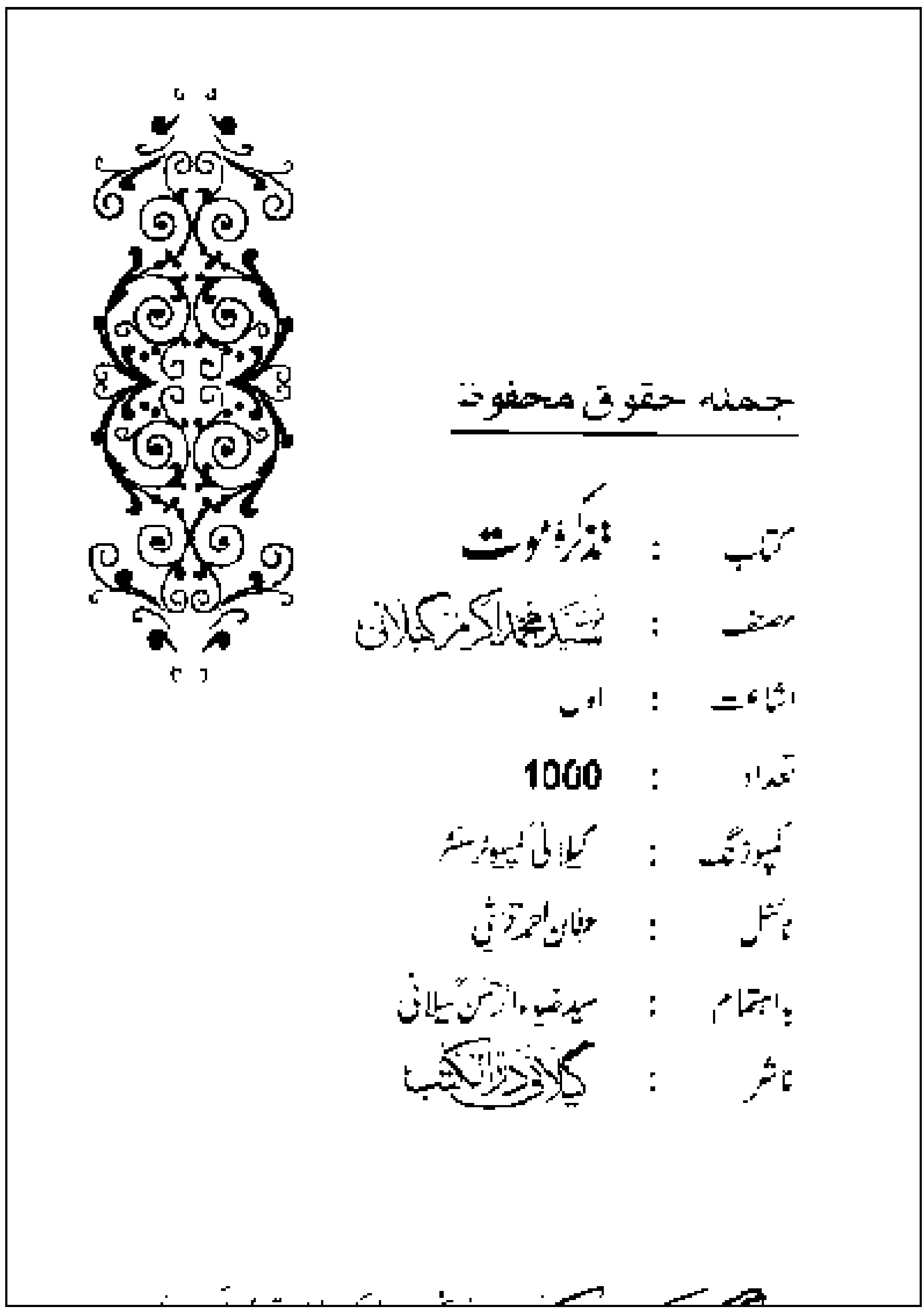

جملہ حقوق محفوظ

کتاب : تذکرۂ موت

مصنف : سید محمد اکرم کیلانی

اشاعت : اول

تعداد : 1000

کمپوزنگ : کیلانی کمپیوٹر سنٹر

ٹائٹل : عنایت احمد قریشی

باہتمام : سید ضیاء الرحمٰن کیلانی

ناشر : کیلانی دار الکتب

یہ اور چند اسی قسم کی اور باتیں تھیں جن کی آنحضرت ﷺ بیعت لیا کرتے تھے اور بیعت کے بعد فرماتے تھے۔ **فان وفیتم فلکم الجنة** (رواہ ابی حاتم) ''اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا تو جنت مل جائے گی''

بیعت کی شرائط کا پورا کرنا: حضور ﷺ قریباً قریباً یہی بیعت مردوں سے بھی لیا کرتے تھے۔ صرف ایک شرط جہاد کا اضافہ ہوتا تھا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سے نبی ﷺ نے انہی شرائط پر بیعت لی اور فرمایا: ''**فمن و فی منکم فاجره علی الله ومن اصاب من ذالك شيئا فعوقب به**'' ''اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ سے اجر ملے گا اور کسی شرط کو توڑ دیا تو سزا دی جائے گی''۔

اب حضور ﷺ کی ان شرائط پر غور فرمایئے، جو بیعت کے وقت مریدین سے بطور معاہدہ لی جا رہی ہیں کہ کس قدر پاکیزہ کس قدر اہم اور کس قدر ضروری ہیں اور پھر ان کے ساتھ ہی ذرا اپنی حالت پر غور کیجئے۔...... (رہبر کامل ص ۱۷۷)

مریدین کا مرشد سے دعا کرانا: یہ قاعدہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے پاس اکثر دعا کے لیے آیا کرتے ہیں انہیں جب کوئی تکلیف ہو، مرض ہو یا ضرورت ہو تو اپنے پیر سے شکایات کرتے ہیں اور پیر کو مستجاب الدعوات سمجھ کر دعا کی درخواست کرتے ہیں حضور ﷺ بھی چونکہ پیر تھے اس لیے لازماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی آپ ﷺ کے پاس آنا چاہئے تھا۔ چنانچہ وہ آتے اور اس قدر آتے تھے کہ شاید آج دنیا کے کسی پیر کے پاس اتنے لوگ نہ آتے ہوں حضور ﷺ ان کے لیے دعا کرتے برکت کے طور پر ہاتھ پھیرتے اور ان میں سے بے شمار لوگ اپنے اپنے مطالب میں کامیاب ہو جاتے۔ (رہبر کامل ص ۱۷۷)

نام کتاب:۔ سبیل الجنۃ ...... مصنف:۔ احمد بن حجر رحمہ اللہ

ائمہ اربعہ کی عزت اور احترام: ہم چاروں مسلک کا پہلے بھی احترام کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ اور ائمہ کرام کی فضیلت و عظمت کے معترف بھی ہیں۔ کیوں نہ ہوں جبکہ انہوں نے شریعت مطہرہ کی زبردست خدمت کی۔ اللہ کے عائد کردہ فرائض بے کم و کاست انجام دیئے۔ وہ لوگ زہد و تقویٰ، علم و عمل، اور ایمان و اخلاص میں قابل تقلید نمونہ تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت ان کی مداح اور ان کی محبت و عظمت پر متفق ہے۔ ان کے فضائل اور صفات ستودہ کے بیان میں بے شمار روایات وارد ہیں۔ علماء نے ان کے مناقب، فضائل اور علمی مہارت کے متعلق متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ان کا سوانحی خاکہ گزشتہ صفحات میں۔ ''تقلید و اجتہاد کا کیا حکم ہے؟'' کے زیر عنوان بالتفصیل گزر چکا ہے۔ ہم اللہ کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے نفرت رکھتے ہیں خدا ہمارے شیخ احسائی عبدالعزیز بن صالح کو غریق رحمت کرے انہوں نے کیا خوب کہا:

اَئِمَةُ حَقٍّ كَالشُّمُوسِ اِشْتِمَارُهُمْ   فَمَا انْطَمَسُوْا اِلَّا عَلٰى مَنْ بِه عَمِي

(یہ لوگ ائمہ حق ہیں جو سورج کی طرح روشن ہیں، ان کو وہی شخص نہیں دیکھ سکتا جو بصارت سے محروم ہو)

نام کتاب:۔ تذکرہ موت....... مصنف:۔ سید محمد اکرم گیلانی

کتاب ''تذکرہ موت'' کا ایصال ثواب:۔ وضاحت: موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں۔ مولانا سید اکرم شاہ گیلانی رحمہ اللہ کی اہلیہ رضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں موصوف نے مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے ''تذکرہ موت'' 415 صفحات کی کتاب قرآن احادیث اور اقوال صوفیاء پر مشتمل تالیف فرمائی اللہ پاک آپ کی کاوش کو قبول فرما کر جزا دارین عطا فرمائے۔ صفحہ 204 پر مؤلف سبب تالیف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

''میری اہلیہ محترمہ مرحومہ سیدہ ثریا بیگم جس کے ایصال ثواب کیلئے یہ کتاب لکھی جا رہی ہے کا انتقال بھی ۲۹ رمضان المبارک بروز جمعرات ۱۴۲۳ھ کو ہوا تھا۔

سردار اولیاء کی استقامت علی الشریعت:۔ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی مرحوم بے نماز کے متعلق بڑا سخت فتویٰ لگاتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک بے نماز کافر ہے۔ اس پر نہ نماز جنازہ پڑھا جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ (غنیۃ الطالبین عربی ج ۲: ص ۱۱۱)

اولیاء اللہ کے سردار حضرت پیر جیلانی مرحوم بے نماز کو مسلمان کہنا ہی پسند نہیں فرماتے لہٰذا ہر مسلمان کو پابندی کے ساتھ ساری عمر نماز پڑھتے رہنا چاہیے۔ (تذکرہ موت ص ۲۲۸)

ہر نیک عمل کا ایصال ثواب: جہاں تک فوت شدہ کو ایصال ثواب کا تعلق ہے وہ تو ہم ذکر کر آئے ہیں کہ میت کا اولاد کی طرف سے صدقہ وخیرات اور ہر نیک عمل کا ثواب والدین کو اساتذہ کرام کو عزیز واقارب کو پہنچتا ہے جیسا کہ مالی صدقہ جاریہ یا دعا وغیرہ۔ (ص ۳۴۲)

ذکر صالحین پر رحمت کا نزول:۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علماء کرام کو بلاتے وہ موت، قیامت اور آخرت کا تذکرہ فرماتے تو تمام اہل مجلس روتے ایسا معلوم ہوتا کہ ان کے سامنے جنازہ پڑا ہوا ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب موت کا ذکر ہوتا تو کئی دن پریشان رہتے کوئی سوال کرتا تو فرماتے مجھے علم نہیں ہے۔ (التذکرہ ص ۱۶)

مندرجہ بالا واقعات حصول عبرت کیلئے فائدہ مند ہوتے ہیں یوں بھی نیک لوگوں کے واقعات سے نزول رحمت ہوتا ہے۔ واقعات کتاب وسنت سے متصادم نہ ہوں تو بیان کرنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔

امام قرطبی اسی طرح کا ایک واقعہ پہلے لوگوں کے حالات میں بیان فرماتے ہیں جو عبرت کیلئے مندرجہ ذیل ہے۔

اولیاء کی دعا پر مردہ زندہ ہو جانا:۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم واقعات بنی اسرائیل بیان کیا کرو ان میں بڑے عجیب واقعات ہیں پھر خود آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ قوم بنی اسرائیل سے ایک گروہ قبرستان میں آیا اور کہنے لگے کہ ہم دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کسی مردہ کو نکالے جو ہم کو موت کے متعلق بتائے انہوں نے ایسا ہی کیا تو ایک شخص قبر سے نکلا جس کا رنگ سیاہ اور سر سفید تھا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کا نشان تھا اس نے کہا اے لوگو! تم کیا چاہتے ہو مجھے وفات پائے ہوئے ایک سو سال گزر گیا ہے لیکن ابھی تک موت کی حرارت ٹھنڈی نہیں ہوئی تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ مجھے واپس لے جائے۔ (التذکرہ، امام قرطبی ص ۲۸۔ ج ۱)

جمعہ کے روز زیارتِ قبور کی فضیلت:۔ علامہ محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

زیارت قبر کے واسطے کوئی خاص دن یا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ جب اور جس وقت چاہے دن کو یا رات کو زیارت قبر کیلئے قبرستان جائے۔ ہاں جمعہ کے روز قبروں کی زیارت کرنا بہ نسبت اور دنوں کے افضل ہے۔

محمد بن نعمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص جمعہ کو اپنے ماں باپ دونوں کی یا ان میں ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس شخص کے لئے مغفرت کی جاتی ہے اور لکھ لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ہر جمعہ کو ایک بار اپنے ماں باپ دونوں کی یا ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ کے اس کے گناہوں کو بخشے گا اور لکھے گا کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہے۔ روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے۔ (تذکرہ موت ص ۳۷۷)

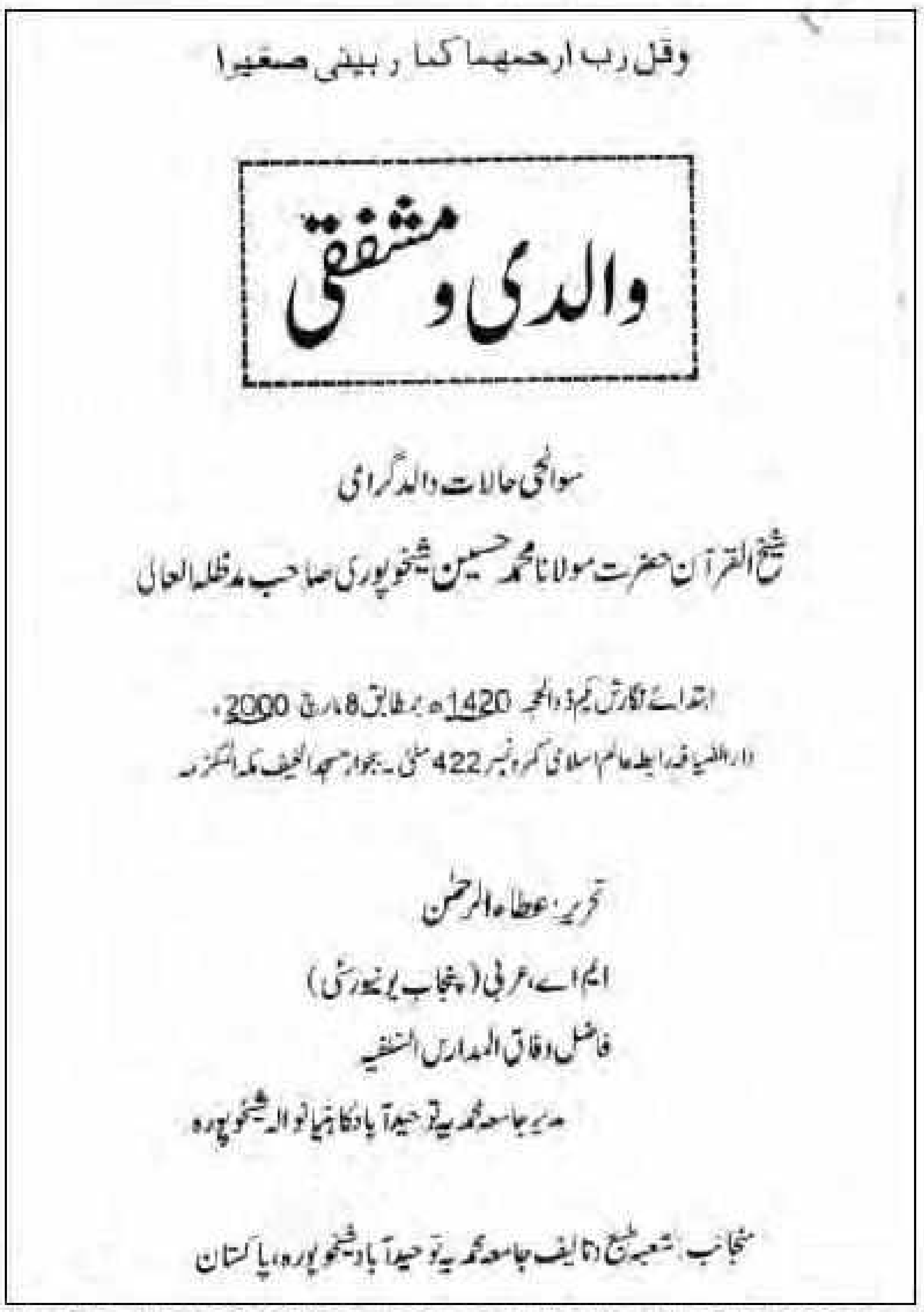

وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا

والدی و مشفقی

سوانحی حالات والد گرامی

شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری صاحب مدظلہ العالی

ابتدائے نگارش یکم ذوالحجہ 1420ھ بمطابق 8 مارچ 2000ء۔

دار الضیافہ رابطہ عالم اسلامی کمرہ نمبر 422 منیٰ۔ بجوار مسجد الخیف مکہ المکرمہ

تحریر: عطاء الرحمٰن

ایم اے، عربی (پنجاب یونیورسٹی)

فاضل وفاق المدارس السلفیہ

مدیر جامعہ محمدیہ توحید آباد ڈکانہ نیانوالہ شیخوپورہ

منجانب: شعبہ طبع و تالیف جامعہ محمدیہ توحید آباد شیخوپورہ، پاکستان

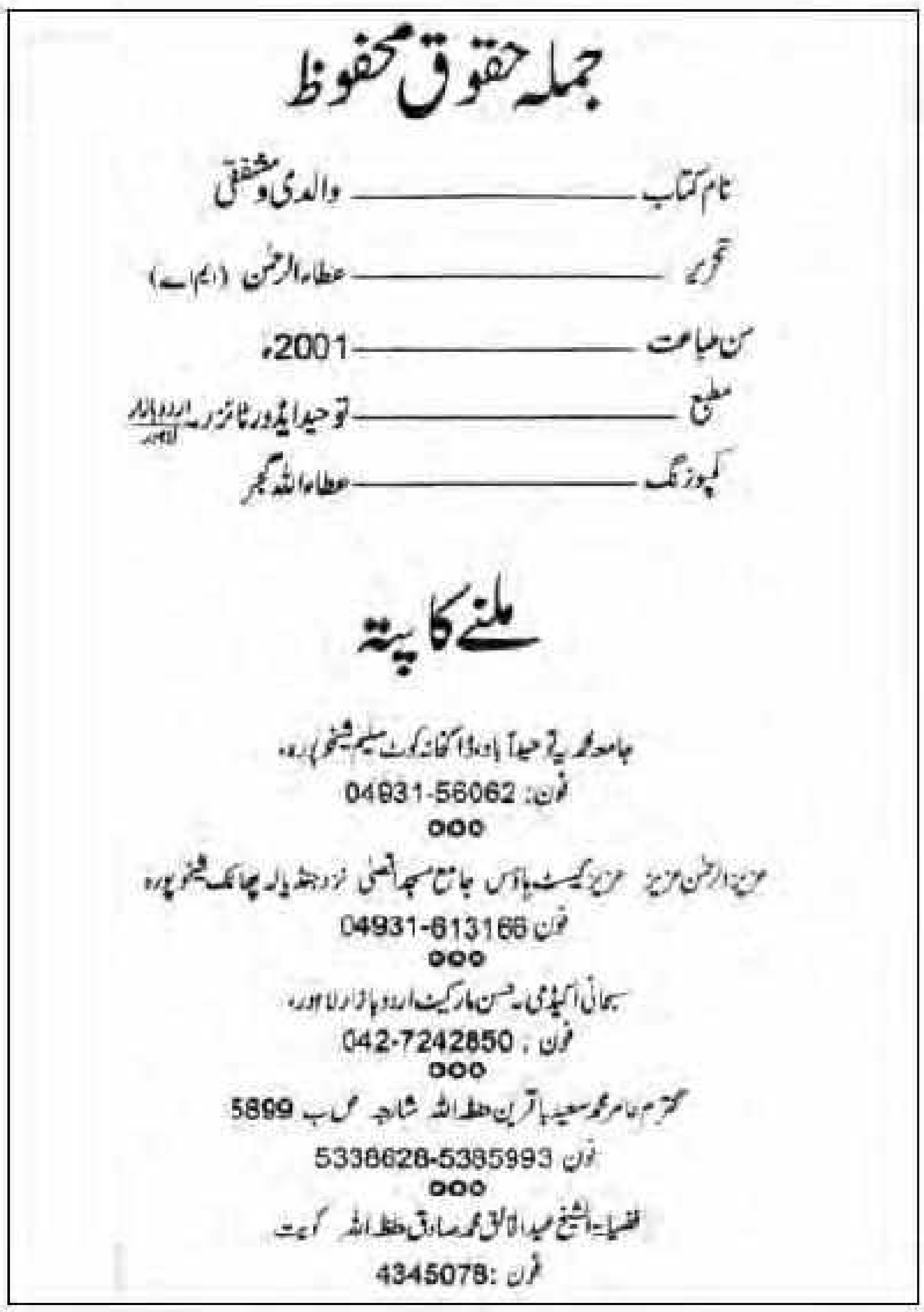

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ———— والدی و مشفقی
تحریر ———— عطاء الرحمٰن (ایم اے)
سن طباعت ———— 2001ء
مطبع ———— توحید ایڈورٹائزرز، اردو بازار لاہور
کمپوزنگ ———— عطاء اللہ گجر

ملنے کا پتہ

جامعہ محمدیہ توحید آباد، ڈاکخانہ کوٹ سلیم شیخوپورہ۔
فون: 04931-56062

○○○

عزیز الرحمٰن عزیز عزیز کیسٹ ہاؤس جامع مسجد اقصیٰ نزد جنڈیالہ پھاٹک شیخوپورہ
فون 04931-613166

○○○

سبحانی اکیڈمی، حسن مارکیٹ اردو بازار لاہور۔
فون، 042-7242850

○○○

محترم عامر محمد سعید باقرین حفظہ اللہ شارجہ ص ب 5899
فون 5336628-5385993

○○○

فضیلۃ الشیخ عبد الخالق محمد صادق حفظہ اللہ کویت
فون :4345078

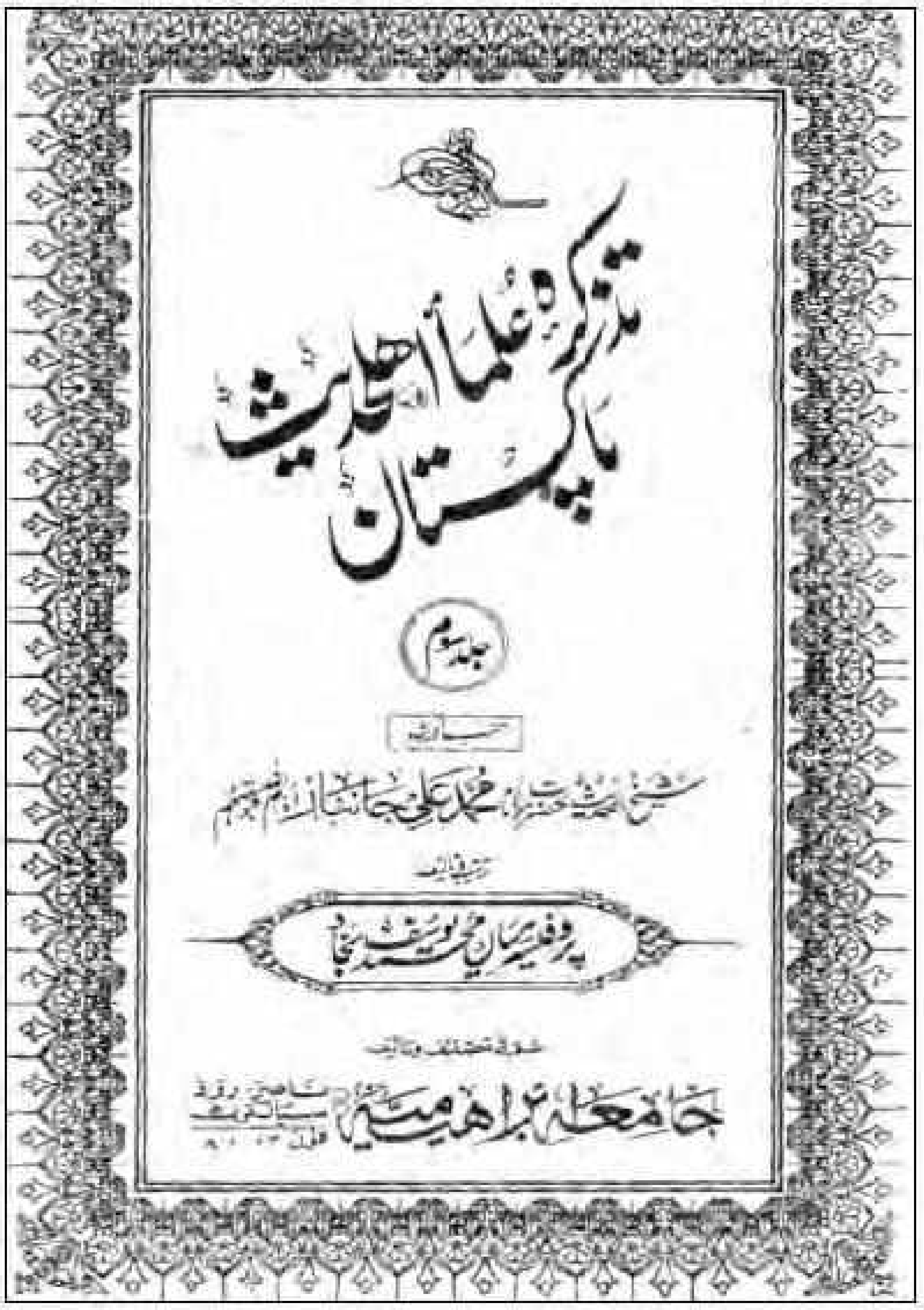

تذکرہ علمائے اہلحدیث پاکستان

جلد سوم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز دام مجدہم

پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد

جامعہ ابراہیمیہ

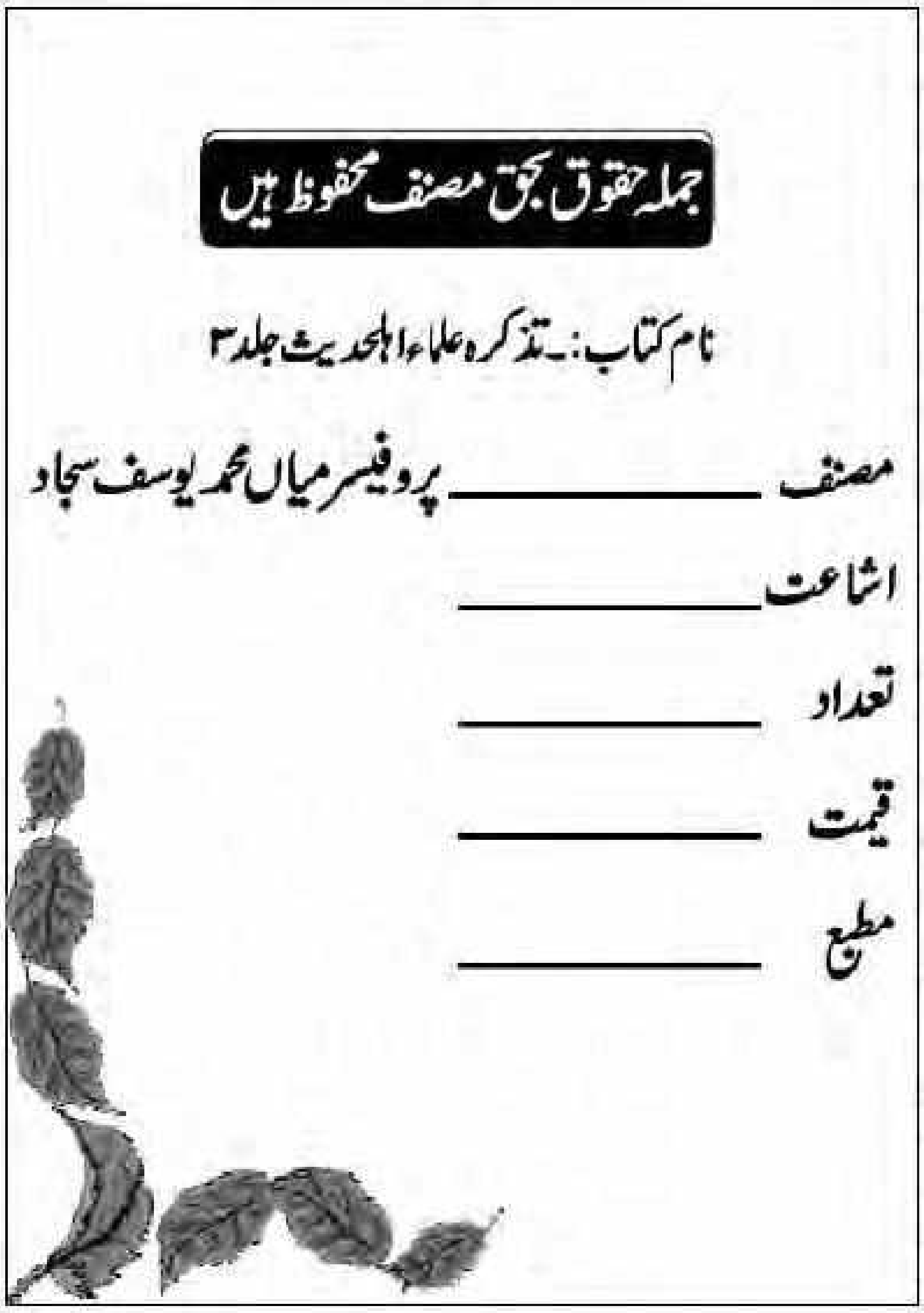

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳

مصنف ———— پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد
اشاعت ————
تعداد ————
قیمت ————
مطبع ————

زیارتِ قبور کا طریقہ:۔ زیارت قبر کا طریقہ یہ ہے کہ منہ قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف کر کے کھڑا ہو اور زیارت قبر کی جو دعائیں آگے لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی دعا پڑھے اور ان کے علاوہ مردوں کے واسطے اور بھی دعائیں کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مدینہ کی قبروں پر آئے اور اپنے منہ کو قبروں کی طرف کیا۔ اور کہا۔ **السلام عليكم يا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم**، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ملاعلی قاری ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت پر سلام کرنے کے وقت اپنے منہ کو میت کے منہ کی طرف کئے رکھے۔ اسی پر عامہ مسلمانوں کا عمل ہے۔ اور زیارت قبر کے وقت کھڑے دعا کرنا چاہیے۔ ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کرنا ثابت ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع میں تشریف لے گئے اور دیر تک کھڑے رہے پھر تین بار دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ (تذکرہ موت ص ۳۷۸)

نام کتاب:۔ والدی و مشفقی سوانحی حالات والد گرامی
مصنف:۔ شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ

دعائے ولی پر خلاصی کی کشفی اطلاع:۔ کیس ایک تو سندھ میں تھا دوسرے مارشل لاء کی کئی دفعات کے تحت کیس کیا گیا تھا اس لئے ذہن میں پریشانی ایک طبعی بات تھی ایک دن خیال آیا حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کرائی جائے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ ماشاء اللہ مستجاب الدعوات تھے۔ ماموں کانجن میں ان کے پاس حاضری ہوئی میں نے ساری بات سنائی تو فرمانے لگے۔ صبح تہجد کی نماز کے وقت ملنا میں سمجھتا تھا کہ صبح تنہائی بھی ہوگی اور وقت بھی خاصہ اور نہایت سہانا ملے گا۔ جب تہجد کے وقت صوفی صاحب کے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ بہت سارے لوگ دعا کے لئے موجود ہیں میں نے دعا کے لئے درخواست کی بس پھر ہاتھ اٹھے۔ مجھے ہاتھ اٹھائے تھکاوٹ کا احساس ہونے لگا مگر حضرت صوفی صاحب کے ہاتھ اٹھے ہیں اور دعا کئے جا رہے ہیں اور رو رو کر میرا بھرم رکھنا اور کیس ختم کر دے، ایسے الفاظ ان کی زبان سے یوں نکل رہے تھے جیسے کسی دوست سے کہا جا رہا ہو دیر بعد دعا ختم ہوئی فرمانے لگے جا کوئی نہیں پوچھے گا ان شاء اللہ۔

(والدی و مشفقی شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری ص ۱۲۱)

شیخ القرآن کے معمولات یومیہ:۔ قرآن کریم کی کثرت کے ساتھ تلاوت۔ تدبر و تفحص کے علاوہ صبح و شام کے وظائف کے متعلق میں نے پوچھا تو فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ ریاکاری سے بچائے صرف ترغیب کے لیے بتا دیتا ہوں۔ میرے روزانہ وظائف میں

(۱) نماز فجر کے بعد سورۃ یٰسین۔ (۲) نماز مغرب کے بعد سورۃ الواقعہ، نماز عشاء کے بعد سورۃ السجدہ اور سورۃ الملک۔

(۳) ہر نماز کے بعد **سبحان الله** ۳۳ دفعہ، **الحمدلله** ۳۳ دفعہ۔ **الله اكبر** ۳۴ مرتبہ اور آیۃ الکرسی ہر نماز کے فرضوں کے بعد۔

(۴) فجر اور مغرب کے فرضوں کے بعد سورۃ الحشر کی آخری تین آیات۔ (۵) ان کے علاوہ درود ابراہیمی کم از کم 100 بار (۶) **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم** 100 بار (۷) **استغفر الله الذى لا اله الا هو الحى القيوم واتوب اليه** 100 بار (۸) **سبحان الله والحمد لله ولااله الا الله والله اكبرولا حول ولا قوة الا بالله** 100 بار (۹) **حسبى الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم** 100 بار (۱۰) **لااله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين** 100 بار (۱۱) آخر میں پھر کثرت سے درود شریف۔ پھر مجھے یہ شعر سنایا۔

فجرے پڑھ یٰسین تو پیشی سورۃ نوح عم یتسأ لون عصر نوں خوش ہووے گا روح

سورۃ واقعہ شام نوں سورۃ ملک عشاء   دیوے رب تو نگری تن نوں رہوے شفاء

(والدی و مشفقی شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخو پوری ص ۱۵۶)

تقویٰ کیا ہے؟:۔ قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه لکعب الاحبار حدثنی عن التقویٰ قال هل اخذت طریقا ذاشوكٍ قال نعم قال فما عملت فیه؟قال جذرت وشمرت قال کعب کذالك التقویٰ.......

فنظمه شاعر :

خلّ الذّنوب صغیر ها و کبیر ها فهوا التقی   واصنع کماش فوق ارض الشوك یحذر مایریٰ
لا تحقرنّ صغیرةً انّ الجبال من الحصیٰ   (غنیة الطالبین مترجم للشیخ جیلانی رحمه الله ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت مدظلہ العالی نے اس کا ترجمہ پنجابی اشعار میں اس طرح کیا ہے۔

تقویٰ کا ترجمہ

چھوٹیاں وڈیاں کل برائیاں چھوڑن تقویٰ سوئی   کنڈیاں والی دھرتی تے جیویں ترے مسافر کوئی
چھوٹے نوں نہ چھوٹا سمجھے بچ بچ قدم ٹکادے   دے توفیق خدا وند عالم لنگھ سلامت جاوے
چھوٹے کنکر کٹھے ہو کر بنن پہاڑ اچیرے   چھوٹیاں اوگناں لاپرواہیوں کیاں دے روڑے بیڑے
گھوڑے نفس سواری کر کے کیتے ای سیر اگاہاں   رات عمر دی سر تے آ گئی واگاں موڑ پچھاہاں

(والدی و مشفقی شیخ القرآن حضرت مولانا محمد حسین شیخو پوری ص ۳۴۹)

نام کتاب :۔ تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳......... ترتیب وتالیف :۔ پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد

متصوف عالم سے کسب علم :۔ مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال مولانا علی محمد سعیدی نے ابتدائی دینی تعلیم پیر محبوب شاہ رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ جولکھوکے والوں سے فیض یافتہ تھے۔ انہی کی ہدایت پر آپ مزید تعلیم کے لئے گھر سے نکلے کچھ عرصہ مولانا سید عبدالرحیم شاہ بن پیر محبوب شاہ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا پھر موضع میر محمد ضلع لاہور (حال ضلع قصور) میں حضرت مولانا ابوالعطاء محمد عبدالحق سنگھا نوالہ سے جملہ بڑی کتب حدیث وتفسیر وفقہ قواعد، منطق وفلسفہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں امرتسر میں مولانا نیک محمد، مولانا عبدالرشید، مولانا ثناء اللہ امرتسری مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا محمد حسین غزنوی اور مولانا عبدالرحمان دیوبندی رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳ ۱۴)

مولانا سعیدی کے استادگرامی مولانا عبدالحق مرحوم غالباً مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنوی رحمہما اللہ فرنگی محلی حنفی کے فیض یافتہ تھے...... جب آپ تحصیل علم سے فراغت کے بعد وطن واپس آئے تو اسی گاؤں کے ایک نیک دل خوش خصال بزرگ صوفی ولی محمد رحمہ اللہ نے اپنی بڑی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کردیا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۱۵)

کسب علم میں راہ اعتدال :۔ مولانا قاری عبدالحفیظ خطیب جامع مسجد اہل حدیث شیخ کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد مولانا قاری عبدالحفیظ کے والد مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔

... مولانا خیر محمد جالندھری مہتمم خیر المدارس ملتان، مولانا اللہ بخش ملتان، مولانا قاری تاج محمد منڈی عبدالحکیم رحمہم اللہ سے بھی اکتساب علم کیا۔
(تذکرہ علماء اہلحدیث ج ۳، ص ۲۰)

مولانا عبدالقادر ندوی رحمہ اللہ

ندوۃ العلماء سے کسب علم:۔ مولانا عبدالقادر ندوی فاضل ندوۃ العلماء لکھنو مہتمم جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن ضلع فیصل آباد۔ ۱۹۴۰ء میں آپ نے حضرت صوفی صاحب اور حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے مشورہ سے ندوۃ العلماء لکھنو (بھارت) میں داخلہ لیا۔ آپ کو ندوہ کے آخری درجہ میں داخل کیا گیا۔ یہاں آپ نے سید حلیم عطا شاہ سے حدیث، تفسیر، کشاف، مولانا عمران خاں الازہری سے الاتقان فی علوم القرآن مولانا محمد ناظم ندوی سے حجۃ اللہ البالغہ، مولانا ابوالحسن علی ندوی سے علوم تفسیر اور سیاسیات و معاشیات کے لئے مولانا محمد اسحاق سندیلوی رحمہم اللہ سے اخذ فیض کیا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث ج ۳، ص ۳۲)

صوفی صاحب کے جانشین:۔ آپ نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو حضرت صوفی صاحب کا جانشین ثابت کر دکھایا ہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ جامعہ تعلیم الاسلام کے ذرہ ذرہ سے مولانا ندوی کے خلوص وللّٰہیت کی مہک آتی ہے جامعہ کو دیکھ کر جہاں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مستجاب الدعوات ہونے کا یقین ہوتا ہے وہاں مولانا ندوی کے حسن انتظام و انصرام کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ (جلد ۳، ص ۳۳)

ایک بار مولانا ولی محمد صاحب رحمہ اللہ فتوحی والا ضلع قصور والے بزرگ جو کہ نہایت متقی و پرہیز گار اللہ والے انسان تھے اوکاڑہ آئے میں ان کو گھر لے آیا۔ چاول پکے ہوئے تھے مٹی کی کنالی میں ڈال کر انہیں پیش کیے تو وہ فرمانے لگے کہ عبدالعزیز آج آپ نے میری طبیعت خوش کر دی ہے۔ میں لوگوں کے پر تکلف کھانوں اور برتنوں سے بہت گھبراتا ہوں۔ آج آپ نے کنالی میں میرے آگے چاول رکھے ہیں ایسے سادے برتنوں میں کھانے سے طبیعت کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث ج ۳، ص ۸۵)

مولانا کی عمر کے تقاضے کے مطابق صحت آخر وقت میں تقریباً معمول کے مطابق تھی...... وفات سے دو رات قبل آدھی رات کے وقت بڑے اطمینان سے بتایا کہ میرا وقت قریب ہے میری نماز جنازہ مولانا صدیق حسن صاحب پڑھائیں...... اور نیک لوگوں کے پڑوس میں مجھے دفن کرنا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۸۶)

مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق رحمہ اللہ:۔ حکیم حاذق (گولڈ میڈلسٹ) منشی فاضل ادیب فاضل فاضل علوم اسلامیہ خطیب جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث و مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام بدوملہی ضلع سیالکوٹ۔

آپ کے قصبہ تیجہ کلاں ضلع گورداسپور بھارت میں کشمیر برادری کے دو گروہ تفوق قیادت میں ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار رہتے تھے گاؤں میں فتنہ و فساد، جنگ و جدل اور حرب و ضرب کے بادل منڈلاتے رہتے تھے ایک گروہ کے سربراہ جناب فیض محمد تھے اور دوسرے کی سیادت جناب فقیر محمد کے ہاتھ میں تھی۔ مولانا خلیق کا خاندان بھی ان اصحاب حرب و ضرب میں شامل تھا۔ آپ کے والد محترم نے آپ کی تقریری صلاحیتوں میں مزید تابندگی پیدا کرنے کیلئے خطبہ جمعہ آپ کے سپرد کر رکھا تھا۔ ایک خطبہ جمعہ کے آخر میں جبکہ متحارب گروہوں کے افراد مسجد میں موجود تھے۔ آپ نے انتہائی دلدوز تقریر فرمائی جس میں آپ نے محشر کے محاسبے، اللہ تعالیٰ کی ہولناک گرفت و قہر اور دوزخ کے شعلوں کا ذکر کیا اور اس فتنہ و فساد کے نتائج و عواقب سے انہیں آگاہ کیا۔ مسجد میں شور و گریہ اٹھنے لگا۔ جناب فیض محمد اٹھے اور انہوں نے اپنی زیادتیوں کا اعتراف کیا اور فقیر محمد سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ جناب فقیر محمد اٹھے اور فیض محمد سے بغل گیر ہو گئے۔ پھر فریقین کے سارے لوگ ایک دوسرے سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے اگرچہ دلوں کا یہ انقلاب کسی آسمانی دخل سے ہی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مولانا کو اس کا ذریعہ بنا کر یہ سعادت ان کے مقدر میں کر دی۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۹۵)

ہمارے اسلاف کا اللہ سے کیسا تعلق تھا......!۔ مولانا کی عمر جب بائیس برس کی تھی۔ آپ کے قصبہ کے شمال میں ایک میل کے فاصلے پر سکھوں کا ایک گاؤں منجیانوالی تھا۔ یہاں اگرچہ کچھ مسلمان گھرانے بھی رہتے تھے مگر انہیں نماز پڑھنے کے لئے مسجد میسر نہ تھی۔ اللہ مسبب الاسباب نے اس کا سبب بھی پیدا فرما دیا۔ اسی گاؤں کا ایک سکھ ملا سنگھ اولاد نرینہ سے محروم تھا۔ وہ بیٹے کے لئے برس ہا برس تک اپنے سادھوؤں

سنتوں مہنتوں، گرنتھیوں، پروہتوں اور پجاریوں کے دروازوں کی خاک چاٹتا رہا۔ مندروں، بت خانوں گوردواروں اور دھرم شالاؤں میں شالاؤں میں سیوک بن کر رہا۔ منتیں مانیں، نذریں پیش کیں، چڑھاوے چڑھائے۔ مرادوں کے دھاگے باندھے، مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا ایک روز اس نے مولانا کے والد محترم کی خدمت میں اپنی دکھ بھری کہانی سنائی۔ انہوں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ اب مسلمانوں کے اللہ کو بھی آزما دیکھو یقیناً وہ تمہیں مایوس نہیں کرے گا ملا سنگھ نے کہا کہ اگر آپ کا اللہ مجھے بیٹا دے تو میں اپنے گاؤں میں اس کے گھر کی تعمیر کے لئے زمین کا ایک ٹکڑا پیش کر دوں گا۔ مولانا کے والد محترم نے دعا فرمائی ایک سال سے پہلے پہلے اللہ نے اس کی مراد پوری کر دی۔ اس پر ملا سنگھ نے لب سڑک مسجد کے لئے زمین دے دی اور نشاندہی کر دی لیکن دوسرے سکھوں کے لئے مسجد کی تعمیر قابل قبول نہ تھی۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۹۶)

مولانا صوفی علی محمد خیالوی رحمہ اللہ:۔ خطیب جامع مسجد اہلحدیث جھوک خیال چک ۳۹۲ تاندلیانوالہ فیصل آباد میاں غوث محمد سابق خطیب و امام جھوک کھرلاں چک ۴۴۳ نزد فیصل آباد

مولانا صوفی علی محمد صوفی اور ذکر و عبادت سے خصوصاً لگاؤ رکھنے والے عالم دین ہیں۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۱۴۸)

مولانا محمد عبداللہ بھٹوی رحمہ اللہ:۔ مولانا محمد عبداللہ بھٹوی نے...... مدرسہ غزنویہ لاہور اور جامعہ اشرفیہ لاہور جیسے دینی مدارس سے تکمیل تعلیم کی۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۱۷۲)

روحانی طبیب و مرشد:۔ آپ نے مندرجہ ذیل اجل علماء کرام سے اخذ فیض کیا۔

ان اساتذہ کرام سے شرف تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ لاہور۔ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ ماموں کانجن سے بے حد متاثر ہیں۔ بلکہ امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کو وہ اپنا روحانی طبیب و مرشد مانتے ہیں۔ اور اگرچہ ماضی میں آپ کو کئی انسانوں سے واسطہ پڑا۔ حضر و سفر میں ساتھ رہنے کے وسیع مواقع میسر آئے۔ جن میں بڑے بڑے اصحاب عمائم علم و فضیلت بھی تھے۔ ارباب قلم و قرطاس بھی تھے۔ مدعیان رشد و ہدایت بھی تھے۔ فلسفی بھی تھے۔ محدث بھی، اور مفسر بھی۔ مگر پروفیسر صاحب امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کو شارح القلوب والا رواح شہنشاہ فقر و غنا اور کاروان آزادئ ہند کا آخری مسافر قرار دیتے ہیں۔ نیز آپ کے نزدیک علامہ ابن حزم، امام ابن تیمیہ شیخ احمد سرہندی، امام شوکانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ مثالی شخصیات ہیں۔

آپ اب تک سعودی عرب کے بڑے بڑے شہروں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ریاض، خرج، درعیہ، طائف کا سفر کر چکے ہیں۔

مولانا حافظ فتحی کی روحانی و باطنی بصیرت:۔ مولانا حافظ فتح محمد المعروف حافظ فتحی رحمہ اللہ: فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ مدرس المسجد الحرام مکة المکرمہ۔

حافظ صاحب گو مادرزاد آنکھوں کی بصارت سے محروم ہیں تاہم اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم و فکر کی اصابت اور روحانی و باطنی بصیرت سے مالا مال کر رکھا تھا عقل و خرد کی وہ روشنی عطا ہوئی تھی کہ ظاہری آنکھوں والے لوگ بھی اس پر رشک کرتے تھے اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان و فضل تھا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۲۰۹)

مولانا حکیم فیض عالم صدیقی کے تعویذات:۔ خطیب جامع مسجد اہل حدیث محلّہ مستریاں جہلم

مولانا حکیم فیض عالم صدیقی کے والد گرامی قدر معمولی دینی اور رسمی تعلیم رکھتے تھے۔ انتہائی کم گو آدمی تھے۔ زمینداری کے علاوہ طبابت اور تعویذ نویسی شغل تھا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۲۲۶)

طبیعت انتہائی سادہ، دنیا داری سے دور، عابد، شب بیدار، تہجد کے پابند اور تلاوت قرآن مجید سے قلبی سکون حاصل کرتے مخلص دیانتدار، متقی و متواضع تھے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۲۳۹)

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ:۔ سابق شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ۔ سابق امیر جماعت اہلحدیث پاکستان

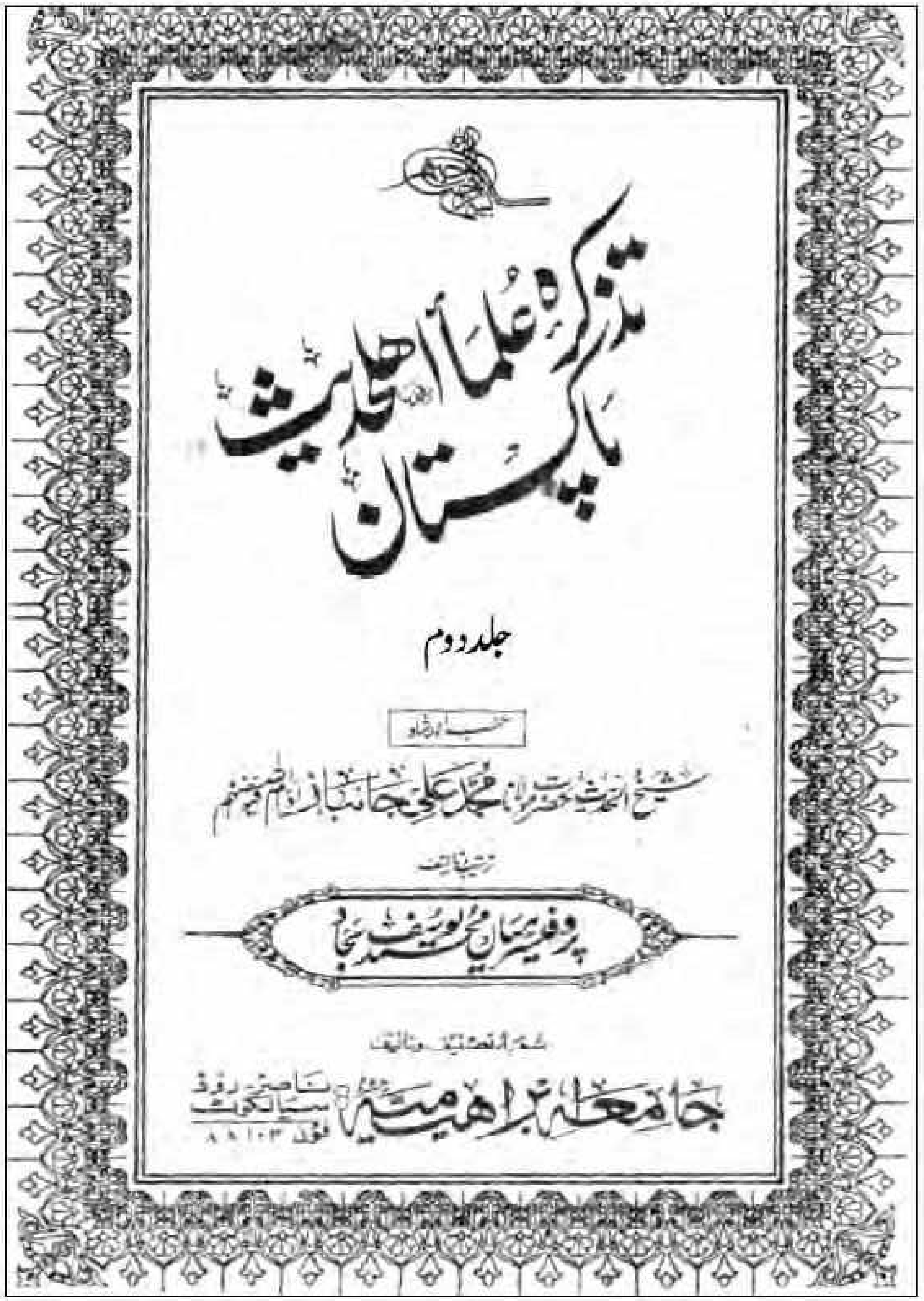

تذکرہ علماء اہلحدیث پاکستان

جلد دوم

حسب ارشاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز دام فیضہم

ترتیب و تالیف

پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد

شعبہ التصنیف والتالیف

جامعہ ابراہیمیہ ناصر روڈ سیالکوٹ فون ۸۸۱۰۳

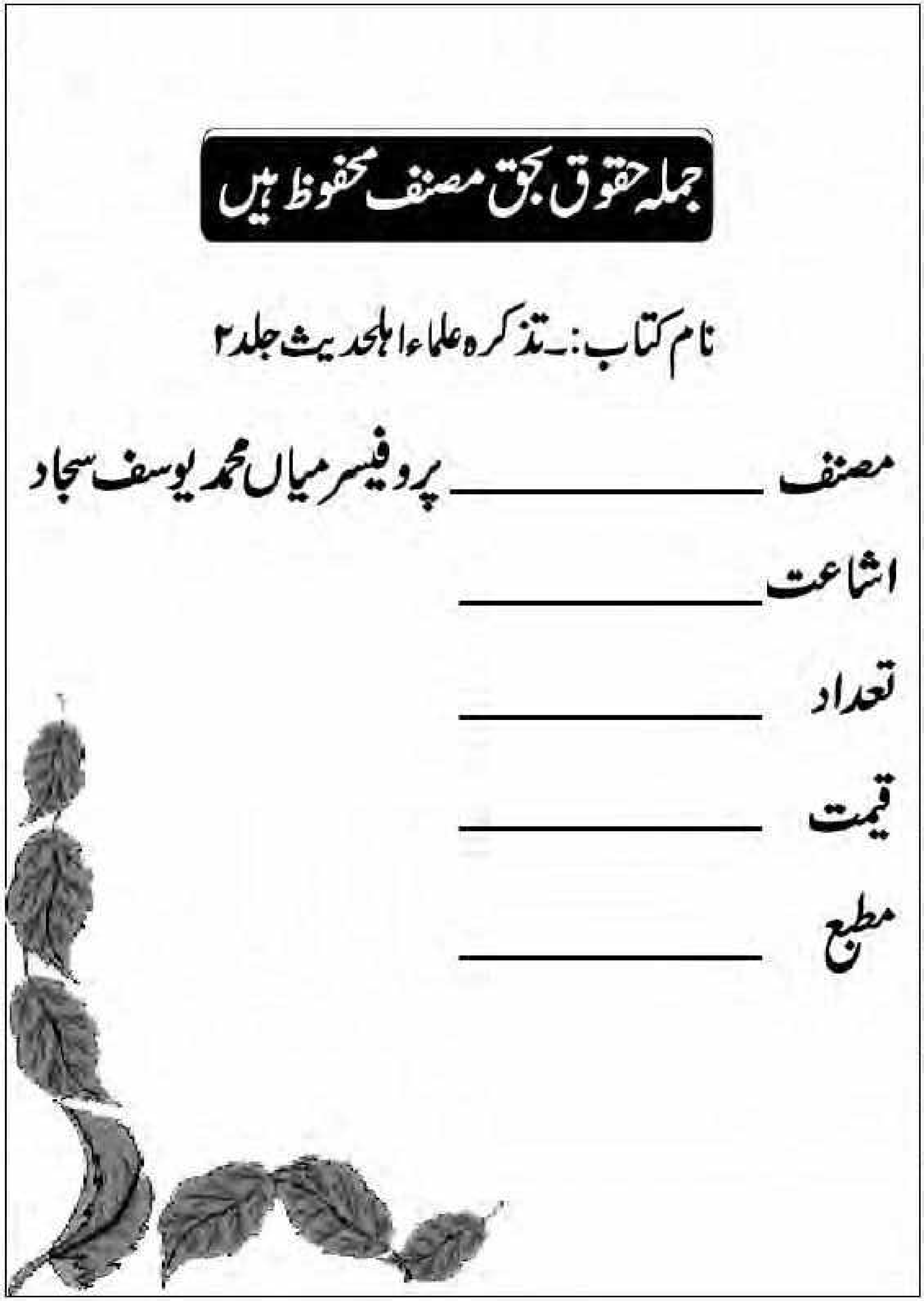

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲

مصنف ــــــــــ پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد

اشاعت ــــــــــ

تعداد ــــــــــ

قیمت ــــــــــ

مطبع ــــــــــ

حضرت حافظ صاحب کے والد گرامی قدر میاں **فضل دین**...... **حضرت** مولانا عبدالجبار غزنوی المعروف امام صاحب کے بہت **عقید تمند** اور مداح تھے۔

میاں **فضل** دین مرحوم کی دو بیویاں تھیں چھوٹی بیوی کا نام زینب بی بی تھا۔ یہ خاتون غایت درجہ کی نیک اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ تہجد واشراق کبھی نہ چھوٹی تھیں۔ بہت لمبا قیام کرتی تھیں اور دیر تک اللہ کی بارگاہ میں سربسجود رہ کر گڑگڑاتی رہتی تھیں انہی سعیدہ وصالحہ خاتون کے ہاں رمضان المبارک ۱۸۹۷ء میں حضرت حافظ محمد گوندلوی تولد ہوئے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۲۴۷)

مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ:۔ ستارۂ امتیاز، ممبر پاکستان قومی اسمبلی، سابق رکن مجلس شوریٰ، امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

حضرت مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کا خاندان سات پشتوں سے علم اور روحانیت کا گہوارہ چلا آرہا ہے سلسلہ نسب سترھویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۲۶۷)

بارہ سال کی عمر میں آپ نصاب مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوگئے ۱۹۴۲ء میں مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ حنفی شیرانوالہ گیٹ لاہور کے دورۂ تفسیر میں شریک ہوئے۔ اور ان سے تفسیر قرآن میں امتیازی سند حاصل کی۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۲۶۸)

ہر طبقہ فکر اور ہر مسلک کے لوگ آپ کی خاندانی شرافت، علمی ثقاہت شخصی وجاہت اور سیاسی بصیرت کے معترف ہیں مولانا بلا کسی امتیاز و تفریق ہر ایک فرد کے کام آنے والے راہنما ہیں۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۲۷۰)

پروفیسر مولانا محمد یامین محمدی:۔ پروفیسر مولانا یامین محمدی کے آباؤ اجداد دہلی میں لڑنک کی تجارت کرتے تھے۔ نہایت دیندار، متقی اور علماء کے خدمت گزار تھے۔ آپ کے دادا جی عبدالرحمٰن مسلکا دیوبندی تھے۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہما اللہ کے عقید تمند اور صحبت یافتہ تھے۔ ان کی تقریریں سنتے اور خدمت کرتے تھے۔ آپ کے والد محمد ابراہیم مرحوم بھی ان علماء کے عقیدت مند تھے۔

(تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۳، ص ۳۶۷)

نام کتاب:۔ تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۲.... تالیف:۔ پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد
حسب الارشاد:۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ

صالحین کے احوال مثال اور نمونہ:۔ پس علماء ربانی کے آثار قابل تعریف اور ان کے کام پسندیدہ ہوتے ہیں۔ ان کی کوشش باعث تشکر وامتنان اور ان کا ذکر بلند ہوتا ہے جب مجالس میں ان کا ذکر ہوتا ہے تو ان کی تعریف اور رحمت کی دعا کی جاتی ہے اور جب اعمال صالحہ اور اچھے آداب کا ذکر کیا جائے تو یہ لوگوں کے لیے مثال اور نمونہ ہوتے ہیں۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۲، ص ۷)

علمائے صوفیاء کی خدمت کا اعتراف:۔ عالمی سطح پر علماء کی خدمت کا احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ لیکن اگر ہم برصغیر کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تک کا عرصہ علماء کی عظمت کردار کا پتہ دیتا ہے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۲، ص ۱۹)

کسب علم میں راہ اعتدال:۔ مولانا ابوالبرکات شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ۔ آپ نے ایک حنفی عالم دین سے فقہ حنفی اور اصول فقہ کی چند بڑی کتابیں پڑھیں۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد ۲، ص ۳۹)

علمائے اہلحدیث کی فراغ دلی:۔ دینی ادارہ کا انتظام اہل علم ہی چلا سکتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنو، دارالعلوم کراچی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی اور جامعہ اشرفیہ لاہور اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ یہ ادارے جس خوبی اور حسن انتظام سے چل رہے ہیں اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ان اداروں کا انتظام وانصرام صرف علماء کے ہاتھوں ہی میں رہا ہے۔ اسی لیے مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے بھی اپنے اخلاف علماء کو کہا تھا کہ جامعہ کا انتظام اپنے ہاتھوں ہی میں رکھنا اور مخیر ّ ومتمول لوگوں کو صرف مالی تعاون اور چندہ تک ہی محدود رکھنا، کیونکہ ایسے لوگ دینی اداروں کے مزاج سے واقفیت نہیں رکھتے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث ج ۲، ص ۸۶)

جذبی کیفیات اورروحانی غذا:۔ مولانا نیک محمد اسم بامسمّٰی تھے اورمولانا عمر دین کی شب بیداری اوردوران نماز سینے کی آوازان کی للّٰہیت اورمقبولیت کی دلیل تھی۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ اورمولانا کوموی رحمہ اللہ دونوں کوولی اللہ پایا۔ ذکرو اذکاران بزرگوں کی غذا تھی۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۸۸)

مولاناارشادالحق کاحصول علم میں اعتدال:۔ مولانا ارشادالحق الاثری رفیق ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد۔ خطیب جامع مسجد محمدی اہل حدیث، نیوگرین مارکیٹ فیصل آباددینی تعلیم کاشوق ہواتومدرسہ قاسم العلوم لیاقت پور میں داخلہ لیایہ دیوبندی مکتب فکر کامدرسہ ہے۔
(تذکرہ علماءاہلحدیث ج ۲ص ۹۲)

خاندان قادری راشدی کے علماءاہلحدیث

حضرت مولاناسید بدیع الدین شاہ راشدی کے جد امجد علامہ سید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی جھنڈے والے چہارم ہیں جنہوں نے عربی سندھی اوراردومیں کئی قابل قدر کتب لکھ کرمسلک اہل حدیث کی ترجمانی کی۔ انہوں نے سندھ میں دینی درسگاہ کی بنیادرکھی اورعلمی کتب کا بہت بڑاذخیرہ جمع کیا۔ جناب مولانا ابوتراب۔ علامہ قدرت اللہ اورمولانا محمد رحمہم اللہ یہ تینوں بزرگ شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے تلامذہ تھے۔ انہوں نے مسلک اہلحدیث کی بڑی خدمت کی۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث ج ۲ص ۱۵۸)

ولی کامل رشداللہ شاہ کے والدکی بیعت جہاد:۔ رشد اللہ شاہ کے والدسید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ نے سندھ میں جہادپر بیعت لی تھی۔ فضل اللہ شاہ شہیدان کے بھائی تھے۔ ان دونوں کے والدسید محمد یاسین شاہ تھے یہ صاحب اللواء الاول تھے۔ ان کے والدسید محمد راشد شاہ تھے۔ پوراخاندان انہی کی وجہ سے راشدی کہلایا۔ دوسری شاخ سید حزب اللہ شاہ پیر پگاڑاوالی ہے۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث جلد۲ص ۱۵۹)

خاندانی تعارف:۔ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کانسب نامہ مندرجہ ذیل ہے......سید بدیع الدین شاہ راشدی بن سید احسان اللہ شاہ بن رشد اللہ شاہ بن رشید الدین شاہ محمد بن یسین شاہ بن محمد راشد شاہ الراشدی الحسینی رحمہم اللہ۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث جلد۲ص ۱۵۹)

سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کے بزرگوں میں سے سید محمد راشد شاہ رحمہ اللہ ایک ولی اللہ شخصیت تھے انہوں نے پوری زندگی خدمت اسلام کے لیے وقف کردی تھی آپ کے مختلف ملفوظات کوآپ کے پیروکاروں نے جمع کیا ہے۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث جلد۲ص ۱۶۰)

اسی طرح آپ کے جداعلیٰ سوم سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ صاحب البیعۃ کے ملفوظات بھی جمع کیے گئے ہیں۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث جلد۲ص ۱۶۰)

......جب آپ وفات پاگئے تواحباب جماعت نے آپ کے دوبڑے صاحبزادوں کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ سید محمد راشد شاہ رحمہ اللہ کی دو نشانیوں میں سے پگڑی سید حزب اللہ شاہ کے سر پر رہے۔ اوردوسری نشانی جھنڈا سید محمد یاسین کے پاس رہے۔ لہٰذااس طرح سے یہ خاندان دوشاخوں سے پیر پگاڑااورپیر جھنڈا کے نام سے متعارف ہوا۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث جلد۲ص ۱۶۰)

بیعتِ جہاداور بیعتِ اصلاح:۔ جھنڈاوالے سوم نے مجاہدین کی ایک جماعت تشکیل دی اوران سے جہاداوراحکام شریعت کی پابندی کرنے پر بیعت لی۔ جس کی وجہ سے وہ ”صاحب البیعت“ مشہور ہوئے۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث جلد۲ص ۱۶۱)

مولانامحمد حنیف کی کتبِ صوفیاءسے رہنمائی:۔ خطیب جامع مسجد قباعلامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۸

۱۹۵۸ء میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈلاہور میں داخل ہوکرمولانا سید محمد داؤدغزنوی رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی درس نظامی کی تکمیل کی اورسند فراغت حاصل کی۔ آپ نے اللہ کے فضل وکرم اورمطالعہ کتب خصوصاً قرآن پاک ترجمہ از شاہ عبدالقادردہلوی، فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین، الفتح الربانی از شیخ عبدالقادرجیلانی، مکتوبات مجددالف ثانی اورشاہ ولی اللہ محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ کی کتب کی بدولت آپ نے مسلک اہلحدیث اختیارکیا۔ (تذکرہ علماءاہلحدیث جلد۲ص ۲۵۱)

تحریری طریقے کے طور پر مسند ولی اللٰہی کے آخری جانشین حضرت شیخ الکل مولانا میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے روحانی عقیدت کی بناء پر ان کی یاد میں مکتبہ نذیریہ کی بنیاد رکھی ۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۲۵۲)

حافظ شریف اللہ خیالوی کے صوفی مزاج چچا:۔ آپ کے چچا حکیم محمد یوسف رحمہ اللہ ایک صوفی منش اور ذکر واذکار میں مصروف رہنے والے آدمی تھے ۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۳۳۷)

مولانا محمد صادق خلیل کی صوفی اساتذہ سے تعلیم:۔ مدیر ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمہ والتالیف رحمت آباد فیصل آباد

شیخ الحدیث حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی ۲۔ امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ بانی مدرسہ تعلیم الاسلام، صوفی محمد ابراہیم اوڈانوالہ (ج ۲ص ۳۴۹)

افکار صوفیہ ترجمہ فکر الصوفی تالیف عبدالخالق عبدالرحمان الفرقان بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان (جلد۲ص ۳۵۱)

اتحاف النبیہ یحتاج الیہ المحدث والفقیہ :۔ یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حدیث وفقہ سے متعلق نادر مخطوطہ "الانتباہ فی سلاسل اولیاء و اسانید وارثی رسول اللہ" کا تیسرا حصہ ہے جواب تک غیر مطبوعہ تھا۔ مولانا نے اس پر بیش قیمت تعلیمات و حواشی لکھے ۔ اور مناسب مقامات پر اکابر اہلحدیث کا مختصر تعارف بھی عربی زبان میں قلم بند کیا۔ اس میں حضرت شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مختصر ترجمہ میں شامل ہے ۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۳۹۶)

مولانا محمد عبداللہ فیصل آبادی رحمہ اللہ

مولانا محمد عبداللہ اور راہ سلوک:۔ "خطیب جامع مسجد اہلحدیث کریمیہ جیلانی پور فیصل آباد، شیخ الحدیث ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد" آپ کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے علم کی سطوت کے ساتھ عمل کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔ تصوف ومعرفت کی راہ ورسم سے بھی آشنا تھے۔ اور کتاب وسنت کے مطابق اس سے استفادہ کرنے کے زبردست قائل تھے۔ آپ ایک درویش صفت، منکسر المزاج اور سراپا علم، عالم دین تھے ۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۴۰۱)

ولی کامل کی دعا پر اولاد نرینہ کی سعادت:۔ مولانا کے والد حاجی عنایت اللہ رحمہ اللہ اپنے علاقے کی ایک نیک سیرت اور محترم و مکرم شخصیت تھے ۔ آپ کا خاندان کچھ عرصہ لشارن میں قیام کرنے کے بعد ایک قریبی گاؤں چک نمبر ۴۵۱/ گ ب روڑ میں منتقل ہو گیا۔ مولانا کے والدین صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ بانی مدرسہ تعلیم الاسلام کے بہت زیادہ عقیدت مند تھے ۔ ۱۹۳۳ء میں جب صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اوڈانوالہ میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی تو مولانا کے والد نے ایک بوری آٹا اور ایک ٹین گھی ان کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی ۔ ۱۹۱۴ء میں انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا بیٹا عطا فرمائے جو عالم باعمل ہو۔ اور بندگان اللہ اس سے مستفید ہوں ۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ انتہائی متدین ۔ متقی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے ۔ انہوں نے ایسی گریہ و زاری اور عجز وانکساری سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرماتے ہوئے حاجی عنایت اللہ کو وہ فرزند ارجمند عطا فرمایا جس کا نام صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نام پر محمد عبداللہ رحمہ اللہ رکھا گیا۔ اور جو انہتر سال تک آفتاب و ماہتاب بن کر آسمان علم وفضل پر جگمگاتا رہا۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں صوفی صاحب کی دعا کا نتیجہ ہوں ۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۴۰۲)

محافل تصوف، دینی ذوق کا ذریعہ:۔ مولانا کے والدین اور خاندان میں دینداری اور نیکی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ صوفی صاحب کے تعلق نے اس جذبہ میں مزید افزودگی پیدا کی ۔ ان کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ مولانا کے والد اصحاب علم وفضل کی مجلسوں اور ارباب تصوف کی محفلوں میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور یوں ان کے دل میں اپنے لخت جگر کو دینی تعلیم دلانے اور زیور علم وفضل سے آراستہ کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۴۰۲)

قرون اولیٰ کی سادگی ومتانت:۔ مولانا کی امامت نماز ایک خاص انفرادی شان کی حامل تھی ۔ لیکن اس میں کسی تصنع ، بناوٹ یا

ریا کاری کا شائبہ تک بھی نہیں ہوتا تھا۔ انتہائی فطری دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے الفاظ ایک پر کیف آواز کے ساتھ ادا ہوتے تو قرون اولیٰ کی سادگی ومتانت، وقار واخلاص کا نقشہ کھینچ جاتا۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۴۰۶)

بریلوی علماء کا مسلکِ اعتدال:۔ ایک مرتبہ حج کے موقع پر پیر صاحب گولڑہ (شریف) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے جانشین حضرت پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ جنہیں محبت سے ”باؤجی“ کہا جاتا کو مولانا کے پیچھے نماز اقتداء کرنے کا اتفاق ہوا۔ انہیں نماز میں ایسا لطف آیا کہ تعارف کے بعد باصرار کہا، کہ قیام مکہ مکرمہ کے بقیہ ایام ان کے یہاں تشریف فرمارہیں۔ اگرچہ مولانا نے بہت معذرت کی مگر پیر صاحب نے قبول نہ کی۔ لہٰذا آپ نے باقی دن ان کے پاس گزارے۔ باؤجی نے اپنے باورچی کو خاص طور پر ہدایت کر رکھی تھی کہ کھانا مولانا کی حسب پسند تیار کیا جائے۔

اس قیام کے دوران جب بھی جماعت کا وقت ہوتا اور مولانا موجود ہوتے تو حضرت باؤجی مولانا ہی کو امامت کے لیے آگے بڑھاتے، ایک موقع پر انہوں نے مولانا کو یہ دلچسپ واقعہ بھی سنایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا ثناءاللہ امرتسری والد بزرگوار حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہم اللہ سے ملاقات کے لیے گولڑہ شریف تشریف لائے۔ نماز کا وقت ہوا تو حضرت نے مولانا محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ کو امامت کے لیے آگے کر دیا۔ بعض مریدین اور معتقدین تذبذب میں پڑ گئے۔ پیر صاحب نے ان کو متذبذب محسوس کر کے فرمایا جس شخص کی ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی وہ جا کر اپنی نماز الگ پڑھ لے۔ جماعت مولانا ابراہیم رحمہ اللہ ہی کرائیں گے۔ غالباً ۱۹۵۳ء کی بات ہے وہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور تشریف لائے۔ نماز کا وقت ہوا تو کسی صاحب نے انہیں نماز پڑھانے کو کہا۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی کہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تشریف لائے۔ اس وقت تک مولانا غزنوی رحمہ اللہ آپ کو نہیں جانتے تھے۔ نماز کے بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ ذکر واذکار سے فارغ ہوئے تو کسی سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ بہت نیک آدمی ہیں۔ لہٰذا مولانا سے ملے۔ تعارف ہوا مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے دعا دی اور فرمایا آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر مجھ کو ایک خاص سرور حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد دونوں بزرگوں کے درمیان بہت اچھے مراسم قائم ہوئے مولانا غزنوی رحمہ اللہ انہیں اکثر دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں اختتام بخاری شریف کی تقریب میں آخری حدیث پر درس دینے کی دعوت دیتے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۴۰۷)

صوفیاء احباب واعیان سے تعلقات:۔ مولانا کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا جس میں پڑھے لکھے ان پڑھ اور امیر غریب سب شامل تھے..... آپ کے حلقہ احباب میں پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ گولڑہ شریف شامل تھے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ حضرت مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواروی رحمہما اللہ کے ساتھ بھی آپ کے بہت اعلیٰ مراسم تھے۔ دارالاحسان (سالار والا) فیصل آباد کے ایک بزرگ پیر ابوانیس محمد برکت علی کے ساتھ بھی گہرے دوستانہ راہ ورسم رکھتے تھے۔ ان دونوں کا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی تو مولانا نے اس کی تخریج فرمائی۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۴۰۸)

مولانا محمد عبداللہ بڈھیمالوی کا ذکر وفکر:۔ ہر وقت ذکر وفکر میں محو دکھائی دیتے ہیں قرآن سے غایت درجہ محبت ہے۔ اب بھی تقریباً چھ سات پارے سے تلاوت کرنا روزانہ کا معمول ہے۔ ایک دفعہ ایک دن آپریشن کی وجہ سے چھ پارے تلاوت نہ کر سکے تو دوسرے دن بارہ پاروں سے تسکین قلب حاصل کی۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص ۴۱۸)

مسلکی رواداری اور پیغام خیر سگالی:۔ (مولانا قاری حافظ عبدالخالق رحمانی فاضل علوم دینیہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی)

شیعہ حضرات نے توحید کانفرنس کے انعقاد کیا اور ہر مکتب فکر کے علماء کو دعوت دی...... جماعت اہلحدیث کے بزرگان کافی تعداد میں آئے ہوئے تھے جن میں علماء واہل اللہ کی اتنی بڑی تعداد تھی جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ تمام خلوص دل سے مصروف دعا تھے۔ ان دعاؤں کے جلو میں قاری صاحب نے توحید پر تقریر شروع کی۔ اللہ نے سینہ کھول دیا اور تقریباً اس میں آپ نے پاؤ پارہ کے قریب قرآن سنایا اور اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات القاء فرمائیں کہ ان آیات نے مخالفین توحید کو کاٹ کاٹ کر گرا دیا آپ کو اپنی طرف سے کچھ نہ

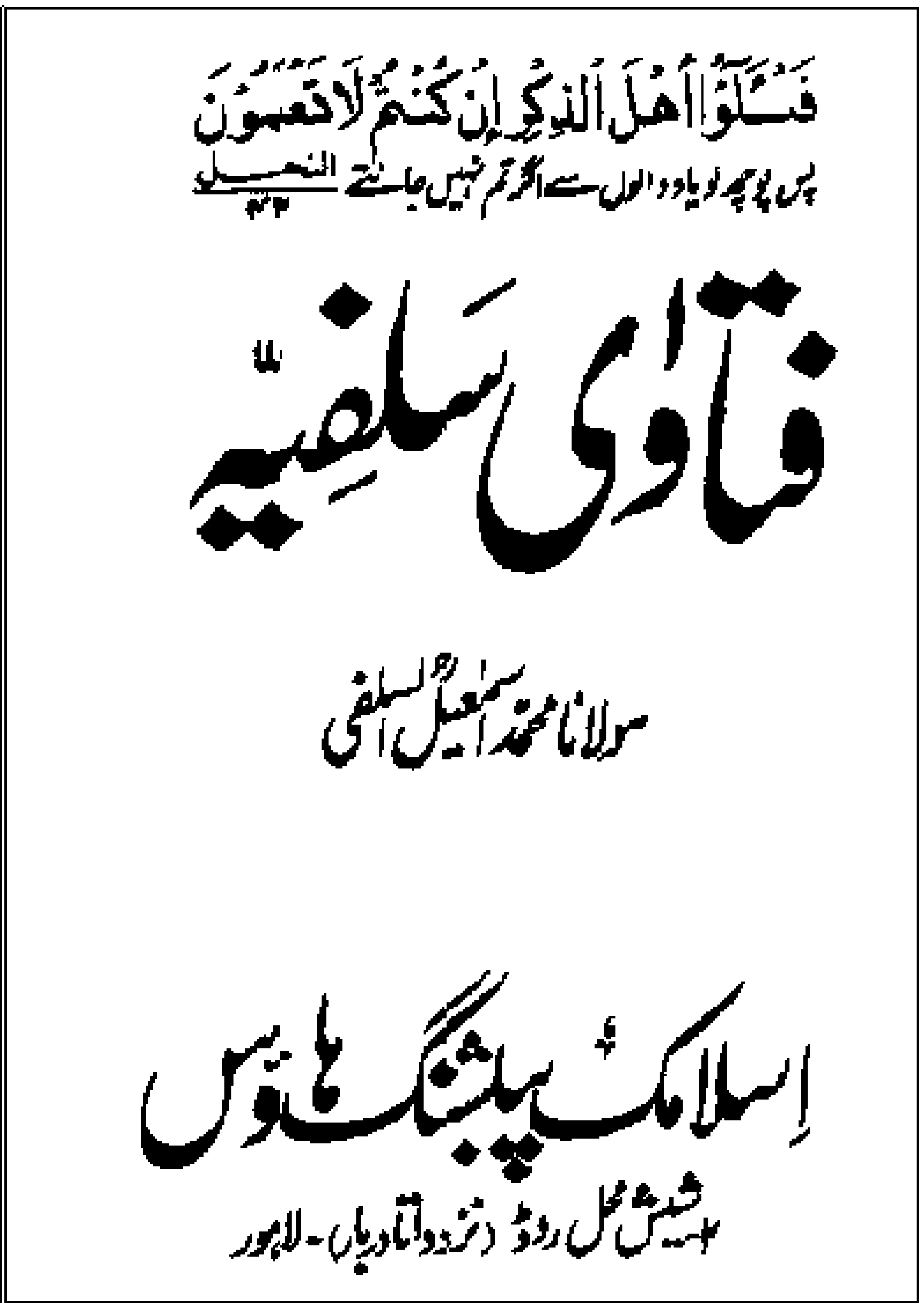

فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
پس پوچھ لو یاد والوں سے اگر تم نہیں جانتے النحل

فتاوی سلفیہ

مولانا محمد اسمٰعیل السلفی

اسلامک پبلشنگ ہاؤس
۲ شیش محل روڈ (نزد داتا دربار)۔ لاہور

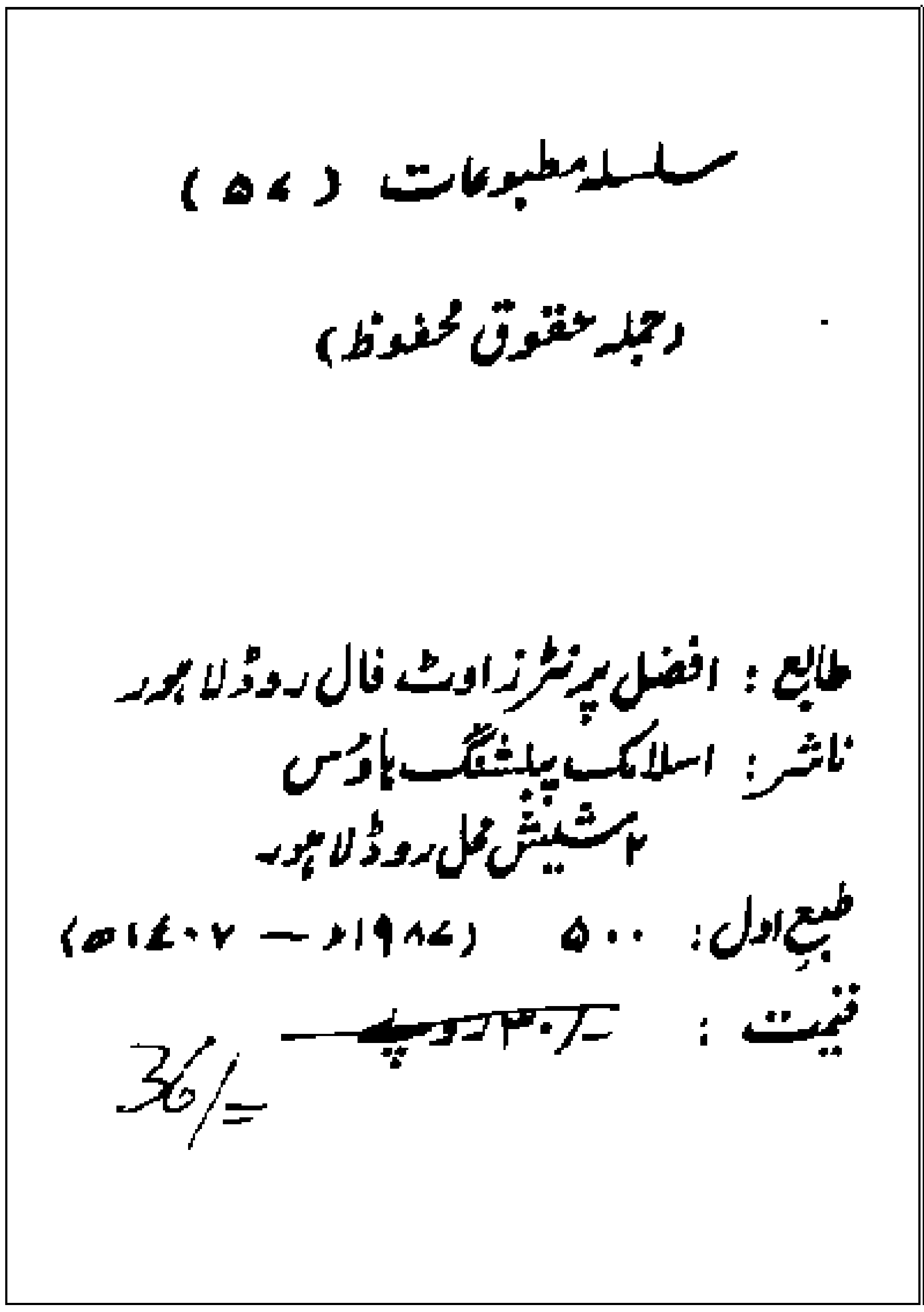

سلسلہ مطبوعات (۵۷)

(جملہ حقوق محفوظ)

طابع: افضل پرنٹرز اوٹ فال روڈ لاہور
ناشر: اسلامک پبلشنگ ہاؤس
۲ شیش محل روڈ لاہور
طبع اول: ۵۰۰ (۱۹۸۷ء — ۱۴۰۷ھ)
قیمت: ~~۳۰/- روپے~~
36/=

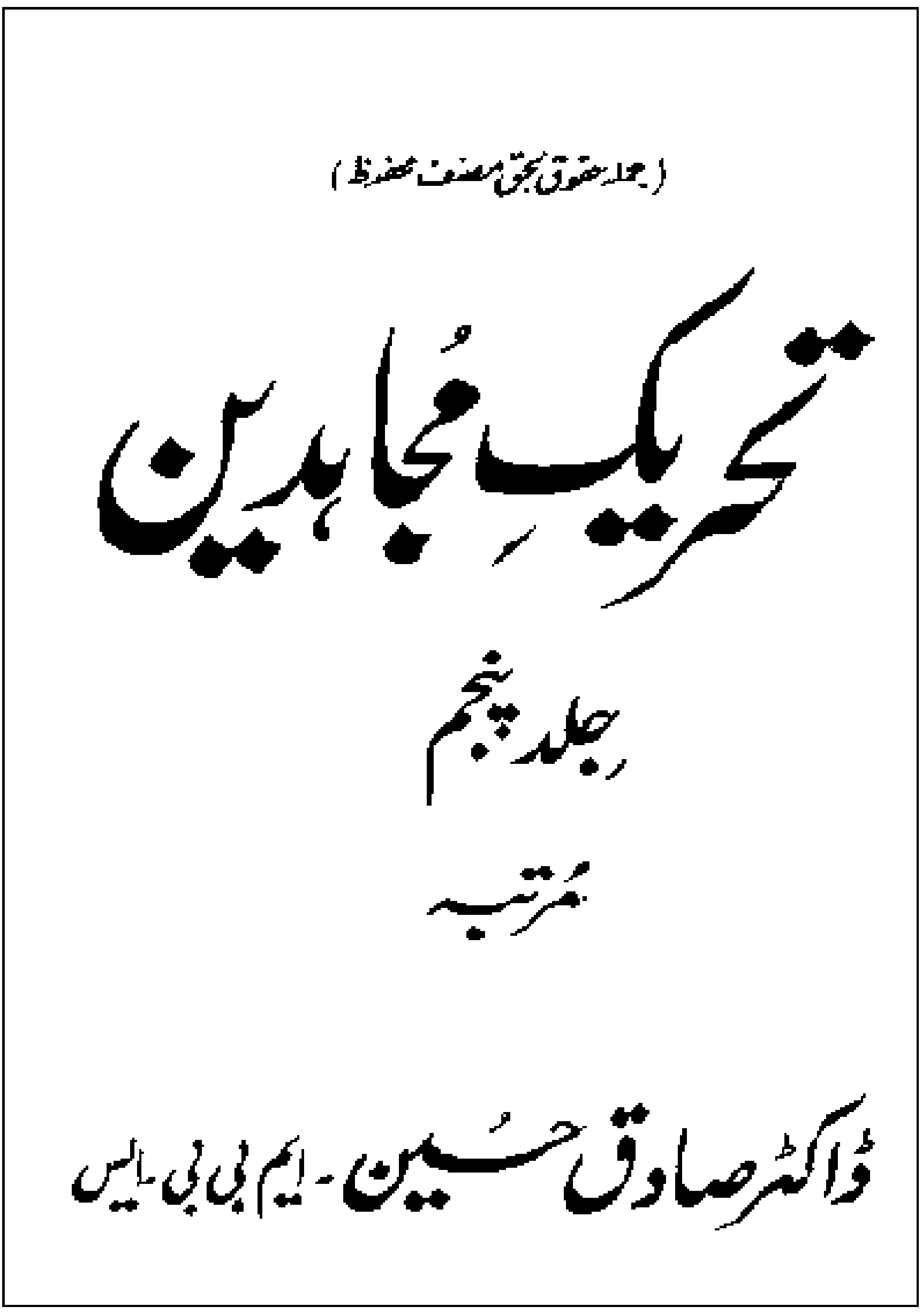

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

تحریکِ مجاہدین

جلد پنجم

مرتبہ

ڈاکٹر صادق حسین - ایم بی بی ایس

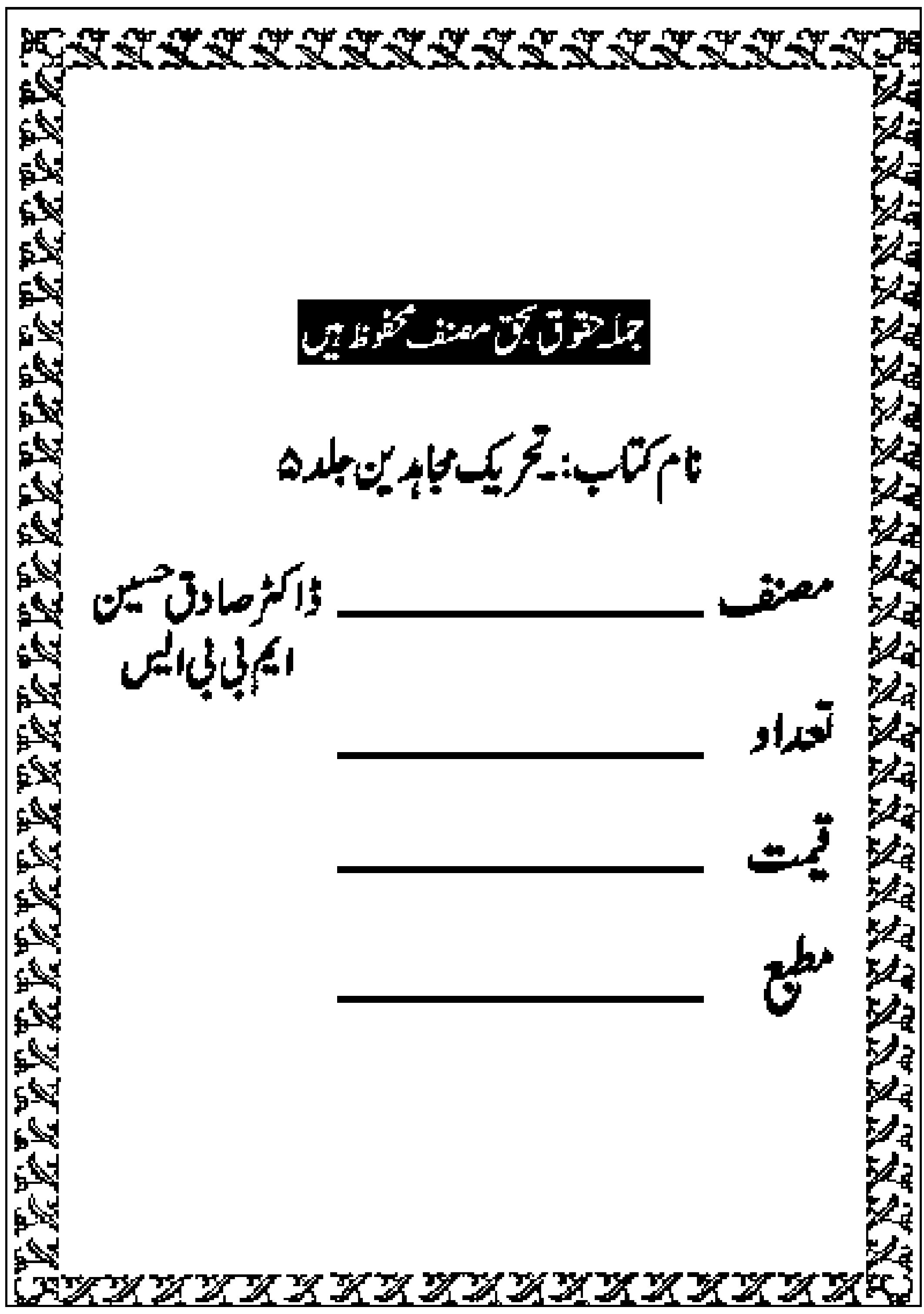

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تحریک مجاہدین جلد ۵

مصنف ______ ڈاکٹر صادق حسین
ایم بی بی ایس
تعداد ______
قیمت ______
مطبع ______

کہنا پڑا اور پابندی بھی تھی کہ ایسی کوئی بات نہ کہی جائے جس سے کسی دوسرے مکتب فکر کی دل آزاری ہو۔

(تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص۴۴۴)

مولانا عبدالعزیز النورستانی رحمہ اللہ:۔ فاضل درس نظامی، فاضل السنہ شرقیہ (کراچی) شیخ الحدیث وشیخ الجامعہ الاثریہ، اثر آباد پشاور۔ مولانا عبدالعزیز کا مولد اور آبائی وطن افغانستان ہے آپ کے خاندانی بزرگوں میں امیر عبدالرحمان بادشاہ، والدہ ماجدہ اور ایک بھائی حضرت گل حنفی بزرگ تھے اور پیری مریدی کرتے تھے۔ افغانستان پر روسی تسلط کے بعد آپ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ تلاش معاش کے سلسلہ میں کراچی پاکستان چلے آئے۔ (تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲ص۴۷۷)

نام کتاب:۔ فتاویٰ سلفیہ: مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی
اسلامک پبلشنگ ہاؤس: شیش محل روڈ (نزد داتا دربار) لاہور

سید احمد شہید رحمہ اللہ صوفی بزرگ:۔ قریباً ایک سو سال سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے ایک بزرگ سید احمد بریلوی رحمہ اللہ ہوئے یہ حنفی المذہب تھے۔ نہایت پرہیزگار ولی اللہ تھے۔ انہوں نے سکھوں اور انگریزوں کے ساتھ جہاد کا فیصلہ کیا۔ بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بڑے بڑے عالم بھی ان کے مرید تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ اور مولانا عبدالحئی بڈھانوی حنفی ان کے عقیدت مند تھے مولانا اسمٰعیل صاحب اہلحدیث تھے۔ سید احمد صاحب حنفی بریلوی صوفی بزرگ تھے انہوں نے تصوف میں ایک کتاب لکھوائی جس کا نام ''صراط مستقیم'' ہے یہ کتاب فارسی میں ہے۔ اس کے چار باب ہیں اس کے دو باب کا ترجمہ مولوی عبدالحی صاحب بڈھانوی حنفی نے کیا ہے۔ (فتاویٰ سلفیہ ص۶، ۷)

صحبت مرشد وسوسے کا علاج:۔ سید صاحب رحمہ اللہ نے وسوسے کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں ایک وسوسہ کا علاج ہے اس کے لیے یا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے یا کسی کامل پیر کی صحبت میں کچھ عرصہ گزارے۔ (فتاویٰ سلفیہ ص۸)

بزرگوں کے علوم سے استفادہ: ہم جس طرح آئمہ اربعہ اور فقہائے مذاہب کو اپنا بزرگ سمجھتے ہیں، ان کے علوم سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح سید احمد شہید رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ کو بھی باوجود حنفی ہونے کے اپنا بزرگ اور عالم سمجھتے ہیں ان کی جو باتیں قرآن و حدیث اور مصالح کے مطابق ہوں انہیں قبول کرتے ہیں۔ (فتاویٰ سلفیہ ص۱۰)

نام کتاب:۔ تحریک مجاہدین جلد پنجم .... مصنف:۔ ڈاکٹر صادق حسین ایم بی ایس

مولوی ولی محمد فتوحی والے کے مریدین:۔ (۱) دوسرا اہم گواہ مولوی ابراھیم نظام آبادی تھا۔ نظام آباد ایک قصبہ ہے جو وزیر آباد کے قریب ہی ہے یہ شخص بھی مولوی ولی محمد فتوحی والے رحمہ اللہ کا مرید تھا۔ یہ بھی مولوی فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ کی طرح خدمت بجالاتا اور اس پر فخر کرتا تھا۔ (تحریک مجاہدین ج ۵ ص ۱۴۷)

(۲) تیسرا گواہ اللہ دتا تھا جو ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والے کا مرید تھا۔ اس نے ملٹری ڈرل استمس میں سیکھی تھی۔ (تحریک مجاہدین ج ۵ ص ۱۴۸)

(۳) ایک اور اہم گواہ تاج محمد تھا یہ بھی ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والے کا مرید تھا اور کوئی بارہ برس ہوئے اس نے ان کی بیعت کی تھی یہ شخص جب استمس پہنچا ہے تو وہاں تقریباً دو سو مجاہدین موجود تھے۔ (تحریک مجاہدین ج ۵ ص ۱۴۸)

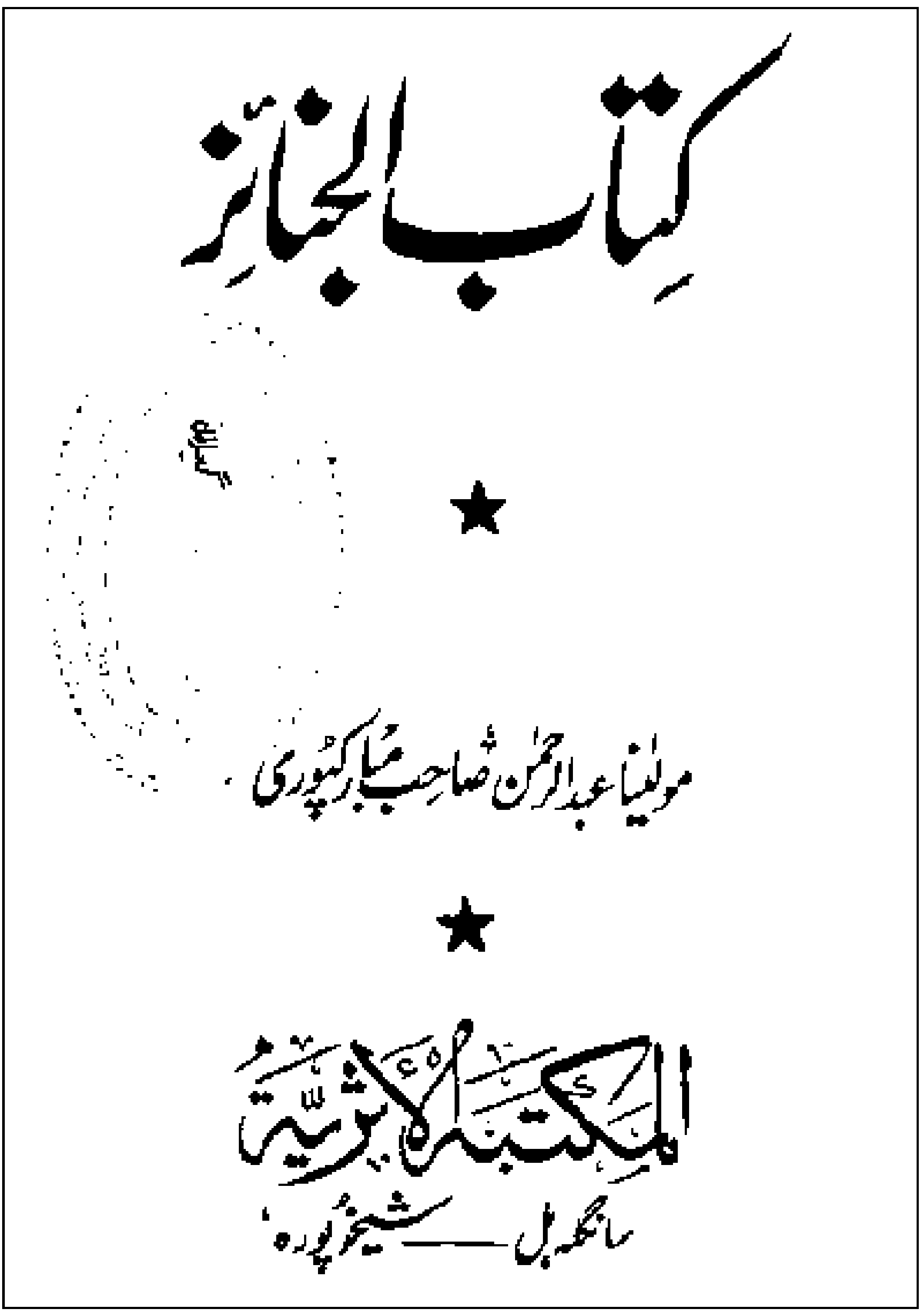

کتاب الجنائز

★

مولینا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوری

★

المکتبۃ الاثریۃ
سانگلہ ہل ــــ شیخوپورہ

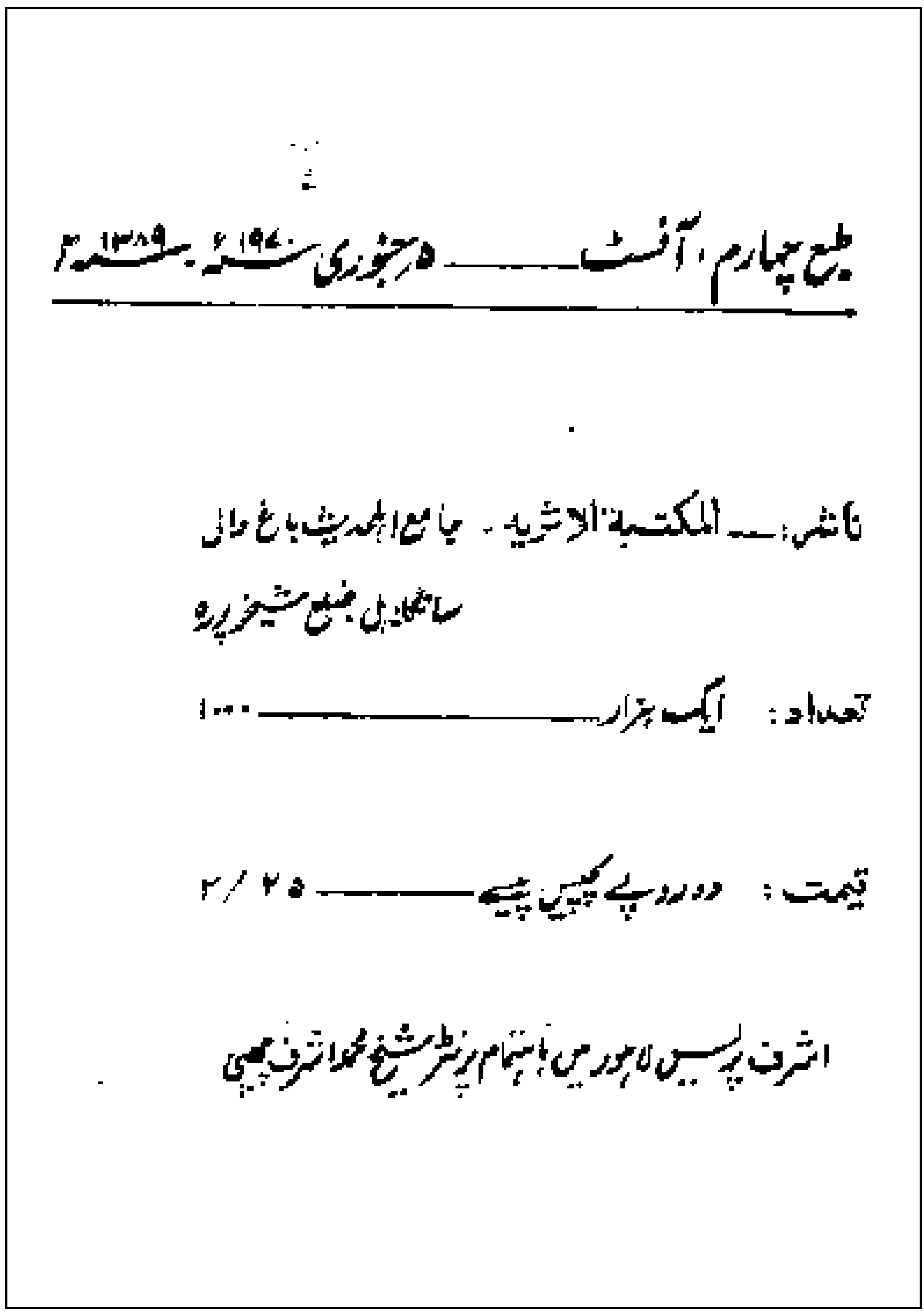

طبع چہارم، آفسٹ ـــــ ۵ر جنوری سنہ ۱۹۷۰ء ـــ ۱۳۸۹ھ

ناشر: ـــ المکتبۃ الاثریہ۔ جامع اہلحدیث باغ والی
سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

تعداد: ایک ہزار ـــــــــ ۱۰۰۰

قیمت: دو روپے پچیس پیسے ـــــــ ۲/۲۵

اشرف پریس لاہور میں باہتمام پرنٹر شیخ محمد اشرف چھپی

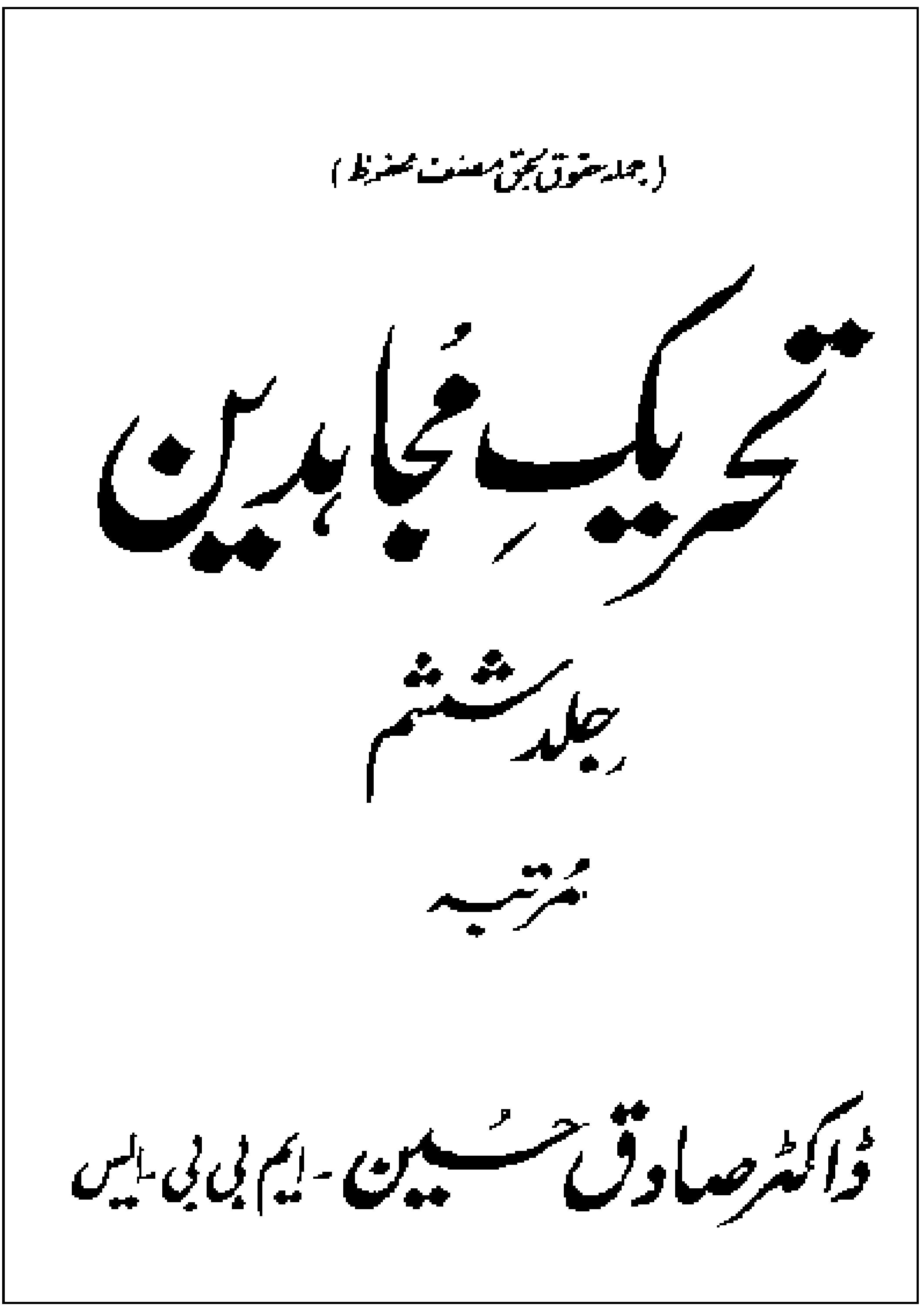

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

تحریکِ مجاہدین

جلد ششم

مرتبہ

ڈاکٹر صادق حسین۔ ایم بی بی ایس

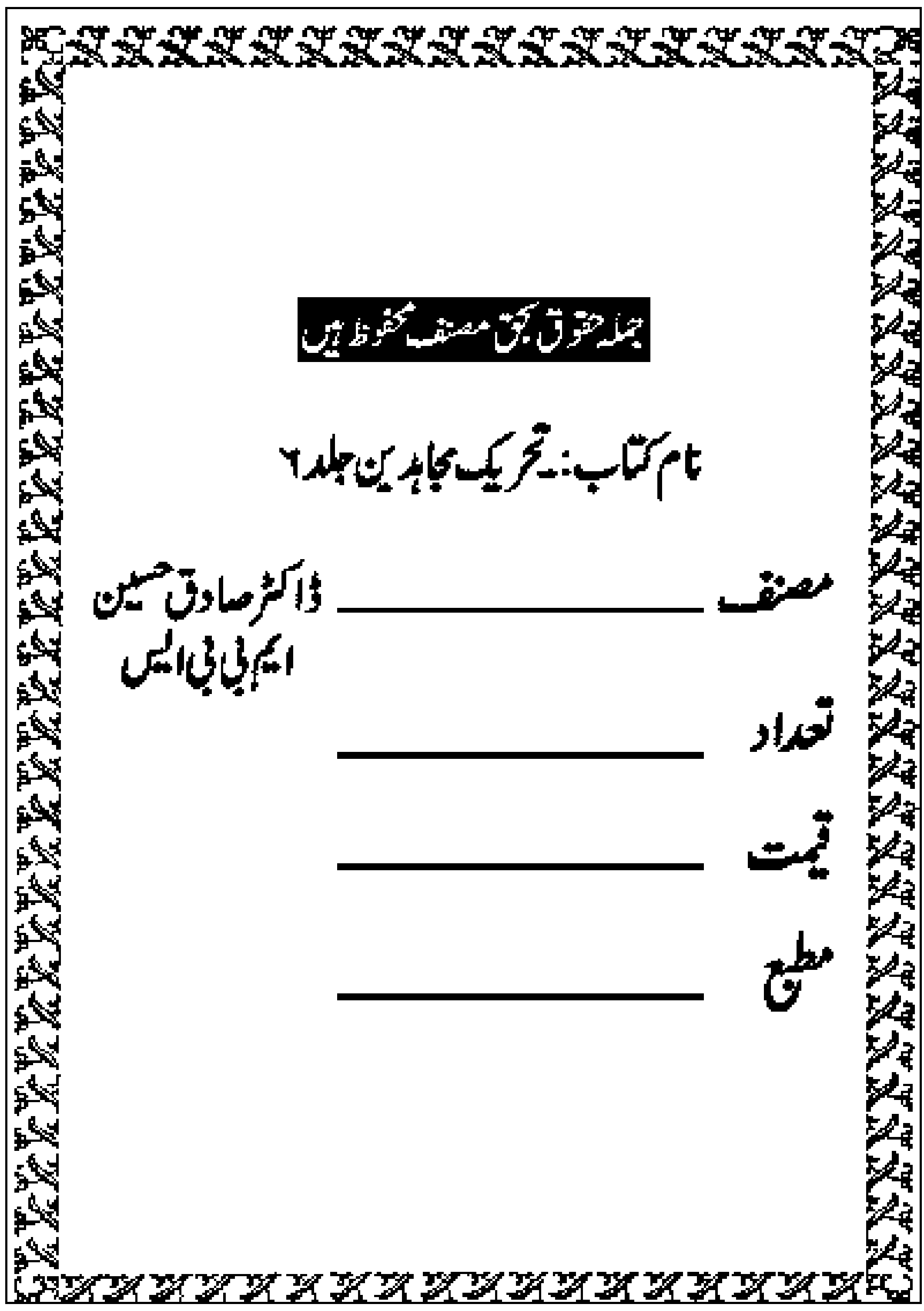

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تحریک مجاہدین جلد ۶

مصنف ــــــــ ڈاکٹر صادق حسین
ایم بی بی ایس

تعداد ــــــــ

قیمت ــــــــ

مطبع ــــــــ

نام کتاب:۔ کتاب الجنائز........ مصنف:۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری
ناشر:۔ المکتبہ الاثریۃ، سانگلہ ہل......شیخوپورہ

صوفیاء کے ذکر نفی اثبات کی اہمیت ودلائل:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "من کان اخر کلامه لااله الا الله دخل الجنه" یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص کا آخری کلام "لا اله الا الله" ہووہ جنت میں داخل ہوگا (ابوداؤد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بندہ نے لا اله الا الله کہا، پھر اسی پر مرگیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جب قریب المرگ ہوئے تو ایک شخص ان کو کلمہ لا الـه الا الـلـه کی تلقین کرنے لگا اور اس کلمہ کو بار بار کہنے لگا، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب میں اس کلمہ کو ایک بار کہہ لوں تو میں اسی پر ہوں جب تک کہ میں کوئی اور بات نہ بولوں۔ امام ترمذی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی مراد وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

یہاں مجھے ابوزرعہ محدث کا قصہ یاد آگیا، حافظ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ جب ابوزرعہ قریب المرگ ہوئے تو لوگوں نے ان کو کلمہ "لا الـه الا الـلـه" کی تلقین کرنی چاہی اور باہم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تذکرہ کرنے لگے۔ پس ابوزرعہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ رضی اللہ کی حدیث کو مع الاسناد پڑھنا اور سنانا شروع کیا، جب "لا اله الا الله" پر پہنچے اور اس کلمہ کو زبان سے کہہ چکے بس اسی وقت ان کی روح قبض ہوگئی سبحان اللہ کیسی اچھی موت ہوئی ہے اور کیسا اچھا خاتمہ ہوا۔ "اللهم ارزقنا حسن الخاتمة واجعل اخر كلامنا لآ اله الا الله" آمین۔ جان کنی کے وقت مریض کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ (کتاب الجنائز ص ۱۰)

کشف القبور اور غیبی اطلاع:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ پس فرمایا کہ ان دونوں قبروں کے مردے عذاب کیے جاتے ہیں اور کسی بڑے امر میں عذاب نہیں کیے جاتے (یعنی کسی ایسے امر میں عذاب نہیں کیے جاتے ہیں، جس سے ان کو بچنا شاق اور گراں ہوتا) لیکن ان دونوں میں سے ایک، سو وہ پیشاب سے بچتا نہیں تھا اور لیکن دوسرا، سو وہ چغل خوری کرتا تھا، پھر آپ نے کھجور کی ایک تازی شاخ لی اور اس کو نصفا نصف پھاڑا، پھر ایک ٹکڑے کو ایک قبر میں اور دوسرے ٹکڑے کو دوسری قبر میں گاڑ دیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے یہ کیوں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: شاید ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے جب تک کہ یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہوں"۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں کھجور کی شاخ گاڑنا درست ہے چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھ دی جائیں۔ (کتاب الجنائز ص ۷۲،۷۳)

بروز جمعہ قبور والدین کی زیارت:۔ قبر کی زیارت کرنا مردوں کے واسطے سنت ہے...... جمعہ کے روز قبروں کی زیارت کرنا بہ نسبت اور دنوں کے افضل ہے۔ (کتاب الجنائز ص ۸۷)

محمد بن نعمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ دونوں کی قبر کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے، تو اس شخص کی مغفرت کی جاتی ہے اور لکھ لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہے۔ روایت کیا ہے اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ہر جمعہ کو ایک بار اپنے ماں باپ

دونوں کی قبر کی یا ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشے گا اور لکھے گا کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہے۔ روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص جمعہ کے دن اپنے ماں باپ دونوں کی قبر کی یا ایک کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھے تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے روایت کیا اس کو ابن عدی نے۔

لیکن یہ تینوں حدیثیں ضعیف ہیں اور حاکم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں۔ (کتاب الجنائز ص ۸۸)

اہل قبور کی زیارت کا طریقہ:۔ زیارت قبر کا طریقہ یہ ہے کہ منہ قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف کر کے کھڑا ہو اور زیارت قبر کی جو دعائیں آگے لکھی گئی ہیں ان میں سے کوئی دعا پڑھے۔ اور ان کے علاوہ مردوں کے واسطے اور بھی دعائیں کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی قبروں پر آئے تو اپنے منہ کو قبروں کی طرف کیا اور کہا: ''**السلام علیکم یا اھل القبور یغفر الله لنا ولکم**'' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں لکھتے ہیں کہ ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت پر سلام کرنے کے وقت اپنے منہ کو میت کے منہ کی طرف کرے اور دعا کرنے کے وقت بھی اپنے منہ کو میت کے منہ کی طرف کیے رہے اور اسی پر عامہ مسلمانوں کا عمل ہے'' اور زیارت قبر کے وقت کھڑے کھڑے دعا کرنا چاہیے۔ (کتاب الجنائز ص ۸۸)

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا:۔ ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کرنا ثابت ہے۔ ''صحیح مسلم'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع میں تشریف لے گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر تین بار دعا کے واسطے ہاتھ اٹھایا۔

زیارت قبر کے وقت نہایت اخلاص کے ساتھ مردوں کے واسطے دعا کرنا چاہیے اگر اللہ تعالیٰ نے زیارت کرنے والے کی دعا مردوں کے حق میں قبول کر لی اور مردوں کی مغفرت ہو گئی ان کے عذاب میں تخفیف کی گئی تو یہ کتنی بڑی بات ہے اگر عربی میں دعائیں یاد ہوں تو عربی میں دعا کرے ورنہ اپنی زبان میں دعا کرے۔ (کتاب الجنائز ص ۸۹)

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب

ایصال ثواب پر امام نووی کا حوالہ:۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''اذکار'' میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد مروزی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ''جب تم لوگ قبرستان میں جاؤ تو ''سورۂ فاتحہ'' اور ''**قل اعوذ برب الفلق**'' اور ''**قل اعوذ برب الناس**'' اور ''**قل ھو الله احد**'' پڑھو اور اس کا ثواب مردوں کو بخشو مردوں کو ثواب پہنچے گا'' امام احمد رحمہ اللہ کے علاوہ اور اہل علم نے بھی زیارت قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض اور سورتوں کو پڑھنے اور ان کا ثواب مردوں کو بخشنے کا لکھا ہے (کتاب الجنائز ص ۹۱)

سورہ اخلاص کی فضیلت:۔ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابو محمد سمرقندی رحمہ اللہ نے فضائل ''**قل ھو اللـه احد**'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص قبروں کے پاس گزرے اور ''**قل ھو اللـه احد**'' گیارہ بار پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو بقدر تعداد مردوں کے اس کو ثواب دیا جائے گا اور از اں جملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی نے اپنے فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قبرستان میں جائے پھر **سورۃ فاتحہ** اور **قل ھو الله احد** اور ''**الھا کم التکاثر**'' پڑھے، پھر کہے یا اللہ! میں نے جو تیرا یہ کلام پڑھا ہے اس کا ثواب اس کی قبرستان کے مومن اور مسلمان مردوں کو بخش دیا تو وہ مردے اللہ تعالیٰ سے اس کی شفاعت کرائیں گے۔ اور از اں جملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو خلال کے شاگرد عبدالعزیز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر **سورۃ یٰسین** پڑھے تو

اللہ تعالیٰ مردوں پر تخفیف کرتا ہے اور بقدر تعداد مردوں کے اس کو نیکیاں ملتی ہیں۔ اور از اں جملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو قرطبی نے اپنے ''تذکرہ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کوئی مومن آیت الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کی ہر قبر میں نور داخل کرتا ہے اور ان کے خواب گاہ کو وسیع کرتا ہے اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبی کا ثواب دیتا ہے اور ہر میت کے مقابلہ میں اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہر میت کے مقابلہ میں اس کے واسطے دس نیکیاں لکھتا ہے، یہ چاروں حدیثیں ایصال ثواب کے بارے میں مشہور ہیں، اکثر علماء ایصال ثواب کے بیان میں ان کو نقل کرتے ہیں مگر یہ سب ضعیف ہیں۔ اہل علم نے ان کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے لیکن حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کا مجموعہ بتاتا ہے کہ ان کی کچھ اصل ہے۔ (کتاب الجنائز ص ۹۱، ۹۲)

میت کو ایصال ثواب اور دعا:۔ میت کے واسطے دعا کرنا اور دعا کا نفع اس کو پہنچنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور تمام علمائے اہلسنّت کا مذہب بھی یہی ہے کہ دعا کا نفع میت کو پہنچتا ہے۔ سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**والذین جآؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان**'' یعنی جو لوگ صحابہ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! تو مغفرت کر ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جنہوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کیا۔ اس آیت سے میت کے واسطے دعا کرنا اور دعا کا نفع پہنچنا ثابت ہوتا ہے اور نماز جنازہ کی جس قدر دعائیں آئی ہیں ان تمام دعاؤں سے میت کے واسطے دعا کرنا اور دعا کا نفع پہنچنا ثابت ہوتا ہے و نیز بہت سی احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ (کتاب الجنائز ص ۹۴)

عباداتِ مالیہ کا ایصال ثواب:۔ اسی طرح عبادات مالیہ کا بھی ثواب میت کو پہنچنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور تمام علمائے اہلسنّت کا مذہب بھی یہی ہے کہ عبادات مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے ''بخاری'' اور ''مسلم'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میری ماں یکایک مرگئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی یعنی بات کرنے کا اس کو موقع ملتا تو وہ صدقہ کرتی سو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب اس کو پہنچے گا؟

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میری ماں وفات کر گئی ہیں۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس شخص نے کہا: میرے پاس ایک باغ ہے آپ کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

مسند احمد اور نسائی میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ماں مرگئیں، تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میری ماں کا انتقال ہو گیا، میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی پلانا۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی۔ پس انہوں نے ایک کنواں کھدایا اور کہا کہ یہ کنواں ام سعدؓ کے واسطے ہے یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔

ان احادیث صحیحہ صریحہ سے عبادات مالیہ کا ثواب میت کو پہنچنا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ (کتاب الجنائز ص ۹۸، ۹۵)

عبادات بدنیہ میں جمہور کی رائے:۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے۔ حافظ سیوطی ''شرح الصدور'' میں لکھتے ہیں:

اختلف فی وصول ثواب القران للمیت فجمھور السلف و الائمة الثلثة علی الوصول و خالف فی ذلك امامنا الشافعی (کذا فی المرقاة ج ۲ ص ۳۸۲)

تلاوت قرآن کے ثواب کے پہنچنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک پہنچتا ہے اور ہمارے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں پہنچتا ہے۔

اور ملا علی قاری شرح ''فقہ اکبر'' میں لکھتے ہیں: ''اختلف العلماءُ فی العبادات البدنیۃ کالصوم والصلوٰۃ وقرآءَۃ القران والذکر فذھب ابوحنیفۃ واحمد وجمھور السلف الی وصولھا والمشھور من مذھب الشافعی ومالك عدم وصولھا والله تعالی اعلم''

عبادات بدنیہ جیسے روزہ اور نماز اور قرأت قرآن اور ذکر کے ثواب پہنچنے میں علماء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور سلف کا مذہب یہ ہے کہ عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور مذہب مشہور امام شافعی اور مالک رحمہما اللہ کا یہ ہے کہ نہیں پہنچتا ہے۔

(کتاب الجنائز ص ۹۵، ۹۶)

میت کو ایصال ثواب اور دعا کی ضرورت:۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کے اندر میت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ڈوب رہا ہو اور فریاد کر رہا ہو میت منتظر رہتی ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا کسی دوست کی طرف سے کوئی دعا اس کو پہنچے پس جب کوئی دعا اس کو پہنچتی ہے تو وہ دعا اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں کے مانند (ثواب اور رحمت اور مغفرت) داخل کرتا ہے اور زندہ لوگوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہ ہے کہ ان کے واسطے استغفار کیا جائے۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے مردے ہماری دعا اور استغفار کے بہت محتاج ہیں۔ پس مردوں کے واسطے بہت کثرت سے دعا اور استغفار کرنا چاہیے۔ (کتاب الجنائز ص ۹۸)

مسئلہ سماع موتی میں راہ اعتدال:۔ سوال: کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ اگر سنتے ہیں تو نم کنومۃ العروس والی حدیث کا کیا مطلب ہے؟ ''بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل''

جواب: آیت ''انك لاتسمع الموتٰی'' اور آیت ''وما انت بمُسمع من فی القبور'' سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مردے سنتے نہیں ہیں اور اسی کی تائید حدیث ''نم کنومۃ العروس'' سے بھی ہوتی ہے لیکن بعض احادیث صحیحہ سے خاص اوقات و مواقع میں مردوں کا سننا ثابت ہوتا ہے۔

جیسے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے جس میں یہ لفظ واقع ہے انہ لیسمع قرع نعالھم۔ (رواہ البخاری) اور: جیسے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جس میں یہ لفظ واقع ہے ما انت باسمع منھم (رواہ البخاری ایضاً)

جیسے حدیث بریدہؓ سے جس میں یہ لفظ واقع ہے ''کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یعلمھم اذاخرجوا الی المقابر بر السلام علیکم اھل الدیار'' الخ (رواہ مسلم)

پس دونوں آیتوں مذکورہ بالا اور ان احادیث کے درمیان جمع اور توفیق کی صورت یہ ہے کہ مردے سنتے نہیں ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی خاص وقت یا کسی خاص موقع میں ان کو سنانا چاہتا ہے تو وہ سن لیتے ہیں۔ (کتاب الجنائز ص ۹۹)

نام کتاب:۔ تحریک مجاہدین جلد ششم..... مصنف:۔ ڈاکٹر صادق حسین ایم بی ایس

مکتوبات سید احمد شہید نقشبندی رحمہ اللہ

مکان کا رونا اور آپ کا تسلی دینا (کرامت):۔ مکتوب از جانب سید احمد صاحب بنام مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی از مکہ معظمہ

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: منجانب فقیر سید احمد بجناب خلائق مآب حضرت صاحب حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین شاہ عبدالعزیز دامت برکاتہ'' بعد عرض سلام مسنون تقدیم تعظیمات و تکریمات و آداب و اخلاص عقیدت، عرض آنکہ الحمدللہ فقیر و تمام قافلہ بخیر و عافیت مکہ معظمہ میں آخر

ماہ شعبان سے اس خط کے لکھنے تک مقیم ہے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے حج اور زیارت نصیب فرمائے۔ آپ کی دعاؤں سے امیدوار ہوں، بفضل اللہ تعالیٰ اس بابرکت اور مسعود سفر میں جو بشارتیں اور اعلیٰ درجے کی عنایات خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس فقیر کو میسر ہوئی ہیں از اں جملہ ان میں سے کچھ تحریر کی جاتی ہیں تا کہ آنجناب اور کل مومن برادران واقف ہوں۔ اس وقت بھی خداوند تعالیٰ کا شکر ہے اور اس خط لکھنے کی بناء بھی آنجناب کی برکت اور فقیر کے حال پر عنایات ترتیب پا کر جن کا آغاز ابتداء سے ہی ہوا۔ آپ کی دعاؤں سے بفضل تعالیٰ ایسی کرامتیں حاصل ہوئیں امیدوار ہوں کہ آپ کی دعائیں ہمیشہ شامل حال رہیں تا کہ حق تعالیٰ حقیقی متصد اور واضح مطلب بخشے اور ظاہراً ہدایت و رحمت عام کہ کل خلقت کے لیے ہے حاصل ہو۔ منجملہ اور باتوں کے یہ ہے کہ وطن سے سامان روانگی کی تیاری میں تھا اور لین دین کے کام اس کثرت سے رہے کہ صبح سے آدھی رات ہو جاتی تھی۔ انہی دنوں میں ایک رات ایسے ہی کاموں میں مشغول تھا اور ایک نیا مکان مختصر برادران مومن کی کوشش اور نیک اعداد سے بن گیا ہے۔ اس مکان میں تھا کہ اس مکان کی روحانیت نمودار ہوئی جو میرے روبرو بہت غمگین شکل میں کھڑی ہو گئی اور بھی غیب کی مخلوقات وہاں ظاہر ہوئیں۔ روحانیت مذکور اپنے غم و رنج کی وجہ سے دوسری غیبی مخلوق سے مخاطب ہوئی اور کہنے لگی کہ کل ہمارے معزز آقا ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ وہ اتنی آبدیدہ ہوئی کہ اس کے رنج سے میں بھی رو پڑا۔ اس ادنیٰ بندہ (یعنی سید احمد خود) کا مالک حقیقی کی بارگاہ میں رسائی تھی اس کی ذیشان بارگاہ میں عرض کی کہ روحانیت کی یہ محبت اور انس بھی بفضل تعالیٰ ہے ورنہ میرے جیسے ہزاروں عاجز انسان ہیں کہ کوئی انہیں نہیں پوچھتا وہ مکان چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور مکانوں کو نہ رنج ہوتا ہے اور نہ پرواہ کرتے ہیں یہ انس اور محبت بڑے فضل و کرم کی بناء پر ہے اس انس اور محبت کے بدلے اس کی تسکین کے لیے کچھ فرمایئے مجھے حکم ملا کہ اسے کہو کہ تجھے جنت میں لے جائیں گے اور یہ خطاب وہ بھی سنتی تھی۔ لیکن میں بھی حکم بجالایا اور اس کو یہ بشارت سنادی۔ بہت مسرور ہوئی اور تسکین پائی۔

غرق ہوئی کشتی کا بچ جانا (کرامت):۔ اور جس روز دلمؤ سے روانہ ہو کر کشتیوں میں سوار ہوئے ایسا سمجھ میں آیا کہ فلاں کی کشتی ان کشتیوں میں سے غرق ہو جائے گی اور اس کشتی میں لوگوں کا اسباب لادا گیا تھا۔ اس فقیر کے لیے دوسری کشتی مقرر کی گئی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اگر کسی کی خطا ہوگی تو میں بھی بوجہ غفلت چاہے کسی کو ہو اس تفسیر میں شامل ہوں اس کشتی میں سوار ہونے کی آمادگی ظاہر کی غیب سے ارشاد ہوا کہ اب اس کشتی کو غرق نہ کیا جائے گا۔ ''خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کر چھوڑا'' الحمد للہ سبھی سلامتی اور حفاظت سے پہنچ گئے۔

دریا کے پانی کی روح سے مکالمہ (کرامت):۔ جس وقت کلکتہ سے روانہ ہو کر دریائے شور تک پہنچے اور میٹھے دریا کا پانی ختم ہو گیا۔ دریائے شور کی روح بڑی شان و شوکت اور دبدبہ کے ساتھ (جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے) ظاہر ہوئی اور فقیر سے ملاقات کی اور مقابلہ اور جھگڑے کے لیے تیار ہوئی اس کی گفتگو کے الفاظ یاد نہیں رہے لیکن اتنا محفوظ ہے کہ اپنا رعب داب ظاہر کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ اس کے سامنے عاجزی اور انکساری کی جائے۔ اس کی ہیبت مانی جائے۔ چونکہ کبھی اس کو نہ دیکھا تھا وہ بڑی شان و شوکت سے نمودار ہوئی اتنا کروفر دیکھ کر میں حیران ہوا لیکن وہاں خیال مشاہدہ خداوند ذوالجلال بھی حاصل تھا اور غیبت اور غفلت ادھر سے نہیں تھی۔ جب اس کی ہیبت دیکھی اور اس کی درخواست معلوم ہوئی اس کے رعب اور ڈر سے میرے نفس پر ذرا اثر نہ ہوا اور میں نے پرواہ نہیں کی۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اور تو دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ مجھے تیری خوشامد کرنے کا کیا مطلب۔ تجھ سے ہرگز التجا نہ کروں گا بلکہ میں اور تو اور آسمان و زمین اور چیونٹیاں کل مالک حقیقی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ حضرت جل شانہ کی عظمت اور بزرگی اور مدح و ثنا بیان کی وہ روح یہ بیان سننے کے بعد جھگڑا کرنے سے باز آئی لیکن خوش معلوم ہوتی تھی جب جہاز بمقام موسومہ قاب وقمری پہنچا اور یہ جگہ مشہور ہے جہاں جہاز ڈگمگاتے ہیں اور بہت سے خطرے ہیں اور ہیبت ناک جگہ ہے۔ ہمارا جہاز بھی ڈگمگانے لگا اور بوجہ سر چکرانے کے لوگوں میں اضطراب اور اداسی چھا گئی باوجودیکہ ہمارا جہاز بہت لمبا چوڑا اور بھاری تھا یہاں تک کہ دور سے بیٹھے ہوئے آدمیوں کے سر بھی نہیں دکھائی دیتے تھے۔ اس وقت ایک تجلی نمودار ہوئی جو ایک طرف سے جا رہی تھی اور ارشاد ہوا اگر تجھے ڈبو دیں تو کیا کرے گا اور کس کو مدد کے لیے لائے گا۔ عرض کیا کہ اے خداوند!

اگر میرا ڈبونا تجھے پسند ہے اور مجھے ڈبونا چاہتا ہے اور تمام دنیا چاہے کہ مجھے پکڑے اور باہر لائے اور میری مدد کرے تو میں ہرگز باہر آنے کے لیے راضی نہیں ہوں اور کسی کو اپنا معاون نہ بناؤں گا۔ ایک کیفیت کہ اس کو تبسم کہہ سکتے ہیں نمودار ہوئی اور فرمایا کہ تجھے ڈبویا نہ جائے گا۔

قافلہ کی حفاظت کی بشارت:۔ جب جہاز بندر عدن کے قریب پہنچ کر لنگر انداز ہوا اس دن جمعرات کا دن تھا۔ جہاز کا ناخدا جہاز سے اترا اور بندرگاہ گیا۔ اس فقیر نے بھی جہاز سے اترنے کی درخواست کی چونکہ کل روز جمعہ ہے اور یہ سرزمین عرب ہے۔ نماز جمعہ یہاں ادا کی جائے۔ فقیر ڈرتا تھا کہ ایسا نہ ہو اہل قافلہ اور خاص کر عورتوں کو فقیر کی غیبت کے سبب کوئی تکلیف پہنچے اپنی روانگی کے لئے متردد تھا۔ جمعہ کی رات ایک اور جہاز نظر آیا اس دن دوربین سے دیکھتا رہا اور یہ اندیشہ تھا کہ کہیں قزاق نہ ہوں۔ یہ ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ قزاق کبھی کبھی مسافروں پر حملہ کر کے قتل وغارت کرتے ہیں۔ اس لیے دل میں خلجان سا تھا اپنا بچاؤ اور حفاظت کا حکم خداوند تعالیٰ کی جانب سے ہے جہاز سے اترنے میں زیادہ تر دد تھا کہ بارگاہ الرحیم والرحمان سے بشارت ہوئی کہ تو عدن جا اور ان کو ہمارے سپرد کر جا۔ اور اس بشارت میں کل اہل قافلہ کہ اس جہاز میں تھے سبھی شامل تھے لیکن اس عاجز کے لواحق اور رشتہ داروں کی خصوصیت بہ نسبت دوسروں کے اس بشارت سے سمجھ آئی تھی۔

مرشد کی بدولت مریدین کی مغفرت:۔ صبح جمعہ کو کشتی میں سوار ہو کر کوہ عدن کے قریب پہنچے۔ بعد ادائے چند رکعات نفل دعائیں کیں۔ الحمدللہ کی اجابت ادھر سے متوجہ تھی کئی خوشخبریاں ملیں ایک غیب کی جانب سے ان ہمراہیوں کے متعلق تھی جو فقیر کے ساتھ تھے۔ وہ اس طرح پر تھی کہ اس کو فاخر خلعتوں جو کہ زیادتی خوشنودی اور رضا کا نشان ہے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور یہ حقیقت فقیر کے مشاہدے میں تفصیل سے آئی ہے۔ اور یہاں سے تدریجی رحمت عازمان حج کے لیے جو اس جہاز میں سوار تھے اور اس کے بعد سبھی سواران جہاز کہ جن میں اہل قافلہ تھے۔ اس کے بعد وہ تمام لوگ جنہوں نے فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی متوجہ ہوئی کہ وہ غفران اور بخشش کے متعلق تھی اور یہ سب معلوم ہوتا تھا اس لیے پہلے فقیر سے دعا کرائی گئی تھی جس کا مدعا یہ تھا کہ یہ ملک اور آنس چالن کا علاقہ میرا اور میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور ہمیں اپنے فضل سے یہاں پہنچایا ہے۔ پس عنایت فرما۔ الفاظ بالکل وہی محفوظ نہیں لیکن اس طرح کے تھے۔ یہ عرض کرنے کے بعد اجابت ظاہر ہوئی علاوہ ازیں ملک عرب میں فقیر کے ذریعہ ہدایت پھیلانا اور اس کے اثرات کو اقلیم روم تک پہنچانا لوگوں کو خوشخبری ملی اور خاص بشارت فقیر کے حق میں ایسی ہوئی کہ کمال شفقت ومحبت سے خاص ارشاد ہوا کہ تو جہاں کہیں جائے گا یوں سمجھنا کہ ہمارے در پر ہے۔ اس کا مطلب میں یہ سمجھا کہ ایسی غور پرداخت جو دلداری اور کفالت ہر ایک کام کیلئے کی گئی ہے یہ اہل سخا کے کرم سے ہوتی ہے اس طرح اکرم الاکرام میں جل مجدہ نے اپنی عظمت و شان کے مطابق اس فقیر سے احسان واکرام کا وعدہ فرمایا۔

مرشد کی بدولت مغفرت اور قبولیت:۔ مخا میں ایک ہفتہ قیام رہا۔ یہاں بہت آدمی بیعت کرتے رہے۔ ایک دن ایک بوڑھا آدمی جس کی نظر کمزور اور طاقت جواب دے چکی تھی اور خداوند تعالیٰ سے عجیب التجا کرتا تھا اور اپنے اعمال سے شرمندہ اور گناہوں کا ڈر بیان کرتا تھا۔ مالک القلوب کا اعتقاد اس درویش میں راسخ تھا۔ فقیر سے رابطہ اور وسیلہ چاہتا تھا اور دعا کی درخواست کرتا تھا۔ رحمت الٰہی کا جوش اس وقت پہلے اس پیر مرد کے شامل حال ایسا ہوا کہ صراحۃً معلوم ہوتا تھا کہ اس کو سعادت الٰہی کی طرف فوراً لے گئے۔ دوسرے اس کے عموم وشمول سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جوش رحمت کا دروازہ معلوم ہو گیا جو اس سال حج کرے گا وہ آپ کے باعث کہ آپ ان میں ہوں گے سبھوں کو میں نے بخش دیا۔

آپ سے پہلے کسی کا تلبیہ قبول نہ ہونا:۔ اور جب جہاز یلملم کے قریب پہنچا سبھوں نے احرام کی تیاری کی۔ فقیر نے غسل کیا اور چند رفیقوں نے غسل دیا اور اس کام میں مدد کی۔ ان سبھوں کے حق میں بخشش ومغفرت معلوم ہوئی جو یہ عمل کر رہے تھے کہ وہ سب بخشے گئے۔ اس کے بعد تلبیہ (لبیک) کا وقت آ گیا ایک صاحب نے مجمع میں پہل کی اور تلبیہ کے لیے اپنی آواز بلند کی۔ اس کے لیے عنایت (بشارت) ہوئی جو کوئی تجھ سے پہلے تلبیہ کہے ہم اس کا تلبیہ نہیں سنتے۔ بروز شرف حصول سعادت داخلہ مکہ معظمہ جب ہم بیر ذی طوی سے گزرے۔ ایک فقیر کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ اس راستے سے گزریں۔ فقیر پر ایک عجیب حالت طاری تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ جملہ حاضرین پر

اس کا نمایاں ہوا۔ ہم لوگ لبیک کہہ رہے تھے اور ایسا کہنا صریح مخاطبہ تھا۔ ہم اس کی اجابت اور قبولیت دیکھ رہے تھے۔ اس وقت کی دعا سے ایک فتح حاصل ہوئی کہ اچھی طرح بیان کر سکتا ہوں۔ اس حال میں یہ مضمون تعبیر عجیب میری زبان سے آسان ہوا کہ بہت سے آدمی شرمندہ اور گناہگار دور دور کے ملکوں سے آپ کے حرم اور جائے پناہ میں آئے ہیں اور ان کو میں لایا ہوں جو چنیں و چناں چاہتے ہیں اس وقت ایک عجیب بشارت حیرت افزا ہوئی جس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کو کیا کہا جائے لیکن وہ کمال رحمت و عنایات کے مستحق ہیں اور ایک خصوصیت رکھتے ہیں۔ رحمانی اشارہ تھا کہ اس کی تفصیل و شرح یہی ہے۔ اور یہ لفظ یاد ہے کہ ہم نے ہند سے لے کر انتہائے بخارا تک کو بخش دیا ہے اور ان کی مغفرت ہوئی۔ اس کے بعد دل میں یہ وسوسہ آیا کہ یہ عنایت زندوں کے لیے ہے یا مردے بھی داخل ہیں۔ رحمت فقیر کی طرف ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ تخصیص کی ممانعت کر رہی ہے کہ تخصیص کا گمان نہ کر عام رحمت کو خاص نہ کرو۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ مردوں کی مغفرت ہو گئی تھی اور جو لوگ سختیوں میں بتلا اور گرفتار تھے انہیں مخلصی اور رہائی مل گئی اور خوشیاں منا رہے تھے۔ یہ مغفرت عام تمام مومنین کو حاصل ہوئی۔ جن کے دل میں (خواہ کمزور سا بھی) ایمان تھا اس مغفرت سے محروم نہیں رہا۔

ماہ رمضان شریف، لیلۃ القدر کے موقع پر بہت سی دعائیں عام و خاص کی گئیں اور اجابت کے لیے ان دعاؤں کے لیے متوجہ دیکھا اور سبھی قبول ہوئیں۔ حق تعالیٰ ان کے آثار جلد ظاہر اور واقع فرمائے اور کل مسلمان خوش اور شاد ہوں اور آنجناب کی مسرت دلی بھی اس عرضی کے پہنچنے پر توقع ہے کیوں کہ یہ سب بشارات آنجناب کی بابرکت دعاؤں کے سبب سے ہیں اور آپ کی پاکیزہ دعاؤں سے آئندہ ترقی اور برکتوں کا اُمیدوار ہوں اور کامل امید ہے کہ ضروری دعائیں فرمائیں گے فقیر اور تمام مریدین معتقد سبھی متبرک مقامات پر دعائیں کرتے ہیں خداوند تعالیٰ قبول فرمائے۔ وہ بے شک ہر شے پر قادر ہے اور قبول کرنے والا ہے زیادہ آداب اور کیا عرض کروں۔ والسلام و الاکرام۔ (تحریک مجاہدین ص ۵ تا ۱۰)

دوسرا خط:

طفلان طریقت کی تربیت:۔ خط مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ۔ محدث دہلوی بنام منشی نعیم خان صاحب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: منشی صاحب عالی مراتب، زبدہ اہل اخلاص، خلاصہ ارباب اختصاص اسال اللہ تعالیٰ ونزول علیہ برکاۃ فی الدنیا والاخر۔ منجانب فقیر عبدالعزیز بعد از سلام مسنون و دعائے مکرون (زیادہ) ضمیر صفائی پذیر پر واضح اور روشن ہو کہ مسرت افزا نامہ مع خط میر سید احمد صاحب (مسلمانوں کو ان سے بھلائی پہنچے) ملاحظہ میں آیا۔ نیز سوال مفصل معلوم ہوا۔

صاحب من: اس طرح کا قصہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی (رحمہ اللہ) کے زمانے میں ان کے بعض دوستوں کو پیش آیا تھا کہ اپنی بزرگی ان پر کھل گئی تھی اور خاص وعدے غیب سے ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ وہ لوگ بھی یہی معلوم کرتے تھے۔ سید الطائفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ خیالات بے اصل نہیں یعنی از جانب خدا طفلان طریقت کی تربیت اور (جو کہ کسی شخص کے پیرو۔ تابع ہوں) ان کو خداوند کی طرف بلاتے ہیں۔ میسر ہوتے ہیں۔ اسی طرح کہ جیسے بچے کو مکتب میں لے جاتے ہیں۔ اس کے استاد یا ماں باپ اس سے اپنے وعدے کرتے ہیں کہ تیرے لیے اچھے لباس بنائیں گے اور مٹھائی لائے ہیں اور فلاں نعمت تجھ کو دی جائے گی۔ ہم تجھ سے بہت خوش ہیں اور تیرے لیے چاندی کی تختی لائیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس بڑے بڑے سابقہ ولی مثل غوث اعظم قدس سرہ اور بزرگان کی طرف سے تابع اور مریدوں کو مغفرت اور رحمت کے وعدے دیئے گئے ہیں اور ان کے طفیل کل عالم پر نظر رحمت منقول کی گئی ہے اور وہ کل وعدے پورے ہوتے ہیں اور مشہور حدیث میں آیا ہے چالیس ابدالوں کے اس امت کا کوئی زمانہ ان سے خالی نہ ہوگا کہ بھم یمطرون اھل الارض وبھم ینصرون وبھم یرزقون (ان کے طفیل ساکنان زمین کے لئے بارش ہوگی۔ نصرت اور رزق حاصل ہوگا) اور کوئی تعجب کی بات نہیں کہ میر سید احمد کو ان مراتب میں سے بعض مرتبے حاصل ہو گئے ہوں اور ہم عصر بزرگوں کی طرف سے بطور القاء ان میں کچھ اثر آ گیا ہو۔ الغرض اس بارہ میں انکار اچھا نہیں بلکہ انتظار کرنا

چاہیے کہ حق تعالیٰ ان وعدوں کے آثار ظاہر فرمائے۔ پس یہ سبھی سچے ہیں۔ سوائے دارین کی ترقیوں کے اور کیا تحریر کیا جائے۔ فقط۔
(تحریک مجاہدین ص۱۰)

غیبی اشارہ اور سچی بشارت:۔ انہیں مذکورہ وعدے برائے تسلی خاطر اور اطمینان قلب اور اعتماد خداوند تعالیٰ کے خزانوں پر اس فقیر اور کل مخلص مومنوں کے لیے کافی ہیں پس فقیر نے انہی خداوندی وعدوں پر اعتماد کیا ہے اور اپنے حاکم کا حکم قبول کر کے اس کو اپنی محبت کا قبلہ بنایا ہے۔ (یعنی اختیار کیا ہے) اور خداوند کے سوا کل دنیا کو بھلا دیا ہے۔ ہر طرح تیار ہو کر خداوند تعالیٰ کا صحیح راستہ اپنے سامنے رکھا ہے اور پوری دلجمعی اور مسرت سے اپنے کام میں مصروف ہے۔ جس نے اس کام میں فقیر کی شرکت کی ہے اس نے دونوں جہانوں کی سعادت اور ہمیشہ کی راحت پائی اور جس نے فقیر کی رفاقت سے پرہیز کیا ضرور ہے وہ ایک دن پچھتائے گا۔ کیوں کہ فقیر اس کام میں غیبی اشارہ پا کر مامور ہوا ہے اور سچی بشارت ہرگز ہرگز شیطانی وسوسہ ونفسانی خواہشوں سے آمیزش نہیں رکھتی۔ فقیر کو حکم الٰہی ماننا تہہ دل سے مقصود ہے اور وعدہ الٰہی پر کامل یقین ہے لیکن یہ کہ الٰہی وعدہ کس طرح ظاہر ہوگا سو حکم بجالانے والے بندے کی کیا طاقت ہے کہ وہ مالک سے معلوم کر سکے کہ اپنا وعدہ کس طرح پورا کرے گا۔ یہ سوال بندگی کے قانون اور ادب سے بعید ہے۔ مختصر یہ کہ چوں چرا سے میں بیزار ہوں اور اطاعت میں کوشاں ہوں سلامتی ہو ان پر جنہوں نے ہدایت قبول کی اور نفسیات کا شکار نہ بنے چونکہ آپ نے دلی مدعا معلوم کرنے کے لیے تحریر کیا تھا اس لیے اگر چہ ہدایت یافتہ دل میں ربانی الہامات اور انوار ونور ایمانی پوشیدہ ہیں لیکن وہ تقریر وتحریر کے میدان سے باہر ہے یعنی وہ ناقابل بیاں ہے۔ (تحریک مجاہدین ص۱۲)

لڑائی میں فتح کی غیبی بشارت:۔ بیان الہام: فقیر غیبی بشارت ربانی کی بنا پر سکھوں کے استیصال کے لیے مامور ہے اور مطابق بشارت رحمانی مجاہدین کے غلبہ کی بشارت ہوئی ہے۔ پس جو اپنی جان ومال، عزت اور شان کو اعلائے کلمہ حق اور بہتری سنت المرسلین کے لیے خوشی خوشی استعمال نہیں کرے گا۔ کل اس سے مواخذہ ہوگا اور خائب وخاسر رہے گا۔ اس لیے آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ اپنے علاقے کو مومنوں کی جماعت کو عموماً اور حاکموں کو خاص طور پر جس طرح سر وقت مناسب ہو تمام معاملہ اچھی طرح سمجھا دیں کہ وہ دنیا اور آخرت کی خرابیوں سے محفوظ رہ کر کونین کا نفع پائیں چونکہ دلی مدعا کا تحریر کرنا ضروری تھا اس لیے یہ چند سطریں کافی سمجھیں گئیں۔ زیادہ والسلام (تحریک مجاہدین ص۱۴)

اقامت دین کا غیبی اور الہامی اشارہ:۔ اب دونوں طرف جنگ وجدل شروع ہو گیا رات دن آسمانی نصرت رحمانی تائید بارش کی طرح حاصل ہو رہی ہے جملہ تائیدات خداوندی میں سے یہ ہے کہ جنود مجاہدین اگر چہ تعداد میں کافی تھے لیکن ایک بے قاعدہ لشکر تھا۔ اور عام بلوائیوں کی مانند کوچ اور نظام میں بے قاعدگی رہی۔ اس بنا پر بحکم خداوندی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ذی شان فقیہوں کے فتوؤں اور اعلیٰ اہل فہم کی رائیوں کے اور اقتضاء وقت اور مصلحت کے اس رکن اسلام کی اقامت بغیر امام کے شرعی نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ بہ اتفاق سادات کرام وعلماء مشائخ وصاحبزادگان وخواتین وجماہیر خواص وعام اہل اسلام وایمان نے ایں جناب کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور جمعہ کے دن نماز جمعہ کے خطبہ میں ایں جانب کا نام پڑھا گیا اول یہ کہ ہر چند یہ ناچیز خاکسار کو اس اعلیٰ مرتبہ کے لیے پہلے ہی غیبی اشاروں اور الہام سے بشارت دے دی گئی تھی دوسرے جماعت اہل اسلام کے اتفاق سے اس منصب شریف کو پا کر خاص وعام سے شریف کو قبول کرنا اس فقیر کا سوائے اقامت جہاد اور صحت جمعہ وعیدین اور ایسے ہی احکام ظاہری دینی اور اعلائے کلمہ رب العالمین کے اور کوئی دنیاوی غرض مثلاً مال جمع کرنا۔ عزت مرتبہ، سلطنت یا کسی علاقے پر تسلط یا حاکموں کی اہانت یا رئیسوں کی سبکی یا خدا کے بندوں پر حکم چلانا یا ہم عصروں اور رشتہ داروں پر برتری جتلانا ہرگز ہرگز نہیں۔ بالجملہ کوئی شیطانی وسوسے اور ذاتی خواہشیں اس رحمانی دعوت کے ساتھ وابستہ نہیں۔ چونکہ اس قسم کی اقامت فی سبیل اللہ وقوع میں آئی ہے اس لیے اس کے نشان بھی ظاہر ہونے لگے ہیں۔ (تحریک مجاہدین ص۵۶)

خاندانی تعارف:۔ یہ فقیر اور اس کا خاندان بلاد ہندوستان میں گمنام نہیں ہزاروں افراد خاص وعام اس فقیر اور اس کے اسلاف کو جانتے ہیں کہ باپ دادوں سے اس فقیر کا مذہب حنفی ہے اور بالفعل کل قول وفعل اس حنیف کے قوانین اور اصول حنفیہ اور ان کے قواعد وآئین

کے مطابق ہیں۔ ایک بات بھی اصول سے خارج نہیں (الا ماشاءاللہ) (تحریک مجاہدین ص ٨١)

ہر چند آں اورنگ ارائے جلالت کی خوبیاں اور مناقب اکثر عوام وخواص اس علاقے سے **عموماً** اور فضیلت مآب **ملا فیض محمد و ملا نصر اللہ** کی زبانی خصوصاً کئی مرتبہ مجملاً سننے میں آئے تھے اور وہ تعلقات دوستی کے رابطوں کو مضبوط کرنے کا باعث ہوئے۔ لیکن ان سعادت انجام دنوں میں خاص اخلاص نشان محبت عنواں آدینہ خاں بدخشمی نے جو کہ طریقت کے طریقہ اشغال سیکھنے کے لیے اس فقیر کے پاس آئے ہیں۔ آں خجستہ خصائل کا کل بابرکت حال مفصل بیان کیا۔ (تحریک مجاہدین ص ٩٨)

اسرار طریقت کے حامل بزرگ:۔ مصلحتوں کی بنا پر چاہتا تھا کہ جسمانی ملاقات حاصل کروں اور کچھ فیوض ربانی اور رحمت ربانی کہ یہ عاجز وخاکسار اور ناچیز محض قادر مختار قدرت سے ان پر فائز ہوا ہے اور آں برادر عزیز کو علاقہ اخوت کی مضبوطی کے لیے تعلیم دوں اور اس امر میں تردد کر رہا تھا کہ اگر ملاقات آں عزیز کا عزم کروں تو مومنوں کا اجتماع برہم ہو جاتا ہے اگر اس سے پہلو تہی کرتا ہوں تو ان کی شرکت اس امر عظیم میں میسر نہیں ہوتی۔ اس بنا پر ایک معزز تریں بزرگ اور خاص رفیق کو جو اس فقیر کے اسرار طریقت کے حامل اور اس ضعیف کے کل حالات سے باخبر ہیں اور ان کی ملاقات بعینہٖ اس فقیر کی ملاقات ہوگی اور ان سے استفادہ اس فقیر کے استفادہ کے برابر ہوگا اور اس نحیف کے جملہ معاملات متعلقہ میں بات چیت کر سکتے ہیں یعنی ہدایت مآب کمالات انتساب، مناقب الکتاب، ناصر دین مبین، ناشر سنت سید المرسلین مخدومی معظمی شیخ نظام الدین چشتی کو مع خان ممدوح یعنی آدینہ خان آں اقبال معمور کے حضور میں روانہ کیا گیا ہے۔ (تحریک مجاہدین ص ٩٩)

اطاعت امام وقت امیر المومنین سید احمد میں عہد نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اس بات کا تذکرہ ہے کہ کمتریں بندہ درگاہ حضرت رحمٰن اضعف العباد فتح خان رئیس پنجتار وغیرہ کا۔ ایک عہد نامے کی شکل میں اور یہ امر مکمل اور مسجل کیا کہ ہم بندگان بحمدللہ مسلمان ہیں اور مسلمان زادے ہیں۔ شرع متین اور دین سید المرسلین بسر وچشم قبول کرتے ہیں اور اسے اپنے لیے بڑا فخر سمجھتے ہیں جو معاملات قبائل میں خلاف شرع رواج پا گئے تھے ان تمام مذکورہ رسموں کو چھوڑ دیا ہے اور شریعت غرا کے حکموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ لیا ہے اور تمام معاملوں اور جھگڑوں میں احکام شرعی کو جزوی طور پر جاری کرنے کے لیے جناب قدسی القاب امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی سید امجد امیر المؤمنین سید احمد مد اللہ کو اپنا امام برضا ورغبت قرار دیا ہے اور آنجناب کے ہاتھ پر امامت کی بیعت بجالائے ہیں اور آنجناب کی اطاعت بموجب آیہ کریمہ۔ عین خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت سمجھ لی ہے اور اس التزام سے بیعت اور دین اسلام کی اطاعت مکمل کر لی ہے۔ ہر چند یہ بیعت بہت مدت سے بجالائے تھے لیکن فی الحال گزشتہ کے تذکرے کے لیے اور حق کی تاکید کے لیے یہ امر علمائے دین ومجمع فاضلاں شرح متین کے محض ظاہر کرتے ہیں اور ان بزرگوں کو اپنے عہد و پیمانوں پر گواہ بنایا ہے اور ان سے اسی عہد و پیمان پر استقامت کے لیے دعا کی درخواست کی گئی ہے تاکہ ہماری زندگی اور موت اسلام کے قانون وآئین سنت سید الانام ﷺ کے مطابق واقع ہو جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہیں۔ یہ چند کلمات بطریق عہد نامہ لکھے گئے ہیں تاکہ عندالحاجت حجت ہوں۔

بعد ازاں بروز جمعہ دیگر فتح خان نے اپنے قبائل کے تمام رئیسوں کو حاضر کیا اور ان سے بیعت امامت واحکام شریعت کے اجرا اور رسوم جاہلیت کے ترک کرنے چاہا گیا۔ ان تمام مخلصوں نے نماز جمعہ کے بعد امامت کی بیعت کریں اور ہر دو امیر مذکور کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس مجمع میں ایک فاضل جلیل کو قضاء کا منصب سونپا گیا اور قضاۃ کی دستار ان کے سر پر باندھی گئی اور قضاء کا حکم ان کے حوالے کیا گیا۔ بحمداللہ شرع کے احکام جاری ہو گئے۔ جھگڑے اور تنازعوں کا فیصلہ اضلاع متعلقہ پنجتار میں قانون شرع شریف کے مطابق ہونے لگے۔ (تحریک مجاہدین ص ١٠٦)

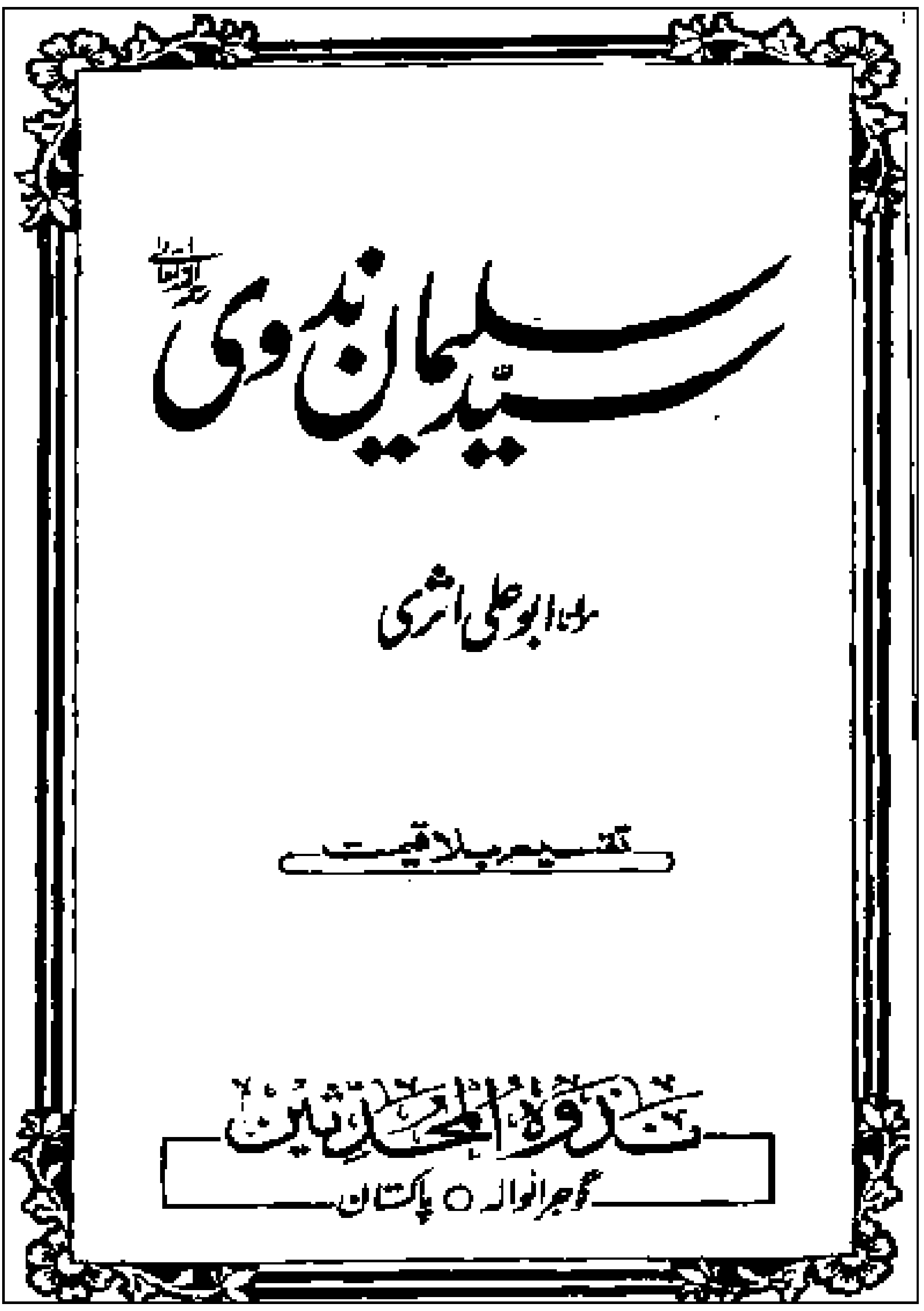

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

مولانا ابو علی اثری

تقسیم بلا قیمت

ندوۃ المحدثین

گوجرانوالہ ○ پاکستان

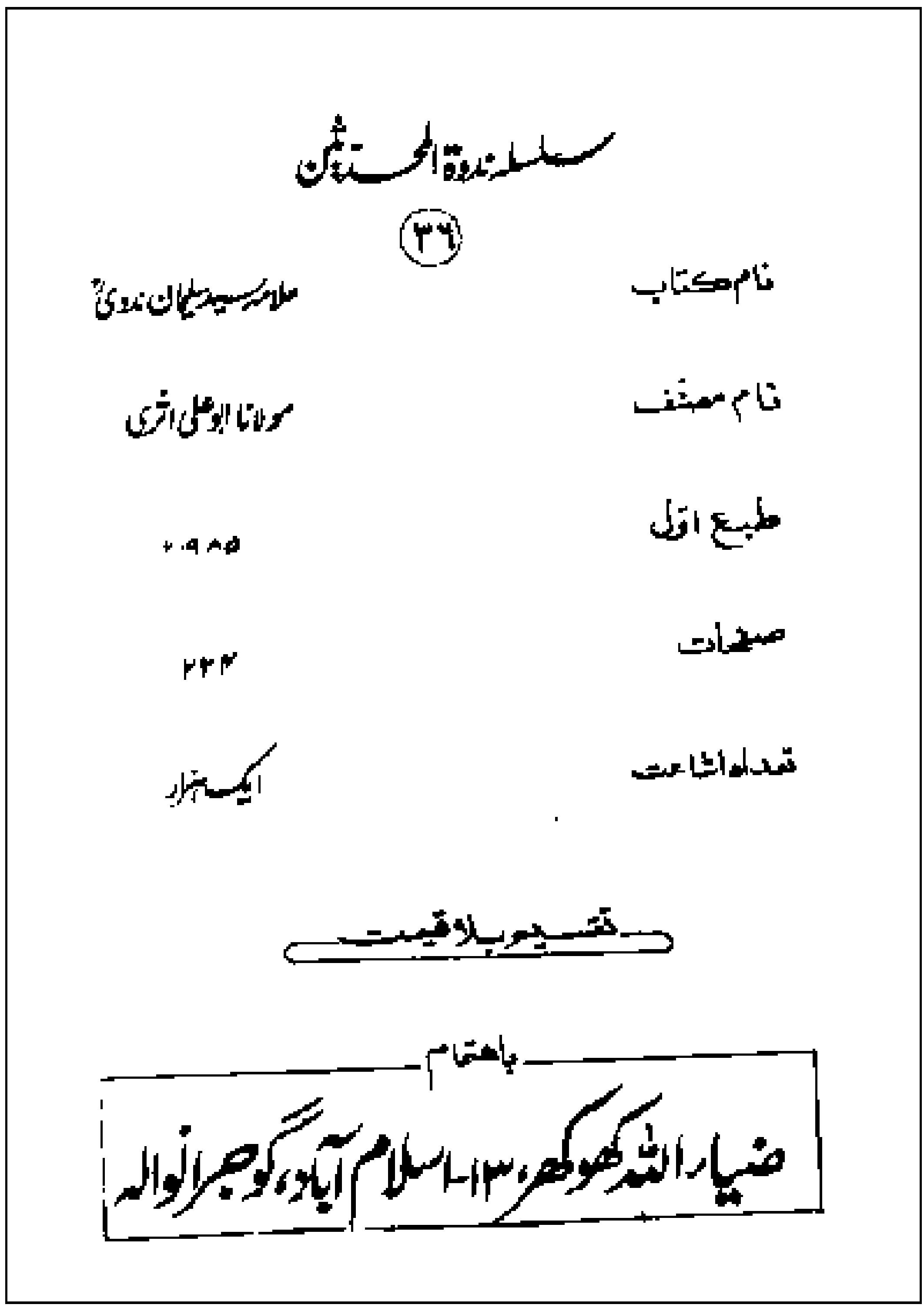

سلسلہ ندوۃ المحدثین

(۳۶)

نام کتاب — علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

نام مصنف — مولانا ابو علی اثری

طبع اول — ۱۹۸۵ء

صفحات — ۲۲۴

تعداد اشاعت — ایک ہزار

تقسیم بلا قیمت

باہتمام

ضیاء اللہ کھوکھر، ۱۳۱ اسلام آباد، گوجرانوالہ

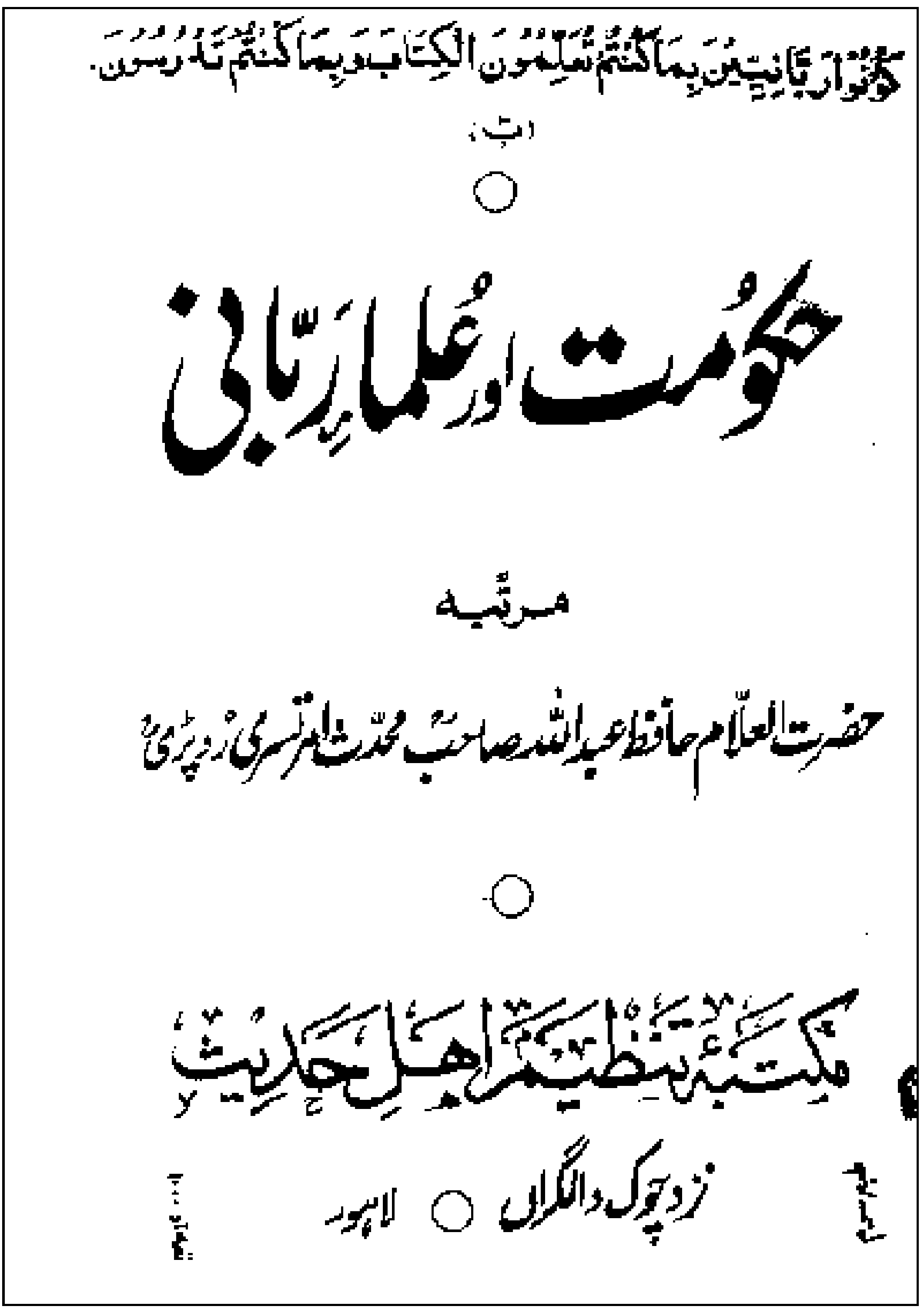

كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون.

(پ ۳)

○

حکومت اور علماء ربانی

مرتبہ

حضرت العلام حافظ عبداللہ صاحب محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ

○

مکتبہ تنظیم اہل حدیث

نزد چوک دالگراں ○ لاہور

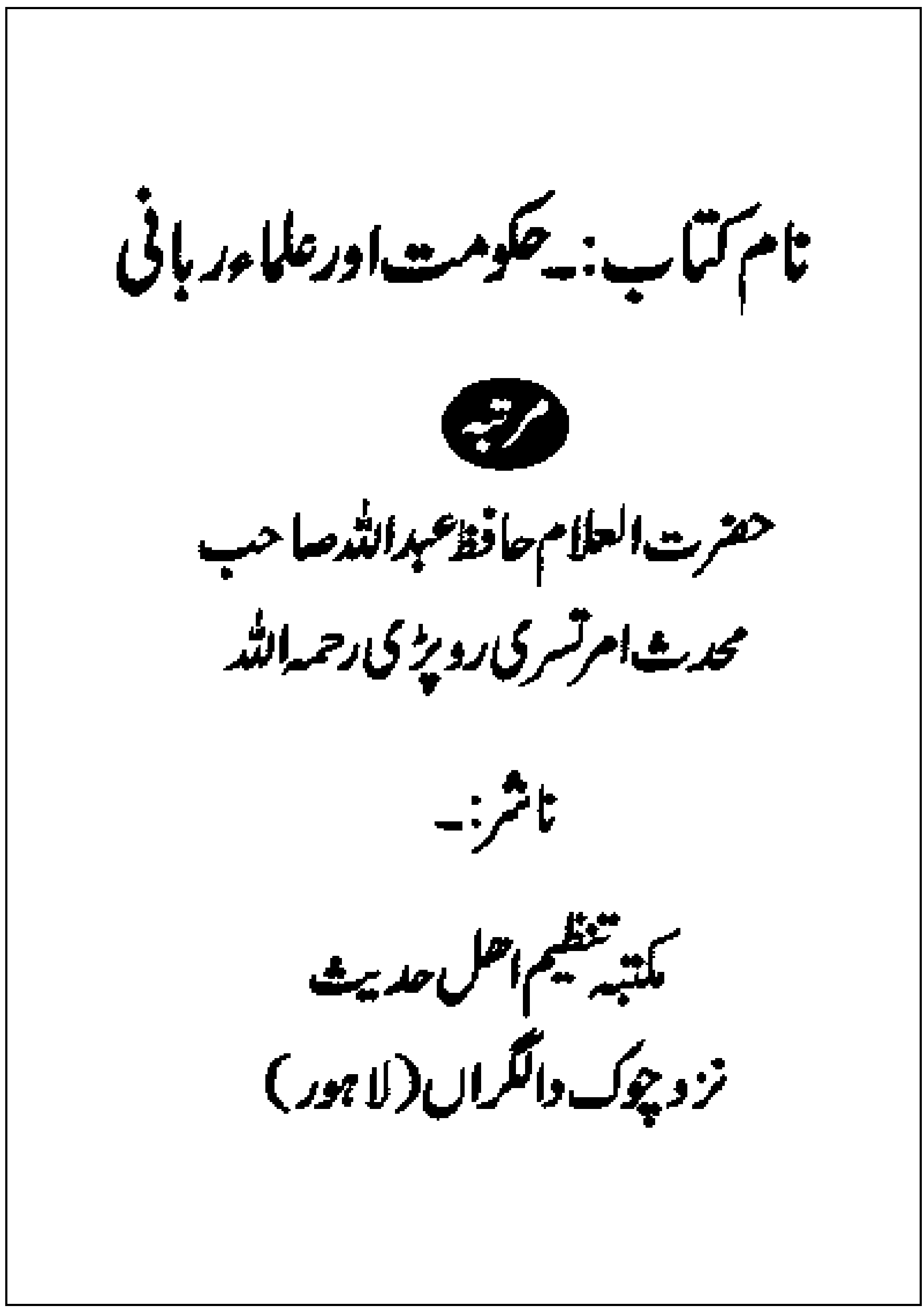

نام کتاب :۔ حکومت اور علماء ربانی

مرتبہ

حضرت العلام حافظ عبداللہ صاحب

محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ

ناشر :۔

مکتبہ تنظیم اہل حدیث

نزد چوک دالگراں (لاہور)

نام کتاب: ۔سوانح سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ...... مصنف: ۔ابوعلی اثری
ناشر: ۔ندوۃ المحدثین، گوجرانوالہ (پاکستان) تقسیم بلاقیمت

علمائے دیوبند اور اہلحدیث کے باہم تعلقات: ۔ (مولانا شبلی) اہلحدیثوں سے بہت قریب آگئے تھے اور اپنے معاصر ممتاز علماء اہلحدیث سے ان کے بڑے تعلقات بھی ہو گئے تھے مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تو ندوہ کے ایک سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی کے انہی کے زمانہ میں صدر بھی مانے گئے تھے لیکن ان کے شاگرد اور جانشین مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تو آخر تک ذہناً سلفی ہی رہے ان کے مقامی اور غیر مقامی علمائے اہلحدیث سے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے ان میں سے بعض بعض سے ان کی خط و کتابت بھی تھی، وہ بنارس کے مشہور سبقت زبان مولانا عبدالمجید حریری کے اہتمام میں بنارس میں ندوہ کا ایسی شان و شوکت اور کروفر کے ساتھ سالانہ اجلاس منعقد کرانا چاہتے تھے جس شان و شوکت کے ساتھ مولانا شبلی کے زمانہ میں منعقد ہوا تھا اسی کے ساتھ ایک علمی نمائش کا بھی منصوبہ تھا لیکن وہ منعقد نہ ہو سکا۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی بھی ان کے دوستوں میں تھے۔ مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی کی کتاب تراجم علمائے اہلحدیث ہند پر مقدمہ لکھا جس کے ایک ایک حرف سے بوئے سلفیت آتی ہے۔ (سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ص ۲۱۹)

باہمی رواداری: ۔ مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی اپنی کتاب تراجم علمائے حدیث ہند کی تالیف کے دوران میں سید صاحب رحمہ اللہ سے ملنے کے لیے دارالمصنفین آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مولانا عبدالسلام ندوی صاحب اسوۂ صحابہ باوجود مائل بہ توہب ہونے کے ظواہر پر ان کا عمل نہیں ہے یعنی رفع یدین اور آمین بالجہر نہیں کہتے تو جب تک وہ یہاں رہے فرط بے تکلفی سے مولانا سے رفع یدین بھی کراتے رہے اور آمین بالجہر بھی کہلواتے رہے یہ ایک دلچسپ منظر تھا جس سے خانقاہ شبلی کے متوسلین نے بڑا لطف لیا۔ (سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ص ۲۲۱)

مسلکی اعتدال: ۔ اعظم گڑھ کے اہلحدیث علماء میں ایک مولوی حکیم محمد احمد صاحب لہراوی بھی تھے مدرستہ الاصلاح سرائے میر میں صرف ونحو کے استاد تھے مولانا حمید الدین فراہی کی صرف ونحو کے اسباق الصرف و اسباق النحو کو خوب پڑھاتے تھے۔ انہوں نے خود بھی صرف ونحو میں کئی چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے تھے ان میں سے ایک رسالہ اپنے دست خاص سے معارف میں تبصرہ کے لیے سید صاحب کو دیا تھا سید صاحب نے اپنے قلم سے اس پر بہت حوصلہ افزا تبصرہ فرمایا وہ اپنی بعض تحقیقات میں منفرد تھے۔ (سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ص ۲۲۱)

نام کتاب: ۔حکومت اور علماء ربانی... مرتبہ: حضرت العلام حافظ عبداللہ صاحب محدث امرتسری روپڑی رحمہ اللہ
ناشر: ۔مکتبہ تنظیم اہل حدیث، نزد چوک دالگراں (لاہور)

ائمہ اربعہ علمائے اہلحدیث کی نظر میں

عالم مدینہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ: ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مالک رحمہ اللہ کے علمی کمالات کا اعلان بطور بشارت جس انداز سے فرمایا ہے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ایسے نامور مورخ نے حیات امام مالک رحمہ اللہ میں یوں اسے آشکار کیا ہے:

''امام ہمام کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا۔ ان کے اضافی اوصاف کے ساتھ خود ذاتی جوہر نے وہ پروبال نکالے کہ دنیائے اسلام مشرق سے مغرب تک امام کے آوازہ حق سے معمور ہوگئی۔ بلاد وممالک اسلامیہ کی جغرافیائی وسعت ہر سہ معلومہ براعظم (ایشیا، یورپ وافریقہ) سے مسافران علم بلاانقطاع مدینہ کا رخ کرنے لگے اور اس طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشین گوئی (آپ کی ذات گرامی) سے پوری ہوئی جو کہ ابوہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

عنقریب وہ زمانہ آئے گا جبکہ لوگ طالب علم کے لئے اونٹ ہنکائیں گے لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ بڑا عالم کوئی نہ پائیں گے''۔

(حیات امام مالک رحمہ اللہ ص ۴۶)

تاریخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی پیشین گوئی کو جس نمایاں حیثیت سے روشن واجاگر کیا ہے اس کا ادنیٰ مظاہرہ یہ ہے۔

ا۔فن حدیث کی پہلی کتاب مؤطا (امام مالک) کے نام سے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرنے کی سعادت وشرف صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

۲۔آپ اگرچہ اتباع تابعین میں سے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مخصوص فضل وشرف آپ کو مل گیا اکابر تابعین، مثل امام زہری مدنی یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ، سفیان ثوری اور امام جعفر صادق وغیرہم رضی اللہ عنہم آپ کے تلامذہ کی صف میں بیٹھے دکھائی دیتے ہیں آپ خود فرمایا کرتے کہ جن آئمہ عظام سے ابتدا میں ہم نے تلمذ وعلمی استفادہ کیا بالآخران حضرات کی بہت بڑی اکثریت نے خود ہم سے استفادہ کیا۔

۳۔تاریخی حقیقت یہ ہے کہ آئمہ مذاہب ومجتہدین یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، قاضی ابویوسف، امام محمد حسن بن زیاد، عبداللہ بن وہب، مفتی مصر ابوعمر اشہب مصری امام ابن قاسم اور خلفاء بنی عباسیہ، منصور عباسی، مہدی موسیٰ ہادی، ہارون رشید، محمد امین عبداللہ، مامون عباسی رحمہم اللہ اور حبشہ کے فاقہ مست اور عرب کے پھٹے پرانے کپڑوں والے بدوی آپ کے درس میں دوش بدوش بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی ایسے نامور فاتح اسلام نے بھی آپ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہونے کی غرض سے (موطا کی سماعت کے لیے) اسکندریہ سے قاہرہ تک کا سفر گوارا کیا۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۲۷ تا ۲۹)

فقیہہ عراق امام حنیفہ رحمہ اللہ

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے تقویٰ اور احقاق کی جو تصویر علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے ''سیرۃ العمان'' میں پیش کی ہے۔اس کی ایک جھلک نمونۂ عرض ہے۔آپ کی تجارت نہایت وسیع تھی۔لاکھوں کا لین دین تھا۔اکثر شہروں میں نمائندے مقرر تھے بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا۔

ایسے بڑے کارخانہ کے ساتھ دیانت اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک حبہ بھی ان کے خزانے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

دیانت وسخاوت:۔ چنانچہ ایک دن حفص (اپنے شاگرد کے پاس خز (ریشم) کے کچھ تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں (قدرے) عیب ہے خریدار کو عیب (نقص) کا ذکر کر دینا فروخت کرتے وقت، حفص کو ہدایت یاد نہ رہی اور سب تھان (برابر کی قیمت پر) بیچ ڈالے۔جب امام صاحب کو معلوم ہوا (کہ خریدار کو نقص نہیں بتایا گیا) تو تمام تھانوں کی پوری قیمت جو تیس ہزار تھی خیرات کر دی۔

سخاوت اور خیرات کا یہ حال تھا کہ شیوخ ومحدثین کے لئے تجارت کا ایک حصہ مختص تھا جو سال بہ سال ان کو پہنچا دیا جاتا۔

(حکومت اور علماء ربانی ص ۳۶)

خشیت وانابت الی اللہ:۔ ایک دفعہ بتا رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا ''ابوحنیفہ رحمہ اللہ خدا سے ڈر کر فتویٰ دیا کرو۔''

یہ سن کر امام صاحب رحمہ اللہ پر اس کا اس درجہ اثر ہوا کہ چہرہ کی رنگت بدل گئی اور کہا: بھائی! خدا تجھے جزائے خیر دے۔اگر مجھے کتمان علم کے مواخذہ کا خوف نہ ہوتا تو میں بالکل ہی فتوے نہ دیتا۔

(ا) ایک دفعہ عشا کی نماز میں آپ نے "اذازلزلت" پڑھی۔لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے۔تھوڑی دیر میں (راوی واقعہ) ٹھہرا رہا۔ دیکھا تو امام صاحب ٹھنڈی سانس بھر رہے ہیں۔یہ دیکھ کر آپ کی عبادت میں خلل نہ ہو میں بھی چل دیا صبح کے وقت جب میں نے دیکھا تو امام صاحب غمگین بیٹھے ہیں اور ہاتھ میں داڑھی پکڑے ہوئے بڑی رقت سے کہہ رہے ہیں۔

اللہ! کہ تو ذرا ذرا نیکی اور بدی کا بدلہ لے گا۔اپنے غلام نعمان کو آگ دوزخ سے بچانا۔

(۲) ایک دن بازار جا رہے تھے کہ اچانک بے خبری سے ایک لڑکے کے پاؤں پر آپ کا پاؤں پڑ گیا۔ وہ چلایا اور کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا" یہ سننا تھا کہ آپ پر غشی طاری ہونے لگی امام مسعَر بن کدام رحمہ اللہ (کوفہ کے مشہور محدث) ساتھ تھے انہوں نے سنبھالا اور ہوش آنے پر آپ سے کہا۔ "ایک لڑکے کی اس بات پر اس قدر بے قرار ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا"۔

آپ نے فرمایا: عجب نہیں کہ لڑکے کی آواز تائید غیبی ہو۔

(۳) ایک دن حسب معمول آپ دکان پر گئے نوکر نے کپڑے کے تھان نکال کر رکھے دکان لگائی اور تفاول کے طور پر کہا "خدا ہم کو جنت دے۔ یہ سن کر امام صاحب پر رقت طاری ہوئی اور اس قدر روئے کہ رخسار (آنسوؤں سے تر ہو گئے) نوکر سے کہا: دکان بند کر دو اور خود چہرہ پر رومال ڈال کر باہر نکل گئے دوسرے دن جب دکان پر آئے تو نوکر سے کہا: بھائی! اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی سے نجات مل جائے۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۳۸)

زہر کا اثر اور آپکی دعا:۔ جب آپ کو معلوم ہوا اور شہادت یقینی ہوگئی تو دوگانہ شکر ادا کیا کہ مولا کریم جیسے تو نے اپنے فضل سے مجھے راہ حق میں مشکلات و مصائب برداشت کرنے کی توفیق بخشی ہے ویسے ہی انہیں قبول فرمائیے (رضی اللہ عنہ) غرضیکہ منصور کی قید سے آپ اس وقت رہا ہوئے جبکہ روح جسم کی قید سے آزاد ہوئی۔

صداقت کے بیان کرنے سے مومن رک نہیں سکتا　　اتر سکتا ہے سر خوددار کا پر جھک نہیں سکتا

(حکومت اور علماء ربانی ص ۴۵)

امام السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ

حضرت امام احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) دنیائے اسلام کی وہ شخصیت ہیں جن کی نظیر امت میں کمیاب ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے آپ کا تعارف "سیرۃ النعمان" میں ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"بڑے بڑے علماء کا قول ہے کہ اسلام کو دو شخصیتوں نے نہایت نازک وقت میں محفوظ رکھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتدین عرب کا استیصال کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو مامون الرشید وغیرہ کے زمانہ میں حدوث قرآن (خلق قرآن) کے منکر رہے۔ بلکہ ایک اعتبار سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو ترجیح ہے کیونکہ صحابہ کرام حضرت ابوبکر کے معاون و مددگار تھے۔ لیکن امام احمد رحمہ اللہ کا کوئی مددگار نہ تھا۔

(سیرۃ النعمان ص ۷۷ بحوالہ حکومت اور علماء ربانی ص ۴۵)

عزم واستقلال:۔ علامہ ابن قدامہ یہ روایت ذکر کرکے فرماتے ہیں: "لولا احمد بن حنبل قام بهذا الشان لكان عاراً وشنارا علينا الى يوم القيامة ان قوما سئلوا فلم يخرج منهم احد" (مغنی جلد ۱ ص ۵)

ترجمہ: اگر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس مسئلہ میں پورا عزم واستقلال نہ دکھاتے تو امت کے لئے قیامت تک عار اور شرمندگی کا باعث ہوتا۔ اس وقت پوری قوم میں سوائے احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے کوئی بھی میدان میں نہ نکلا۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ مامون عباسی جبکہ معتزلہ ایسے بدترین وگمراہ فرقہ کا عقیدت مند ہو گیا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ قانونی طور پر مسئلہ خلق قرآن کو اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیا جائے۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۴۶)

عجیب کرامت:۔ حضرت میمون کہتے ہیں جب آپ کو کوڑے لگائے جاتے تھے تو اس وقت آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا اور قریب تھا کہ پاجامہ نیچے گر کر آپ ننگے ہو جائیں لیکن ہم نے دیکھا کہ آسمان کی طرف منہ کر کے آپ رحمہ اللہ نے یہ دعا پڑھی۔

’’اے اللہ! میں تیرے اس باعظمت نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ جس کی برکت سے عرش بھرا ہوا ہے۔ اگر میں حق پر ہوں تو مجھے لوگوں کے سامنے ننگا نہ کر‘‘۔ پس ہمارے دیکھتے ہی پاجامہ اپنی جگہ مضبوط ہوگیا۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۵۵)

بشارت وخوشخبری:۔ جبکہ آپ کی آزمائش ختم ہوگئی تو ایک دن ایسا ہوا کہ ایک غیر معروف آدمی آیا اور السلام علیکم عرض کرنے کے بعد کہنے لگا کہ میں دور دراز کا سفر کر کے صرف اس لئے آیا ہوں کہ بشارت وخوشخبری سناؤں کہ آسمانوں کے تمام فرشتے اور خود حاملین عرش خوش ہیں کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمام آلام ومصائب کو انتہائی صبر وسکون اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۵۵)

دعائے برکت کی درخواست کرنا:۔ جب واثق مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے متوکل ایسے محبّ سنت اور حامی دین کو خلیفہ کر دیا تو سب سے پہلے متوکل نے جو کام کیا وہ یہی تھا کہ پیدل جیل خانہ میں پہنچا۔ اور امام السنہ رحمہ اللہ سے سلام مسنون عرض کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے بیڑیاں کھولیں اور شاہی لباس امام صاحب کو زیب تن کرا کر آپ کو اپنے گھر میں دعا وبرکت فرمانے کے لئے درخواست کی۔

جب امام صاحب قصر شاہی میں تشریف فرما ہوئے تو متوکل نے انتہائی خوشی ومسرت سے اپنی والدہ سے بآواز بلند کہا ’’اے اماں جان! ہم سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہوسکتا ہے کہ امام السنہ کی تشریف آوری سے ہمارا گھر بقعۂ نور ہو رہا ہے۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۵۶)

زہد وتقویٰ:۔ جب امام السنہ رحمہ اللہ متوکل کے محلات سے باہر نکلے تو وہ شاہانہ لباس اتار کر ایک محتاج کو پہنا دیا۔ اور آپ وہی پرانا لباس زیب تن فرماتے ہوئے اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔

متوکل آپ کا اس درجہ شیدائی اور عقیدت مند ہوا کہ دونوں وقت کا کھانا جو دوسو درہم کے خرچ سے تیار ہوتا تھا اور انواع واقسام کے پھل وغیرہ امام صاحب کی خدمت میں بھجواتا لیکن امام صاحب اپنے نان پر قناعت فرماتے ہوئے وہ غربا ومساکین کو دے دیتے۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۵۶)

انتہائی احتیاط:۔ آپ کے بیٹے نے عہدہ قضا قبول کرلیا تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا آپ کے مکانات ماشاء اللہ کافی تھے جن کے کرایہ پر آپ کی گزران تھی وہ چونکہ قابل مرمت تھے۔ آپ کے بیٹے نے ان کی مرمت وصفائی کرا دی۔ جس کے نتیجے میں آپ نے اس لئے کرایہ کا حصہ لینا بند کر دیا کہ مکانات کی مرمت قضا کی تنخواہ سے کی گئی۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۵۶)

صحرا کے ولی کی خلیفۂ وقت سے ملاقات:۔ ہارون الرشید حج کے لئے مکہ شریف آیا جب حرم میں داخل ہوا تو طواف شروع کیا دوسرے لوگوں کو طواف سے روک دیا ایک اعرابی آگے بڑھا اور امیر المؤمنین کے ساتھ طواف کرنے لگا۔ امیر المؤمنین کو یہ ناگوار گزرا سپاہی کو غصے سے دیکھا کہ اس کو روکے سپاہی نے روکا تو اعرابی نے کہا یہ مقام مساوات ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

’’سواء العاکف فیه والباد ومن یردفیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم‘‘ بیت الحرام میں یہاں کا رہنے والا اور جنگل کا رہنے والا دونوں برابر ہیں اور جو اس مقام میں اس ظلم سے بڑھا چلنے کا قصد کرلے اسے ہم دردناک عذاب چکھائیں گے۔

جب امیر المؤمنین نے یہ سنا تو سپاہی کو حکم دیا کہ اعرابی کو اپنی حالت پر چھوڑ دے پھر جب امیر المؤمنین حجر اسود کا بوسہ لینے لگا تو اس میں بھی اعرابی نے پہل کی اسی طرح مقام ابراہیم پر بھی دو رکعت امیر المؤمنین سے پہلے پڑھ لیں۔ جب امیر المومنین طواف اور نماز سے فارغ ہوا۔ تو اعرابی کو بلانے کے لئے سپاہی بھیجا۔ اعرابی نے جواب دیا کہ حاجت مند چل کر آیا کرتا ہے مجھے تو بادشاہ کی طرف سے کوئی حاجت نہیں اگر بادشاہ کو حاجت ہے تو آجائے سپاہی بڑا جوش بھرا واپس ہوا اور بادشاہ کو اشتعال دلاتے ہوئے اس کا جواب سنایا بادشاہ نے کہا کہ بات اس کی معقول ہے چلو ہم چلتے ہیں بادشاہ اعرابی کے پاس آیا اور سلام کہا۔ اعرابی نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد بادشاہ اور اعرابی کی جو کچھ گفتگو ہوئی وہ مکالمہ کی شکل میں حسب ذیل ہے۔

بادشاہ کو ادب سکھانا:۔ بادشاہ: کیا مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت ہے؟

اعرابی: یہ میرا گھر یا میرا حرم نہیں بلکہ خدا کا گھر اور خدا کا حرم ہے ہم سب اس میں برابر ہیں بیٹھنا ہو بیٹھ جا، واپس ہونا ہو واپس ہو جا۔

(بادشاہ اس دلیرانہ اور معقول جواب سے بڑا متاثر ہوا اور اعرابی کے ایک طرف بیٹھ گیا)

بادشاہ: میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ خدا نے تم پر کیا فرض کیا ہے؟

اعرابی: سوال تعلم کا ہے یا تعنّت کا؟ یعنی کچھ استفادہ کرنا مقصود ہے یا محض پہنچاننا یا امتحان لینا؟

بادشاہ: (حیران سا ہو کر) سوال تعلم کا ہے؟ یعنی کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔

اعرابی: پھر شاگردوں کی طرح ادب سے بیٹھو۔

(بادشاہ اعرابی کے سامنے دوزانو ہو کر ادب سے بیٹھ گیا)

اعرابی: اب پوچھو جو پوچھنا ہے۔

بادشاہ: آپ پر خدا نے کیا فرض کیا ہے؟

اعرابی: کون سے فرض سے سوال کرتے ہو فرائض بہت سے ہیں ایک، پانچ، سترہ، چونتیس، چورانوے، چالیس سے ایک ساری عمر میں ایک، دوسو سے پانچ۔

چالیس سے ایک یہ سونے کی زکوٰۃ ہے۔ چالیس دینار سے ایک دینار فرض ہے۔ ساری عمر میں ایک فرض حج ہے۔

دوسو سے پانچ، یہ چاندی کی زکوٰۃ ہے دوسو درہم سے پانچ درہم فرض ہیں۔ اعرابی کی یہ تفسیر سن کر بادشاہ بہت محظوظ ہو گیا اور خوشی سے بھر گیا اور سمجھا کہ یہ گودڑی میں موتی یا علمی خزانہ ہے۔ جب اعرابی نے دیکھا کہ بادشاہ میرا عقیدت مند ہو گیا ہے اور میری عظمت و بزرگی اس کے دل میں بیٹھ گئی ہے تو اس کو اپنی طرف زیادہ مائل کرنے کے لئے ایک مسئلہ اور چھیڑ دیا اور اس سے اعرابی کا مقصد کوئی اپنا ذاتی مفاد نہیں تھا۔ بلکہ وہ بادشاہ کو تبلیغ کرنی چاہتا تھا۔ تاکہ بادشاہ کچھ اپنی آخرت کی فکر کرے۔ مگر بغیر عقیدت مند ہونے کے واعظ کا اثر مشکل ہے۔ خاص کر بادشاہوں کو اس لئے اعرابی کی کوشش تھی کہ اپنا علمی سکہ اس کے دل پر بٹھائے۔ کیونکہ (سعودی حکومت کی طرح) ہارون الرشید کے دل میں (بھی) علم دین کی بڑی قدر تھی چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ کے قصہ میں گزر چکا ہے۔

اعرابی نے یہ (اور) مسئلہ عجیب طرح سے چھیڑا۔ بادشاہ کو کہا: میں نے آپ کی آرزو پوری کر دی اور آپ کی حسب خواہش مسائل کی تفسیر کر دی۔ کیا آپ بھی میرے کسی سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: پوچھو 'اعرابی" ایک عورت صبح کے وقت ایک شخص پر حرام تھی۔ ظہر کے وقت حلال ہو گئی۔ عصر کے وقت پھر حرام ہو گئی۔ مغرب کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ عشاء کے وقت پھر حرام ہو گئی۔ دوسرے روز صبح کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت پھر حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت پھر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ یہ کون سی عورت ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟

بادشاہ نے کہا آپ نے مجھے سمندر میں ڈال دیا ہے۔ اب آپ ہی اس سے نجات دیں۔

اعرابی آپ امیر المؤمنین ہیں اور آپ کی شخصیت سب سے بڑی ہے آپ کو کسی شئے سے عاجز نہ ہونا چاہیے میرا سوال تو ایک معمولی ہے۔ (اعرابی کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ عالی دماغ ہوتے ہیں اور عالی دماغ لوگ ان کے درباروں میں حاضر رہتے ہیں جن کی مدد سے مشکل سے مشکل مسائل حل ہو سکتے ہیں) پھر کیا وجہ ہے کہ آپ میرے ایک معمولی سے سوال سے عاجز آ گئے؟

بادشاہ: آپ کو علم نے بڑا کر دیا اور آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ میرے اعزاز کے لئے اور اس مقام (حرم اللہ) کی شان کا لحاظ کرتے ہوئے

www.urdufatwa.org

میری یہی آرزو ہے کہ آپ ہی تفسیر کریں‘‘۔

اعرابی: اگر آپ کی خوشی اسی میں ہے۔ تو میرے لئے بھی یہ برکت اور عزت کا باعث ہے۔ یہ عورت کسی کی لونڈی ہے جو صبح کے وقت زید پر حرام تھی۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو زید نے خرید لی۔ اب اس کے لئے حلال ہوگئی۔ پھر عصر کے وقت زید نے آزاد کردی۔ تو اس پر حرام ہو گئی۔ پھر مغرب کے وقت نکاح کرلیا۔ حلال ہوگئی۔ پھر عشا کے وقت طلاق دے دی۔ حرام ہوگئی۔ پھر دوسرے دن کی صبح کے وقت رجوع کر لیا۔ حلال ہوگئی۔ پھر ظہر کے وقت مرتد ہوگیا۔ حرام ہوگئی۔ پھر عصر کے وقت توبہ کرلی۔ حلال ہوگئی۔ پھر مغرب کے وقت عورت مرتد ہوگئی۔ حرام ہوگئی۔ پھر عشا کے وقت تائب ہوگئی۔ حلال ہوگئی۔

بادشاہ نے یہ تفسیر سنی تو خوش ہوکر دس لاکھ درہم بطور انعام دینا چاہا۔ مگر اعرابی نے قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ مستحقین کو دے دیں۔

”ربنا هب لنامن ازواجنا وذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماماً اٰمين۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی رحمہ اللہ حال ماڈل ٹاؤن بلاک کوٹھی نمبر ۱۱۹ لاہور)۔

(حکومت اور علماء ربانی ص۶۴ تا ۷۲)

امام العلم امام شافعی رحمہ اللہ حبر الامتہ

امام شافعی رحمہ اللہ کی کسی حکومت سے ٹکر نہیں ہوئی مگر چونکہ امام شافعی رحمہ اللہ ائمہ اربعہ سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے حالات ذکر ہو چکے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مختصر حالات بھی یہاں درج کردیئے جائیں تاکہ یہ مختصر رسالہ ائمہ اربعہ کے حالات پر مشتمل ہوجائے۔

شافعی رحمہ اللہ بلحاظ پیدائش تعلیم وتربیت پھر علمی کمالات واجتہاد وغیرہ کے اللہ تعالیٰ کی آیات بینات سے ایک کھلی آیت بلکہ زندہ معجزہ ہیں۔ چنانچہ علامہ ذہبی ایسے ماہر فن حدیث ورجال اور تاریخ وغیرہ آپ کا ترجمہ تذکرہ الحفاظ میں شافعی امام العلم حبر الامتہ کے عنوان سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:”ابو عبدالله محمد بن ادريس القرشي المطلبي الشافعي المكي نسيب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وناصر سنته“ شافعی کی کنیت ابوعبداللہ اور اسم گرامی محمد ہے۔ آپ کے والد کا نام ادریس ہے۔ خاندانی لحاظ سے مطلبی اور ہاشمی قریشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار اور سنت کے ناصر وناشر ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار کا نام چونکہ شافع رحمہ اللہ تھا۔ اس لئے آپ شافعی نام سے شہرہ آفاق ہوئے آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ بعض اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس دن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ آپ اسی دن پیدا ہوئے چون سال عمر پاکر ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ (حکومت اور علماء ربانی ص۷۲)

ولادت سے قبل بشارتیں:۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی شان باقی آئمہ سے نرالی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں۔ جیسے رسول اللہ کی والدہ کو حمل کے دنوں میں خواب آیا کہ ان کے اندر سے نور نکلا ہے۔ جس سے بصری شہر (جو علاقہ شام میں ہے) کے محل روشن ہوگئے۔ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کی والدہ خواب آیا کہ ان کے اندر سے ستارہ مشتری (جو بہت روشن ہے) نکلا۔ اور ٹوٹ کر اس کے ٹکڑے ہر شہر میں پہنچ گئے۔ ایک ماہر فن تعبیر نے اس کی تعبیر یہ کی کہ تجھ سے ایک بہت بڑا امام پیدا ہوگا۔ جس کا نور ہدایت ہر شہر میں پہنچے گا۔ (حکومت اور علماء ربانی ص۷۳)

بشارت اور برکت کی دعا:۔ امام شافعی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے تو کون ہے؟ میں نے عرض کی حضور ﷺ! میں آپ کی قرابت سے ہوں۔ فرمایا: نزدیک ہو۔ میں نزدیک ہوا تو آپ ﷺ نے میرا منہ کھول کر اپنا لعاب مبارک میری زبان پر جاری کردیا اور فرمایا: جا اللہ تجھ میں برکت کرے۔ (حکومت اور علماء ربانی ص۷۳)

امامت اور اتباع سنت کی بشارت:۔ مکہ شریف میں بچپن کے ایک اور خواب کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے چہرہ مبارک پر ہیبت ٹپکتی ہے۔ حرم میں لوگوں کی امامت کر رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو درس دینے لگے۔ میں نے بھی قریب ہو کر کہا کہ مجھے بھی تعلیم دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آستین سے ایک ترازو نکالا اور فرمایا: ''یہ تیرے لئے ہے''۔ میں نے ایک معبر سے اس کی تعبیر پوچھی تو اس نے یہ تعبیر کی کہ تو علم میں امام ہوگا۔ اور سنت پر ہوگا۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۷۳)

بڑے انقلاب کے اشارے:۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق اس قسم کی خوابیں اور آئمہ کی رائیں کسی بڑی دینی خدمت کا پیش خیمہ تھیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب ایک بڑے انقلاب کی طرف اشارہ تھا ایسے ہی امام شافعی رحمہ اللہ کی آمد سے ایک بڑا انقلاب رونما ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور پر نور سے جاہلیت کی دنیا اسلام سے بدل گئی۔ ایسے ہی امام شافعی رحمہ اللہ سے فقہی اختلاف کی وسیع خلیج پائی گئی۔ مدینہ منورہ میں امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب رائج تھا۔ اور کوفہ میں امام شعبی و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا۔

صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی:۔ منقبت علم وعمل امام شافعی رحمہ اللہ میں بطور نمونہ جو کچھ بھی ذکر ہوا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیش گوئی کا اقل اقلیل (ادنیٰ) مظہر ہے جسے امام ابوداؤد طیالسی کی روایت سے حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایہ (تاریخ ابن کثیر) میں یوں نقل کیا ہے۔

قال ابو داؤد الطيالسی قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم لاتسبوا قريشاً فان عالمها يملأُ الارض علماً اللهم انك اذقت اولها وبالا فاذق اخرها نوالاً وقد رواه الحاكم من طريق ابی هريرة قال الحافظ ابو نعيم الاصبهانی وهو الشافعی۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۱)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کو برائی سے مت ذکر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک ایسا عالم پیدا کرے گا جو علم اور عمل سے انسانی آبادی کو مالا مال کرے گا اس بشارت کے ساتھ آپ نے یوں دعا فرمائی اے اللہ! جیسا کہ تو نے قریش کے پہلے لوگوں پر وبال کی بلا نازل کی ان کے اخیر پر نوازش و کرم فرما امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو دوسری سند (ابوہریرہؓ کے طریق) سے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابونعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کا محل و مصداق امام شافعی کو ٹھہرایا ہے۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۷۷)

لامنس ھار کا حقیقت افروز اعلان:۔ عیسائیت اگرچہ ابتداء ہی سے مذہب اسلام کو نیست و نابود اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے پر کمر بستہ ہے۔ لیکن پانچویں صدی کے آخر میں انگلستان میں جو سب سے بڑا اسلام کش عیسائی لیڈر گزرا ہے۔ وہ اسلام کشی میں اپنی نظیر آپ ہی ہے جبکہ تحریراً تقریراً وہ اپنی تمام اسلام کش تدابیر کو بروئے کار لا کر بھی اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ تو مجبوراً اسے اسلام کے استقلال و بقا اور استحکام و مضبوطی پر غور و فکر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا۔ بالآخر گہری سوچ بچار کے بعد اسلام کے تحفظ و بقا کا مدار اس نے صرف چار بلند پایہ شخصیتوں کی قابلیت اور حسن تدابیر علم و عمل پر منحصر گردانا ہے جن میں سے سب سے اول ہادی برحق جناب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے دوسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مبارک ہستی ہے جو اپنی سیاست اور خلوص میں ضرب المثل ہیں۔ تیسرے حجۃ الاسلام حبر الامۃ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی فقید المثال شخصیت ہے جن کی سعی و کوشش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سراپا نور زندگی کے تمام شعبے ہی نہیں بلکہ جمیع حرکات و سکنات من و عن رہتی دنیا تک اسلامی دنیا کے لئے مشعل راہ ہیں۔

اس مخالف اسلام نے اعلان کر دیا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علمی و عملی زندگی کے لحاظ سے اسلام کے ان چار مخصوص ستونوں میں سے ایک اہم ترین ستون ہیں کہ جن کے سہارے اسلام کی محکم و مضبوط چھت قائم ہے۔ (حکومت اور علماء ربانی ص ۷۸)

امام شعرانی کا اعلان:۔ اور سنئے علامہ شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ کے شاگرد امام ربیع کہا کرتے کہ آپ کی علمی شہرت کا ادنیٰ مظہر میں نے یہ دیکھا کہ آپ کی تصنیفات کی سماعت کے لئے بیک وقت سات سو علماء طلباء کا ہجوم آپ کے درس میں موجود ہے۔ اور آپ

ساتھ ساتھ فرماتے جارہے ہیں ''اذا صح الحدیث فھو مذھبی'' اگر خدانخواستہ میرا کوئی قول صحیح حدیث کے خلاف معلوم ہوتو اس کو متروک کرتے ہوئے حدیث صحیح کو میرا مذہب سمجھنا۔

آپ فرماتے تھے کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ خلق کثیر مجھ سے علم دین حاصل کرے۔ لیکن کسی قول کو میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ (حکومت اورعلماء ربانی ص ۷۸)

ائمہ میں باہمی محبت:۔ امام السنہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے امام شافعی رحمہ اللہ کو یاد کرتے اور فرماتے کہ جیسے لوگوں کو سورج اور صحت کی ضرورت ہے اور ان کا عوض کوئی چیز نہیں ہوسکتی ایسے امام شافعی رحمہ اللہ کا درجہ لوگوں میں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات سے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور لوگ ان کے جنازے کے لئے نکل رہے ہیں۔ میں نے خواب کا ذکر بعض اہل علم کے پاس کیا کہ یہ زمین کے بہت بڑے امام فی العلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ چند دن بعد امام شافعی رحمہ اللہ فوت ہوگئے۔ (حکومت اورعلماء ربانی ص ۷۹)

مرض الموت میں فکر:۔ امام مزنی امام شافعی رحمہما اللہ کے شاگرد فرماتے ہیں میں مرض الموت میں امام شافعی کے پاس بیمار پرسی کے لئے گیا۔ میں نے کہا: کیا حال ہے؟ فرمایا کہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اپنے برے اعمال کو ملنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں کہ میری روح جنت کو جائے گی پس اس کو مبارکباد دوں یا جہنم کو جائے گی پس اس کی تعزیت کروں، پھر روئے اور یہ شعر پڑھے۔

ولما قسا قلبي وضاقت مذاهبي   جعلت رجائي نحو عفوك سلماً
تعاظمني ذنبي فلما قرنته   بعفوك ربي كان عفوك اعظما
فما زلت ذاعفو عن الذنب لم يزل   تجود تعفومنه وتكرما
فلولاك لم يسلم من ابليس عابد   وكيف وقد اغوى صفيك آدما

ترجمہ: جب میرا دل سخت ہوگیا اور میرے راستے تنگ ہوگئے۔ تو میں نے اپنی امید کو تیری معافی کے لئے سیڑھی بنایا۔ میرے گناہ مجھے بڑے معلوم ہوئے جب میں نے تیری معافی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ تو اے میرے رب! تیری معافی بہت بڑی ہوگئی تو ہمیشہ معافی دیتا رہا ہے۔ اپنے فضل وکرم سے سخاوت کرتا رہا۔ اگر تیری معافی نہ ہوتی تو ابلیس سے کوئی عابد سلامت نہ رہتا اور کس طرح سلامت رہے کوئی جب کہ اس نے تیرے برگزیدہ بندے آدم علیہ السلام کو گمراہ کردیا۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کہا خدا نے مجھے بخش دیا تاج پہنایا اور حوروں سے نکاح کردیا اور فرمایا یہ اس کا عوض ہے کہ تو میری رضا کے ساتھ راضی رہا اور جو کچھ میں نے دیا اس پر قناعت کی۔ (حکومت اورعلماء ربانی ص ۸۰)

عبادت وتقویٰ وچند نصائح:۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔ پہلے حصے میں تحریر وتصنیف دوسرے میں نیند وآرام، تیسرے میں نفل وعبادت۔

☆ سترہ سال کی عمر سے کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا۔ ☆ پوری عمر میں فکر وفاقہ سے کبھی گھبرائے نہیں۔ ☆ ساری عمر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ☆ ساری عمر کبھی غسل جمعہ ترک نہیں کیا۔ ☆ ہاتھ میں ہمیشہ عصا رکھتے اور فرماتے میں مسافرانہ زندگی بسر کررہا ہوں۔ ☆ نیز فرماتے جو دل کی روشنی چاہتا ہے وہ کم کھائے تنہائی اختیار کرے۔ عام مجلسوں سے دور رہے جہلاء سے بچے، علماء سوء سے بے زاری رکھے۔ ☆ امام شافعی

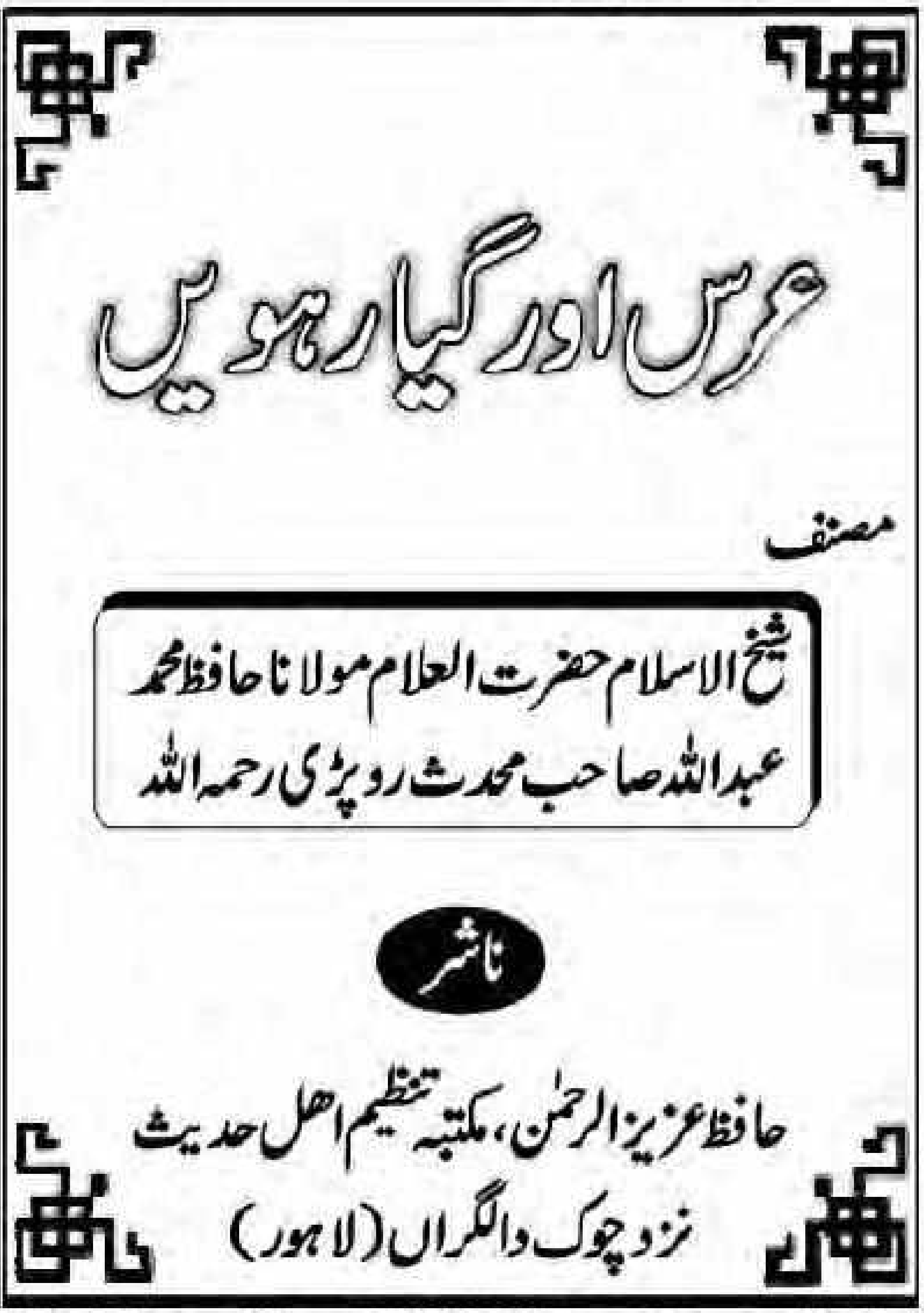

عرس اور گیارہویں

مصنف

شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا حافظ محمد
عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ

ناشر

حافظ عزیز الرحمٰن، مکتبہ تنظیم اھل حدیث
نزد چوک دالگراں (لاہور)

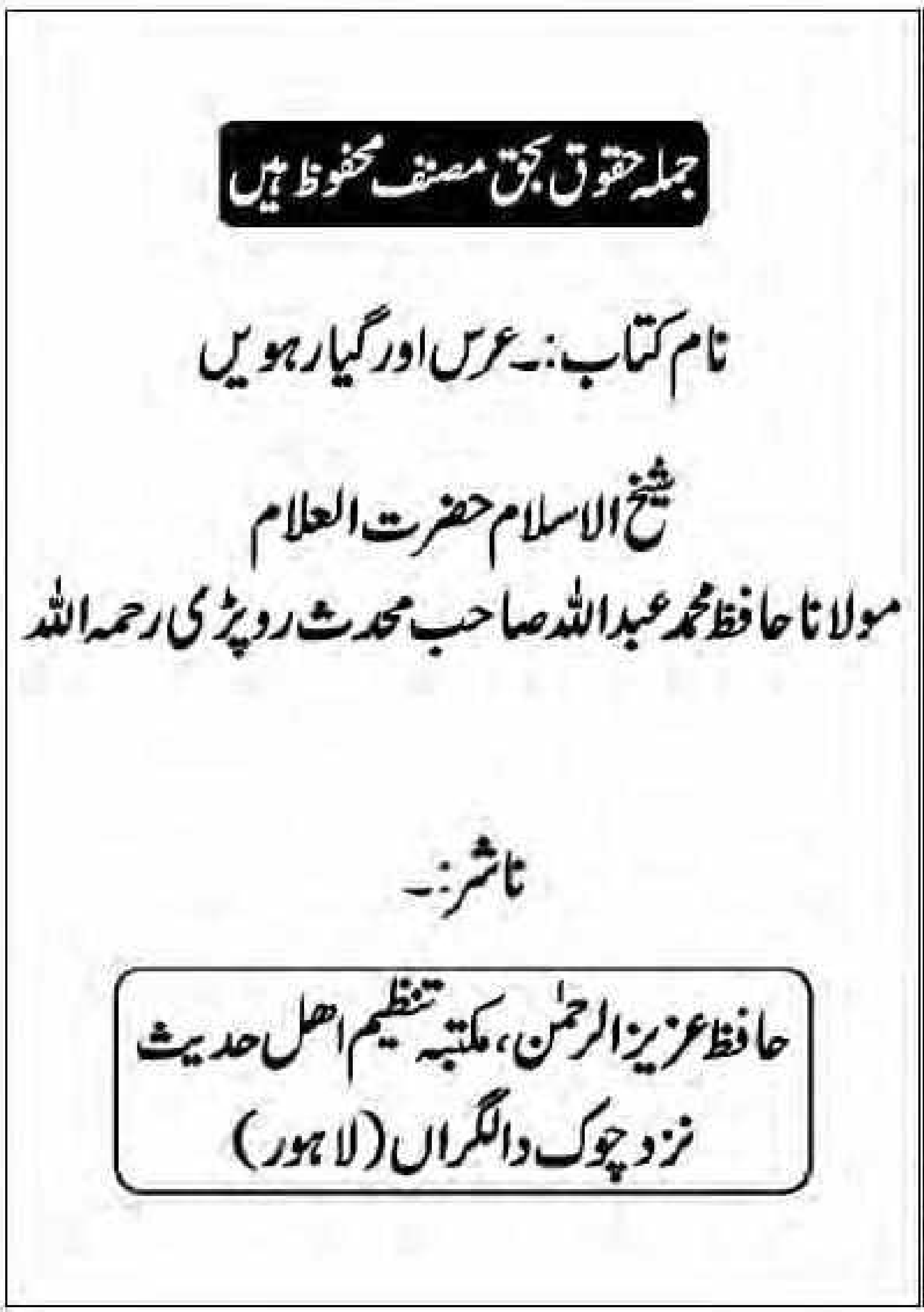

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ عرس اور گیارہویں

شیخ الاسلام حضرت العلام
مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ

ناشر:۔

حافظ عزیز الرحمٰن، مکتبہ تنظیم اھل حدیث
نزد چوک دالگراں (لاہور)

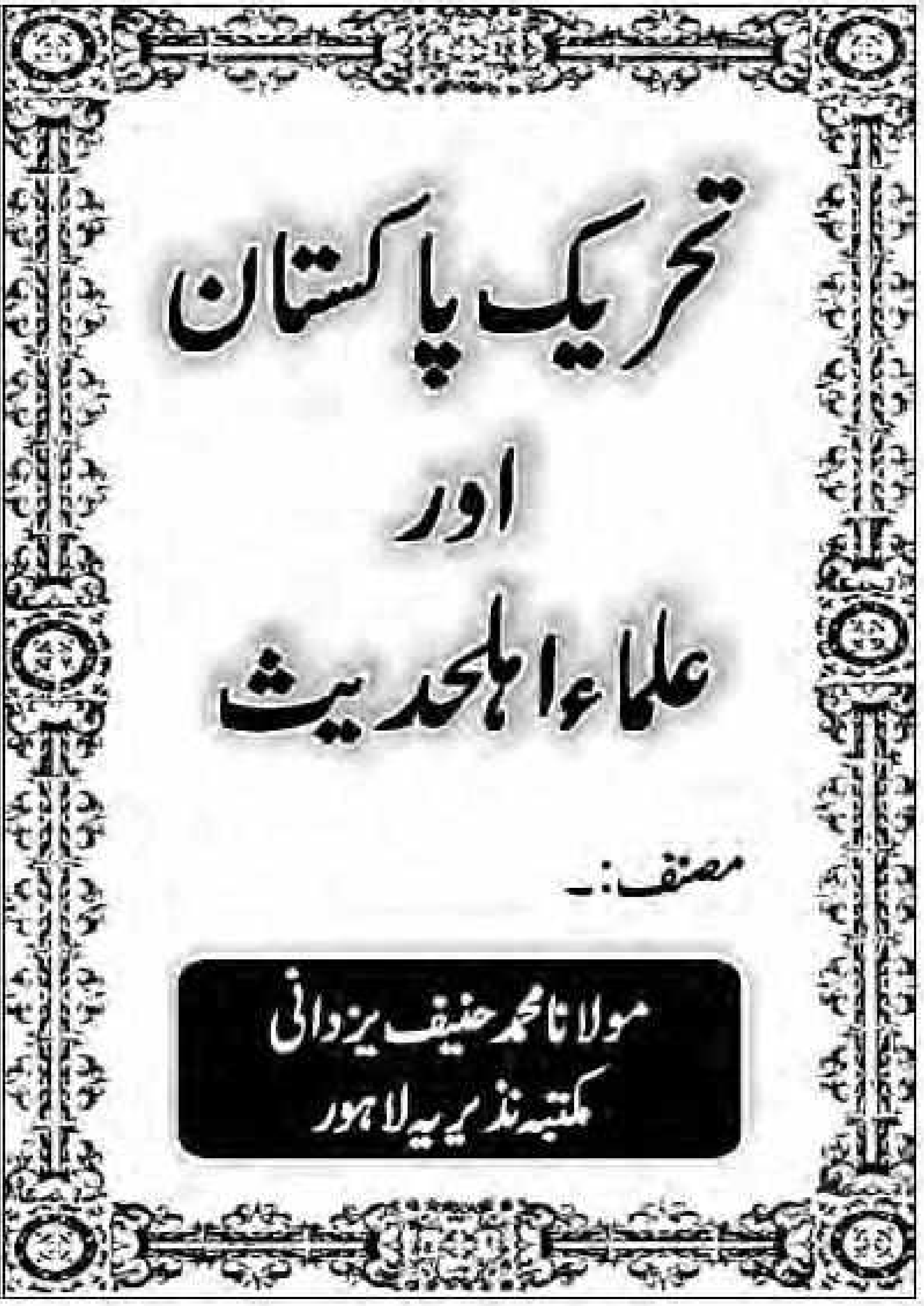

تحریک پاکستان
اور
علماء اہلحدیث

مصنف:۔

مولانا محمد حنیف یزدانی
مکتبہ نذیریہ لاہور

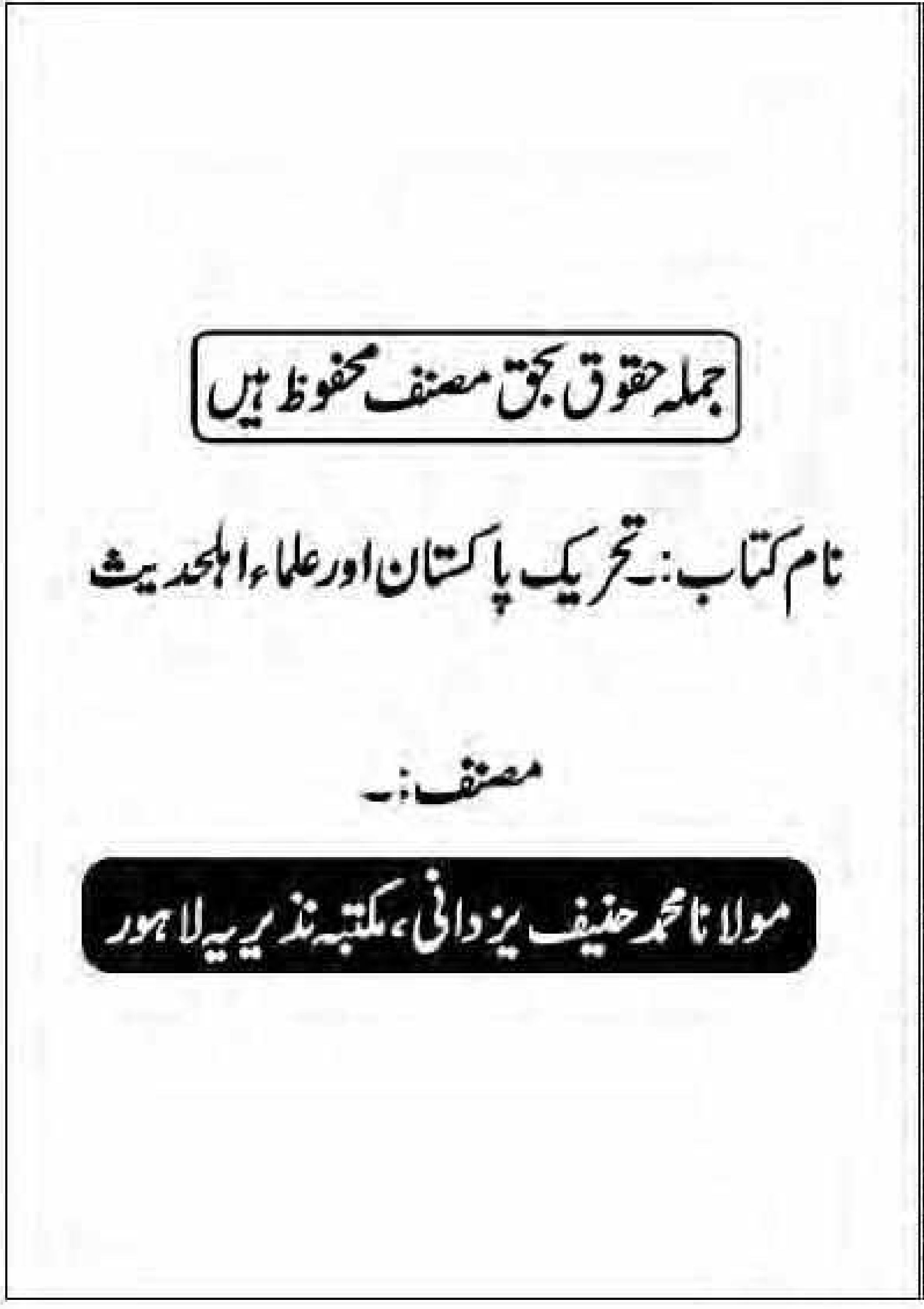

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تحریک پاکستان اور علماء اہلحدیث

مصنف:۔

مولانا محمد حنیف یزدانی، مکتبہ نذیریہ لاہور

رحمہ اللہ کے شاگرد امام مزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ساری عمر میں آپ جیسا سخی نہیں دیکھا کسی عقیدت مند نے اپنے غلام کے ہاتھ اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ غلام تھیلی دے کر ابھی رخصت نہیں ہوا تھا کہ ایک مفلوک الحال آ گیا اور کہا کہ میری بیوی کے ابھی بچہ پیدا ہوا ہے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ امام صاحب نے وہی تھیلی اس کے حوالے کر دی۔ حالانکہ خود بھی گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ☆امام حمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے پاس دس ہزار کی رقم تھی آپ نے مکرمہ سے باہر خیمہ لگایا اور غرباء پر سخاوت کا دروازہ کھول دیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں خالی ہاتھ داخل ہوئے۔ ☆امام شافعی رحمہ اللہ کی ہمشیرہ کہتی ہیں میں بعض راتوں میں شافعی رحمہ اللہ کے پاس تیس مرتبہ یا کم وبیش آتی جاتی۔ ان کے آگے چراغ ہوتا اور آپ چت لیٹے ہوئے کچھ سوچتے رہتے پھر لونڈی کو چراغ جلانے کا حکم دیتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے بھانجے (ابو محمد) سے کسی نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے کہا: اندھیرے میں دل زیادہ روشن ہوتا ہے امام شعرانی رحمہ اللہ نے طبقات کبریٰ میں آپ کے بہت سے حکیمانہ اقوال ذکر کئے ہیں۔ ☆آپ فرماتے علم کی زینت بردباری زہد اور تقویٰ ہے۔

☆علماء کا فقر وفاقہ اختیاری (اپنے اختیار سے ہوتا ہے اور جہلاء کا اضطراری۔ ☆علم صرف پڑھنے اور حفظ کرنے کا نام نہیں بلکہ علم درحقیقت وہ ہے جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔ ☆اگر کوئی انتہائی کوشش کرے کہ سب لوگ اس سے خوش رہیں تو یہ مشکل ہے۔ (اس لئے خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرے) ☆اگر کوئی چاہے کہ لوگ اس سے اچھا سلوک کریں تو اس کو چاہیے کہ لوگوں سے حسن وسلوک اور خوش خلقی سے پیش آئے۔ ☆جو آخرت میں بھلائی چاہتا ہے اس کو اخلاص سے علم حاصل کرنا اور اس پر عامل ہونا چاہیے۔ ☆سب سے زیادہ ظالم اپنی جان پر وہ ہے جو ایسے شخص سے تواضع سے پیش آئے جو اس کی قدر نہ کرے اور ایسے آدمی سے دوستی رکھے جس سے فائدہ کی امید نہ ہو اور ایسے آدمی کی مدح کرے جو اس کو پہچانتا نہ ہو۔ ☆سچے دوست کی پہچان یہ ہے کہ مصیبت کے وقت کام آئے اس کی لغزشوں سے درگزر کرے اور دوست کے دوست کی قدر کرے۔ ☆جو تیرے سامنے کسی کی چغلی یا شکوہ کرتا ہے وہ یقیناً دوسروں کے پاس تیرا گلہ کرنے والا ہے۔

☆اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرنے والا اس کا سچا خیر خواہ ہے اور مجلس میں نصیحت کرنے والا اس کو ذلیل کرنے والا بدخواہ ہے۔

☆ہادی وہ ہے جو عمل سے وعظ کرے۔ (یعنی اس کا عمل دیکھ کر لوگ ہدایت پائیں)۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی حال ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی نمبر ۱۱۹۔ لاہور) (حکومت اور علماء ربانی ص ۸۱ تا ۸۳)

نام کتاب:۔ عرس اور گیارہویں
مصنف:۔ شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب محدث روپڑی رحمہ اللہ
ناشر:۔ حافظ عزیز الرحمٰن، مکتبہ تنظیم اہل حدیث، نزد چوک دالگراں (لاہور)

اولیاء کی عظمت اور عقیدت:۔ معزز ناظرین! حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ چھٹی صدی ہجری کے وہ مایہ ناز بزرگ ہیں کہ جن کی ذات اقدس سے امت محمدیہ ﷺ کو کافی فیض پہنچا ہے ہم شاہ جیلانی اور تمام اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور بزرگ مانتے ہیں ان کی محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں اور ان کی تنقیص شان کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا دشمن سمجھتے ہیں۔ (عرس اور گیارہویں ص ۵۰)

نام کتاب: تحریک پاکستان اور علماء اہلحدیث..... مصنف:۔ مولانا محمد حنیف یزدانی، مکتبہ نذیریہ لاہور

تحریک پاکستان اور علماء اہلحدیث

علمائے اہلحدیث کا کردار:۔ علماء اہلحدیث کی خدمات جلیلہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور تحریر وتقریر کے

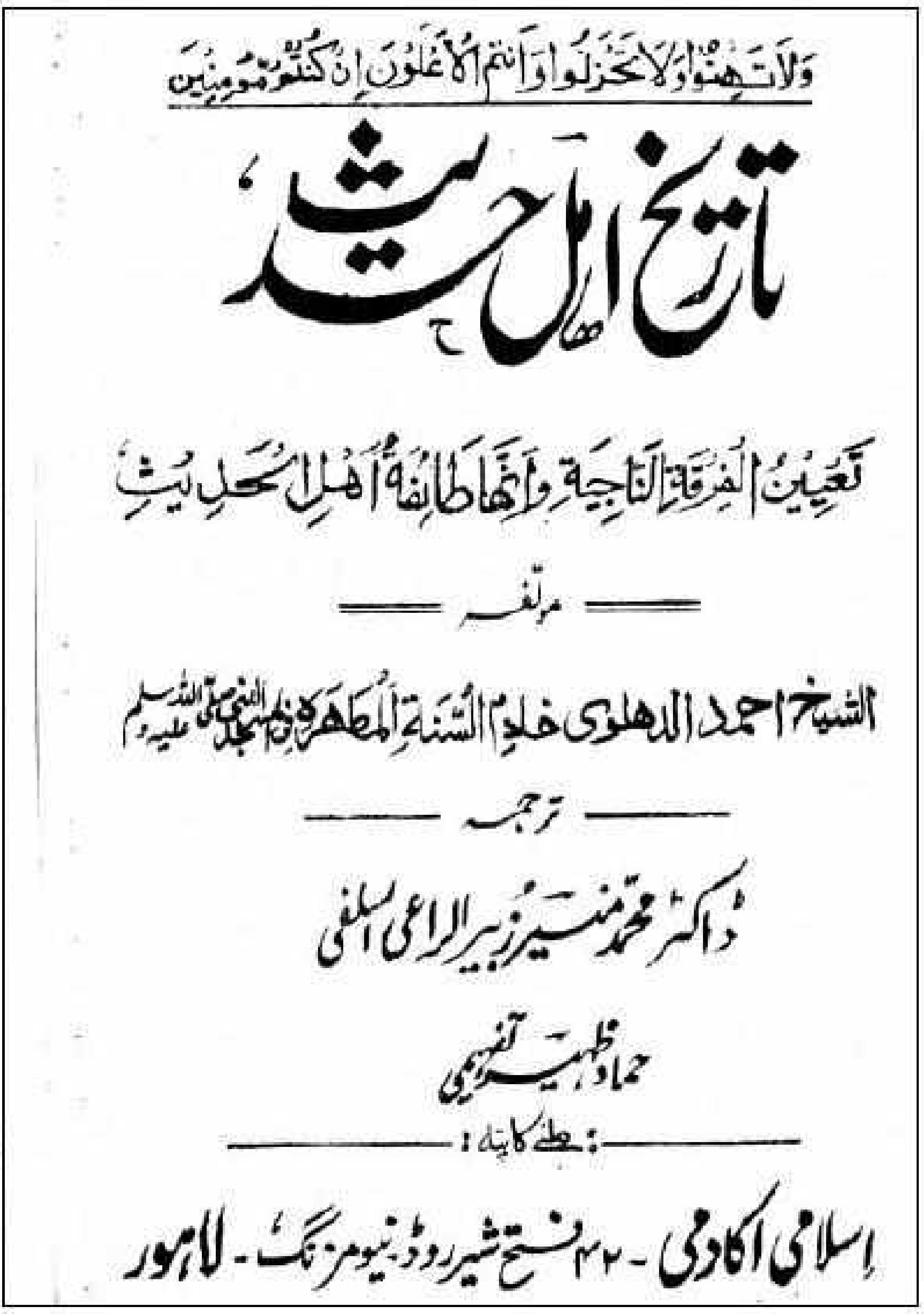

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

تاریخ اہل حدیث

تَعْيِينُ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ وَأَنَّهَا طَائِفَةُ أَهْلِ الْحَدِيثِ

مؤلف

الشیخ احمد الدہلوی خادم السنۃ المطہرۃ بمسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

ڈاکٹر محمد منیر زبیر الراعی السلفی

حماد ظہیر تفہیمی

ملنے کا پتہ :

اسلامی اکادمی - ۲-۴۲ فتح شیر روڈ نیو مزنگ - لاہور

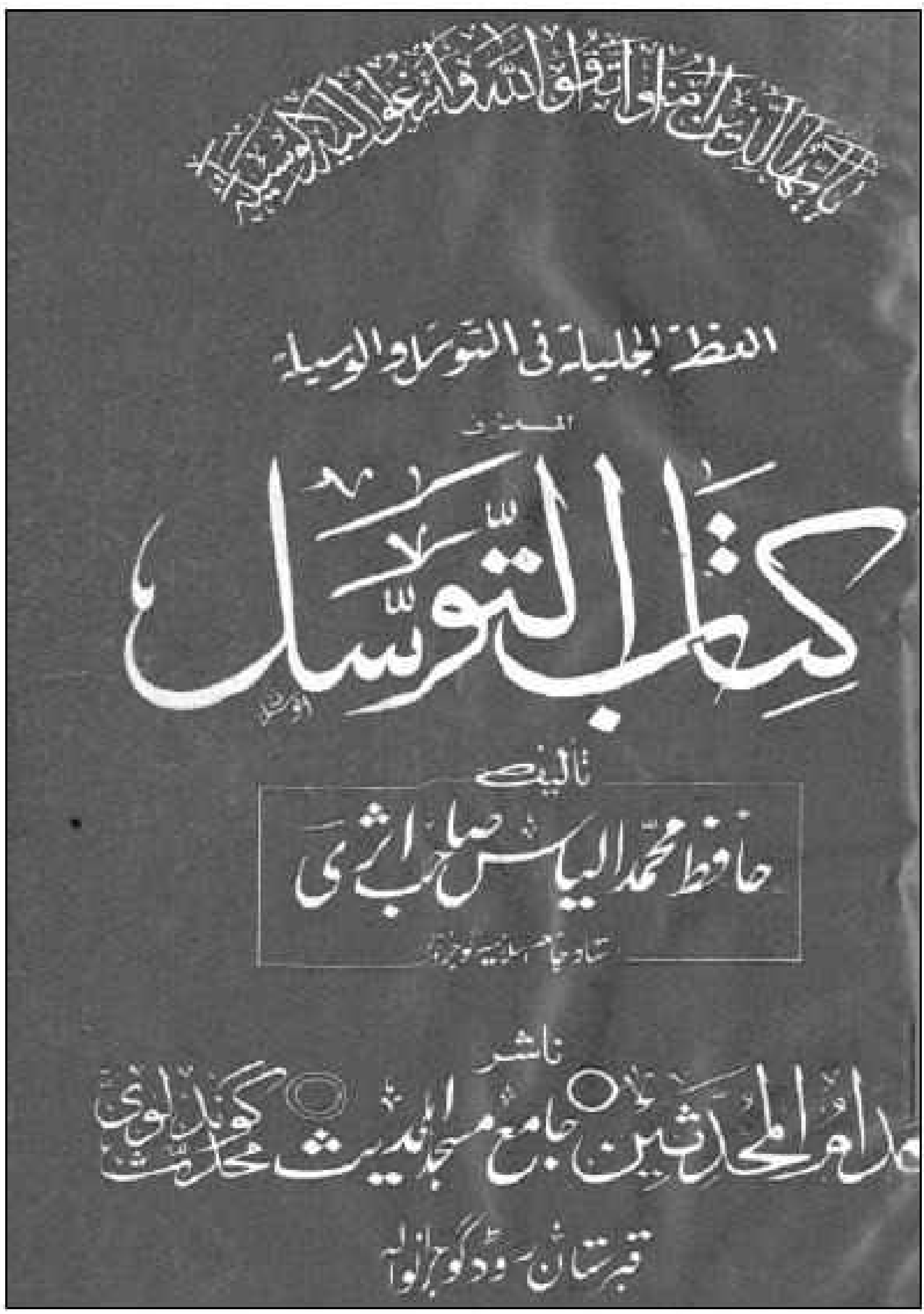

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ

النظرۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ

المعروف

کتاب التوسل

تالیف

حافظ محمد الیاس صاحب اثری

ناشر

خدام المحدثین ○ جامع مسجد اہلحدیث محدث گوندلوی

قبرستان روڈ گوجرانوالہ

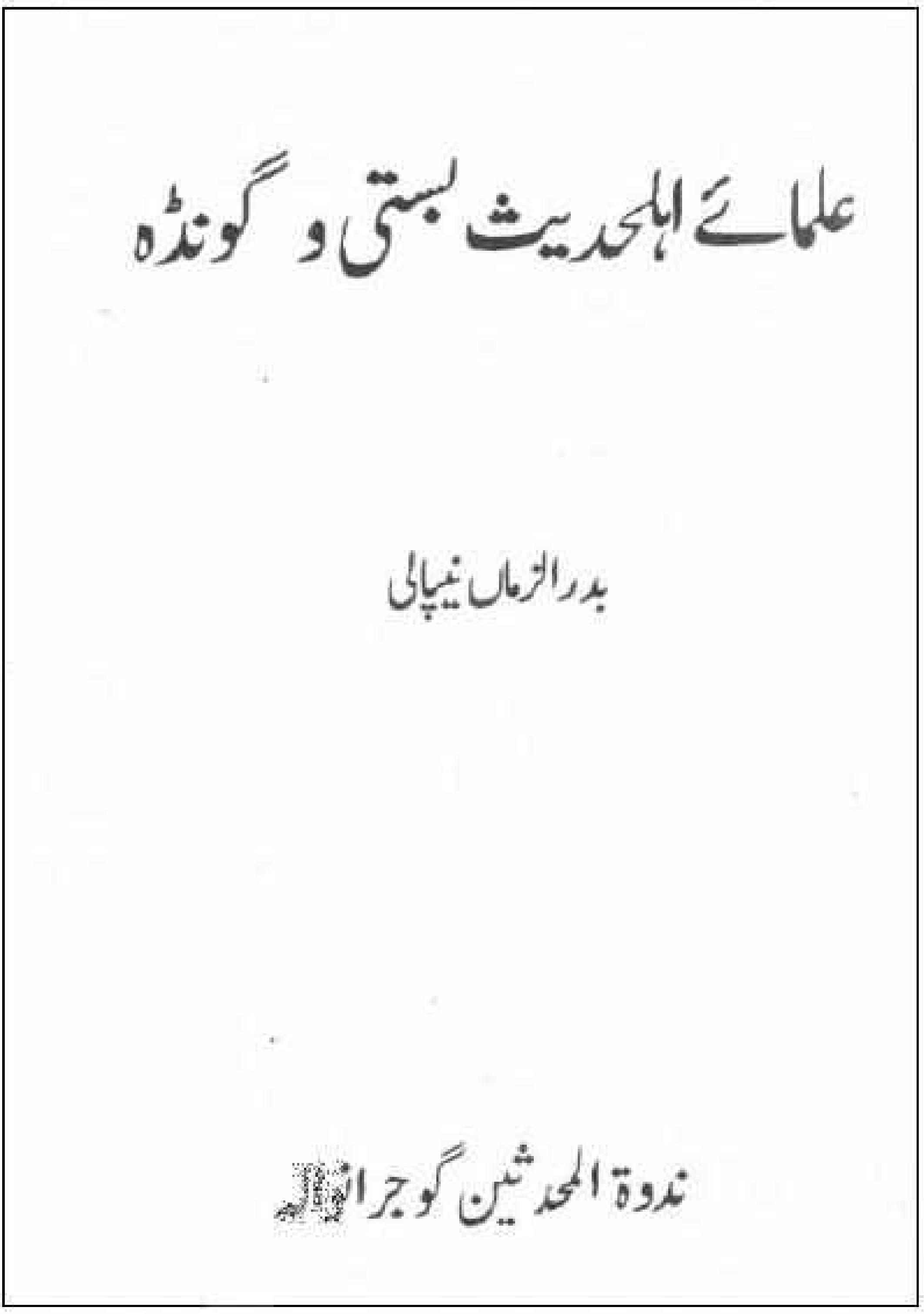

علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ

بدر الزماں نیپالی

ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ

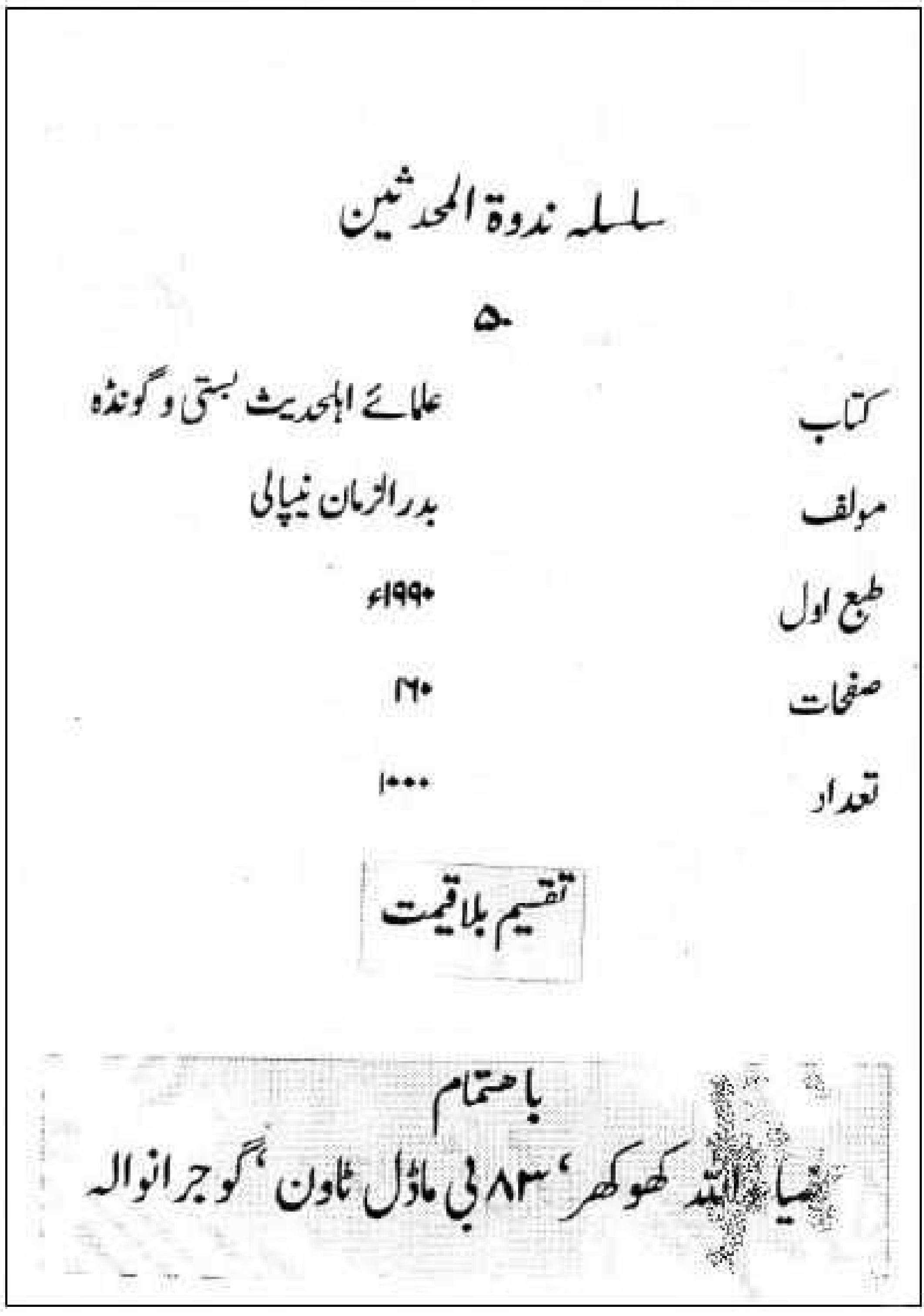

سلسلہ ندوۃ المحدثین

۵۰

کتاب	علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ
مولف	بدر الزمان نیپالی
طبع اول	۱۹۹۰ء
صفحات	۱۶۰
تعداد	۱۰۰۰

تقسیم بلاقیمت

باہتمام

ضیاء اللہ کھوکھر، ۸۳ بی ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ

میدان میں علماء اہلحدیث سب سے آگے ہیں ہی، مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ متحدہ ہندوستان میں علمائے اہلحدیث نے ہر اس تحریک کا ساتھ دیا جو دین وملت کے لئے اٹھی۔ بلکہ بہت سی تحریکوں کے یہ خود بانی تھے۔ (تحریک پاکستان ص ۵)

تحریک آزادی ہو یا تحریک پاکستان علماء اہلحدیث ہر اولین دستہ میں شامل ہیں۔ (تحریک پاکستان ص ۵)

دیوبند اور علمائے اہلحدیث میں صلح پسندی:۔ کون نہیں جانتا کہ تحریک آزادی ہند میں علماء اہلحدیث اور علماء دیوبند ہی پیش پیش تھے۔ اور جب تحریک پاکستان اٹھی تو بانی پاکستان کے دست وباز و علماء اہلحدیث اور علماء دیوبند ہی تھے۔ جماعت اہلحدیث کے مقتدر عالم دین مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں پورے ہندوستان کا دورہ فرمایا۔ بنارس اور لکھنؤ میں بیٹھ کر مسلم لیگ کی تائید وحمایت میں بیشتر مضامین لکھے۔ اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ آج بھی حضرت مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کی تقاریر پر تاثیر کی گواہی دے رہی ہے۔ (تحریک پاکستان ص ۲۵)

نام کتاب:۔ تاریخ اہلحدیث........ مؤلف: الشیخ احمد الدھاوی
ناشر:۔ اسلامی اکادمی، ۴۲۔ فتح شیر روڈ۔ نیو مزنگ لاہور

احترام ائمہ کا وجوب:۔ لاریب احترام ائمہ اربعہ ضروری ہے اور واجب ہے ان کی شان بلند ہے اور ان کی فضیلت بڑی ہے اور وہ وسیع علم کے مالک تھے اور حق ان کے ساتھ تھا وہ استمساك بالكتاب وسنت مطہرہ کو لازم جانتے تھے اور کتاب وسنت کے فہم کو ضروری خیال کرتے تھے۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۵۵)

نام کتاب:۔ کتاب التوسل...... تالیف: حافظ محمد الیاس صاحب اثری، استاد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ
ناشر: خدام المحدثین جامع مسجد اہلحدیث محدث گوندلوی رحمہ اللہ، قبرستان روڈ گوجرانوالہ، قیمت ۱۸ روپے

بزرگوں سے دعا کرانا:۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحابِ پیغمبر زندگی ہی میں دعا کراتے تھے اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی صالح، بزرگ اور دیندار شخص سے دعا کرانا چاہے تو بلاشک ارتیاب جائز ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور کوئی اختلاف کرے تو کیوں کر؟ اس عمل کی تائید میں احادیث کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ یہ حوالہ جات مشتے از خروارے کے طور پر پیش کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ (کتاب التوسل ص ۴۱)

نام کتاب:۔ علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ
مصنف:۔ بدر الزماں نیپالی (تقسیم بلاقیمت) ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ پاکستان

وضاحت: ضلع بستی اور گونڈہ میں اہلحدیثیت کی ابتداء مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور سید احمد شہید رحمہ اللہ کے فیض یافتہ مولانا جعفر علی نقوی رحمہ اللہ سے ہوئی ہے۔ علماء وصلحائے اہلحدیث بستی گونڈہ کے کارناموں اور خدمات پر مشتمل کتاب مولانا بدر الزمان نیپالی کی تالیف ہے جو ان کے حسن ذوق اور اکابر سے عقیدت کا بین ثبوت ہے۔

مولانا جعفر علی نقوی رحمہ اللہ کامل پیر طریقت

مولانا جعفر علی صاحب رحمہ اللہ صرف ایک مجاہد اور پیر طریقت ہی نہیں تھے بلکہ ایک ممتاز عالم دین بھی تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں پوری مہارت حاصل تھی۔

مولانا خالص اہل حدیث تھے۔ شاہ ولی اللہ و شاہ اسماعیل رحمہما اللہ کی طرح قرآن و سنت کو اپنا ماخذ سمجھتے تھے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۲۳)

ورثاء اور مریدین کو چھ نصیحتیں:۔ جتنے مدارس آپ نے قائم کئے وہ سب اہل حدیثوں ہی کے ہیں اور وہ آپ ہی کے مسلک کے ترجمان رہے ہیں اس سے بھی آپ کا اہلحدیث ہونا ثابت ہے۔ نگاہ میں کافی توسع تھا۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب اور ان کے دلائل پر بڑی اچھی نظر تھی۔ افسوس کہ چند مکاتیب اور فتوؤں کے سوا آپ کے سارے علمی رسائل ضائع ہو گئے۔ وفات سے چند روز پہلے آپ نے اپنے ورثاء اور مریدین کے لئے چھ وصیتیں تحریر کیں۔ آپ کی کئی کتابیں ضائع ہو گئیں۔ صرف دو مطبوعہ بچی ہیں اور دو غیر مطبوعہ ان کا تعارف ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۲۴)

خلفاء، مریدین کیلئے وصیت نامہ:۔ وصایا: مولانا نے انتقال سے چند روز پہلے اپنے ورثاء، خلفاء، متعلقین و مریدین کے لئے ایک طویل وصیت نامہ تیار کیا تھا۔ جو چھ وصیتوں پر مشتمل ہے اس میں دنیا کی بے ثباتی، موت کا عبرت آموز منظر پیش کر کے موت سے پہلے تلقین کے آداب اور موت کے بعد تکفین و تدفین کا مسنون طریقہ، اعزہ و اقرباء اور پسماندگان کو صبر و رضا کی تعلیم اور جزع و فزع اور نوحہ سے احتراز کی تاکید فرماتے ہوئے مردہ کے پسماندگان کے ساتھ سلوک کا مسنون طریقہ بتایا ہے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۲۴)

رہنمائے سالکان و پیشوائے عارفاں:۔ چند روز بیمار رہ کر ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۸۸ھ، نومبر ۱۸۷۱ء میں علم و عمل کا یہ درخشاں آفتاب اپنے آبائی وطن مجھوامیر میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ مندرجہ ذیل رباعی سے ان کی تاریخ نکلتی ہے۔ ؎

حاجی حرمین بود و سید عالی مکاں رہنمائے سالکان و پیشوائے عارفاں
سال تاریخ و فاتش از سروش آمد بگوش عاجزا گو "غازی ہادی و علامہ زماں

(علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۲۵)

جنت میں بزرگوں کا انتظار کرنا:۔ وفات سے قبل آپ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک آراستہ مکان میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور سید احمد شہید و شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ اور کچھ اور حضرات کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں ایک کرسی خالی ہے ایک صاحب نے سوال کیا یہ کرسی کس کے لئے ہے؟ جواب ملا۔ مولوی جعفر علی رحمہ اللہ کے لئے یہ خواب دیکھتے ہی آنکھ کھل گئی اور سجدۂ شکر میں گر گئے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۲۵)

جانشینی و خلافت:۔ آپ نے مولانا سید باقر علی رحمہ اللہ کو اپنا جانشین بنایا۔

مولانا سید جعفر رحمہ اللہ کی دو شادیاں ہوئی تھیں ایک خاندان میں کی تھی یہ بی بی عمر میں سید صاحب سے بڑی تھیں۔

دوسری شادی سید احمد علی رامپوری رحمہ اللہ کی صاحبزادی سے کی جن کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ دونوں آپ کی وفات کے بعد کافی دنوں تک باحیات رہیں اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی جس کا نام سیدہ زینب تھا۔ جس کی شادی محلّہ قافلہ ٹونک کے سید شریف حسن بن سید مہدی حسن سے ہوئی تھی۔ آپ نے مولانا سید باقر علی شاہ رحمہ اللہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۲۵)

میاں دانش علی ندیار رحمہ اللہ (بستی) خلیفہ مجاز:۔ آپ موضع ندیا کے رہنے والے تھے عالم دین نہیں تھے مگر طبابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے علماء کی صحبت خصوصاً مولانا جعفر علی نقوی رحمہ اللہ کے فیوض سے بہرہ ور تھے۔ آپ کا حلقہ طبابت حلقہ دعوت بھی ہوتا تھا۔ علاقہ میں گھوم گھوم کر دونوں کام انجام دیا کرتے تھے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کا کیا پوچھنا آپ کو سید جعفر علی صاحب نے اپنا خلیفہ بھی مقرر کیا تھا اوسان کوئیاں آپ بہت آتے جاتے تھے اور یہاں کے لوگ آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۱۲)

مولانا رئیس الاحرار ندوی بھٹیا (بستی)

نام محمد رئیس بن سخاوت علی بن محمد باقر جہانگیر آبائی وطن موضع بھٹیا پوسٹ مروٹیا بازار بستی ہے جولائی ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ (ص ۳۳)

ندوۃ العلماء سے فراغت علم:۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک شاخ مدرسہ عالیہ بدریہ پکا بازار بستی میں داخل ہوئے۔ ابتدائی عربی درجات کی تکمیل وہیں ہوئی۔ ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عالمیت سال آخر میں داخلہ لیا۔ تین سال تک یہاں استفادہ کرتے رہے اور ۱۹۶۰ء میں ندوہ سے فراغت حاصل کرلی۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۳۴)

مولانا شریف حسن نقوی (بستی) کا ذوق تصوف

خلیفہ طریقت:۔ ٹونک کے رہنے والے تھے بواسطہ خلافت سید جعفر علی رحمہ اللہ کی جگہ پر بستی میں رہے۔ مولانا عبدالجلیل رحمانی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ آپ (سید جعفر علی نقوی) کے داماد علامہ شریف حسن مرحوم بڑے جید عالم فاضل تھے آپ امراض باطنیہ کے طبیب تھے تو امراض ظاہریہ کے حکیم، متبع سنت بزرگ بھی تھے، عامل بالحدیث اور صاحب تصنیف بھی۔

مولانا غلام رسول مہر سید عبدالسلام (جو سید جعفر علی کے خاندان کے ایک فرد ہیں) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”سید جعفر علی کی صاحبزادی سیدہ زینب کی شادی محلّہ قافلہ ٹونک کے سید شریف حسن بن سید مہدی حسن سے ہوئی تھی۔ وہی سید جعفر کے خلیفہ مقرر ہوئے لاولد رہے اور انہیں سیدہ زینب کے ذریعہ جو جائیداد ملی تھی وہ اپنے بھائی سید لطیف حسن کے نام ھبہ کردی“۔ (جماعت مجاہدین ص ۳۱۰) اس سے ظاہر ہے کہ آپ بستی میں سید جعفر صاحب کے خلیفہ تھے اور ان کے بعد دینی خدمات اور تبلیغ سلفیت میں برابر کوشاں رہے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۳۸)

میاں عباد اللہ تلانگ رحمہ اللہ (بستی):۔ آپ موضع تانگ علاقہ ڈومریا گنج کے رہنے والے تھے آپ مولانا سید جعفر علی نقوی کے فض یافتگان میں سے تھے عالم تو نہ تھے مگر علماء کی صحبت نے بہت کچھ عطا کردیا تھا۔ بڑے عابد و زاہد اور نقوی صاحب کے مشن کو فروغ دینے والوں میں سے تھے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۵۸)

مولانا عبدالرزاق سمرا رحمہ اللہ (بستی) کا ذوق تصوف:۔ ابتدائی درجات کی تعلیم مولانا اللہ بخش بسکوہری سے بسکوہر میں حاصل کی بعد ازیں مدرسہ مظہر العلوم اوسان کوئیاں میں مولانا محمد دین محدث رحمہ اللہ سے چار سال کسب فیض کیا۔ پھر کانپور محلّہ ٹپکاپور کے حنفی مدرسہ میں داخلہ لیا اور مولوی احمد حسن سے پڑھتے رہے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۴۲)

آپ کی دلیرانہ اصلاحی کوششوں میں سے ایک یہ واقعہ ہے کہ پاٹن دیوی کا ایک بڑا میلہ تلشی پور میں ہر سال لگتا ہے اور مہینہ بھر رہتا ہے وہاں پہلے جمعہ کی نماز جاری تھی لیکن ریاست بلرامپور کے ایک تحصیل دار نے آکر بند کروادیا۔ آپ کو یہ معلوم ہوا تو آئے اور تقریر کرکے پچاس لٹھ بازوں کو ساتھ لے کر میلے میں پہنچے اور نماز جمعہ جاری کرائی۔ بعد میں پھر کسی کو روکنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۹۱)

حصولِ دینداری کے لیے بیعت ہونا:۔ آپ بڑے زاہد و متقی تھے۔ کتنوں نے آپ کے دست مبارک پر دینداری کی بیعت کی اور پرانی روش سے توبہ کی۔ بڑے خوش اخلاق ملنسار حلیم الطبع اور سخی تھے۔ سخاوت اور داد و دہش کی یہ خوبیاں آپ نے اپنے گھر کے دوسرے افراد میں بھی پیدا کردی تھیں۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۹۱)

مولانا عبدالسلام ششہنیاں (بستی):۔ والد کا نام یاد علی تھا آپ کے آباؤ اجداد فیض آباد کے رہنے والے تھے۔

مفتاح العلوم بھٹ پرا اور بڑریا نیپال میں فارسی پڑھی۔ ایک سال کے بعد دہلی آئے اور مدرسہ حمیدیہ صدر بازار میں چھ ماہ رہ کر مظاہر العلوم سہارنپور چلے گئے یہاں مولانا خلیل احمد، مولانا ظہور الحسن اور مولانا زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے پانچ سال تک استفادہ کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حدیث پڑھنے کی غرض سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی آئے اور مولانا عبدالغفور اعظمی، مولانا عبدالرحمٰن بہاری، مولانا سکندر علی ہزاروی اور شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی رحمہ اللہ سے رحمانیہ میں پڑھا۔ اس کے بعد لکھنؤ گئے۔ ندوہ میں طبیعت نہ لگنے کی وجہ سے تکمیل الطب کالج میں طب پڑھنے کے لئے داخل ہوئے۔ پھر مدرسہ فرقانیہ میں فلسفہ پڑھا۔ علم کے پیاسے کو ابھی دیوبند جانا باقی تھا۔ وہ پورا ہوا۔ مولانا

حسین احمد مدنی، مولانا مرتضٰی، مولانا محمد شفیع، مولانا محمد ابراہیم، مولانا اعزاز علی، مولانا اصغر حسین اور مولانا غلام رسول رحمہم اللہ سے حدیثیں پڑھیں۔ دیوبند سے فارغ ہوکر دہلی آئے۔ (علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۹۸)

مولانا عبدالعظیم اکرہرا کے استاد مرشد:۔ بروایت مولانا عبدالنور بن مولانا عبدالعظیم

نام عبدالعظیم، قصبہ اٹوا کے پاس پیری نامی گاؤں آبائی وطن اور اکرہرا ننہال تھا۔ بچپن ہی میں اکرہرا آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ ابتدائی تعلیم کے بارے میں معلومات نہیں البتہ بعد میں دہلی گئے اور مولانا محمد جونا گڑھی کے ساتھ مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں پڑھنے لگے۔ مولانا عبدالوہاب صدری رحمہ اللہ آپ حضرات کے استاد اور مرشد و مربی تھے۔

بتایا جاتا ہے کہ آپ کا داخلہ مدرسہ میں چھ ماہ تک نہیں ہو سکا تھا اس درمیان میں آپ نے بڑی عسرت کی عبرت آموز زندگی گزاری۔ داخل شدہ طلبہ کے کھانے سے روٹیوں کے جو ٹکڑے بچ جاتے اور سوکھ چکے ہوتے تھے آپ انہیں بھگو کر کھایا کرتے تھے۔ مولانا محمد جونا گڑھی کے ساتھ فراغت حاصل کی۔ (علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۱۰۳)

مولانا قطب علی مجھوامیر (بستی):۔ مجھوامیر ضلع بستی (یوپی) وطن، متوسط درجے کے زمیندار تھے۔ شیخ محمد اسحاق گورکھپوری کے بیان کے مطابق علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ سید صاحب نے شیخ اسحاق کو خلافت دینی چاہی تو انہوں نے قلت علم کے عذر کی بناء پر سید قطب علی ہی کا نام لیا تھا۔ اس دریائے فیض نے بے تکلف فرمایا کہ سید صاحب موصوف کو بھی لے آیئے۔

قطب علی سترہ آدمیوں کو لے کر سید صاحب کے پاس اس زمانے میں تکیہ شریف پہنچے جب آپ حج سے واپس آئے تھے اس قافلہ میں ان کے چھوٹے بیٹے سید حسن علی بھی شامل تھے بڑے بیٹے سید جعفر علی صاحب "منظورۃ السعداء" اس وقت لکھنؤ میں تعلیم پا رہے تھے وہ علالت کے باعث نہ جا سکے۔

سند خلافت:۔ سید قطب علی بہت کبیر السن تھے۔ رائے بریلی سے ایک کوس کے فاصلہ پر زحمت سفر کے باعث بیمار پڑ گئے۔ تکیہ شریف پہنچے تو ان کی مہمانداری سید صاحب کے بھتیجے سید محمد یعقوب کے سپرد ہوئی۔ ایک مہینہ ٹھہرے رہے پھر سید صاحب نے مولانا عبدالحی سے خلافت کی سند لکھوا دی۔ (علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۱۲۳)

مولانا محمد اسحاق بانسی (بستی) کی کرامتیں:۔ مولانا محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ ضلع بستی کے مشہور قصبہ بانسی کے رہنے والے تھے بتایا جاتا ہے کہ آپ نے جونپور میں تعلیم پائی۔ وہاں بارہ سال تک رہے۔ اس درمیان میں جتنے خطوط گھر سے ملے سب کو ایک مٹکے میں رکھتے گئے اور اس وجہ سے کھول کر نہیں پڑھا کہ کہیں تعلیم کو چھوڑ کر گھر نہ جانا پڑے۔ بارہ سال پورا کر کے خطوط پڑھے اور گھر آئے۔ آپ غالبًا مولانا جعفر علی نقوی رحمہ اللہ کے ہمعصر تھے۔ (ص ۱۳۳)

آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں۔ آپ بانسی کے علماء اہلحدیث کے جد اعلیٰ اور اس علاقے کے سب سے پہلے اہلحدیث عالم اور محدث تھے۔ آپ اپنے یہاں کی جامع مسجد کے سب سے پہلے اہلحدیث امام ہیں۔ آپ سے یہ شروع ہوا اور اب تک جامع مسجد اہلحدیث بانسی میں اہلحدیثوں ہی میں سے امام ہوتا ہے۔ (علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۱۳۳)

مولانا سید محمد اظہر بہاری ادئی پور (گونڈہ) کا ذوق تصوف

لوگوں کا کثرت سے بیعت ہونا:۔ مولانا عبدالغفور بسکوہری فرماتے ہیں "مولانا (اللہ بخش) بسکوہری کے ہم عصر جناب مولانا سید محمد اظہر صاحب مرحوم ہیں آپ بہار کے رہنے والے تھے۔ کسی وقت اس علاقہ میں تشریف لائے۔ آپ کی بزرگی و دینداری پر اکثر لوگ فریفتہ ہو کر آپ سے بیعت ہو گئے اور اس تعلق کی بناء پر ان کی نگرانی اور ان کو دینداری پر آمادہ رکھنے کے لئے آپ نے ساری عمر اس علاقہ میں صرف کر دی..... مولانا عبدالحق صاحب محدث بنارسی کے خاص شاگردوں میں سے تھے.....

(ماخوذ از اہلحدیث امرتسر مجریہ ۲۳/ رمضان ۱۳۴۶ھ بحوالہ علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۱۳۶)

مخدوم پنچ ہرہٹہ (گونڈہ):۔ مولانا عبدالغفور بسکوہری گونڈہ کے علماء میں سے مولانا اظہر مولانا احمد علی اور حاجی عبدالجبار سرمہ دانی والے (گنوریا ریاست بلرامپور) کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

مولانا اظہر رحمہ اللہ کے مرید:۔ ''متذکرہ بالا مقدس ہستیوں کی جان توڑ کوشش کی وجہ سے علاقہ میں خوب دینداری پھیلی، چاروں طرف دیندار ہی دیندار نظر آنے لگے، خصوصاً مخدوم پنچ صاحب ساکن ہرہٹہ ضلع گونڈہ پر دینداری کا وہ رنگ چڑھا کہ علاوہ گردونواح کے دور دراز مقامات پر بھی مخدوم پنچ کا نام روشن ہوگیا۔ اپنے اور اپنے بچوں کی صورت وشکل اور شادی وغیرہ میں سنت کی پوری پابندی کرتے تھے۔ مجال نہ تھی کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی خلاف سنت کوئی کام کرسکتا۔ جود وسخا میں وہ یکتائے زمانہ تھے...... مولانا محمد اسحاق رحمانی گونڈی کا بیان ہے کہ ''آپ بڑے بزرگ تھے، مولانا اظہر صاحب سے بیعت تھے مولانا اظہر نے بتایا تھا کہ کافروں کو سلام نہیں کرنا چاہیے اس اصول کی پابندی میں آپ نے ریاست بلرامپور کے راجہ سے صاف کہہ دیا کہ میں نے ایک پیر بنایا ہے وہ کہتے ہیں کہ راجہ کافر ہے اور کافروں کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے میں تمہیں سلام نہیں کروں گا۔ (علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۱۴۹)

مولانا ممتاز علی کرتھی ڈیہہ (بستی) کا ذوق تصوف

لوگوں کی بیعت اصلاح:۔ آپ کے والد کا نام حسن علی تھا آپ نے ابتدائی تعلیم کافی عمر ہوجانے کے بعد مدرسہ سراج العلوم بونڈھار میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی سرپرستی میں حاصل کی پھر ندوہ گئے اور مولانا حفیظ اللہ بندوی اعظم گڑھی (۱۳۶۲ھ) وغیرہ سے حدیث وغیرہ پڑھی...... آپ نے وعظ وتقریر کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا بغیر کسی دعوت اور بلاوا کے مختلف جگہوں پر پہنچتے اور لوگوں کو عمل بالکتاب والسنۃ کی دعوت دیتے۔ (علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۱۵۱)

اطاعت رسول ﷺ کے لیے بیعت ہونا:۔ ہر مجلس میں کچھ نہ کچھ لوگ آپ کے ہاتھوں پر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے لئے بیعت کرتے رہے...... آپ کے مواعظ میں ایسی شیرینی اور لذت ہوتی کہ لوگ ہمہ تن گوش ہوکر گھنٹوں سنتے رہتے پھر بھی ان کی پیاس نہ بجھتی۔ اثر اندازی کا یہ عالم ہوتا کہ ''از دل خیزد وبر دل ریزد'' کا سماں نظر آتا۔ وعظ کہتے وقت خود روتے اور سامعین کو بھی رلاتے یہاں تک کہ روتے روتے بہتوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ (ص ۱۵۲)

مریدین کا حلقہ:۔ آپ خلوص وللّٰہیت کے پیکر تھے مریدین اور عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا...... زہد وتقویٰ اور عبادت و ریاضت میں مرتاض تھے۔ خشوع وخضوع اور تضرع وابتہال اور انابت الی اللہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ (علمائے اہلحدیث بستی وگونڈہ ص ۱۵۳)

چودھری ولی محمد لموئیا (گونڈہ)

ایک دعا پر دنیا بدل جانا (کرامت):۔ (بروایت مولانا عبدالمعید گونڈوی)

انیسویں صدی کے اخیر اور بیسویں صدی کے چار پانچ دہے تک ملک ولی محمد چودھری لموئیا ضلع گونڈہ کی ضلع بستی وگونڈہ کی تین چار تحصیلوں میں دھوم مچی تھی۔ خلاق عالم کی کارسازی کہ اقتصادی بحران سے دوچار ایک خاندان کو ایسا نوازتا ہے کہ اپنے علاقہ کا عدیم المثال انسان بن جاتا ہے ان کے خاندان کے عروج وارتقاء کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ غالباً مولانا اظہر صاحب رحمہ اللہ ان کے گاؤں دعوت وتبلیغ کے لئے تشریف لے گئے غالباً ملک صاحب کے دادا تھے انہوں نے مولانا کو دعوت دے دی مولانا نے ان کی دعوت قبول کرلی۔ بعد میں معلوم ہوا میزبان سود خور ہے آپ نے دعوت کھانے سے انکار کردیا ملک صاحب کے دادا نے عرض کیا آپ دعوت کھالیں ہم آج سے سود خوری چھوڑتے ہیں مولانا نے دعوت کھائی۔ اور رات کو اٹھ کر تہجد میں میزبان کے لئے بارگاہ رب العزت میں رو رو کے دعا کی کہ انہیں اتنا مال و دولت ملے کہ ان کے سنبھالے نہ سنبھلے چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ تیسری پشت تک پہنچتے پہنچتے باون گاؤں کے زمیندار بن گئے۔

سوانح حیات

پاکستان کے بانی اولین کی تحریک آزادی
کے آخری دور کی ایمان افروز داستان
مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ وزیر آبادی
امیر المجاہدین جمعیت عالیہ ہندیہ چمرقند آزاد

مرتبہ: خالد گھرجاکھی
ناشر: جمعیت مجاہدین پاکستان

ملنے کا پتہ: سکول بکڈ پو گوجرانوالہ

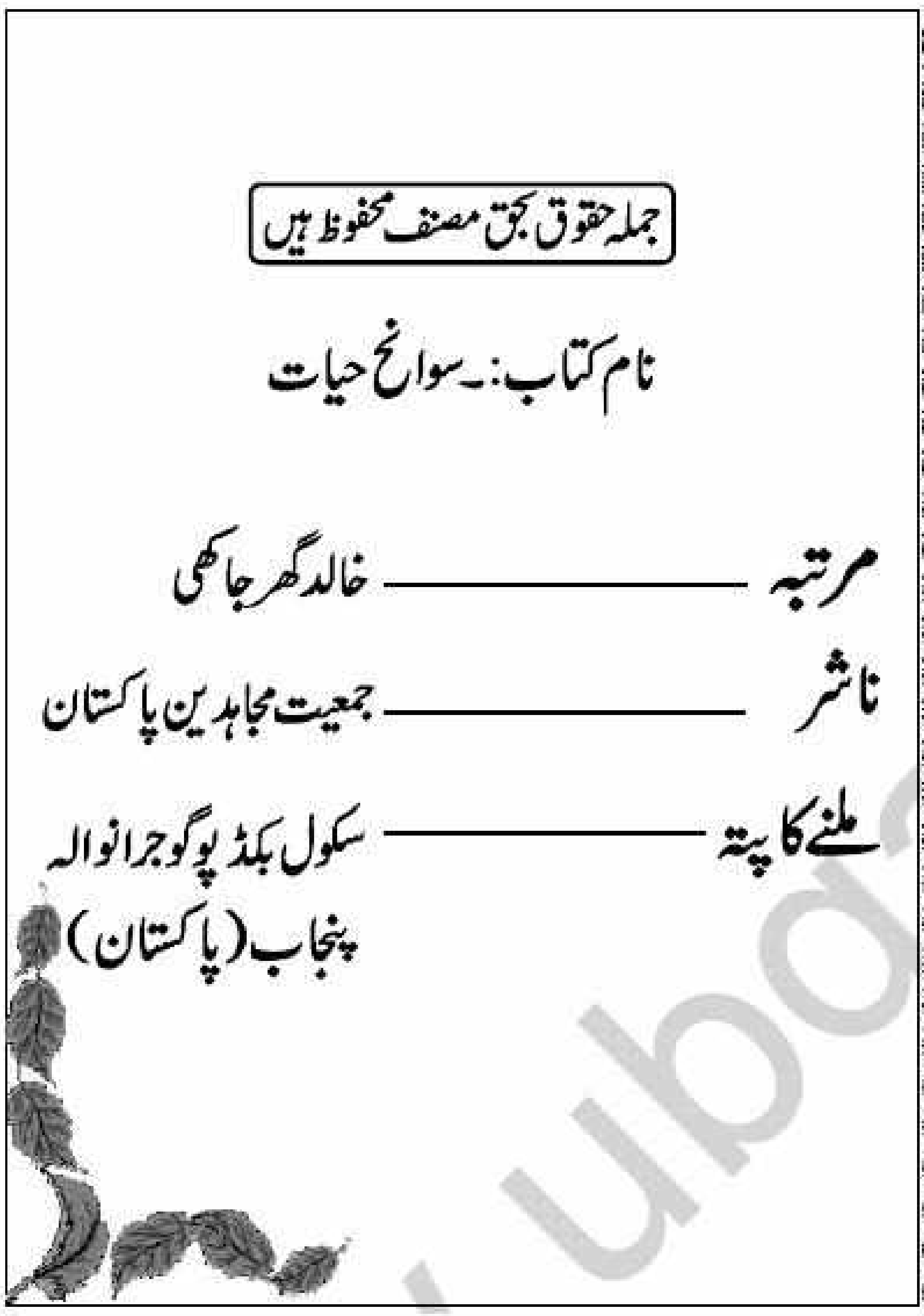

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ سوانح حیات

مرتبہ ———— خالد گھرجاکھی
ناشر ———— جمعیت مجاہدین پاکستان
ملنے کا پتہ ———— سکول بکڈ پو گوجرانوالہ
پنجاب (پاکستان)

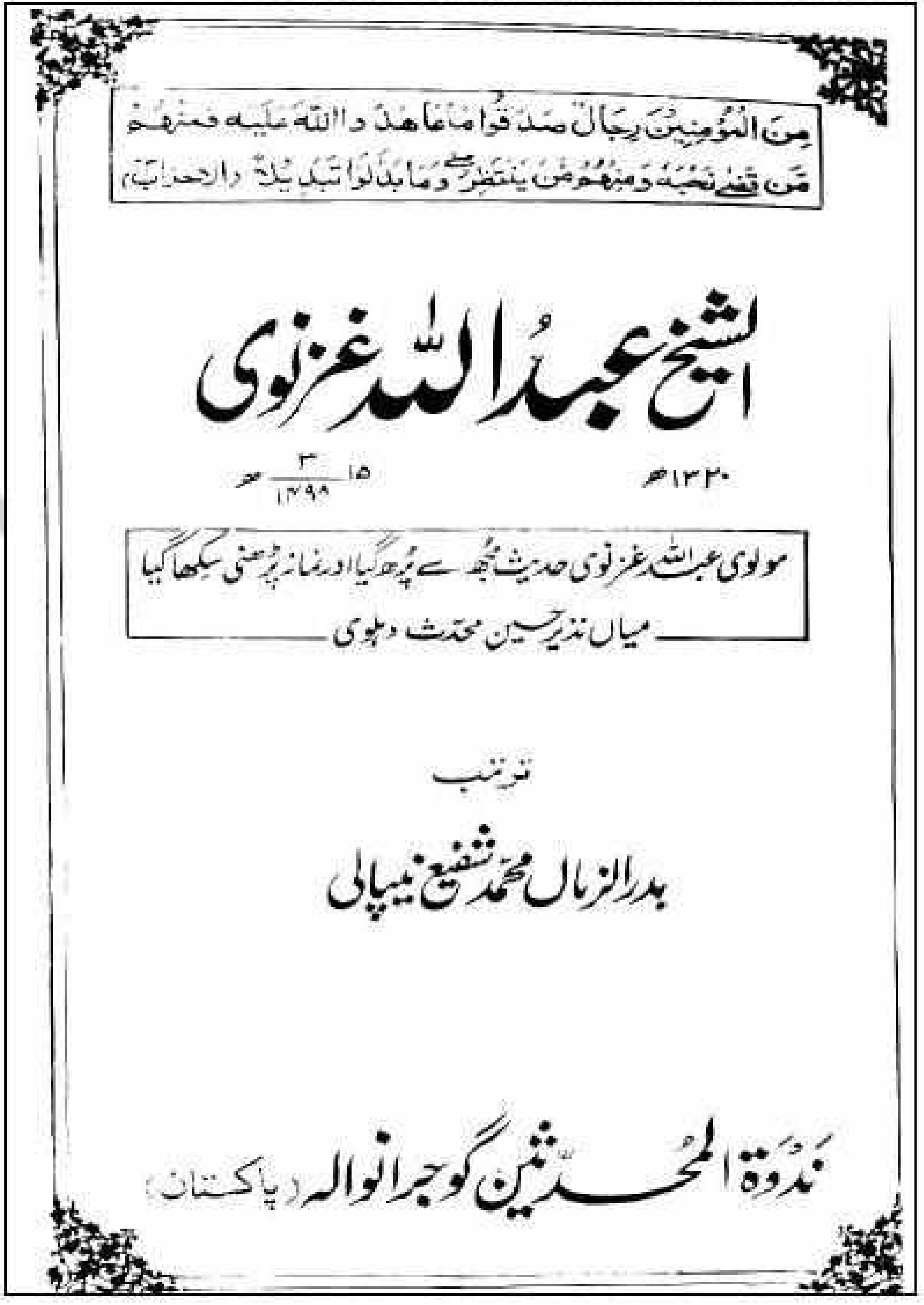

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ
مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب)

الشیخ عبداللہ غزنوی

۱۳۲۰ھ ۱۵ ۳/۱۲۹۹ھ

مولوی عبداللہ غزنوی حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور نماز پڑھنی سکھا گیا
— میاں نذیر حسین محدث دہلوی

ترتیب

بدر الزماں محمد شفیع نیپالی

ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ (پاکستان)

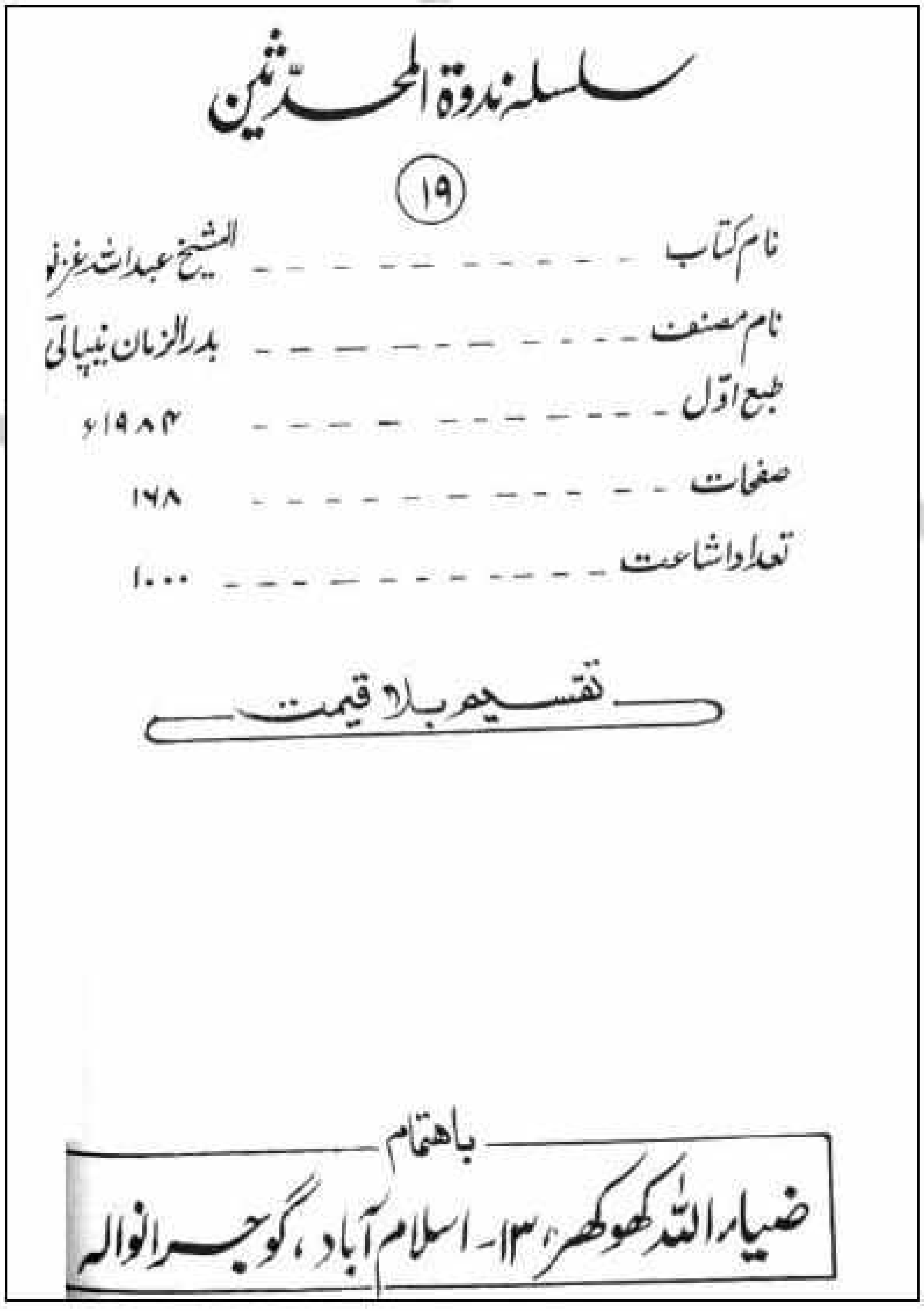

سلسلہ ندوۃ المحدثین

⑲

نام کتاب - - - - - - - - - الشیخ عبداللہ غزنوی
نام مصنف - - - - - - - - - بدر الزمان نیپالی
طبع اوّل - - - - - - - - - ۱۹۸۴ء
صفحات - - - - - - - - - ۱۶۸
تعداد اشاعت - - - - - - - - - ۱۰۰۰

تقسیم بلا قیمت

باہتمام
ضیاء اللہ کھوکھر، ۱۳-۱۔ اسلام آباد، گوجرانوالہ

انہوں نے اپنی دولت سے امیروں غریبوں علماء سب کو مستفید کیا کئی مدارس کے ذمہ دار ہے۔ بونڈھار مدرسہ کے دوسرے مرحلہ کی تعمیر انہیں کی عنایات کی مرہون منت ہے۔ (علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ ص ۱۵۹)

نام کتاب:۔سوانح حیات
پاکستان کے بانی اولین کی تحریک آزادی کے آخری دور کی ایمان افروز داستان
مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ وزیرآبادی، امیر المجاہدین جمعیت عالیہ ہندیہ چمرقند آزاد
مرتبہ: خالد گھرجاکھی۔ناشر: جمعیت مجاہدین پاکستان۔ملنے کا پتہ: سکول بکڈپو گوجرانوالہ

خاندان ولی اللہ کے مرید:۔ پنجاب بمعیت علاقہ سرحد و کشمیر سکھوں کے زیر نگین تھا۔ اس میں ظلم کی یہ انتہا تھی کہ ہر بدترین حکومت کے لئے ''سکھا شاہی'' کا نام ضرب المثل ہوگیا اس وقت خاندان ولی اللٰہی ہی کے ایک مرید حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ نے پورے زور سے ہندوستان میں جہاد کی تحریک شروع کی۔ (سوانح حیات فضل الٰہی وزیرآبادی ص ۲۹)

وظائف واذکار کی طرف رجحان:۔ سید احمد صاحب رحمہ اللہ تیرھویں صدی کے پہلے دن پیدا ہوئے یعنی پیدائش کا دن یکم محرم ۱۲۰۱ھ ہے۔ جماعت مجاہدین میں سید صاحب مجدد الف ثالث گنے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب قریباً پچیس سال تک اپنی تعلیم و تعلم میں مشغول رہے لیکن ان کا رجحان ذکر و اذکار کی طرف زیادہ تھا۔ تعلیم تھوڑی حاصل کرتے اللہ اللہ زیادہ کرتے رات کا اکثر حصہ تہجد میں گزارتے۔ (سوانح حیات ص ۲۹)

تجدید دین کے لیے بیعت ہونا:۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو انہی دنوں خواب میں بشارت دی گئی تھی کہ تمہارے ہاتھوں یا تمہارے کسی شاگرد کے ہاتھوں تجدید دین کی تحریک کو عروج پر پہنچایا جائے گا چنانچہ حضرت سید احمد صاحب شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کے پاس آئے تو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے کہنے پر ان کے قریباً تمام کنبہ کے کارکن افراد نے ان کی بیعت کی۔ یہ دن قریباً اس اصلاحی اور جہادی تحریک کا پہلا دن تھا جبکہ یہ تحریک علمی دور سے نکل کر عمل کے دور میں داخل ہوئی۔ (سوانح حیات ص ۳۰)

دشمن سے حفاظت کا غیبی سامان:۔ حضرت صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مولانا بشیر صاحب رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد حضرت صاحب مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ کو ملنے کے لیے چمرکند گیا۔ حضرت صاحب اس وقت فقیر صاحب علی نگار کی طرف گئے ہوئے تھے وہاں شہزادہ برکت اللہ نے ایک تنولی کو بھیجا کہ حضرت صاحب کو قتل کردے حضرت صاحب رحمہ اللہ ذکر و اذکار میں بہت مشغول رہتے تھے خصوصاً صبح نماز پڑھنے کے بعد بہت دیر تک وظیفہ کرتے رہتے تھے چنانچہ حضرت صاحب رحمہ اللہ وہاں مسجد میں وظیفہ کرتے وہیں لیٹ گئے۔ چنانچہ وہ تنولی کلہاڑی لے کر دو تین دفعہ گیا بالآخر اس نے کلہاڑی اٹھائی تا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو سوتے میں مار دے کہ کسی چیز نے اسے اٹھایا اور دور مسجد سے باہر کسی ڈھلوان جگہ پر پھینک دیا۔ تنولی نے چوٹوں کی تاب نہ لا کر واویلا مچانا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ جاگ اٹھے اور فرمایا تجھے کیا ہوا تو وہ معافی مانگنے لگا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۹)

مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ سے بیعت ہونا:۔ مولوی محمد یوسف صاحب نے کہا کہ اس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرو میں نے کہا کہ ہم اہلحدیث لوگ ایسے مشرک ملنگوں کی بیعت نہیں کرتے جو قبروں کے مجاور ہوں۔ لیکن چند دن کے بعد اس شرط پر میں نے بیعت کر لی کہ اگر مولانا فضل الٰہی صاحب امیر المجاہدین سرحد سے آجائیں تو میں ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرلوں گا۔

بیعت کرنے کے بعد میں نے حضرت فقیر صاحب رحمہ اللہ سے کوئی وظیفہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا

خواہ تجھ پر کتنی ہی مصیبت کیوں نہ آ جائے اور نماز کی پابندی کرنا اور سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ اپنی زندگی میں کم از کم ایک انگریز کو ضرور قتل کرو۔ میں حیران تھا کہ ملنگ اور شرک سے بیزاری کی تبلیغ کرتا۔ (سوانح حیات ص ۱۶۰)

کرامات مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی رحمہ اللہ

مندرجہ ذیل واقعات از قسم کرامات ہیں جن کا اکثر تعلق حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب کی زندگی سے ہے یا پھر کچھ دوسرے واقعات جن کا تعلق تحریک مجاہدین سے ہے وہ واقعات جس جس بزرگ نے بتائے اسی کے حوالہ سے درج ہیں:

جنات عامل کے نہیں ولی کے تابع :۔ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بمبئی کے ایک پیر ہدایت اللہ صاحب تھے جو حضرت صاحب کے شاگرد تھے۔ انہوں نے بمبئی کے کسی سیٹھ کی بیوی کا علاج کیا اس کو اٹھرا کی بیماری تھی یعنی اولاد نہ ہوتی تھی چنانچہ پیر صاحب کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو گیا چنانچہ سیٹھ نے اس خوشی میں بہت بڑی دعوت کی جس پر شاہ صاحب بھی گئے تھے اور فرمانے لگے کہ کاش آج حضرت صاحب بھی ہوتے تو اس دعوت میں شریک ہوتے۔ اس پیر صاحب کے ماتحت جن تھے۔ اس نے جنوں کو کہا کہ جاؤ۔ حضرت صاحب کو اٹھا کر لے آؤ چنانچہ حضرت اس وقت اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے کندھوں پر بوجھ پڑ گیا۔ حضرت صاحب نے ان کو ڈانٹا تو دونوں جن جو لینے آئے تھے دونوں طرف لیٹ گئے۔ حضرت صاحب نے پوچھا کیا بات ہے تو انہوں نے ساری بات عرض کر دی حضرت صاحب نے ان جنوں کو کہا کہ جاؤ شاہ صاحب کو لے آؤ چنانچہ وہ شاہ صاحب کو لے آئے تو حضرت صاحب فرمانے لگے کہ کرامتیں جنوں کی معرفت حاصل نہیں ہوتیں۔ کرامت تو یہ ہے کہ جن ماتحت تو تمہارے ہوں اور کہا میرا مانیں کیونکہ حضرت صاحب نے پیر صاحب کو منگوا لیا تھا۔ (سوانح حیات ص ۱۶۹)

دو جڑواں بیٹوں کی بشارت :۔ صوفی صاحب نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ میں (صوفی صاحب) اور حضرت صاحب (مولانا فضل الٰہی صاحب) جودھپور گئے۔ سورتی دروازہ کے اندر اہلحدیث کی مسجد میں ہم بیٹھے تھے کہ ایک سیٹھ آیا اور ہم کو اپنے گھر لے گیا۔ ایک الماری کھولی جو روپوں کی بھری ہوئی تھی۔ پھر دوسری الماری دکھائی جو پونڈوں کی بھری ہوئی تھی۔ تیسری نوٹوں کی بھری ہوئی تھی اس نے کہا کہ اس میں سے جتنا مال چاہتے ہو لے لو۔ ہم نے کہا: جتنا تم چاہتے ہو دے دو۔ اس نے کہا نہیں تم جتنا چاہتے ہو لے لو۔ چنانچہ ہم نے کپڑوں میں کافی روپے باندھ لیے۔ جب روپے باندھ لیے تو اس نے کہا کہ اب خوش ہو ہم نے کہا ہاں بہت خوش ہیں اس نے کہا اب مجھے بھی خوش کرو کیونکہ میری اولاد کوئی نہیں جو میری وارث بنے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عنایت فرمائے ہم نے کہا پھر روپے واپس لے لو ہم لالچ میں آ کر دعا نہیں کرتے۔ ویسے ہی دعا کریں گے۔ سیٹھ نے کہا کہ نہیں یہ تم لے جاؤ اور اگر نہ لو گے تو میں پولیس کو اطلاع دوں گا اور تم کو چور کہہ کر پکڑا دوں گا۔ رات کو مولانا صاحب نے دعا فرمائی۔ صبح کو حضرت صاحب نے سیٹھ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دو توام (جڑواں) اکٹھے لڑکے دے گا ایک کا نام عبدالمجید اور دوسرے کا عبدالحفیظ رکھنا۔ صبح کو سیٹھ نے کہا کہ میں تم کو اب چھوڑ آتا ہوں کیونکہ اتنا روپیہ اٹھانا تمہیں مشکل بھی ہے اور خطرہ بھی کہ کہیں پکڑے نہ جاؤ۔ چنانچہ وہ ہمیں لاہور تک چھوڑنے آیا دوسرے سال ہم گئے میں نے حضرت صاحب کو کہا کہ نہ جانا چاہیئے کہیں بدنامی نہ ہو۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں ضرور جائیں گے۔ انشاء اللہ میری دعا قبول ہو چکی ہے خیر ہم مسجد میں گئے اور حضرت صاحب نے مسجد میں اعلان کیا کہ فقیر آ گئے ہیں (عوام میں مجاہدین فقیر لوگ مشہور تھے) اور سیٹھ کو اطلاع دی وہ ننگے پاؤں چل کر آیا اور حضرت صاحب کو گھر لے گیا۔ ہزار روپیہ حضرت صاحب کو دیا اور پانچ صد مجھے دیا اور آئندہ ہر سال پانچ صد روپیہ دیتے رہنے کا وعدہ کیا اور حضرت صاحب کو مبارک بھی دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ واقعی اس کے ہاں دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام اس نے عبدالمجید رکھا اور دوسرے کا عبدالحفیظ۔ (سوانح حیات ص ۱۷۰)

خواب میں نشاندہی:۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ صوفی صاحب نے بیان کیا جو کہ ان کے سامنے شیخ عبدالرحمٰن صاحب امرتسری شیشہ والوں نے بیان کیا تھا کہ ایک سیٹھ بے اولاد تھا اس نے شیخ صاحب کی معرفت حضرت صاحب سے دعا کی سفارش کی چنانچہ اس کے حق میں دعا فرمائی تو رات خواب میں ایک لوٹا دیکھا لیکن اس کی ٹونٹی کوئی نہ تھی صبح کو آپ نے یہ خواب شیخ صاحب کو بتایا کہ سیٹھ تو بے ٹوٹی والا لوٹا ہے۔ جب تصدیق کی گئی تو واقعی درست نکلا۔ (سوانح حیات ص۱۷۱)

ولی کی صورت میں فرشتہ آنا:۔ صوفی صاحب نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ دہلی میں رات کو مجھے شہوت نے بہت تنگ کیا میں نے دل میں سوچا کہ میں یہاں مسافری میں ہوں اگر میں کسی سے بے حیائی بھی کرلوں تو مجھے کون پہچانتا ہے چنانچہ اس کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسا کہ حضرت صاحب تشریف لے آئے ہیں اور حضرت صاحب نے مجھے ڈنڈے سے بہت مارا کچھ دنوں بعد جب میں وزیرآباد حضرت صاحب کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیج کر تمہیں برائی سے روکا تھا ورنہ میں تو نہیں تھا۔ (سوانح حیات ص۱۷۱)

والدین کی روح یا غیبی فرشتے:۔ صوفی صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مالی اسٹیشن پر میں بخار سے بے تاب پڑا تھا اور سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ اٹھنے کی سکت نہ تھی۔ کوئی پانی پلانے والا بھی قریب نہ تھا تو میں نے دل میں کچھ گلہ سا کیا کہ خدایا! نہ میری ماں نہ باپ، اکیلا تو پہلے ہی ہوں کوئی پرسان حال نہیں ہے تو اب مجھے اس سفر میں بیمار کر دیا ہے اتنے میں آواز آئی کہ ماں باپ کو ملنا ہے اور اتنے میں واقعی میرے ماں باپ آگئے میں نے کہا تم تو فوت ہو چکے ہو تم کہاں سے آگئے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے تمہاری بیمار پرسی اور تسلی کے لیے بھیجا ہے پھر انہوں نے کہا کہ تجھے پیاس لگی ہے یہ لو پانی پی لو تمہیں آرام آجائے گا۔ چنانچہ میں نے پانی پیا تو واقعی فوراً میں چنگا بھلا ہو گیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب ہم جاتے ہیں میں نے کہا کہاں جاؤ گے؟ کہا جہاں سے آئے ہیں وہیں جائیں گے۔ میں نے کہا: اب میں نہیں جانے دوں گا اور اٹھ کر ان کو پکڑ لیا تب انہوں نے کہا: میاں ہم تو فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری تسلی کے لیے ہمیں بھیجا تھا اب ہم جاتے ہیں۔ (سوانح حیات ص۱۷۲)

بزرگ ولی کا سچا جذبہ:۔ مولوی عبدالقادر صاحب کڑالی فرماتے ہیں کہ علاقہ گلیات (ہزارہ) میں کچھ بقیۃ السلف مجاہدین جو بالاکوٹ سے بچ گئے تھے ہمارے علاقہ میں آگئے چونکہ ہمارا علاقہ کافی اونچا دشوار گزار پہاڑی علاقہ ہے اس لیے وہ بالکل محفوظ رہے وہاں مجاہدین نے جو پانی پینے اور جانوروں کو پلانے کے لیے حوض بنائے تھے اس میں اوپر کے چشموں سے پانی لایا گیا تھا۔ اب بھی وہاں ان حوضوں کے نشان موجود ہیں چنانچہ ہمارے علاقہ میں ایک عبداللہ رحمہ اللہ شاہ بہت بزرگ آدمی ہوئے ہیں انہوں نے جب دیکھا کہ مجاہدین کو کھانے کی تنگی ہے تو انہوں نے اپنی بیوی سے سارا زیور مانگ کر انہیں دیدیا اور روزانہ اپنے علاقہ کے پہاڑی دیہات میں سے گھر گھر سے بچے کھچے ٹکڑے مانگ کر ٹوکرا بھر لیتے اور وہاں مجاہدین کو پہنچا دیتے ہیں میں نے انہیں بہت ہی مخلص پایا ہے۔ (سوانح حیات ص۱۷۳)

شاگرد جنات کا صندوقچی بھرنا:۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے ہی فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے دو شخصوں کی وفات کا مجھے اتنا صدمہ پہنچا کہ اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہا۔ ایک تو مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی تھے جنہوں نے نعمت اللہ کو روپیہ بھیجنا بند کر دیا بلکہ ان کے قتل کا فتویٰ بھی دیدیا دوسرے مولوی عین الہدیٰ صاحب لکھنوی تھے۔ بہت بڑے بزرگ آدمی تھے اولیاء کرام سے تھے اور مولوی فضل الٰہی صاحب کو بہت روپیہ وغیرہ سے امداد کرتے تھے حالانکہ چندہ وغیرہ بھی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے ان کی مخبری کی کہ یہ ٹکسال بناتے ہیں چنانچہ انگریز افسر نے چھاپہ مار کر پوچھا کہ آپ کا اپنا مدرسہ حفظ القرآن بھی ہے اور مجاہدین کی بھی امداد کرتے ہو یہ روپیہ کہاں سے آتا ہے؟ فرمایا کہ میرے پاس ٹکسال یعنی جعل سازی نہیں ہے بلکہ میرے شاگرد جنات لاتے ہیں (انسانوں کے مرد میرے کوئی سفیر نہیں ہیں) چنانچہ انہوں نے ایک صندوق کو تالا لگا کر چابی انگریز افسر کو دے دی اور (دعا) یا اشارہ وغیرہ کیا تو صندوق میں پونڈ گرنے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ صندوق بھر گیا جب انگریز نے کھولا تو واقعی صندوق پونڈوں کا بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ انگریز افسر چھوڑ کر چلا گیا اور کہنے لگا کہ آپ پر کوئی جرم نہیں ہے۔ (سوانح حیات ص۱۷۳)

نام کتاب:۔ الشیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ، ۱۳۲۰ھ، ۱۴۹۸

ترتیب: بدر الزماں محمد شفیع نیپالی، ندوۃ المحد ثین گوجرانوالہ (پاکستان)

(مولوی عبداللہ غزنوی حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور نماز پڑھنی سکھا گیا میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ)

حضرت غزنوی ایک تعارف

زیر نظر کتاب بنام ''شیخ عبداللہ غزنوی'' پہلے طرز فکر کی ایک کڑی ہے۔ شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی قد آور شخصیت پورے برصغیر میں مشہور و معروف تھی اور وہ اہل انصاف کے نزدیک قابل ستائش بلکہ قابل رشک تھے۔ اس طرح کی شخصیت اپنا تشخص رکھنے کے ساتھ تاریخ کا ایک باب ہوتی ہے۔ چنانچہ ''معاصرین کے تاثرات'' کے ضمن میں آئے گا کہ علامہ شمس الحق ڈیانوی جیسا صاحب علم و فضل، محدث، میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ (جن کی وجہ سے ان کے تلامذہ کی ہم ایک شان سمجھتے ہیں) کا تعارف ''غایۃ المقصود فی شرح سنن ابی داؤد'' کے مقدمہ میں آپ کے ذریعہ کرایا ہے۔ یہ ایسا فضل ہے جو میاں صاحب کے کسی شاگرد کو حاصل نہیں۔

یہی نہیں بلکہ اہلحدیث اور حنفی سارے لوگ آپ کو تسلیم کرتے اور آپ کی طرف ادنیٰ انتساب میں فخر محسوس کرتے تھے۔

(الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۷)

صاحب کرامات خاندان: آپ کا پورا نام اس طرح ہے: ''عبداللہ بن محمد بن محمد بن محمد شریف''

آپ کے باپ دادا اور پردادا میں سے ہر ایک اپنے اپنے وقت کے ولی، بزرگ مرجع خلائق تھے۔ چنانچہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''خراسان میں آپ کا خاندان سیادت ولایت میں مشہور ہے اور اب تک آپ کے خاندان کو وہ لوگ صاحب کرامات سمجھتے ہیں آپ کے جد امجد محمد شریف اکمل اولیاء سے ہوئے ہیں اور آج تک آپ کی قبر اس ملک کے خواص و عوام کا مرجع ہے۔ آپ کے والد بڑے عابد، زاہد، صلحاء مشہورین سے ہوئے ہیں''۔

اس سلسلے میں آپ کے فرزند ارجمند عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ ''آپ کے پردادا بڑے کامل ولی تھے اور آپ کے باپ اور دادا بھی ان لوگوں میں سے تھے جو صالحیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۲)

بزرگ کی خدمت میں حاضری کا الہام:۔ شیخ نے قندھار کا سفر جس طرح خود کیا اور شیخ قندھار سے مل کر معلومات حاصل کیں اسی طرح آپ نے بعض مواقع پر، جب آپ کو سفر کا موقع نہ مل سکا، قندھار آدمی بھیجا، تاکہ وہ شیخ سے مل کر پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرے۔ چنانچہ شیخ غزنوی کے ہم سبق مولانا غلام رسول قلعوی رقمطراز ہیں ''فرماتے تھے، ایک دن الہام ہوا کہ دینی مسائل کے استفسار میں اخوند حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۸)

خواب سے ہدایت و رہنمائی:۔ شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے علم کی تکمیل وقت کے سب سے بڑے عالم باعمل اور محدث میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے کی۔ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علم حاصل کرنے کا جو سبب آپ نے بیان کیا ہے اسے اولاً ملاحظہ کر لیجئے (مندرجہ ذیل خواب غلام رسول قلعوی، فضل حسین مظفر پوری اور حکیم محمد اشرف رحمہم اللہ نے قریب قریب یکساں طور پر نقل کیا ہے، تینوں کو ملانے سے زیادہ وضاحت ہو جاتی ہے اس لیے یہاں تینوں کے بیانات ملا کر لکھے جا رہے ہیں)

فرماتے تھے ''ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کی چھت سے سیڑھی کے ذریعہ نیچے صحن مکان میں اتر رہا ہوں۔ جب صحن مکان میں اتر آیا تو ایک چراغ روشن پایا اور اپنی بغل میں صحیح بخاری دیکھی۔ پس صحیح بخاری کھول کر چراغ کی روشنی میں پڑھنے کا ارادہ کیا جب

کھول کر دیکھا تو صحیح بخاری گرد وغبار کی وجہ سے اس درجہ سیاہ ہو چکی تھی کہ اس کے حروف پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔ آخر کار رومال پکڑ کر میں نے اسے صاف کرنا شروع کیا ورق ورق صاف کرتے ہوئے اخیر تک پہنچ گیا۔ صرف تھوڑے ورق باقی رہ گئے تھے تو میں تھک کر ماند ہو گیا اور آہ سرد بھری کہ اللہ اکبر! کس درجہ تکلیف اٹھانی پڑی ہے اس خواب میں مجھے اپنا چہرہ بھی نظر آ رہا تھا جھاڑنے اور صاف کرنے سے میرے چہرے اور دانتوں پر گرد پڑی دکھائی دے رہی تھی۔

اس خواب کی تعبیر میں مجھے حیرانی ہوئی۔ صبح ہوتے ہی ایک شخص صحیح بخاری لے آیا اور اس کی شرح بھی مل گئی۔ اور ساری کتاب کا مطالعہ کر لیا اور سنت کی تابعداری کا داعیہ محکم ہو گیا اور حدیث پر عمل کرنا شروع ہو گیا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۹)

شیخ الکل کی تواضع :۔ جب سہ نفری قافلہ امرتسر سے چل کر آٹھ روز کے بعد دہلی پہنچا تو میاں صاحب استقبال کیلئے تانگہ لے کر اڈہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ چنانچہ مولانا محی الدین قصوری اپنے اساتذہ سے سنی ہوئی باتیں لکھتے ہیں۔

جس وقت یہ تینوں بزرگ (شیخ عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی اور مولانا حافظ محمد لکھوی رحمہم اللہ) دہلی گاڑیوں کے اڈے پر پہنچے تو ایک بزرگ آدمی کو وہاں موجود پایا جس نے ان سے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ ان کا اسباب اٹھا لیا اور کہا کہ میں آپ لوگوں کو وہاں پہنچا دوں گا وہ بزرگ ان تینوں بزرگوں کا سامان اٹھا کر میاں نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں لے گیا، ان کا اسباب وہاں رکھا اور خود غائب ہو گیا۔ یہ حیران کہ اس مزدور نے پیسے بھی نہیں لیے اور کہاں چلا گیا ہے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو انہوں نے کسی صاحب سے دریافت کیا کہ میاں صاحب کہاں ہیں اور کب تک آئیں گے؟ تو اس نے جواب دیا کہ: ”میاں صاحب یہی تو تھے جو آپ کا سامان لائے ہیں، اب وہ غالباً گھر آپ کے کھانے کا کہنے گئے ہیں:“

یہ تینوں بزرگ دل ہی دل میں بڑے نادم ہوئے۔ میاں صاحب نے فرمایا آپ تحصیل حدیث کے لیے تشریف لائے ہیں تو حدیث بجز اس کے کیا ہے کہ خدمت خلق؟ یہی حدیث کا پہلا سبق ہے“۔

بہر حال حدیث پڑھنے کا جو جذبہ آپ کے دل میں موجزن تھا کارساز مطلق نے اسے پورا کر دیا جب آپ اپنی جلاوطنی کے دور میں امرتسر پہنچے تو وہاں سے میاں صاحب کے پاس حاضر ہوئے چنانچہ آپ کے ہم سفر اور ہم سبق فرماتے ہیں ”پھر امرتسر سے یکہ میں سوار ہو کر آٹھ روز میں دہلی پہنچے اور مولوی سید نذیر حسین رحمہ اللہ (جو کہ محدث ہیں اور مولوی اسحاق صاحب کے شاگرد ہیں (قلعوی) کے مدرسے میں آئے اور میں نے آپ کے ساتھ بخاری پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ۱۲۷۲ھ (صحیح ۱۲۷۳ھ) میں رمضان کی سولھویں تاریخ (مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء) کو دہلی میں غدر مچ گیا“۔

غدر میں شیخ نے بڑی دلیری کا ثبوت ایک نماز کے وقت پیش کیا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں وضو کرنا شروع کیا جس سے دیکھا دیکھی لوگوں کو بھی ہمت ہوئی چنانچہ علامہ اقبال کی دو روایتیں آغا شورش کاشمیری نقل کرتے ہیں:

”دہلی میں (شیخ عبداللہ غزنوی) تھے تو ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا زمانہ تھا گورا فوج نے چاروں طرف گولیوں سے ہلاکت کا طوفان اٹھا رکھا تھا مسجدیں اور ان کے گرد و نواح کا علاقہ خصوصیت سے اس قتل عام کا مرکز تھا ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ مسجد کے حوض پر آ گئے گولیاں چلتی رہیں رائی برابر کھٹکا محسوس نہ کیا اس معجز نما جرأت کو دیکھ کر مقتدیوں نے بھی حوصلہ کیا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں وضو کر کے نماز میں لگ گئے۔

میاں صاحب سے استفادہ کے بارے میں مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں: **ثم قدم الهند وقرأ الصحاح الست على الشيخ نذير حسين الدهلوى ثم رجع الىٰ بلاده**“ ترجمہ: پھر شیخ ہندوستان آئے اور شیخ نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے صحاح ستہ پڑھی پھر اپنے ملک لوٹ گئے۔

اس طرح شیخ محدث وقت سے علم پا کر عملی زندگی کی طرف متوجہ ہوئے گو یہ عملی زندگی کا آغاز نہیں تھا لیکن چونکہ علم، عمل پر مقدم ہے اور

بغیر علم کے عمل کی طرف قدم نہیں اٹھایا جا سکتا اور اگر اٹھایا جائے تو غلط راستے پر پڑنے کا ہر وقت خدشہ رہے گا اس لئے جب آپ نے علم حاصل کرلیا تو عمل کو اس کے مطابق بنانے کے لیے مصروف ہو گئے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۲)

بچپن میں گوشہ تنہائی کا ذوق:۔ بچپن میں عموماً کھیل کود اور لہو ولعب کی طرف دھیان زیادہ ہوتا ہے کم ہی ایسے ہوتے ہیں جنہیں ذکر الٰہی کی طرف توجہ ہو جاتی ہو چونکہ آپ کی شخصیت کچھ نرالی ہی صورت اختیار کرنے والی تھی اس لیے آپ بچپن ہی میں الگ تھلگ ہو کر دعا اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔

سچ ہے ”ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات“

صاحب حال ہی کی زبانی اسے ملاحظہ فرمایئے ”چھوٹی عمر ہی میں مجھ کو از حد شوق تھا کہ جنگل اور تنہائی میں جا کر دعا کروں اور اس کی طرف کمال توجہ تھی اور مجھ کو خیال تھا کہ ہر ایک شخص کو دعا کا شوق اور ذوق ایسا ہی ہوگا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۲)

اہل دل اہل نگاہ اور انوار الٰہیہ:۔ اہل دل اور اہل نگاہ نے شیخ رحمہ اللہ کے اندر انوار الٰہیہ کی جھلک دیکھ لی تھی اور کہا تھا کہ تمہاری پیشانی چمکتی ہے خبردار ایسا نہ ہو کہ برے عالموں کی صحبت میں رہ کر تم اپنے دل کو خراب کرلو اس طرح تمام خاص و عام آپ کے صلاح وتقویٰ پر جو طفولیت میں تھی حیران تھے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۲)

جذبہ الٰہی اور استغراقی کیفیات:۔ جذبہ الٰہی کا آغاز پہلے دن شام (مغرب) کی نماز کے بعد محض عنایت ایزدی سے تھا جو خود بخود بلاواسطہ کسی پیر کے جذبہ الٰہی (کے) پہنچ گیا پہلے اس فقیر کے دل میں اللہ تعالیٰ نے مقاصد کو بغیر استعمال مبادی کے دفعتہً ڈال دیا جس کی وجہ سے اس نے تمام برے خلق مجھ سے یکبارگی اپنی بے عنایت رحمت کے ساتھ کھینچ لیے اور تمام زور کے ساتھ ماسوی اللہ کو میرے دل سے کھینچ لیا اور ایک حضور دائمی یعنی مرتبہ احسان مجھ کو حاصل ہوا جس سے مجھے تمام ماسوی اللہ سے نفرت ہو گئی۔ یہاں تک کہ تین دن مجھ کو اپنے نفس سے کدورت اور ظلمت اس طرح معلوم ہوتی تھی کہ از خود گندی بو آتی جس سے جی متلانے لگتا اور باقی لوگوں سے بھی دیکھنے کے وقت آنے لگی اور قصر امل یہاں تک تھی کہ فانی زندگی پر کسی طرح کا اعتماد نہ ہوتا اور مخلوقات سے یہاں تک نفرت تھی کہ نماز جماعت کے ساتھ بڑی دشواری کے ساتھ گزاری جاتی۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۴)

تلاش مرشد کا سفر:۔ طبیعت کا میلان گوشہ نشینی اور مخلوقات سے تنفر کی طرف تو تھا ہی ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوا کہ کسی اہل دل سے مل کر کچھ عملی رہنمائی حاصل کی جائے کیونکہ اب تک کسی شیخ سے اس سلسلے میں ملاقات نہیں کی گئی تھی اور عام طور پر بلا صحبت کے اس کا حصول نہیں ہوا کرتا اس لیے آپ حیران و پریشان تھے کہ آخر میں کروں کیا؟ غور وفکر کے بعد طے پایا کہ علاقہ کے مشہور چلہ کش کے یہاں چلا جائے شاید اس سے کوئی کام چل جائے۔

اب دل میں نہ جانے کتنی امنگیں لیے شیخ چلہ کش کے یہاں چلے۔ اس کی تفصیل شیخ کی زبانی سنیے۔

”چنانچہ ایک شخص شاہ صاحب غلام علی دہلوی مجددی احمدی رحمہ اللہ کے مریدوں میں سے ریاضت شاقہ اور چلوں کے ساتھ مشہور تھا ان کے دیکھنے کا دل میں پختہ ارادہ ہوا چونکہ میں اکیلا راہ کا واقف نہ تھا اور کسی کی ہمراہی بھی ممکن نہ تھی ایک شخص کو راہ بتانے کے لیے میرے ساتھ کیا گیا۔ اس طرح کہ وہ دور سے راستہ دکھائے جب شیخ سے ملاقات ہوئی تو اس پر حالت آ گئی جو خود بخود اپنا سر ہلاتا تھا اور اس نے اپنے سارے لطیفے اسی جوش میں ظاہر کیے جو کچھ میں نے اس صحبت میں دیکھا کسی زمانے میں نہیں دیکھا پس میں ناامید ہو کر واپس آیا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۴، ۲۵)

پیران پیر کی ناراضگی:۔ ایک دفعہ میں شیخ سلیمان تونسہ والے کی زیارت کے لیے کہ اس زمانے میں چشتیہ کی نسبت میں ان کی بڑی شہرت تھی اور لوگ وہاں آتے جاتے تھے۔ پختہ ارادہ کیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ھ) علیہ الرحمۃ مجھ پر خفا ہو

گئے ہیں مجھ کو زمین سے اٹھالیا ہے اور چاہتے ہیں کہ دے ماریں۔ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ نے سفارش کے طور پر عرض کیا کہ پھر یہ کسی جگہ نہیں جائے گا۔" (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۵)

تنہاییوں سے محبت:۔ عرفان حاصل ہو جانے کے بعد شیخ نے لوگوں سے الگ رہنے اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے کی ٹھان لی تھی لیکن چونکہ آپ نے ابھی کسی شیخ وقت سے استفادہ نہیں کیا تھا اس وجہ سے کچھ وحشت کی سی کیفیت اپنے اندر محسوس کر رہے تھے چنانچہ پیران پیر شیخ جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ) سے ان دنوں بہت زیادہ الفت تھی ان کے اشارے پر ہر ایک سے منہ موڑا اور دل کی آواز کو اس طرح لبیک کہا کہ: "تمام ناطے داروں اور دوستوں سے ہجرت کر کے "خواجہ ہلال پہاڑ" میں جہاں کوئی باشندہ نہ تھا، جا کر اقامت اختیار کی"۔
(الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۵ بحوالہ سوانح عمری، ص ۴)

وضاحت: شیخ سلیمان تونسوی رحمہ اللہ (۱۲۶۷ھ) کے بارے میں نزہتہ میں ہے "مغرب شمار ہند کے حدود اور پنجاب کے اندرون کے زمانے میں چشتی طریق کی سرداری انہیں پر ختم ہوتی ہے ان کے بہت سارے عجیب و غریب واقعات اور بہت سے کشف و کرامات ہیں"۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۵ بحوالہ نزہتہ ۷/۲۰۴) سوانح عمری، ص ۲۹)

اہل دنیا سے کراہیت:۔ امراء سے شیخ صاحب کس قدر گریز کرتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔

"امیروں اور دنیا داروں سے تاوقت حیات اس قدر گریزاں رہے کہ کسی سے باوجود ان کے درپے ہونے کے ملاقات نہیں اور اپنی اولاد اور دوستوں کو ہمیشہ یہ وصیت کرتے رہے کہ دنیا داروں کی صحبت زہر قاتل ہے، اپنے مالک کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو ضائع نہ کرے گا"۔
(الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۷)

اور فرماتے تھے "الحمد للہ الحمد للہ! کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دنیا داروں اور امیروں سے ابتدا اور انتہاء میں محفوظ رکھا ہے ابتداء میں تو یہ حالت تھی کہ امیر لوگ سینکڑوں روپے خرچ کرتے کہ ایک بار میرا منہ دیکھیں لیکن میں ہرگز ہرگز ان کو اجازت نہ دیتا تھا کہ میرے پاس سے گزریں دور دور سے چلے جاتے اس کے پیچھے اتباع سنت کی آتش شوق نے میرے سینے میں شعلہ مارا پس پھر تو تمام لوگ دشمن بن گئے اور انہوں نے مخالفت کا جھنڈا اٹھایا، الحمد للہ! یہ بھی اللہ عزوجل کی تربیت تھی کہ آخر عمر میں اس طرح اس نے مجھ کو دنیا دارں سے بچالیا ورنہ میری اولاد تو بسبب توجہ امیروں اور حاکموں کے ان کی صحبت اور مجالست اختیار کر لیتی اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۷)

مشکوک مال اور باطنی خوشبو:۔ شیخ جس وقت مرجع خلائق بنے ہوئے تھے اور جب آپ کی شہرت عروج پر پہنچی ہوئی تھی اس وقت کا ایک عجیب واقعہ قلعوی صاحب کی زبانی سنیے۔

ایک امیر نے کابل کے میووں میں سے کچھ میوہ بطور تحفہ بھیجا دور سے بدبو آنے لگی بظاہر چونکہ اس تحفے کا رد کرنا ممکن نہ تھا اس لیے اس کے جانے کے بعد اپنے گھر میں گڑھا کھود کر وہ میوہ دبا دیا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۲۸)

سلسلہ اُویسہ نقشبندیہ سے محبت:۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ شیخ غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں آپ کا طریق بہت سیدھا تھا، نہ افراط تھا نہ تفریط تھی یعنی کل سنی صوفیوں کو اور خصوصاً اویسیوں کو زیادہ دوست رکھتے تھے اور خطا اور بھول کی وجہ سے ان کو صدیقین کے مرتبہ سے خارج نہیں کرتے تھے اگر کسی صالح صاحب الحال کو اپنے زمانے میں دیکھ لیتے تو اس کے ساتھ اس قدر محبت کرتے اور اس کی خاطر اس قدر رعایت کرتے کہ دوسروں کو تعجب ہوتا۔ اہل اللہ کی دوستی کو قرب کا سبب، برکات کا موجب، حلاوت ایمانی اور لذت ایمانی کا مورث اور درجہ احسان تک پہنچنے کا باعث سمجھتے تھے اہل اللہ پر طعن اور جرح کرنے کو خدا کی درگاہ سے مردود اور محروم ہونے کا سبب سمجھتے ان کے اقوال و افعال کو نصوص کے تابع کرتے نصوص کے خلاف ان کے جو اقوال و افعال ہوتے انہیں نصوص پر مقدم نہ کرتے اور فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام لوگ ایسے ہی ہیں کہ ان کی کوئی بات ماننے کے لائق ہوتی ہے اور کوئی ماننے کے لائق نہیں ہوتی۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۶۳)

مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کی کرامات، احوال وکیفیات

شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ایک صاحب حال اور صاحب قال بزرگ تھے، ہم تک آپ کی جو کرامتیں پہنچی ہیں وہ اس سے کہیں کم ہیں جو ہم تک نہیں پہنچیں۔ بہر حال ہم تک جتنی چیزیں پہنچ سکی ہیں ان سے آپ کی کرامتوں کے بارے میں رائے زنی کی جاسکے گی اور اس پر بھی رائے قائم کی جاسکے گی کہ آپ کتنے بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے۔

جمادات کا ذکر الٰہی اور نالہ وگریہ کرنا:۔ ابتدائی دور کی بات ہے آپ کو عرفان حاصل ہو چکا تھا لیکن کسی صاحب دل سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت کے بارے میں قلعوی صاحب آپ سے نقل فرماتے ہیں:

’’ذکر کی نسبت اس طرح غالب تھی کہ جو شخص مجھ کو دیکھتا ذکر کرنے لگتا اور کبھی کبھی چھت کی لکڑیوں سے بھی ذکر سنا جاتا اور برف کی بارش کے موسم میں جب میں آگ پر بیٹھتا اور نفی اور اثبات کے وقت جو میں سر ہلاتا اسی طرح آگ بھی گھومتی‘‘۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۸۸)

درودیوار کا ذکر نفی اثبات کرنا:۔ مولانا محی الدین قصوری لکھتے ہیں: ’’ایک دن میاں غلام رسول کی کسی بات پر خفا ہو کر کہنے لگے:

’’مولوی غلام رسول! تو مولوی شدی، محدث شدی، عالم شدی، واعظ شدی، واللہ ہنوز مسلمان نہ شدی‘‘

یہ کہنا تھا کہ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ فرش پر گر گئے اور تڑپنے لگے۔

پھر فرمایا: بگو ’’لا الہ الا اللہ‘‘

اور مولانا عبدالجبار کا بیان ہے کہ ’’اس وقت مسجد کے درودیوار سے ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کی آواز آرہی تھی‘‘ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۸۸)

چولہے اور صحن کا گریہ نالہ:۔ امام غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ فرماتے تھے:

’’ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں سردی کے مکان سے گرمی کے مکان میں جو انتقال کیا گیا تو چولہے اور گھر کے صحن کا گریہ اور نالہ کرنا سنا گیا۔‘‘ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۸۸)

لباس کے مریدین پر اثرات:۔ امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ’’زمانے کے علماء وفضلاء آپ کے بارے میں حیران تھے یہاں تک کہ بعض لوگ صرف دیکھنے کے ساتھ اور بعض صحبت اور مجلس کے ساتھ صاحب حالات وواردات ہو گئے اور آپ کے لباس سے شاگردوں کو فائدہ ہونے لگا چنانچہ ایک طالب علم کو آپ کی پوستین اٹھانے سے وجد آگیا اسی سبب سے وہ ’’پوستین کے مرید‘‘ مشہور ہو گئے‘‘۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۸۹)

دعاؤں کی قبولیت:۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو بہت جلد قبول کرتا تھا یہاں تک کہ آپ کا مستجاب الدعوات ہونا ہندوؤں میں بھی مشہور تھا‘‘۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ مولانا محی الدین قصوری رحمہ اللہ کی زبانی سنیے۔

’’نماز عصر کے بعد ان (شیخ عبداللہ غزنوی) کا خاص وقت تھا جن لوگوں کو دعا کرانی ہوتی وہ اس وقت پہنچ جاتے میرے والد بزرگوار کے پھوپھا مولوی غلام قادر کو ان سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک مرتبہ وہ امرتسر پہنچ گئے۔ نماز کے بعد اپنا تعارف کرایا تو فرمایا ’’پھر تم تو ضرور علم سے کچھ دسترس رکھتے ہو گے‘‘ انہوں نے از راہِ انکسار عرض کیا ’’کچھ شد بد رکھتا ہوں‘‘۔

ایک دن حضرت نے اپنی کسی کتاب کا ایک قلمی نسخہ نکالا اور مولوی غلام قادر سے فرمایا کہ ’’کچھ کتابت کر سکتے ہو تو یہ چھوٹی سی کتاب نقل کر دو‘‘...... جب یہ کتاب نقل کر کے لے گئے تو چونکہ خط بہت اچھا اور صاف تھا، بے حد خوش ہوئے۔

ایک روز نماز عصر کے بعد پھوپھا نے فرمایا کہ حضرت! میرے لیے بھی دعا فرمائیں پوچھا کیا دعا کروں؟

عرض کیا کہ: مجھے دردسر کا کبھی ایسا شدید دورہ پڑتا ہے کہ میں بے حال ہو جاتا ہوں اور میری نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ دعا فرمائیں کہ یہ شکایت دور ہو جائے میری نماز باجماعت قضا نہ ہو۔

چند منٹ ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا ''قبول شد انشاء اللہ''

دعا کے بعد پینتالیس سال زندہ رہے دردسر کا دورہ ایک مرتبہ بھی اس مدت میں نہیں ہوا۔ سفر وحضر میں نماز باجماعت کبھی قضا نہیں ہوئی۔

سچے خواب اور بشارات:۔ خواب کے بارے میں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

لم یبق من النبوۃ الامبشرات قالوا وما المبشرات؟ قال الرؤیا الصالحۃ'' (بخاری)

نبوت میں سے سوائے بشارتوں کے کچھ باقی نہیں رہا، صحابہؓ نے کہا کہ بشارتیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''سچا خواب''

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:۔ **''الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءاً من النبوۃ (بخاری، مسلم)**

سچا خواب نبوت کا چھیالسواں حصہ ہے۔

اس پیمانہ کو سامنے رکھ کر شیخ عبداللہ کے مندرجہ ذیل چند خوابوں کو آپ جانچ سکتے ہیں۔

خواب میں دیدار الٰہی:۔ قلعوی صاحب رحمہ اللہ شیخ صاحب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے فجر کی نماز کے بعد میں نے رب العالمین کو خواب میں دیکھا کہ وہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت اور اس کا بہت ورد کرنے کے لیے ارشاد فرماتے ہیں اور سورۃ کی فضیلت میں جس قدر حدیثیں ہیں ان سب کو لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا ہے یہ واقعہ ملک ''سواد'' کا ہے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۹۱)

میاں صاحب کے بارے میں مبارک خواب:۔ شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اپنے مکان کی چھت سے سیڑھی کے ذریعہ صحن مکان میں اتر رہا ہوں، جب صحن مکان میں اترا تو ایک چراغ روشن پایا اور اپنی بغل میں صحیح بخاری دیکھی۔ پس صحیح بخاری کھول کر چراغ کی روشنی میں پڑھنے کا ارادہ کیا جب کھول کر دیکھا تو صحیح بخاری گرد وغبار کی وجہ سے اس درجہ سیاہ ہو چکی تھی کہ اس کے حروف پڑھے نہیں جا سکتے تھے۔ آخر کار رومال پکڑ کر میں نے اسے صاف کرنا شروع کیا، ورق ورق صاف کرتے ہوئے اخیر تک پہنچ گیا صرف تھوڑے ورق باقی رہ گئے تھے، تو میں تھک کر ماندہ ہو گیا اور آہ سرد بھری کہ اللہ اکبر! کس درجہ تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ اس خواب میں مجھے اپنا چہرہ بھی نظر آ رہا تھا جھاڑنے، صاف کرنے سے میرے چہرے اور دانتوں پر گرد پڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

اس خواب کی تعبیر میں مجھے حیرانی ہوئی، صبح ہوتے ہی ایک شخص صحیح بخاری لے آیا اور اس کی شرح بھی مل گئی اور ساری کتاب کا مطالعہ کر لیا اور سنت کی تابعداری کا داعیہ محکم ہو گیا اور حدیث پر عمل کرنا شروع ہو گیا۔

اتفاقاً دہلی کا سفر درپیش ہوا جو کہ ہمارے ملک سے نچلی طرف واقع ہے۔ دہلی پہنچ کر بخدمت شریف خاتم المحدثین شیخنا سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ حاضر ہوا اور صحیح بخاری شریف کو پڑھنا شروع کیا اسی زمانے میں غدر دہلی واقع ہوا۔ عین بلوہ کے زور وشور میں جبکہ موت سر پر منڈلا رہی تھی اور ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہو رہی تھی میں پورے اطمینان سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے بخاری پڑھنے میں مشغول تھا۔ یہاں تک کہ انگریز دوبارہ قابض اور بحال ہو گئے اور انہوں نے لوگوں کو دہلی سے باہر نکال دیا ان دنوں میری صحیح بخاری ختم ہونے والی تھی مگر بوجہ دہلی والوں کے منتشر ہونے کے میرے اور سید صاحب کے درمیان جدائی ہو گئی اور چند اوراق باقی رہ گئے۔

جس سے میرے خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہو گئی کہ میرے مکان کی چھت کے نیچے کا صحن دہلی ہوئی جو کہ ہمارے ملک کے نشیب یا ڈھلان میں ہے۔

اور سید صاحب انوار نبوت محمدیہ ﷺ کے روشن چراغ۔

اور صحیح بخاری کے جھاڑنے کی تعبیر، پڑھنا۔

اور مشقت وتکلیف کی تعبیر، عین غدر کے وقت میں پڑھنا۔

اور جواوراق صاف کرنے سے باقی رہ گئے تھے وہی پڑھنے سے بھی باقی رہ گئے''۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص۹۲)

میاں صاحب کے منہ سے شربت شیریں جاری ہونا:۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت الشیخ سید نذیر حسین کے دہن مبارک سے شربت شیریں کا چشمہ جاری ہے اور وہ شربت میرے دونوں ہاتھوں کے چلو میں پڑ رہا ہے اور میں پی رہا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ وہ شربت کا چشمہ حضرت شیخ کے مبارک منہ سے جاری ہے۔

اور اس کا جاری ہو کر دونوں ہاتھوں میں پڑنا اور میرے منہ میں داخل ہونا۔

اس کی تعبیر میں مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اتفاقاً میرے فرزند عبدالجبار حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علم حدیث کی تحصیل شروع کی جس سے خواب کی تعبیر عملی رنگ میں یوں ظاہر ہوئی کہ

چشمہ شیریں علم حدیث ہے جو حضرت میاں صاحب کے دہن مبارک سے جاری ہے۔ اور میرے بیٹے کا ان سے حدیث پڑھنا میرا پینا ہے کیونکہ میرا بیٹا میرے بدن کا جزو ہے انشاءاللہ میری باقیات صالحات کا سبب ہوگا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص۹۳)

قرآن وحدیث کا رواج ہوتے دیکھنا:۔ شیخ نے اپنے فرزند اکبر مولانا محمد کو خط میں لکھا ہے ''ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا بیٹا محمد اس درخت میں پیوند لگاتا ہے جو میرے جد امجد محمد شریف کی قبر کے پاس ہے وہ درخت بہت بڑا تھا اتنا بڑا کہ اس کے مانند دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس کی ایک ایک شاخ ایک بڑے درخت کے مثل تھی اب دیکھتا ہوں کہ سب مٹ گیا لیکن جڑ باقی ہے تم اس میں پیوند لگاتے ہو۔

کافی امید ہے کہ قرآن وحدیث کا رواج ہوگا۔ انشاءاللہ

اسی رات پھر دیکھا کہ تم صحیح بخاری کو ''تیسری بار'' چھاپ رہے ہو۔ ناچیز بھی وہیں ہے اور چار پانچ خط بھی اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں۔ غرضیکہ یہ بشارت ہے کہ پوری کوشش اور بے لوث جدوجہد دین خالص کی اشاعت میں تم کرو، کیونکہ زندگی نعمت ہے مرنے کے بعد کچھ نہیں ہو سکتا۔'' (الشیخ عبداللہ غزنوی ص۸۸ تا ۹۳)

فرقہ پرستی کی مذمت:۔ چونکہ اس زمانے کے لوگ باطل طواغیت کے سامنے اپنے معاملات اور جھگڑے پیش کرتے ہیں جبکہ یہ اس فائدہ کی ضد ہے جو رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے اتارنے کی صورت میں تھا اور جس کی اطاعت لازم تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''ما ارسلنا من رسول الالیطاع باذن الله''۔ (النساء:۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں بھیجا مگر اس لیے تا کہ اللہ کی اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ہر فرقہ کا ایک الگ طاغوت اور ہر گروہ کا ایک جداگانہ سردار ہے جس سے (امت کا) شیرازہ منتشر اور اتحاد پارہ پارہ ہے اور کتابوں اور رسولوں کے بھیجنے کا مقصد فوت ہو گیا ہے اسی وجہ سے فقیر کو الہام ہوا: واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا (آل عمران:۱۰۳) اور اللہ کی رسی کو یکجائی طور پر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ پیدا کرو۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص۹۹)

ولی اللہ کی قیمت کا احساس:۔ مولانا قلعوی صاحب کا بیان ہے کہ ''ایک شخص کو میں نے لاہور میں ترغیب دے کر بھیجا اس شخص کو آپ نے اپنی صحبت کے ساتھ مشرف کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ حیلے بہانے بنانے لگا آپ نے فرمایا: ''عبداللہ مرغے است ہرگاہ خواہد پرید، ہر کس دست خواہد مالید، عبداللہ ایک پرند کی طرح ہے جب اڑ جائے گا تو ہر شخص افسوس کے ساتھ ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص۱۰۶)

مریدین کو نصیحت:۔ فقیر اپنے آپ کو ہمیشہ کلام اللہ کی ترویج وتبلیغ پر مامور اور ماجور سمجھتا ہے۔ اس لیے جب تک جسم میں جان اور بدن پر رکھتا ہوں آشنا اور بیگانہ تمام لوگوں کو ترغیب دلاتا ہوں اور اسے بار بار پیش کرنے میں ننگ وعار نہیں محسوس کرتا۔

جن لوگوں نے حاضر ہو کر حقیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے یا غائبانہ طور پر ہی عہد کیا ہے کہ ان کے اوپر بھی ضروری ہے کہ کلام اللہ کے اندر

زیادہ سے زیادہ غور وفکر کریں۔ اس کی تخویفات اور تہدیدات کو زیادہ سے زیادہ یاد رکھیں اور اس کے مواعظ ونصائح سے زیادہ سے زیادہ اثر لیں۔ اپنی عمر عزیز کے اوقات اسی کے اندر صرف کریں...... اتفاق واتحاد کو قائم رکھیں اور اختلاف وافتراق سے بچتے رہیں کیونکہ اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۱۰)

وصایا مبارکہ بمع شجرہ طریقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی اما بعد

ایں حقیر رابیعت استقامت برکات و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و توجہ الی اللہ و ترک ماسوی اللہ و کمال سعی درحصول رضائے مولاو در تحصیل تقویٰ بردست امام وقت آگاہ باللہ، حبیب اللہ قندھاری است، وایشاں تربیت یافتہ رضائے طریقت، ہادی راہ ہدایت ”فرح الدین“ اند، ایشاں فیض یافتہ واصل الی اللہ شیخ ”فقیر اللہ“ اند، وایشاں نور آلود ”شیخ مسعود“ اند و ایشاں پرورش یافتہ و مرید ”شیخ سعید“ اند و ایشاں برکات یافتہ خاص ولی اللہ ”شیخ سعد اللہ“ اند، وایشاں اکبر تلامذہ و مریدان ”شیخ آدم بنوری“ اند۔

یہ حقیر امام وقت عارف باللہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ سے استقامت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، توجہ الی اللہ، ترک ماسوی اللہ، رضائے مولیٰ اور تقویٰ کے حصول میں سعی کمال پر بیعت ہے اور عارف باللہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ رہنمائے طریقت، ہادی راہ ہدایت ”فرح الدین“ کے تربیت یافتہ تھے اور یہ واصل الی اللہ شیخ ”فقیر اللہ“ کے فیض یافتہ اور یہ ”شیخ مسعود“ کے، شیخ ”مسعود“ ”شیخ ”سعید“ کے مرید، اور تربیت یافتہ تھے، شیخ ”سعید“ شیخ ”سعد اللہ کے اور وہ شیخ ”آدم بنوری“ کے مرید اور ان کے اکبر تلامذہ میں سے تھے۔

نیز شیخ حبیب اللہ قندھاری را شرف صحبت و بیعت حاصل امام وقت ”سید احمد بریلوی“ و ایشاں تربیت یافتہ اکمل علماء وقت ”شیخ عبدالعزیز“ اند، وایشاں فیوض و برکات یافتہ والد بزرگوار خودش، حکیم امت ”شیخ ولی اللہ“ اند، وایشاں فیض و صحبت یافتہ والد بزرگوار خودش ”شیخ عبدالرحیم“ اندو ایشاں فیض یافتہ ”خواجہ خرد“ اند۔

و ”شیخ آدم بنوری“ و ”خواجہ خرد“ ہر دو اشرف صحبت و بیعت حاصل است بردست حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ ”احمد سرہندی“ رحمہم اللہ اجمعین و باقی شجرہ معروف و مشہور است۔

وصیت:۔ پس وصیت فقیربہ اولاد و احباب خود ہمیں است کہ:۔

(۱) کتاب الٰہی قرأۃ و علماً و عملاً و عبرۃً مضبوط بیگر ندو از دست ند ہند (۲) وسنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ و تحیتہ) باہتمام چنگ بزنند۔ (۳) وزبان خود رابا مصاحبت قلب بہ یاد اللہ عزوجل رطب بدارند۔ (۴) وبہ دل و جان ازماسوی اللہ منقطع و متبتل گشتہ، منیب و متوجہ الی اللہ تعالیٰ شوند۔ (۵) درد تحصیل تقویٰ، مقام احسان و رضا مولیٰ در دست آور دن کما ینبغی سعی نمایند۔ (۲) واز صحبت بے دیناں، فساق و فجار و اہل تکبر و ہویٰ کہ صحبت ایشاں زہر قاتل است، مجتنب باشند۔ (۷) واز جمیع منہیات بلکہ از لایعنی و کثرت کلام کہ موجب غفلت و قسوت قلب است، درکنار مانند۔ (۸) ودر امتثال اوامردر تعمیل احکام مالک و قادر خودرا چست و چالاک دارند۔ (۹) وہر عملے کہ میکنند اگر خالص لوجہ اللہ یا موافق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نباشد، آں را مردود و نامقبول دانند، زیرا کہ مناط قبولیت براخلاص و موافقت سنت است۔

(۱۰) و قلوب خودرا بایں دنیادنی و عمرفانی نه بندند، بلکه خودرا مسافر دانند و راه گزر دریں جهان بدانند.

ایں وصیت ہر چند مختصراست لکن جامع معانی و حاوی مقاصد آں تمام اولیاء الله و کل مشائخ است کہ مادامن گیر ایشانیم، تمام عمر که ریاضت و مجاہدات نمودند آں ہمه برائے تحصیل ایں حالات و مقامات می کردند آخر الامر مقبولین و محبوبین مالک ہر دو جہاں و ملائکه و جمیع مومنین گشتند.

دادایم تراز گنج مقصود نشان   گرما نرسیدیم، توشاید برسی

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ آدمیہ:۔ نیز ”شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ“ کو امام وقت ”سید احمد بریلوی رحمہ اللہ“ سے بیعت اور شرف صحبت حاصل تھا اور ”سید احمد بریلوی رحمہ اللہ“ عالم وقت ”شیخ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ“ کے تربیت یافتہ تھے اور وہ اپنے والد بزرگوار حکیم الامت شیخ ولی اللہ رحمہ اللہ کے فیض یافتہ اور ”شیخ ولی اللہ“ اپنے والد بزرگوار ”شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ“ کے صحبت یافتہ تھے اور ”شیخ عبدالرحیم“ خواجہ خرد کے فیض یافتہ تھے۔ شیخ آدم بنوری رحمہ اللہ“ اور خواجہ خرد رحمہ اللہ یہ دونوں، حضرت امام ربانی ”مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سے بیعت اور ان کی صحبت میں بیٹھنے والے تھے۔ باقی شجرہ معروف و مشہور ہے۔

وصیت:۔ پس فقیر کی وصیت اپنی اولاد اور احباب کو یہ ہے کہ:۔

کتاب الٰہی کو ہر اعتبار سے قراۃ، علاء، عملاً، عبرۃً مضبوط تھامے رکھیں اور کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

اور سنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیتہ) پر اہتمام سے عمل پیرا رہیں۔

اپنی زبان کو بحضور قلب اللہ کی یاد میں ہمیشہ جاری رکھیں۔

بہ دل وجان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منقطع اور متبتل رہیں اور ہمیشہ اللہ کی طرف متوجہ رہیں اور اسی کی طرف دھیان دیں۔

تقویٰ اور مقامِ احسان، تصوف اور رضائے الٰہی کے حصول میں ہمیشہ کوشاں رہیں۔

بے دین، فساق وفجار، متکبرین وہواوہوس کے بندوں کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے کی صحبت سے الگ رہیں۔

تمام منہیات بلکہ لایعنی قسم کی باتوں سے بھی جو غفلت اور قساوت قلبی کا سبب بنتی ہیں ان سے کنارہ کش رہیں۔

اپنے قادر مطلق کے احکام کی تسلیم اور اس کے اوامر کی تعمیل میں اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

ہر وہ عمل جو خالص لوجہ اللہ نہ ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق نہ ہو اسے مردود سمجھیں اور اس کو ٹھکرا دیں کیونکہ قبولیت کا دارومدار حسن نیت، اخلاص اور کسی عمل کے موافق سنت ہونے پر ہے۔

اپنے دلوں کو اس دنیائے دوں اور عمر فانی میں مشغول نہ کردیں۔ بلکہ اپنے آپ کو ایک مسافر اور راہ گزر سمجھیں۔

یہ وصیت اگرچہ مختصر ہے لیکن تمام وہ اولیاء اور مشائخ، جن کا دامن ہم نے تھاما ہے کے مقاصد اور جامع معانی پر حاوی ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر میں جس قدر ریاضتیں اور مجاہدے کیے وہ سب انہی احوال ومقامات کی تحصیل کے لیے تھے۔ آخر الامر وہ دنیا و آخرت کے مالک کے مقبول اور فرشتوں نیز مومن بندوں کے محبوب بن گئے۔“ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص۱۱۴ تا ۱۱۷)

میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ:۔ مولانا عبداللہ غزنوی قدس سرہ چونکہ متشرع صوفی تھے ان کی تعزیت میں جو خط ان کے بیٹوں کو لکھا اس کا ترجمہ یہ ہے۔

از عاجز محمد نذیر حسین، بمطالعہ گرامی مولوی عبداللہ و مولوی عبدالجبار سلمہم اللہ تعالیٰ بالخیر۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد۔

واضح ہو کہ خیر وبرکات کے جامع کے انتقال کی خبر سے بہت زیادہ رنج اور افسوس ہوا ”اناللہ وانا الیہ راجعون“۔

اللہ! انہیں بخش دے، ان پر رحم کر اور انہیں جنت الفردوس میں داخل فرما۔

واه عبدالله فنا فی الله شد   از جناب باریش تسلیم باد
چشمه فیض کرامت شان او   رونق افزاء چشمه تکریم باد

ارحم الراحمین ان لوگوں کو باپ کی وراثت کے طور پر جادۂ شریعت پر گامزن رکھے، یہ عاجز اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ لوگوں کے لیے دعا اور دونوں جہان میں خیر وخوبی کے لئے استدعا کرتا ہے۔ قبول فرمائیں۔

زیادہ سلام خیر الخاتم''

مولانا عبدالواحد بن مولانا عبدالوہاب صدری کا بیان ہے کہ: ''میں نے اپنے بھائی مولانا عبدالستار سے کئی بار اور والد مرحوم مولانا عبدالوہاب صدری سے ایک بار کہتے سنا کہ میاں صاحب فرمایا کرتے تھے مولوی عبداللہ حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور نماز پڑھنی مجھے سکھا گیا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۱۸)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمہ اللہ:۔ شاہ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کیا ہی خوب بزرگ تھے وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسنون راہ باطن کے علم کے جامع تھے لوگوں کو راہ حق دکھانے میں وطن کے اندر بدعتیوں سے بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیں، عبادت وریاضت میں بڑی مشغولیت رکھتے تھے۔ علم حدیث کی اشاعت اور اتباع سنت کے سلسلے میں انہوں نے بڑا کام کیا۔ معاصرین کے اندر اس باب میں کوئی ان جیسا دکھائی نہیں پڑتا......

ان کی صحبت سے جو بھی فیض یاب ہوا وہ مخلوقات سے کٹ گیا اور خدا رسیدہ ہوگیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں حضور کا کچھ اور ہی عالم ہوتا تھا آپ اشاعت حدیث کا ایک آلہ اور بدعات ومحدثات کے مٹا دینے کا ایک ذریعہ تھے، اصول اور فروع دونوں میں سلف صالح کے طریقہ پر چلتے تھے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۱۹)

علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ:۔ علامہ حبیب اللہ قندھاری نے شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے کچھ سوالات کے جوابات دینے سے پہلے معذرت کرتے ہوئے جو تفصیلی بیان دیا ہے اس کے چند جملے ملاحظہ ہوں: ''میرا خیال ہے کہ سائل دین کے احکام میں بڑی سمجھ رکھنے والا ہے۔ عین الیقین کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے، ایسی صورت میں کوئی جاہل کسی باخبر کو کیا بتائے گا اور کوئی نابینا کسی بینا کی کیا رہنمائی کرے گا''

جواب کے اندر لکھتے ہیں: فقیر حقیر کی منتہائے آرزو تو یہ ہے کہ حق شناس پاکبازوں سے کچھ فیض یاب ہو اور حقیقت آگاہوں کے انوار سے روشنی حاصل کر سکے'' (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۲۱)

دوسرا خط:۔ السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جب آخری مرتبہ آپ کے پاس گئے تو آپ نے بھرے مجمع کے اندر اعلان کیا:۔

''دینی مسائل جیسا یہ شخص جانتا ہے میں خود نہیں سمجھتا ہوں''۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۲۱)

مولانا عبدالحیٔ حسنی لکھنوی کا تبصرہ:۔ آپ ہیں شیخ، امام، عالم، محدث عبداللہ بن محمد بن محمد بن محمد شریف غزنوی شیخ محمد اعظم زاہد، مجاہد، اللہ کی خوشنودی کے لیے تگ ودو کرنے والے، اس کی رضا کو اپنے اہل وعیال، مال ودولت، گھربار اور خود اپنے نفس پر ترجیح دینے والے، مشہور احوال ومقامات اور بڑے بڑے معرکوں والے۔

غزنہ کے ایک کنارے ''قلعہ بہادر خیل'' میں آپ کی ولادت ۱۲۳۰ھ میں ہوئی، تعلیم علماء کی ایک جماعت سے حاصل کی۔
(الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۲۲)

ولی کامل سے لوگوں کا مستفید ہونا:۔ ورع، حسن سمت، تواضع اور روحانیت ہی میں اشتغال رکھنے کا آپ پر خاتمہ ہوگیا۔ تمام لوگ آپ کی تعریف اور آپ کے خصائل وعادات سے متعلق مدح سرائی پر متفق ہیں اس سلسلے میں آپ ہی کا نام لیا جانے لگا تھا۔

لوگوں نے آپ کی مقبول دعاؤں سے فائدہ اٹھایا اور اس کے لیے دور دور سے سفر کیا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۲۳)

قاضی غلام قندھاری رحمہ اللہ کا ذوق سلوک وتصوف:۔ قاضی غلام قندھاری رحمہ اللہ کا ایک مدافعت نامہ ملا سعدالدین مقری کے نام:۔

’’حقائق ومعارف آگاہ، الموفق من عند اللہ قائد الخلق الیٰ صراط اللہ محی السنۃ وقامع البدعۃ میاں محمد اعظم صاحبزادہ کی نسبت، جس کے حق میں یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ ”رجل مملوء من السنة من الفرق الى القدم“ اور اس نے سیر اور سلوک باطن میں نسبت اویسی کے حاصل کرنے کے بعد محض اللہ پاک کی عنایت سے طریقہ نقشبندیہ میں قدم ٹکایا ہے اور اس طریق کے سیر وسلوک کو پورے طور پر حاصل کیا ہے اور اس طریقہ میں مجاز ہو گیا اور اس کے بعد سید آدم بنوری قدس اللہ سرہ کے طریق کو بھی حاصل کیا ہے اور اس طریق میں بھی مجاز ہو گئے ہیں، القصہ میاں محمد اعظم صاحب کا ظاہر تقویٰ کے زیور اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی موافقت کے ساتھ آراستہ ہے۔ اس کا باطن اہل صفاء کے احوال ومقامات کے ساتھ پیراستہ، لیکن صرف اسی قدر نقصان ہے کہ یہ صاحبزادہ اپنے آپ کو ان (ملا کٹہ) کے مخلصوں اور دوستوں سے شمار نہیں کرتا۔ ملا کٹہ اس بزرگ صاحبزادہ کو کبھی وہابی کہتا ہے اور کبھی مبتدع کہہ کر پکارتا ہے، بلکہ معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ ملا کٹہ نے ’’غلجائی‘‘ کے اطراف واکناف میں اس مضمون کے نامے بھی ارسال کیے ہیں کہ فلاں وفلاں (میاں محمد اعظم) کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کرو۔ نعوذ باللہ! اس میں شک نہیں کہ اہل اللہ کی عداوت نے اس کے دل کی آنکھ کو نابینا کر دیا ہے کہ دن کو رات اور رات کو دن سمجھتا ہے‘‘ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۲۴)

علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ پیشوائے طریقت:۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مضمون نگار لکھتے ہیں:۔

حبیب اللہ قندھاری (المعروف بہ جیواندزادہ) ابن فیض اللہ اخوندزادہ بن ملا بابڑ قوم موسیٰ خیل (کاکڑ) افغانستان کے ایک جید عالم دین اور پیشوائے طریقت۔

۱۲۱۳ھ میں قندھار میں پیدا ہوئے اور پچیس سال کی عمر تک قندھار، ایران اور بلاد عرب میں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ بعد ازاں قندھار میں تدریس وتالیف میں مصروف ہو گئے۔

میاں فرح الدین کی وساطت سے جو میاں ’’فقیر اللہ‘‘ شکارپوری کے مرید تھے، طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ مولوی احمد قندھاری سے بعض علوم عقلیہ کا درس لیا اور بالآخر ’’استاذ الکل‘‘ اور ’’محقق قندھاری‘‘ کے القاب سے شہرت پائی۔

جب ۱۲۴۱ھ میں مجاہدین ہندی کا قافلہ حضرت ’’سید احمد بریلوی‘‘ اور ’’مولانا اسمٰعیل شہید‘‘ رحمہما اللہ کی قیادت میں قندھار پہنچا تو محقق قندھاری نے ’’سید اسمٰعیل شہید‘‘ سے خلوص ودوستی کے تعلقات قائم کر لیے اور اپنے قول کے مطابق کابل تک سفر میں ان کے ہمراہ رہے۔

چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:۔ ’’ایک دن کابل میں حضرت مولوی ’’اسمٰعیل شہید‘‘ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقیر کو نماز عصر میں امام بنایا اور پیچھے فاتحہ پڑھی۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۳۰)

قاضی عبدالاحد خانپوری رحمہ اللہ کی بیعت طریقت:۔ (۱۲۶۸ھ/۱۸۵۳ء۔ ۷ ۱۳۴۷ھ ۶/۱۵، ۱۹۲۸ء/۱۲) شیخ عبدالاحد بن قاضی محمد حسن خانپوری، فقہ وحدیث کے اندر ایک ممتاز عالم ہیں، پیدائش ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ علم کے گہوارے میں آپ کی پرورش ہوئی اور اپنے والد سے پڑھا اس کے بعد ’’سید نذیر حسین دہلوی محدث رحمہ اللہ‘‘ سے حدیث پڑھی اور شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے اور استفادہ کیا۔

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ قاضی محمد صاحب اور قاضی حسین صاحب سے پائی پھر دہلی گئے تو حدیث میاں صاحب سے پڑھی۔ عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے‘‘۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۲)

مولانا عبدالرحمٰن لکھوی کی بیعت طریقت:۔ (۱۲۵۳ھ۔۱۲۔۱۱۔۱۳۱۲ھ) آپ کا اسم گرامی ’’محی الدین‘‘، کنیت ’’ابوالعلی‘‘ ہے۔

چونکہ آپ کے مرشد حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم نے آپ کا نام بوقت بیعت ''عبدالرحمٰن'' تجویز فرمایا۔ اسی لیے آپ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم بن حافظ محمد صاحب مرحوم بن حافظ ''بارک اللہ'' صاحب مرحوم بن حافظ احمد صاحب مرحوم بن حافظ محمد امین صاحب مرحوم سے مشہور ہیں۔ آپ بمقام لکھوکے ضلع فیروز پور پنجاب ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ فاروقی قامت، علوی جسامت، صدیقی جلالت اور عثمانی حلاوت رکھتے تھے اور ''بسطتہ فی العلم والجسم'' آپ کو عنایت تھی اور نہایت شہ زور تھے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۵)

حافظ محمد صاحب کی تکمیل سلوک وبیعت:۔ وطن پہنچ کر تدریس شروع کی اور والد بزرگوار ''حافظ محمد صاحب'' تصنیف میں مشغول ہوئے آپ نے حفظ قرآن اور تدریس میں بہت محنت کی، آخر الامر ضعف دماغ ہوگیا۔ اس لیے تدریس چھوڑنے کا اطباء نے مشورہ دیا۔

اسی اثناء میں آپ کو علم آخرت اور سلوک کا شوق پیدا ہوا۔ تین سال کی ریاضت کے بعد الہام ربانی بسوئے غزنی مولوی ''عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ'' کی ملاقات ہمراہ ایک خادم پا پیادہ تشریف لے گئے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۵)

حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے صوفیہ کے اصطلاحات چند روز میں عبور کرا دیئے اور آپ کو تھوڑی محنت سے ہی ملکہ تامہ ہو گیا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۵)

آپ ابھی غزنی میں ہی تھے کہ مولوی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ پر مبتدعین افاغنہ نے تہمت وہابیت لگا کر کابل کے قلعے میں بند کروا دیا تھا۔ آپ بادل بے تاب رخصت ہوئے۔ وطن پہنچ کر آپ نے دنیا و مافیہا سے تبتل کر لیا۔ اور خاندانی وجاہت کے سبب اور نیز ذاتی قابلیت کی وجہ سے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اور بڑے بڑے علماء وفضلاء اصلاح باطن کے لیے آتے۔

بوجہ ذکر وشغل کے تصنیف کی طرف کم خیال کیا۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۶)

ٹوپی وپگڑی کا استعمال فرمانا:۔ بایں ہمہ کمالات تصنع وتکلف سے مبرا بلکہ متنفر تھے۔ لباس تہہ بند کرتہ، گرمی میں ٹوپی، سردی میں پگڑی، مجالس میں صدر نشینی کو اچھا نہ جانتے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۶)

بہر حال آپ ایک عالم باعمل، بزرگ، ایک متبع سنت، صوفی، عربی کے اچھے شاعر اور مصنف تھے۔ آپ ہمیشہ راہ حق میں سینہ سپر رہے، کم ہی ایسے ہوتے ہیں جنہیں تصوف کے ساتھ تصنیفی صلاحیت ہو۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۷)

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ:۔ (۱۲۶۷ھ۔ ۱۶۔ ۹۔ ۱۳۳۴ھ) انسانوں کے علاوہ جنات نے بھی آپ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس امر کے بھی کئی واقعات آپ نے خود مجھ سے ذکر فرمائے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۸)

احترام ائمہ دین:۔ آپ ائمہ دین کا بہت احترام کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ بعض متشدد لوگ آپ سے حدیث پڑھنے آتے مگر یہ شرط کر لیتے کہ حدیث تو آپ سے پڑھیں گے لیکن نماز آپ کے پیچھے ادا نہیں کریں گے۔ آپ اس شرط کو بخوشی منظور فرما لیا کرتے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۴۸)

حافظ محمد رمضان پشاوری رحمہ اللہ

غائب ہونے کا عمل:۔ سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کی جماعت سے تعلق رکھنے والے سال میں ایک بار ہمراہ چند حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی کی ڈائری پر پولیس نے مسجد کا محاصرہ کر کے ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت دو مجاہد مسجد میں موجود تھے۔ بروقت اطلاع ملنے پر حافظ صاحب مرحوم کی بتائی ہوئی چند آیات قرآنی پڑھ کر ایک مسجد کے غسل خانے میں چھپ گیا اور دوسرا مسجد کی ایک مزری کی ایک بنی ہوئی صف میں چھپ گیا۔ چنانچہ پولیس کی پوری تلاشی پر بھی وہ دستیاب نہ ہو سکے۔ غالباً انہی دو مجاہدوں کی درخواست پر کہ ان کا واپس کا راستہ دشوار گزار اور وحشی درندوں کی وجہ سے خطرناک ہے، حافظ صاحب نے سورۃ المؤمنون کی آخری چار آیات

پڑھنے کا مشورہ دیا اور وہ صحیح سلامت بخیریت اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ ہجرت کابل افغانستان کے سلسلے میں ان کی رائے طلب ہوئی تھی اور ان کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اور مہاجرین زبوں حالت میں واپس آئے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۵۷)

تعبیر خواب میں مہارت:۔ تعبیر خواب میں اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا۔ جیسی تعبیر بتاتے ویسا ہی ظہور ہوتا، پشاور کے ایک متقی اور قابل احترام خاندان سادات میں سے آغا محمد شاہ مرحوم ومغفور نے جو ماشاء اللہ خود بھی ایک جید عالم تھے اپنی بیوی کا خواب بیان فرمایا کہ وہ دو پتنگ اڑا رہی ہے دونوں پتنگوں کی ڈوری کا دھاگہ ٹوٹ گیا اور دونوں پتنگ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ حافظ صاحب نے فرمایا انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ لو، آغا صاحب مرحوم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں، یہی خواب کی تعبیر تھی۔ حافظ صاحب کی اپنی اہلیہ مرحومہ نے اپنا خواب بیان کیا کہ تند وتیز آندھی سے ان کے سر کی اوڑھنی یعنی دوپٹہ اڑ گیا مگر حافظ صاحب کے اس پالتو مرغ نے ایک ہی پرواز سے دوپٹہ اپنی چونچ میں پکڑ کر واپس ان کے سر پر ڈال دیا، فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ زندگی کی مہلت عطا فرمائی ہے۔

آخری سال زندگی میں خود خواب دیکھا، اپنا وصیت نامہ تحریر کرایا اپنے کتب خانے کے متعلق خاص طور پر فرمایا کہ کسی دینی مدرسہ میں دے دیا جائے جنہوں نے مجھ سے کوئی کتاب عاریتاً لی ہے وہ بھی کسی مدرسہ میں داخل کر دے اور اگر ان کو خود ضرورت ہو تو میری طرف سے ہبہ تصور ہو۔ اپنے انتقال سے کچھ ساعت پہلے اٹھ کر اجابت کی اور دریافت کیا کہ آسمان پر کچھ بادل ہیں؟ بتایا گیا جی ہاں، فرمایا الحمد للہ پھر تیمم کیا لیٹے ہوئے نماز چاشت کی نیت سے سینہ پر ہاتھ باندھے اور اسی حالت میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ”انا للہ وانا الیہ راجـــعـــون“ تاریخ وفات ۱۱صفر ۱۹۹۳ھ مطابق ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء ہے، عمر قمری سال کے حساب سے کم وبیش ۶۳ برس پائی غفر اللہ لہ وبرد مضجعہ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۵۸)

شاہ ممتاز الحق کی بیعت تصوف:۔ آپ کی سیرت تو معلوم نہ ہو سکی، البتہ سیرت کا جزو معلوم ہے، جسے فضل حسین صاحب کی زبان میں سنیئے:۔ ”مولوی شاہ ممتاز الحق صاحب مرحوم جب حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے حضور میں بغرض بیعت وارشاد حاضر ہوئے تو عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ تم دہلی جا کر وہاں رہو، اور شرف صحبت شیخ سے مستفید ہو کر ان سے اجازت لے کر یہاں آؤ، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ دہلی آئے اور یہاں بہت دنوں تک رہے۔ پھر جب میاں صاحب رحمہ اللہ کے خط کے ساتھ امرتسر پہنچے تب عبداللہ رحمہ اللہ نے ان سے بیعت لی اور مسترشدین میں اپنے داخل کیا“ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۶۱)

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ (۱۲۲۸ھ۔۵۔۱۔۱۲۹۱ھ)

پنجاب میں اول اول آپ نے ہی وعظ شروع کیا اور توحید کا بیج بویا۔ گور پرستی اور شرک کی بیخ کنی کی بنیاد رکھی۔ اگر پنجاب میں آپ کو بانی اشاعت توحید وحدیث کہا جائے تو بجا ہے آپ بہت با کرامت بزرگ گزرے ہیں آپ ہر وقت باحضور تھے۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۶۳)

صاحب کشف وکرامات:۔ آپ صاحب کشف بھی تھے، ایک صبح باہر رفع حاجت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں اہل ہنود کی ایک عورت نہا کر آ رہی تھی، آپ نے فرمایا ”لا الہ الا اللہ“ کہو اس کی زبان پر اسی وقت یہی ذکر جاری ہو گیا اور مسلمان ہو گئی۔

آپ کی ہزارہا کرامتیں ہیں۔ طوالت کے خوف سے لکھنے سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرماتے ہیں کہ:۔

> ”انگریزی حکومت کو آپ سے اتنا خوف لاحق ہوا کہ آپ پر بلا اجازت تقریر کرنے اور سفر کرنے پر پابندی لگا دی“

آپ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسے عاشق تھے کہ جب آپ کی عمر تریسٹھ سال میں سے ایک دن کم رہ گئی تو فرمانے لگے۔

> ”آج تک مجھ سے کوئی عمل، کیا چھوٹا کیا بڑا، مطابق سنت رسول مقبول ﷺ خطا نہیں ہوا، اب میری عمر تریسٹھ سال کی ہو گئی ہے اگر میں تریسٹھ سال کی عمر میں مر جاؤں تو یہ آخری سنت بھی پوری ہو جائے“۔

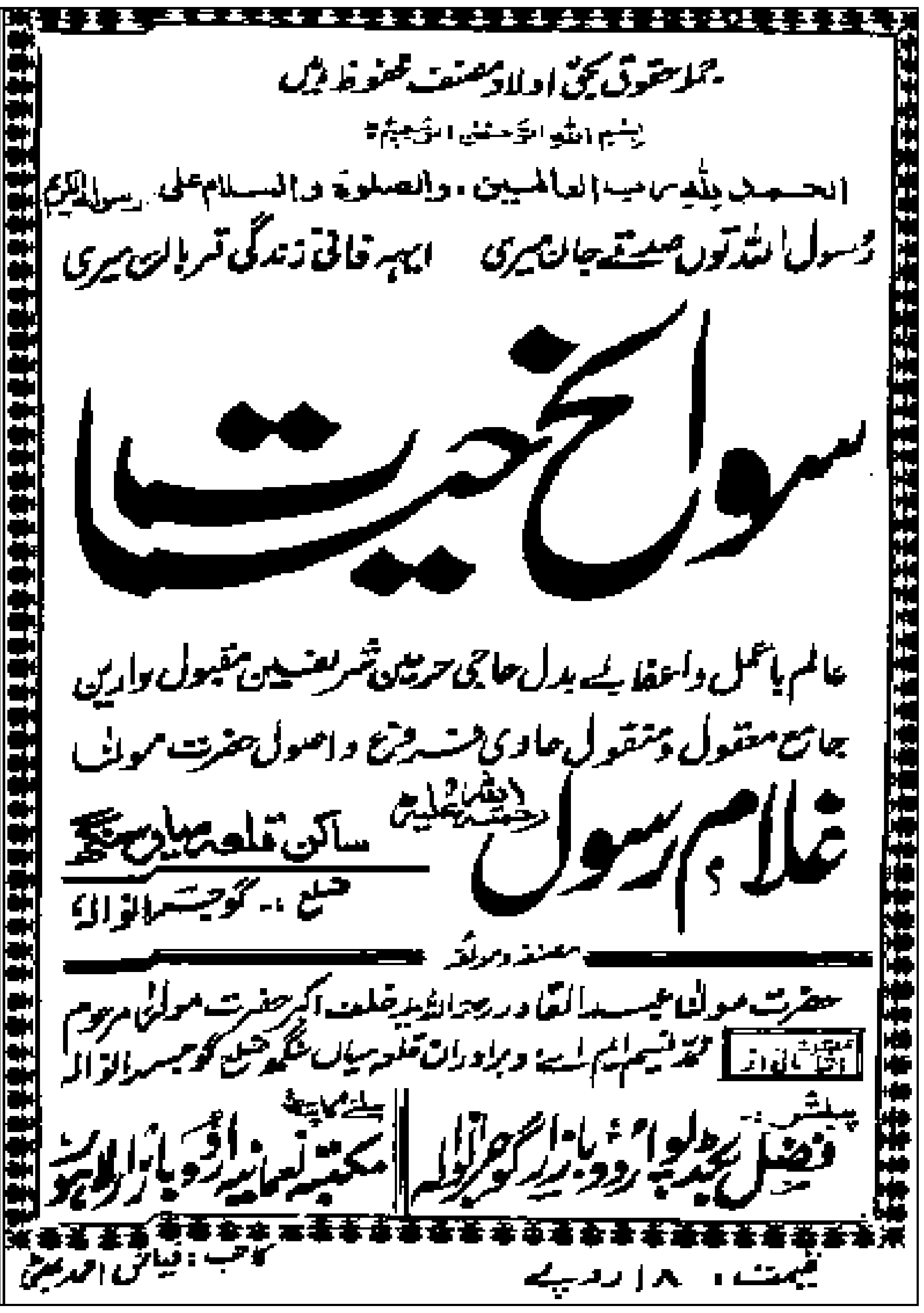

جملہ حقوق بحق اولاد مصنف محفوظ ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم
رسول اللہ توں صدقے جان میری ایہہ فانی زندگی قربان میری

سوانح حیات

عالم باعمل واعظ بے بدل حاجی حرمین شریفین مقبول دارین
جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول حضرت مولانا
غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ
ساکن قلعہ میاں سنگھ
ضلع :- گوجرانوالہ

مصنف ومولف
حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ خلف اکبر حضرت مولانا مرحوم
اشاعت ثانی از
محمد نسیم ایم اے وبرادران قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

پبلشر :- فضل محمد [illegible] بازار گوجرانوالہ
ملنے کا پتہ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار لاہور

کاتب : فیاض احمد
قیمت : ۱۸ روپے

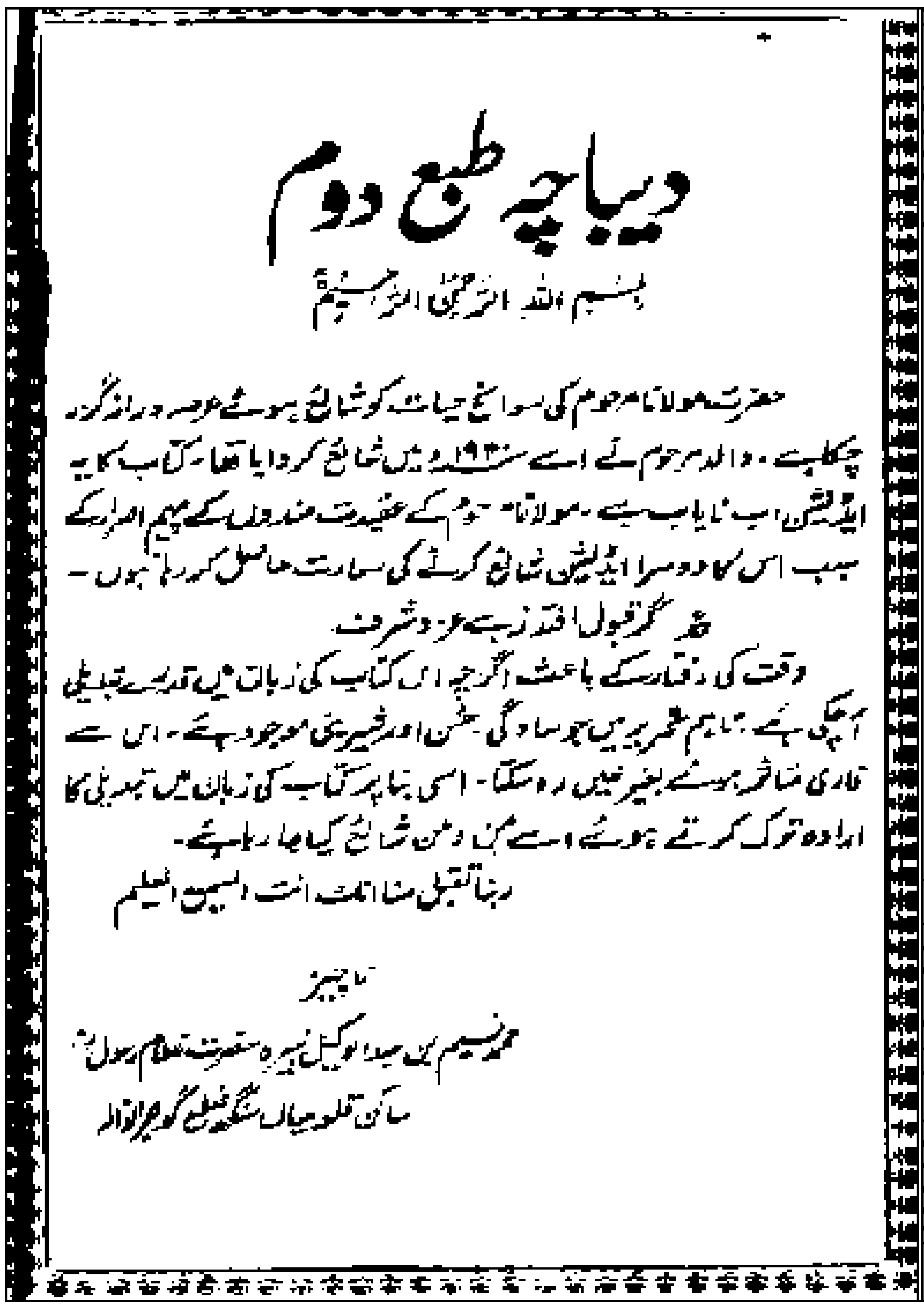

دیباچہ طبع دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مرحوم کی سوانح حیات کو شائع ہوئے عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ والد مرحوم نے اسے سنہ ۱۹۳۰ء میں شائع کروایا تھا۔ کتاب کا یہ ایڈیشن اب نایاب ہے۔ مولانا مرحوم کے عقیدت مندوں کے پیہم اصرار کے سبب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وقت کی رفتار کے باعث اگرچہ اس کتاب کی زبان میں قدرے تبدیلی آچکی ہے تاہم تحریر میں جو سادگی، حسن اور شیرینی موجود ہے۔ اس سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی بنا پر کتاب کی زبان میں تبدیلی کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے من وعن شائع کیا جا رہا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ناچیز
محمد نسیم بن عبدالوکیل نبیرہ حضرت غلام رسول
ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

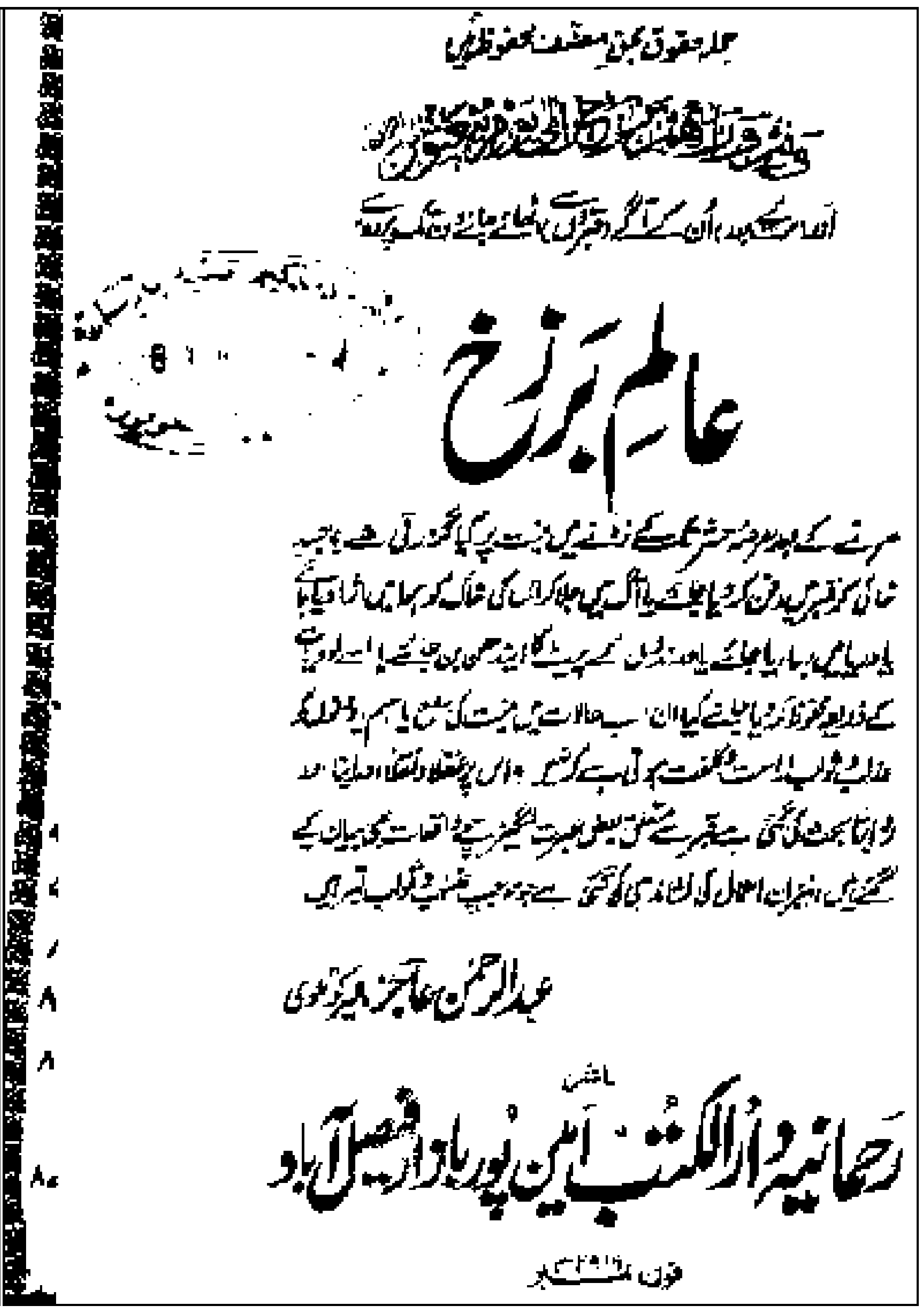

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں
وَمِن وَّرَآئِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ
اور ان سب کے آگے برزخ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے

عالم برزخ

مرنے کے بعد روز حشر تک کے زمانے میں انسان پر کیا گزرتی ہے؟ [illegible] خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا آگ میں جلا کر اس کی خاک کو ہوا میں اڑا دیا جائے یا دریا میں بہا دیا جائے یا درندوں کے پیٹ کا ایندھن بن جائے [illegible] کے ذریعہ محفوظ کر دیا جائے کیا ان سب حالات میں میت کا [illegible] عذاب و ثواب [illegible] [illegible] بھی بیان کیے گئے ہیں [illegible]

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

ناشر
رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد
فون [illegible]

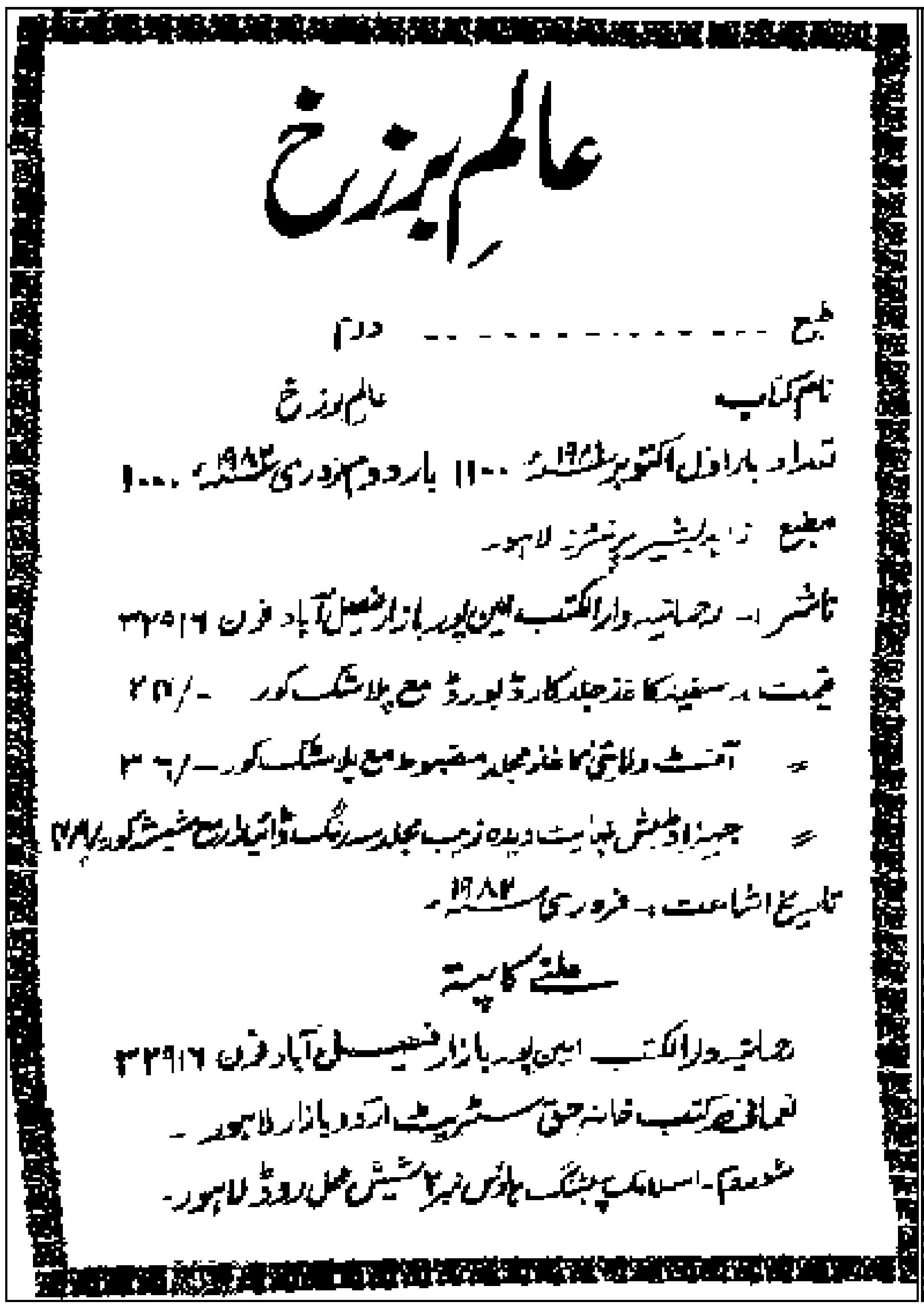

عالم برزخ

طبع .... دوم
نام کتاب عالم برزخ
تعداد بار اول اکتوبر ۱۹۷۸ء ۱۱۰۰ بار دوم فروری ۱۹۸۲ء ۱۰۰۰
مطبع زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
ناشر :- رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد فون ۳۲۹۱۶
قیمت :- سفید کاغذ جلد کارڈ بورڈ مع پلاسٹک کور -/۲۸
" آفسٹ ولایتی کاغذ مجلد مضبوط مع پلاسٹک کور -/۳۶
" مجلد ایڈیشن نہایت دیدہ زیب مجلد سنہری ڈائی دار مع [illegible] کور -/۴۸
تاریخ اشاعت :- فروری سنہ ۱۹۸۲ء

ملنے کا پتہ
رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد فون ۳۲۹۱۶
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور۔
شعبہ ۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس نمبر ۲ شیش محل روڈ لاہور۔

چنانچہ بالکل تندرست تھے اور جماعت ظہر خود کرائی۔ بعد نماز ظہر آپ کلمہ کا ذکر کروا رہے تھے کہ روح مبارک پرواز کر گئی اور آپ کی آخری تمنا بھی پوری ہوگئی۔ (الشیخ عبداللہ غزنوی ص ۱۶۴)

نام کتاب:۔ سوانح حیات: حضرت العلام مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ساکن قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ
مصنف:۔ حضرت مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ پسر حضرت العلام مولانا غلام رسول رحمہ اللہ
حسب فرمائش: مولوی عبدالوکیل رحمہ اللہ و برادران ونسیم اعوان ایم اے ایڈ
ناشر:۔ فضل بک ڈپو، اردو بازار گوجرانوالہ

ابتدائی تعارف:۔ (والد صاحب) نے اسوہ حسنہ پر چل کر اور صحیح طریق عمل پر کاربند ہو کر بارگاہ ایزدی میں وہ قرب حاصل کیا کہ جس کا ایک زمانہ اب تک شاہد ہے۔ (سوانح حیات ص ۴)

فلا تکفرہ بذنب:۔ نہ ہی کبھی کسی کلمہ گو کو کافر بنایا بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے خون اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خویش واقارب بلکہ اپنے دانت مبارک لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے قربان کیے ہم کو بھی لازم ہے کہ فلا تکفرہ بذنب پر عمل کریں یعنی کسی معمولی گناہ یا لغزش کے سرزد ہونے سے جھٹ پٹ کافر نہ کہہ دیا کریں۔

تفریق بین المسلمین کو آپ ہمیشہ ایک بڑا جرم سمجھتے رہے (ان سب باتوں کا علم آپ کو سوانح حیات کے پڑھنے سے ہو جائے گا)۔

آپ ہمیشہ بحث مباحثہ سے متنفر رہے ہاں خلاف شرع کام ہوتا دیکھ کر آپ سے نہ رہا جاتا تھا مگر اس حالت میں بھی آپ کسی سے سخت کلامی سے پیش نہ آتے۔ بلکہ اس طرز سے سمجھاتے کہ وہ ترک گناہ پر مجبور ہو جاتا۔

بزرگوں کے حق میں گستاخانہ کلمات کہنے والوں کو آپ بہت برا سمجھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ ایسے شخص پر رجعت پڑ جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ”میرا مقصد یہ ہے کہ ایک ہر دلعزیز اور مسلم ترین ہستی کے سوانح نمونتاً عام لوگوں کے سامنے پیش کروں ممکن ہے کہ موجودہ روش روبہ اصلاح ہو جائے۔

عام لوگوں میں ایک غلط خیال بیٹھا ہوا ہے اور جہلاء کو اکثر کہتے سنا ہے کہ ”فقر اور علم دینی دو الگ الگ چیزیں ہیں (یعنی فقیر عالم نہیں ہو سکتا اور عالم فقیر نہیں ہو سکتا) میاں ان دونوں جماعتوں میں ہمیشہ سے اختلاف ہی چلا آیا ہے“۔ والد صاحب مرحوم سے ایک متبحر عالم ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کی اسلامی ضیاء باریاں آپ کی زبان اور عمل سے ظہور میں آئیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آپ کو ایک برگزیدہ درگاہ رب العزت مانتی ہے۔

شریعت اور طریقت کا تلازم:۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریق عمل کتاب اللہ اور کتب احادیث میں مروی ہے اور خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی صحیح راستہ ہے یہ کتاب (سوانح حیات مولانا غلام رسول رحمہ اللہ) تالیف کرنے سے ایک منشا یہ بھی ہے کہ یہ غلط اور گمراہ کن خیال لوگوں کے دلوں سے نکل جائے۔ اور شریعت حقہ کو اپنی مشعل راہ سمجھ کر صراط مستقیم (جس کو صوفیاء کی اصطلاح میں طریقت شریعت بھی کہتے ہیں) پر چل کر منزل مقصود پر پہنچیں (اور اس منزل پر پہنچنے کو معرفت یا حقیقت کہتے ہیں)۔

تالیف کا مقصد اصل صوفیاء تک رہنمائی:۔ اس تالیف سے یہ مقصد بھی ہے کہ شرعی اور غیر شرعی صوفیاء میں تمیز ہو سکے۔ کیونکہ غیر شرع صوفی کا اتباع انسان کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے حالانکہ استدراج ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے بھنگ و چرس پینے والے زناکار شراب خور

اور نامحرم عورتوں سے بدنی خدمت لینے والے اپنی توصیف میں ایسے قصائد تصنیف کرانے والے کہ جن میں ان کا رتبہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھا کر دکھایا گیا ہو اور خداوند کریم کے برابر بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ رتبہ دیا گیا ہو اپنا ناموافق عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو اپنی خاص مجلسوں میں خوب کوسنے والے اور علانیہ مسلمانوں کو کافر بنانے والے اکثر صوفی بنے پھرتے ہیں جہلاء کو اپنے دام تزویر میں پھانس کر دین اور دنیا دونوں میں رسوا کر رہے ہیں ایسے نام نہاد صوفیوں سے عوام بچ سکیں اور سچے اور جھوٹے فقیروں میں تمیز کر سکیں اور معلوم کر سکیں کہ اللہ والے لوگ کون ہوتے ہیں ان کی زندگی کس طرح گزرتی ہے ان کا ہر قول وفعل شریعت کے مطابق ہوتا ہے ذرا ذرا سی لغزش پر (جو کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے) کفر کی مشین کو استعمال نہیں کرتے۔ عامل، باعمل حلیم اور بردبار ہوتے ہیں دنیاوی لالچ شرعی امور میں ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہیں کر سکتا۔ حسد اور عناد، کینہ اور بغض سے دور رہتے ہیں۔ ان کی محبت ہر ایک سے محض اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے اور اگر کسی سے بغض ہو تو محض اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے۔ دنیاوی امور کا کوئی دخل نہیں ہوتا ”من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان“۔ سخی اور بامروت ہوتے ہیں حرام اور حلال میں تمیز کرتے ہیں شر اور فساد کو دور کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

بزرگوں کا ذکر باعث نجات:۔ بزرگوں کا ذکر خیر کرنا کفارۂ گناہ ہوتا ہے شاید میرا یہی عمل (سوانح حیات تالیف کرنا) باعث نجات ہو جائے اور لوگوں کے لیے بھی باعث ہدایت ہو لوگو! مولوی صاحب کو فوت ہوئے پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے اور اس وقت ہم میں موجود نہیں۔ مگر ان کا ذکر خیر اسی طرح کیا جاتا ہے کہ جیسے ہم میں موجودہ ہیں۔ ان کے طرز عمل کو ابھی تک سند لی جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں وہی عزت، وہی عظمت اور وہی رعب مولوی صاحب کا موجود ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہے۔ ”من عمل صالحاً من ذکرا وانثی فلنحیینه، حیوٰۃ طیبة“ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

طرز صالحین ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ:۔ عوام مطالعہ کرنے کے بعد صالحین کے نقش قدم پر چل کر اپنی دینی اور دنیاوی اصلاح کریں۔ اخلاق حسنہ پیدا کرنے اور علم وادب کے تحصیل شوق کے ساتھ ساتھ خدا پرستی۔ صلہ رحمی۔ اتقی اور پرہیز گاری کا پاک جذبہ اپنے وجودوں میں پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

اگر ایسا ہی ہوا اور میری مراد بر آئی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میں نے اسلام کی ایک اہم خدمت کی ”ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم“۔

مقلد اور غیر مقلد کا کوئی جھگڑا نہ تھا:۔ میں اپنے والد صاحب مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم (مؤلف کتاب ہذا) کی خدمت میں سفر وحضر میں رہا۔ آپ نے مقلد اور غیر مقلد کا کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو کافر کہا۔ ہاں اگر کوئی شخص ان سے مسئلہ دریافت کرتا اور سمجھنا چاہتا تو آپ بڑی خوشی سے اس کو سمجھاتے اور اس کی پوری تسلی کرتے۔ حالانکہ ان کو بوجہ لکنت بولنے میں دقت ہوتی تھی۔ مگر قرأت کلام پاک میں آپ کو کبھی لکنت نہ ہوتی تھی۔ مقلد اور غیر مقلد آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کا وہی مسلک تھا جو مولوی صاحب مرحوم کا تھا تمام عمر نماز تہجد قضا نہیں کی ادائیگی نماز میں پابندی اوقات کا خاص خیال رہتا تھا۔ مولوی صاحب نے جو اخلاق اور مروت کا بیج بویا تھا۔ وہ تمام زندگی پھل لاتا رہا۔ آپ کا کلام اور وعظ پر تاثیر ہوتا تھا۔ آپ نے بھی ۶۳ سال عمر پوری کر کے مولوی صاحب مرحوم کے پہلو میں جگہ لی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عبدالمالک نبیرہ مولوی غلام رسول صاحب مرحوم قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ (سوانح حیات ص ۸ تا ۹)

کرامات اولیاء اللہ اور استدراج میں فرق:۔ یاد رہے کہ کرامات اولیاء اللہ سے ایسے ہی صادر ہوتی ہے۔ جیسے رسولوں سے معجزات۔ یعنی کرامت اس چیز کا نام ہے جو نبی کے معجزہ کے مشابہ ہو یا بعینہٖ ویسا ہی ہو۔ استدراج بھی کرامت کا ایک نمونہ ہے جس طرح کرامت ولی اللہ سے ظاہر ہوتی ہے ویسے ہی استدراج سادھو یا جوگی سے صادر ہوتا ہے کرامت صرف نبیوں کے متبعین سے صادر ہوتی ہے اور

استدراج غیر متبعین سے اور جوان میں فرق ہے وہ اہل علم ہی سمجھتے ہیں دوسرے لوگ بغیر مشاہدہ کے فرق معلوم نہیں کر سکتے اگر ولی اللہ اور کسی سادھو جوگی کا مقابلہ شروع ہو جائے تو دین حق کا غلبہ ہوتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا ساحروں سے مقابلہ ہوا یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے کئی نیک لوگوں کا غیر مذہب والوں سے مقابلہ ہوا۔ خداوند کریم نے دین حق کو ہی غلبہ دیا۔ استدراج اور کرامت کا فرق سمجھانے کے لئے ذیل میں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ المعروف گنج بخش صاحب کو جن کا مزار لاہور میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو لاہور میں مقیم ہونے کا حکم ہوا۔ آپ لاہور تشریف لے آئے اور جہاں آپ کا مزار ہے مقیم ہو گئے۔ کیونکہ آپ کو یہی جگہ بذریعہ کشف دکھائی گئی تھی۔ آپ کے قرب و جوار میں ایک جوگی رہتا تھا جو استدراج کی بدولت بہت مشہور تھا اور بہت سے لوگ اس کو مقتدا سمجھتے تھے پنجشنبہ کے روز شہر اور دور دور کے گاؤں سے اس جوگی کے پاس دودھ آیا کرتا تھا جو شخص اس روز جوگی کے پاس دودھ نہ لاتا تھا یا اس کی نیت دودھ نہ لانے کی ہو جاتی تھی۔ اس کی گائے یا بھینیس کے تھنوں میں بجائے دودھ کے خون آجاتا تھا۔ بہت سے لوگ اس جوگی کے سبب سے شرک میں گرفتار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کو اس فتنہ وفساد کو رفع کے لئے بھیج دیا۔ انہوں نے بھی اس کے راستہ میں جھونپڑی ڈال لی۔

ایک روز ایک بڑھیا دودھ لے کر جوگی مذکورہ کے پاس جارہی تھی۔ راستہ میں دم لینے کے لیے علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کے پاس بیٹھ گئی۔ آپ نے پوچھا۔ ''مائی جی۔ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا ہے۔'' بڑھیا نے اپنا مفصل حال ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ ابھی کچھ رستہ باقی ہے آپ کو وہاں پہنچنے میں تکلیف ہوگی۔ یہ دودھ مجھ کو دے دو۔ بڑھیا بولی میں نے تو دینا ہی ہے۔ تمہیں دے تو دوں۔ مگر خطرہ یہ ہے کہ دودھ دینے والی نہ مر جائے۔ کیونکہ ایسے واقعات کئی لوگوں سے گزر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا پر بھروسہ کرو اور دودھ مجھ کو دے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ دودھ دینے والی کا دودھ دوگنا کر دے گا۔ آپ کا فرمان بڑھیا کے دل پر اثر کر گیا اور آپ کو دودھ دے کر واپس چلی گئی خدا کے فضل سے اس کی گائے نے علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق دوسرے روز دوگنا دودھ اور گھی دیا اور بڑھیا نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو جو جوگی کے پاس جایا کرتے تھے اپنا قصہ سنایا اس کا یہ اثر ہوا کہ آئندہ جمعرات کو اس گاؤں کی تمام عورتیں سارا دودھ علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کی نذر کر گئیں۔ رفتہ رفتہ گردونواح میں یہ خبر مشہور ہو گئی تھوڑے ہی عرصے میں جوگی کی طرف لوگوں کی آمد ورفت کم ہو گئی اور آپ کی طرف زیادہ ''قال اللہ تعالیٰ و قل جاءَ الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحق يعلوولا يعلى'' جوگی نے اپنے چیلوں سے تنزل کا سبب دریافت کیا انہوں نے علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کا نام لیا اور ساتھ ہی کچھ الفاظ بھی کہے۔ جوگی سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا ان کے میلہ کا دن قریب تھا جب میلہ کا دن آیا تو جوگی علی ہجویری صاحب رحمہ اللہ کے مقابلہ کے لئے آیا اور کہا کہ ''آپ کچھ دیکھیں یا دکھائیں'' آپ نے فرمایا۔ ''میں مداری نہیں ہوں''۔ جوگی نے کہا ''پہلے آپ اڑیں یا میں اڑتا ہوں'' آپ نے فرمایا اڑنا مکھیوں کا کام ہے جوگی غصہ میں آیا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اڑ گیا جب نظر سے غائب ہونے کے قریب ہوا تو آپ نے ایک ٹوٹی ہوئی جوتی پکڑی اور بسم اللہ الرحمن الرحيم بقدرة الله تعالىٰ و انا على ملت رسول الله (ﷺ) پڑھا اور کہا ''جا اور اس شیطان رجیم کو میرے پاس لے آ''۔ جوتی اللہ کے حکم سے اوپر کی طرف اڑی اور جوگی مرجوم کے سر پر پڑنی شروع ہو گئی۔ جوگی کو واپس زمین پر لے آئی ہزار ہا لوگ دیکھ رہے تھے جوگی بمع اپنے چیلوں کے اور ہزار ہا لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یہ قصہ بطور تمثیل لکھا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو کرامت اور استدراج کا فرق معلوم ہو جائے اب انشاء اللہ العزیز بالترتیب مولوی صاحب کا سن ولادت، حالت طفولیت تعلیم و تدریس اور اسباب حصول مراتب، زہد، کشف، کرامات، معاملات، وعظ اور تلقین، معاملات درویشاں اور تقویٰ وغیرہ وغیرہ بیان کروں گا۔ (سوانح حیات ص ۱۰ تا ۱۳)

بزرگوں سے بکثرت کرامات کاظہور:۔ مسلمان بادشاہوں کے وقت میں قاضی اور مفتی کا عہدہ رکھتے تھے بادشاہی درباروں

کی مشکلات آپ ہی کے ناخن تدبیر یعنی نوک قلم سے حل ہوتی تھیں۔ چنانچہ ’’انشائے خادمی‘‘ جو اس وقت کی ایک درسی کتاب تھی میرے بزرگوں کی تصنیفات میں سے تھی۔ باوجود اس قدر اشغال کے میرے بزرگوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن کو کرامات کہا جا سکتا ہے اگر ان سب باتوں کو مفصل درج کیا جائے تو ڈر ہے کہ بڑا دفتر ہو جائے اور پھر بھی مطلب پورا نہ ہو۔ (سوانح حیات ص ۱۸)

ولادت سے قبل بشارات کاظہور:۔ آپ رحمہ اللہ کی ولادت ۱۲۲۸ ہجری میں ہوئی آپ کا مولد کوٹ بھوانیداس ضلع گوجرانوالہ ہے۔ میرے جد شریف وہاں ہی رہتے تھے آپ کی ولادت میں بھی ایک بزرگ کا عجیب قصہ ہے اور کرامت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ میاں محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ سکنہ پیروکوٹ ضلع گوجرانوالہ اپنے وقت میں مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ اس وقت کے صوفی ان کو ابدال کہتے تھے ان سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ کرامت بھی ہے جو میں مولوی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں۔

میاں محمد یوسف صاحب نجاری پیشہ کرتے تھے۔ یہ صاحب میرے دادا مولوی رحیم بخش صاحب کے بموجب رسم کے بھائی بنے ہوئے تھے یا اس آیت کے مطابق ’’انما المومنون اخوۃ ‘‘یا یوں کہا جائے تو بھی بجا ہے۔

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

یا یوں کہ ؎ کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر باکتوبر باز با باز

غرض ان صاحبان کی آپس میں بہت ہی محبت تھی۔ کوٹ بھوانی داس اور پیروکوٹ کا آپس میں تین کوس کا فاصلہ ہے۔ میاں محمد یوسف صاحب مرحوم دوسرے روز بلا ناغہ تا حیات کوٹ بھونیداس میں آتے رہے میرے والد صاحب کے دو اور بھائی بھی تھے۔ آپ سے بڑے حکیم غلام محمد صاحب مرحوم یہ بھی بڑے صاحب علم اور دنیاوی معاملات میں ہوشیار تھے چھوٹے بھائی حکیم شیر محمد صاحب تھے یہ بھی صوفی با کمال تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد صاحب کی پیدائش کے بعد میاں محمد یوسف صاحب نے ایک روز مولوی رحیم بخش صاحب کی پشت پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ ’’بھائی رحیم بخش میں نے آپ کو اپنا تمام فیض عطا کیا۔ اور میرے فیض کا نمونہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام غلام رسول رکھنا سر چشمہ ہدایت ہوگا اس سے لوگوں کو بہت فیض ہوگا۔ عالم باعمل، صوفی با کمال ہوگا، متبع سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ مقتدائے خلقت ہوگا اور خلق خدا تا قیامت ثناء گور ہے گی‘‘۔

جناب والد صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ نے آپ کی پیدائش سے پیشتر خواب دیکھا۔ کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک ہے اور وہ چاند گود میں ہی بڑھتا جاتا ہے معبروں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ لڑکا با کمال اور بہمہ صفت موصوف ہوگا۔

یہ خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبول انام تھا اور اس محترم خاندان کا ہر ممبر اپنی معاشرت اس طرز کی رکھتا تھا کہ کٹ ملانوں کا دست تظلم دراز نہ ہونے پاتا تھا۔ آخر اسلام کا نصیبہ جاگا اور مولوی صاحب جیسا شیر اسلام خواب کے پورے دو ماہ بعد پیدا ہوا۔ (سوانح حیات ص ۲۶)

ولی کامل کامثالی بچپن:۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں پیشاب بھی کبھی نہ کیا۔ نماز کے وقتوں میں چارپائی پر لٹا دینے سے روتے نہ تھے۔ اس وجہ سے آپ کی والدہ ہر نماز اور تہجد بافراغت پڑھ لیتیں اور آپ چپکے لیٹے رہتے۔ مولوی رحیم بخش صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ ایسا چپ اور غریب طبع ہے کہ رونا مطلق نہیں جانتا۔ ماہ رمضان میں صبح سے شام تک دودھ، پانی نہ پیتے تھے اس وقت یہ مشہور تھا کہ میاں صاحب کا شیر خوار بچہ روزہ رکھتا ہے یہ خبر سن کر لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ (سوانح حیات ص ۲۷)

بچپن میں بردباری اور حلم:۔ آپ کی فطرت میں بچپن ہی سے بردباری وحلم بھرا ہوا تھا جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے مزاج میں انکساری آتی گئی چھ برس کی عمر میں ہی آپ کا خلق ایسا تھا کہ کل بچے آپ کے ساتھ کھیلنے میں خوش رہتے تھے جب کوئی بچہ شرارت کرتا یا دوسرے ہم عمروں کو ستاتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو قرآن شریف میں یوں لکھا ہے اور تم اس طرح کرتے ہو۔

ظاہری کتابی تعلیم جو ہر بچہ کو دی جاتی ہے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بچہ اس تعلیم سے مصلح قوم بن جائے۔ مگر جسے فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اس کے ضمیر کو پہلے ہی سے زبانی قابلیتوں اور ضمیری جواہروں سے آراستہ کر دیتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر اسے ظاہری تعلیم نہ بھی دی جائے تو بھی کچھ حرج واقعہ نہیں اس کے ضمیری جوہر ایک نہ ایک دن اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھا کے رہتے ہیں۔ (سوانح حیات ص ۲۸)

ولی اللہ سے لوگوں کی حسن عقیدت (کرامت):۔ جب آپ چلنے پھرنے لگے۔ تو لوگوں نے آپ کا نام متقی رکھا مولوی صاحب کی زبان مبارک کا بیان ہے کہ ایک روز میں استنجا کر رہا تھا اور وہ جگہ ہنود کے گزرگاہ کے قریب تھی۔ ہنود لوگ گزرتے گزرتے یہ کہتے جاتے تھے کہ مولوی رحیم بخش صاحب کا یہ لڑکا بڑا ولی اللہ ہوگا۔ ہر جگہ ذکر ہی ذکر کرتا رہتا ہے میں سن کر ہنستا تھا لڑکپن میں ہی لوگوں کا آپ پر حسن ظن تھا کوئی زیادہ بیمار ہو جاتا تو حسن عقیدت کی وجہ سے متقی صاحب سے پانی دم کراتے یا بیمار پر ہاتھ لگواتے۔ خدا کے فضل سے صحت ہو جاتی۔

گمشدہ جانور کی اطلاع دینا (کرامت):۔ ایک دفعہ ایک کمہار کا گدھا گم ہو گیا۔ بہت تلاش کی نہ ملا مولوی صاحب کو دیکھ کر کہنے لگا میاں متقی میرا گدھا گم ہو گیا ہے آپ نے فرمایا آپ کا گدھا آپ کے گھر میں ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مولوی صاحب کو پکڑ کر اپنے گھر لے گیا دیکھا تو گدھا گھر میں کھڑا تھا۔ (سوانح حیات ص ۲۸)

والد کی پریشانی پر خواب میں بشارت:۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے۔ بڑی مشکل سے آپ نے قرآن مجید تمام کیا حافظہ اور ذکاوت بالکل ندارد۔ آپ کے والد صاحب مرحوم بڑے متفکر رہتے تھے کہ اس کی تعلیم کیسے ہوگی امید کچھ اور تھی اور ظہور میں کچھ اور ہی آ رہا ہے چند سال آپ حالت ابتری میں ہی تعلیم پاتے رہے۔ اسی حالت میں ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ راجہ رنجیت سنگھ کے طویلہ میں اذان دے رہے ہیں میری اذان لوگ دور دور سے سن کر جوق در جوق آ رہے ہیں۔

علی الصبح آپ نے اپنے دادا صاحب (حضرت نظام الدین صاحب المتخلص خادم) کے پاس خواب بیان کیا۔ انہوں نے تعبیر کی کہ لوگ تیرے ہاتھ پر بہت مسلمان ہوں گے۔ اس واقعہ سے کچھ دن بعد جد امجد حضرت نظام الدین صاحب المتخلص خادم اسہال کی بیماری سے بیمار ہو گئے والد صاحب مرحوم ان کی خدمت میں رہنے لگے مولوی صاحب مرحوم ان کا پاخانہ اپنے ہاتھ سے صاف کرتے تھے ایک دن آپ کو سحری کے وقت حاجت پاخانہ ہوئی۔ جناب والد صاحب مرحوم بھی جاگتے تھے جد امجد صاحب نے دیکھا کہ میرا پاخانہ اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہے ہیں۔ آپ نے حیرت سے دیکھ کر فرمایا: ”غلام رسول! تم میرا پاخانہ ہاتھوں سے صاف کرتے ہو اس کے صلے میں لوگ تمہارا پاخانہ دانتوں سے صاف کرنے سے دریغ نہ کریں گے“۔ مولوی صاحب ہمیشہ اپنے معتقدین کو یہ قصہ سناتے اور فرماتے تھے کہ مجھے دادا صاحب سے ہی فیض حاصل ہوا ہے۔ اور ان ہی کی دعا ہے اگلے روز ہی حضرت جناب کا کا شاہ صاحب کوٹ بھوانیداس میں تشریف فرما ہوئے۔ ان کا تعلق بھی حافظ نظام الدین صاحب خادم مرحوم سے روحانی تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون پیر اور کون مرید تھا جب شاہ صاحب حافظ صاحب (جو خاکسار کے پڑدادا ہیں) سے ملاقاتی ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”شاہ صاحب! غلام رسول کو جو کچھ میں نے عطا کرنا تھا وہ کر دیا میرا وقت قریب ہے میں رحلت کرنے والا ہوں جو کچھ اس کے دل میں بیج بویا گیا ہے اس کی پرورش اور حفاظت ظاہری صورت میں بشرط زندگی و مشیت ایزدی آپ کے ذمہ ہے یہ خیال رکھنا کہ یہ لڑکا ضائع نہ ہو جائے“۔

دوسرے روز شاہ صاحب الوداع اور فی امان اللہ کہہ کر رخصت ہوئے۔ ان کے جانے کے دوسرے روز حافظ صاحب فوت ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دعائے ولی پر مثالی حافظ مل جانا:۔ جناب شاہ صاحب چند روز کے بعد کوٹ بھوانیداس تشریف فرما ہوئے۔ آتے ہی والد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ گلے لگا کر فرمایا: ”اگر تیرا دل حافظ نظام الدین صاحب کے ملنے کو چاہے تو یہ دو تین حرف پڑھ کر ملاقات کر لیا کرو اور جو دل چاہے ان سے تعلیم حاصل کر لیا کرو یہ کام میری موجودگی میں کر لو۔ شاید میری غیر حاضری میں تم نہ کر سکو رات گزرنے کے بعد مولوی

صاحب سے شاہ صاحب نے دریافت فرمایا، ''کیوں بھائی تم قبر پر گئے۔ اور میرے کہنے پر عمل کیا'' مولوی صاحب نے عرض کی۔ ''جناب مجھے وہ حرف ہی بھول گئے ہیں شاہ صاحب نے ہنس کر فرمایا۔'' حافظہ ندارد، میرے پاس آؤ میرے پوتے ہو اور تمہاری نسبت مجھے ان کی خاص وصیت ہے''۔ جب مولوی صاحب قریب ہوئے تو شاہ صاحب نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: ''برخوردار کہو۔'' ''اللھم بارك لی فی علمی و عملی رب زدنی علما''

ذہانت اور حافظہ یہ فطرت کی خاص بخششیں ہیں جو بعض بعض نفوس کو عطا ہوتی ہیں۔ مولوی صاحب کو یہ صفات تخمیناً بارہ برس کی عمر میں عطا ہو گئیں اور ایسا قابل بنا دیا کہ اس پر تجلیات ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکتا تھا اور ہمیشہ وہ قوت جو ربانی نکات کے سمجھنے میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔ وقتاً فو قتاً اس کا جوش اس روشن ضمیر میں پیدا ہوتا رہتا تھا۔ ایسی صورت میں نہ کسی کی تعلیم کی اتنی ضرورت تھی۔ نہ مطالعہ کرنے کی حاجت تھی۔ جو لوگ ضمیر جوہروں سے کسی قدر بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ میرے قول کی خود بخود تصدیق کریں گے اور جو قلب کے اتار چڑھاؤ، اس کی لیاقتوں اور صفتوں سے بھی نابلد محض ہیں نہ ان سے میرا کلام ہے اور نہ وہ اس باریکی کو سمجھ سکتے ہیں۔ (سوانح حیات ص ۳۱)

دعائے ولی اور کرامت کا آنکھوں دیکھا حال:۔ مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس روز سے (جس دن سے شاہ صاحب نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے دعا پڑھائی تھی) اگر میں نے سو صفحہ کی کتاب مطالعہ کی بالفظ تمامہ یاد نہیں رہی لیکن مضمون از سرتاپا یاد ہو گیا اس کے بعد مضمون کتاب جو میری نظر سے گزرا ہے۔ میرے تصور میں ہی رہتا ہے شاہ صاحب رخصت ہوئے اور آپ دور دراز تک وداع کرنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ وقت رخصت شاہ صاحب نے فرمایا لڑکے! جب تمہیں بلاؤں ضرور ملنا ہوگا کتابوں کو جس طرح ہو سکے ایک بار عبور کر لو۔ محنت کی کوئی ضرورت نہیں۔ خداوند کریم خود حافظ ہے۔ وہ حفظ کرائے گا محنت اور مشقت جس قدر ہو سکے یاد خدا میں کرو پھر دعا کی اور چل دیئے۔ (سوانح حیات ص ۳۳)

خواب میں بشارت اور طریقت کی ہدایت:۔ آپ چند روز گاؤں میں ٹھہر کر لاہور پڑھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ وہاں لال مسجد بازار حکیماں میں مولوی غلام محی الدین صاحب بگوی کے پاس پڑھنا شروع کیا دو ماہ بعد شاہ صاحب کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا تم مجھے ضرور ملو آپ علی الصبح ہی مولوی صاحب سے رخصت لے کر گڈ گور پہنچے (یہ موضع ضلع سیالکوٹ میں خاص مسکن شاہ صاحب موصوف کا ہے) شاہ صاحب نے آپ کو فرمایا۔ ۳۶ بار سورۃ یٰسین تہجد میں پڑھا کرو اور ساتھ ہی درود کبریت احمر کی اجازت دی اور زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرمایا اور فرمایا اجرائے لطائف یا ذکر وجود یا سلطان الاذکار یا حضور مطلق یا حضور دائمی یا مراقبات ان سے صوفیائے کرام متبعان سید الانام ﷺ نے یہ غرض معہود فی الذہن رکھی ہے کہ انسان کا تزکیہ نفس ہو کر افعال واعمال واقوال محمدی قبول کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سب وسائل اتباع کے ہیں۔ مقصود بالذات پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ (سوانح حیات ص ۳۳)

صوفی اور شیخ کامل کی علامت:۔ صوفی اور شیخ کامل لائق بیعت وہ ہوتا ہے جس کے افعال واعمال واقوال مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوں پیر کو عشق الٰہی حاصل ہوتا ہے اور فنافی اللہ اور حضور دائمی اس کا ہی نصیب ہوتا ہے۔ (سوانح حیات ص ۳۴)

مقام فنافی الرسول ﷺ کی انتہا:۔ آپ فرماتے تھے کہ شاہ صاحب کے وعظ نے میرے دل میں گھر کر لیا جتنے مدارج حب کے تھے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل ہو گئے۔ آپ کے وعظ نے میری کایا پلٹ دی مجھے پکا عاشق رسول ﷺ بنا دیا دل میں ایسا صدق ہوا کہ اتباع میں اگر میرے پرزے پرزے کئے جائیں یا مارا جاؤں یا جلایا جاؤں مگر یہ نعمت عظمیٰ ہاتھ سے نہ دوں گا۔ اس روز سے مجھے اس طرح معلوم ہونے لگا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے روبرو دیکھتا ہوں اگر مجھ سے خلاف سنت کوئی کام ہونے لگتا تو مجھے اس طرح معلوم ہوتا کہ خود رسول اللہ ﷺ منع فرما رہے ہیں میں ہر وقت نشہ محبت میں سرشار رہتا تھا۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو رخصت کیا اور فرمایا کہ ''میری حیات تک مجھے ملتے رہنا میں بھی تمہیں ایک وسیلۂ نجات سمجھتا ہوں شاید

تم ہی میرے لیے باقیات صالحات سے ہو۔ علم حاصل کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا''۔ آپ پھر لاہور تشریف لے آئے استاد صاحب موضع بگہ کو تشریف لے گئے تھے وہ ایک اور مولوی صاحب تھے جو علم میں پورے مگر اعمال میں ناقص تھے ان کی خدمت میں چند روز ٹھہرے اور ان سے کافیہ اور ہدایت النحو ختم کی۔ (مولوی صاحب کا نام مجھے بھول گیا ہے دریافت کرنے سے بھی معلوم نہیں ہوا۔ (سوانح حیات ص ۳۵)

خواب میں رہنمائی وتنبیہ:۔ ایک روز شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خواب میں ملنے کا اشارہ کیا۔ لیکن استاد نے اجازت نہ دی دوسرے روز پھر خواب میں وہی اشارہ ہوا پھر بھی استاد صاحب نے اجازت نہ دی۔ تیسرے روز شاہ صاحب نے خواب میں مل کر فرمایا ''یہ میری آخری ملاقات ہے تم مولوی صاحب بگہ والے سے پڑھنا شروع کرو۔ کیونکہ تمہارا موجودہ استاد دیندار نہیں اس ارشاد کے ہوتے ہی مولوی صاحب بلا اجازت کتابیں لے کر وہاں سے چل دیئے اور سیدھے شاہ صاحب کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے لیکن آپ کے پہنچنے سے پیشتر ہی شاہ صاحب رحلت فرما چکے تھے مولوی صاحب نے ان کے مزار شریف پر پھر نماز جنازہ ادا کی اور اپنے گاؤں میں واپس چلے آئے آپ کے والد صاحب نے فرمایا ''برخوردار تم نے بہت اچھا کیا۔ آ گئے اور مجھ سے بھی ملاقات ہوگئی دوسرے دن مولوی رحیم بخش صاحب آپ کے والد صاحب جماعت کے ساتھ نماز عصر میں مصروف تھے کہ رکعت چہارم کے سجدہ میں ہی جان دے دی بجز انا للہ وانا الیہ راجعون اور کیا چارہ ہو سکتا تھا۔ کفن و دفن سے فارغ ہو کر بعد چند روز کے مولوی صاحب موضع بگہ کو تشریف لے گئے اور مولوی احمد الدین صاحب برادر خورد مولوی غلام محی الدین صاحب سے پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ تمام کتابیں آپ نے ان ہی سے ختم کیں۔ (سوانح حیات ص ۳۶)

تکوینی راز پر اخفائے حال:۔ ایک مرتبہ مؤلف سوانح عمری کا گزر بگہ شریف سے ہوا اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی جب لوگوں نے سنا کہ مولوی غلام رسول صاحب کا بڑا بیٹا آیا ہوا ہے تو سب لوگ مجھے دیکھنے کے لئے آئے میرے ساتھ میرے تایازاد بھائی مولوی احمد علی صاحب مرحوم ساکن کوٹ بھوانیداس بھی تھے لوگوں نے مولوی صاحب کا ذکر شروع کیا ایک سفید ریش آدمی نے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ آپ کی طالب علمی کے زمانہ میں ہم اکٹھے دریا پر (جو قریب ہی تھا) نہانے کے لئے گئے۔ ہم سب نے معہ مولوی صاحب کے غوطہ لگایا۔ جب ہم نے نکل کر دیکھا تو مولوی صاحب نہ نکلے تھے۔ ہمیں بڑی تشویش ہوئی۔ بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر جب ۳ گھنٹہ کی تلاش کے بعد ہم مایوس ہو چکے تھے تو اچانک مولوی صاحب نے پانی سے سر نکالا اور ہمیں بہت خوشی ہوئی اور حیرت بھی ہوئی کہ اتنی مدت آپ کہاں رہے جب آپ سے اس دیر کا سبب پوچھا گیا تو خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا اور گاؤں کو چلے آئے اس معاملہ کے بعد آپ نے ہمارے ساتھ جانا چھوڑ دیا لیکن ہم یہ حیرت انگیز معاملہ دیکھنے کے لیے نظر بچا کر پیچھے پیچھے جایا کرتے اور ویسے ہی کئی دفعہ دیکھ کر حیران ہوتے۔ (سوانح حیات ص ۳۷)

دوران درس ذکر ومراقبات کی کثرت:۔ مولانا صاحب کو خداوند کریم نے اپنے فضل اور ایک بزرگ کی دعا سے ایسا عمدہ حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ سبق کی عبارت رواں ہی استاد سے پڑھ لیا کرتے اور مضمون کلہم ذہن میں رکھتے تھے اور پھر کبھی نہ بھولتے۔ آپ کے استادوں کو یہ ہرگز علم نہ تھا کہ آپ کا ایسا حافظہ ہے۔ اس لیے آپ کے ہر دو استاد یہ کہا کرتے تھے کہ مولوی غلام رسول ﷺ پڑھتا تو کچھ نہیں۔ شب و روز مراقبات میں ہی مشغول رہتا ہے نہ مطالعہ کرتا ہے نہ پڑھ کر دوبارہ سہ بارہ کہتا ہے خاندانی آدمی تھا ہمیں خیال تھا کہ کچھ پڑھ جائے مگر یہ پڑھنے کی طرف تو آتا ہی نہیں۔ خداوند کریم اس کے حق میں کوئی بہتری کی صورت کرے غرض اسی حال میں آپ نے درسی کتابیں تمام کیں۔ (سوانح حیات ص ۳۷)

مجذوب کی رہنمائی: جب آپ باقی علوم سے فارغ ہو چکے تو جو اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لگن لگی ہوئی تھی وہ آرام نہ لینے دیتی تھی یہ شوق دن بدن ترقی پر تھا کہ کسی استاد کامل سے حدیث پڑھی جائے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا پورا اتباع ہو سکے۔ اس لیے باشارہ جنگو شاہ مجذوب دہلی سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں معہ عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ حدیث پڑھنے کے لیے گئے۔ (سوانح حیات ص ۳۹)

اصلاح نفس اور حصول طریقت کے لیے اسفار

تلاش مرشد کا سفر:۔ جب آپ بگہ سے صرف ونحو وفقہ تفسیر وغیرہ کی تعلیم ختم کر چکے تو استاد صاحب سے رخصت لے کر اپنے گھر تشریف لے آئے۔ دادا صاحب سے سردار میہاں سنگھ پڑھتا تھا۔ وہ تایا صاحب کے قلعہ میں آ گئے اور یہاں کی بودوباش اختیار کی۔ مولوی صاحب کے دل میں جو عشق الٰہی کی لگن تھی وہ چین نہ لینے دیتی تھی چاہتے تھے کہ کوئی اس راستہ کا واقف ملے ہر طرف جویاں تھے آپ نے سنا کہ سوادبینر میں ایک بزرگ کامل رہتا ہے ان کے ملنے کے واسطے سفر اختیار کیا بصد مشکل آپ سوادبینر پہنچے اخوند صاحب رحمہ اللہ سے ملاقی ہوئے آپ فرماتے تھے کہ اخوند صاحب رحمہ اللہ بڑے زاہد، عابد، متقی ہیں لیکن سنت سے واقف کا کا شاہ صاحب مرحوم کا فیض اور وہ بیج توحید جو دل میں بویا گیا تھا وہ مخالف پانی سے کب سیراب ہوتا تھا وہ دماغ جو عطر اور مشک وعنبر کی خوشبو سے معطر تھا اس کو بوئے سیر کب بھاتی تھی آپ دو روز ٹھہر کر واپس آئے راستہ میں تربیلا علاقہ ہزارہ میں ایک گاؤں آتا ہے جب واپسی کے وقت وہاں پہنچے تو آپ اس جگہ کے ارباب یعنی نمبردار کے مہمان ہوئے۔ (سوانح حیات ص ۴۲)

مرشد باکمال کی خدمت میں حاضری:۔ نمبردار مذکور حضرت سید میر صاحب رحمہ اللہ مرحوم کوٹھہ والا کا مرید تھا اس شخص نے آپ سے سفر اختیار کرنے کا حال دریافت فرمایا۔ آپ نے کل حال کہہ سنایا۔ نمبردار نے حضرت میر صاحب رحمہ اللہ کی بہت تعریف کی۔ مولوی جامی رحمہ اللہ نے سچ فرمایا ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بساکیں دولت از گفتار خیزد

سنتے ہی زمام اختیار ہاتھ سے جاتی رہی دل کو قلق اور اضطراب شروع ہو گیا فرماتے تھے کہ رات مشکل سے کاٹی کس کو نیند اور کس کو آرام۔ میری عجب حالت تھی جس کو میں بیان نہیں کر سکتا علی الصبح بعد فراغت نماز روانہ ہوا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے۔

رشتہ درگردنم افگند دوست   مے برو آنجا کہ خاطر خواہ اوست

جس طرح بن سکا بصد وقت وہاں پہنچا دیکھتے ہی قدرے تسکین ہو گئی۔ میں نے حضرت صاحب سے سلسلہ بیعت دریافت کیا فرمایا میں بیعت شدہ سید احمد صاحب بریلوی مرشد مولوی اسماعیل صاحب رحمہما اللہ شہید کا ہوں مجھ کو ان سے ہی فیض حاصل ہے سنتے ہی دل باغ باغ ہو گیا تکان سفر و کوفت راہ بھول گیا بے ساختہ یہ اشعار منہ سے نکلے ؎

بہ بیداریست یارب یا نجاب ست   کہ جانمن زجاناں کامیاب است
بشبہائے سیہ کے بود امیدم   کہ گردروز زی نگونہ سفیدم
شبم راصبح فیروزی برآمد   غم و رنج شباروزی برآمد
شدم با نازنین خویش ہمراز   سزد اکنوں کہ برگردوں کنم ناز
دریں محنت سرائے غم چومن کیست   پس ازپژمردگی خرم چومن کیست
چہ بودم ماہی در ماتم آب   طپان بر ریگ تفاں زرغم آب
درآمد سیلے از ابر کرامت   بدریا برداز دیگم سلامت
کہ بودم گمرہے از ظلمت شب   رسیدہ ان زگراہیم برلب
برآمد از افق تابندہ ماہے   بکونے دوستم نمبودراہے
کہ بودم خفتہ بربستر مرگ   خلیدہ دررگ جان نشتر مرگ

درآمد ناگہاں خضر ازدرمن!! بآب زندگی شد یا ورمن!
بحمدللہ کہ دولت یاریم کرد زمانہ ترک جاں از آریم کرد!

مجھے دوبارہ زندگی حاصل ہوئی پژمردگی جاتی رہی اتناسرور ہوا کہ دنیا ومافیہا بھول گیا۔ کا کا شاہ صاحب والہ فیض دوبارہ عود کر آیا۔ خشک نہر جاری ہوگئی حضرت صاحب رحمہ اللہ میری طرف دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہتے تھے کہ یہ عجیب استعداد کا آدمی ہے میرے چراغ میں رمق باقی تھی روغن ڈالا گیا جومرادتھی وہ برآئی۔ (سوانح حیات ص۴۲،۴۳)

مرید باکمال پر مرشد کا استقبال:۔ حضرت سید میر صاحب رحمہ اللہ نے مجھے اٹھ کر سینہ سے لگالیا۔ (کا کا شاہ صاحب کی نسبت سید صاحب بریلوی سے مل گئی) اور فرمایا کہ تیری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں اور میری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں مجھے آج تک تیرے جیسا مشتاق سنت کوئی نہیں ملا۔ الحمدللہ خداوند کریم نے تمہیں بدعتیوں اور بے راہوں سے بچایا۔

مریدین کے لطائف سلوک فوری جاری ہوجانا:۔ حضرت کا فیض مثل موج دریا تھا کوئی بھی خالی نہیں جاتا تھا جو حلقہ میں بیٹھ جاتا یکبارگی اس کے تمام لطائف جاری ہوجاتے متبع سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا۔ (سوانح حیات ص۴۴)

مرشد کے کشف وکرامات حدوشمار سے باہر:۔ ان کے کشف وکرامات حساب سے باہر تھے جو شخص بیعت کے لیے جاتا اول اس کے عیوب سے اس کو مطلع کرکے پھر بیعت کرتے آپ کے وظائف مطابق سنت تھے اکثر اپنے معتقدین کو وہی فرماتے جو حدیث شریف میں آئے ہیں۔ چند روز وہاں ٹھہر کر واپس قلعہ میہاں سنگھ تشریف لے آئے گھر میں کب آرام تھا۔ خواب وخورش کم ہوگئی۔ تنہائی اختیار کرلی۔ اکثر جنگل میں ہی رہتے۔ اہل وعیال زبردستی روٹی کھلانے کو گھر بلاتے ہوا وہوس دنیا کی جاتی رہی۔ دنیاوی بات دل کو نہ بھاتی طالب علموں کو جواب دے دیا دل اور زبان پر ہر وقت ذکر جاری رہنے لگا۔ (سوانح حیات ص۴۴)

تلاش مرشد کا تیسرا سفر:۔ اس زمانہ میں خواجہ سلیمان صاحب تونسوی رحمہ اللہ بڑے مشہور بزرگ تھے۔ ان کی زیارت کے واسطے تونسہ کو روانہ ہوئے (آپ کی عادت شریف میں تھا کہ جب گھر میں آتے تو مجھے اور میرے دیگر بہن بھائیوں کو بلاتے اور فرماتے کہانی سنو آپ کی شیریں کلامی دل میں گھر کر جاتی تھی۔ ہم سب کے سب بھاگے بھاگے آتے۔ ہمیں فرماتے ''کیوں بھائی ہڈ ورتی سناؤں یا جگ ورتی''۔ ہم عرض کرتے ''ہڈ ورتی'' بس پھر آپ ایسے قصہ جات سناتے) فرماتے تھے جب تونسہ دو منزل رہ گیا ایک گاؤں میں مجھے رات آگئی وہاں کا امام مسجد بڑا فقیہہ محدث تھا روٹی کھلا کر میرا حال دریافت کیا جب اس نے مجھے ذی علم سمجھا مجھ سے چند مشکل مسائل دریافت کیے بعد تسکین خاطر بڑا خوش ہوا...... دوبارہ چند ماہ کے بعد پھر میں تونسہ گیا۔ اور اس گاؤں سے (جس میں وہ مولوی صاحب رہتے تھے) تونسہ پہنچا۔ خواجہ صاحب کی ملاقات ہوئی اور میں نے یہ خط لکھ کر پیش کیا۔ (سوانح حیات ص۴۴،۴۵)

خواجہ تونسوی کی خلافت اور تعویذات کی اجازت:۔ مجھ پر آپ نے بڑی مہربانی کی ہے اپنے مجربہ تعویذ اور وظائف سکھائے اور بلا بیعت ہونے کے مجھے اپنا خلیفہ ہونے کا لقب عطا فرمایا چند روز مجھے وہاں ٹھہرایا مجھ پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب تم کو مرید ہونے کی ضرورت نہیں تم خود لوگوں کو اپنا مرید بنایا کرو بعد رخصت میں گھر آیا۔ (سوانح حیات ص۴۷،۴۸)

مجذوب سے ملاقات کی رہنمائی:۔ چند روز رہ کر پھر آپ نے ارادہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کا کیا یہاں آپ کے سسرال تھا۔ اس علاقہ کے لوگوں سے آپ نے سنا کہ موضع بُچے علاقہ تخت ہزارہ میں ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک بزرگ ہیں یہ سب لوگ ان کے مرید تھے۔ ولی باکمال سنے جاتے تھے۔ فتح گڑھ سے ہی آپ بُچے کو روانہ ہوئے اس وقت سواری کا کوئی انتظام نہ تھا نہ ریل نہ موٹر اور نہ یکہ صرف شوق کی ریل پر سوار آپ چند یوم میں حافظ صاحب کی خدمت میں موضوع مذکور میں پہنچ گئے۔ ملاقات کے بعد حافظ صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس براہ راست آپ کا کوئی حصہ نہیں۔ مگر ایک مجذوب کے طفیل میرے فیض کا کچھ حصہ آپ کو ملے گا حافظ صاحب نے ایک خط لکھ کر

آپ کو دیا اور فرمایا کہ نام اس کا نامدار قوم کا مارتھ موضع گڑھی اعواناں میں ملک رحمت خاں کے گھر میں رہتا ہے۔ برا بھلا کہے گا آپ برا نہ منانا اور یہ میرا خط اس کو دے دینا اور میری طرف سے السلام علیکم کہہ دینا مولوی صاحب رخصت ہو کر اس موضع میں آئے۔ آپ کے ساتھ ایک طالب علم مطول پڑھنے والا تھا آپ کے مناسب حال کیا کسی شاعر نے کہا ہے۔

مجنوں صفتم دربدر و خانہ بخار   شاید کہ بہ بینم رخ لیلیٰ بہ بہانہ (سوانح حیات ص ۴۸)

مجذوب کا اطلاع علی الغیب دینا:۔ اس گاؤں میں آ کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کہیں باہر بیمار گدھے لے کر چراتا پھرتا ہے جب اس کے قریب پہنچے تو وہ دیکھ کر کہنے لگا۔ یہ تیرے ساتھ والا شخص حرام زادہ ہے۔ اس کو میرے پاس نہ لاؤ۔ دور چھوڑ کر میرے پاس آ جا کیا تم نہیں جانتے کہ اس کے والد نے ایک عورت کشمیر سے اغواء کی۔ یہ نطفہ قبل از نکاح ہے۔ کچھ اور بھی کہا جو اس کے لائق تھا۔ غرض جب مولوی صاحب مجذوب کے قریب ہوئے۔ حافظ صاحب کا خط اور سلام دیا۔ اپنی گودڑی بچھا کر مولوی صاحب کو اس پر بٹھایا اور بڑی عزت سے پیش آیا۔ بعدہ اس نے زمین پر ہاتھ مارا اور کہا چلا جا گوشت روٹی اور پلاؤ بہت ہے۔ خود کھاؤ اور لوگوں کو کھلاؤ (جو آپ کے پاس آویں) پھر ہاتھ اٹھا کر کہا کہ نہیں نہیں اتنی فراخی سے نفس سرکش ہو جاتا ہے۔ پھر زمین پر زور سے ہاتھ مارا اور کہا کہ ایک وقت گوشت روٹی اور پلاؤ اور دوسرے وقت دال روٹی خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی کھلاؤ ایک بڑا انخش نکال کر کہا کہ کون ہے۔ جو میری مہر لگائی ہوئی کو مٹائے۔ مولوی رومی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے۔

گفتن او گفتن اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آپ فرماتے تھے کہ اس روز سے میرا شوق ترقی کرتا گیا۔ میری شہرت بھی شروع ہوگئی کثرت سے لوگ میرے پاس آنے لگ گئے لیکن مجھے حضرت صاحب کوٹھہ والا کا شوق ملاقات آرام نہیں لینے دیتا تھا آپ کے حسب حال کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

پھروں میں یار کے غم سے مثل قیس دیوانہ   لگن میں یار کے اپنے دیا ہے چھوڑ کاشانہ

(سوانح حیات ص ۴۹)

مجذوب کا جذبہ خیر خواہی:۔ (وضاحت حاشیہ میں محشی مجذوب کے حالات بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) اس بزرگ کی عادت تھی کہ جب لوگ اپنے گدھوں سے خوب محنت کا کام لے کر بے کار اور دبلے کر کے چھوڑ دیتے تھے تو آپ از راہ عنایت سب کو اکٹھا کر کے جنگل میں محض بوجہ اللہ چرایا کرتے تھے جب گدھے پھر کام کے لائق اور تندرست ہو جاتے تھے تو مالک ان کو لے جایا کرتے تھے اور دوسرے بیکار شدہ چھوڑ جاتے یہی سارا دن آپ کا کام ہوتا تھا۔

گھر آ کر پھر ارادہ مصمم اس طرف کا کیا اور سفر کی تیاری کرنے لگے میرے بھائی کہتے تھے کہ یہ مجنون ہو گیا ہے یا اس کے پاؤں کو چکر آ گیا ہے یا آسیب زدہ ہے۔ یہ سکندر کی طرح آب حیات کی تلاش میں ہے بھلا بلا قسمت کہاں ملتا ہے یہ طعن اور ملامت میرے شوق کو زیادہ کرتے اور میری آتش شوق پر تیل کا کام کرتے مولوی جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

ملامت شحنہ بازار عشق است   ملامت صیقل بازار عشق است

آپ نے اپنی حالت سی پنوں میں خود مختصراً تحریر کی ہے وہ بعینہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

نظام الدین خادم جد مغفور   فضیلت مو ہوا ہر طرف مشہور
ریاضت تے سخاوت موں یگانہ   بکسر نفس بے مثل زمانہ!
خزانہ فیض دی کنجی زباں سی   نظامی گنجوثانی بیاں سی
کیا مجھ پر کرم سے اک نظارہ   ہویا غفلت دا پردہ پارہ پارہ

کیتی میں پرکرم سیتی عنایت   ہوئی تحصیل کریندی ہدایت
انہاندے بعد حضرت قبلہ گاہی   رحیم بخش میرے تکیہ گاہی
عجیبہ حسن صورت لبا معنے   تعالیٰ اللہ چہ دور اندیش دانا
کیتی اشفاق تے وافرعنایات   بھیجا لاہور میں دے خرچ حاجات
بخدمت مولوی صاحب یگانہ!   جو سن ممتاز فضلائے زمانہ
جو ساکن موضع بگہ شریف است   غلام محی الدین اسم لطیف است
دوجے حضرت میرے ہن احمد الدین   دونوں بھائی مبارک فیض آئین
کیتو نے علم دینی دی ہدایت   میرے پر لطف و شفقت بے نہایت
جو کس منہ نال انہانوں صلاحیں   مگر بیٹھا کراں ہر دم دعا میں
ہو یا پھر صوفیاں دا شوق غالب   پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
محرم ماہ موں سر ماندے آثار   گیارہ سوتیرھویں سٹھ پر چار
غلام ایہ پرگناہ بے چارہ گمنام   طلب درے درد نے چھوڑا نہ آرام
ہوا آخر موں آوارہ وطن سے   نہ خویشیاں سے خبر نہ خویشتن سے
چلا جذبہ الٰہی موں گرفتار   بحضرت صاحب کوٹھہ کے دیدار
انہاں روزاں میں آہا شوق غالب   پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
حکایت عاشقانہ بہت بھاوے   کہانی عشق دی دلنوں سکھاوے
خصوصاً بات سسی دی زیادہ   کرے سو زائد اور وازہ کشادہ
اسے کارن وچھوڑدی حکایت   تھلاند پوچھ رلبیدی روایت
لکھی اول میں درد اندی کہانی   ہوئی باقی ہوں سسی بارثانی
لکھا میں درد اپنے دا افسانہ   سسی پنوں دا قصہ کر بہانہ

(سوانح حیات ص ۵۱)

حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی بیعت برکت:۔ دوروز ہی ٹھہرے ہوں گے کہ صاحبزادہ محمد اعظم کابلی المعروف بہ عبداللہ الغزنوی رحمہ اللہ کوٹھہ میں تشریف آور ہوئے۔ جب آپ کی حضرت سید میر صاحب رحمہ اللہ سے آنکھیں چار ہوئیں تو محبت نے ایسا جوش دیا اور ایسا بے خود ہوکر ان پر گرے جیسے پانی پر پیاسا یا معشوق پر عاشق مجبور یا شمع پر پروانہ حضرت صاحب کوٹھہ والا نے بھی آپ کی بڑی عزت کی۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی حضرت صاحب کوٹھہ والا رحمہ اللہ سے بیعت کی آپ فرماتے تھے کہ عبداللہ صاحب نے محض اس سلسلہ میں داخل ہونے کے واسطے بیعت کی ہے ورنہ ان کو ضرورت بیعت کی نہ تھی۔ آپ نے عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے رشتہ اخوت باندھا۔ ایک روز دونوں صاحب حضرت صاحب کوٹھہ والا کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت صاحب نے مولوی صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تیرے اور عبداللہ کے درمیان اخوت کا نور عجیب طرح کا آتا جاتا ہے تم دونوں کو دیکھ کر مجھے بڑا حظ حاصل ہوتا ہے۔ خداوند کریم تم دونوں کی محبت میں ترقی دے۔ (سوانح حیات ص ۵۲)

نور باطن میں مجذوب کی خوشبو:۔ چند روز دونوں (حضرت مولانا عبداللہ غزنوی اور مولانا غلام رسول رحمہما اللہ) صاحب کوٹھہ شریف ٹھہر کر قلعہ میہاں سنگھ (یعنی اپنے مسکن) کو روانہ ہوئے۔ جب گجرات (پنجاب) کے قریب پہنچے تو مولوی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہاں ایک مجذوب کی خوشبو آتی ہے وہ ملنے کے قابل ہے۔

رستہ میں ہی ارادہ حدیث پڑھنے کا کر لیا تھا اور یہ قصد بھی تھا کہ دہلی جا کر حدیث پڑھی جائے سو اسی خیال کو دل میں لیے ہوئے مجذوب کی طرف روانہ ہوئے تا کہ اس سے دریافت کریں کہ حدیث کہاں سے پڑھیں۔ (سوانح حیات ص۵۲)

مجذوب جنگو شاہ کا استقبال اور رہنمائی:۔ اس مجذوب بزرگ کا نام جنگو شاہ رحمہ اللہ تھا جب آپ اس طرف روانہ ہوئے تو وہ اپنے حاشیہ نشینوں کو کہنے لگا کہ دیکھو دو شخص محمدی نمونہ صحابہ کرام رضوان علیہم چلے آتے ہیں مجھے کوئی کپڑا پہنا دو اور ان دونوں کے لیے فرش کر دو جب آپ اس بزرگ کے قریب پہنچے تو سائیں جنگو شاہ نے اٹھ کر استقبال کیا اور بٹھا لیا دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جنت اس طرف ہے یہ سن کر اس کے پاس کے لوگ حیران تھے کہ یہ کبھی کسی سے مخاطب نہیں ہوا۔ آج ہوش وحواس کی باتیں کرتا ہے جب مولوی عبداللہ صاحب و مولوی صاحب واپس آنے لگے تو کہنے لگا کہ لباس دیکھ کر نہ بھول جانا وہ شخص مسکین صورت ہے اور اس کا نام سید نذیر حسین رحمہ اللہ ہے اس سے پڑھنا یہ سن کر ان کی پوری تسلی ہوگئی پھر وہاں سے چل کر قلعہ میہاں سنگھ پہنچے اور آتے ہی مولوی صاحب عبداللہ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ چند ماہ ٹھہر کر پڑھنے کو جاؤں۔

چونکہ مولوی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تھوڑے ہی عرصہ سے اپنے وطن سے ہجرت کر کے آئے تھے اور ان کا بھی کسی جگہ قیام کرنے کا ارادہ تھا اور مولوی صاحب کو حضرت صاحب کوٹھہ والا نے فرمایا تھا کہ تم لاہور جا کر ٹھہر و اور وہاں وعظ کیا کرو۔ اس لئے مطابق فرمان کے دونوں صاحب ہی لاہور چلے گئے چند روز لاہور ٹھہر کر امرتسر چلے گئے باغ والی مسجد میں حافظ محمود صاحب کے پاس اقامت کی حافظ صاحب بھی ان کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ (سوانح حیات ص۵۲،۵۳)

وعظ دلپذیر یا کرامت عارفانہ:۔ جب وعظ مؤثر ہونے کا بہت چرچا ہوا تو وہ لوگ جو کبھی کسی کا وعظ سننا پسند نہ کرتے تھے وعظ میں آنے لگے اس زمانہ میں ایک مولوی مسمی غلام محمد صاحب وہاں رہتے تھے ہاتھ میں سونے کے کنگن رکھنے کے علاوہ مونچھیں بھی خلاف شرع لمبی لمبی سکھوں کی طرح رکھتے تھے، بہت علماء ان کے پاس جا کر ان کی لبوں کے خلاف شرع رکھنے سونے کے کنگن پہننے کے بارے میں بحث کر چکے تھے اور زک اٹھا چکے تھے مولوی غلام محمد صاحب کا دعویٰ تھا کہ مجھے کوئی عالم ان دو چیزوں کی حرمت کا قائل کر دے تو میں اسی وقت کنگن بھی اتار دوں اور لبیں بھی کٹوا دوں گا۔ اتفاقاً ایک دن وہ بھی مولوی صاحب کے وعظ میں آ گئے۔ یہ بھی ان کی حالت سے واقف تھے۔ مولوی صاحب نے آیات اور احادیث میں سے ان دونوں قباحتوں کی مذمت کے بارے میں بیان کرنا شروع کیا۔ عین وعظ میں مولوی غلام محمد صاحب نے کڑے تو خود اتار لیے اور مجلس میں ہی اٹھ کر باآواز بلند کہہ دیا کہ کوئی حجام اس مجمع میں ہو تو میری لبیں مولوی صاحب کے فرمان کے مطابق بنا دیوے یہ سن کر مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے ان کی لبیں درست کیں۔

جب یہ قصہ مشہور ہوا تو غیر مذاہب کے لوگ بھی وعظ میں آنے لگے کوئی وعظ خالی نہ جاتا تھا جس میں غیر مذاہب کے متعدد آدمی مسلمان نہ ہوتے۔ (سوانح حیات ص۵۴)

وعظ میں تمام اشکالات کا جواب مل جانا:۔ آپ کے وعظ میں ہمیشہ مشہور علماء اور بڑے بڑے فارغ التحصیل طلباء اس خیال سے آتے کہ ہم فلاں مسئلہ پر بحث کریں گے۔ لیکن وعظ سننے کے بعد کسی کو یہ چارا نہ ہوتا کہ بجز تسلیم اور کوئی کلام کرے۔ سب کے سوالوں کے جواب وعظ میں ہی آپ بیان فرما دیتے۔ بارہا تجربہ کے بعد لوگوں کا اتفاق ہو گیا کہ مولوی صاحب ولی اللہ ہیں۔ جو سائل جاتے ہیں سب کے مطالب وعظ میں حل ہو جاتے ہیں۔ چون وچرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ کا کوئی وعظ خالی نہ جاتا جس میں متعدد آدمی غیر مذاہب کے اسلام نہ لاتے۔ (سوانح حیات ص۶۰)

وعظ ولی کے ہندوؤں پر اثرات:۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ موضع گلوالہ کو جا رہے تھے راستہ میں ایک گاؤں بجول آتا ہے وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ بہت سی خلقت جمع ہے اور ڈھول بج رہا ہے مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر ایک شخص سے اجتماع کا سبب دریافت کیا اس نے کہا کہ نمبردار کا بیٹا چیچک سے لاچار ہے۔ اس وجہ سے وہ ماتا رانی کی پوجا کر رہے ہیں۔ آپ مجمع کے قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے اور وعظ کہنا شروع کیا۔ وعظ کا سننا تھا کہ لوگوں نے ماتا رانی کو گرا دیا اور آئندہ کے لیے اس امر شنیع سے تائب ہوئے۔

مولوی صاحب کا کوئی وعظ ایسا نہ ہوتا کہ آپ کے وعظ میں دس پانچ ہندو سکھ مسلمان نہ ہوتے۔

مولوی نورالدین صاحب خلیفہ المرزا قادیانی جب وہ راہ راست پر تھے اور جموں میں تھے میں بھی (مؤلف سوانح عمری) ان کے پاس قانونچہ، قطبی اور میر قطبی پڑھتا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر قرآن مجید بیان کیا ہے تو مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والوں نے ہی کیا ہے۔ (سوانح حیات ص ۶۴)

خواب ولی رہنمائی کا ذریعہ:۔ مولوی صاحب کو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ نے ایک دن فرمایا کہ ”میں خواب میں تم پر بلائے آسمانی نازل ہوتی دیکھتا ہوں۔ آپ کا گھر کو چلے جانا یہاں کے رہنے سے بہتر اور انسب ہے۔ مجھے اس خواب کے دیکھنے سے بڑا اضطراب ہو رہا ہے۔“ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مجھ کو مولوی عبداللہ صاحب بار بار فرماتے کہ تم یہاں سے گھر چلے جاؤ۔ ہر چند میں نے کہا کہ جب میں مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہوں تو آپ مجھ کو تسکین اور اطمینان دیں۔ نہ یہ کہ مجھے گھبرا دیں آخر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے اصرار پر آپ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کسی شخص نے گورنمنٹ سے شکایت کی کہ یہ انقلاب کی کوشش مولوی غلام رسول کے وعظ کے طفیل ہوئی ہے۔ انگریز چونکہ مبتلائے بلا تھے آپ پر نیز اور ہندوستانی مولوی صاحبان پر بدظن ہو گئے تھے۔ بہت سے عالم گرفتار ہو گئے۔ مولوی صاحب دہلی سے رخصت ہو کر وقت امرتسر پہنچے۔ دو روز حافظ محمود صاحب کی مسجد میں رہے۔ امرتسر میں ہی مولوی صاحب نے سن لیا تھا کہ میری گرفتاری کے لیے اشتہار جاری ہو گیا ہے۔ دو روز کے بعد آپ فتح گڑھ چلے گئے۔ ہمارے نانا صاحب مولوی عبدالحق صاحب زندہ تھے۔ گرفتاری کے اشتہار کا واقعہ سن چکے تھے۔ مولوی صاحب کے رشتہ داروں اور واقفوں کی طرف جاسوس اور ملازم سرکاری پھر رہے تھے اس زمانہ میں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر انگریز تھا فساد کے دوران جب سے اس کے دماغ میں کچھ جنوں سا ہو گیا تھا۔ وہ لوگوں کو صرف اتہام پر بلا تحقیق ہی پھانسی دلوا دیتا تھا نانا صاحب مولوی عبدالحق صاحب تمام دن گھر کے دروازہ پر بیٹھے رہتے تھے تاکہ کہیں مولوی صاحب کے آنے کا پتہ نہ لگ جائے۔ قصبہ فتح گڑھ میں دیوان نرنجن داس بڑا معزز اور مشہور شخص تھا۔ دیوان صاحب مولوی عبدالحق صاحب کے شاگرد تھے۔ ایک دن ملازمین سرکاری دیوان ترنجن داس کے پاس پہنچے اور مولوی صاحب کے وارنٹ گرفتاری دکھا کر مدد کے طالب ہوئے۔ دیوان صاحب نے درپردہ مولوی عبدالحق صاحب کو کہلا بھیجا کہ اگر مولوی صاحب یہاں ہیں تو علی الصبح وطن کو روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان کا اپنے ضلع میں چلا جانا بہتر ہے۔ وہاں ان کی عادت اور خصلت سے ہر شخص واقف ہے اور شاید کوئی حاکم بھی ایسا مل جائے جو محض اتہام کو چھوڑ کر شہادات اور آپ کے بیانات پر غور کرے اور فیصلہ کرے“۔ لہٰذا مولوی صاحب قلعہ میہاں سنگھ چلے گئے۔

حکیم غلام محمد صاحب جو آپ کے بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب کو پوشیدہ طور پر رہنے کے واسطے کہا۔ آپ نے فرمایا ”پوشیدگی میں عمر گزارنی مشکل ہے۔ قضاء الٰہی پر میں راضی ہوں۔ حاکم وقت میرے بیان بھی تو سنیں گے اور تحقیقات بھی کریں گے۔ یونہی شکایت پر مجھے پھانسی نہیں دیں گے آپ مجھے باہر نکلنے سے منع نہ فرمائیں“۔ دونوں بھائیوں نے آپس میں اتنی بات چیت کی اور حکیم صاحب مسجد کی طرف چلے گئے دیکھا تو مسجد میں ایک نووارد مسافر ہے حکیم صاحب نے روٹی وغیرہ کے متعلق پوچھا لیکن مسافر نے کھانے سے انکار کیا اس کی شکل اور قیافہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی انگریز ہے۔ حکیم صاحب فوراً مولوی صاحب کے پاس گھر پہنچے اور مولوی صاحب کو نووارد مسافر کا تبدیلی

لباس میں آنا جتادیا۔ ظہر کا وقت تھا مولوی صاحب بلا دھڑک مسجد میں آ گئے وہ مسافر مولوی صاحب کو دیکھتے ہی باہر نکل گیا۔ تھوڑے ہی وقفہ کے بعد پولیس کے سپاہی اور کپتان پولیس مع اس نو وارد مسافر کے مسجد میں پہنچ گئے اور مولوی صاحب کو گرفتار کرلیا اور لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔

عبدالسلام کشمیری قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڑا دلیر شخص تھا۔ اس نے تمام گاؤں میں منادی کر دی کہ مولوی صاحب پکڑے گئے۔ اب ہماری زندگی کس کام کی ہے۔ بغیر جاناں جہاں میں رہنا مزا نہیں دیتا۔ زن و مرد سوٹا لکڑی لے کر جمع ہو گئے۔ سپاہیوں کو گھیر لیا۔ مولوی صاحب نے بآواز بلند کہا میرے محبوموت گھبراؤ اور فساد نہ کرو اس طرح ہم سب کے سب مارے جائیں گے۔ میری زندگی اگر چاہتے ہو تو تم سب کے سب گھر چلے جاؤ میں بھی انشاء اللہ بخیریت جلدی گھر واپس آ جاؤں گا۔ غرض لوگ ہٹ گئے۔ آپ کے بڑے بھائی اور عمومی صاحب بدرالدین (یہ مولوی صاحب کے پھوپھی زاد بھائی تھے) اور مولوی علاؤالدین صاحب (گوجرانوالہ) یہ تینوں صاحب آپ کے ساتھ تھے۔ چالان لاہور ہوا کیونکہ مخبر لاہور ہی کا تھا۔

سکھدی جو سردار میہاں سنگھ کی بہو تھی۔ اس نے دیوان جوالا سہا صاحب ایمن آبادی کو کہلا بھیجا کہ مولوی صاحب گرفتار ہو گئے ہیں میں عورت ہوں کچھ کر نہیں سکتی۔ آپ میری مدد کریں اور میرے پیر اور استاد کی رہائی کے لیے کوشش کریں دیوان صاحب مذکور اتفاقاً اسی وقت جموں سے آئے تھے اور اپنی حفاظت کے لئے ایک سالم پلٹن جموں سے اپنے ہمراہ لائے تھے کیونکہ وہ وقت ہی اس وقت ایسا ہی تھا آپ مہاراجہ جموں کے وزیر تھے۔ بڑے مدبر تھے ہر طرف ہل چل مچی ہوئی تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ مولوی صاحب کو معہ گرفتار کنندگان کے میرے پاس لے آؤ۔ فوراً تعمیل ہوئی۔ اور سپاہی مولوی صاحب کو معہ گرفتار کنندگان کے دیوان صاحب کے پاس لائے دیوان صاحب نے فرمایا کہ گرفتار شدہ قانوناً اپنے ضلع کے سوائے کہیں جا نہیں سکتا۔ اس لیے مولوی صاحب کا مقدمہ گوجرانوالہ میں ہونا چاہیے۔ سپاہی مولوی صاحب کو دیوان صاحب کے پاس چھوڑ کر خود لاہور چلے گئے۔ دیوان صاحب مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر گوجرانوالہ چھوڑ آئے۔ بحکم صاحب ضلع چالان لاہور ہوا۔ اور آپ صاحب فنانشل کمشنر کے پیش ہوئے۔ جب آپ کو اس نے دیکھا تو آپ کو کرسی دے کر بآرام بٹھایا اور بعد بیان لینے حوالات بھیجے گئے۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کو گو حوالات میں رکھا گیا لیکن صبح کے وقت ہم مولوی صاحب کو آزادانہ طور پر ہی حوالات کی چھت پر پھرتے دیکھتے اور آپ چھت پر ہی وضو کرتے اور نماز ادا فرماتے۔

محمد المعروف چٹو لاہور میں پٹولی کا کام کرتا تھا یہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے درخواست دے کر اپنی روٹی کھلانی منظور کرالی۔ بابا چٹو بیان کرتے تھے کہ ہم کو کام کاج سب بھول گیا۔ آرام و چین حرام ہو گیا۔ قدرتاً لاہور میں ایسی ہل چل شروع ہو گئی کہ ہر فرد و بشر یہی کہتا تھا کہ اگر مولوی صاحب رہا ہو گئے۔ تو ہماری زندگی بھی ہوگی۔ ورنہ ایسی زندگی سے مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ تاریخ فیصلہ سے پیشتر لاہور اور اس کے گردونواح دیہات میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مولوی صاحب کو پیش ہوتے ہی پھانسی کا حکم دیا جائے گا حیرانگی تھی کہ کسی حاکم وقت کی زبان کا تو یہ کلمہ نہیں ہے یہ منادی خدا جانے کس نے کر دی۔ تاریخ پیشی پر معلوم نہیں کہ صرف لاہور کے ہی باشندے تھے یا کس کس جگہ کے تھے اتنا کثیر مجمع ہو گیا کہ میں نے ایسا مجمع آج تک نہیں دیکھا سبحان خان رسالدار نے معہ پلٹن جنگی سامان سے مسلح ہو کے فنانشل کمشنر صاحب کی کوٹھی پر پہنچ کر سلام کیا۔ (سوانح حیات ص ۶۴ تا ۶۹)

بازیابی مرشد کیلئے مریدین کا احتجاج :۔ فنانشل کمشنر صاحب نے رسالدار صاحب سے دریافت کیا کہ تم اس صورت میں میرے پاس کیوں آئے۔ اس نے کہا کہ حضور تھوڑی سی تکلیف فرما کر اس دریچہ سے باہر تو دیکھیں کس قدر خلقت مارنے مرنے کو تیار ہے مسٹر منٹگمری فنانشل کمشنر نے جب نظر کی تو حیرت کی حد نہ رہی تا حد نظر خلقت دکھائی دیتی تھی اور چاروں طرف ایسی ہی حالت تھی۔ رسالدار صاحب سے پوچھا گیا کہ اتنے آدمی کیوں جمع ہو گئے ہیں۔ عرض کی کہ لوگوں نے سنا ہے کہ جناب نے مولوی غلام رسول صاحب کے لیے پھانسی کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ مسٹر منٹگمری نے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے ہم نے کوئی حکم نہیں دیا۔ سبحان خان نے کہا کہ حضور نے حکم تو نہیں دیا

مگر یہ شخص جو ناحق گرفتار ہوا ہے یہ تمام پنجاب کا استاد اور پیر ہے۔ یہ خلقت صرف انہیں کی خاطر جمع ہوئی ہے اور سب لوگ مارنے مرنے کو تیار ہیں۔ (سوانح حیات ص ۶۹)

باہمی منافرت سے کوسوں دور:۔ مولوی صاحب کی طبیعت میں شر کی بو تک نہ تھی۔ بعض لوگوں کا مقصد آپ سے مسائل دریافت کرنے کا اکثر یہ ہوتا تھا کہ اختلافی مسئلہ پر کوئی بحث چھڑ جائے گی مگر مولوی صاحب کو خداوند کریم نے ایسا ذہن اور لیاقت عطا فرمائی تھی کہ شریروں کا مقصد پورا نہیں ہونے پاتا تھا دوران وعظ ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت مہربانی فرما کر مقلد اور غیر مقلد کی بابت فیصلہ کن بیان فرمائیے کہ دوبارہ ضرورت دریافت کی نہ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی یہ سمجھ کی بات ہے اور ہے بھی بڑی موٹی بات۔ مثال اس کی یوں ہے کہ جیسے ایک تالاب سے چار نالیاں پانی کی بہتی ہیں۔ سو کوئی شخص خواہ کسی نالی کا پانی پیئے وہ تالاب ہی کا پانی ہوگا۔ اور اگر کوئی شک والی طبیعت والا براہ راست تالاب سے ہی جا کر پیئے تو وہ بھی اسی تالاب ہی کا پانی ہے۔ یہی مثال مقلد اور غیر مقلد کی ہے۔ صرف دل میں یہ خیال ہونا ضروری ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے فعل اور قول کے سامنے کسی کی وقعت نہیں اور یہی ائمہ مجتہدین کا فرمان بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں تفریق پیدا کرنی اور ناحق تکفیر کرنی یہ دونوں بہت بڑے گناہ اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا بیان اس بات کا شاہد ہے کہ جب آپ تورات لینے کو کوہ طور پر خدا کے حکم سے گئے تو پیچھے سامری کی شرارت سے بچھڑے کی پوجا شروع ہوگئی۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے بھائی پر غضبناک ہوگئے تو ہارون علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں تفرقے سے ڈر گیا تھا۔ (ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل) پیغمبر بھی تفرقہ کے گناہ کے ارتکاب سے ڈرتے تھے معلوم نہیں کہ آج کل کے نام نہاد فقراء کس دلیری اور جسارت سے تفرقہ اندازی اور تکفیر کی مشین سے کام لیتے ہیں اس گناہ کے ارتکاب سے ہر ایک مسلمان کو ضرور بچنا چاہئے۔ (سوانح حیات ص ۷۱)

دل شکنی ودل آزاری سے نفرت:۔ کسی کی دل شکنی مولانا صاحب کرنی جانتے ہی نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے وعظ میں ہزارہا لوگ جمع ہوتے تھے۔ اور سب کے سب اس قدر زیر اثر تھے کہ غیر مذاہب والے بھی اپنا ہی مذہب لے کر کم ہی واپس جاتے تھے۔ اکثر توحید کو مان کر کلمہ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ پڑھ کر ہی جاتے۔ آپ کا وجود مبارک قدرت الٰہی کا ایک نشان تھا۔ لوگوں کے دلوں کے واسطے مقناطیسی کشش رکھتا تھا۔ آپ کا وجود قرن میں یکتا تھا۔ اس قدر مقبول اور اس درجہ کا آدمی لوگوں کی نظروں میں کوئی بھی نہ جچتا تھا۔ آپ کے فرمان کو لوگ دل وجان سے ماننے کے لیے تیار رہتے تھے پنجاب اور ہندوستان کے لوگ آپ کے زیر اثر تھے۔ بڑے بڑے مسلمان سردار ہمارے خاندان کے شاگرد تھے اور آپ کا حکم کماحقہ مانتے تھے۔ لوگوں کا آپ پر بہت حسن ظن تھا۔ (سوانح حیات ص ۷۲)

صوفی بے مثال کے فیض یافتہ علمائے اہلحدیث:۔ آپ سے فیض یافتہ علماء کے نام مندرجہ ذیل ہیں اور یہ فہرست محض ان علماء کی ہے۔ جو مشہور اور منبع فیض ہوئے ہیں۔

(۱)۔ مولوی علاؤالدین صاحب ساکن گوجرانوالہ (۲)۔ مولوی محمد عظیم اللہ صاحب موضع بڑبن ضلع میرپور
(۳)۔ مولوی محمد صاحب موضع بکن ضلع گوجرانوالہ (۴)۔ مولوی محمد عثمان صاحب سکنہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور
(۵)۔ مولوی قطب الدین صاحب ضلع فیروز پور (۶)۔ مولوی محمد علی صاحب میر واعظ سکنہ بوپڑہ ضلع گوجرانوالہ
(۷)۔ مولوی محمود شاہ صاحب واعظ سکنہ ڈھینڈہ ضلع ہری پور ہزارہ (۸)۔ مولوی بدرالدین صاحب سکنہ سیالکوٹ
(۹)۔ مولوی بدرالدین صاحب ساکن گلوالہ ضلع گوجرانوالہ (۱۰)۔ مولوی احمد علی صاحب ساکن کوٹ بھوانیداس ضلع گوجرانوالہ
(۱۱)۔ مولوی شمس الدین صاحب ساکن جموں (۱۲)۔ حافظ کرم الدین صاحب سکنہ جموں
(۱۳)۔ حافظ ولی اللہ صاحب لاہور (۱۴)۔ مولوی عبدالعزیز صاحب ناظم انجمن اہلحدیث لاہور بانی انجمن حمایت الاسلام لاہور
(۱۵)۔ حافظ گوہر سکنہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ (۱۶)۔ حافظ غلام محمد صاحب سکنہ سدہا کمبوہ ضلع شاہ پور

(۱۷)۔ مولوی برہان الدین جہلمی (۱۸)۔ مولوی محمد نعمان صاحب سکنہ جہلم

(۱۹)۔ مولوی نور احمد صاحب سکنہ کھائی ضلع جہلم (۲۰)۔ مولوی نور احمد صاحب سکنہ چنیوٹ

(۲۱)۔ مولوی غلام حسین صاحب سکنہ ساہووالہ چیمہ ضلع سیالکوٹ (۲۲)۔ مولوی عمر الدین صاحب حال مقیم بقایا بٹالیاں گوجرہ، ضلع لائلپور۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے تعلیم حاصل کی۔ اور فیض پایا مگر مجھ کو صرف ان ہی سے واقفیت ہے۔ (سوانح حیات ص۷۲، ۷۳)

ولی یگانہ فخر زمانہ: اول اول آپ ہی نے پنجاب میں وعظ کہنا شروع کیا۔ بت شکنی اور توحید کا بیج بویا۔

ہر زمانہ میں بڑے بڑے ذہین اور طباع ہو گزرے ہیں۔ مثلاً شیکسپیئر جیسا ڈرامٹک، کالیداس جیسا شاعر اور دیاس جیسا جامع دید مگر مقبولیت ایک دوسری چیز ہے جسے مولا بنائے وہی مقبول بنتا ہے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ

نکوئی گر روذ زیں بحر نیکو تر شود پیدا
چو گیرد قطرہ راہ عدم گوہر شود پیدا

خداوند کریم نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ”ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے“۔ یہ خدا ہی کی ودیعت تھی جو مولانا صاحب کو عطا ہوئی تھی اور اس بخشش کے لائق بھی وہی برتر ذات مولانا صاحب مرحوم کی تھی ورنہ آپ کے دو اور حقیقی بھائی بھی تھے اور اقرباء میں بھی بہت سے آدمی تھے لیکن جو کچھ آپ کو مقبولیت حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ (سوانح حیات ص۷۳، ۷۴)

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی ۶۵ کرامات

جوش ولی یا مجذوب کی بڑ (کرامت):۔ قلعہ میہاں سنگھ میں ایک گلاب نام چوکیدار تھا۔ وہ موضع مرالیوالہ میں چوکیدار مقرر ہو کر چلا گیا۔ وہاں ایک بیوہ دھوبن تھی۔ اس کے دام الفت میں گرفتار ہو گیا۔ جب مرالیوالہ کے باشندوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے گلاب کو وہاں سے نکال دیا وہ واپس ”قلعہ میہاں سنگھ“ میں آ گیا اب چوکیدار نے یہ دستور مقرر کر لیا کہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور یہ کہتا کہ حضرت میں مر چکا ہوں۔ ایک دن مولوی صاحب کے ایک خادم بڈھا کشمیری کو سفارشاً ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا اور دستور کے موافق مولوی صاحب کو دابنا شروع کیا اور اپنی سابقہ درخواست پیش کی۔ بڈھا نے بھی مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت اس بات میں کیا گناہ ہے۔ عورت بیوہ ہے۔ اگر اس کا نکاح ہو جائے تو کار ثواب ہے۔ آپ نے بڈھا کشمیری کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس سے قسم لے لو کہ یہ شخص قبل از نکاح اس کو مس نہ کرے۔ گلاب نے قسم اٹھائی کہ قبل از نکاح بالکل عورت مذکورہ کو مس نہ کروں گا۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ بعد از نماز عشاء اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر ”مرالی والا“ کی طرف منہ کر کے تین دفعہ یہ لفظ کہنا آجا آجا آجا تین روز ایسا ہی کر کے پھر مجھے بتانا تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آ گئی اور کہنے لگی کہ پرسوں عشاء سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہو گیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا اور متواتر تین روز اندر ہی رہا تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور اس موذی کو پکڑ لاؤ وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا فوراً گیا اور گلاب کو پکڑ لایا مولوی صاحب نے کہا کہ جا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا۔ وہ لوٹ کر گھر گیا۔ وہ عورت جیسے آئی تھی ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔ (سوانح حیات ص۱۰۰)

ایک حرف پڑھنے کی بدولت مقدمہ خون میں مرید کی خلاصی (کرامت):۔ جوایا نام نمبردار ساکن موضع بھرت لوتھ ضلع شاہپور کسی کا مرید تھا۔ ایک مقدمہ خون میں گرفتار ہو گیا۔ شہادات خون اس پر گزر چکی تھی اس نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس کو ایک حرف پڑھنے کے لیے فرمایا اور کہا کہ تم نے تین روز اس کو متواتر پڑھنا۔ انشاء اللہ بری ہو جائے گا۔ خدا کے فضل سے وہ بالکل بری ہو گیا۔ جرمانہ تک بھی نہ ہوا۔ (سوانح حیات ص۱۰۰)

تنگ دست کی پریشانی دور ہو جانا (کرامت):۔ عمر اگھمار سکنہ ستراہ سندھواں ضلع سیالکوٹ کا باشندہ چودھری فیض بخش ذیلدار کا

ملازم تھا اہل وعیال کی زیادتی کے باعث گزران بہت تنگ تھی۔ اتفاقاً آپ وہاں تشریف لے گئے عمرا نے مولوی صاحب کے پاس تنگی معاش کی شکایت کی آپ نے اس کو فرمایا کہ ''یاحی یا قیوم برحمتك استغیث'' بلاتعداد ہروقت بلاوضو اور باوضو پڑھا کرو اور معنی کی طرف خیال رکھنا مولا کریم فضل کردے گا اس نے آپ کے فرمانے پر عمل کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں متمول ہوگیا اور موضع ستراہ میں ہی کافی زمین خرید لی۔
(سوانح حیات ص ۱۰۱)

ضرورت کے دو ہزار نورانی اور مؤکل کی حاضری (کرامت):۔ سلیمان بنگالی طالب علم آپ کے پاس تا حیات رہا آپ کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف کو چلا گیا۔ اس نے میرے سامنے بیان کیا کہ مولوی غلام محمد صاحب حکیم برادر کلاں مولانا صاحب (مرحوم) (شیخ غلام حسین بھیروی) کے مبلغ دو ہزار روپیہ کے قرض دار تھے۔ اس نے دعوے کر کے ڈگری حاصل کی اور قید کا خرچ رکھ دیا۔ مولوی صاحب مرحوم گھر میں موجود نہ تھے جس روز حکیم صاحب گرفتار کیے گئے اسی روز عصر کے قریب مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ مطابق سنت نبوی ﷺ پہلے مسجد میں آئے اور پوچھا کہ بھائی صاحب کہاں ہیں میں نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ مولوی صاحب کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو یہ امر نہایت ہی شاق گزرا ہے۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا سلیمان! ایک لوٹا پانی کا بھر لو۔ اور میرے ساتھ آؤ۔ ہمارے گاؤں کے نزدیک بجانب جنوب باغ ہے۔ (اس کے مشرق کی طرف کھلا میدان ہے) جب آپ باغ کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے گرد حصار کھینچ لیا اور فرمایا کہ لوٹا مجھے دے دو۔ آپ حصار کے اندر ہی وضو کر کے قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنا شروع کیا میں بھی قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا کہ ایک سوار سفید پوش مغرب کی طرف سے آ کر کہنے لگا کہ لو یہ ہزار روپیہ کا بدرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت دینے والے نے کہا ہے کہ باقی روپیہ وہ چھوڑ دے گا۔ آپ اسی وقت گاؤں سے روانہ ہو گئے شیخ غلام حسین کو تلاش کر کے روپیہ دیا اور کہا کہ باقی روپیہ میں آپ کو جلدی ادا کر دوں گا۔ شیخ غلام حسین نے ایک ہزار روپیہ لے لیا اور باقی کا روپیہ چھوڑ دیا مولوی صاحب حکیم صاحب کو رہا کرا کر واپس تشریف لے آئے۔ (سوانح حیات ص ۱۰۲)

نمبردار کی موت اور جنازہ (کرامت):۔ حافظ غلام محمد صاحب ساکن سدہ ضلع شاہپور ایک دن مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولوی صاحب کو دیکھ کر بہت روئے مولوی صاحب نے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ گاؤں کا نمبردار مجھے سخت ایذا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے میری اور نمبردار کی عداوت کی وجہ محض شریعتی امور ہیں۔ مولوی صاحب سن کر خاموش ہو گئے حافظ صاحب فرماتے تھے کہ میں تین روز آپ کی خدمت میں رہا مولوی صاحب اپنی جوتی صبح کے بعد زمین پر پانچ دفعہ زور سے مارتے تیسرے روز مجھے فرمایا کہ حافظ جاؤ جلدی پہنچنا تاکہ اس نمبردار کا جنازہ تم ہی پڑھاؤ تاکہ دشمن سے بھی کچھ مل ہی جائے۔

حافظ صاحب کا بیان ہے کہ جب میں گاؤں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اس نمبردار کا جنازہ لیے جا رہے ہیں۔ حسب فرمان مولوی صاحب اس کا جنازہ میں نے جا کر پڑھایا۔ (سوانح حیات ص ۱۰۲)

ولادت لڑکی کی خوشخبری (کرامت):۔ موضع سدہ کے نزدیک ایک گاؤں کوٹلی ہے حافظ غلام محمد صاحب نے بیان فرمایا کہ وہاں ایک زمیندار لاولد تھا وہ اپنی عورت اور مجھے ہمراہ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا حضرت میرے لیے آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد دے اگر خداوند کریم نے لڑکا عطا کیا تو یک صد روپیہ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کروں گا اور اگر لڑکی ہوئی تو پچاس روپیہ۔

مولوی صاحب نے اسی مجلس میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کے بعد فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم کو لڑکی عطا کرے۔ خدا کی قدرت اس زمیندار کو اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا کی۔ مولوی صاحب تو فوت ہو چکے تھے حافظ صاحب نے اس زمیندار سے پچاس روپے نذرانہ مجھے دلوایا۔
(سوانح حیات ص ۱۰۳)

شاہ جنات کا بات مان لینا (کرامت):۔ موضع بڈھا گورائیہ متصل ستراہ سندھواں ضلع سیالکوٹ میں مسمی نمبردار تھا اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو بڑا جوان اور خوبصورت تھا اور خوش آواز تھا اس کو فالج ہوگیا اور بہت علاج معالجہ کے بعد حکیموں نے اس کو لا علاج کر دیا۔ مولوی صاحب اتفاقاً ستراہ تشریف لے گئے بیغم سنتے ہی مع اپنے مریض بیٹے کے حاضر خدمت ہوا آپ مریض کا ملاحظہ فرمانے کے لئے آگے بڑھے اس نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے نام پوچھا اس نے نام بتایا بیغم نے کہا یہ میرے لڑکے کا نام نہیں۔ آپ سمجھ گئے کہ اس میں جن داخل ہے۔ جن سے پکڑنے کا سبب دریافت کیا جن نے کہا کہ حضرت میں اپنے بادشاہ کا مامور ہوں ایک دن ہمارا گزر ان کے کنوئیں پر سے ہوا۔ ہم ان کے کنوئیں پر ٹھہر گئے یہ گادھی پر بیٹھا ہوا تھا سحری کے وقت اس نے نہایت خوش الحانی سے چند اشعار پڑھے۔ اس کی خوبصورتی اور خوش آوازی سے ہمارے بادشاہ کی لڑکی اس پر عاشق ہوگئی۔ بادشاہ کو غیرت آئی اس نے مجھے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو اور اس کا بدن سکھا سکھا کر اس کی جان نکالو اسی روز سے میں اس کو پکڑے ہوئے ہوں مولوی صاحب نے پوچھا کہ بادشاہ اس وقت کہاں ہے جن نے جواب دیا کہ اس وقت کشمیر میں ہے آپ نے فوراً اس کو حاضر کیا اور کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ بالآخر بہت اصرار کے بعد جنوں کا بادشاہ چھوڑنے پر راضی ہوگیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ (سوانح حیات ص ۱۰۴)

لاعلاج چنبل کا دم سے شفا پا جانا (کرامت):۔ قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حافظ صاحب لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے ان کے چہرے پر چنبل ہوگیا۔ ہر چند علاج کیا لیکن صحت یاب نہ ہوئے میں بھی (مؤلف سوانح عمری) حافظ صاحب کے پاس پڑھتا تھا۔ آپ میرا سبق سننے کے لیے مسجد کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ بعد فراغت حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے چہرے کی طرف خیال فرمائیں آپ نے دیکھ کر پوچھا کہ علاج نہیں کرایا؟ حافظ صاحب نے عرض کی کہ حضرت علاج کراتے کراتے سال کامل گزر چکا ہے مگر بجائے فائدہ کے نقصان ہی ہوا اور دن بدن زیادتی میں ہی ہے۔ اب خدائی علاج چاہتا ہوں آپ نے دم کیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب! تین روز متواتر دم کرانا۔ حافظ صاحب نے مطابق فرمان تین دن دم کرایا اور بالکل اچھے ہوگئے۔ (سوانح حیات ص ۱۰۴)

گمشدہ زیور کی غیبی اطلاع (کرامت):۔ حاجی کرم الٰہی باشندہ قلعہ میہاں سنگھ نے بیان کیا کہ میری شادی کے موقع پر میری والدہ کا زیور گم ہوگیا۔ جس جگہ رکھا تھا بہت ہی دفعہ وہاں دیکھا۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا کسی اور جگہ یا ہر جگہ بھی تلاش کیا لیکن بے فائدہ۔ میری والدہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور زیور کے گم ہونے کا ذکر کیا آپ نے فرمایا جاؤ جس جگہ رکھا تھا وہیں پڑا ہوا ہے میری والدہ نے پھر آ کر دیکھا تو زیور اسی جگہ پڑا تھا۔ (سوانح حیات ص ۱۰۵)

مرشد کا تہجد میں جگانا (کرامت):۔ چودھری محمود خاں سکنہ ستراہ سندھواں نے بیان کیا کہ ابتدا میں میری حالت بہت شکستہ تھی۔ آپ ایک دفعہ ستراہ تشریف لائے میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی خراب حالت آپ کو سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ اسم الله الصمد ہر روز بلا تعداد معینہ پڑھا کرو اور نماز تہجد بھی ادا کیا کرو میں نے آپ کے فرمان پر عمل کرنا شروع کر دیا اور چند روز میں ہی متمول ہوگیا۔ یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ میرے پاس مال کہاں سے آ گیا۔ جس دن سے مولوی صاحب نے نماز تہجد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے ایک دن بھی نماز تہجد میں ناغہ نہیں ہوا۔ اگر کسی دن میں عمداً سو بھی جاؤں تو مولوی صاحب خود مجھے جگا دیتے ہیں۔ (سوانح حیات ص ۱۰۵)

سرکش جن کا آپ کا ادب واحترام کرنا (کرامت):۔ سلیمان بنگالی بیان کرتا تھا کہ میں مولوی صاحب مرحوم کی وفات کے بعد دہلی چلا گیا۔ وہاں ایک صاحب کو جن کا دخل تھا۔ بہت عاملوں نے جن نکالنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے۔ گھر والے مایوس ہو چکے تھے۔ جب صاحب جن کے گھر والوں نے سنا کہ مولوی صاحب قلعہ والوں کا شاگرد یہاں آیا ہوا ہے تو وہ مجھ کو بُلا کر لے گئے جن ہر وقت حاضر ہی رہتا تھا۔ اس لیے مجھے حاضر کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ مولوی صاحب بہت مشہور عالم و عامل تھے۔ میں نے اس جن کو جاتے ہی کہا کہ میرے استاد مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ والے تم کو السلام علیکم کہتے تھے جن نے سن کر کہا کہ کہتے تو یہی ہوں گے کہ نکل جا مگر میرا ارادہ نکلنے کا نہ تھا اچھا لو جاتا ہوں پھر نہ آؤں گا۔ (سوانح حیات ص ۱۰۶)

عاشق جن کا لڑکی کو چھوڑ جانا (کرامت):۔ ایک دفعہ ایک عورت نوشادی شدہ کو اس کے وارث قلعہ میہاں سنگھ لائے اور مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر کیا وہ عورت جن کے مس کی وجہ سے بے ہوش تھی جب آپ کے سامنے آئی تو اٹھ کر بیٹھ گئی آپ نے اس جن کو فرمایا کہ اس عورت کو چھوڑ دے وہ بولا کہ حضرت میں اس کا عاشق ہوں۔ آپ نے اس کو زجر و توبیخ کی آخر وہ مان گیا کہ میں نکل جاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ کوئی نشان دے جاؤ جن نے عرض کیا کہ جو آپ فرمائیں بجالانے کو تیار ہوں آپ نے فرمایا کہ وہ گھڑا جو اپنی جگہ پر پڑا ہوا ہے یہاں چھوڑ جاؤ چنانچہ وہ گھڑا چلتا چلتا سیڑھیوں پر سے ہو کر مولوی صاحب کی چارپائی کے نزدیک ٹھہر گیا یہ دیکھ حاضرین حیران اور ششدر رہ گئے۔ (سوانح حیات ص ۱۰۶)

ناخواندہ شخص پر دم کرنے کے اثرات (کرامت):۔ حاجی امام الدین ماسٹر ٹیلر قلعہ میہاں سنگھ اکثر بیان کرتے تھے کہ میں بالکل کند ذہن تھا اوران پڑھ بھی تھا۔ میرے بڑے بھائی عبداللہ ایک دن مجھے ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت امام الدین بالکل کورا ہے۔ معمولی حساب کتاب نہیں کر سکتا آپ نے فرمایا کہ جاؤ لوٹا میں تھوڑا سا پانی لے آؤ پانی لایا گیا آپ نے اس پر دم کر کے فرمایا امام الدین اس کو پی جاؤ گزارے کے لئے تم حساب کتاب کر لیا کرو گے۔ آپ کی دعا اور اللہ کے فضل سے اس دن سے میں حساب میں بہت کم غلطی کھاتا ہوں اور معمولی خط و کتابت بھی کر سکتا ہوں۔ (سوانح حیات ص ۱۰۶)

جنات دیکھنے کی خواہش کا پورا ہو جانا (کرامت):۔ عبداللہ کشمیری المعروف دری جراح ساکن قلعہ میہاں سنگھ بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں نے عرض کی کہ حضرت جن کس طرح کے ہوتے ہیں آپ نے پوچھا کیا تم دیکھنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں آپ چپ ہو رہے۔ دوسرے روز میں لاہور جانے کو تیار ہوا اور مولوی صاحب کو ملنے کے واسطے بالا خانہ پر جو کہ مسجد کے قریب تھا گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ عبداللہ! وہ خواہش جو تم نے ظاہر کی تھی آج راستہ میں پوری ہو گی (یعنی آج راستہ میں تجھے جن دکھائی دیں گے) میں نے بہت منت سماجت اور عرض کیا کہ حضور مجھے بن دیکھے ہی خوف ہو رہا ہے مجھے یقین ہے کہ جن ضرور ہیں مجھے معافی دی جائے۔ (سوانح حیات ص ۱۰۷)

یا محیط سے حفاظت جان و مال (کرامت):۔ کرم داد المعروف ملاں جو ملتان میں دکان کرتا تھا اس نے بیان کیا کہ میرا باپ مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا حضرت ہم مال لانے کے لیے تیار ہیں راستہ میں بہت نقصان ہوتا ہے آپ کچھ پڑھنے کے لئے فرما دیں۔ تاکہ ہمارا مال محفوظ رہے۔ آپ نے فرمایا جس جگہ تم رات کو ٹھہرو اپنے مال کے گرداگرد اسم "یا محیط" ایک سو ایک دفعہ پڑھ دیا کرو۔ ہم راستہ میں مطابق فرمان مولوی صاحب عمل کرتے رہے خدا کے فضل سے ہم صحیح سالم مال لے کر پہنچ گئے حالانکہ ہمارے ساتھیوں کا کئی دفعہ نقصان ہوا ہم اب تک یہی پڑھتے ہیں راستہ میں کبھی نقصان نہیں ہوا۔ (سوانح حیات ص ۱۰۷)

لاپتہ بیٹے کا فوری گھر آ جانا (کرامت):۔ ایک حجام آپ کی حجامت کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ حضرت میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے۔ معلوم نہیں وہ کس جگہ ہے زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ ایک ہی بیٹا ہے۔ بہو جوان ہے۔ دعا فرما دیں یا مجھے کچھ پڑھنے کے واسطے بتا دیں کہ آ جائے۔ آپ خاموش ہو رہے۔ حجام کہتا ہے کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کچھ پڑھتے ہیں جب حجامت کرا چکے تو میں نے پھر عرض کی۔ آپ نے فرمایا وہ تو گھر میں روٹی نمکین نخود کی کھا رہا ہے جا کر دیکھو حجام کہتا ہے میں آپ کا یہ فرمان سن کر حیران رہ گیا۔ چونکہ میں آپ کی کرامات بہت سی سن چکا تھا لہٰذا میرے دل میں خیال پیدا ہو گیا کہ شاید میرا بیٹا آ گیا ہو جب میں گھر گیا تو میرا بیٹا بیٹھا نخود کی روٹی کھا رہا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں سکھر صوبہ سندھ میں آٹا گوندھ رہا تھا پانی لینے کے واسطے باہر نکلا ہوں معلوم نہیں کیا ہوا مجھے کسی نے اٹھایا۔ طرفۃ العین میں یہاں اپنے گاؤں میں پہنچ گیا ہوں۔ میرا کل سامان اور اوزار وغیرہ سکھر میں پڑے ہوئے ہیں۔ (سوانح حیات ص ۱۰۸)

مایوس اطباء میں آسان علاج (کرامت):۔ موضع کوٹلی سنگھ بھڑاں متصل گوجرانوالہ کے بلند زمیندار نے میرے آگے بیان کیا کہ میرا بھائی علی گوہر بخار سے ایک مدت بیمار رہا۔ طبیبوں نے کہا کہ اس کو دق اور سل ہو گیا ہے۔ ناامید ہو کر ہم مولوی صاحب کے پاس قلعہ میہاں سنگھ میں آئے دکھایا اور عرض کیا کہ یا حضرت اس کو طبیبوں نے مدقوق اور مسلول کہا ہے۔ فرمانے لگے اطباء نے غلطی کھائی ہے۔ اس کو

معمولی بخار ہے۔ پانی لے کر دم کر کے پلا دیا۔ اسی روز بخار اتر گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۰۸)

چھری گاڑنے پر غیبی پرندوں کی آمد (کرامت):۔ ایک شخص بیان کرتا تھا کہ ایک دن میں مولوی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اور شخص آ گیا اس نے ذکر کیا کہ ایک بزرگ کی میں نے عجیب کرامت دیکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس نے چھری لے کر اس پر دم کر کے زمین میں گاڑ دی ایک جانور اڑتا ہوا جا رہا تھا وہ جھٹ اس چھری پر آ گرا مولوی صاحب نے فرمایا یہ کوئی بڑی بات نہیں آپ نے ایک چھری منگوائی اور ہم کو ساتھ لے کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ آپ نے کچھ پڑھ کر پہلے چھری پر دم کیا اور اس کو زمین میں گاڑھ دیا پھر چھری کا وہ حصہ جو زمین کے اوپر تھا اس پر آپ نے بہت سی کپڑے کی دھجیاں لپیٹ دیں اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے وہ شخص قسمیہ بیان کرتا تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جانوروں کے جھنڈ کے جھنڈ آتے ہیں اور اپنا گلا چھری کے ساتھ رگڑتے گویا ذبح ہونے کے لیے بے قراری ظاہر کر رہے ہیں اس دن ایسے جانور دیکھنے میں آئے جو نہ کبھی دیکھے اور نہ سنے تھے اور میں حیران تھا کہ یہ جانور اتنی تعداد میں کہاں سے آ گئے ہیں۔ کچھ دیر یہ حالت رہی پھر مولوی صاحب نے چھری زمین میں سے نکال لی۔ چھری نکالنا تھا کہ تمام جانور جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی چلے گئے۔ (سوانح حیات ص ۱۰۹)

ہیرانوالہ میں اصحاب رسول ﷺ کی روحانی خوشبو (کرامت):۔ مولوی علاؤالدین صاحب نے مجھ سے بالمشافہ بیان کیا کہ ایک دن آپ موضع ہیرانوالہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ میں حضرت صاحب کے پابہ رکاب تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ راستہ میں ایک اونچا سا ٹیلہ آتا ہے۔ جب وہاں آپ پہنچے تو گھوڑی سے اتر پڑے اور فرمانے لگے علاؤالدین یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی خوشبو آتی ہے۔ تم ذرا گھوڑی پکڑ لو میں نے حسب الارشاد گھوڑی کو پکڑ لیا۔ آپ وضو کر کے پابرہنہ تلاش کرتے کرتے ایک جگہ بیٹھ گئے دوپہر کا وقت اور گرمیوں کا موسم تھا آپ بیہوشوں کی طرح وہاں بیٹھے رہے اور یہ حالت ہوگئی کہ آپ کی دستار مبارک بھی سر سے نیچے گر گئی میں حیران کھڑا تھا ظہر کے اول وقت آپ وہاں سے اُٹھے اور نماز ادا کی فرمانے لگے میرا دل چاہتا ہے کہ میری قبر یہاں ہی ہو۔ (سوانح حیات ص ۱۰۹، ۱۱۰)

ہندو پنڈت اور آپ کا روحانی تصرف (کرامت):۔ موضع دلاور چیمہ میں ایک سکھ بڑا صاحب ثروت تھا اور تخمیناً سات کنوئیں کا مالک تھا۔ اس کا بیٹا آپ کا وعظ سن کر مسلمان ہو گیا اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس کے والد نے دلاور اور علی پور میں منادی کرا دی کہ کوئی پنڈت یا دوان مولوی صاحب قلعہ والا سے بحث کر کے ان کو مغلوب کر دے اور میرے بیٹے کو اصلی حالت پر کر دے یعنی اس کو پھر سکھ بنا دے تو میں اس کو ایک کنواں اور پانچ صد روپیہ نقد انعام دوں گا۔ علی پور کا ایک پنڈت یہ اعلان سن کر لالچ میں آ کر تیار ہو گیا۔ عبداللہ کے والد نے پانچ صد روپیہ نقد جمع کرا دیا اور کنوئیں کے واسطے دستاویز لکھ دی اور پنڈت صاحب کو ساتھ لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ بہت لوگ انجام دیکھنے کے لئے ساتھ روانہ ہو پڑے اور ہزارہا لوگ تماش بین راستہ میں مل گئے مجمع عام ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا بھاری میلہ ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

آپ بالا خانہ پر تشریف فرما تھے اور ایک طالب علم کو بوستاں کا سبق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف سے پڑھا رہے تھے آتے ہی پنڈت صاحب نے سوال کیا مولوی صاحب نے فرمایا جناب تشریف رکھئے طالب علم کا سبق تمام ہونے پر آپ بہ طبیعت خاطر وحسب منشاء سوال کریں۔ میں بھی انشاء اللہ العزیز خوشی سے جواب دوں گا۔ میں آپ کی تشریف آوری پر بڑا خوش ہوں۔ اس قدر تقریر کے بعد آپ اس شعر کی تشریح کی طرف متوجہ ہوئے ؎

دریں بحر جز مرا دغی نرفت گم آں شد کہ دبنال داعی نرفت

سامعین اس وقت کی حالت بیان کرتے ہیں کہ پنڈت اور ہنود کا آ کر بیٹھنا ہی تھا کہ مجلس کا ڈھنگ بدل گیا مولوی صاحب کا رنگ اور ہو

گیا۔ تقریر میں خداوند کریم نے ایسی تاثیر بھر دی کہ سامعین کے علاوہ در و دیوار کلمہ شریف پڑھتے معلوم ہو رہے تھے پنڈت صاحب ٹکٹکی باندھے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے سامنے ایک بے جان تصویر بٹھائی گئی ہے۔ چند منٹ گزرے کہ پنڈت صاحب نے واویلا کرنا شروع کر دیا مجھے لے چلو مجھے لے چلو کے سوا پنڈت صاحب کو کوئی بات یاد نہ تھی ہمراہی لوگوں نے پنڈت صاحب کو دونوں شانوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور ایک مدت العصر مریض کی طرح بڑے سہارے سے بالا خانہ سے نیچے اتارا جب پنڈت صاحب ذرا ہوش میں آئے تو زمیندار مذکور نے دریافت کیا کہ آپ تو بڑے زور و شور سے وہاں سے آئے تھے یہاں آ کر کیا ہو گیا کہ بغیر بات چیت کے واویلا کرنے لگ گئے۔ پنڈت صاحب بولے میں نے اکیس سوال اسلام پر سوچے ہوئے تھے جب میں مولوی صاحب کے سامنے آیا اور سوال کیا تو آپ نے مجھے ٹال کر بٹھا لیا اور تقریر شروع کر دی آپ کی تقریر سحر کی تاثیر رکھتی تھی میرے دل میں بحث شروع ہو گئی۔ ہر چند میں نے بھی جواب دیئے لیکن ایک نہ بنی۔ اسلام کی سچائی میرے سینہ میں بھر دی گئی دل کہنے لگ گیا کہ اب کلمہ پڑھ لے مولوی صاحب کی طرف سے ایک روشنی اٹھ کر میرے اندر آنے لگ گئی۔ اندھیرا کفر جانا شروع ہو گیا اگر میں ایک لمحہ اور مولوی صاحب کے سامنے بیٹھا رہتا تو میں بھی مسلمان ہو جاتا۔

لوگوں نے ہر چند پنڈت صاحب کو بحث کے واسطے کہا۔ لیکن پنڈت صاحب نہ مانے اور کہنے لگے کہ اگر مجھے تمام موضع دلاور بھی ملے تو بھی میں اس شخص سے ہرگز ہرگز بحث نہیں کروں گا۔ (سوانح حیات ص ۱۱۲)

بلاسوال مطالب کا پورا ہو جانا:۔ ایک دفعہ لاہور میں آپ کے وعظ میں ہزار ہا مخلوق جمع تھی علماء لاہور آپ سے بحث کرنے کی دل میں ٹھان کر وعظ میں ہی آ گئے۔ آپ اس وقت یہ آیت شریف پڑھ رہے تھے۔ "**الٓمّٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولو امنا وھم لایفتنون**"۔ آپ نے اس خوش اسلوبی سے اس آیت کی تفسیر منطقی اور فلسفیانہ طریقے سے صرف و نحو کا ہر پہلو سے خیال رکھتے ہوئے شروع کی کہ بحث کرنے والوں کے جو سوال تھے وہ اول بیان کرتے پھر اس کا جواب دیتے اور اپنے اعتراضات اس پر جماتے، جماعت مولویاں حیران اور مانند تصویر بنی بیٹھی تھی۔ اور آپ کے چہرے مبارک پر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ حیران تھے کہ اس طرح قرآن شریف کا بیان کرنا اسی شخص کا کام ہے ہماری کیا جرأت ہے کہ ان سے ہم کلام ہوں۔ وعظ ختم ہونے پر تمام صاحبان چپ چاپ چلے گئے۔ جو مولوی صاحبان کے واقف راز تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ تشریف بھی لائے اور چپ چاپ ہی چلے گئے یہ کیا سبب ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حق بات تو یہ ہے کہ بلا سوال ہی ہمارا گھر پورا ہو گیا ہے اور ایسی تسلی ہوئی ہے کہ اور کسی شخص سے نہ ہو سکتی تھی۔ اب تو ہم کو بولنے کی جرأت ہی نہیں رہی یہ شخص عالم ہی نہیں ولی اللہ بھی ہے۔ (سوانح حیات ص ۱۱۲)

مجمع کے تمام اشکالات کا منکشف ہو جانا (کرامت):۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ کے وعظ میں بعض شخص ایسے بھی آتے ہیں جن کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ ہم مولوی صاحب سے بحث کریں گے اور کئی طرح کے سائل بھی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض غیر مذاہب کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے آتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ بعد وعظ وہ سب کے سب کیوں چپ چاپ ہو کر چلے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس قدر لوگ میرے وعظ میں حاضر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے سوالات مع ان کے ناموں کے میرے سامنے ایک فہرست بنا کر حاضر کی جاتی ہے۔ اگر مجھے مشہوری کا خوف نہ ہو تو انشاء اللہ بفضل خدا معترضوں اور سائلوں کے نام پکار پکار کر سوال حل کرتا جاؤں۔ آپ کے وعظ میں ہر ایک سائل کا سوال بلاسوال پورا ہو جاتا تھا موضع دلاور والے سکھ زمیندار کے بیٹے کا قصہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسلام پر اعتراض کرنے کے لیے آیا تھا۔ آپ کا وعظ سن کر اور اپنے سوالوں کا جواب مکمل پا کر مسلمان ہو گیا تھا۔ (سوانح حیات ص ۱۱۳)

لاجواب ہو کر مولوی صاحب کا بیعت ہو جانا (کرامت):۔ ایک دفعہ مولوی غلام محمد صاحب نے اپنا ایک شاگرد صدرہ پڑھنے والا جو کہ سب شاگردوں سے ہوشیار و چالاک اور ذکی تھا۔ صدرہ کے مشکل مقامات بحث فلکیات سے سمجھا کر آپ کی خدمت میں امتحاناً ارسال

کیا۔ آپ اتفاقاً سورہ یٰسین سے '' والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم الخ '' ایک طالب علم کو پڑھا رہے تھے۔ طالب علم السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا جو سوال وہ مولوی صاحب سے سیکھ کر آیا تھا مولوی صاحب نے وہی سوال اپنے شاگرد پر کرنے اور جواب دینا شروع کر دیا جواب دے کر صدرہ والا کا منشاء سمجھایا پھر جو اس پر حواشی لگے تھے طالب علم کو وہ سمجھائے۔ آپ نے بیان کر کے مولوی غلام محمد کے شاگرد کو فرمایا۔ صدرہ کے مقام پر میرے دو سوال ہیں۔ جو قبل ازیں کسی نے نہیں کیے یہ سمجھ لو اور اپنے استاد صاحب سے دریافت کر کے مجھے جواب لا دینا۔ طالب علم چلا گیا اور استاد کی خدمت میں مامضی جا سنایا اور آپ کے سوال بھی لفظ بلفظ جا سنائے بعد ازاں مولوی غلام محمد صاحب نے بغیر بیعت کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ (سوانح حیات ص ۱۱۴)

چوری شدہ مال کی وضاحت (کرامت):۔ ایک شخص مسمی جوایا زمیندار باشندہ موضع پھڑت ضلع شاہ پور بڑا نامی گرامی چور تھا۔ آپ موضع سدہ میں تشریف لے گئے۔ جوایا مولوی صاحب کی تشریف آوری کی خبر سن کر حاضر خدمت ہوا اور مبلغ پچیس روپیہ بطور نذرانہ پیش کئے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ مجھے معاف رکھا جائے جوایا نے سبب انکار دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا یہ چوری کا مال ہے۔ اس نے کہا حضرت یہ چوری کے مال میں سے نہیں ہے۔ آپ کو کسی نے شبہ میں ڈال دیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے فلاں شخص کی افیم چوری کی اور شاہ پور میں جا کر مبلغ ایک صد روپیہ سے فروخت کی یہ روپیہ اس روپیہ میں سے ہے اور باقی مبلغ پچھتر روپیہ فلاں جگہ تم نے رکھے ہوئے ہیں۔ زمیندار نے توبہ کی اور ایسا تائب ہوا کہ تا حیات چوری کا نام تک نہ لیا۔ صوم وصلوٰۃ کا ایسا پابند ہوا کہ مرتے دم تک نماز تہجد تک بھی قضاء نہ کی۔ (سوانح حیات ص ۱۱۴)

یاملائکتہ اللہ السلام علیکم من غلام رسول کا وظیفہ پڑھنا:۔ ایک دفعہ صدر الدین وسرفراز مالکان سدہ کمبوہ بمع حافظ غلام محمد صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری زمین کا بہت سا حصہ دریا نے لے لیا ہے اور قریب ہے کہ ہماری تمام زمین دریا برد ہو جائے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ تینوں صاحب دو روز قلعہ میہاں سنگھ میں رہے۔ وقت رخصت مولوی صاحب نے فرمایا کہ دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند کہنا۔ یاملائکۃ اللہ السلام علیکم من غلام رسول قلعہ والا اور سورۂ یٰسین تین روز پڑھنا، تینوں شخصوں کا بیان ہے کہ جب ہم نے دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر حسب فرمان مولانا صاحب کا سلام پہنچایا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دریا ہٹنا شروع ہو گیا اور طغیانی بالکل جاتی رہی۔ ہم حیرانی سے دیکھتے رہے دریا کا یک لخت ہٹنا شروع ہونا بڑا تعجب خیز امر تھا۔ سورۃ یٰسین پڑھنے سے دریا بالکل ہٹ گیا اور اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۱۵)

دعا کی بدولت رخ دریا کا پلٹ جانا (کرامت):۔ مولوی صاحب کی وفات کے بعد حافظ صاحب ایک دفعہ تشریف لائے اور مذکورہ بالا قصہ سنایا اور کہا کہ اب مولوی صاحب تو فوت ہو چکے ہیں۔ آپ ان کے جانشین ہو آپ کو ان کا قائم مقام سمجھ کر بیان کرتا ہوں۔ ہمارے قریب ایک گاؤں ہے ہمارے گاؤں کی زمین کی طرح اس کی زمین بھی دریا برد ہونی شروع ہو گئی تھی۔ گاؤں والوں نے مجھے کہا میں نے ان کو مولوی صاحب والا طریق سمجھایا اب ان کے گاؤں کی طرف سے ہٹ کر پھر ہمارے گاؤں کا ویسا حال کر رہا ہے میں نے حافظ صاحب کو پھر وہی طرز اور وہی الفاظ دہرا دیئے جو آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تھے۔ ایسا کرنے سے پھر خداوند کریم نے ان کی خلاصی کر دی۔ یہ سب محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور آپ کی برکت تھی۔ (سوانح حیات ص ۱۱۵)

کثرت سے کرامات کی وجہ:۔ ایک دن آپ کو مولوی قطب الدین صاحب نے جو آپ کے شاگرد رشید اور فیض یافتہ مرید تھے۔ سوال کیا کہ حضرت آپ سے ہزارہا کرامات صادر ہونے کا کیا سبب ہے جو موجودہ بزرگ ہیں یا متقدمین کرامات تو ان سے بھی صادر ہوتی رہی ہیں لیکن اتنی کثرت سے نہیں ہوئیں فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اس وقت سے کرامات صادر ہو رہی ہیں مولوی قطب الدین صاحب کہتے تھے میں نے اس خواب کی کیفیت دریافت کرنی شروع کی کچھ دن تو مولوی صاحب ٹالتے رہے آپ نے حد سے زیادہ میری خواہش کو پا کر فرمایا۔ ایک مبارک رات میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (مجھے تو خیال ہے وہ رات

شاید لیلۃ القدر ہوگی) نہ تو اس حالت کو میں خواب سے تعبیر کر سکتا ہوں اور نہ ہی اس کو بیداری کہہ سکتا ہوں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صابون عنایت کر کے فرمایا اس سے اپنے کپڑے دھلواؤ۔ میں حسب الحکم کپڑے دھلوایا اور پھر حاضر ہوا آپ ﷺ نے مجھے منبر پر کھڑا کر کے ایک ہاتھ میں قرآن شریف دیا اور دوسرے میں صحیح بخاری اور فرمایا کہ لوگوں کو سناؤ تم میرے وارث ہو۔ ایسی رات پھر تمام عمر نصیب نہیں ہوئی۔ جو کچھ اس رات میں برکات اور فیوض حاصل ہوئے پھر وہ نہ کسی کی صحبت سے اور نہ کسی ذکر سے حاصل ہوئے کسی نے سچ کہا ہے ۔

آنچہ اندر خواب دیدم ہیچ نہ دید آنچہ در دیوانگی دیدیم ہوشیاری نہ دید

توجہ ولی سے جذبی واستغراقی کیفیات (کرامت):۔ مولوی قطب الدین صاحب اپنے وقت کے ولی اللہ گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی حالت کا ماجرا یوں بیان کیا۔

جب میں علوم امدادی سے فارغ ہو چکا میں نے آپ (مولوی صاحب مرحوم) سے ترجمہ شروع کیا ایک سیپارہ پڑھنے سے میرے تمام اذکار جاری ہو گئے۔ اس اثنا میں مولوی صاحب نے مجھ پر توجہ بھی نہ کی اور نہ ہی میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اللہ کی قسم میری بیعت والوں سے اچھی حالت تھی میں اپنی ذات میں بڑا خوش تھا اور ایسا ذوق اور ایسی حلاوت تھی جو بیان میں نہیں آ سکتی۔ میرے آنسو ہر وقت جاری رہتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے قرآن شریف پڑھنا اور مولوی صاحب کا بیان سننا مشکل تھا جب میں مولوی صاحب سے سبق پڑھنا شروع کرتا تھا تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن شریف اب نازل ہو رہا ہے میں یہ خیال کرتا تھا کہ پڑھنے والا میں ہوں اور پڑھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں میرے ہر رونگٹے سے ذکر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ میرے تمام گناہ بالمشافہ ہو گئے۔ میرے سامنے حشر بر پا رہتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک کا حساب کتاب ہو رہا ہے۔ اور میں رب العالمین کے سامنے کھڑا ہوں۔ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی اگر نیند آتی میں جھٹ چونک اٹھتا۔ بھلا کس کو نیند اور کس کو آرام کبھی مجھے ایسا کشف ہوتا کہ میں تمام جہان کو اور جو کچھ اس میں ہو رہا ہے دیکھتا ہوں۔ برابر میری وہ حالت تھی جیسی شیخ سعدی رحمہ اللہ نے یعقوب علیہ السلام کی حالت بیان کی ہے کسی سائل نے آپ سے یوسف علیہ السلام کا حال دریافت کیا کہا آپ نے یوسف علیہ السلام کو چاہ کنعاں میں پڑا ہوا نہ معلوم کیا اور مصر سے ان کے پیراہن کی خوشبو سونگھ لی یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ۔

بگفت احوال ما برق جہانست دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

میں موضع کھبکی میں جو کہ قلعہ میہاں سنگھ سے ایک میل بجانب مغرب ہے رات کو جا کر رہتا تھا کیونکہ وہاں کوئی اہل علم نہ تھا اور وہاں کے باشندوں نے مولوی صاحب کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی کہ ہمیں کوئی اپنا طالب علم دیا جائے جو صبح آپ کے پاس رہا کرے اور شام کو کھبکی پہنچ جایا کرے اور ہمیں نماز پڑھا دیا کرے۔ مولوی صاحب نے مجھے وہاں رہنے کا حکم دیا ہوا تھا۔ اس لیے میں روزانہ بعد عصر چلا جاتا تھا۔ ایک دن آپ نے مجھے جاتے وقت فرمایا۔ قطب الدین، آج تمہیں رستہ میں ایک بے دین صوفی ملے گا اس سے پرہیز کرنا اس کے پھندے میں نہ پھنس جانا وہ شیطان مجسم ہے میں مولوی صاحب سے روانہ ہوا جب نصف فاصلہ طے کر چکا تو ایک آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا ہر چند میں نے اس سے کنارہ کیا۔ مگر اس نے میرا نام لے کر پکارا اور مجھے ٹھہرالیا اور آتے ہی مجھے سینہ سے لگالیا اس کے سینہ سے لگتے ہی میرا تمام فیض اور تمام ذوق وحلاوت جاتا رہا۔ صرف ایک لطیفہ قلب جاری رہا باقی تمام جاتے رہے میں شام کو کھبکی پہنچا نماز کو دل نہ چاہا لیکن بصد مشکل میں نے نماز ادا کی صبح قلعہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کو دل نہ چاہتا تھا لیکن دل پر جبر کر کے حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ قطب الدین وہ شیطان تم کو مل گیا۔ میں نے عرض کیا حضرت میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو کچھ رات بھر میرے خیالات میں تبدیلی ہوتی رہی اور جو کچھ میں نے دل سے بحث کی وہ عرض کر دیتا ہوں آپ سے جس قدر فیض حاصل تھا وہ تو اس کے ملنے سے کافور ہو گیا۔ نماز بھی مشکل سے ادا کی دل کو بہت سمجھایا کہ میں عالم ہوں میرا بے نماز ہونا بہت لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ کبھی دل میں

خیال آتا کہ کیا یہ شریعت نکمی ہے کیا یہ قرآن مجید اور احکام فضول ہیں رات انہیں خیالات میں گزر گئی ہے صبح آپ کی خدمت میں دل پر جبر کر کے حاضر ہوا ہوں۔ آپ میری باتیں سن کر مسکرائے اور خلاف عادت مجھ سے معانقہ کیا۔ آپ کا معانقہ کرنا اور میرے وسواسوں کا دور ہونا سبحان اللہ وہی حلاوت، وہی لذت، وہی ذکر اور وہی برکات پھر عود کر آئیں آپ نے دیوان حافظ کا شعر پڑھا۔

چہ نسبت است برندی صلاح و تقوائے را　　سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا

مجھے فرمایا قطب الدین چہار شیخ جن سے یہ سلسلہ صوفیہ شروع ہوا ہے اور نام علیحدہ علیحدہ رکھے گئے ہیں گویا ایک ہی چشمہ کی چار نالیاں ہیں۔ یعنی (نقشبندی، سہروردی، فاروقی اور چشتی) اس چشمہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چشمہ فیض ہے۔ جو حضور ﷺ کا سرمو مخالف ہے وہ اس چشمہ کا یا اس چشمے کی کسی نالی کا پانی نہیں پی سکتا۔ منتہائے مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ صرف طریق اذکار میں فرق ہے۔ یہ مشائخ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے سخت پابند تھے۔ ان کے طریق میں جو بدعات دیکھی جاتی ہیں یہ ان کا قصور نہیں ان کے نام نہاد متبعین جاہلوں کا قصور ہے۔ اور وہ محض متہم کیے گئے ہیں ورنہ وہ لوگ دنیاوی آلودگیوں سے پاک اور دین کے لیے جان تک قربان کر دینے کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے اپنے زمانہ میں اپنا ہمسر نہ رکھتے تھے انہوں نے پاک زندگی بسر کی۔ (سوانح حیات ص ۱۱۶ تا ۱۱۹)

صوفیاء مشائخ کا توجہ دینا بدعت نہیں (کرامت):۔ توجہ دینا یا ذکر سکھانا بادی الرای لوگوں میں بدعت ہے اور اس کو بھی وہ ان کے اختراعات سے جانتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی اور قرآن وحدیث میں نہ تدبیر کرنے کے نتائج ہیں ورنہ ان کا اثر اگر نظر عمیق اور قلب سلیم سے قرآن و حدیث کو دیکھا جائے تو پایا جاتا ہے۔ افسوس اور صد افسوس ایسے لوگوں پر جو ایسے لوگوں کو اہل بدعت کہیں اور ان پر طعن و تشنیع کریں۔ یہ لوگ محافظ اور حامی دین ہوئے ہیں۔ ان کے یہ طریق دین کی خاطر تھے اول روح کو ذکر و افکار سے صاف کر لیتے پھر استقامت علی الدین کے لیے تلقین فرماتے اسی کی طرف آیہ کریمہ میں ارشاد ہے ''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا'' ان کے اوصاف حمیدہ اور اعمال مخلصانہ مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تھے گویا وہ مجسم دین تھے۔ ان کے افعال خبر دے رہے ہیں کہ اسلام اس کا نام ہے پھر آپ نے مجھ سے بیعت لی اور فرمایا کہ آج وہ شیطان تمہیں پھر ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر تجھ پر کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب میں جا رہا تھا پھر شام کے وقت اسی جگہ پر وہ فقیر ملا اس نے مجھے بلایا میں ٹھہر گیا میرے پاس آکر کہنے لگا تیرا مرشد زور والا ہے تم جاؤ بس میں چلا گیا۔ صبح کو جب میں پھر خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اب اس کا تجھ پر نہ اثر ڈالنا یہ میری بیعت کا سبب ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت! اگر وہ شیطان ہیں پھر اتنی جلدی ان کا اثر کیوں ہوتا ہے۔ حالانکہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ ''ان عبادی لیس لک علیهم سلطان'' فرمانے لگے یہ تو سچ ہے مگر اب تک آپ عباد میں داخل نہیں ہوئے جب آپ بندۂ خدا بن جائیں گے تو پھر شیطان تم کو دیکھ کر بھاگے گا اثر کا کیا نام ہے کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال تم نے نہیں سنا۔ یہ بھی فرمایا کہ بدبو، خوشبو پر اکثر غالب آ جاتی ہے ہاں جب خوشبو کا انسان عادی ہو جائے تو پھر بدبو دماغ کو ضائع کر دیتی ہے بلکہ بعض وقت عمدہ دماغ کے آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ع تحکم کند سیر بر بوئے گل

انسان کو خداوند کریم نے صحیح ایماندار کی شناخت کا معیار عطا فرمایا ہے ''فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم فی شقاق'' یعنی اصحابوں کا ایمان جو اس کسوٹی پر پورا نہ آئے وہ مومن نہیں اور نہ ہی مرشد بن کر بیعت لینے کے لائق ہے۔ مولوی رومی صاحب کا اس طرف اشارہ ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

مولوی قطب الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں بھی اس وقت تحصیل یافتہ تھا لیکن آپ کی اس تقریر سے میرا دل صاف ہوا۔ میں حق ایمان کا سمجھ گیا یقین کر لیا کہ ایمان اس کا نام ہے کئی صوفی وغیرہ دیکھے۔ لیکن دل نہیں چاہا کہ ان کے پاس بیٹھا بھی جائے میرے خیال میں کوئی ایسا آدمی شاید ہی ہو مگر میں نے نہیں دیکھا۔

مولانا کے کلام کا ایک اور جملہ یاد آ گیا جو کہنے کے قابل ہے خلاف شرع کوئی شخص ہو خواہ ہندو خواہ مسلمان زہد اور ریاضت کر لے اس کو دنیا میں ثمرہ مل جاتا ہے۔ اس کے ملنے سے استدراج کے طور پر دوسرے پر غالب بھی آ جاتا ہے خلاف شرع بھی پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں اور اس کو ہی پکارتے ہیں وہی طالب کے دل پر جاری ہوتا ہے نور اور درجات اور بقاء درجات اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی حاصل ہوتا ہے اگر ایسے لوگوں کا مقابلہ کسی اہل شرع سے شریعت کے کاموں میں ہو تو اہل شرع کو خداوند کریم غلبہ دے گا یہ اس کا وعدہ ہے۔ ''لاغلبن انا ورسلی'' (سوانح حیات ص ۱۱۹، ۱۲۱)

نگاہ ولی سے شقاوت دور ہو جانا (کرامت):۔ قلعہ میہاں سنگھ میں بڑھا نام کشمیری پہلوان آدمی تھا بڑا زانی اور سرکش تھا۔ مسجد اور ہمارے گھر کے درمیان اس کا گھر اور کھڈیاں تھیں۔ ایک دن آپ قیلولہ کرنے کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ خلاف عادت آپ اس کی کھڈی پر کھڑے ہو گئے اور بڑھا سے پوچھا کہ کبھی تم کو رونا بھی آیا ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا حضرت ایک بار کشتی لڑتے لڑتے میرا بازو ٹوٹ گیا تھا اس وقت بے اختیار رویا تھا۔ آپ نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا میں پوچھتا ہوں کبھی خدا کے خوف سے بھی تم روئے ہو یا نہیں اس نے کہا حضرت نہیں میں تو جانتا ہی نہیں کہ خدا کا خوف بھی ہوتا ہے میں تو اس نام سے بھی واقف نہیں ہوں آپ نے فرمایا دیکھو اگر کیچڑ لے کر دیوار پر مارا جائے خواہ وہ گر جائے لیکن اس کا نشان تو دیوار پر باقی رہے گا۔ آپ کا فرمانا تھا بڑھا گھر سے اللہ اکبر کہہ کر باہر آ گیا دو روز تو بیہوش رہا جب ہوش میں آیا تو گورستان کو بھاگ گیا۔ اس کے والدین جاتے یا کوئی اور اس طرف سے بے دین گزرتا تو بڑھا دیکھ کر کہتا کہ خنزیر پھر آ گئے اور بھاگ جاتا بڑھے کے والدین نے مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا حضرت ایک ہی بیٹا تھا۔ ہم دونوں بوڑھے ہیں۔ اسی کی کمائی پر گزارہ تھا ہم اتنا چاہتے ہیں کہ وہ کام کرتا رہے اور دیندار بھی رہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اس کو بلا لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ہمارا جانا بے فائدہ ہے ہم جاتے ہیں تو وہ دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور میرا نام لے کر بلاؤ آ جائے گا۔ اس کا والد گیا اور کہا بڑھا مولوی صاحب بلاتے ہیں یہ سن کر اپنے والد کے ساتھ ہولیا اور مولوی صاحب کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا آپ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا جاؤ کام کرو۔ والد اور والدہ کی خدمت کرو اسی میں دارین کی سعادت اور فلاح ہے۔ بڑھا اسی وقت چلا گیا اور اپنا کام کرنے لگ گیا۔ تا دم مرگ اللہ کا نام اور رونا نہ چھوٹا۔ میاں بڑھا کہا کرتا تھا کہ میں نے جو جو بزرگ سنا اس کے پاس گیا۔ مولوی صاحب سے جو حال ہوا تھا وہی رہا۔ آپ کے کلام میں وہ اثر تھا جو دوسروں کی توجہ میں نہیں آپ کی نظر سے میری شقاوت سعادت سے بدل گئی۔ مولوی رومی صاحب نے سچ کہا ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک اور بد کی صحبت کی کیا خوب مثال دی ہے نیک سے دوستی ایسی ہوتی ہے جیسے عطار سے یعنی اگر عطر لے گا نہیں تو خوشبو تو آئے گی اور بد کی دوستی جیسے لوہار کی دوستی۔ اس کے پاس بیٹھنے سے کپڑے جلیں گے۔ (سوانح حیات ص ۱۲۱، ۱۲۳)

بطور کرامت سو افراد کی طاقت کا مظاہرہ (کرامت):۔ بوٹا سدو قلعہ میہاں سنگھ کا باشندہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی صاحب نے موضع فیروز والا سے ایندھن کے لیے ایک بیری کا درخت لیا وہ بیری ایک خانقاہ پر تھی اور بہت ہی بڑی تھی وہاں شرک وغیرہ بھی ہوتا تھا اس لیے مولوی صاحب نے زمینداروں سے وہ بیری کا درخت پوچھا۔ کیونکہ آپ کی یہ عادت تھی کہ جب کسی جگہ بغیر اللہ عبادت ہوتی دیکھتے آپ ضرور اس کا ستیاناس کرتے۔ مولوی صاحب کے پوچھنے پر زمینداروں نے کہا کہ حضرت یہ بیری خانقاہ والے فقیر کی ہے ہم تو اس کو استعمال نہیں کر سکتے اگر آپ کو توفیق ہے تو آپ کٹوا لیں۔ آپ نے وہ بیری کٹوا لی اور مجھے پیغام بھیجا کہ اپنا گڈا لے کر فیروز والا میں آؤ۔ میں حسب الحکم گڈا لے کر فیروز والا میں پہنچ گیا۔ ہم نے اس بیری کا تیسرا حصہ گڈا پر لا دلیا اور گاؤں کی طرف روانہ ہو پڑے۔ جب گوجرانوالہ سے گزر کر قلعہ میہاں سنگھ والی سڑک پر آ گئے تو تقدیراً گڈا راستہ میں الٹ پڑا۔ اور لکڑیاں گر گئیں۔ حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے نہ گاؤں نزدیک اور نہ شہر۔ راستہ میں اتنے آدمی ملنے مشکل، مولوی صاحب نے فرمایا آؤ تم بھی زور لگاؤ اور میں بھی لگاتا ہوں۔ میں خاموش کھڑا رہا آپ نے

پھر دوبارہ فرمایا میں نے عرض کیا کہ حضرت فیروز والا سے تو ہم کو تقریباً سو آدمیوں نے گڈ الدوایا تھا اب ہم دو آدمی کس طرح لادلیں گے۔ آپ نے فرمایا خداوند کریم قادر ہے کیا عجب ہے کہ وہ سو آدمی کا کام ہم دونوں سے کرادے۔ فرمایا پڑھو بسم اللہ میں نے تو محض ہاتھ ہی لگایا وہ بھی حیرانی سے اور آپ کا مجھے معلوم نہیں کہ زور لگایا یا نہیں وہ لکڑیاں ہماری حسب خواہش لد گئیں۔ آپ نے فرمایا گاؤں میں جا کر کسی کے آگے یہ واقعہ بیان نہ کرنا اسی لیے میں نے ان کی زندگی میں ذکر نہ کیا فوت ہونے کے بعد ذکر کیا۔ (سوانح حیات ص ۱۲۴)

مجذوب کی الٹی بھی سیدھی (کرامت):۔ بوٹا بٹر باشندہ فیروز والا نے بیان کیا۔ جب مولوی صاحب فیروز والا میں بیری کٹوانے کے واسطے تشریف لائے۔ اس وقت چیت کا مہینہ تھا اس خانقاہ سے میرا کنواں قریب تھا۔ آپ کے نیچے گھوڑی تھی آپ نے اس کو چرنے کے واسطے میرے کنوئیں پر ہی چھوڑ دیا۔ کنوئیں کے نزدیک ایک گھماؤں موٹی گندم (وڈانک) نئی آبپاشی کی ہوئی تھی۔ آپ کی گھوڑی سیدھی اسی کھیت میں چلی آئی میں اور میرا بیٹا دونوں دیکھ رہے تھے مولوی صاحب نے ایک مجذوب کا قصہ شروع کیا ہوا تھا کہ ایک مجذوب لوگوں کے لاغر گدھے جمع کر کے لوگوں کے کھیتوں میں چراتا پھرتا تھا جتنے پاؤں ان گدھوں کے کسی زمیندار کے کھیتوں میں لگتے اتنے ہی من غلہ اس زمیندار کا ہوتا۔ اگر کوئی منع کرتا تو اس کی زراعت اچھی نہ ہوتی۔ ایک سال میں ہی لوگوں پر اس مجذوب کا افشائے راز ہو گیا۔ پھر کوئی منع نہ کرتا بلکہ لوگ خود کہہ کر گدھے اپنے کھیتوں میں چرواتے بوٹا نے کہا کہ حضرت آپ کی گھوڑی سیدھی میری کنک میں خوشہ جات کھاتی چلی آئی ہے۔ میں بھی اس کے کھوج گن لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا تیری مرضی۔ اگر خدا کو میری عزت رکھنی منظور ہو گئی تو رکھ لے گا میں نے کھوج گنے تو ۸۴ کھوج تھے میری کاشت کل دس گھماؤں تھی جب گندم کاٹی اور دانے نکالے تو پوری ۸۴ من گندم ہوئی۔

اسی موقع پر موضع فیروز والا کے ایک زمیندار نے آکر عرض کیا کہ حضرت میری چچی بیوہ اور بڑی متمول ہے۔ میں بڑا غریب ہوں میں نے اس کو نکاح کے واسطے کہا مگر وہ مجھ سے سخت کلامی سے پیش آئی۔ آپ نے فرمایا تم جا کر اپنی چچی کو میری زبانی کہو کہ مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ آج رات کو میری روٹی تم پکاؤ وہ زمیندار چلا گیا اور اس بی بی کو جا کر اس طرح کہہ دیا اس نے بڑی خوشی سے مولوی صاحب کی دعوت کی اور اپنے طالب کو ہی دعوت پکوانے اور کھلانے پر مختار کیا جب آپ ماحضر تناول فرما چکے تو اس بیوہ نے کہا کہ حضرت میرا اس شخص سے نکاح کر دو۔ شاید آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے کوئی فرزند پیدا ہو۔ بعد نکاح اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے۔ (سوانح حیات ص ۱۲۵)

ولی کی اہانت کا وبال (کرامت):۔ قلعہ میہاں سنگھ میں بوٹا نامی ایک شخص کشمیری قوم سے تھا اور پرلے درجے کا بے دین تھا۔ ایک دفعہ رمضان شریف میں مسجد میں آکر بوکا نکالا۔ اور مسجد کا ہی لوٹا لے کر بھر لیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ کیا کرتا ہے۔ کہنے لگا پانی پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو کمال درجہ کی بے حیائی ہے کہ مسجد کا بوکا اور مسجد کا لوٹا اور پھر رمضان شریف میں مسجد میں ہی کھڑے ہو کر میرے سامنے اقرار کرتا ہے کہ پانی پیتا ہوں۔ اس نے لوٹا بھرا بھرایا دے مارا۔ لوٹا ٹوٹ گیا۔ آپ نے غصہ میں آکر فرمایا۔ جا موذی جیسا تو نے مسجد کا لوٹا توڑا ہے خداوند کریم تیرا بھی ویسے ہی توڑے گا۔ اس کو جاتے ہی استسقا ہو گیا۔ محمد صدیق کشمیری اس کی برادری میں آپ کا بڑا معتقد اور مرید تھا۔ اس نے پوچھا کہ تو تو آج تندرست ہٹا کٹا تنومند جوان تھا تجھ کو کیا ہو گیا اس نے تمام واقعہ کہہ سنایا اور کہا کہ کسی حکیم کو بلاؤ۔ اس نے کہا کہ بیوقوف یہ تو کرامت ہے جس منہ سے نکلی ہے اسی منہ سے جائے گی۔ علاج وغیرہ بالکل بے فائدہ ہے ہم تمام آدمی بمع تمہاری بیوی اور بچے کے جمع ہو کر تمہارے ساتھ چلتے ہیں حضور کی خدمت میں عرض کریں گے اگر تیری حیات باقی ہے تو تیرے حق میں حضرت کے منہ سے کلمۂ خیر نکلے گا۔ تمام جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کی بیوی نے اپنا بچہ مولوی صاحب کی گود میں رکھ دیا اور عرض کیا کہ حضور میری جوانی اور اس معصوم بچے کی حالت پر رحم فرما کر اس کو معافی دیں اور اس کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آرام دے دے۔ محمد صدیق نے بہت منت کی آپ نے فرمایا میرا کوئی غصہ نہیں۔ اگر یہ شخص تائب ہو کر نماز، روزہ، زکوٰۃ ادا کرے گا۔ تو خداوند کریم اس کو معاف کر دے گا۔ ورنہ ''ان بطش ربك لشديد'' بوٹا نے اسی مجلس میں توبہ کی اور اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ ایک سال کے بعد اس نے نماز چھوڑ دی۔ پھر اسی بیماری میں مبتلا ہو

گیا۔ نماز شروع کرنے پر پھر صحت یاب ہوا۔ جب اس نے چوتھی دفعہ نماز چھوڑ دی تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب حد ہو گئی ہے تو خدا کو دھوکا دیتا ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہتا۔ ہر چند وہ تائب ہوا مگر صحت نہ ہوئی اور اسی بیماری سے فوت ہو گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۲۵، ۱۲۷)

ولی کی رضا و ناراضگی کا اثر (کرامت):۔ شہر گوجرانوالہ سے ایک شیخ اور اس کی بیوی اپنی ۱۴ سالہ لڑکی کو ساتھ لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اس لڑکی کے سر پر کوئی بال نہیں ہے یعنی گنجی ہے اس کی شادی نزدیک ہے آپ دعا فرمائیں کہ اس کے سر پر بال پیدا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹی نماز پڑھا کرو۔ انشاء اللہ تو جلدی اچھی ہو جائے گی۔ اس لڑکی نے نماز پڑھنی شروع کر دی سر پر بال بکثرت پیدا ہو گئے دو سال کے بعد وہ لڑکی مع اپنے چھوٹے بچے کے اپنی والدہ کے ہمراہ نذرانہ لے کر خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو لڑکی کی والدہ نے تمام سرگزشت یاد دلائی۔ آپ نے پوچھا کہ نماز پڑھا کرتی ہے یا نہیں۔ لڑکی نے جواب دیا حضرت پڑھا تو کرتی تھی مگر اب تھوڑے دنوں سے چھوٹ گئی ہے۔ اسی وقت آپ نے نذرانہ واپس کر دیا اور فرمایا تمہارے جیسے لوگوں سے جو خدا سے وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں مجھے کوئی سروکار نہیں ہر چند اس نے کہا۔ آپ نے نذرانہ نہ لیا بالآخر وہ واپس گوجرانوالہ چلی گئیں۔ رات کو وہ لڑکی سوئی صبح اٹھ کر سر پر ہاتھ پھیرا تو ایک بال بھی نہ تھا ایسا ہوا گویا "كان لم يكن شيئا" (سوانح حیات ص ۱۲۷)

بانجھ عورت اور بوڑھے مرد کو اولاد مل جانا (کرامت):۔ گجرات پنجاب کا ایک موچی لاہور میں کام کرتا تھا اتفاقاً آپ لاہور تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا۔ وعظ میں آپ نے حضرت ذکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا۔ وعظ ہی میں موچی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا حضرت اب بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اب بھی خداوند کریم ایسا کرنے پر قادر ہے موچی نے کہا میرا حال بعینہ حضرت ذکریا علیہ السلام کا سا ہے۔ میری عورت عقیمہ (بانجھ) ہے اور میں بوڑھا ہوں آپ میرے لیے دعا فرمائیں شاید آپ کی دعا کی برکت سے کوئی فرزند میرے ہاں پیدا ہو۔ آپ نے دعا فرمائی لوگوں نے بھی آمین کہا خداوند کریم نے اپنے فضل سے اس کو لڑکا دیا۔ مولوی صاحب نے اس کا نام اللہ دتا رکھا اور وہ حافظ قرآن ہوا۔ (سوانح حیات ص ۱۲۸)

دعا کی بدولت پریشان حال کا آسودہ ہو جانا (کرامت):۔ فضل دین زمیندار نمبردار موضع مان متصل قلعہ میہاں سنگھ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ساہوکار کا مقروض ہوں اور وہ آج کل مجھ پر دعویٰ کرنے والا ہے آپ نے پوچھا کس قدر قرضہ ہے زمیندار نے کہا بارہ سو روپیہ اور سب سودی، ساہوکار کہتا ہے کہ زمین دے دو یا روپیہ ادا کر دو ورنہ میں دعویٰ کرتا ہوں اس طرح زمین اور نمبرداری دونوں جاتی رہیں گی۔

آپ نے فرمایا جا فلاں فلاں آدمی کو ہمراہ لے کر اس ساہوکار سے حساب کرنا اور جو چھوٹی سی گائے تمہارے پاس ہے وہ دے کر تمام حساب بیباق کر دینا تمہارے ذمہ کل روپیہ ہیں۔ فضل دین نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قرضہ بارہ سو روپیہ ہے اور میں نے ان کو کچھ دیا ہوا بھی نہیں آپ نے فرمایا جاؤ جس طرح تم کو کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا زمیندار نے حسب فرمان چند معتبر آدمی جمع کیے اور ساہوکار کے پاس گیا اور کہا کہ میں حساب کرنے کے واسطے آیا ہوں ساہوکار نے اپنی بہی نکالی۔ دیکھا تو زمیندار کے حساب میں کئی رقوم جمع ہیں کہیں تمباکو ہے۔ کہیں کپاس، کہیں کماد ہے، کہیں گندم، کہیں قند سیاہ ہے تو کہیں توری، ساہوکار دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ رقوم کہاں سے آ گئیں جو نہ دیکھی تھیں اور نہ سنی تھی۔ الغرض حساب کرنے کے بعد اس کے نام کل روپیہ نکلے زمیندار نے وہ چھوٹی سی گائے دے کر کل حساب بیباق کر دیا اسی زمیندار نے پھر آ کر عرض کیا کہ حضرت میرے پاس سوائے ایک بوڑھی بھینس کے اور کچھ نہیں اور وہ بھینس بھی سونے سے رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میاں وہ تو سونے والی ہے۔ جا خداوند کریم اس میں ہی برکت کرے گا۔ اس کے بعد وہ گیارہ دفعہ سوئی، گھی اور دودھ پہلی حالت سے بہت زیادہ دیتی رہی۔ وہ زمیندار اسی طرح آہستہ آہستہ آسودہ حال ہو گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۶۹)

ناراضگی ولی کا وبال (کرامت):۔ موضع مان متصل قلعہ میہاں سنگھ میں ایک کشمیری مسمی اسمٰعیل بہت متمول آدمی تھا اور وہاں ہی

شرف الدین نامی ایک گلگو رہتا تھا شرف الدین مولوی صاحب کا مرید رشید تھا۔ بڑا صالح مرد تھا۔ اس نے میرے آگے بیان کیا کہ آپ کی شادی کے موقع پر (راقم الحروف کی) مولوی صاحب تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ عبدالقادر کی شادی ہے۔ اور مجھے ایک صد روپیہ کی ضرورت ہے جاؤ اسمٰعیل کو بلا لاؤ۔ میں بلا لایا آپ نے اسمٰعیل سے یک صد روپیہ بطور قرض حسنہ طلب کیا اسمٰعیل نے کہا کہ میرے پاس کوئی روپیہ نہیں آپ نے پھر فرمایا لیکن پھر بھی اس نے انکار کیا میں نے بھی تقاضا کیا لیکن نہ مانا آخر مولوی صاحب نے فرمایا شرف الدین کیوں تقاضا کرتے ہو۔ اس کو مت مجبور کرو اس کے پاس کوئی روپیہ نہیں۔ آپ واپس قلعہ تشریف لے گئے میں نے یک صد روپیہ قرض لے کر مولوی صاحب کو پہنچا دیا۔ آپ نے میرے حق میں دعائے برکت کی۔ میں تو ایک سال میں صاحب زکوۃ ہو گیا۔ سال کے اندر ہی اسمٰعیل مفلس قلاش ہو گیا۔ اور اسی صدمہ سے وہ سودائی ہو گیا۔ تا مرگ اس کی زبان پر یہ الفاظ رہے۔ ہائے میرا روپیہ کہاں گیا۔ نہ میں نے کوئی شادی کی نہ چوری ہوئی نہ میں نے کسی کو دیا۔ افسوس مولوی صاحب کو کیوں نہ دیا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۰)

نگاہ ولی پر تائب ہو جانا (کرامت):۔ ستراہ سندھواں میں حاجی خدایار آپکا مرید رشید اور صالح مرد تھا۔ اس نے آکر عرض کیا کہ حضرت ہمارے گاؤں کا ذیلدار فیض بخش بڑا عیاش ہے۔ سخی اور بارعب بھی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تمام گاؤں مسلمان ہو جاتا ہے۔ آپ ستراہ تشریف لے گئے۔ ذیلدار کا جو ستارۂ ہدایت انتظار میں چشم براہ ہو رہا تھا آتے ہی ملاقات ہو گئی۔ ذیلدار نے دیکھتے ہی سر تسلیم خم کیا۔ آپ سے مصافحہ کیا آپ نے فرمایا۔

غنیمت دان امور اتفاقی   بیابانیک خواہاں متفق باش

آپ کا یہ شعر پڑھنا تھا کہ ذیلدار بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور ایسا تڑپنے لگا جیسے جانور حلال کیا ہوا تڑپتا ہے ایک ہفتہ اسی حالت میں رہا اس کے والد نے آکر عرض کیا حضرت اب فیض بخش کو اٹھائیے۔ اگر ایسی حالت میں رہا تو مر جائے گا۔ آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ ہوش میں آ گیا اور ایسا تائب ہوا کہ اس کے بعد جو کچھ خرچ کیا راہ خدا میں خرچ کیا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۰)

ذاتی کوتاہی پر مطلع ہو جانا (کرامت):۔ حاجی خدایار نے اپنی ہدایات کا قصہ یوں بیان کیا پہلے میں ذیلدار کا منشی مقرر تھا اور علاوہ اور آمدن کے دس روپیہ سینکڑہ رشوت سے مقرر تھا۔ ایک دن ایک مقدمہ پر گوجرانوالہ میں ذیلدار کے ہمراہ آیا اس مقدمہ میں ۱۵ روپیہ رشوت سے مجھے حصہ ملا۔ گھوڑی میرے پاس تھی۔ میں نے ذیلدار کو کہا میرا دل چاہتا ہے کہ مولوی صاحب کا دیدار کرتا جاؤں۔ سنا ہے کہ بہت بزرگ ہیں۔ ذیلدار نے کہا کہ سینکڑوں مولوی دیکھے ہوئے ہیں۔ جانے کی کیا ضرورت ہے میں دل میں پختہ ارادہ کر چکا تھا کہ ضرور ہی مولوی صاحب کا دیدار کرنا ہے۔ میں نے گھوڑی کی باگ قلعہ کی طرف اٹھائی۔ شام کے قریب قلعہ پہنچ گیا۔ مولوی صاحب نے نہ مجھے دیکھا ہوا تھا اور نہ ہی میں نے ان کو دیکھا ہوا تھا آپ مسجد سے باہر نکل کر کھڑے ہوئے تھے اور ساتھ ایک درویش ابراہیم نامی تھا۔ ابراہیم کو فرمانے لگے یہ گھوڑی والا شخص ستراہ کے علماء سے ہے۔ اس کی گھوڑی لے کر باندھنا اور چارہ وغیرہ ڈالنا میں اپنے چاہ پر جا رہا ہوں۔ اتنے میں میں بھی پہنچ گیا۔ معمولی سلام علیک کے بعد آپ تو کھوہ پر تشریف لے گئے درویش نے گھوڑی پکڑ کر باندھی اور چارہ ڈالا۔ شام اور عشاء کی نماز مولوی صاحب نے پڑھائی۔ لیکن مجھے بالکل نہ پوچھا۔ کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو کیا کام ہے میں دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ میں نے ذیلدار کا کہا کیوں نہ مانا۔ ذیلدار سچ کہتا تھا اسی غصہ کی حالت میں سو گیا۔ مولوی صاحب سحری کے وقت مسجد میں تشریف لائے اور مجھے نیند سے بیدار کیا اور فرمایا کہ تم عالم ہو یا چوہڑے۔ میں نے عرض کیا کیوں حضرت مجھ میں چوہڑوں والی کون سی بات ہے میں حیران تھا کہ آپ کو کون بتا گیا ہے آپ نے فرمایا ذیلدار کا ساتھ چھوڑ دو اور آئندہ کے لئے توبہ کرو اتنی بات سے ہی میرے دل کی سیاہی دور ہو گئی اور ایسی توبہ کی کہ ذیلدار کی ملازمت گاؤں میں پہنچتے ہی چھوڑ دی۔ ذیلدار نے بہت اصرار کیا اور حصہ بجائے 10 فیصدی کے 35 فیصدی تک دینے کا اقرار کیا۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۲)

برہمنوں کا دیکھتے ہی مسلمان ہوجانا (کرامت):۔ چودھری فیض بخش ذیلدار کے بھائی چودھری محمود خان نے میرے سامنے بیان کیا کہ ہمارے گاؤں کے برہمن جو ہمارے ساہوکار ہیں انہوں نے مجھے کہا۔ سنا جاتا ہے کہ جو کوئی مولوی صاحب کا غیر مذہب والا درشن کرنے کے لیے آتا ہے وہ مسلمان ہوجاتا ہے میں نے کہا بات تو ایسی ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی کسی دن درشن کرانا تھوڑے دنوں کے بعد آپ ستراہ تشریف فرما ہوئے میں نے برہمنوں والی گفتگو عرض کی آپ نے فرمایا محمود خاں اگر کوئی وقت آگیا تو میں کہوں گا تم بلالانا جمعہ کے روز آپ وعظ فرمارہے تھے دوران وعظ میں آپ نے مجھے فرمایا محمود خاں ان کو بلالاؤ کوئی اور بھی غیر مذہب آنا چاہے تو اس کو بھی ساتھ لے آنا میں گیا ہر چند برہمنوں کو لانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ آئے۔ ایک چوہڑا اور ایک ہندو میرے ساتھ ہولیا جب مولوی صاحب سے دوچار ہوئے۔ اللہ کی قسم ابھی انہوں نے کوئی کلمہ وعظ نہیں سنا۔ صرف مولوی صاحب کو دور سے دیکھتے ہی کلمہ شہادت کہنا شروع کردیا۔

میں ایک کلہاڑی ایندھن لانے کے واسطے برہمنوں سے مانگ کرلایا تھا۔ ہر چند میں نے وہ کلہاڑی واپس کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے نہ لی اور کہنے لگے کہ اس کلہاڑی سے مولوی صاحب کی روٹی کے لیے ایندھن لایا گیا ہے۔ شاید ہم اس کو دیکھ کرہی نہ مسلمان ہوجائیں۔
(سوانح حیات ص۱۳۲)

تیر نظر کا اثر جس کو لگا شکار ہوگیا (کرامت):۔ کیسر شاہ صاحب سکنہ دائیانوالی مشہور غیر شرع صوفی گزرے ہیں۔ شاہ صاحب کا ایک مرید اس طرف آیا۔ شاہ صاحب نے بوقت روانگی اپنے مرید کو فرمایا کہ آتی دفعہ قلعہ والے مولوی کا امتحان کرتے آنا۔ عصر کی نماز ہو رہی تھی وہ مرید آگیا۔ جب مولوی صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آدھا گھنٹہ بیٹھ کر رخصت چاہی آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ ابھی بہت وقت ہے۔ اس نے عرض کیا حضرت دائیانوالی یہاں سے بارہ کوس ہے۔ فاصلہ بہت ہے اس لیے اب رخصت چاہئے آپ اس کے ہمراہ وداع کرنے کے لیے باہر تشریف لے آئے۔ بوقت روانگی آپ نے فرمایا۔ اپنے پیر کو میری زبانی یہ شعر سنا دینا۔

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

وہ شخص بیان کرتا تھا کہ مولوی صاحب نے مصافحہ کیا اور معانقہ کرکے مجھے رخصت کیا ابھی آفتاب اسی حالت میں تھا کہ میں دائیانوالی پہنچ گیا۔ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب کا پیغام دیا شاہ صاحب نے پوچھا تم کس وقت قلعہ سے روانہ ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا ابھی نہ مجھے تکان ہے اور نہ کسی قسم کی بے آرامی ہے اس دن سے وہ مولوی صاحب کو بھلا برا کہنے سے ہٹ گیا جب کہتا یہ کہتا کہ مولوی صاحب فقیر ہیں۔ آج دنیا میں ان کا ہمسر کوئی نہیں شاہ صاحب سے سلسلہ بیعت توڑ کر مولوی صاحب سے بیعت کرلی۔ (سوانح حیات ص۱۳۳)

بابرکت کپڑا منوں گندم کا ذریعہ (کرامت):۔ میاں عبدالعزیز سکنہ کوٹ بھوانی داس آپ کا شاگرد اور فیض یافتہ مرید تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک نجار موضع دھاریوال کا (یہ گاؤں قلعہ میہاں سنگھ سے بجانب مشرق ایک میل کا فاصلہ ہے۔ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں سکھوں کا مزارع ہوں۔ چار مانی غلہ گندم ٹھیکہ دینا ہے۔ لیکن جو غلہ برآمد ہوا ہے وہ بمشکل ڈیڑھ دو رومانی کے قریب ہوگا۔ سکھ بڑے زبردست ہیں۔ مجھے بے عزت کریں گے۔ آپ دعا فرمادیں کہ کسی طرح میری خلاصی ہوجائے۔ آپ اتفاق سے اس وقت غسل کررہے تھے اپنا کپڑا نہانے کا صاف کرکے اس کو دیا اور کہا اس کو غلہ پرڈال کر" بسم اللہ الرحمن الرحیم "پڑھ کر ماپنا شروع کرو۔ میں بھی آتا ہوں آپ کے تشریف لے جانے تک گیارہ مانی ماپ چکے تھے۔ جاتے ہی آپ نے اپنا کپڑا گندم کے ڈھیر سے اٹھالیا۔ دیکھا تو گندم اتنی کی اتنی کپڑا کے نیچے باقی پڑی ہوئی ہے آپ اس نجار کو خفا ہوئے اور فرمایا معاملہ پورا کرنے کے بعد اپنے گزارہ کے لیے ماپ لیتے اتنا لالچ اچھا نہیں۔ (سوانح حیات ص۱۳۴)

ابدال وقت کی توجہات کا اثر (کرامت):۔ پیر میر حیدر صاحب مرحوم نے اپنا قصہ یوں بیان فرمایا میں ابتدا میں خان پور گکھڑاں ضلع راولپنڈی کا باشندہ تھا۔ میرے آباؤ اجداد کا وہی مسکن تھا مجھے شکار کا بہت شوق تھا اسی دھن میں خواب وخورش بھی بعض دفعہ بھول جاتا میری

عمر قریب ۳۵ سال کے ہوگی ایک دن میں شکار کھیل کر گھوڑے پر سوار ہو کر بازار کے راستہ واپس آ رہا تھا کہ ایک لکڑ ہارے نے مجھے بلایا اور کہا میر حیدر ذرا یہاں بیٹھ جا۔ میں اس کے کہنے کی پرواہ نہ کر کے چلا گیا۔ دوسرے روز پھر مجھے گزرتے وقت اسی لکڑ ہارا نے بلایا پھر بھی میں نے کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ تیسرے روز اس نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نیچے اتار لیا اور میرے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کیا۔ مصافحہ کرتے ہی میرے دل سے شکار کی محبت شکار ہوگئی میرے خیالات آناً فاناً بدل گئے۔ حالت اور سے اور ہوگئی میں نے اپنے ملازموں کو گھوڑا اور باز دے دیئے اور ان کو رخصت کر دیا کچھ یاد نہ رہا۔ بغیر ذکر اور کوئی فکر نہ تھا اہل و عیال بھول گئے محبت لغیر اللہ منقطع ہوگئی۔ اگر خیال تھا تو اللہ تعالیٰ کا۔ محبت تھی تو اللہ تعالیٰ کی اگر شغل تھا تو ذکر الٰہی کا تھا۔ چند روز میں اس لکڑ ہارے کے پاس رہا میرے بھائی میرے بچے مجھے لینے کے لیے آتے تو میں خالی واپس کر دیتا۔ ایک دن وہ لکڑ ہارا مجھے سویا ہوا دیکھ کر بستر اباندھ کر چلا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو نہ وہ پیر اور نہ اس کا کوئی سامان نظر پڑا وہ روز تو میں نے اس لکڑ ہارے کی تلاش میں گزارا کوئی سراغ نہ ملا میں مجنون سا ہو گیا حواس باختہ ہو کر ہر طرف جویاں و پویاں تھا۔ ایک سال تک میرا یہی حال رہا۔ بعد اس کے میں ہری پور ہزارہ میں حیات گل صاحب کے پاس گیا۔ انہوں نے میرا حال سن کر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کی طرف بھیجا۔ وہاں سے جو جو صوفی کسی مشہور جگہ تھے وہاں بھی گیا لیکن محرم راز کوئی نہ ملا۔ اور نہ ہی ایسا استاد ملا جس سے سبق لوں یا گزشتہ پر نگاہ کر کے پھر وہی حال تازہ ہو ایک روز میں مجنونوں کی طرح گوجرانوالہ میں پھر رہا تھا کہ مجھے نبی بخش سراج مرحوم نے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں سے تشریف لائے ہیں کہاں جانا ہے اس کے پوچھنے سے قدرتاً میرے دل کو قدری فرحت اور انبساط حاصل ہوا میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ گفتگو ہوتی رہی میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کس کے مرید ہو اس نے مولوی صاحب کا نام لیا نام سنتے ہی میرے دل کو سرور اور چین ہو گیا۔

میرے دل نے شہادت دی کہ خواہ کچھ ہو اس شخص (مولوی صاحب) کو ضرور ملنا چاہیے۔ آہستہ آہستہ شوق زیادہ ہوتا گیا۔ نبی بخش نے مجھے ہر چند کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ روٹی کھا کر چلے جانا۔ میں نے کہا اس وقت مجھے کچھ یاد نہیں اور نہ ہی کسی بات کی خواہش ہے مجھے قلعہ میہاں سنگھ کا راستہ بتا دو۔ یہی آپ کی بڑی بھاری خدمت ہوگی۔ الغرض مجھے راستہ بتاتا ہوا میرے ساتھ ہی قلعہ میہاں سنگھ میں پہنچ گیا۔ مولوی صاحب اس وقت گھر تھے ایک لمحہ بھی نہ گزرا کہ ہم دونوں کی روٹی لے کر تشریف لے آئے السلام علیکم کہا مصافحہ کیا اور فرمایا میر حیدر خوش ہو میں بجائے جواب دینے کے رو دیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا صبر کرو۔ انشاء اللہ تمہارا مطلب پورا ہو جائے گا۔ میری بے صبری اور روٹی نہ کھانا دیکھ کر مجھے آپ نے فرمایا میر حیدر تمہارا پیر لکڑ ہارا ابدال تھا۔ تمہاری خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں مقیم تھا۔ جب تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تو وہ چلا گیا اور لکھنؤ پہنچ کر فوت ہو گیا۔ باقی تمہارا حصہ اس عاجز کے پاس ہے یہ سن کر میری تسکین ہوگئی۔ میں ایک مدت مولوی صاحب کی خدمت میں رہا۔ آپ سوار ہوتے تو میں کنجکہ پکڑ کر ساتھ ساتھ دوڑتا جو مجھے اس وقت حاصل ہوتا وہ کچھ اور ہی لذت ہوتی۔ آپ کے ساتھ ہر وقت رہنے سے میری یہ حالت ہوگئی کہ جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا اس کو وجد ہو جاتا۔ جو مجھے ہاتھ لگاتا اس کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں ہی رہنا چاہتا تھا لیکن مولوی صاحب نے مجھے حق حقوق زن و بچہ اور فرمان رسول ﷺ سنا کر روانگی کے لیے رضامند کر لیا اور مجھے گھر کی طرف روانہ کر دیا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۶)

شاگرد کی پریشانی کا بطور کشف جان لینا (کرامت):۔ چودھری احمد الدین آپ کا شاگرد ولد چودھری حاکم وڑائچ سکنہ لدھیوالہ وڑائچ بیان کرتا ہے کہ ایک بار میرا والد گھوڑی لے کر امرتسر منڈی پر فروخت کرنے گیا۔ وہاں دیر ہوگئی۔ میرا دل سخت اداس ہوا میں آپ سے سبق پڑھ رہا تھا مجھے فرمانے لگے احمد الدین اداس نہ ہو آج انشاء اللہ العزیز تیرا والد آ جائے گا اسی راستہ آئے گا اور تم کو بھی ساتھ لے جائے گا۔ جب وقت عصر ہوا تو میرا والد بمع اپنے ملازم آ گیا۔ میں بڑا خوش ہوا۔ مولوی صاحب کو ملا بوقت روانگی مولوی صاحب سے میرے لیے اجازت چاہی مجھے لے کر لدھیوالہ چلا آیا۔ میں اپنے والد کا ردیف تھا۔ راستہ میں میں نے کہا کہ آج میں سبق پڑھ رہا تھا مولوی صاحب نے

آپ کے آنے اور مجھے ساتھ ہی لے جانے کا ذکر فرمایا تھا۔ میرا والد اپنے ملازم میراثی کو کہنے لگا۔ سن لے مجھے لوگ کہتے ہیں کہ حاکم مولوی کا عاشق اور شیدا ہے یہ تو ایک معمولی بات احمد الدین نے بیان کی ہے۔ میں نے اس سے بڑھ کر آپ کی کشف و کرامات دیکھی ہوئی ہیں۔ اس لیے میں مولوی صاحب کا عاشق ہوں۔ میرا مال و جان سب مولوی صاحب کیلئے حاضر ہے۔ (سوانح حیات ص ۱۳۷)

ولی کامل کی زبان سیف الرحمٰن (کرامت):۔ موضع مرالیوالہ میں ہمارا ایک رشتہ دار سلطان احمد نامی رہتا تھا۔ بڑا متمول آدمی تھا ان کا ہمسایہ ایک لوہار تھا جو نامی چور تھا۔ بیوہ سلطان احمد صاحب نے میرے آگے بیان کیا کہ میں نے مولوی صاحب کے آگے عرض کیا کہ میرے بچے یتیم ہیں۔ رات بھر ہمارا ہمسایہ لوہار سونے نہیں دیتا۔ وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتا ہے کہ موقع بنے تو سب کچھ لوٹ لوں۔ آپ نے کچھ پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اور کہا کہ پڑھ کر بے فکر ہو کر سو رہا کرو۔ انشاء اللہ وہ کتا بھونک بھونک کر خود ہی چلا جایا کرے گا۔ سو ایسا ہی ہوتا رہا۔ اس کے بعد مولوی صاحب جلد ہی فوت ہو گئے۔

وہ لوہار خود بیان کرتا ہے کہ میں نے مولوی سلطان احمد کے گھر چار دفعہ نقب لگائی جب اندر جاتا تو کتے کی شکل ہو جاتی اور کتے ہی کی طرح بھونکتا ہوا باہر نکل آتا۔ ایک دفعہ میں نقب لگا کر اندر گیا بیوی صاحبہ جاگ رہے تھے۔ میری صورت مسخ ہوتی دیکھ کر کہا بھائی تیری صورت مسخ ہونے سے تعجب بھی آتا ہے لیکن جس کی زبان سے یہ کلمات نکلے ہوئے ہیں اس کی زبان بھی سیف الرحمٰن تھی۔ جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضرور ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔ صبح میں نے بیوی صاحبہ سے دریافت کیا انہوں نے تمام ماجرا سنایا اس دن سے میں چوری سے تائب ہو گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۷)

سخت آندھی میں ذرہ نقصان نہ ہونا (کرامت):۔ بوٹا سدھو باشندہ قلعہ میہاں سنگھ نے میرے آگے بیان کیا ہم غلہ نکال رہے تھے۔ سخت آندھی آئی میرا والد چودھری خیر محمد مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ حضرت ہم غلہ نکال رہے ہیں آندھی سخت آتی معلوم ہوتی ہے کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا جاؤ کام کرو۔ خدا حافظ ہے۔ ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ آندھی اس زور سے آئی کہ بڑے بڑے درخت جڑ سے اُکھڑ گئے لیکن ہمارا ذرہ بھر نقصان نہ ہوا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۸)

مال بکنے اور منافع کی پیشگوئی پوری ہونا (کرامت):۔ میاں محمد سکنہ لاہور نے میرے آگے بیان کیا کہ میں ابتدا زمانہ میں گھوڑوں کی سوداگری کیا کرتا تھا۔ میں نے کچھ گھوڑے خرید کر اپنے ملازموں کو سرینگر فروخت کرنے کے لیے بھیجا۔ خدا کی قدرت تین ماہ گھوڑے فروخت نہ ہوئے۔ اتفاقاً مولوی صاحب لاہور تشریف فرما ہوئے۔ مسجد چینیا نوالی میں آپ نے وعظ فرمایا۔ بعد فراغت میں نے عرض کیا۔ حضرت گھوڑے فروخت ہونے کے لیے سرینگر بھیجے تھے لیکن تین ماہ ہوئے فروخت نہیں ہوتے۔ مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے۔ دعا فرمادیں۔ فرمانے لگے: میاں انشاء اللہ تیسرے روز تیرے گھوڑے راجہ والئ کشمیر خرید لے گا اور تم کو تین ہزار روپیہ منافع ہو گا۔ میں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ جب میرے ملازم واپس آئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے فرمانے کے تین دن بعد گھوڑے فروخت ہوئے اور حساب کرنے سے تین ہزار روپیہ منافع ہے۔ (سوانح حیات ص ۱۳۹)

جیسا فرمایا وہی ہوا (کرامت):۔ بوٹا اور فضل دین سکنہ مان مفلس ہو گئے۔ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مفلسی کا ذکر کیا۔ آپ نے ان کو کاشت کے واسطے اور بیل لے دیئے۔ انہوں نے کاشت شروع کر دی جب سال تمام ہوا تو فصل کاٹی اور دانہ توڑی الگ کرنے لگے۔ ابھی تھوڑا ہی غلہ نکالا تھا کہ سخت اندھیری آنے کے نشان ظاہر ہوئے بوٹا دوڑا دوڑا مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا حضرت اس وقت بڑی مشکل میں ہیں ہمارا حال آپ سے مخفی نہیں خدا خدا کر کے سال تمام ہوا تھا اب آندھی والی مصیبت پیش آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا بوٹا کچھ فکر نہ کرو خداوند کریم اپنے رحم سے تمہارا نقصان نہ کرے گا۔ بوٹا بیان کرتا ہے کہ آندھی اس قدر سخت تھی کہ کئی درخت جڑ سے اکھڑ گئے مگر ہمارا ذرا بھی نقصان نہ ہوا۔ (سوانح حیات ص ۱۳۹)

نومسلم شخص کی بیوی کا فوراً مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ شیخ عبداللہ نومسلم دلا وروالا بیان کرتا تھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد میں نے مسلمان خاندان میں ہی نکاح کیا حالانکہ میں پہلے شادی شدہ تھا۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں عبداللہ مع اہل وعیال خوش ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میری پہلی بیوی تابعدار اور سلیقہ والی تھی۔ مجھے وہ کسی وقت نہیں بھولتی۔ آپ دعا فرمائیں وہ بھی مسلمان ہو جائے تب زندگی کا مزا ہے ورنہ یوں تو دن گزر رہے ہیں آپ نے فرمایا میاں عبداللہ جس نے تم کو ہدایت کی ہے وہ اس کو بھی ہدایت کرنے پر قادر ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ خاطر جمع رکھو۔ انشاء اللہ جلدی ہی تمہاری مراد بر آئے گی۔ اب تم گھر جاؤ۔ میں حسب فرمان گھر چلا آیا۔ ابھی گھر آئے مجھے ایک ہی روز ہوا تھا۔ کہ میری سابقہ بیوی نے ایک قاصد کو خط دے کر میری طرف روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھے فلاں دن اور فلاں وقت آ کر لے جاؤ میں جا کر لے آیا وہ بھی قلعہ میں آ کر آپ کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوئی۔ (سوانح حیات ص ۱۴۰)

ولی سے دشمنی کی بدولت زندگی ویران ہو جانا (کرامت):۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سکھ تھانیدار مسمی جوند سنگھ کسی مخبر کی مخبری سے سرکاری طور پر قلعہ میں آیا۔ مخبر نے خبر دی تھی کہ آج جمعہ کا دن ہے کم از کم دو ہزار آدمی مسجد میں جمع ہے۔ اور فی الواقع بات بھی سچ تھی۔ وہ تھانیدار مع اپنے شکاری کتوں کے مسجد میں آ داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا مسجد خانہ خدا ہے پرہیز کرو تھانیدار نے کہا۔ مولوی تم میرے آنے کو تمام عمر یاد کرو گے۔ اور بھی سخت سست کہا۔ آپ نے زور سے پڑھا۔ ”ان بطش ربك لشديد“ یعنی خداوند کریم کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اگر میں برا ہوں۔ تو وہ ”احكم الحاكمين“ مجھے پکڑے گا۔ اگر تم برے ہو تو تمہیں پکڑے گا۔

تھانیدار نے حاضرین کی گنتی شروع کی بار بار گنتی کی صرف گیارہ آدمی ہی اس کی نظر میں آئے آخر مجبوراً اس کو اپنی رپورٹ میں گیارہ کی حاضری درج کرنی پڑی۔

تھوڑے ہی دن گزرنے پائے تھے کہ اس تھانیدار پر مقدمہ بن گیا اور وہ معزول ہو گیا۔ روپیہ مقدمہ پر اس قدر خرچ ہوا کہ ایک کوڑی بھی اس کے پاس نہ رہی اور سخت ذلیل ہو کر گوجرانوالہ سے نکلا۔ (سوانح حیات ص ۱۴۰)

فکر معاش میں حضور ﷺ کا اطمینان دلانا (کرامت):۔ جناب تایا صاحب حکیم غلام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے مولوی صاحب کو کہا کہ ہم حکام کی باز پرس سے تنگ آ گئے ہیں بہتر ہے کہ ہم یہاں کی بود و باش ترک کر کے کسی ریاست میں جا کر قیام کریں مولوی صاحب نے فرمایا بھائی جان آپ کا فرمانا بجا ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ کیونکہ ایک دن میں مسجد میں سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھے آ کر جگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں میں اس کے ساتھ ہو لیا جب گاؤں سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ کی پالکی پڑی ہے۔ حاضر ہو کر میں نے سلام کیا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا غلام رسول ہم تمہاری مسجد کو جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور پالکی والوں نے پالکی اٹھالی مسجد میں تشریف لا کر اسی پکڑے ہاتھ سے مجھے ممبر پر بٹھایا اور فرمایا وعظ کیا کرو تم سے لوگوں کو ہدایت ہوگی تمہاری یہی جائے بود و باش ہے۔

بھائی صاحب فرمائیے میں تو مامور ہوں کیسے اس جگہ کو چھوڑ سکتا ہوں۔ (سوانح حیات ص ۱۴۱)

دیکھتے ہی کنویں کا صحیح سالم ہو جانا (کرامت):۔ موضع پنا کھ جو قلعہ میہاں سنگھ سے تین کوس کے فاصلہ پر بجانب شمال ہے۔ وہاں کے زمیندار مسمی دارا نے آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا مولوی صاحب ہم نے ایک کنواں لگوایا تھا۔ جس پر روپیہ بہت خرچ ہو گیا اب وہ کنواں شکستہ ہو گیا ہے۔ میں پہلے ہی بہت مقروض ہو چکا ہوں دعا فرما دیں اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے۔ آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور جاتے ہی کنوئیں پر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا چودھری دارا کنوئیں کو دیکھو یہ تو بالکل صحیح و سالم ہے۔ تم کو دیکھنے میں غلطی ہوئی ہوگی۔ دارا نے عرض کیا حضور مجھے دیکھنے میں غلطی تو نہ ہوئی تھی۔ یہ سب آپ کی برکت اور کرامت ہے۔ (سوانح حیات ص ۱۴۲)

توجہ کی بدولت مرید سے کشف سلب کر لینا (کرامت):۔ موضع سادو گورایہ متصل قلعہ میہاں سنگھ کا ایک شخص مسمی برخوردار قوم ارائیں مولوی حیات گل صاحب سے (جو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے مریدوں میں سے تھا) فیض یافتہ تھا حیات گل صاحب کی توجہ سے اس کو کشف حاصل ہو گیا جب کسی کا بیل یا کوئی اور چوپایہ مرنے والا ہوتا تو مالک چوپایہ کو کہہ دیتا کہ اس کو فروخت کر دو اور جو حاصل ہو سکے کر لو۔ کیونکہ یہ چند روز تک مر جائے گا۔ جب اس کے چند وقوعے سچ ہوئے تو مولوی صاحب کو خبر پہنچی آپ نے سن کر فرمایا یہ کام تو اچھا نہیں کہ کسی بے چارے کا ناحق نقصان کراتا ہے۔ سادو گورایہ کا ایک شخص مسمی کرم الدین قوم کشمیری آپ کا مرید تھا اور تقریباً ہر جمعہ وہ قلعہ میں آتا۔ کرم الدین جمعہ کے دن مولوی صاحب سے ملاقاتی ہوا۔ اس نے بھی برخوردار ارائیں کا ذکر کیا۔

مولوی صاحب نے فرمایا اچھا تم اس برخوردار کو میری طرف سے السلام علیکم کہنا جب کرم الدین نے آپ کی طرف سے اس کو سلام کہا۔ اس کا تمام فیض جاتا رہا۔ بعد ازاں وہ کئی دفعہ حیات گل صاحب کے پاس گیا اور مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ مگر وہ فیض حاصل نہ ہوا۔ (سوانح حیات ص ۱۴۲)

مالیخولیا کے لاعلاج مریض کا شفا پا جانا (کرامت):۔ حکیم نبی بخش صاحب سکنہ کھبیکی نے ذکر کیا کہ مجھے موضع اگوبھنڈر میں ایک ایسے مریض کے علاج کے لیے جانا پڑا۔ جس کو اطباء لاعلاج کر چکے تھے۔ مریض مبتلا مرض مالیخولیا تھا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جاؤ وہ شافی مطلق شفا دے گا (حکیم صاحب بہت مسخرے تھے اور آپ ان کے تمسخر سے بہت خوش تھے) حکیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو اچھا ہوگا۔ اگر کوئی اور ایسا مریض ملے تو پھر آپ نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تم کو ہمیشہ اپنے فضل و کرم سے اس مرض پر غلبہ دے گا۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ میں نے جا کر علاج شروع کر دیا۔ ایک ہی روز کے علاج سے نصف مرض دور ہو گئی۔ دوسرے روز وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد مالیخولیا والے بفضل تعالیٰ صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ (سوانح حیات ص ۱۴۳)

مفلس قرضدار کا آسودہ ہو جانا (کرامت):۔ چودھری سکنہ مان بیان کرتا ہے میں پہلے بڑا مفلس تھا میرا قرضہ میری حیثیت سے بڑھ گیا۔ زمین گروی ہو گئی۔ زمین کے علاوہ بھی قرض بہت ہو گیا۔ نظام الدین گلگو مجھے آپ کے پاس لے آیا اور میری حالت بیان کی آپ نے مجھے فرمایا کوئی بیل ہے میں نے عرض کی کہ حضرت ایک بھینس باقی رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا جا کاشت کر و اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ بفضل خدا میں ایک سال میں مالا مال ہو گیا۔ میرا قرضہ بھی اتر گیا۔ زمین بھی فک کرالی اور نمبردار بھی ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اتنا مال مجھے کہاں سے مل گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۴۳)

باوا کاہنداس مہنت کا مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ باوا کاہنداس ہندوؤں کا بڑا بھاری مہنت تھا۔ باشندہ علاقہ گورداسپور تھا۔ وہ اپنے سیوکوں کے پاس موضع کالووالی متصل قلعہ میہاں سنگھ آ گیا۔ سیوکوں سے دریافت کیا کہ قلعہ میاں سنگھ یہاں سے کتنے فاصلہ پر ہے انہوں نے کہا تین کوس باوا صاحب کہنے لگے میں مولوی صاحب کو ملنا چاہتا ہوں سنا جاتا ہے وہ بڑے عالم اور صوفی بزرگ ہیں۔ میرے بھی مذہب اسلام کے متعلق کچھ سوال ہیں۔ میں بھی دیکھوں گا کہ وہ کتنا علم رکھتے ہیں۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ باوا صاحب قبل ازیں کئی پنڈت مولوی صاحب کے امتحان کو گئے۔ آخر وہ مسلمان ہو گئے۔ آپ وہاں نہ جائیں اور نہ ہی امتحان لینے کی کوشش کریں۔ لیکن باوا صاحب نہ مانے اور قلعہ میہاں سنگھ میں پہنچ گئے مولوی صاحب بالا خانہ پر تشریف فرما تھے۔ باوا صاحب نے بیٹھتے ہی سوال کیا۔ حضرت یہ بتایا جائے کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے فرمایا اول کلمہ پڑھنا۔ آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا۔ باوا کاہنداس صاحب خود بخود کلمہ پڑھنے لگ گئے مؤلف سوانح عمری نے یہ واقعہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بعد اس کے باوا صاحب دو سال قلعہ میہاں سنگھ میں رہے مولوی رومی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

گفتن او گفتن اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(سوانح حیات ص ۱۴۴)

واہگرو سے وحدہ کا سفر (کرامت):۔ لاہور کا ذکر ہے کہ آپ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت واہگرو واہگرو کرتی پاس سے گزری۔ آپ نے فرمایا۔ وحدہ، وحدہ، اس عورت کی زبان پر وحدہ، جاری ہو گیا۔ گھر والوں نے بہتیرا مارا پیٹا مگر باز نہ آئی آخر وہ مسلمان ہو گئی۔ (سوانح حیات ص ۱۴۴)

ایک وعظ سن کر ہندو اور سکھ کا مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ ایک روز آپ لاہور میں وعظ فرما رہے تھے دو گورے کچھ سکھ اور کچھ ہندو بھی آپ کے وعظ میں موجود تھے۔ آپ سورۂ مریم کا وعظ فرما رہے تھے۔ قصہ ہرقل اور سفارت قریشاں بیان کیا۔ ہرقل کا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کلمہ اجازت کا سہ بار تکرار کرانا ذکر کر کے بزور کلمہ شہادت پڑھا وعظ کے سننے والے خورد و کلاں، ہندو مسلمان سکھ سب میں تہلکہ مچ گیا۔ اس طرح تڑپے جیسا مرغ نیم بسمل تڑپتا ہے۔ اس وعظ میں جس قدر غیر مذہب والے شامل تھے سب مسلمان ہو گئے۔ (سوانح حیات ص ۱۴۵)

ساہوکار کا کلمہ سنتے ہی مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ ایک بار آپ ساہو والا کی طرف جا رہے تھے۔ رستہ میں ایک ساہوکار گھوڑی پر سوار سامنے آ گیا۔ آپ کی حالت اس وقت دگرگوں تھی۔ گھوڑی کی باگ ہاتھ سے گر گئی ساہوکار نے کہا میاں گھوڑی والے باگ سنبھالو۔ آپ نے جواب دیا میں سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن نفس بڑا سرکش ہے مانتا نہیں۔ ساہوکار نے کہا کیا کہتا ہے آپ نے فرمایا یہ لا الہ الا اللہ کے معنی کما حقہ نہیں مانتا آپ کا کلمہ پڑھنا تھا کہ ساہوکار بے ہوش ہو کر نیچے آ گرا، آپ بھی نیچے اتر آئے جب ہوش میں آیا تو مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (سوانح حیات ص ۱۴۵)

مصلّٰی کے نیچے روزانہ دو روپیہ حاصل ہونا (کرامت):۔ شیخ اللہ دتا المعروف اللہ الصمد سکنہ موضع درگاہی والا یہ وڈالہ سندھواں میں سردار دیال سنگھ مجسٹریٹ کا ملازم تھا بڑا رشوت خور اور بد چلن خائن اور بد دیانت تھا یہ مفلس ہو گیا اور قرضدار بھی تھا آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ عصر کی جماعت کرانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ شیخ اللہ دتا ابھی باہر ہی تھا آپ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ ایک اور مقتدی بنا لیں اتنے میں شیخ اللہ دتا مسجد میں داخل ہوا بعد سلام مسنون کے مصافحہ کر کے وضو کیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ بعد نماز آپ نے آنے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا ارادہ بیعت ہونے کا ہے لیکن ایک آزمائش ہے۔ آپ نے فرمایا میں امتحان کے قابل نہیں گناہگار ہوں تم جو بات کہنا چاہتے ہو کہو اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہو جائے گی۔ اس نے کہا میں ایک عورت پر فریفتہ ہوں کسی صورت وہ میری مطیع ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمانبردار ہو جائے گی اور تیرے پاس آ جائے گی مگر یہ یاد رکھو اگر تم نے زنا کیا تو مجذوم ہو جائے گا اللہ دتا واپس درگاہی والا چلا گیا وہ عورت بھی خود بخود اس کے پاس آ گئی اللہ دتا کہتا تھا خدا کا ڈر تھا یا نہیں لیکن اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ مولوی صاحب بھی میرے پاس ہیں۔ میں بعد یقین پھر آپ کی خدمت میں بیعت ہونے کے ارادہ سے آیا عصر کا وقت تھا آپ نے اپنے مقتدیوں کو فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ شیخ اللہ دتہ بھی آتا ہے۔ اس کو بھی ساتھ ملا لو۔ یہاں تک میں بھی آ گیا۔ سلام کے بعد مصافحہ کیا آپ نے مجھے فرمایا کہ ایسی جگہ سے بچنے کو اسلام کہتے ہیں بعد نماز میں بیعت ہوا اور اپنی حالت فقر و فاقہ والی بیان کی آپ نے مجھے کچھ پڑھنے کے لیے بتایا اور فرمایا کہ اپنے مصلّٰی کے نیچے سے دو روپیہ ہر روز نکال لیا کرو۔ لیکن یہ سر الٰہی ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ چند روز مجھے وہ نقد مصلّٰی کے نیچے سے ملتا رہا۔ آسودگی دیکھ کر میری عورت فراخی اور آسودگی کا سبب دریافت کرنے کے درپے ہو گئی۔ بہت دفعہ اس نے مجھ سے دریافت کیا میں ذکر کر بیٹھا میرا ذکر کرنا ہی تھا وہ آمدنی بند ہو گئی جمعہ کے روز میں پھر حاضر ہوا آپ نے فرمایا واہ بھائی اللہ دتا ایک تھوڑی سی چیز بھی ہضم نہ ہو سکی۔ آپ نے پھر اللہ الصمد پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اس نے اس قدر اللہ الصمد پڑھا کہ تسبیح گھس گئی اور اس کا نام اللہ الصمد مشہور ہو گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۴۷)

ضرورت کے غیب سے اسباب بننا (کرامت):۔ یہی شیخ اللہ دتا بیان کرتا تھا کہ ایک دفعہ مجھے کچھ روپیہ کی ضرورت تھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ دعا فرما دیں تا کہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تم بھی دعا کرو اور میں بھی کرتا ہوں۔ دعا کرانے کے بعد رخصت ہوا رستہ میں مجھے پاخانہ کی حاجت ہوئی مجھے اینٹ کی ضرورت تھی اینٹ تو کوئی نہ ملی ایک سیاہ ٹا کی زمین میں دفن کی

ہوئی دیکھی میں نے جو اس کو نکالا تو اس میں اتنے روپیہ تھے جس قدر مجھے ضرورت تھی۔

شیخ اللہ دتا کا بیان تھا کہ میں بڑا سیاح ہوں لیکن میں نے آج تک مولوی صاحب جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ جو کچھ آپ نے کسی کو کہا اور جو کوئی آپ کے پاس آیا خالی نہ گیا۔ آپ کا کام آپ کا لباس آپ کا چلنا پھرنا سب مطابق سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔

کار پاکاں راقیاس از خود دیگر (سوانح حیات ص ۱۴۷)

توجہ کی بدولت اعمال میں برکت (کرامت): بڈھا کشمیری ساکن قلعہ میہاں سنگھ بیان کرتا تھا کہ ایک دن میں آپ کے پاس تنگی روزگار کی شکایت کر کے دعا کا ملتجی ہوا آپ نے فرمایا میاں بڈھا بعد نماز صبح سورۂ یٰسین ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔ انشاء اللہ العزیز ایک روپیہ روزانہ تمہیں کسی نہ کسی صورت میں مل جایا کرے گا۔ کچھ مدت میں اس طرح کرتا رہا خواہ کچھ بھی ہوتا ایک روپیہ روزانہ مجھے مل جاتا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ دو دفعہ پڑھ کر دیکھوں کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے دو دفعہ پڑھنی شروع کر دی اور مجھے دو روپیہ روزانہ آمدن ہونی شروع ہو گئی۔ آہستہ آہستہ بالترتیب میں نے روزانہ پانچ دفعہ سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کر دی اور مجھے پانچ روپے روزانہ آمدن شروع ہو گئی۔ ابھی ایک دو یوم ہی پانچ دفعہ سورۂ یٰسین پڑھی تھی کہ مولوی صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا۔ میاں بڈھا تو بہت لالچی ہو گیا ہے جس قدر تمہیں کہا گیا تھا۔ اس پر تم شاکر نہیں رہے۔ اب آئندہ اس مطلب کے لیے سورۂ یٰسین نہ پڑھا کریں اس کے بعد کئی دن میں نے بیس دفعہ بھی پڑھی۔ لیکن آمدن ایک روپیہ بھی نہ ہوئی۔ (سوانح حیات ص ۱۴۸)

لب لگانے کی برکت سے زخم ٹھیک ہو جانا (کرامت):۔ عبدالعزیز پسر نبی بخش درزی ساکن قلعہ میہاں سنگھ نے بیان کیا کہ بچپن میں میرے پاؤں پر لوہاروں کی آہرن گری اور میرا پاؤں سخت زخمی ہوا درد سے بیتاب ہو رہا تھا میری والدہ مجھے اٹھا کر مولوی صاحب کی خدمت میں لے گئی۔ آپ نے میرے پاؤں پر لب لگائی فوراً آرام ہو گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۴۸)

کلمہ سنتے ہی سکھ کا مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ ایک دفعہ آپ ضلع گجرات میں سفر فرما رہے تھے کہ ایک سکھ نے پوچھا موضع ڈنگہ کا راستہ کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ یاد نہیں البتہ سیدھوں کا یاد ہے اس نے کہا سیدھوں کا ہی بتا دو۔ آپ نے فرمایا سیدھوں کا راستہ لا الہ الا اللہ ہے۔ آپ کا زبان سے کلمہ نکلنا تھا کہ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (سوانح حیات ص ۱۴۸)

صرف ایک تعویز پر روٹھے سسرال اور بیوی کا مان جانا (کرامت):۔ وزیرا حجام جاملکے چیمہ ضلع سیالکوٹ کی شادی موضع بوپڑہ کلاں میں ہوئی تھی۔ بہت بدشکل تھا اور اس کی منکوحہ بہت خوبصورت تھی خدا کی مرضی اس کی عورت اس کی شکل دیکھ کر اس قدر متنفر ہوئی کہ پھر وہ آنے کا نام نہ لیتی تھی۔ بہت دفعہ سسرال گیا لیکن نا کام واپس آیا۔ جاملکے چیمہ میں ہمارے رشتہ دار حکیم شہاب الدین صاحب تھے۔ ان کو سفارش کے طور پر ہمراہ لے کر قلعہ میں آ گیا۔ مولوی صاحب کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا آپ نے اس کو ایک تعویذ لکھ کر دیا اور کہا کہ جاؤ اور اپنے سسر اور ساس کو سلام کر آؤ۔ لیکن خبردار وہاں رات نہ رہنا رات کو یہاں واپس آ جانا۔ وزیر تعویذ لے کر چلا گیا۔ پہلے تو یہ حالت تھی کہ گھر کے تمام آدمی اس کو مارنے کو تیار ہوتے تھے لیکن اب یہ حالت ہوئی کہ سب نے خوب آؤ بھگت کی اور رات رہنے کو بہت اصرار کیا مگر وہ مولوی صاحب کے حکم کے مطابق واپس قلعہ چلا آیا۔ عصر کے قریب لڑکی کے والدین لڑکی کو قلعہ میں لے آئے۔ اس دن کے بعد وہ تمام عمر میکے نہ آئی۔ (سوانح حیات ص ۱۴۹)

لب لگانے کی برکت سے سوکڑا سے شفاء پا جانا (کرامت):۔ ہدایت اللہ پنجابی کا مشہور شاعر سکنہ لاہور نے بیان کیا کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ ایک مرتبہ مولوی صاحب مسجد چینیا نوالی میں تشریف لائے میرے والد نمازی تھے۔ مگر بدعتی اور مشرک تھے وہ مولوی صاحب کی زیارت کو گئے میں اپنے والد کے ہمراہ تھا میرے گلے میں دوہاوے (پنجاب میں اکثر عورتوں کا خیال ہے کہ جس شخص کے بچے مر جاتے ہوں۔ اگر سات سال تک ہر سال چاندی کی ایک ہنسلی بنوا کر لڑکے کے گلے میں ڈالتا رہے اور سات سال کے بعد ساتویں ہنسلیاں خیرات کر

دے۔ تو اس کی اولاد نہیں مرتی۔ وہ ہنسلیاں دوہادی کہلاتے ہیں) پڑے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے دیکھ کر میرے والد سے نہایت حلیمی سے پوچھا کہ میاں اس لڑکے کے گلے میں کیا ڈالا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت میری اولاد نہیں بچتی اس لیے یہ دوہاوے ڈالے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ان دوہاوں میں کیا پڑا ہوا ہے۔ انہیں اتار دو۔ چنانچہ میرے والد نے وہیں اتار دیئے۔ میں گھر آیا میری دادی اور والدہ بہت چیخیں چلائیں کہ یہ کیا ظلم کیا۔ لیکن میرے والد نے ایک نہ مانی۔ مولوی صاحب کے چلے جانے کے بعد میں بیمار ہو گیا۔

اور دو ماہ تک بیمار رہا۔ ایک ہاتھ سوکھ گیا چنانچہ چھ ماہ کے بعد مولوی صاحب لاہور پھر تشریف فرما ہوئے اور میرا والد مجھے لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت جس دن سے آپ نے دوہاوے اتروائے ہیں اسی دن سے بچہ بیمار ہے ایک ہاتھ اس کا بیکار ہو گیا ہے۔

چنانچہ مولوی صاحب نے میرے ہاتھ پر اپنی لب مبارکہ لگائی اور دم کیا۔ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اب تک درزیوں کا کام کرتا ہوں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ایسے کاموں پر عقیدہ رکھنے کے لیے شیطان یہ اذیتیں دیا کرتے تھے۔ (سوانح حیات ص ۱۵۰)

نام کتاب:۔ عالم برزخ....... مصنف:۔ عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی
ناشر:۔ رحمانیہ دار الکتب، امین پور بازار فیصل آباد

صوفیاء کی لذت مناجات سحر:۔ وقال الفضیل بن عیاض اذا غربت الشمس فرحت بالظلام لخلتی بربی واذا طلعت حزنت لدخول الناس علی (احیاء العلوم للغزالی)

جب سورج غروب ہوتا ہے تو میں ظلمت شب سے خوش ہوتا ہوں اس لیے کہ وہ وقت میرے رب کے ساتھ میری خلوت کا ہوتا ہے اور جب سورج طلوع ہوتا ہے تو میں غمگین ہو جاتا ہوں کہ اب میرے پاس لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔

اگر رات (عبادت کیلئے) نہ ہوتی میں دنیا کی زندگی نہ چاہتا۔ (ابوسلیمان)

وقال ابوسلیمان اهل اللیل فی لیلهم الذمن اهل اللهو فی لهوهم ولولا اللیل مااحببت البقآء فی الدنیا (احیاء)

ابوسلیمان فرماتے ہیں کہ رات کو جاگنے والے (عبادت میں) زیادہ لطف اٹھاتے ہیں ان کی نسبت جو فضول مشاغل میں لذت حاصل کرتے ہیں اگر رات نہ ہو تو میں دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔

لذت مناجات سحر:۔ وقال بعضهم لذة المناجاة لیست من الدنیا انما هی من الجنة اظهرها الله تعالیٰ لاولیاء ہ لایجدهاسواهم (احیاء العلوم) بعض کا قول ہے مناجات سحر کی لذت کے سوا کوئی چیز جنت کی کسی شے سے مشابہ نہیں ہے۔

جہنم کے خوف نے عابدوں کی نیند اڑا دی۔ (طاؤس بن کیسان)

قال طیر ذکر جهنم نوم العابدین (صفة الصفرة لابن الجوزی) فرمایا: جہنم کے ذکر (خوف) نے عابدوں کی نیند ختم کر دی ہے۔

تیرا غم میرے اور میری نیند کے درمیان حائل ہے۔ (ابوسلیمان داؤد بن نصیر الطائی)

کان یقول باللیل الهی همك عطل علی الهموم الدنیویة وحال بینی وبین الرقاد۔

داؤد طائی رات کے وقت یوں کہا کرتے خدایا تیرے غم نے تمام دنیوی غموں کو معطل (زائل) کر دیا ہے اور یہ غم میرے اور میری نیند کے درمیان مائل ہے۔

جب داؤد طائی کی وفات ہوئی تو ایک نیک (صالح) شخص نے انہیں خواب میں دیکھا کہ دوڑ رہے ہیں پوچھا کیا بات ہے۔

فقال الساعة تخلصت من السجن فاستیقظ الرجل من منامه فارتفع الصیاح یقول الناس: مات داؤد الطائی۔

فرمایا: ابھی ابھی (دنیا کے) قید خانے سے چھٹکارا پا کر آیا ہوں اس کے بعد اس آدمی کی آنکھ کھل گئی اور رونے اور چیخنے کی آواز بلند ہوئی لوگ کہہ رہے تھے کہ حضرت داؤد طائی وفات پا گئے۔ رحمہ اللہ

احمد بن ابی الحواری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں ابوسلیمان عبدالرحمٰن دارانی رحمہ اللہ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے میں نے رونے کا سبب دریافت کیا فرمانے لگے۔ ''ولم ابکی واذا جن اللیل ونامت العیون وخلا کل حبیب بحبیبه وافترش اهل المحبة اقدامهم وجرت دموعهم علی خدودهم''

احمد! میں کیوں نہ روؤں۔ جب رات تاریک ہو جاتی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں اور ہر حبیب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا جاتا ہے اور اہل محبت اپنے پاؤں پھیلا لیتے ہیں اور ان کے رخساروں پر آنسو بہتے ہیں۔

اور محرابوں میں قطرے گرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور جبریل کو پکار کر کہتے ہیں اے جبرئیل! جو لوگ میرے کلام سے لذت حاصل کرتے ہیں اور میرے ذکر سے راحت پاتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہیں انکی خلوت گاہوں میں میں انہیں دیکھتا ہوں ان کی آہ و زاری کو سنتا ہوں اور ان کے رونے پر میری نظر ہے۔

فلم لاتنادی یاجبریل ماهذا البکآء هل رایتم حبیبا یعذب احباء ه (الرسالة القشیریه ص 13)

جبرئیل تو بآواز بلند کیوں نہیں پوچھتا کہ یہ رونا کیسا؟ کیا کبھی کوئی حبیب اپنے محبوب کو عذاب دیتا ہے۔

میرے لیے کیا یہ مناسب ہے کہ میں ان لوگوں کی گرفت کروں۔ جو رات ہوتے ہی میرے سامنے آہ و زاری کرتے ہیں مجھے اپنی ذات کی قسم جب یہ لوگ قیامت کے دن میرے پاس لوٹیں گے تو ان کیلئے اپنے چہرے سے پردہ اٹھا دوں گا تا کہ وہ مجھے دیکھ لیں اور میں انہیں دیکھ لوں۔

عن ابراهیم ابن مسلم القرشی قال کانت فاطمة بنت محمد بن المنکدر تکون نهارها صآئمة فاذا جنها اللیل تنادی بصوت حزین هدأ اللیل واختلط الظلام وأدی کل حبیب الی حبیب وخلوتی بك ایها المحبوب ان تعتقنی من النار۔

ابراہیم بن مسلم القرشی بیان کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت محمد بن منکدر دن بھر روزے سے ہوتی تھیں اور جب رات آتی تو غمگین آواز سے کہتیں کہ رات آ گئی ہے اور اندھیرا چھا گیا ہے اور ہر حبیب اپنے حبیب کی طرف چل پڑا ہے میری خلوت اے میرے محبوب (میرے اللہ) تیرے ساتھ ہے۔ تو مجھے جہنم سے آزاد کر دے۔ (عالم برزخ ص 16 تا 20)

ہمارے شیخ طریقت کا انکشاف:۔ ہمارے ایک شیخ طریقت فرمایا کرتے تھے کہ صوفیاء کرام مجاہدات سے کچھ کشف حقائق کو لیتے ہیں۔ مگر علمائے دین جو مجاہدہ سمجھ کر دینی علوم کی تدریس میں مشغول رہتے ہیں موت کے ساتھ ہی ان پر کشف حقائق کے ابواب وا ہو جاتے ہیں اور وہ ان اصحاب مجاہدات سے کہیں آگے گزر جاتے ہیں۔ (عالم برزخ ص ۲۳)

عوارف المعارف میں روح کی حقیقت:۔ سئل ابن عباس رضی الله عنهما قیل این تذهب الارواح عند مفارقة الابدان فقال این یذهب ضوء المصباح عند فنآء الادهان قیل له فاین تذهب الجسوم اذا بلیت؟ قال فاین یذهب لحمها اذا مرضت (عوارف المعارف ۴۴۸) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ بدن سے نکلنے کے بعد روحیں کہاں چلی جاتی ہیں آپ نے جواب میں سوال کیا کہ جب تیل ختم ہو جاتا ہے تو چراغ کی روشنی کہاں چلی جاتی ہے؟ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ جب (قبر میں) جسم گل جاتے ہیں کہاں چلے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب وہ بیمار ہو جاتے ہیں ان کا گوشت کہاں چلا جاتا ہے۔ (عالم برزخ ص 80)

نیک صحبت کی برکات کے کتے پر اثرات:۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے بتایا کہ میں نے ابو الفضل جوہری رحمہ اللہ کا ایک وعظ ۴۶۹ھ ہجری میں جامع مسجد مصر میں سنا وہ برسر منبر فرما رہے تھے کہ جو شخص نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کی نیکی کا حصہ اس کو بھی ملتا ہے دیکھو اصحاب کہف کے کتے نے ان سے محبت کی اور انکے ہمراہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا......

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ابن عطیہ رحمہ اللہ کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ جب ایک کتا صلحاء اور اولیاء کی صحبت سے یہ مقام پا سکتا ہے۔ تو آپ قیاس کریں کہ مؤمنین وموحدین جو اولیاء اللہ اور صالحین سے محبت رکھیں ان کا مقام کتنا بلند ہوگا' اس واقعہ میں ان مسلمانوں کیلئے سامان تسلی اور بشارت ہے جو اعمال میں کوتاہ ہیں مگر حبیب خدا ﷺ سے کامل محبت رکھتے ہیں۔ (عالم برزخ ص ۱۵۲ تا ۱۵۳)

سکرات موت میں پیشگی اطلاع کے چند واقعات

خیر النساج کا واقعہ:۔ خیر النساج کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے موت کے وقت فرمایا صبر کروں گا' اللہ پاک تمہیں عافیت عطا فرمائے تمہیں جو حکم ہے اس کے بغیر چارہ نہیں اور میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز ادا کر کے فرمایا۔ اب تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو یہ فرمایا اور دنیا سے انتقال فرما گئے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ:۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جس روز عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرمانے والے تھے اس روز فرمانے لگے مجھے اٹھا کر بٹھاؤ' تیمارداروں نے آپ کو اٹھا کر بٹھا دیا' چشم پرنم کے ساتھ فرمایا میں وہ ہوں جس نے تعمیل احکام میں کوتاہی کی اور گناہوں میں سرگرمی دکھائی' یہ جملہ تین بار فرما کر کلمہ طیبہ پڑھا اور سر اٹھا کر غور سے دیکھنے لگے لوگوں نے پوچھا......

امیر المؤمنین! آپ اس قدر غور سے کیا دیکھ رہے ہیں فرمایا میں ایسی صورتیں دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن' پھر جان جان آفرین کو سونپ دی۔ مسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سکرات موت کے وقت میں آپ کے پاس موجود تھا آپ نے اشارے سے ہمیں باہر جانے کا حکم دیا ہم سب باہر آ کر بیٹھ گئے صرف ایک خادم آپ کے پاس رہ گیا اس وقت آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے

''تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لايريدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين۔ (القصص ۸۲)

ترجمہ: آخرت کا گھر (جنت) ہم نے ان لوگوں کیلئے تیار کیا ہے جو دنیا میں شان وشوکت کے طالب نہیں ہیں اور بہترین انجام متقیوں ہی کا ہے۔ بیشک تم نہ انسان ہو نہ جن پھر خادم نے باہر آ کر ہمیں اندر آ جانے کو کہا اب جو ہم اندر گئے تو آپ انتقال فرما چکے تھے۔

محمد بن واسع رحمہ اللہ:۔ فضالہ بن دینار کا بیان ہے کہ میں محمد بن واسع کی وفات کے وقت موجود تھا آپ دفعۃً فرمانے لگے اے میرے اللہ کے فرشتو آؤ' ہر طرح کی طاقت وقوت اللہ ہی کی طرف سے ہے اس وقت مجھے نہایت روح افزا اور مست کن خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں پھر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس سلسلہ میں بے شمار واقعات ومشاہدات ہیں لیکن سب سے بلیغ' مؤثر اور جامع یہ آیت ہے ''فلولآ اذا بلغت الحلقوم'' ۔ (الواقعہ) جب روح بدن سے سینے میں آ کر اٹک جاتی ہے اور اس وقت تم (یہ منظر) حسرت بھری نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تمہیں دکھائی نہیں دیتے۔ (عالم برزخ ص ۱۶۵، ۱۶۶)

مرنے کے بعد زندہ ہونے کے واقعات

سر گدھے کا اور جسم انسان کا:۔ حضرت عوام بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک بستی میں ٹھہرا' اسی بستی کے ایک کنارے ایک قبرستان تھا جب عصر کا وقت ہوتا تو اس قبرستان میں ایک قبر کھلتی اور اس میں سے ایک آدمی نکلتا جس کا سر گدھے کا اور باقی جسم انسان کا ہوتا اور وہ گدھے کی آواز میں تین چیخیں مارتا اور پھر اپنی قبر میں داخل ہو جاتا میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت اون کات رہی تھی ایک عورت نے مجھ سے کہا آپ اس بڑھیا کو دیکھتے ہیں؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ کہنے لگی یہ اس شخص کی والدہ ہے۔ میں نے کہا اس کا قصہ کیا ہے؟ وہ عورت کہنے لگی کہ یہ شخص شراب پیتا تھا اور جب یہ اس کام کیلئے نکلتا تو اس کی والدہ اس سے کہتی میرے بیٹے اللہ سے ڈر! تو کب تک یہ شراب پیتا رہے گا؟ یہ اپنی ماں سے کہتا تو گدھے کی طرح چیختی رہتی ہے۔ اس عورت نے بتایا کہ یہ شخص عصر کے بعد (ایک دن) فوت ہو گیا۔ اسی روز سے ہمیشہ عصر کے بعد اس کی قبر کھلتی ہے اور یہ گدھے کی سی تین چیخیں مارتا ہے اور پھر یہ بدستور اپنی قبر میں چھپ جاتا ہے۔

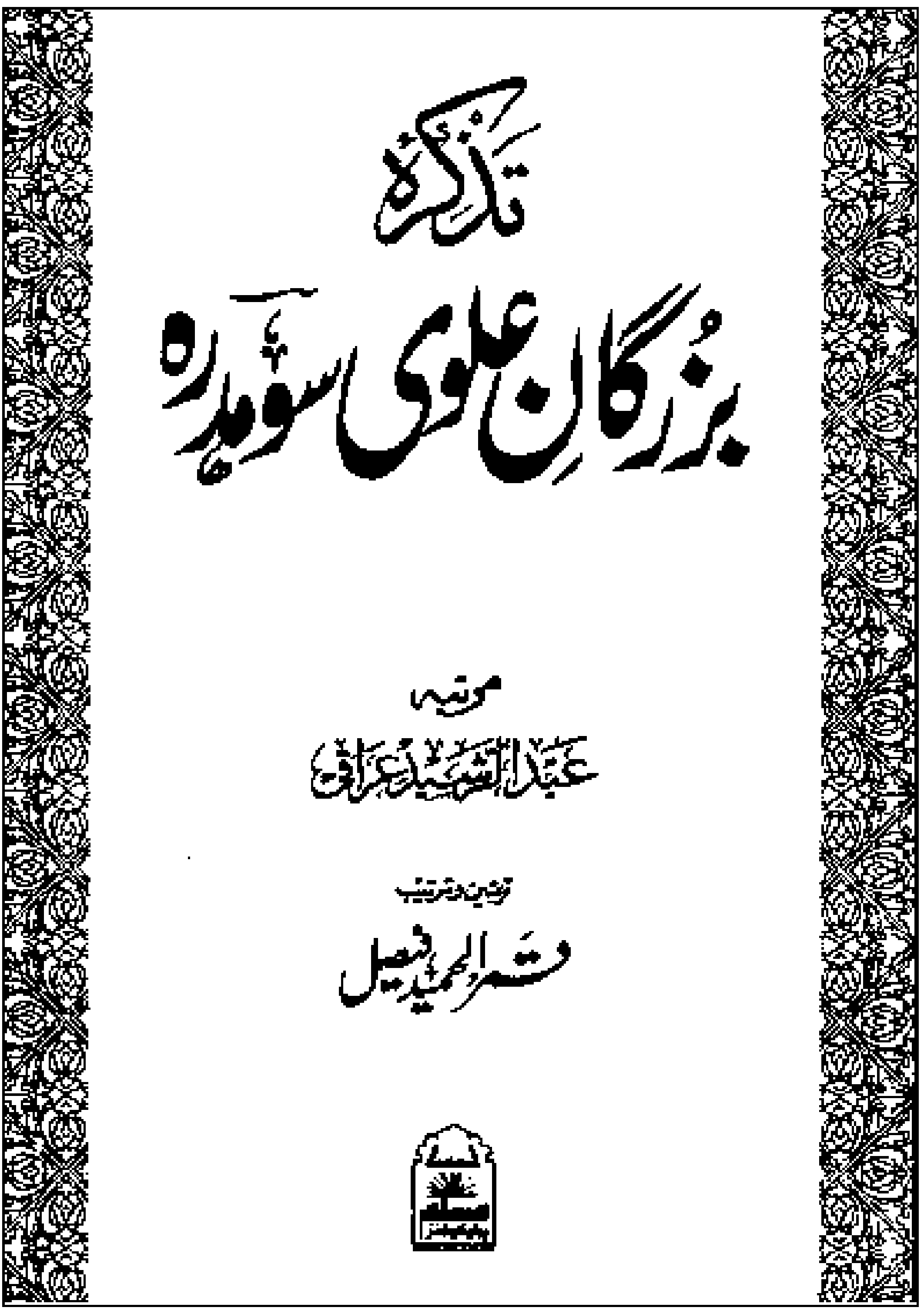

تذکرہ
بزرگانِ علوی سوہدرہ

مرتبہ
عبدالرشید عراقی

تزئین و ترتیب
قمر الحمید فیصل

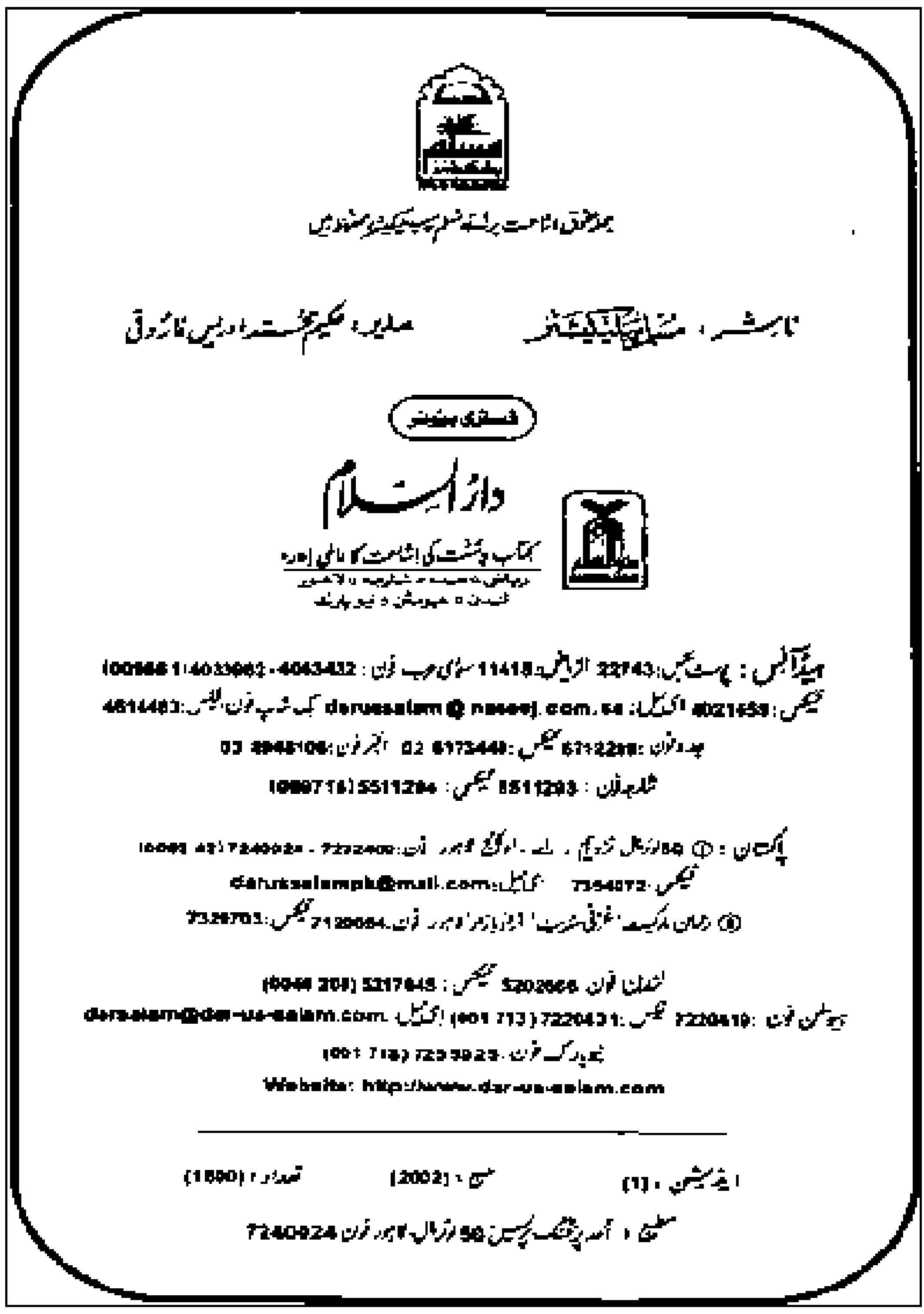

جملہ حقوق اشاعت برائے مسلم پبلیکیشنز محفوظ ہیں

ناشر: مسلم پبلیکیشنز مدیر: حکیم محمد ادریس فاروقی

ڈسٹری بیوٹر

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ہیڈ آفس: پوسٹ بکس: 22743 الریاض 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 (00966 1)
فیکس: 4021659 ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون فیکس: 4614483
جدہ فون: 6712249 فیکس: 02 6173449 الخبر فون: 03 8948106
شارجہ فون: 5511293 فیکس: 5511294 (00971 6)

پاکستان: ① 50 لوئر مال نزد سیکرٹریٹ، لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@mail.com
② رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) ای میل: darsalam@dar-us-salam.com
نیو یارک فون: 7255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

ایڈیشن: (1) طبع: (2002) تعداد: (1000)

مطبع: احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال لاہور فون 7240024

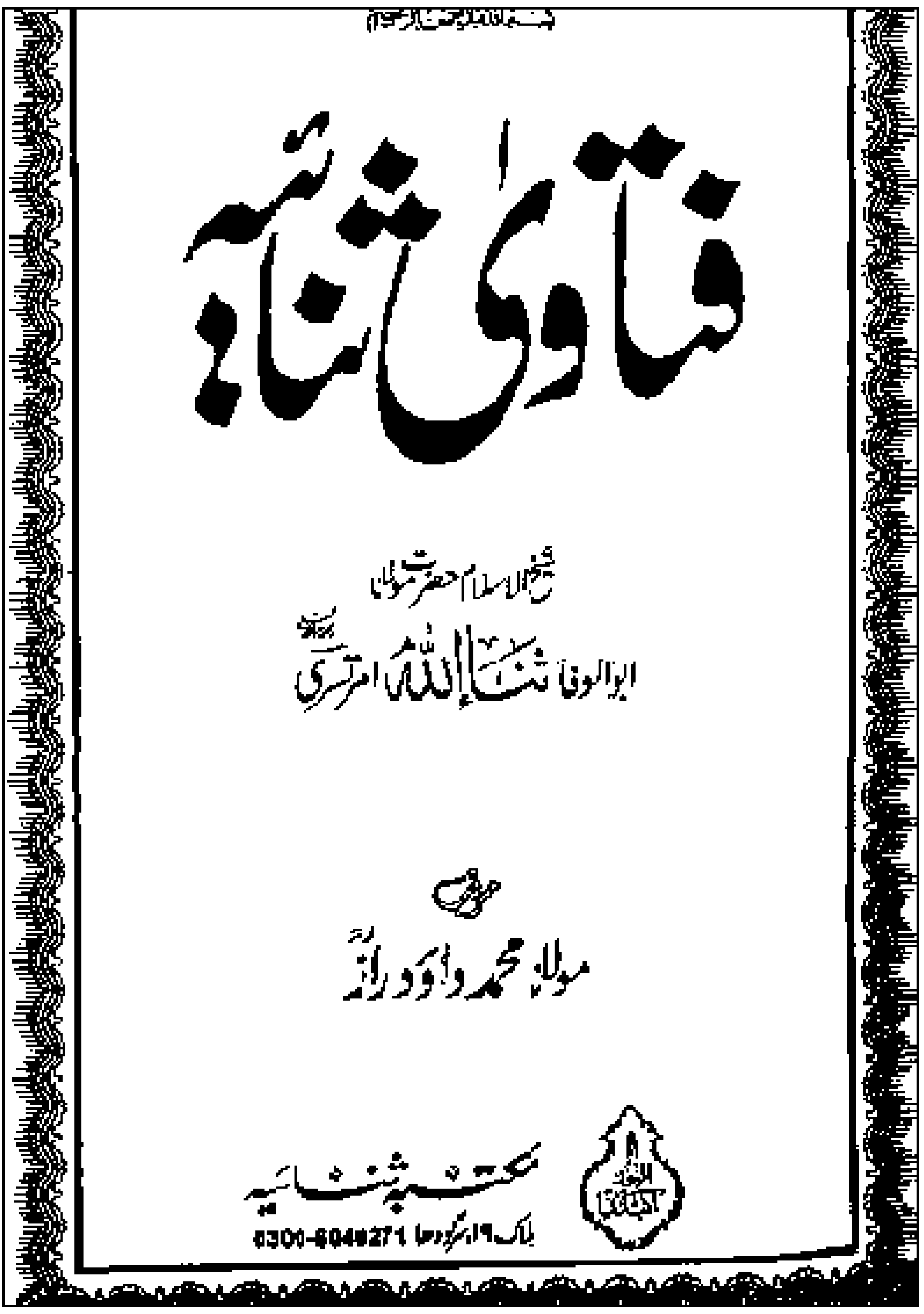

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ ثنائیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا
ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

مرتب
مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ

مکتبہ ثنائیہ
بلاک ۱۹ سرگودھا 0301-6049271

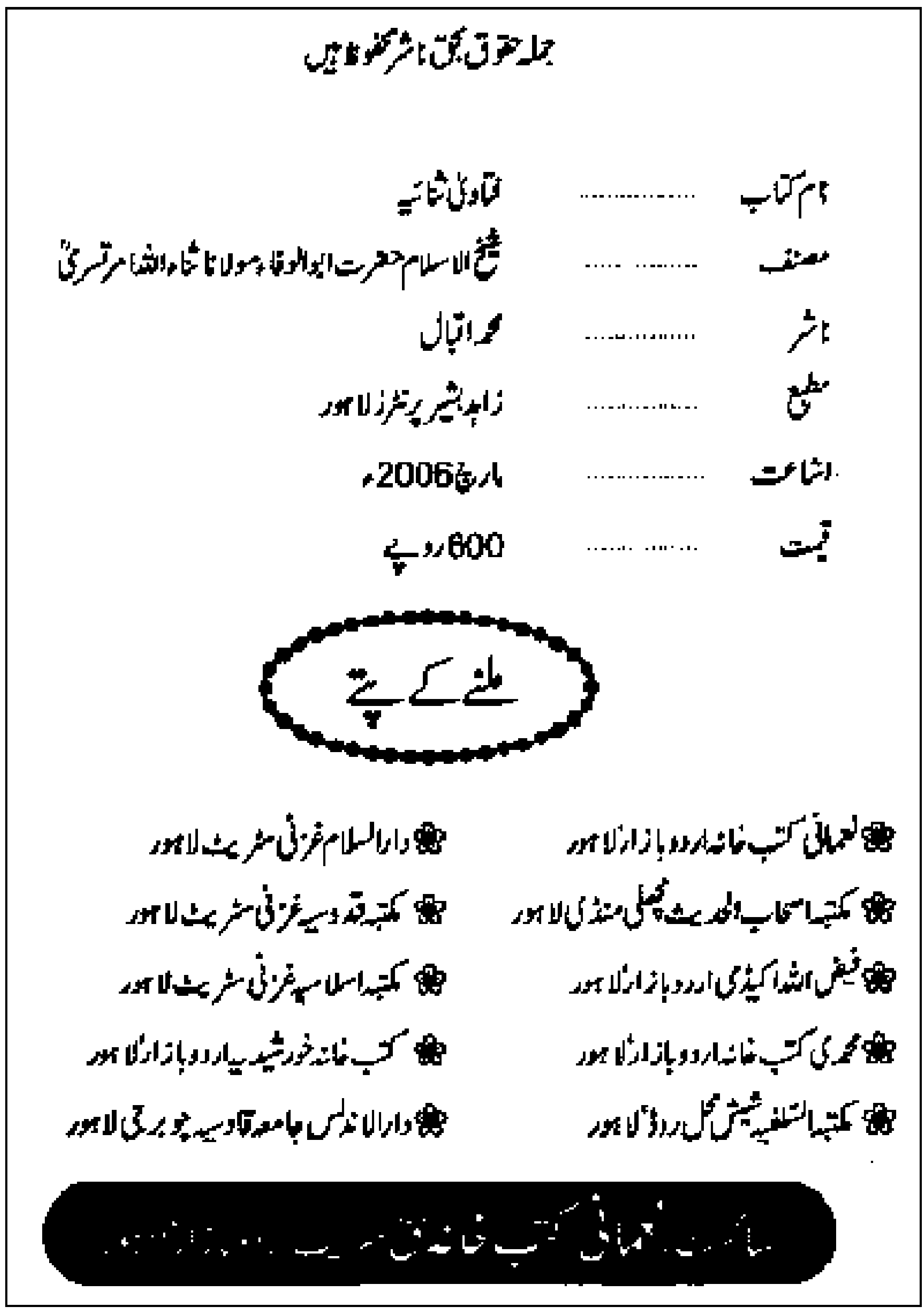

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... فتاویٰ ثنائیہ
مصنف .... شیخ الاسلام حضرت ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
ناشر .... محمد اقبال
مطبع .... زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
اشاعت .... مارچ 2006ء
قیمت .... 600 روپے

ملنے کے پتے

- ❀ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- ❀ مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور
- ❀ فیض اللہ اکیڈمی اردو بازار لاہور
- ❀ محمدی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- ❀ مکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
- ❀ دارالسلام غزنی سٹریٹ لاہور
- ❀ مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ لاہور
- ❀ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ لاہور
- ❀ کتب خانہ خورشیدیہ اردو بازار لاہور
- ❀ دارالاندلس جامعہ قادسیہ چوبرجی لاہور

ناشر نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکے سے مدینے کو جا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنی قبر سے نکلا جس کا تمام جسم آگ میں جل رہا ہے اور اس کی گردن میں زنجیر ہے جسے گھسیٹا جا رہا ہے مجھے دیکھ کر کہتا ہے اے عبداللہ مجھ پر پانی چھڑک دو معلوم نہیں وہ مجھے پہچانتا تھا یا عبداللہ عرف کے اعتبار سے کہہ رہا تھا اتنے میں دوسرا شخص نکل کر آتا ہے اور کہتا ہے عبداللہ! اس پر پانی نہ چھڑکنا' پھر وہ اس کی زنجیر پکڑ کر اور اسے گھسیٹ کر قبر میں لے جاتا ہے (ابن ابی الدنیا)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہٗ نے بھی مذکورہ بالا واقعہ قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے فرماتے ہیں اس کی دہشت سے میرے بال سفید ہو گئے میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے تنہا سفر کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا۔

(کتاب الروح لابن قیم ص ۶۷ بحوالہ عالم برزخ)

نام کتاب:۔ تذکرہ بزرگانِ علوی سوہدرہ....... مرتبہ: عبدالرشید عراقی
ترتیب: قمر الحمید فیصل، مسلم پبلیکیشنز

تذکرہ اسلاف کی اہمیت:۔ ایک آدمی جب اپنی لائن سے ہٹ جاتا ہے تو عموماً اسے آباؤ اجداد کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو تمہارے بڑے کیا تھے اور تم کیا ہو۔ اس طرح اس کا ضمیر جاگتا ہے اور اندر کا انسان بیدار ہوتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ایسی کتب سے غرض قوم کو جھنجھوڑنا اور بیدار کرنا ہوتا ہے تاکہ اخلاف اپنے اسلاف کو دیکھ کر اپنے احوال درست اور اپنی سمت صحیح کریں۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 11)

مولانا غلام نبی الربانی کی بیعت اصلاح:۔ مولانا سید عبداللہ الغزنوی رحمہ اللہ (م ۱۲۹۸) للّٰہیت' تقویٰ اور علم دین میں یکتائے روزگار تھے۔ صاحب ''نزہتہ الخواطر'' ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے۔ امام تھے' عالم تھے' زاہد تھے' مجاہد تھے۔ رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کیلئے اپنی جان' اپنا گھر بار' اپنا مال' اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ علمائے سوء کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔

دور دراز علاقوں سے علماء اور مشائخ آپ سے فیض حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوتے اور جب آپ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ وغیرہ کلمات کا ورد کرتے تو جمادات بھی آپ کے ساتھ باآواز بلند تسبیح و تہلیل کرتے اور وجد و اضطراب میں آجاتے۔ چنانچہ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ بروایت مولوی یحیٰی امام خاں نوشہروی (م ۱۳۸۵ھ) سوہدرہ میں ایک حنفی عالم مولوی سید نور شاہ مرحوم تھے اور ''السعید من سعد فی بطن امہ'' میں سے تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مغربی جانب سے ایک نور چمکا' جو ستون کی شکل میں آسمان کو چھوتا ہوا نکل گیا۔ اس نور کا مبداء سے مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ تھے۔ چنانچہ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی کا روحانی پایہ بہت اونچا تھا۔ آپ کی زبان اور دعا میں ایک خاص تاثیر تھی جس کا صاف پتہ چلتا تھا۔ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ ایک بہترین خوشنویس تھے۔ چنانچہ امرتسر جب بھی آپ تشریف لے جاتے تو وہاں حضرت شیخ کیلئے کتابیں نقل کرتے۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص ۱۷)

خواب میں بشارت:۔ حضرت غلام نبی الربانی مرحوم کا درج ذیل واقعہ مولانا سید عبداللہ الغزنوی رحمہ اللہ کے اس واقعہ سے مماثلت رکھتا ہے جو حضرت عارف باللہ نے غزنی میں خواب میں دیکھا تھا یعنی آپ نے بخاری شریف کو خاک آلود دیکھا اور پھر اس کو صاف کیا اور ممدوح (مولانا غلام نبی الربانی مرحوم) نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں سوہدرہ کی مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھا رہا ہوں اور مسجد کو خوب صاف کر رہا ہوں۔ یہ خواب آپ نے مولانا سید عبداللہ الغزنوی سے ذکر کیا تو حضرت شیخ نے فرمایا:

”الحمدلله است این رویا صادق است۔ برائے شماہمه مبارك است انشاء الله“

انشاء اللـه از تـو در دین اسلام کارے خواہد شد که این راز شرك و بدعت پاك خواہد نمومراد از مسجد این اسلام است، خس و خاشاك پیرون کردن کفر۔“ یا ”دین ازشرك و بدعت پاك نمودن است“

”سب اللہ کی تعریف ہے۔ یہ سچا خواب ہے اور آپ کیلئے بڑا باعث برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے بڑا کام لے گا آپ اسلام کی حفاظت کریں گے اور کفر کو شکست دیں گے انشاءاللہ“

مرحوم کا زہد و تقویٰ محتاج وضاحت نہیں۔ مولانا الغزنوی رحمہ اللہ کے فیض یافتگان میں یہ جنس کمیاب تقویٰ وللّٰہیت ماشاءاللہ عام تھی۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 71 سے 74)

نظام تکوینی کی سپردگی:۔ مولوی ہدایت اللہ مرحوم نے بیان کیا: ”مجھے ایک صاحب بھیکن خان نے (جو کہ موضع سہاگ پور جو.جی آئی پی ریلوے اسٹیشن پر ہے اور ضلع ہوشنگ آباد میں ہے) لکھا کہ آپ کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سوہدرہ کے رہنے والے ہیں۔ وہاں مولانا غلام نبی الربانی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوتی ہوگی۔ وہ میرے استاد ہیں اور وہ علاقہ ان کے سپرد ہے۔ بھیکن خان نے مجھے لکھا کہ بہتر ہے کہ آپ ان سے بیعت کرلیں وہ جس علاقے میں رہتے ہیں وہ انہی کے سپرد ہے۔ میں کچھ نہ سمجھا۔ جب سوہدرہ آیا تو میں نے اس کا تذکرہ مولوی صاحب مرحوم سے کیا تو ہنس دیئے۔ میں نے عرض کیا سپردگی کا مطلب کیا ہے؟ جواب دیا کہ سوہاگ پور کا علاقہ انہی کے سپرد ہے۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 75 تا 76)

حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ:۔ مولانا عبدالمجید خادم رحمہ اللہ جنوری 1901ء/1381ھ میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے آپ حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۴۰ھ) کے بیٹے، مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ (م ۱۳۴۸ھ) کے پوتے اور استاد الاساتذہ شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی (م ۱۳۳۴ھ) کے نواسے تھے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نجیب الطرفین تھے۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 87)

مولانا محمد یوسف کا تقویٰ:۔ مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمہ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ آپ کے پردادا حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ عالم بے بدل اور ولی کامل تھے۔ مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ بھی ایک جید عالم اور حافظ قرآن وحدیث تھے اور زندگی بھر سوہدرہ اور تلواڑہ میں قرآن مجید کی تعلیم دیتے اور اپنا علمی وروحانی فیض پہنچاتے رہے۔ عمل میں اس قدر آگے تھے کہ مستحبات کو بھی ترک نہیں فرماتے تھے اور احکام شرعیہ میں بجائے رخصت کے عزیمت کو ترجیح دیتے تھے۔ فضائل اعمال کے باب میں ضعیف احادیث بھی اپنا لیتے تھے۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 142)

حضرت ”جی ہوری“ کے خادم جنات: حضرت مولانا غلام نبی الربانی المعروف ”جی ہوری“ کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا۔ تشنگان دین اپنی علم دین کی پیاس بجھانے کیلئے دور و نزدیک سے آتے۔ مسجد میں ہی قیام وطعام کا بندوبست ہوتا اور یوں یہ سلسلہ ان کی پوری زندگی تک چلتا رہا۔ ایک ایسے ہی درس کے اختتام پر آپ نے شاگردوں سے کہا کہ موضع تلواڑہ سے مسجد کیلئے لکڑی کا شہتیر اٹھا لاؤ اور آٹھ دس لڑکے اس کام کیلئے جاتے۔ اگلی صبح جب آپ نماز فجر کیلئے تشریف لائے تو شہتیر پڑا تھا۔ مگر سبھی نے شہتیر کے لانے پر لاعلمی کا اظہار کیا۔ البتہ ایک شاگرد نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ اس شہتیر کو وہ اکیلا ہی اٹھا کر لایا ہے۔ ”حضرت صاحب“ معاملہ سمجھ گئے اور اسے فوراً ہی علیحدگی میں لے گئے۔ ایک اچھا مسلمان بننے کی تاکید کی اور نصیحت فرمائی کہ خلق خدا میں سے کسی کو تنگ نہ کرنا اور ہم زادوں میں تبلیغ کرنا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ یہ ایک جن تھا جس نے ولی کامل کی درسگاہ سے فیض یاب ہونے کیلئے انسانی روپ دھارا اور علم کی دولت سے مالا مال ہوا۔ (تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 142)

کرامات کی ایک ادنیٰ جھلک: ایک دفعہ ابر باراں نہ برسنے سے سوہدرہ میں خشک سالی کا دور دورہ تھا۔ کھلیان اجڑ گئے اور کھیتیاں

ابر باراں سے محروم ہوگئیں۔ زمین پیاس کے مارے پھٹی جاتی تھی۔ مویشی اور جانور مرنے لگے۔ اس آفت سماوی کے آگے سب لوگ بے بس تھے۔ اہل سوہدرہ سے لوگوں کا جم غفیر حضرت ''جی ہوری'' صاحب سے ملتجی ہوا کہ حضرت خلق خدا مر رہی ہے آپ دعا فرمائیں کہ ابر رحمت برسے...... آپ نے عوام الناس سے کہا کہ نماز استسقاء ادا کی جائے گی۔ لہٰذا وقت مقررہ پر پلکھو کے کنارے کھجوروں والے کھلے میدان میں برہنہ پا وسر لوگ اکٹھے ہوئے۔ اتنے میں ہندوؤں کے من چلے نوجوان مسلمانوں سے مذاق کر رہے تھے' کہ مسلمان اپنے خدا سے بارش لینے جا رہے ہیں۔ اگر واقعی برکھا چاہیے تو کسی مندر کے سنکھ اور گھنٹیاں بجاؤ'' مگر جو غیر مسلم پختہ عمر اور تجربہ رکھتے تھے ان کو یقین تھا کہ ولی کامل کی پرارتھنا پربو کے ہاں ضرور قبول ہوگی۔ بزرگ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے اپنے مخصوص لہجے میں گڑگڑا کر دعا مانگی تو گھنگھور گھٹائیں ہر سو آسمان پر پھیل گئیں اور جب لوگ بازار کے شمالی حصے سے ڈھلان چڑھ رہے تھے تو ابر رحمت نے ان کے کپڑوں کو تر بتر کر دیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف جل تھل ہوگئی۔ یہ ولئ کامل کی زندگی کی کرامات کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے۔

ہندوؤں میں ولی کامل کا ادب واحترام: ''مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ جنہیں اہالیان سوہدرہ عقیدت واحترام کے طور پر ''جی صاحب'' یا ''جی ہوری'' پکارتے ولی دوراں تھے۔ جب بھی آپ کبھی بازار میں تشریف لاتے تو تمام غیر مسلم دکاندار بھی اپنی دکانوں سے اٹھ کر نذرانہ عقیدت پیش کرتے اور اس چھوٹے مندر کا دروازہ بند کر دیتے جو بازار کے وسط میں جہاں اب ملک بشیر کی سوڈا واٹر کی دکان ہے پر موجود تھا۔ تقسیم ملک کے بعد اس کے آثار مفقود ہوگئے یہ درجہ اس ولی کامل کا تھا جو ولایت کے درجے پر پہنچا ہوا تھا۔

(تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ ص 163 تا 164)

نام کتاب:۔ فتاوی ثنائیہ..... تالیف:۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاؑ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

مرتبہ:۔ مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ...... مکتبہ:۔ ثانیہ بلاک ۱۹ سرگودھا

شب جمعہ کی موت کی فضیلت: جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کی موت بہت اچھی ہے۔ جامع ترمذی صفحہ ۱۸۰ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنہ سے بچائے گا'' یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید متعدد حدیثوں سے ہوئی ہے۔ الحمد للہ میرے والد مرحوم نے جمعہ ہی کے دن بعد نماز جمعہ رحلت فرمائی ہے اور وہ جمعہ بھی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا تھا غفر اللہ ورضی عنہ دوشنبہ کے دن کی بھی موت اچھی ہے رسول اللہ ﷺ نے دوشنبہ ہی کے دن انتقال فرمایا ہے اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں دوشنبہ کے دن مرنے کی تمنا ظاہر کی تھی مگر ان کا انتقال منگل کی رات کو ہوا۔ (فتاوی ثنائیہ جلد ثانی ص 25)

قریب المرگ سے مرحومین کے لیے سلام کہلوانا: فائدہ: اگر کوئی شخص کسی قریب المرگ سے کہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یا فلاں شخص سے میرا اسلام کہہ دینا تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا کیا ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد ثانی ص 26)

ایصال ثواب مالی وبدنی: ایصال ثواب مالی یا بدنی بلا تقرر اور تعین وقت اور دن کے جب چاہے پہنچاوے درست اور طریقہ مسلوکہ فی الدین ہے۔ (حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ۔ فتاوی نذیریہ ج اص ۴۲۱ بحوالہ: فتاوی ثنائیہ جلد ثانی ص 30)

تعامل اسلاف سے استدلال: آنحضرت ﷺ نے ایک پتھر ایک صحابی کی قبر پر رکھ کر فرمایا تھا اس لیے رکھتا ہوں یہ قبر پہچان لیا کروں، پتھر پر نام میت لکھوا کر سرہانے کی طرف کھڑا کر دیا جائے تو میرے خیال میں منع نہیں۔ مدینہ شریف کے قبرستان میں آج تک بھی امام مالک رحمہ اللہ کی قبر پر اسی طرح کا ایک پتھر یا لکڑی کی تختی کھڑی ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد ثانی ص ۳۰)

نیل الاوطار سے ایصال ثواب کی دلیل: سوال: کیا قرآن مجید کی تلاوت بلاتخصیص وقت ومکان کے میت کو ثواب پہنچتا ہے؟

جواب: کسی آیت یا حدیث سے تلاوت قرآن کی ثواب رسانی کا ثبوت نہیں نہ زمانہ رسالت میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حنفی علماء اس کو مالی عبادات پر قیاس کر کے جائز کہتے ہیں۔

شرفیہ: اس باب میں کچھ روایات یا آثار'' کتاب ثمار التنكيت في ابيات التثبيت ''میں ہیں مگر اس وقت وہ کتاب موجود نہیں جو نقل کی جائے ہاں نیل الاوطار سے بحیثیت مجموعی ملتا ہے کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک تلاوت قرآن کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی) (بحوالہ: فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۳۱)

ہر نیک کام کا ایصال ثواب: سوال: میت کی طرف سے روزہ دار کو افطار کرانے سے ایصال ثواب ہو گیا یا نہیں؟

جواب: ہر نیک کام کا ثواب میت کو پہنچ سکتا ہے۔ کنواں لگوا کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا ''هذا لام سعد '' (یہ کنواں سعد کی ماں کو ثواب پہنچانے کیلئے بنایا گیا) (۱۴ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۳۳)

ایصال ثواب میں امام حنبل رحمہ اللہ کا مسلک: میت کی طرف سے خیرات کی جائے تو اس کا ثواب میت کو بلاشبہ پہنچتا ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ عن عائشه ان رجلا قال النبی ﷺ ان امی افتتلت نفسها وارٰها لوتكلمت تصدقت فهل لها اجران تصدقت عنها قال نعم ۔ اور اس کے علاوہ قرأت قرآن کے ثواب پہنچنے اور نہ پہنچنے میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک قرأت قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۳۴)

احناف حنابلہ اور بعض شوافع کا مسلک: قرآن مجید پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے میت کیلئے استغفار کرنا جائز بلکہ احسن طریقہ ہے رسمی طور پر دن مقرر نہ کرنا چاہیے۔ (۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ)

سوال: ۔ مردہ کے واسطے ختم قرآن پڑھ کر بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ قرأت قرآن کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ علماء حنفیہ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک اور بعض اصحاب شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پہنچتا ہے۔

ہو الموفق: متاخرین علمائے اہل حدیث سے علامہ محمد بن اسماعیل امیر رحمہ اللہ نے ''سبل السلام'' میں مسلک حنفیہ کو دلیلاً بتایا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ قرأت قرآن اور تمام عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچنا از روئے دلیل کے زیادہ قوی ہے اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی ''نیل الاوطار'' میں اسی کو حق کہا ہے مگر اولاد کے ساتھ خاص کیا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ اولاد اپنے والدین کیلئے قرأت قرآن یا جس عبادت بدنی کا ثواب پہنچانا چاہے تو جائز ہے کیونکہ اولاد کا تمام خیر مالی ہو یا بدنی اور بدنی میں قرأت قرآن ہو یا نماز یا روزہ یا کچھ اور سب والدین کو پہنچتا ہے ان دونوں علامہ کی عبارتوں کو مع ترجمہ یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ''سبل السلام شرح بلوغ المرام'' جلد اول صفحہ ۲۰۶ میں ہے۔

''ان هذه الادعية ونحوها نافعة للميت بلاخلاف واماغيرها من قرات القرآن له فالشافعي يقول لايصل ذلك اليه وذهب احمد وجماعة من العلماء الى وصول ذلك اليه وذهب جماعة من اهل السنة والحنفية الى ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة كان اوصوما اوحجا اوصدقة اوقراءة قرآن اوذكرا اواى نوع من انواع القرب وهٰذا هو القول الا رجح دليلا وقد اخرج الدارقطني ان رجلا سأل النبی ﷺ اه كيف يبرابويه بعد موتهما فاجابه بانه يصلي لهما مع صلوته ويصوم لهما مع صيامه واخرج ابوداؤد من حديث معقل بن يسار عنه ﷺ اقرأ واعلى موتاكم سورة يٰسٓ وهو شامل للميت بل هوا لحقيقة فيه واخرج الشيخان انه ﷺ كان يضحی عن نفسه بكبش وعن امته بكبش و فيه اشارة الى ان الانسان ينفعه عمل غيره وقد بسطنا الكلام في حواشي ضوء النهار بها يتضح منه قوة هٰذا المذهب انتهىٰ'' یعنی یہ زیارت قبر کی دعائیں اور مثل ان کے اور

دعائیں میت کو نافع ہیں بلا اختلاف اور میت کے لیے قرآن پڑھنا سو امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے امام احمد رحمہ اللہ اور علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ قرآن مجید پڑھنے کا یہ ثواب میت کو پہنچتا ہے اور علمائے اہل سنت سے ایک جماعت کا اور حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو بخشے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأت قرآن یا کوئی اور ذکر یا کسی قسم کی کوئی اور عبادت اور یہی قول دلیل کی رو سے زیادہ راجح ہے اور دارقطنی نے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیسے کیونکر احسان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کیلئے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے ساتھ ان دونوں کیلئے روزہ رکھے اور ابوداؤد میں معقل ابن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کیلئے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے ساتھ ان دونوں کیلئے روزہ رکھے اور ابوداؤد میں معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مُردوں پر سورۂ یٰسین پڑھو اور یہ حکم میت کو بھی شامل ہے۔ فی الحقیقت میت ہی کیلئے ہے اور صحیح بخاری، صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بھیڑ اپنی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ایک اپنی اُمت کی طرف سے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کو غیر کا عمل نفع دیتا ہے اور ہم نے حواشی حنواء النہار میں اس مسئلہ پر مبسوط کلام کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے یہی مذہب قوی ہے۔ نیل اوطار میں ہے صفحہ ۳۳۵ جلد ۳۔

”والحق انه يخصص عموم الأية بالصدقة من الولد۔ كما في احاديث الباب وبالحج من الولد كما في خبرا لخثعمية و من غيرالولد ايضا كما في حديث المحرم عن اخيه شبرمة ولم يستفصله ﷺ هل اوصى شبرمة اولا وبالعتق من الولد كما وقع في البخاري في حديث سعد خلا فاللما لكية على المشهور عند هم وبالصلوٰة من الولد ايضا لماروى الدار قطني ان رجلا قال يارسول الله ﷺ انه كان لي ابوان ابرهما في حال حياتهما فكيف لي ببرهما بعدموتهما فقال ﷺ ان من البربعد البران تُصلي لهما مع صلاتك و ان تصوم لهما مع صيامك وبالصيام من الولد لهذا الحديث ولحديث ابن عباس عند البخاري ومسلم ان امرأة قالت يارسول الله ان امّي ماتت وعليها صوم نذر فقال ارأيت لو كان دين على امك فقضيته أكان يؤدي ذلك عنها قالت نعم قال تصومي عن امك واخرج مسلم وابوداؤد الترمذي من حديث بريدة ان امرأة قالت انه كان على امي صوم شهر فاصوم عنها قال صومي عنها ومن غيرالولد ايضالحديث من مات وعليه صيام صام عنه وليه متفق عليه وبقرائة يٰس من الولد وغيره لحديث اقراء واعلى موتاكم يٰسين وبالدعاء من الولد لحديث او ولد صالح يدعوله ومن غيره لحديث استغفر والا خيكم وسلواله التثبت ولقوله تعالىٰ والذين جآء وامن بعد هم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولما ثبت من الدعاء الميت عندالزيارة الخ وبجميع مايفعله الولدلوالديه من اعمال البرالحديث ولد الانسان من سعيه انتهى“۔

حاصل وخلاصہ ترجمہ اس عبارت کا بقدر ضرورت یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ آیۃ وان ليس الانسان الا ماسعىٰ اپنے عموم پر نہیں ہے اور اس کے عموم سے اولاد کا صدقہ خارج ہے یعنی اولاد اپنے مرے ہوئے والدین کیلئے جو صدقہ کرے اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے اور اولاد اور غیر اولاد کا حج بھی خارج ہے اس واسطے کے خثعمیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد جو اپنے والدین کیلئے حج کرے اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے اور شبرمہ کے بھائی کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج کا ثو میت کو غیر اولاد کی طرف سے بھی پہنچتا ہے اور اولاد جو اپنے والدین کیلئے غلام آزاد کرے تو اس کا بھی ثواب والدین کو پہنچتا ہے جیسا کہ بخاری میں سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے اور اولاد جو اپنے والدین کیلئے نماز پڑھے یا روزہ رکھے سو اس کا بھی ثواب والدین کو پہنچتا ہے اس واسطے کے دارقطنی میں ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ تھے ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرتا تھا پس ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیونکر نیکی کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرنے کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کیلئے بھی نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ اپنے والدین کیلئے بھی روزہ رکھ اور صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری ماں مرگئی اور اس کے ذمہ نذر کے روزے تھے آپ ﷺ نے فرمایا بتا اگر تیری ماں کے ذمہ قرض ہوتا اور اس کی طرف سے تو ادا کرتی تو ادا ہو جاتا یا نہیں'' اس نے

کہاں ادا ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزہ رکھ اپنی ماں کی طرف سے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ میری ماں کے ذمہ ایک مہینے کے روزے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں آپ نے فرمایا کہ اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھ اور غیر اولاد کے روزہ کا بھی ثواب میت کو ملتا ہے اس واسطے کہ حدیث متفق علیہ میں آیا ہے کہ جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے اور سورۂ یٰسین کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے اولاد کی طرف سے بھی اور غیر اولاد کی طرف سے بھی اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں پر سورۂ یٰسین پڑھو اور دعا کا نفع بھی میت کو پہنچتا ہے اولاد دعا کرے یا کوئی اور۔ اور جو جو کار خیر اولاد اپنے والدین کیلئے کرے سب کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان کی اولاد اس کی سعی سے ہے۔ جب علامہ شوکانی اور محمد بن اسماعیل امیر رحمہ اللہ کی تحقیق ایصال ثواب قرأت قرآن وعبادات بدنیہ کے متعلق سن چکے تو اب آخر میں علامہ ابن النحوی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی سن لینا خالی از فائدہ نہیں آپ ''شرح المنہاج'' میں فرماتے ہیں

''لایصل عندنا ثواب القراءۃ علی المشھور والمختار الوصول اذا سأل اللہ ایصال ثواب قرأتہ وینبغی الجزم بہ لانہ دعاء فاذا جاز الدعاء للمیت بما لیس للداعی فلان یجوز بما ھولہ اولیٰ ویبقی الامر فیہ موقوفا علی استجابۃ الدعاء وھٰذا المعنی لایختص بالقراءۃ بل یجریٰ فی سائر الاعمال والظاھر ان الدعاء متفق علیہ انہ ینفع المیت والحی والقریب والبعید بوصیۃ وغیرھا وعلیٰ ذٰلك احادیث کثیرۃ بل کان افضل ان یدعو لاخیہ بظھر الغیب انتھٰی ذکرہ فی نیل الاوطار''

یعنی ہمارے نزدیک مشہور قول پر قرأت قرآن کے ثواب پہنچنے کا سوال کرے (یعنی قرآن پڑھ کر دعا کرے اور یہ سوال کرے کہ یا اللہ اس قرأت کا ثواب فلاں میت کو تو پہنچا دے) اور دعا کے قبول ہونے پر امر موقوف رہے گا (یعنی اگر دعا اس کی قبول ہوئی تو قرأت کا ثواب میت کو پہنچے گا اور اگر دعا قبول نہ ہوئی تو نہیں پہنچے گا) اور اس طرح پر قرأت کے ثواب پہنچنے کا جزم کرنا لایق ہے اس واسطے کہ یہ دعا ہے پس جبکہ میت کیلئے ایسی چیز کی دعا کرنا جائز ہے جو داعی کے اختیار میں نہیں ہے تو اس کیلئے ایسی چیز کی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہو گا جو آدمی کے اختیار میں ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دعا کا نفع میت کو بالاتفاق پہنچتا ہے اور زندہ کو بھی پہنچتا ہے نزدیک ہو خواہ دور ہو۔ اور اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں بلکہ افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کیلئے غائبانہ دعا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ فتاوی نذیریہ ج 1 ص 441-444 بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص 35 تا 39)

بدنی عبادت پر تحقیقی فتویٰ: قرأت قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بعد تحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی کے پڑھے۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۳۹)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا: سوال: قبر پر ہاتھ اٹھا کر مُردے کیلئے دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے اور اگر ناجائز ہے تو کس دلیل سے۔ زید کہتا ہے کہ جب قبرستان جا کر ''السلام علیکم یااھل القبور'' کہنا جائز ہے تو قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدرجہ اولیٰ جائز ہو گا لیکن بکر کہتا ہے کہ ہرگز جائز نہیں دونوں میں سے کس کا قول درست ہے۔

جواب: دفن کے وقت قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ عام طور پر جب مل کر دعا کرتے تھے تو ہاتھ بھی اُٹھاتے تھے اس لیے السلام علیکم پر قیاس کرنے کی حاجت نہیں صاف فعل نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ (۲۴ ربیع الاول ۳۵ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۴۹)

وضاحت:۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ دعا صرف مالک حقیقی کی بارگاہ ہی میں کی جائے اور صاحب قبر کے حق میں رفع درجات کی دعا کی جائے۔ (از مرتب اثری)

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب: سوال: میت کو ثواب رسانی کی غرض سے بہ ہیئت اجتماعی قرآن خوانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: بہ نیت نیک جائز ہے اگرچہ ہیئت کذائی سنت سے ثابت نہیں۔ میت کے حق میں سب سے مفید تر اور **قطعی ثبوت کا طریق** استغفار (بخشش مانگنا) ہے۔ (۱۸ ربیع الثانی ۲۸ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۵۱)

قبر میں پیر کی طرف سے مٹی دینا:۔ سوال: میت کو قبر میں دفن کرنے کے وقت ایک صاحب نے پیر کی جانب سے مٹی دی دوسرے صاحبوں نے اس کو جماعت سے الگ کر دیا کیا پیر کی جانب سے مٹی دینا گناہ ہے؟

جواب: پیر کی جانب سے مٹی ڈالنا منع نہیں ایسا کرنا (جماعت سے الگ کرنا) بالکل بے جا ہے۔ (۸۱ رمضان ۳۱ھ)

مردے کی ثابت قدمی کی دعا:۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے اللھم ثبتہ بالقول الثابت قبر پر کھڑے ہو کر دیر تک یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (۱۳ جمادی الثانی ۴۳ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۵۲)

قیاس سے ایصال ثواب کا جواز:۔ سوال: قرآن خوانی مردہ کی طرف سے بخشوانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف کیوں ہے؟

جواب: بعض افعال کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ملتا ہے جیسے میت کی طرف سے کنواں لگوانا یا روزہ رکھنا ائمہ سلف میں سے بعض تو ان ہی افعال تک محدود رکھتے ہیں جن کا ثبوت ہے اور بعض دیگر افعال کو بھی ان پر قیاس کر کے جائز بتاتے ہیں قرأت قرآن انہی قیاس مسائل میں سے ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے یہی وجہ اختلاف ہے۔ خاکسار کے نزدیک بھی جائز ہے۔ (۱۷ ربیع الاول ۴۰ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۵۳)

بعد دفن قبر پر دعا کا جواز: سوال: جنازہ پڑھ کر دفن کرنے سے پہلے دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نماز جنازہ تمام دعا ہے الگ دعا کرنا قبل دفن میت کے ثابت نہیں بعد دفن کے لمبی دعا قبر پر کرنا ثابت ہے۔ (۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۵۸)

برتنوں میں لکھی قرآنی آیت کا استعمال:۔ سوال: چینی کی رکابیوں پر جو لوگ عربی وغیرہ لکھ کر بیماروں کو پلاتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ (اہلحدیث ۲۲ محرم ۶۲ھ)

جواب: آیات قرآنی کو لکھ کر پلانا بعض صلحاء نے جائز لکھا ہے۔ (اہلحدیث ۲۲ محرم ۶۲ھ)

گستاخ اولیاء فاسق ہے:۔ سوال: اگر کوئی مولوی صاحب منبر پر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ، نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ صاحبان کو سخت سست کہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: ایسا شخص بحکم حدیث ”سباب المسلم فسوق“ فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز جائز ہے بحکم حدیث ”صلو اکل بر وفاجر اوربحکم قرآن وارکعوا مع الراکعین“۔ (۲ صفر ۶۲ھ)

گلے میں تعویذ کا جواز: سوال: جو لوگ تعویذ وغیرہ لکھ کر باندھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تعویذ کا مضمون اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہو یعنی شرکیہ نہ ہو تو بعض صلحاء بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (الحدیث ۲۹ محرم ۶۲ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۶۸)

طریقت وحقیقت شریعت کے مخالف نہیں:۔ سوال: شریعت طریقت اور حقیقت اور معرفت کی جامع مانع تعریف اور ان کی تفریق مجمل طور پر۔

جواب: شریعت ان احکام کا نام ہے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ ان احکام کو بحضور قلب دل لگا کر ادا کرنا طریقت وحقیقت ہے۔ حقیقت شریعت کے مخالف نہیں ہو سکتی بلکہ حقیقت شریعت کیلئے طریق کار کا نام ہے۔ اسی لیے حضرت مجدد صاحب سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ”کل حقیقة ردتہ الشریعة فھی زندقة“ یعنی حقیقت کے جس مسئلہ کو شریعت رد کر دے وہ واقعی الحاد اور بے دینی ہے یہ تینوں (طریقت حقیقت اور معرفت) اور اصل شرعی احکام کے طریق کار کے نام ہیں اور یہ تینوں دراصل ایک ہیں۔ (۹ ذی الحجہ ۳۷ھ)

کھانا ایصال ثواب میں راہ اعتدال: ۔سوال: کل یہاں ایک جلسہ بنگور کے مسلم لائبریری کا ہوا جس میں مولوی حاجی غلام محمد شملوی نے لیکچر دیا دوران تقریر میں گیارہویں اور بارہویں میں برائے ایصال ثواب غرباء کو کھانا وغیرہ کھلانا جائز کہا ہے آپ اس کے عدم ثبوت کے دلائل پیش کریں۔

جواب: گیارہویں بارہویں کی بابت فریقین میں اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ مانعین اس کو لغیر اللہ سمجھ کر ما اھل لغیر اللہ میں داخل کرتے ہیں اور قائلین اس کو لغیر اللہ میں نہیں جانتے۔ مولوی غلام محمد صاحب نے دونوں کا اختلاف مٹانے کی کوشش کی ہوگی کہ گیارہویں بارہویں کا کھانا بغرض ایصال ثواب کیا جائے یعنی یہ نیت ہو کہ ان بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچے نہ کہ یہ بزرگ خود اس کھانے کو قبول کریں اس صورت میں واقعی اختلاف اُٹھ جاتا ہے۔ ہاں نام کا جھگڑا باقی رہ جاتا ہے کہ اس قسم کی دعوت کہ گیارہویں بارہویں کہیں یا نذر للہ کہیں۔ اس میں شک نہیں کہ شرع شریف میں گیارہویں بارہویں کے ناموں کا ثبوت نہیں۔ اس لیے یہ نام نہیں چاہیے۔ فقط دعوت للہ فی اللہ کی نیت چاہیے۔ (اہل حدیث۔ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۷۱)

مکہ اور مدینہ کے ساتھ شریف لکھنا:۔ سوال: آج کل لوگ سوائے مکہ شریف و مدینہ شریف کے دوسرے شہروں کو لفظ شریف لگا کر استعمال کرتے ہیں۔ جیسے بغداد شریف، اجمیر شریف۔

جواب: مکہ یا مدینہ کے ساتھ شریف لفظ لکھنا کوئی مذہبی حکم نہیں۔ قرآن مجید میں ان دونوں شہروں کا نام خالی آیا ہے۔ ''ان اول بیـــــت وضع للناس للذی ببکۃ لئن رجعنا الی المدینۃ'' شریف کا لفظ لکھنا کوئی مذہبی حکم نہیں بلکہ اپنا اعتقادی شوق ہے۔ اس لیے کسی اور شہر کو کسی واقعی عزت کی وجہ سے شریف کہنا نہ کہنا دونوں برابر ہے نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۷۴)

غنیۃ الطالبین پیر صاحب کی تالیف:۔ سوال: غنیۃ الطالبین حضرت پیر صاحب کی ہے یا کسی اور کی؟ ہمارے حنفی بھائی کہتے ہیں کہ یہ کتاب غیر مقلدوں نے بنا کر مشہور کر دی ہے۔

جواب: غنیۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ہے اس کی تصدیق ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح فقہ اکبر میں کی ہے جو لوگ اس میں شک کرتے ہیں۔ ''مالھم بذالك من علم الا اتباع الظن''۔ ہمارے پاس جو غنیۃ ہے وہ مکہ معظمہ کی چھپی ہوئی ہے اس میں اور ہندی میں کوئی فرق نہیں۔ (۷ محرم ۳۰ھ)

حدیث ضعیف پر عمل کا جواز: سوال: ضعیف حدیث کا معنی کیا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: ضعیف کے معنے ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں۔ وہ کئی قسم کی ہوتی ہے اگر اس کے مقابل میں صحیح حدیث نہیں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے جیسے نماز کے شروع میں ''سبحانك اللھم'' پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۷۶)

صوفیاء اور گانے کی حرمت:۔ سرداران صوفیہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''الغناء رقیۃ الزنا'' غنا زنا کا منتر ہے۔ امام یزید بن ولید رحمہ اللہ کا فرمان ہے'' ان الغناء راعیۃ الزنا''۔ گانا سننے سے بدکاری کا چسکا پڑ جاتا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۰۸)

جواز تعویذ کی دلیل:۔ (از قلم جناب حافظ مولانا مولوی ابوعمران عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میرے گلے میں ایک یہودی کا تعویذ بندھا ہوا تھا۔ جسے میرے شوہر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر توڑ پھینکا اور فرمایا کہ اس قسم کے بیہودہ اور شرکیہ تعویذات عبداللہ کے اہل وعیال کو ہرگز مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا ''مجھے اس سے فائدہ معلوم ہوتا ہے'' فرمایا کہ یہ شیطانی عمل ہے کیا رسول اللہ ﷺ کا تجویز کردہ تعویذ۔ ''اذھب الناس رب الناس واشف انت الشافی لا شفآء الا شفاءك شفاء لا یغادر سقما''۔ تیرے لیے مفید اور کافی نہیں۔ (احمد، داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، مستدرک)

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے جھاڑ پھونک سے بالکل ہی روک

دیا تھا پھر منتریوں سے اس کے الفاظ سن کر اس شرط پر اجازت دی کہ اس میں شرکیہ الفاظ ہرگز نہ ہوں۔

"لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرك" (ملخص اخبار توحید امرتسر ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۱۲)

یک مشت ڈاڑھی کا جواز:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) ڈاڑھی کے بالوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے مگر حج یا عمرہ میں کٹوایا کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حج یا عمرہ میں سر منڈاتے تو اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں سے بھی کم کراتے اور یہ اثر تعلیقاً بخاری شریف میں ان لفظوں میں مروی ہے "و کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ"۔ (ترجمہ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کٹوا دیتے اور اسی طرح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے بھی ثابت ہے۔ یہ دونوں جلیل القدر صحابی ڈاڑھی کو کٹوایا کرتے تھے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۲۵)

فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک شخص کی ڈاڑھی کم کرائی تھی۔ (پارہ ۲۴)

تنبیہ: اس مسئلہ میں حضرات محدثین کرام میں اختلاف ہے۔ فریق اول کے نزدیک کسی حالت میں کٹوانا جائز نہیں ہے اور اس کے بہت تھوڑے لوگ قائل ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۲۶)

فریق ثانی کے نزدیک حج یا عمرہ کے زمانہ میں کٹوانا مستحب ہے اس کے قائل امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔ فریق ثالث: جب کبھی ڈاڑھی کے بال بکھر جاویں اور ڈاڑھی ایک مٹھی سے بڑی ہو اس وقت ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر زیادہ کو کٹوانا جائز ہے۔ اسی کے قائل حسن بصری رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور یہی مذہب اکثر علماء کا ہے۔ بموجب تحریر استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے چنانچہ شاہ صاحب ممدوح شرح مؤطا کے حاشیہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر مذکور کے تحت فرماتے ہیں "وعلیہ اھل العلم"۔ (اہلحدیث امرتسر ۷ جنوری ۱۹۲۱ء) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۲۷)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اعفوا اللحی (ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ) اور خود مٹھی سے زیادہ بال لیتے تھے۔ اس حدیث کا مطلب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوب جانتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ڈاڑھی سے وہ بال لیے جائیں جو زائد اور پراگندہ ہوں اور برے معلوم ہوں واللہ اعلم اور علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ وہ اپنی ڈاڑھی کے دائیں بائیں سے بال لیتے تھے۔ اور ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم دائیں بائیں ڈاڑھی کے بال لیتے تھے اور ابراہیم خود بھی دائیں بائیں اپنی ڈاڑھی کے بال لیتے تھے۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ وہ اپنی ڈاڑھی کے طول کی طرف سے وہ بال لیتے تھے جو مٹھی سے زیادہ ہوتے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ سے بھی اسی طرح ثابت ہے اور حسن بھی اور قتادہ نے کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایام حج اور عمرہ کے سوا اور دنوں میں ڈاڑھی کے لنبائی کی طرف سے بال کبھی نہ کاٹتے تھے اور ڈاڑھی کے دائیں بائیں طرف سے بال لیتے تھے یہ سب مضمون مذکورہ بالا ابوبکر بن ابی شیبہ کی کتاب میں باسناد ثابت ہے کہا خبر دی ہم کو عبدالوارث نے کہا حدیث سنائی ہم کو قاسم نے حدیث سنائی ہم کو حسن نے کہا حدیث سنائی ہم کو محمد بن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حدیث سنائی ہم کو سفیان رحمہ اللہ نے کہا حدیث سنائی ہم کو ابن ابی انجیح نے مجاہد سے کہا میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ آپ نے اپنی ڈاڑھی کی مٹھی بھری۔ پھر حجام کو کہا جو مٹھی سے نیچے ہے کاٹ ڈال اور قبضہ سے کم رکھنا ڈاڑھی کا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۳۰)

بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانا:۔ جو دعائیں اور معوذات آنحضرت ﷺ نے سکھائے ہیں وہ لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالے جائیں تو ثبوت ملتا ہے مثلاً اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق و شر کل شیطان وھامۃ وشر کل عین لامۃ۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۵۴)

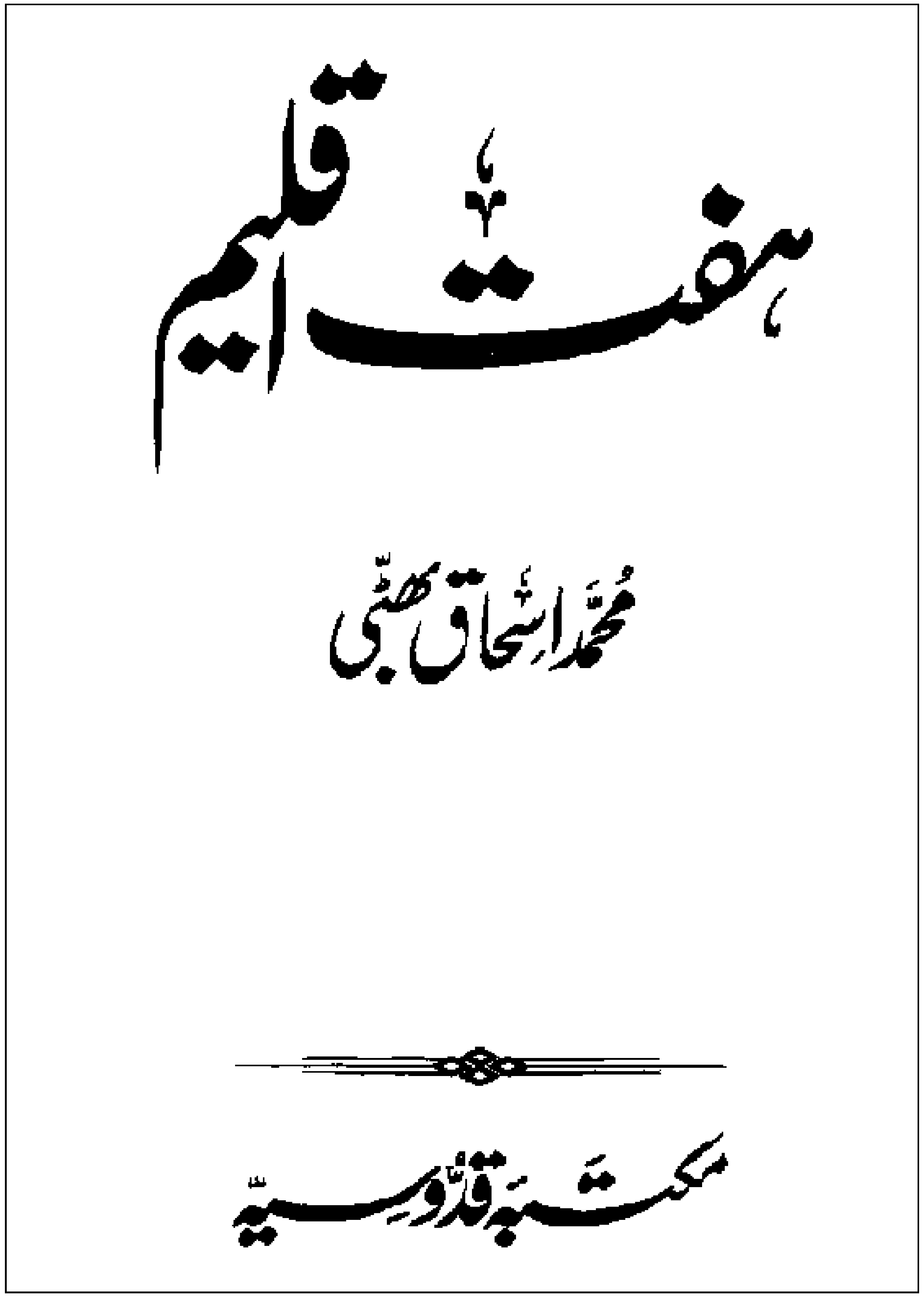

ہفت اقلیم

محمد اسحاق بھٹی

مکتبہ قدوسیہ

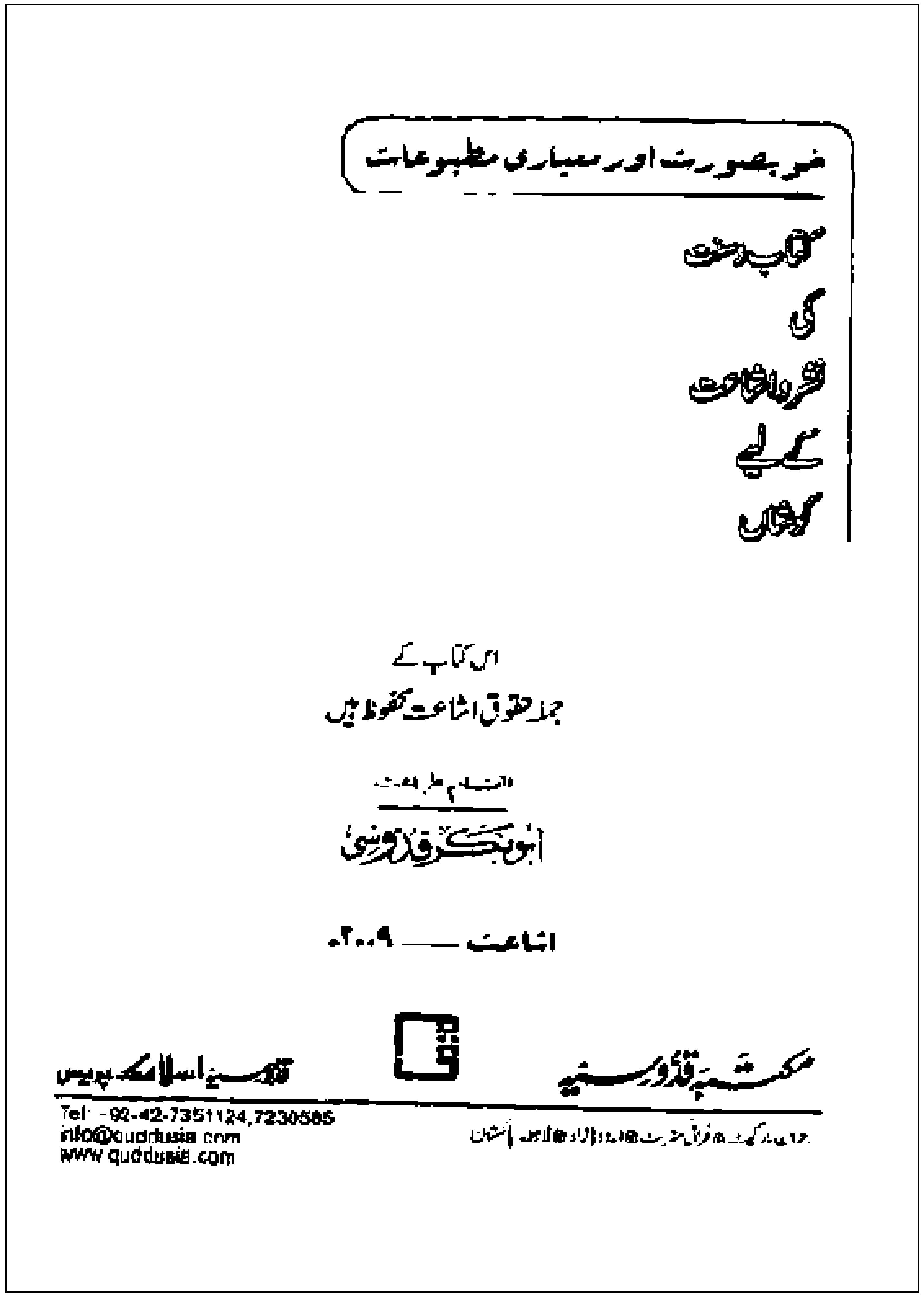

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

باہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

اشاعت ـــــ ۲۰۰۹ء

مکتبہ قدوسیہ
قدوسیہ اسلامک پریس

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان

Tel: -92-42-7351124,7230585
info@quddusia.com
www.quddusia.com

تعویذ بلاشک جائز ہے:۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور آیات قرآنی وادعیہ ماثورہ کے ساتھ تعویذ کرنا اور گلے میں لٹکانا بلاشک جائز و درست ہے۔ حدیث مندرجہ ذیل اس پر شاہد ہے سنن ابوداؤد و جامع ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے۔ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا فزع احدکم فی النوم فلیقل اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیطین وان یحضرون۔ فانھالن تضرہ وکان عبداللہ بن عمرو یعلمھا من بلغ ولدہ ومن لم یبلغ منھم کتبھا فی صك ثم علقھا فی عنقہ قال صاحب التعلیق الصبیح تحت ھٰذا الحدیث وھذا اصل فی تعلیق التعویذات التی فیھا اسماء اللہ تعالیٰ وکذا فی المرقات یعنی یہ حدیث تعویذات کے لٹکانے کے متعلق جن میں اسمائے الٰہی ہوں اصل ہے فقط (یکم شوال عید الفطر ۷۲ھ) (حررہ العاجز ابومحمد عبدالجبار صدر مدرس مدرسہ دار العلوم شکراوہ مشرقی پنجاب)

وضاحت:۔ تعویذات کے جواز کے سلسلے میں یہ بات بالضرور یاد رکھیں کہ ان تعویذات سے مراد آیت قرآنی، مسنون دعائیں، اسماء الحسنیٰ اور ایسی عبارات جن میں شرک اور استعانت علی غیر اللہ نہ ہو اور ہمارے اسلاف سے ایسے ہی تعویذات کا جواز منقول ہے۔ (از مرتب اثری)

اہلسنت الہامات کے قائل ہیں: اہل سنت اولیاء اللہ کے الہامات کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۶۲۵)

استحباب بیعت اصلاح کی دلیل:۔ سوال:۔ یہ لوگ پیشوا (پیر) پکڑتے ہیں اور ان کو اپنی نجات کا باعث جانتے ہیں یہ شریعت میں کیسا ہے کیا جو شخص قرآن مجید اور حدیث شریف دیکھ کر عمل کرسکتا ہے وہ بھی پیر پکڑے یا نہ آیت قرآنی سے اگر نہ جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھ لو کیا اسی ایک پیر سے پوچھ سکتے ہیں' دوسرے پیر سے نہیں پوچھ سکتے کیا اہل ذکر وہی ایک پیر ہوتا ہے جو لوگ ایک ہی کے مرید گروہ در گروہ ہوتے چلے جاتے ہیں؟

جواب: اس کو بیعت کہتے ہیں یہ کئی قسم کی ہے ایک تو مروجہ بیعت پیری مریدی ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مرید پیر کے سلسلہ میں منسلک ہونا چاہتا ہے اور بس یہ فضول محض رسم ہے دوسری بیعت وہ ہے۔ جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے مرشد کی صحبت میں رہ کر کچھ نیک علامات اور نیک اخلاق سیکھے اس نیت سے جائز ہے حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک دفعہ فرمایا "بایعونی علی ان لاتشرکوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم۔ الحدیث کتاب الایمان حدیث عبادہ بن الصامت" (مشکوٰۃ)

ترجمہ: میرے ساتھ اس شرط پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا' چوری نہ کرنا' زنا نہ کرنا' اور اولاد کو قتل نہ کرنا وغیرہ......

اس روایت سے ثابت ہے کہ کسی مرد سے بغرض استفادہ صحبت بیعت ہو تو جائز بلکہ مستحب ہے مگر چونکہ آج کل کثرت سے لوگ جادہ سنت سے دور اور بدعات سے معمور ہیں لہٰذا بہت کچھ احتیاط ضروری ہے اس نیت سے اگر کوئی بیعت کرے تو اس کو کسی اور ایسے مرد صالح سے مستفید ہونا منع نہیں بشرطیکہ درود و وظائف مسنون ہوں۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۶۲۸)

بیعت تصوف مستحب ہے:۔ کسی مرد صالح سے حسن عقیدت رکھ کر اس سے تعلق پیدا کرنا اور اس کی صحبت میں رہ کر فائدہ صحبت لینا اور فائدہ تعلیم حاصل کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ (اہل حدیث ۷ المحرم ۱۳۵۵ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۶۲۸)

نام کتاب:۔ ہفت اقلیم ..... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی وسعت قلبی:۔ اللہ تعالیٰ نے بھٹی صاحب حفظہ اللہ کو مثالی حافظہ عطا فرمایا ہے۔ پھر ان کی نثر ایسی دلکش ہے کہ قاری اس کے سحر میں کھو جاتا ہے۔ وہ جس شخصیت پر قلم اٹھاتے ہیں اسے اس کی تمام کیفیات کے ساتھ قاری کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔

جناب محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ وسعت قلبی اور وسعت نظری سے ان کا خمیر گوندھا گیا ہے۔ وہ علمائے کرام کا حد درجہ احترام کرتے ہیں جناب بھٹی صاحب مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن غیر اہل حدیث علمائے کرام کی عزت و اکرام میں بھی وہ کوئی کمی نہیں آنے دیتے۔ زیر نظر مجموعۂ شخصیات میں بھی انہوں نے حسب روایت اہلحدیث کے ساتھ ساتھ غیر اہلحدیث علمائے کرام کا تذکرہ کیا ہے اور اس دل نشیں اسلوب میں کہ شاید ان کے اپنے چاہنے والے بھی اس اسلوب میں نہ لکھ سکیں۔ تنگ نظری اور فکری غلامی کے اس دور میں وسعت قلبی کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ منفرد اعزاز جماعت اہل حدیث کے ایک فرد کے حصے میں آیا ہے۔ اس جماعت کے حصے میں کہ جسے ہمارے بعض دوست طرح طرح کے ''اوصاف'' سے متصف کرتے ہیں۔ ان کا ایک ''وصف'' یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ''خشک'' ہیں۔ جناب بھٹی صاحب کی ہنستی مسکراتی تحریر، ان کے لہجے کی حلاوت اور ان کے اسلوب کی چاشنی اس قسم کے منفی اثر کو زائل کرنے کیلئے کافی ہے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ٦)

تصوف وطریقت کی رمز شناسی:۔ اس مجموعے میں قارئین کرام مولانا عبدالقادر رائے پوری کے حالات کا مطالعہ کریں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ شروع سے لے کر آخر تک ان کا تمام سفر حیات خیرات وحسنات کی رفاقت میں طے ہوا۔ وہ اونچے مرتبے کے عالم دین بھی تھے اور تصوف وطریقت کے رمز شناس بھی۔ اپنی صالحیت کی بنا پر وہ ایک بہت بڑا حلقۂ عقیدت رکھتے تھے۔ اس اعتبار سے ہم انہیں ایک اقلیم ہی قرار دیں گے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ١١)

مخلص مرید کی بیعت اصلاح:۔ حکیم (عبداللہ مسکن روڑی، ضلع حصار) صاحب کے مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے دوستانہ اور بے تکلفانہ مراسم تھے اور مولانا عطاء اللہ صاحب کا ان سے تعلق عقیدت تھا۔ ان کے والد محترم میاں صدرالدین حسن، مولانا کے والد مکرم حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے باقاعدہ بیعت اور ان کے مخلص ترین مرید تھے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ٢٢)

لکھوی خاندان کے مریدین:۔ خاندانی اعتبار سے ضلع فیروز پور اور فرید کوٹ (مشرقی پنجاب) کے لوگ بھی مولانا محی الدین اور معین الدین رحمہما اللہ کے آباؤ اجداد کے مریدین ومعتقدین میں شامل ہیں اور ان سے اپنی ارادت وعقیدت کا بڑی مسرت سے اظہار کرتے ہیں۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ٦٦)

علمائے اہلحدیث اور دیوبند میں بے تکلفی:۔ مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ کے مشہور دیوبندی عالم تھے اور حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا حنیف ندوی رحمہم اللہ کے وہ بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ ١٩٣٠ء میں نوجوان بھارت سبھا کی طرف سے سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر مولانا محمد چراغ اور مولانا حنیف ندوی دونوں گرفتار ہوئے اور گوجرانوالہ کے مجسٹریٹ نے سزا دے کر دونوں کو قصور جیل میں بھیج دیا تھا اور دونوں کئی مہینے اکٹھے جیل میں رہے تھے۔ (ہفت اقلیم: ص: ٦٧-٦٨)

علامہ احسان الٰہی ظہیر کا خاص عمل:۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے چینی والی مسجد میں آنے سے بہت پہلے ایک نہایت متقی بزرگ اور انتہائی منکسر المزاج عالم دین حافظ محمد شریف مرحوم نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ ان کی آواز اور قرأت قرآن میں بڑا سوز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پُر اثر زبان عطا فرمائی تھی۔ حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے زمانے سے لے کر مولانا محمد داؤد غزنوی کے آخری دور حیات تک نماز تراویح پڑھانے کی ذمہ داری ان کے سپرد رہی۔ ان کی وفات کے بعد اس منصب پر کسی اور صاحب کو فائز کر دیا گیا تھا۔

معلوم نہیں کب سے اس مسجد میں یہ روایت چلی آ رہی تھی کہ ستائیسویں رمضان کو قرآن مجید ختم کیا جاتا تھا اور پھر نماز فجر تک مسجد میں نوافل پڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ عورتوں کیلئے بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ مسجد نمازیوں سے بھر جاتی تھی۔ تقسیم ملک سے قبل مولانا داؤد غزنوی کی سکونت وہیں مسجد کے مکان میں تھی۔ اس زمانے میں تو وہ سحری تک مسجد میں رہتے ہی تھے، تقسیم کے بعد جب شیش محل روڈ پر تشریف لے گئے تو ستائیسویں رمضان کو مسجد چینی والی چلے جاتے تھے۔ میں اس وقت الاعتصام کا ایڈیٹر تھا اور اس کا دفتر شیش محل روڈ پر تھا۔ ستائیسویں

رمضان کو میں بھی مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے ساتھ اس مسجد میں جاتا تھا۔ عورتوں اور مردوں کیلئے سحری کا انتظام مسجد ہی میں کیا جاتا تھا۔ فجر کی نماز پڑھ کر لوگ اپنے گھروں میں چلے جاتے تھے۔ ذکر اذکار اور اللہ کے حضور دعا کا سلسلہ تمام رات جاری رہتا تھا۔ پھر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کا زمانہ آ گیا۔ میں نے سنا تھا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں رات کو بارگاہ خداوندی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو بجلی بند کرا دیتے تھے اور اندھیرے میں اونچی آواز سے طویل دعا کرتے تھے۔ دعا میں خود بھی روتے اور لوگوں کو بھی رلاتے۔ نہایت آہ وزاری اور خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگتے۔ شب کی تاریکی میں یہ بے حد پر اثر اسلوب دعا تھا۔ بعض لوگ اب بھی اس طریق دعا کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی زبان کپکپانے لگتی ہے اور آنکھوں میں ایک خاص تاثر کے ساتھ آنسو اتر آتے ہیں۔ لیکن مجھے علامہ مرحوم کی اس دعا میں شامل ہونے کا موقع نہیں ملا۔

(ہفت اقلیم: ص۔۱۸۴-۱۸۵)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی محبت صحابہ:۔ اس ضمن میں ایک اہم مثال یہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی بھی سنتے جایئے۔ شیعہ کی مخالفت حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ تھا۔ خلفائے اربعہ کے احترام میں حضرت مجدد رحمہ اللہ نہایت تیز تھے اور اس سلسلے میں ان کے احساسات بہت ہی نازک تھے۔ ’’رد روافض‘‘ کے نام سے انہوں نے فارسی میں ایک رسالہ بھی لکھا، جس کا عربی ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کیا۔

مجدد صاحب کے حالات میں فارسی کی کتاب ’’زبدۃ المقامات‘‘ ایک مستند کتاب ہے جو ان کے مرید خاص محمد ہاشم کشمی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مجدد صاحب کو اطلاع پہنچی کہ شہر ’’سامانہ‘‘ کے خطیب نے عید الاضحیٰ کے خطبے میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اسمائے مبارکہ زبان سے ادا نہیں کیے۔ (اسامئ متبرکہ ایشاں رانخوانده) مجدد صاحب نے خطیب کی اس فروگزاشت پر بے حد افسوس کا اظہار کیا اور خطیب صاحب اور کوتوالی شہر کو نہایت غصے سے مخاطب فرمایا۔ جی تو چاہتا ہے کہ یہاں حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کا اس سلسلے میں پورا فرمان درج کیا جائے جو فارسی زبان میں ہے، لیکن بات لمبی ہو جائے گی، اس لیے صرف ان الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں۔

چوں استماع ایں خبر وحشت ار در شورش آور درگ فاروقیم راحرکت دادبچند کلمات اقدام نمود

یعنی جب یہ وحشت اثر خبر حضرت مجدد تک پہنچی تو رگ فاروقی حرکت میں آ گئی جس کی وجہ سے چند باتیں (سخت لہجے میں ہوئیں)

(ہفت اقلیم: ص۔۲۲۵-۲۲۶)

اہلحدیث نوجوانوں سے دکھی صدا:۔ پہلی بات یہ ہے کہ جماعت اہلحدیث کے نوجوان اصحاب علم کو بزرگان دین کے واقعات ضرور پڑھنا چاہئیں۔ ان واقعات سے جہاں معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، وہاں یہ واقعات دل کی صفائی کا ذریعہ بھی ثابت ہوتے ہیں اور لکھنے والے کو نئے الفاظ اور نئے اسلوب سے بھی بہرہ ور کرتے ہیں، لیکن افسوس ہے ہماری جماعت کی موجودہ نوجوان نسل کو ان واقعات سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہمارے بزرگ اس قسم کے واقعات کا بے حد شوق سے مطالعہ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان کو اثر سے اور ان کے دل کو نرمی کی نعمت سے نوازا تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ نہایت عجز وانکسار سے رہتے تھے۔ اگر کوئی شخص حصول رشد وخیر کی نیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کسر نفسی سے فرماتے کہ میں اس قابل نہیں، کسی اور کے پاس جاؤ۔ اگر مرد کامل کا پتہ چلے تو مجھے بھی اطلاع دینا، میں بھی اس کی خدمت میں حاضری دوں گا۔ خواجہ حسام الدین رحمہ اللہ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ وہ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے تو ان کے ساتھ یہی کچھ ہوا۔ وہ واپس آ گئے اور مرشد کی تلاش میں آگرہ پہنچے۔ پریشانی کی حالت میں ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کسی کو ایک مکان سے شعر پڑھتے ہوئے سنا۔ کان اس طرف لگائے تو شعر خواں کہہ رہا تھا۔

تو خواهي آستین افشاں و خواهیِ دامن اندر کش　　مگس ہرگز نخواهد رفت از دکانِ حلوائی

یعنی تم آستیں کو کھولو یا دامن اندر کو کھینچو، مکھی حلوائی کی دکان سے ہرگز نہیں جائے گی۔

اس میں خواجہ حسام الدین رحمہ اللہ کیلئے استعارہ یہ تھا کہ جس طرح مکھی کیلئے حلوائی کی دکان فائدہ مند ہے، اسی طرح تمہارے لیے وہی آستانہ نفع بخش ہے، جہاں سے تمہیں جواب ملا ہے۔

شعر سن کر خواجہ حسام الدین رحمہ اللہ وہاں سے پلٹے اور سیدھے خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے اور اصرار کر کے ان کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۲۵۶-۲۵۷)

ہماری تنقید بے جا کی اصلاح:۔ تیسری بات سنیئے! ایک مرتبہ ایک دینی اخبار میں ایک عالم دین کا مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا، جس میں یہ مسئلہ بیان فرمایا گیا تھا کہ فوت شدہ کو مرحوم نہیں کہنا چاہیے۔ ہمیں کیا معلوم کہ اللہ نے اس پر رحم فرمایا ہے یا نہیں۔ اب فرمایئے جو لوگ اس قسم کی تحقیق فرمانے کے عادی ہوں، وہ علم و عقل کے اعتبار سے قابل رحم ہیں یا نہیں؟ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ ایسے مواقع پر فرمایا کرتے تھے ''یا غربة العلم یا غربة العقل یا غربة الفهم''۔

فلسفے کی اصلاح میں کچھ لوگ رجائی ہوتے ہیں کچھ قنوطی۔ رجائی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ہر معاملے میں بہتری اور اچھائی کی امید رکھتے ہیں۔ قنوطی وہ ہیں جو ہر معاملے میں نا امیدی اور مایوسی کا شکار رہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی نہ صرف امید رکھتے ہیں بلکہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ لازماً ہم پر رحم فرمائے گا اور ہماری مغفرت ہوگی۔ دنیا میں بھی اپنی مخلوقات پر اس کا شامیانۂ رحمت تنا ہوا ہے اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ اس کا سایۂ رحمت ہر سو پھیلا ہوا اور ہر کلمہ گو جنت میں داخل ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''من قال لااله الا الله دخل الجنة'' لیکن ان لوگوں کا مطلب شاید یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کی امید نہ رکھو۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ کسی کیلئے مرحوم کا الفاظ استعمال نہ کرو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمة الله ...... ولا تايئسوا من روح الله ...... كتب على نفسه الرحمة ...... ان رحمتي وسعت كل شي۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۲۵۸-۲۵۹)

نوجوانوں سے بزرگوں کے ادب کی گزارش:۔ میری چوتھی گزارش اپنی جماعت کے نوجوانوں سے یہ ہے کہ باہم لڑائی جھگڑے سے اجتناب کریں۔ کسی کے متعلق دل میں کدورت نہ رکھیں، بڑوں کا احترام کریں۔ گفتگو کرتے وقت اپنے مخاطب کیلئے بہتر الفاظ استعمال کریں۔ کسی پر تنقید بھی کرنی ہو تو سلیقے سے کام لیں۔ الفاظ کا کبھی قحط نہیں پڑا۔ تقریر و تحریر کیلئے خوب صورت الفاظ کا انتخاب کریں۔

اب آخر میں جی چاہتا ہے کہ اپنی گزارشات ختم کرتے ہوئے احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی بہشتی روح کو مخاطب کر کے فارسی کا یہ شعر پڑھا جائے اور اس مرحوم سے معذرت کر لی جائے کہ اے شہیدِ راہِ حق...... ! میرا ناتواں قلم کوشش کے باوجود تیرے حالات کی پوری تفصیل اپنی گرفت میں نہیں لا سکا:

غمِ زلف و رُخت را شرح دادن   شبے باید دراز و ماہتابے

(ہفت اقلیم: ص۔ ۲۵۹)

احناف اور اہلحدیث کا یکجا نماز پڑھنا:۔ غازی محمود دھرم پال کے والد کا نام محمد اور والدہ کا نام زینب تھا۔ والد گاؤں کے امام مسجد تھے۔ انتہائی نیک اور باوقار شخصیت کے مالک اور قرآن و حدیث کے عالم لوگ انہیں میاں جی کہا کرتے تھے۔ نماز میں وہ رفع یدین کرتے اور آمین بالجہر پکارتے تھے، لیکن اہلحدیث نہیں کہلاتے تھے، موحد کہلاتے تھے۔ حنفی اور اہل حدیث سب ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ جمعے کے دن اردگرد کے دیہات سے لوگ اچھی خاصی تعداد میں آتے اور ان کی اقتدا میں نمازِ جمعہ ادا کرتے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۲۶۴)

ہندوستان کے سب سے بڑے پیر و مرشد:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے وہ بے حد مداح ہیں اور مختلف مقامات پر نہایت احترام کے الفاظ میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ انہیں فرشتہ رحمت، دیوتا، ہندوستان کا سب سے بڑا عالم، پیر و مرشد، برگزیدہ اور عابد قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قاضی صاب کے اندر روحانیت کا غلبہ اور ان کے گرد نور کا حلقہ تھا۔ ان کے چہرے سے روشنی کی شعاعیں نکلتی تھیں، جسے وہ Radiation سے تعبیر کرتے ہیں۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۳۲۷)

مولانا محمد حنیف ندوی کا تعارف:۔ ۱۹۴۹ء کے اپریل میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا کہ جمعیت کی پہلی کانفرنس مئی کی آخری تاریخوں میں لاہور میں منعقد کی جائے گی اور قرار پایا کہ کانفرنس کی صدارت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ فرمائیں گے اور صدر استقبالیہ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ ہوں گے۔ (ہفت اقلیم: ص۔۳۴۳)

ایصال ثواب کا طریقہ:۔ اگر آپ نے ایصال ثواب کیلئے کچھ دینا ہے تو غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو دیں۔ مسجدوں میں قرآن مجید خرید کر رکھ دیں۔ لوگ پڑھیں گے اور انہیں ثواب ہوگا۔ دینی مدارس کے طلباء کو دینی کتابیں خرید کے دے دیں۔ مُردوں کیلئے خلوص دل سے مغفرت کی دعا کریں۔ (ہفت اقلیم: ص۔۳۹۱)

مولانا محمد یحیٰ شرق پوری کا لباس:۔ سفید تہبند، سفید قمیص اور سفید عمامہ ان کا لباس تھا۔ میرے ہم عمر ہوں گے۔ مولانا نے ان کا نام بتایا: محمد یحیٰ ضلع حصار کے رہنے والے! (ہفت اقلیم: ص۔۴۰۹)

مولانا محمد یحیٰ شرق پوری سلف صالحین کا صحیح نمونہ تھے۔ تہجد گزار، متقی، بلند اخلاق، شیریں کلام واعظ اور عمدہ خصال عالم۔ چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام ان کی فطرت میں داخل تھا۔ (ص:۴۱۲)

نماز تہجد کے وقت لوگوں کیلئے دعائیں مولانا محمد یحیٰ کا معمول تھا۔ وہ نام لے کر دعا کرتے کہ اے اللہ! تیرے فلاں بندے یا بندی نے مجھے دعا کیلئے کہا ہے تو میری دعا قبول فرما۔ شاید اسی اخلاص اور توجہ کا نتیجہ تھا کہ بارگاہِ رب العزت میں ان کی دعائیں مقبول ہوتی تھیں۔ (ہفت اقلیم ص:۴۱۴)

دعا کی بدولت اولاد نرینہ:۔ میرے ایک جاننے والے کے ہاں شادی کے کئی سال بعد تک اولاد نہ ہوئی۔ میں نے ایک مرتبہ مولانا سے ان کیلئے دعا کی درخواست کی۔ مولانا نے فرمایا میں ضرور دعا کروں گا، آپ انہیں ایک بار میرے پاس شرق پور لے کر آئیں۔ میرے وہ دوست شرق پور تو نہ جا سکے البتہ مولانا نے ان کیلئے خاص طور سے دعا کی۔ اللہ کا فضل ہوا کہ وہ صاحب آج ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔ اسی طرح ایک اور صاحب ریڈی میڈ کپڑوں کا کام کرتے ہیں، ان کا مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف بیٹیاں عطا کی تھیں، بیٹا کوئی نہ تھا۔ مولانا کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوئے۔ مولانا نے تہجد کے وقت دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور ان کو بیٹا عطا فرمایا۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا کے اخلاص کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت سے نوازا تھا۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۱۴-۴۱۵)

میاں محمد باقر رحمہ اللہ کا تعارف:۔ جھوک دادو وہ مقام ہے جو حضرات اہل حدیث کے ہاں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اِس گاؤں کی ایک عظیم شخصیت حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ تھے جو اللہ کے نیک بندے تھے۔

میاں محمد باقر رحمہ اللہ ہمارے والد محترم (مولانا عبدالخالق قدوسی) پر بھی بڑی شفقت فرماتے تھے۔

میاں محمد باقر رحمہ اللہ سے ہمارے والد محترم بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے تقویٰ اور ولایت کے قائل تھے۔ مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ کے ساتھ یہ ہمارے والد کی ایک اور قدر مشترک تھی۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۲۲-۴۲۳)

مولانا محمد یحیٰ شرق پوری کے مرشد:۔ جھوک دادو میں مولانا یحیٰ رحمہ اللہ نے حضرت حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ سے تعلیم حاصل کی۔ میاں باقر رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا کہا کرتے تھے کہ وہ میرے مرشد تھے، میرے مربی تھے۔ انہوں نے مجھ پر بڑی شفقت فرمائی۔ مولانا یحیٰ نے جھوک دادو کے علاوہ کچھ وقت اوڈاں والا میں بھی گزارا۔ یہاں انہوں نے حضرت حافظ محمد اسحاق مرحوم ومغفور سے استفادہ کیا۔ مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ کچھ عرصہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے پاس بھی رہے۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۲۴)

مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے معتقد:۔ ایک موحد بزرگ ملک حسن علی جامعی مرحوم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے معتقد تھے۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۳۰)

حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ روڑی والے کا لباس: میانہ قد، گداز جسم، سیاہ گھنی داڑھی، کتابی چہرہ، گندمی سا رنگ، سر پر عمامہ۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۴۵)

بچپن میں ولایت کے آثار:۔ حکیم صاحب والدین کی محبتوں کا مرکز تھے اور یہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ لیکن معاملہ یہ تھا کہ یہ بالکل بھولے بھالے اور بے شعور تھے۔ اسی بنا پر لوگ انہیں ’’اللہ لوگ‘‘ یا ’’اللہ کا ولی‘‘ کہا کرتے تھے۔ یہ صورت حال والدین کیلئے نہایت پریشانی کا باعث تھی۔ وہ اس کیلئے اللہ سے دعائیں کرتے رہتے تھے اور وہ یہی کر سکتے تھے۔ (ہفت اقلیم :ص۔ ۴۴۶)

خواب میں بشارت:۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے بھی اپنے اس بچے کیلئے دعا کی اور بے حد عجز و عاجزی کے ساتھ کی۔ ظاہر ہے باپ اولاد کیلئے عاجزانہ انداز ہی میں دعا کرتا ہے۔ پھر ایام حج ہی میں باپ کو اس دعا کی قبولیت کا احساس بھی ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے خواب میں بیٹے کے سر پر دو چمک دار تاج دیکھے۔ اس کی تعبیر ان کے ذہن میں یہ آئی کہ میرا یہ سیدھا سادھا بیٹا دین اور دنیا دونوں میں عزت پائے گا۔ (ہفت اقلیم :ص۔ ۴۴۶)

خیر المدارس کے بزرگ کا واقعہ:۔ نو وارد بزرگ نے اس بچے کی طرف سے اشارہ کر کے حکیم الٰہی بخش سے پوچھا: یہ بچہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کا نام تو عبداللہ ہے، لیکن اسے لوگ اللہ کا ولی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ کم عمری میں ہی نماز کا پابند ہے، محنت سے اپنی نصابی کتابیں پڑھتا ہے، خاموش رہتا ہے اور سادگی پسند ہے۔

وہ بزرگ جنہوں نے ان کے بارے میں پوچھا تھا، وہ معروف عالم و مدرس تھے۔ ان کا نام مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد تھا اور سرسہ کے مدرسہ خیر المدارس کے بانی اور مہتمم تھے۔

دوسرے دن حکیم الٰہی بخش نے اپنے گاؤں موضع سردول گڑھ میں مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد رحمہ اللہ کی دعوت کی۔ اس دعوت میں وہ بچہ (عبداللہ) بھی شامل تھا اور دستر خوان پر موجود تھا۔ مولانا خیر الدین رحمہ اللہ نے اس سے کہا: تم دستر خوان پر آ بیٹھے ہو، کیا اللہ کے ولی بھی کھانا کھاتے ہیں؟

اس نے جواب دیا: ’’اللہ تعالیٰ نے جن کے پیٹ لگایا ہے وہ بھی کھانا کھاتے ہیں۔‘‘ مولانا نے فرمایا: ’’پیٹ تو ڈھول کا بھی ہوتا ہے۔‘‘

بچے نے جواب دیا: ’’ڈھول بھی اپنی خوراک کھاتا ہے اور اس کی خوراک ہے ڈنڈے۔‘‘

مولانا خیر الدین اس بچے کی باتوں سے بہت خوش ہوئے اور حکیم الٰہی بخش سے فرمایا۔ یہ ہونہار اور ذہین بچہ ہے۔ اس کو تعلیم کیلئے میرے پاس بھیج دو۔ پھر انعام میں ایک ٹوپی عنایت کی۔

اس کے بعد ۲۷، جون ۱۹۱۳ء کو جمعۃ المبارک کے دن اس بچے (عبداللہ) کو مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد کے پاس حصول علم کیلئے سرسہ کے مدرسہ خیر العلوم میں بھیج دیا گیا۔ (ہفت اقلیم :ص۔ ۴۴۷-۴۴۸)

نبض شناسی میں مہارت:۔ جہاں حکیم (عبداللہ) صاحب مشہور معالج تھے وہاں وہ بہت بڑے نباض بھی تھے۔ نبض شناسی طب کا بہت بڑا فن ہے۔ اس فن میں دہلی کے حکیم عبدالوہاب انصاری المعروف حکیم نابینا صاحب کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ اس باب میں حکیم عبداللہ نے حکیم عبدالوہاب نابینا رحمہ اللہ سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ وہ بالعموم نبض پر ہاتھ رکھ کر بہت سی ایسی باتیں بتا دیتے تھے جو بعض ڈاکٹر بہت سے ٹیسٹ کر کے بھی نہیں سمجھ پاتے۔

حکیم عبداللہ صاحب کے بیٹے حکیم عبدالوحید سلیمانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سرکاری افسر حکیم صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ میرے والد بیمار ہیں، میں انہیں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے مریض کی نبض دیکھی تو سوال کیا ’’آپ کو شکار کا شوق ہے‘‘؟

اس نے جواب دیا: ’’ہاں! شوق ہے‘‘۔ دوسرا سوال کیا: ’’آپ نے کبھی شیر کا شکار کیا ہے؟‘‘

مریض نے اس کا جواب بھی ’’ہاں‘‘ میں دیا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ’’آپ اپنے گھر میں شیر کی کھال پر بیٹھتے ہیں؟‘‘

جواب دیا: ’’پندرہ بیس سال سے میرا معمول یہی ہے کہ گھر میں شیر کی کھال پر بیٹھتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’شیر کی کھال پر بیٹھنا چھوڑ دیں بیماری رفع ہو جائے گی۔‘‘

حکیم عبدالوحید سلیمانی نے حکیم صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا: ’’آپ کو نبض سے ان باتوں کا کیسے علم ہوا؟‘‘

فرمایا: نبض کی ستائیس قسموں میں سے اس شخص کی نبض بالکل الگ تھی۔ میں نے کسی زمانے میں سنا تھا کہ وحشی جانوروں کی نبض کی رفتار کچھ اور قسم کی ہوتی ہے۔ اس سے خیال آیا کہ وحشی جانوروں پر سوار ہونے والوں کی نبض میں بھی اس کا اثر ہوتا ہوگا۔ لیکن چوں کہ شیر پر سوار رہنا کسی شخص کے بس میں نہیں، اس لیے یقیناً یہ شخص شیر کی کھال پر بیٹھتا ہوگا۔ اس طرح اللہ کے فضل سے صحیح نتیجے پر پہنچ گیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۵۳-۴۵۴)

یاعلیم یابصیر کے ذریعہ کشف:۔ نبض کے سلسلے میں حکیم صاحب کے متعلق ایک اور عجیب وغریب واقعہ ملاحظہ ہو۔

قیام پاکستان سے قبل کچھ خانہ بدوش چمار لوگ ایک ایسے مریض کو حکیم صاحب کے پاس لے کر آئے، جس کا تمام جسم کوڑھ سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی نبض دیکھنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ حکیم صاحب نے ان لوگوں کو اس کا قارورہ لانے کیلئے کہا۔ قارورہ دیکھا تو فرمایا اسے کوڑھ نہیں ہے، سانپ کے زہر کے اثرات ہیں۔ انہوں نے کہا اس کو سانپ نے کبھی نہیں کاٹا۔ حکیم صاحب نے مریض سے پوچھا تم نے کبھی مور کا گوشت کھایا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا مور کا گوشت کھانے کے بعد تمہاری یہ حالت ہوئی ہے۔ مریض نے کہا میرے سامنے ایک مرتبہ مور نے ایک سانپ نگلا اور وہ مر گیا، لیکن میں نے اس مور کا گوشت کھا لیا۔ پھر میری یہ حالت ہوگئی۔

حکیم صاحب نے اس مریض کو تریاق دیئے اور اللہ نے اسے صحت عطا فرما دی۔

لوگوں نے اس عجیب وغریب تشخیص کے بارے میں حکیم صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ قارورہ ٹیسٹ کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ میں اس میں ایک قطرہ سرسوں کے تیل کا ڈالتا ہوں اور پھر اس کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ بعض مریضوں کے پیشاب میں یہ قطرہ لمبائی کے رخ پھیلتا ہے، بعض کے چوڑائی کے رخ۔ بعض میں اسی طرح رہتا ہے اور بعض مریضوں کے پیشاب کو گدلا کر دیتا ہے۔ اس سے مرض کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مریض کے پیشاب میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ میں نے تیل کے قطرے کو اچھی طرح دیکھا تو اس میں مور کی شبیہ نظر آئی جس نے منہ میں سانپ پکڑا ہوا تھا۔

حکیم صاحب ’’یا علیم یا بصیر‘‘ کا وظیفہ ہر روز صبح وشام سو سو مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ قارورہ میں مور کی جو شبیہ نظر آئی، وہ اس وظیفے کی برکت کا نتیجہ ہے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۵۴-۴۵۵)

علمائے اہلحدیث سے روابط:۔ حکیم صاحب غریبوں کے معاون تھے۔ غریب بیمار سے نہ صرف یہ کہ وہ دوا کا کوئی پیسہ نہیں لیتے تھے، بلکہ اس کی مالی مدد بھی کرتے تھے۔ نرم دل اور عالی کردار تھے۔ اہلحدیث کی بے حد تکریم کرتے تھے۔ مہمان نواز تھے۔ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ اور صوفی عبداللہ رحمہ اللہ (اوڈاں والا) مرحوم کی وساطت سے ہمیشہ جماعت مجاہدین کی مدد کرتے رہے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے ان کے دوستانہ مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۵۶)

عشق میں ڈوبی ہوئی نعت:۔ اس کے بعد محبت رسول (ﷺ) میں ڈوبے ہوئے انداز سے اپنی ایک نعت سنانا شروع کی۔ اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ جب اس شعر پر پہنچے۔

تم ہو ہمارے ہم ہیں تمہارے　　جس کے تم ہوئے، وارے نیارے
کہہ دو زباں سے ہم تم، تم ہم　　صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

تو ایک لمحے کیلئے خاموش ہو گئے۔ پھر بڑے سکون کے ساتھ ’’انا اللہ وانا الیہ راجعون‘‘ پڑھا اور اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ نہ کوئی بیماری، نہ تکلیف۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۵۹)

نعت پڑھتے ہوئے سفر آخرت:۔ یہ بات حکیم صاحب کے فرزند حکیم عبدالوحید سلیمانی نے بھی لکھی ہے اور خود خواجہ محمد طفیل مرحوم

نے بھی مجھے بتائی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ نعت کا آخری شعر پڑھنے کے بعد جب ان کی جسمانی حالت بدلتی ہوئی معلوم ہوئی تو میں نے ان کو پکڑ کر جلدی سے گود میں لے لیا اور وہ اسی وقت وفات پا گئے۔ ''انا للہ و انا الیہ راجعون''۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۶۰)

مولانا عبدالقادر اور حضرت غزنوی میں رواداری:۔ امام کے پیچھے صف اول میں مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کے دائیں جانب مولانا غزنوی رحمہ اللہ اور بائیں جانب یہ عاجز تھا۔

نماز سے تھوڑی دیر بعد مولانا رائے پوری رحمہ اللہ اُٹھ کر بالکل سامنے کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ ان کے پیچھے دو آدمی اور تھے جو ان کے کمرے میں گئے۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نماز مغرب کے بعد لمبا وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ خود تو حسب معمول وظیفے میں مشغول ہو گئے اور مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میں مولانا کے کمرے میں چلا جاؤں چنانچہ میں اٹھا اور مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کے بالکل سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ یہ ان کا پہلا اور آخری دیدار تھا جو اس عاجز کو نصیب ہوا۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۷۱)

سلسلہ قادریہ کے بزرگ کے پاس بیٹھنے کی تلقین:۔ ان کے کمرے سے باہر نکلا تو مولانا غزنوی بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگ رہے تھے۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ دعا سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوئے۔ پوچھا مولانا کے پاس کوئی بیٹھا ہے؟ عرض کیا، دو آدمی بیٹھے ہیں۔ فرمایا: آپ بھی بیٹھے رہتے۔

اتنے میں عشاء کی اذان ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد مولانا رائے پوری رحمہ اللہ باہر تشریف لے آئے اور وہیں تشریف فرما ہوئے جہاں سے اُٹھ کر گئے تھے۔ اب پھر وہی نماز مغرب والی صورت حال تھی، یعنی مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ ان کے دائیں جانب تھے اور یہ عاجز بائیں جانب......!

خانقاہ کا بابرکت کھانا:۔ نماز سے فارغ ہوئے تو کھانا آ گیا۔ کھانا کیا تھا، گیہوں کا دلیا۔ بہت سے آدمی تھے۔ وہ منظر اب بھی پیشِ نگاہ ہے۔ کم سے کم ڈیڑھ سو افراد ہوں گے۔ سب کے سامنے دلیے کی ایک ایک پلیٹ رکھ دی گئی۔ ہم تینوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ ہمارے سامنے بھی تین پلیٹیں آ گئیں۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا:

کھایئے! یہ سعادت پھر کہاں نصیب ہو گی اور حضرت کے ساتھ کھانے کا موقع کب میسر آئے گا......اور واقعی یہ بہت عمدہ موقع تھا۔ اس کے بعد یہ موقع نہیں آیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۷۳)

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی تصوف سے بھرپور مجالس:۔ مولانا رائے پوری رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ حصول علم کے ابتدائی دور میں وہ امرتسر گئے تھے اور مولانا نور احمد کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے تھے۔ قیام امرتسر کے زمانے میں وہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں اکثر حاضری دیتے اور ان کے عمل وفکر کی خاص مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔

مولانا رائے پوری رحمہ اللہ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ میرے تصوف وسلوک کے سفر کی پہلی منزل درحقیقت وہی مجلسیں اور حضرت الامام رحمہ اللہ کی اس وقت کی صحبتیں تھیں۔ ان کی پاکیزہ اور بابرکت صحبتوں سے وہ بہت متاثر ہوئے تھے۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے بقول مولانا رائے پوری رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ اس اعتبار سے وہ آپ کے والد گرامی (مولانا عبدالجبار غزنوی) کے شاگردوں اور فیض یافتہ لوگوں میں شامل ہیں۔

دوسرے دن حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا:

کل مولانا غزنوی رحمہ اللہ اور تم مولانا رائے پوری رحمہ اللہ سے ملے تھے؟۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں ملے تھے۔

فرمایا: ان سے کیا باتیں ہوئیں؟ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا اور بتایا کہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ علیحدگی میں کافی دیر ان کے پاس رہے۔

اس سے دوسرے یا تیسرے دن مولانا عطاء اللہ صاحب نے بتایا کہ وہ بھی مولانا رائے پوری کی خدمت میں گئے تھے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا دائرہ بیعت بہت وسیع تھا۔ (ہفت اقلیم :ص۔۴۷۴-۴۷۵)

علمائے اہلحدیث میں بیعت لینے والے مشائخ تصوف

مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا بیعت صوفیاء لینا:۔ یہاں چند الفاظ میں یہ عرض کردوں کہ بیعت وارادت کا سلسلہ اہلحدیث حضرات میں بھی ایک عرصے تک جاری رہا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے جدِ امجد سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو ”حضرت عبداللہ صاحب“ کہا جاتا تھا۔ میں ان کے حالات اپنے سلسلہ فقہائے ہند کی نویں جلد میں (جو تیرہویں صدی ہجری کے علماء وفقہاء کے واقعات و کوائف پر مشتمل ہے) تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ (مولانا معین الدین لکھوی کے جدِ محترم) نے غزنی جا کر ان سے بیعت کی تھی۔ وہ غزنی سے ہجرت کر کے امرتسر کے قریب بستی ”خیر دین“ میں تشریف لائے تو میرے دادا (میاں محمد) کے حقیقی چچا میاں امام الدین اور ہماری برادری کے ایک بزرگ حاجی نورالدین رحمہما اللہ بیعت کیلئے ان کی خدمت میں گئے تھے لیکن حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فارسی اور عربی بولتے تھے یا پشتو میں بات کرتے تھے اور یہ حضرات ان کی بات نہیں سمجھ پاتے تھے، اس لیے یہ ان کے حلقۂ بیعت میں شامل نہ ہو سکے اور پھر ان کے مرید ومبایع مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ سے بیعت کر لی۔

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا بیعت اصلاح لینا:۔ حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے صاحب زادگان گرامی حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ (جو مولانا داؤد غزنوی کے والد مکرم تھے) اور مولانا عبدالواحد غزنوی (جو مولانا داؤد غزنوی کے حقیقی چچا تھے) لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور ہمارے علاقے اور خاندان کے بعض لوگ ان سے بیعت ہوئے تھے۔

مولانا محمد علی لکھوی کا بیعت تصوف لینا:۔ مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے والد محترم حضرت مولانا صوفی محمد علی لکھوی رحمہ اللہ جلیل القدر عالم تھے، سنا ہے اگر ان سے کوئی شخص بیعت کرنا چاہتا تو وہ اسے اپنے حلقۂ بیعت میں شامل کر لیتے تھے۔

مولانا کمال الدین رحمہ اللہ کا بیعت طریقت لینا:۔ ضلع فیروزپور میں ایک گاؤں ”چھینبیاں والی“ تھا، اس میں ایک نہایت متقی بزرگ مولانا کمال الدین رحمہ اللہ قیام فرماتے تھے جو مسلکاً اہلحدیث تھے اور ڈوگر برادری سے تعلق رکھتے تھے اور اس نواح میں مرجع خلائق تھے، لوگ ان سے بیعت ہوتے تھے۔ اس فقیر کو بھی چھوٹی عمر میں ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

شاہ محمد شریف گھڑیالوی کا بیعت توبہ لینا:۔ حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کے تدین وتقویٰ کی بڑی شہرت تھی۔ ان سے بھی لوگ بیعت ہوتے تھے۔ اس گنہگار کو بھی ان کی بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ یہ آزادی سے کئی سال پہلے کی باتیں ہیں۔

صوفی عبداللہ صاحب کا بیعت اخلاص لینا:۔ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کا سلسلۂ بیعت بھی جاری تھا۔

(ہفت اقلیم :ص۔۴۷۵-۴۷۶)

مولانا عبدالقادر صاحب سے پہلا تعارف:۔ بات مولانا رائے پوری کی ہو رہی تھی۔ میں نے ان کا نام پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء میں گوجرانوالہ میں سنا تھا۔ ایک دن میں آمدنی اور خرچ کے کاغذات بابو عبدالغنی کو دینے کیلئے ان کے گھر گیا اور دروازے پر دستک دی تو ایک صاحب باہر آئے، شکل وشباہت میں بالکل بابو عبدالغنی کی مانند۔ میانہ بدن، قدرے لمبا قد، چپٹی سی ناک، ٹخنوں سے اوپر پاجامہ نما شلوار، گرم چادر اوڑھے ہوئے۔ تیس بتیس سال کی عمر ہوگی...... السلام علیکم کے بعد میں نے ان سے کہا:

بابو عبدالغنی سے ملنا چاہتا ہوں۔ پوچھا: آپ کا نام......؟۔ عرض کیا: اسحاق۔

سوال کیا: نام بتانے سے وہ سمجھ جائیں گے؟۔ جواب دیا: جی ہاں! سمجھ جائیں گے۔

وہ اندر گئے اور چند لمحوں کے بعد باہر آئے اور کہا: آیئے، تشریف لایئے۔ بابو عبدالغنی نے ان کو میرے بارے میں بتایا کہ یہ ”الاعتصام“

میں کام کرتے ہیں اور، پھر مجھ سے کہا: یہ میرا بیٹا ہے، عبدالمنان! تعارف اسی کے بعد ہم دونوں نے مصافحہ کیا اور ایک دوسرے سے خیر و عافیت پوچھی۔ اس کے بعد وہ باہر چلے گئے۔ واقعتاً ان کا معاملہ ”الولد سرلابیہ“ کا سا تھا۔

ان کے جانے کے بعد بابو عبدالغنی نے بتایا کہ ضلع سہارن پور میں ایک قصبہ رائے پور کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں ایک عالم دین رہتے ہیں جن کا نام مولانا عبدالقادر ہے۔ وہ اس دور کے بہت بڑے صوفی اور پرہیز گار بزرگ ہیں۔ دیوبندی مسلک کے حامل ہیں اور بے شمار لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں۔

سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میرا یہ لڑکا عبدالمنان بہت عرصہ ہوا مولانا رائے پوری کے پاس چلا گیا تھا۔ یہ ان کے خادم کی حیثیت سے وہاں رہتا ہے اور وہ اس پر بہت اعتماد کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ بھی اس کے بغیر پریشان ہو جاتے ہیں۔

یہ تھے وہ الفاظ جو میں نے پہلی دفعہ مولانا رائے پوری کے بارے میں سنے۔

مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا خاندانی تعارف:

مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا خاندان درحقیقت موضع ”تھوہا محرم خاں“ کا رہنے والا تھا جو ضلع کیمبل پور کی تحصیل تلہ گنگ میں واقع ہے۔ ان کا تعلق وہاں کی راجپوت برادری سے تھا۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۷۷-۴۷۸)

ابتدائی حالات:۔ مولانا عبدالقادر ۱۸۷۳ء (۱۲۹۰ھ) کے پس و پیش موضع ڈھڈیاں (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ان کا نام غلام جیلانی رکھا تھا۔ ایک عرصے تک انہیں اسی نام سے پکارا جاتا رہا۔ جب وہ رائے پور جا کر مولانا شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان کا نام پوچھا، فرمایا: غلام جیلانی۔

مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ نے جواب میں ارشاد فرمایا: آپ تو عبدالقادر ہیں۔ اس وقت سے یہی نام مشہور ہو گیا۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۸۱)

مولانا عبدالجبار غزنوی سے استفاضہ:۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا حافظ محمد یٰسین اور مولانا کلیم اللہ صاحب سے پائی۔ مولانا کلیم اللہ سے ہی قرآن مجید حفظ کیا۔

اب ان کے دل میں حصولِ علم کا شوق موجزن ہو چکا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس کیلئے امرتسر، دہلی اور یوپی کے اساتذہ سے استفادہ کیا جائے۔ اس عہد کی دہلی کو علم و علما کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی لیکن پہلے امرتسر گئے، وہاں مولانا نور احمد اور مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے استفاضہ کیا۔

مرشد کی خدمت میں حاضری:۔ سہارن پور کی ایک مسجد میں کچھ عرصہ امامت بھی کی۔ غالباً وہیں پہلی مرتبہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ چند سال بعد حالات نے ایسی کروٹ لی کہ انہی کے آستانہ فیض میں جا کر بیٹھ گئے۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۸۲)

ہمعصر اہلحدیث طالب علم سے دوستی:۔ رام پور میں ان دنوں ایک طالب علم عبدالرحمٰن بستوی تھے جو موضع پابنی (ضلع بستی) کے رہنے والے تھے۔ وہ مسلکی اعتبار سے اہلحدیث تھے اور مولانا عبدالقادر کے ہم درس اور گہرے دوست تھے۔ تقلید اور عدم تقلید وغیرہ قسم کے بعض اختلافی مسائل سے متعلق ان کے بحثوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ کبھی ایک دوسرے سے روٹھ بھی جاتے تھے اور پھر خود ہی صلح ہو جاتی تھی۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۸۳)

ابتدا میں ان کا قیام ممتاز اہلحدیث عالم مولانا عبدالوہاب صاحب کے مدرسے میں ہوا جو صدر بازار میں قائم تھا۔ وہاں زیادہ تر اہلحدیث طلباء سے تعلق رہتا تھا ار اختلافی مسائل میں باہم بحثوں کا سلسلہ بھی چلتا تھا۔ زیادہ بے تکلفانہ تعلق مولانا عبدالرحمٰن بستوی رحمہ اللہ سے تھا۔ اختلاف مسالک کے باوجود دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے اور اکٹھے رہتے تھے۔

اس زمانے میں حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کے درس حدیث کا بڑا شہرہ تھا اور اہلحدیث طلباء بالخصوص ان کی طرف

رجوع کرتے تھے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے بھی ان کے حلقۂ درس حدیث میں شرکت کی۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۴)

مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ سے بیعت ہونا:۔ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر مستقل طور پر وہیں قیام کا فیصلہ کرلیا۔ یہ ۱۳۲۲ یا ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء) کا واقعہ ہے۔

رائے پور میں انہوں نے بڑی ریاضت کی، اور وظائف خوانی کی مختلف منزلوں سے گزرے۔ سلوک وتصوف کا یہ وہ دور تھا جب کھانے پینے کا کوئی خیال دل میں نہیں رہا تھا۔ ذکر خداوندی ان کا اوڑھنا بچھونا قرار پا گیا تھا یا پھر مرشد کی خدمت کرنا ایک ضروری مشغلہ تھا۔

قیام رائے پور کے زمانے میں ایک مرتبہ مولانا عبدالرحیم صاحب نے ان کو مدرس کی حیثیت سے گمتھلہ (ضلع انبالہ) میں بھیج دیا۔ یہ راجپوتوں کا قصبہ تھا اور مولانا عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کی ایک صاحب زادی کی شادی اسی قصبے میں ہوئی تھی۔ مرشد کی جدائی ان کیلئے بہت شاق تھی۔ ہر چند عرض کیا کہ اس فقیر کو اپنے سے الگ نہ کیجئے، لیکن حکم جاری ہوا کہ وہاں جانا ضروری ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ ماں اپنے بچے کو سینے سے چمٹاتی ہے، پھر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ بچے کی طلب کے باوجود اس کو اپنے سے علیحدہ رکھتی ہے۔

کچھ عرصہ مرشد کے حکم پر وہ گمتھلہ میں خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مرشد نے اپنے پاس بلالیا۔

سفر وحضر میں عام طور پر دونوں اکٹھے رہتے تھے اور مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ اپنے آپ کو حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کا ادنیٰ خادم تصور کرتے تھے۔ ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں شاہ صاحب ممدوح نے سفر حج کا عزم فرمایا تو مولانا موصوف ان کے ہم رکاب تھے۔ اس بابرکت سفر میں جہاں انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مواقع میسر آئے وہاں شاہ صاحب کی قربت وخدمت کا اختصاص بھی حاصل ہوا۔

(ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۵-۴۸۶)

جانشینی وخلافت:۔ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ بیماری میں مبتلا ہوئے تو مولانا نے ان کی بہت خدمت کی۔ یہ ان کی زندگی کی آخری بیماری تھی جو کم وبیش چھ سال کے طویل عرصے میں پھیل گئی تھی۔ علاج اور تیمارداری کیلئے یوں تو ان کے تمام رفقا وخدام سرگرم تھے، مگر مولانا عبدالقادر ان میں سب سے تیز اور مستعد تھے۔ ان کا انتقال ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ (۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء) کی شب کو موضع پیلوں میں ہوا، جہاں وہ کچھ مدت سے مختلف معالجوں کے زیر علاج تھے۔ دوسرے دن ان کی میت رائے پور لائی گئی اور وہیں ان کی تدفین ہوئی۔

اس کے بعد مولانا عبدالقادر جو مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے نام سے معروف ہو گئے تھے، شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ اور جانشین قرار پائے۔

مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلوص قلب، فضائل اخلاق اور سب سے محبت وشفقت اور ذکر الٰہی میں انہماک واستغراق کی بنا پر رائے پور کی خانقاہ بہت جلد مرجع خلائق بن گئی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ عقیدت وارادت کا تعلق رکھنے والے لوگ ضلع سہارن پور اور اس کے قرب وجوار میں پہلے ہی کافی تعداد میں موجود تھے۔ ان کی وفات کے بعد یہ سب لوگ مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہونے لگے۔ (ہفت اقلیم: ص۔ ۴۸۶-۴۸۷)

لوگوں کو بیعت کرنے کا طریقہ:۔ وہ بیعت توبہ کراتے ہوئے عام طور سے حسب ذیل الفاظ میں تلقین فرماتے تھے۔

"کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یا اللہ! ہم توبہ کرتے ہیں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، زنا سے، چوری سے، غیبت سے، جھوٹ بولنے سے، نماز چھوڑنے سے اور سب گناہوں سے جو ہم نے ساری عمر میں کیے، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سارے حکم مانیں گے، تیرے رسول پاک ﷺ کی تابعداری کریں گے۔ یا اللہ! تو ہماری توبہ قبول کرلے، ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ ہمیں توفیق دے اپنی رضامندی کی، اپنے رسول پاک ﷺ کی تابعداری کی"

توبہ کی اس تلقین کے بعد خاص طور سے فرماتے کہ نماز باجماعت کی پابندی کرنا، خلافِ شریعت کاموں سے بچتے رہنا، موت کو یاد رکھنا،

مرنا ہے، یہاں سے چلے جانا ہے، وہاں عملوں کے سوا کچھ کام نہیں آئے گا۔

پڑھنے کیلئے کلمہ استغفار اور درود شریف کی ہدایت فرماتے۔ نیز ارشاد فرماتے کہ اللہ سے جتنا استغفار کیا جائے گا اور جس کثرت سے درود شریف پڑھا جائے گا، اتنی ہی قلب میں صفائی پیدا ہوگی اور ذہن نکھرے گا۔

رائے پور میں ان کی خانقاہ تھی جہاں ہر وقت فیض حاصل کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا اور یہی ان کی مستقل قیام گاہ تھی۔
(ہفت اقلیم:ص ۴۸۷-۴۸۸)

مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ذوق وحسرت:۔ وہ فقط صوفی و سالک ہی نہ تھے، جید عالم دین اور ان تمام علوم سے بہرہ ور تھے جو ان کے عہد میں دینی مدارس میں پڑھائے جاتے تھے۔ اللہ اللہ! وہ کیسے فاضل یگانہ اور اصحاب علم وکمال لوگ تھے۔ وہ دور ختم ہوگیا جس میں ان بزرگان عالی مرتبت نے پرورش پائی تھی اور وہ اساتذہ عرصہ ہوا اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے جن سے ان کو شرف شاگردی حاصل تھا اور جن کی حسن تربیت سے ان کو وہ مقام میسر آیا تھا، جواب کسی کو حاصل ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ (ہفت اقلیم:ص۔۴۸۸)

خانقاہ میں کتاب ’’رحمۃ للعالمین‘‘ کی تعلیم:۔ رائے پور کی خانقاہ میں آنے والے لوگوں کو مناسب مواقع پر بعض مشہور مصنفین کی تصنیفات کے وہ واقعات پڑھ کر سنائے جاتے تھے، جن کا تعلق دور گزشتہ کے بزرگان عالی مقام سے ہے۔ یہ نہایت مؤثر اور پرکشش مجلس ہوتی تھی جس میں لوگوں کو بہت سے روحانی اور علمی فوائد حاصل ہوتے تھے۔ جو کتابیں مولانا مرحوم خاص طور سے اپنی مجلس میں سنتے ان میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی تصنیف ’’رحمۃ للعالمین‘‘ کو فوقیت حاصل تھی۔ (ہفت اقلیم:ص۔۴۸۸)

حضرت کا اہلحدیث خادم خاص:۔ مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کی طبیعت ناساز ہوتی تو بھی یہ سلسلہ جاری رہتا۔ ان کے خادم خاص مولانا عبدالمنان صاحب تھے، وہ ان کے حکم سے بعض کتابوں کے کچھ مقامات پڑھ کر لوگوں کو سناتے۔ دوا، غذا، ڈاک وغیرہ کا انتظام مولانا عبدالمنان کے سپرد تھا۔ وہ سفر میں بھی ان کے ہم رکاب ہوتے۔ تقریباً انیس سال وہ ان کی خدمت میں رہے اور اسی خدمت کیلئے انہوں نے ہندوستان کی شہریت اختیار کی تھی۔ اصلاً وہ گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، وہ اہلحدیث خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے فارغ التحصیل تھے۔ کچھ عرصہ پیشتر وہ راولپنڈی میں مقیم تھے اور ایک مسجد میں بیٹھے اللہ اللہ کرتے تھے۔ اب معلوم نہیں کیا صورت حال ہے اور وہ کہاں ہیں۔ (ہفت اقلیم:ص۔۴۸۸-۴۸۹)

علمائے اہلحدیث کی کتابوں کا شغف:۔ مختلف عنوانات کی بہت سی کتابوں سے ان کو لگاؤ تھا اور بڑے شوق سے ان کا خود مطالعہ کرتے یا کسی سے سنتے تھے۔ ان کی پسندیدہ کتابوں میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی تصنیف ’’شہادۃ القرآن‘‘ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہ اس کتاب کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کو دوبارہ طبع کرانے کے متمنی تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی دوبارہ طباعت کی صورت پیدا کردی اور یہ علمی خزانہ اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ (ہفت اقلیم:ص۔۴۸۹)

علمائے اہلحدیث کی کتب سے استفادہ:۔ یہ خط ایک رسالے کی صورت میں ’’القادیانیہ ثورۃ علی النبوۃ المحمدیۃ والاسلام‘‘ کے نام سے پہلے ہندوستان میں شائع ہوا، اس کے بعد فلسطین کے مفتی اعظم امین الحسینی نے اور ملک شام کے بعض حضرات نے شائع کیا۔ بجز اس کے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مرزائیت کے بارے میں اس وقت تک کچھ نہیں جانتے تھے۔ تاہم ان کے مرشد مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کا حکم تھا، اس کے مطابق مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہم اللہ اور بعض دیگر حضرات کی کتابیں جمع کردی گئیں اور وہ اللہ کا نام لے کر اس اہم کام کی تکمیل کیلئے کمربستہ ہوگئے۔

اب مولانا رائے پوری کا محور توجہ یہی کام تھا۔ ان کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ علی میاں صاحب اس کے علاوہ کسی اور کام کی طرف متوجہ ہوں۔ کسی ضروری سے ضروری تقریب میں شرکت کیلئے بھی ان کا کوٹھی سے باہر جانا انہیں گراں گزرتا تھا۔

جو کام علی میاں صاحب دن کو کرتے، مولانا رائے پوری شام کی مجلس میں یا کبھی اس سے پہلے اس کا جائزہ لیتے۔ اسے سنتے اور جو لوگ ان کے نزدیک اس موضوع سے باخبر تھے، ان کو اس کی طرف توجہ دلاتے اور فرماتے کہ وہ اسے ملاحظہ کریں اور اپنی معلومات سے مطلع کریں۔ اس کے علاوہ شام کی مجلس میں وہ اور کسی موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہ خیال فرماتے تھے۔

کچھ عرصے کے بعد یہ کتاب "القادیانی و القادیانیہ" کے نام سے خوب صورت عربی ٹائپ میں طبع ہوئی اور مصر شام اور افریقہ کے ان حصوں میں جہاں قادیانیت پھیل رہی تھی، یہ کتاب بڑی مفید ثابت ہوئی۔ (ہفت اقلیم: ص۔۴۹۴-۴۹۵)

مولانا عبدالمنان کا جنازہ پڑھانا:۔ ۱۵۔ اگست کو (بدھ کے دن) طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ آخر ۱۶۔ اگست ۱۹۶۲ء کو جمعرات کے دن ساڑھے گیارہ بجے حاجی متین احمد کی کوٹھی واقع ایمپرس روڈ پر ان کا انتقال ہوگیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

ریڈیو پاکستان (لاہور) سے اسی وقت یہ روح فرسا خبر نشر کی گئی اور لوگ اس مکان پر آنا شروع ہوگئے، جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔ ہندوستان کے مختلف مقامات میں ٹیلی فون اور ٹرنک کال کے ذریعے اطلاع دی گئی۔

اسی دن ساڑھے پانچ بجے ان کے خادم خاص مولانا عبدالمنان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس زمانے میں شملہ پہاڑی کے قریب ایمبیسڈ رہوٹل نہیں بنا تھا۔ یہ بہت بڑا میدان تھا جو حاجی متین احمد کی کوٹھی کے قریب تھا۔ جنازہ اسی میدان میں پڑھایا گیا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جنازے میں شریک ہوئے تھے۔ یہ عاجز مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے ساتھ جنازے میں شامل ہوا تھا۔

چار مرتبہ جنازہ پڑھا جانا:۔ مولانا رائے پوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہندوستان کے لوگوں کی خواہش تھی کہ ان کے تدفین مرشد کے قریب رائے پور میں ہونی چاہیے، لیکن اس خواہش کو عملی صورت میں لانے کیلئے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا، اس لیے کہ مولانا کے بھتیجے، بھانجے اور اعزہ واقارب ان کو آبائی وطن ڈھڈیاں دفن کرنے پر مصر تھے۔

بعض حضرات نے یہ رائے دی کہ انہیں لاہور میں مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے مدفن کے قریب میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کیا جائے تاکہ ہندوستان سے آنے والے ان کے عقیدت مندوں کو قبر پر حاضر ہونے اور دعائے مغفرت کرنے میں آسانی رہے۔ لیکن ان کے قریبی رشتے دار اور ڈھڈیاں اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والے لوگ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے۔

آخر نسبی اور خاندانی تعلق غالب آیا اور جنازہ بذریعہ ایمبولینس براستہ لائل پور مولانا کے آبائی وطن ڈھڈیاں کے لیے روانہ ہوا۔ لائل پور (حال فیصل آباد) بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کر دی گئی تھی۔ وہاں رات کو نو بجے کے قریب دوسری نماز جنازہ پڑھی گئی، جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نے پڑھائی۔

لائل پور سے سرگودھا کیلئے روانہ ہوئے۔ چاندنی رات تھی اور بسوں اور کاروں کا قافلہ نہایت حزن وملال کے ساتھ جارہا تھا۔ شب کے گیارہ بجے سرگودھا پہنچے تو وہاں لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ وہاں تیسری نماز جنازہ مولانا عبدالعزیز شکمتھلوی نے پڑھائی۔

اب سرگودھا سے جنازہ اپنی آخری منزل کی طرف روانہ ہوا اور جھاوریاں کے راستے سے ڈھڈیاں کا قصد کیا۔ ڈھڈیاں میں دور ونزدیک کے قصبات ودیہات کے لاتعداد لوگ جمع تھے۔ وہاں شب کے پچھلے پہر چوتھی نماز جنازہ ہوئی جو مولانا مرحوم کے امام نماز سید مسعود علی آزاد نے پڑھائی۔

ڈھڈیاں میں قبر تیار تھی۔ صبح صادق کے وقت اِدھر تدفین سے فارغ ہوئے اور اُدھر مؤذن نے نماز فجر کی اذان دی۔ لوگوں نے جماعت کے ساتھ نمازِ فجر پڑھی اور غم واندوہ کا بوجھ اٹھائے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

رخصت کے وقت لوگ جب آخری سلام کیلئے قبر پر حاضر ہوئے تو عجب منظر تھا اور دلوں پر عجیب کیفیت طاری تھی۔ بالخصوص ہندوستان کے دور افتادہ خادم جو وہاں سینکڑوں میل کی مسافت پر رہنے والے تھے، سمجھ رہے تھے کہ شاید یہ آخری حاضری اور آخری سلام ہے۔ اس کے بعد یہاں آنا کہاں نصیب ہوگا۔ مگر زبان حال سے صدا اُٹھتی تھی۔ رفتید، ولے نہ از دلِ ما (ہفت اقلیم: ص۔۴۹۹ تا ۵۰۱)

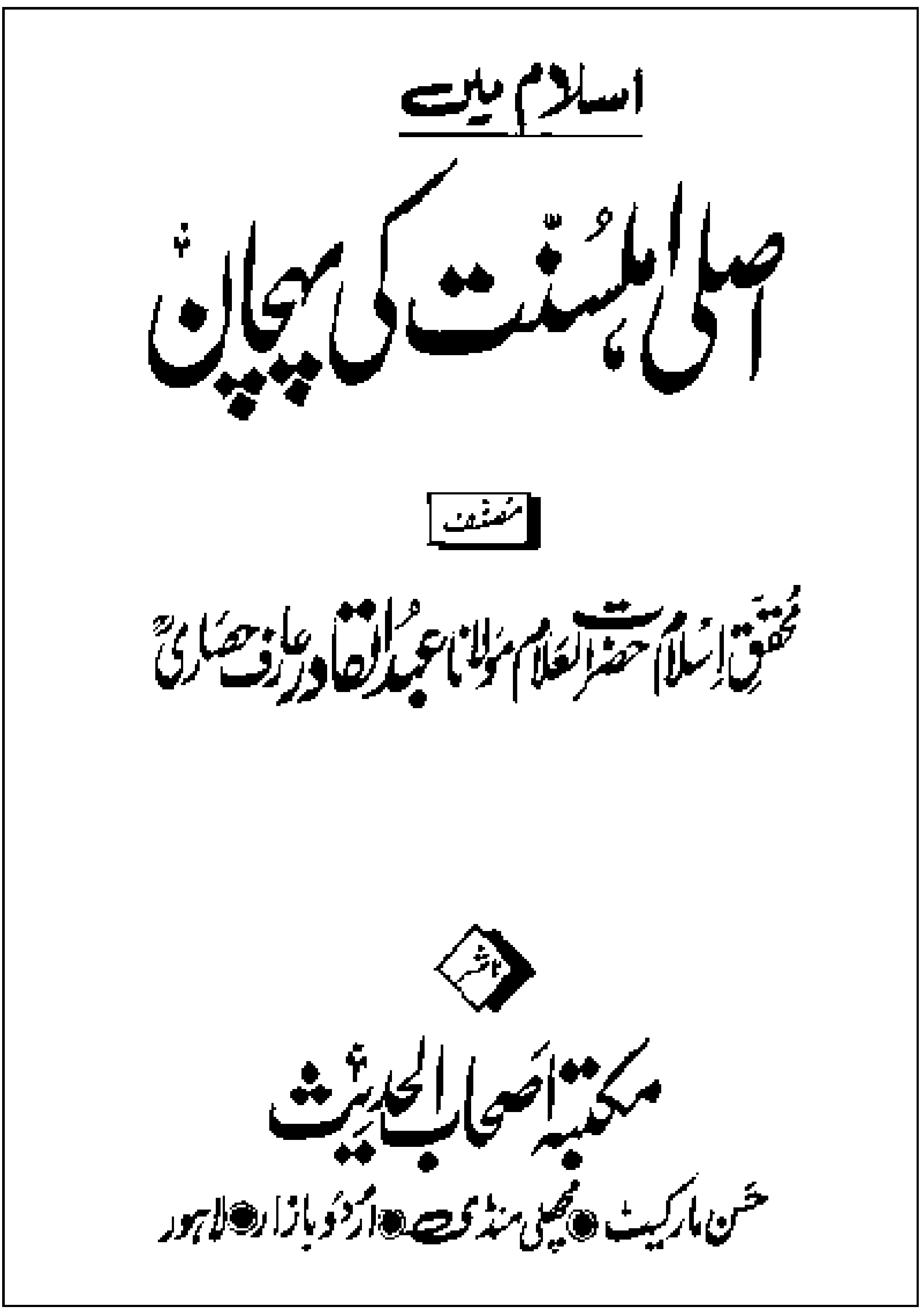

اسلام میں

اصلی اہلسنّت کی پہچان

مصنف

محقق اسلام حضرت العلام مولانا عبدالقادر عارف حصاری

ناشر

مکتبہ اصحاب الحدیث

حسن مارکیٹ ● مچھلی منڈی ● اردو بازار ● لاہور

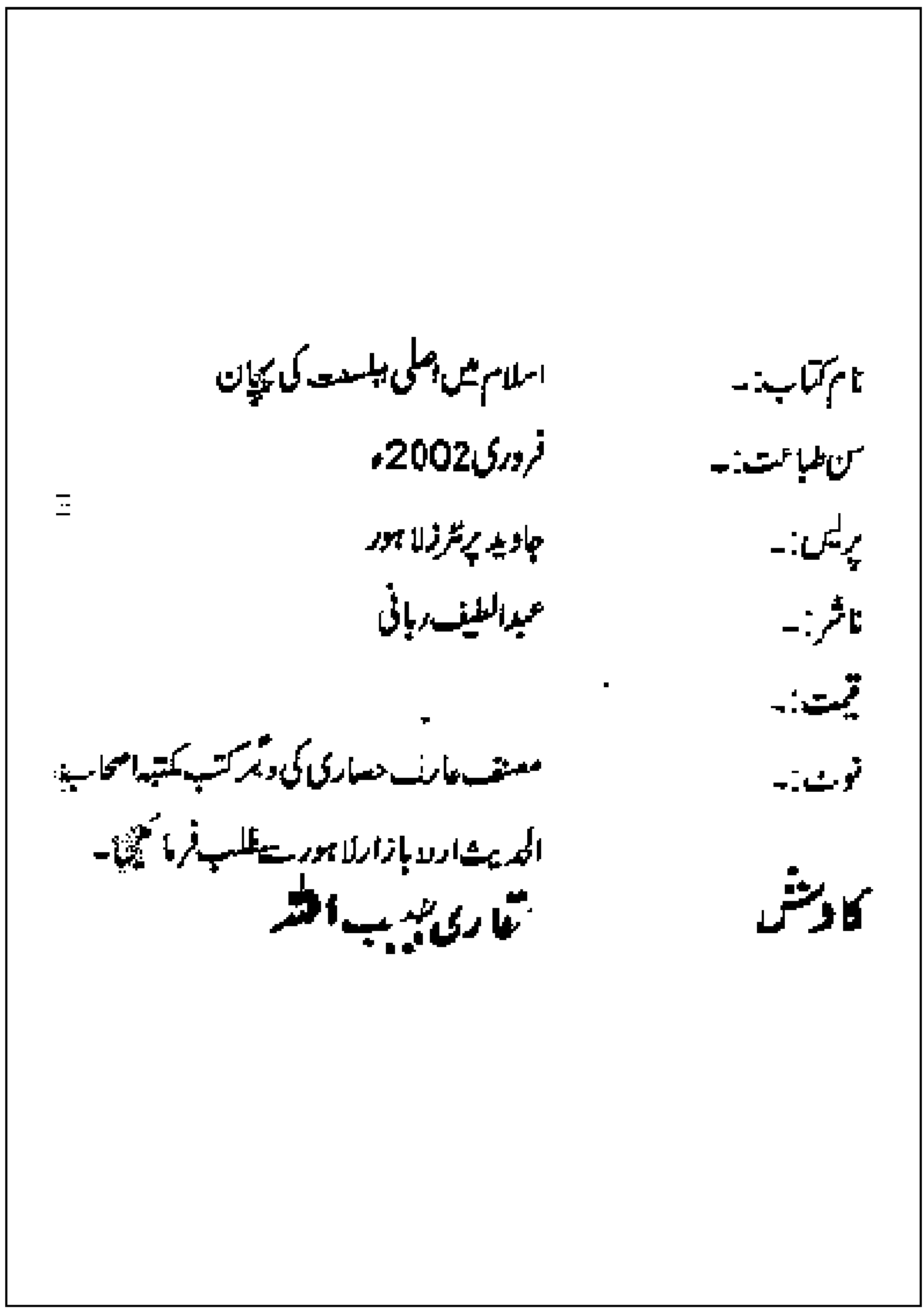

نام کتاب:۔ اسلام میں اصلی اہلسنت کی پہچان

سن طباعت:۔ فروری2002ء

پریس:۔ جاوید پرنٹرز لاہور

ناشر:۔ عبداللطیف ربانی

قیمت:۔

نوٹ:۔ مصنف عارف حصاری کی دیگر کتب مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور سے طلب فرمائیں۔

کاوش قاری حبیب اللہ

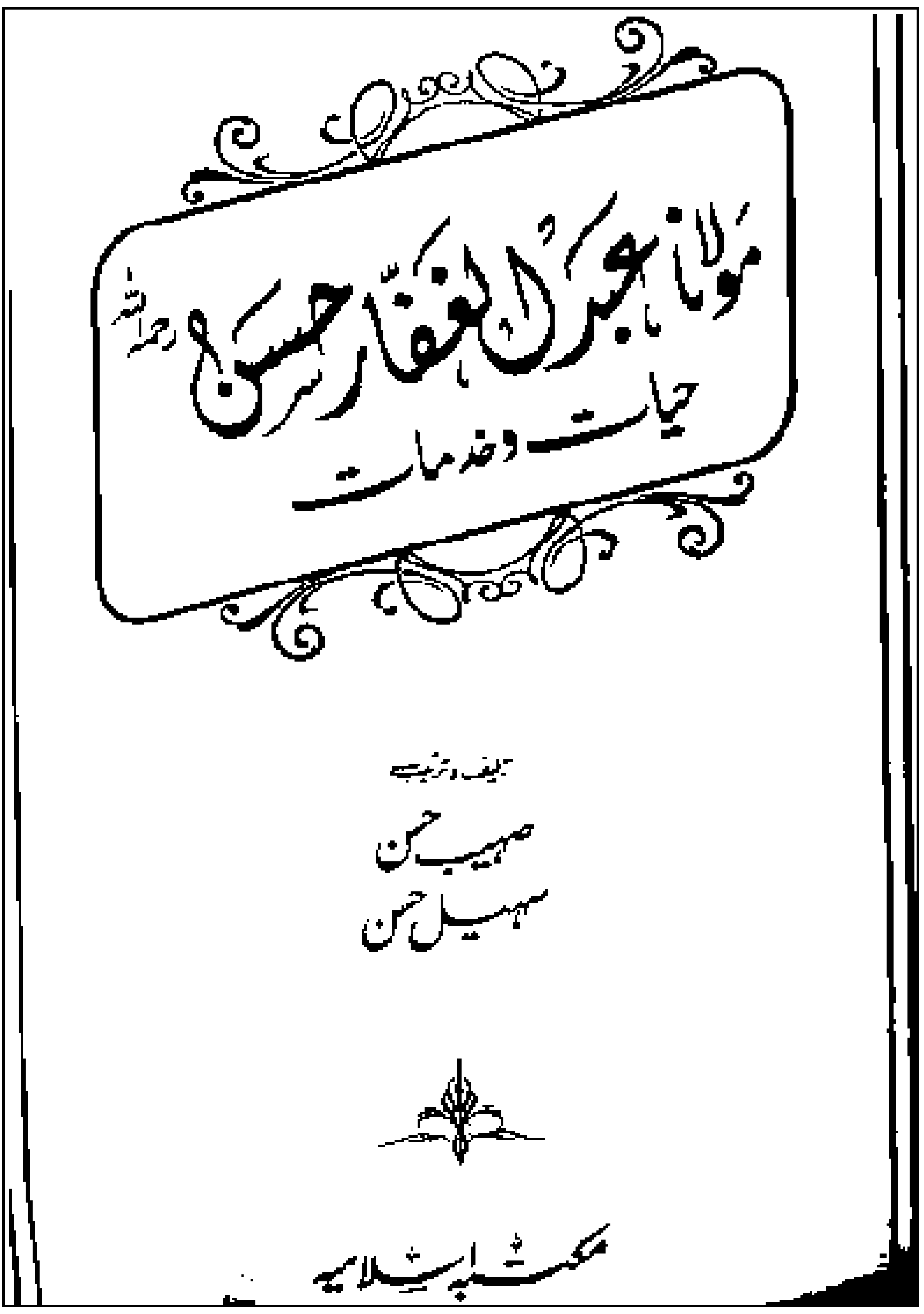

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

حیات وخدمات

تالیف وترتیب

صہیب حسن

سہیل حسن

مکتبہ اسلامیہ

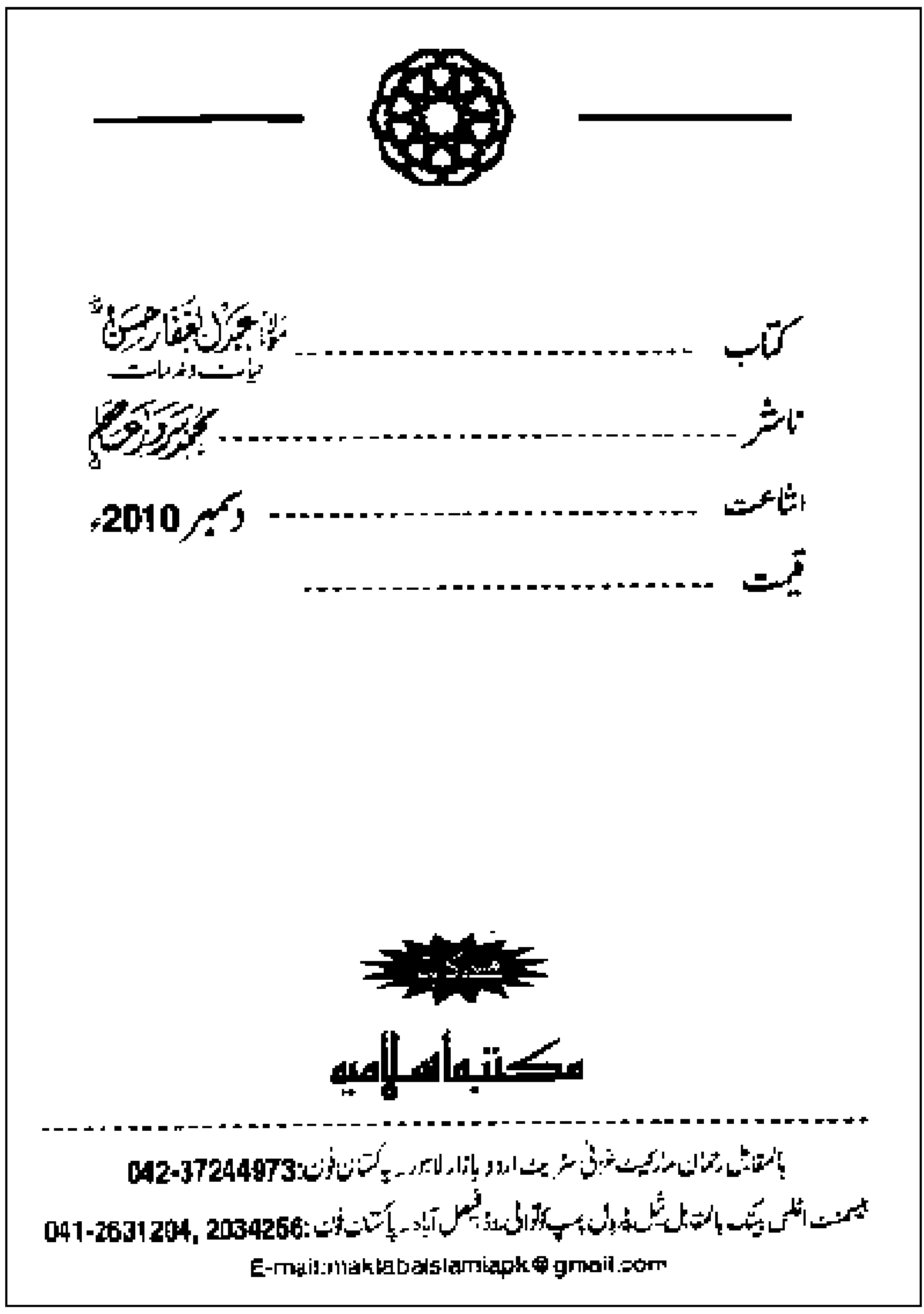

کتاب .... مولانا عبدالغفار حسنؒ حیات وخدمات

ناشر .... محمد سرور عاصم

اشاعت .... دسمبر 2010ء

قیمت ....

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون:042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون:041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

نام کتاب:۔اسلام میں اصلی اہلسنّت کی پہچان

مصنف:۔محققِ اِسلام حضرت العلام مولانا عبدالقادر عارف حصاری رحمہ اللہ...ناشر:۔مکتبہ اصحاب الحدیث

نقوش اسلاف رہنمائے منزل:

تبکی علیہ مساجد و منابر ولاہل العلم رنۃ وزفیر
قد کان مجتہدا مصیبأ ناسکا یحییٰ الشرائع سعیہ المشکور
نقاد اسناد الحدیث و متنہ کشاف اسرار الکتاب بصیر

ہمیں جہاں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے اسلام کو اپنی دعاؤں میں یادرکھیں وہاں ہمارا یہ بھی اخلاقی فرق ہے کہ ہم اپنے صالح بزرگان کے چھوڑے ہوئے نقوش پاک کا ذکر کرتے رہیں شاید یہ انمٹ نقوش کسی طالب علم کیلئے منزل کا کھوج لگانے میں مددگار ہوسکیں۔

کتاب کا نام:۔مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ حیات وخدمات

تالیف وترتیب:۔صہیب حسن، سہیل حسن

مولانا عبدالجبار عمر پوری:۔ والدمکرم اپنی کتاب ''عظمت حدیث'' میں اپنے دادا کے تعارف میں لکھتے ہیں:

ا-مولانا عبدالجبار عمر پوری محدث کبیر وشاعر عظیم، نام وولدیت: عبدالجبار بن الشیخ منشی بدرالدین مرحوم عمر پوری، سنہ پیدائش ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۷۷ھ۔

مشاہیر اساتذہ کرام کے اسماء گرامی:۔ ا-قاری عبدالعلی، نزیل امرتسری ودیگر علمائے امرتسر۔۲-مولانا الشیخ محمد مظہر النانوتوی رحمہ اللہ سے فقہ، اُصول فقہ، اور چند کتب حدیث کا درس لیا۔۳-مولانا الشیخ احمد علی سہارن پوری رحمہ اللہ سے فقہ، اُصول فقہ اور چند کتب حدیث کا درس لیا۔

۴-مولانا الشیخ فیض الحسن سہارن پوری رحمہ اللہ سے عربی ادب اور علوم بلاغت کا درس لیا۔۵-مولانا الشیخ احمد حسن سے منطق وفلسفہ وغیرہ کا درس لیا۔٦-مولانا الشیخ السید نذیر حسین رحمہ اللہ سے طویل عرصہ تک علمی استفادہ کیا اور ان سے کتب تفسیر وحدیث، مثلاً بخاری ومسلم، نسائی، ابن ماجہ پڑھیں اور سندِ حدیث حاصل کی (۱۲۹۷ھ) (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔۱۹)

مولانا عبداللہ صاحب ندوی:۔ مولانا موصوف کا تقرر رحمانیہ میں اس وقت ہوا جب کہ میرا آخری تعلیمی سال تھا مولانا موصوف کا عربی ادب کا ذوق بہت اچھا تھا راقم الحروف نے ان سے دیوان حماسہ پڑھی۔مولانا موصوف دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغین میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔مولانا محترم استاذ مکرم، مولانا محمد جوناگڑھی مرحوم کے ہم زلف تھے۔(مولانا عبدالغفار حسن: ص۔٦٠)

مولانا عبدالغفور صاحب بسکوہری، ضلع بستی:۔ مولانا موصوف ۱۹۳۳ء کے شروع میں رحمانیہ تشریف لائے۔یہ میرا آخری تعلیمی سال تھا۔مولانا موصوف نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ادبی ذوق اچھا تھا۔

مولانا موصوف مولانا اعزاز علی مرحوم کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔(مولانا عبدالغفار حسن: ص۔٦١)

مولانا اعزاز علی صاحب استاذ الادب دارالعلوم دیوبند:۔ مولانا موصوف ۱۹ محرم ۱۳۵۳ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے عربی زبان میں مدرسہ کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کیے۔ان کی تحریر حسب ذیل ہے:

> ''انی قد دخلت بهذه المدرسة المسماة باسم صاحبها الرحمانية ودعانی اليها اعز احبائی عبدالغفور سلمه فتشرفت برؤية هذا المدرسة و اساتذتها و تلامذتها ثم ان بعضا منهم انشد اشعارا رائعة بديعة

بالعربية و الفارسية والاردية و ايضا خطب احد منهم و كان موضوعه الردعلى الفرقة المسمأة بالقرانية
و كانت خطبة حسنة مفيدة للضُّلاّل و هادية الى مدارج الفضل و الكمال اللهم اجعله هاديا مهديا"۔

''اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ میں مولوی عبدالغفور صاحب مدرس دارالحدیث رحمانیہ کی دعوت پر مدرسہ میں حاضر ہوا۔ یہ مولوی عبدالغفور صاحب میرے عزیز ترین اصحاب میں سے ہیں۔ یہاں آ کر میں نے اساتذہ وطلبہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ طلبہ میں بعض نے فارسی، عربی اور اُردو میں نہایت فصیح و بلیغ قصائد سنائے اور ان میں سے ایک نے قرآنیہ (اہل قرآن) فرقے کی تردید میں، عربی میں پُرمغز تقریر کی جو بہت مفید اور گم گشتگانِ راہ کیلئے دلیلِ ہدایت تھی۔ اللہ اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنائے۔''

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی یہ دُعا میرے حق میں قبول فرما۔

مولانا اعزاز علی صاحب سے پھر کبھی ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہو سکا۔ اتنا یاد ہے کہ رحمانیہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک دفعہ میں نے دارالعلوم دیوبند کا سفر کیا اور مولانا اعزاز علی صاحب کے درس میں شرکت کی۔ وہ اس وقت طحاوی کا سبق پڑھا رہے تھے اور اس حدیث کی تشریح کر رہے تھے۔ ''أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ'' (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔۹۷-۹۸)

فروعی مسائل میں اعتدال:۔ ہماری والدہ امّ کلثوم کا تعلق ہندوستان کے ایک نومسلم خاندان سے تھا جس کے بعض افراد ریاست مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ انہی میں والدہ کے دادا حکیم محمد داؤد تھے، مسلکاً اہلحدیث تھے، رفع بالیدین پر عامل تھے، لیکن محلّہ کی مسجد حنفیوں کی تھی۔ اس لیے وہاں نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔۱۰۹)

والدہ کے بارے میں دوخواب:۔ ابا جان کہتے ہیں کہ امی کے بارے میں دو خواب دیکھے تھے۔ ایک یہ کہ پیر کی ایک جوتی گم ہو گئی ہے اور دوسرے یہ کہ گھر کی چابی نہیں مل رہی ہے۔ زوجین چونکہ بمنزلہ نعلین ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھی، تو یہ خواب اور گھر کی چابی گم ہونے کا خواب امی کی وفات کی شکل میں پورے ہوئے۔

موجودہ گھر جہاں وفات ہوئی، اس سے قبل ایک چھوٹے گھر میں رہائش تھی وہاں ابا جان نے گھر بدلنے کے سلسلہ میں استخارہ کیا تو یہ خواب دیکھا کہ وہ گھر بہت زور سے ہلا جیسا کہ زلزلہ آ گیا ہو اور پھر بھاگ کر موجودہ مکان کے علاقہ میں چلا آیا۔ (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔۲۶۱)

ماں کی جنت میں زیارت کرنا:۔ کئی سال ہوئے لندن کی ایک یخ بستہ رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا تھا جسے آج پہلی دفعہ لکھنے کی ہمت کر رہا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں، ماں مجھے الوداع کہہ رہی ہیں۔ میں ایک محل نما حویلی دیکھ رہا ہوں جس کی خوبصورتی اور چکاچوند آج بھی میری آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔ ایسا خوبصورت محل کہیں میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔ یہ خواب مجھے صبح اٹھنے پر اچھی طرح یاد تھا۔ ذہن بار بار اس طرف جاتا تھا کہ یہ جنت کا محل ہے اور میں وہاں ماں سے سبقت لے جاؤں گا لیکن یہ خواب زبان پر لانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ان دنوں علامہ خالد محمود لندن میں موجود تھے، میں نے ان سے تعبیر پوچھی، غالباً وہ اشارہ خوب سمجھتے ہوں گے لیکن یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ خواب اچھا ہے۔ (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔۲۶۳-۲۶۴)

باہمی عصبیت اور دوری کا ناسور:۔ مسلک اہلحدیث کی خوبصورتی، حقانیت اور سچائی سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن اس سے وابستہ حضرات برادری عصبیت، علاقائی وابستگی اور لسانی جذباتیت کے ویسے ہی شکار ہیں جیسے کوئی بھی سیاسی جماعت اور اس لیے اس کی صفوں میں محراب و منبر کی حد تک تو اہل علم کو خوب پذیرائی ملتی ہے لیکن جماعت کے کلیدی عہدوں پر سیاست کی بازیگری اپنا کھیل کھیلتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں مسلک کی یکسانیت کے باوجود اس مسلک کے نام پر کئی تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے پر بھی آمادہ نہیں۔ خود برطانیہ میں سلفیت کے خود ساختہ معیار کھڑے کر کے نوجوانوں کا ایک گروہ جماعت اہلحدیث کے سرکردہ علماء کو آئے دن نشانہ بنائے رکھتا ہے۔ (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔۲۹۳-۲۹۴)

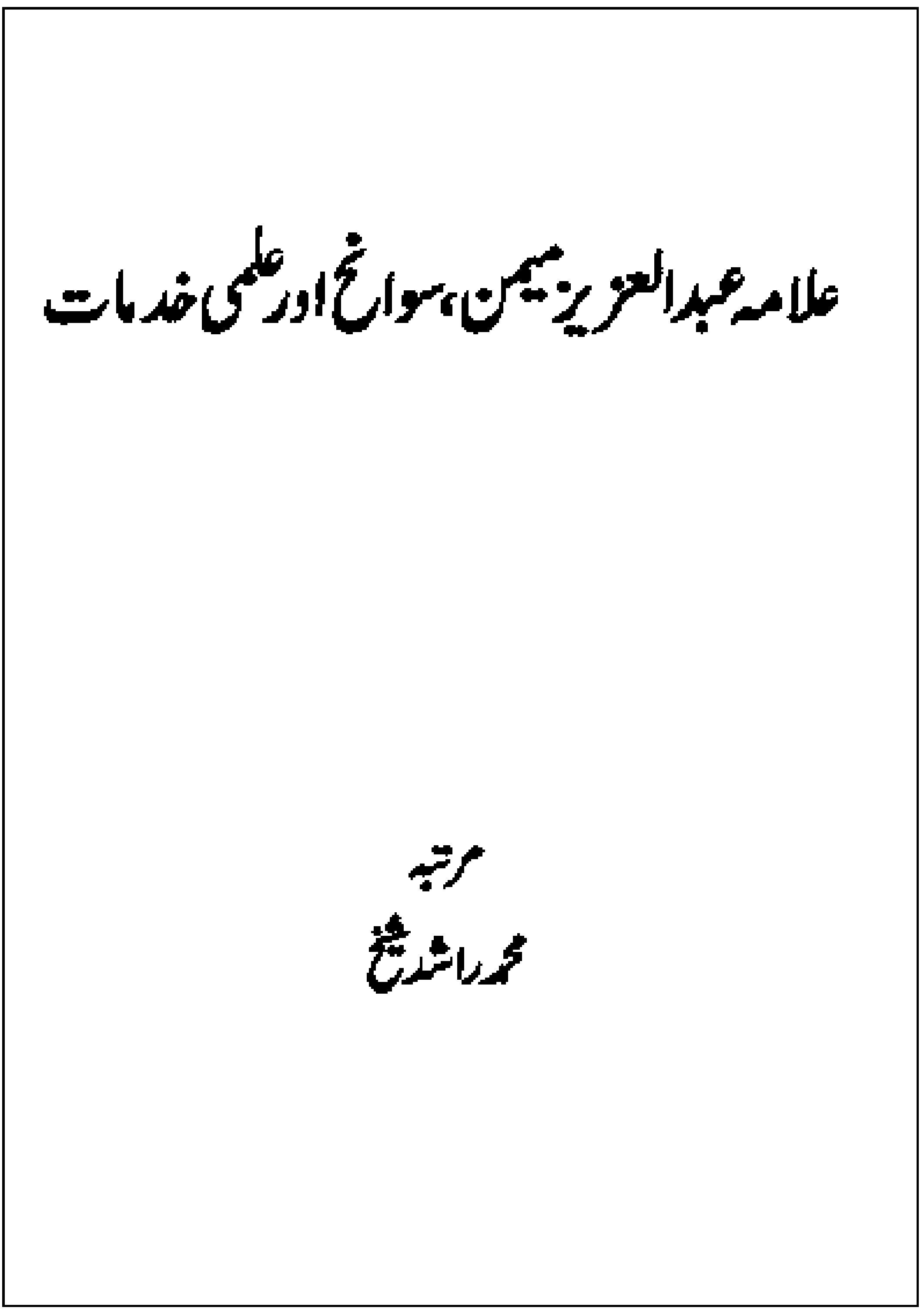

علامہ عبدالعزیز میمن، سوانح اور علمی خدمات

مرتبہ
محمد راشد شیخ

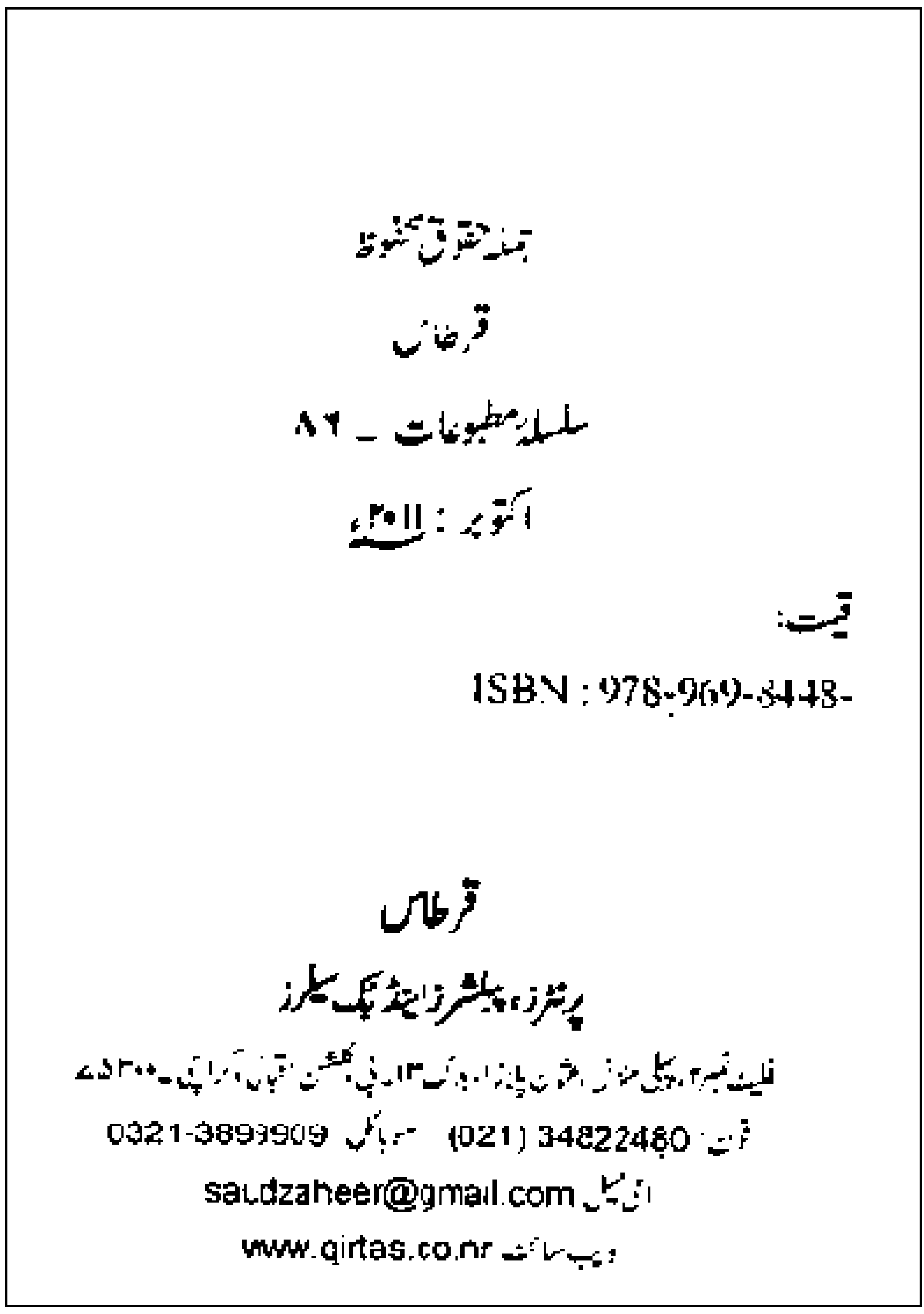

جملہ حقوق محفوظ
قرطاس
سلسلہ مطبوعات ـ ۸۲
اکتوبر : ۲۰۱۱ء

قیمت:
ISBN : 978-969-8448-

قرطاس
پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز
فلیٹ نمبر ۴، پہلی منزل، عثمان پلازہ، بلاک ۱۳ ڈی، گلشن اقبال، کراچی ـ ۷۵۳۰۰
فون: (021) 34822480 موبائل 0321-3899909
ای میل saudzaheer@gmail.com
ویب سائٹ www.qirtas.co.nr

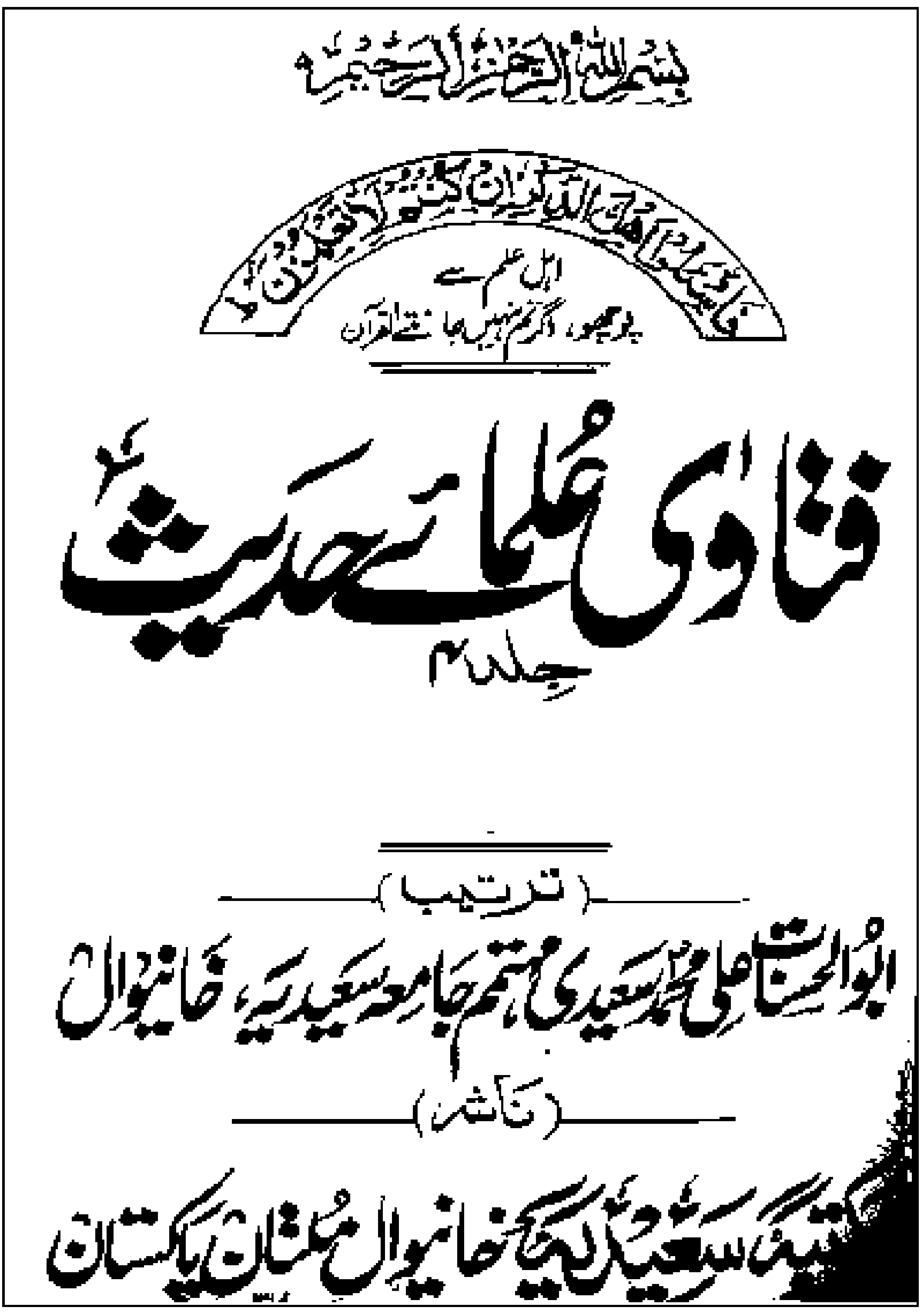

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون
اہل علم سے
پوچھو، اگر تم نہیں جانتے۔ القرآن

فتاویٰ علمائے حدیث
جلد ۴

(ترتیب)
ابوالحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ، خانیوال
(ناشر)
مکتبہ سعیدیہ خانیوال ملتان پاکستان

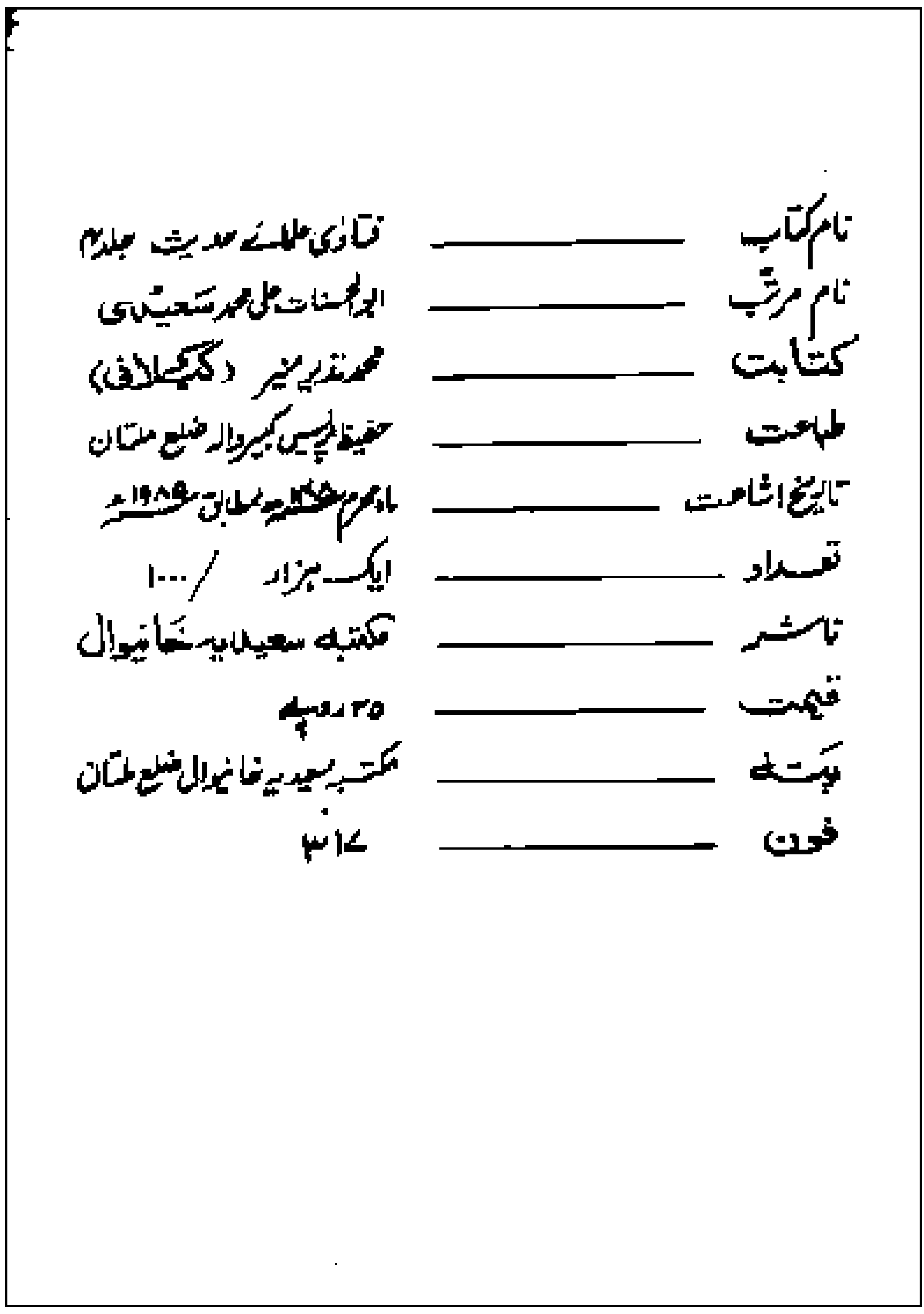

نام کتاب	فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۴
نام مرتب	ابوالحسنات علی محمد سعیدی
کتابت	محمد نذیر منیر (ککھلانی)
طباعت	حفیظ پریس کبیر والا ضلع ملتان
تاریخ اشاعت	ماہ محرم ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء
تعداد	ایک ہزار / ۱۰۰۰
ناشر	مکتبہ سعیدیہ خانیوال
قیمت	۳۵ روپیہ
پتہ	مکتبہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان
فون	۳۱۷

جو حضرات مدینہ منورہ میں ابا جان کی قیام گاہ پر ملاقات کیلئے آئے یا جن کی ضیافت کی، اُن میں مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا منظور نعمانی، مفتی محمود اور کوثر نیازی شامل ہیں۔ (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔ ۳۰۰)

آؤ مل کر دعا کریں:۔ ایک دفعہ لائبریری میں آئے، رو رو کر کہنے لگے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو، میں نے کہا کہ کیا دعا کریں، تو کہا کہ میرے سارے ساتھی اللہ کے پاس جا چکے ہیں۔ شیخ ابن باز، شیخ البانی، شیخ عمر فلاتہ، تو میں کیوں جی رہا ہوں۔ دعا کرو کہ اللہ مجھے بھی اپنے پاس بلا لے۔ (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔ ۳۰۴)

اعتدال اور توازن:۔ ابا جان کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کا ہر معاملہ میں معتدل اور متوازن ہونا تھا، عموماً مذہبی گھرانے کے افراد افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مذہبی اختلافات کی خلیج کو کم سے کم کرتے ہوئے اتحادِ اُمت کی دعوت دیتے تھے اور کبھی بھی فرقہ وارانہ چپقلش، مناظرانہ انداز تخاطب اور مسلکی امتیازی مسائل کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی بلکہ اصل دینی منہج اور قرآن و حدیث کے فکر کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ فیصل آباد کے قیام کے دوران جبکہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی تھے۔ مختلف دینی مدارس کے اہل علم کو دعوت دیا کرتے تھے اور ان علمی مجالس میں کونسل میں زیر بحث مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ تعصب سے پاک اور طنز و تشنیع سے دور صرف دلیل کی بنیاد پر بات ہوتی تھی۔ اسی طرح اسلام آباد کے قیام کے دوران بھی ایسی علمی مجلس کا اہتمام کیا گیا اور اس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کو دعوت دی جاتی تھی۔ (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔ ۳۲۹-۳۳۰)

ڈاکٹر اسرار احمد کا ابن عربی کا دفاع فرمانا:۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا: ”میرے نزدیک ابن عربی کا تصور وحدت الوجود، وحدت الشہودہی کا ایک عکس ہے، کوئٹہ کی تربیت گاہ میں ہم دونوں ساتھ تھے۔ اور میں ابن عربی کے اس شعر سے استشہاد کر رہا تھا: ع

العبد عبدٌ و ان تعَرّجَ والرب رب و ان تنزّل

(بندہ چاہے کتنے ہی معراج کیوں نہ حاصل کر لے بندہ ہی رہے گا اور رب چاہے کتنا نزول ہی اختیار نہ کر لے رب ہی رہے گا۔) (مولانا عبدالغفار حسن: ص۔ ۵۳۳-۵۳۴)

نام کتاب:۔ سوانح علامہ عبدالعزیز میمن سوانح اور علمی خدمات.... تالیف و ترتیب:۔ محمد راشد شیخ

علی میاں عربی ادب کے شہسوار:۔ اس سے قطعِ نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء نے جو صحیح عربی سے شغف پیدا کیا، عربی کا جو ستھرا ذوق دیا، فصیح و بلیغ، شستہ و رواں عربی لکھنے والے جو ماہرین پیدا کیے، وہ اسی کا حصہ ہے، جس نے مولانا مسعود عالم ندوی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی جیسے عربی زبان کے نکتہ شناس اور ادیب پیدا کیے کہ عرب بھی جن کی تحریریں پڑھ کر عش عش کرتے اور سر دھنتے ہوں، خود علامہ میمن بھی مولانا علی میاں کی عربی تحریر کے بڑے مداح تھے۔ (علامہ عبدالعزیز میمن: ص: ۲۲)

مولانا عبدالعزیز میمن کے والد کا تقویٰ:۔ علامہ میمن نے اپنی ریکارڈ شدہ یادداشتوں میں اپنے والد شیخ عبدالکریم کی دینداری اور پابندیٔ نماز کے بارے میں فرمایا: ”میرے والد بے انتہا متدین، خدا پرست اور با اصول انسان تھے، میں نے انہیں کبھی نماز جماعت قضا کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ نماز کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ اپنے کھیت پر جاتے تو وہاں بھی اذان دے کر کسی کو ساتھ کر لیتے اور با جماعت نماز پڑھتے۔ اگر کوئی آدمی نہ ملتا تو سائیکل پر ولی محمد سیٹھ کی مسجد تک آتے اور با جماعت نماز ادا کرتے۔ میں نے کبھی ان کی تہجد قضا ہوتے نہ دیکھی۔ روزانہ رات دو اڑھائی بجے اُٹھ کر قرآن اور صحیح بخاری پڑھتے۔ وہ فجر کی اذان مسجد میں جا کر خود دیتے۔ (علامہ عبدالعزیز میمن: ص: ۳۷)

مولانا عبدالخالق اور ان کی صحبت کا اثر:۔ ۱۸۸۴ء میں جب الحاج عبدالکریم کی عمر تقریباً انیس برس تھی ایک کشمیری النسل عالم مولوی عبدالخالق سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ مولوی عبدالخالق مولوی سلیمان جونا گڑھی (تلمیذ میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی) کے شاگرد

تھے۔ مولوی عبدالخالق کے دروس میں عبدالکریم مسلسل بیٹھنے لگے۔ ان کی صحبت کا یہ نتیجہ نکلا کہ عبدالکریم جماعت اہلحدیث میں شامل ہوئے اور مولوی عبدالخالق سے یہ عہد کیا کہ شادی کے بعد جو پہلی نرینہ اولا د ہوگی اسے دینی تعلیم اور عربی زبان کیلئے وقف کر دیں گے۔

علامہ میمن نے اپنی ریکارڈ شدہ یادداشتوں میں مولوی عبدالخالق کی اصول پرستی اور صحبت کے اثرات کے بارے میں بیان کیا:

”ان میں بعض خوبیاں ایسی تھیں جن کی بنا پر لوگ ان کی مجلس میں بیٹھتے اور ان کے دل دادہ بن جاتے تھے۔ ان کی مجلس میں کئی معروف آدمی بیٹھنے لگے ان ہی لوگوں میں میرے والد بھی تھے جو 19 برس کی عمر میں ان کے ہاں بیٹھنے لگے میرے والد اور مولوی عبدالخالق کے درمیان گہرا تعلق قائم ہوگیا۔ اس واقعے کے بمشکل تین سال بعد میرے والد کی شادی میری والدہ مریم بائی سے ہوگئی۔ میرے والد نے مولوی عبدالخالق کی مجلس میں دعا کی تھی کہ شادی کے بعد پہلی نرینہ اولاد کو میں دین کی تعلیم کیلئے وقف کر دوں گا۔ انہوں نے مولوی صاحب سے بھی کہا تھا کہ آپ بھی دعا کریں“۔ (علامہ عبدالعزیز میمن :ص: ۳۸-۳۹)

مولانا میمن کا مسلکی رنگ:۔ مولانا میمن ہماری خواہش پر ہمیں کتاب ”مقاماتِ حریری“ پڑھاتے تھے جبکہ اپنی خواہش پر وہ ابن حجر عسقلانی کی ” نخبة الفكر فی مصطلح اهل الاثر“ پڑھاتے تھے۔ اتفاق سے ہر دو حضرات مولانا میمن اور سیّد طلحہ غیر مقلّد تھے اور ہم نہایت شوق اور ذوق سے ان سے پڑھتے تھے۔ دورانِ تشریح وہ نہایت نازک اور اہم نکات بیان کر جاتے۔ (علامہ عبدالعزیز میمن :ص: ۹۷)

ندوة العلماء لکھنؤ میں خطبات:۔ اس زمانے میں علامہ میمن کی عربی دانی اور مہارتِ زبان و ادب کی پورے برصغیر میں شہرت ہو چکی تھی۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی دعوت پر علامہ میمن نے ۱۸ اور ۱۹ جون ۱۹۲۵ء کو ندوة العلماء میں طویل علمی خطبات ارشاد فرمائے۔ مطبوعہ خطبات کے تعارف میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خطیب ممدوح عربی ادب و تاریخ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ قلمی کتابوں، یورپین مطبوعات اور علمائے یورپ کی کوششوں سے پوری طرح آگاہ ہیں اس لیے اس مضمون میں وہ پوری کامیابی حاصل کر سکے ہیں“۔ (علامہ عبدالعزیز میمن :ص: ۹۹-۱۰۰)

کلاہ مولانا عبدالعزیز میمن:۔ سر پر طویل عرصے تک انہوں نے ترکی ٹوپی پہنی بعد میں ترکی ٹوپی اور جناح کیپ دونوں استعمال کرنے لگے۔ (علامہ عبدالعزیز میمن :ص: ۲۴۰)

نام کتاب:۔ فتاویٰ علمائے حدیث (جلد نمبر 4)…….ترتیب:۔ علی محمد سعیدی

خواب اور ہاتف غیبی سے رہنمائی کا مجرب استخارہ: سوال: حالات آئندہ دریافت کرنے کیلئے استخارہ وغیرہ کی ترکیب ارشاد ہووے؟

جواب: استخارہ کی ترکیب مشہور ہے اور ”قول جمیل“ میں مذکور ہے اور آسان طریقہ ہے کہ شب چہار شنبہ اور شب پنجشنبہ اور شب جمعہ میں برابر استخارہ اس ترکیب سے کرے کہ جب دنیاوی امور اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاوے تو ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ تین سو مرتبہ پڑھے پھر الم نشرح بسم اللہ کے ساتھ ستر ہ مرتبہ پڑھے اور اپنے سینہ اور منہ پر دم کرے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرے کہ عالم الغیب فلاں امر میں جو کچھ ہونے والا ہے وہ خواب میں یا بیداری میں ہاتف کے ذریعہ سے مجھ کو معلوم کرا دے اور اس کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔ ”اللهم صل علي سيدنا محمد بعدد كل معلوم لك“ اور اگر چاہے تو دعاء استخارہ کہ حدیث میں آئی ہے مع استخارہ اپنے مطلب کیلئے تین مرتبہ پڑھے اور اپنے دل کی حالت پر لحاظ کرے تو اگر مصمم عزم اس کام کا ہو جاوے تو وہ کام شروع کرے اور اگر عزم میں فتور ہووے تو موقوف رکھے اور استخارہ کی دعا مشکوٰة شریف میں موجود ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد: ا ص: ۴۲۷)

دعا استخارہ: ”اللهم انی استخيرك بعلمك و استقدرك بقدرتك و اسئلك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم و انت علام الغيوب‘ اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لی فی دينی و

معاشي و عاقبة امري اوعاجل امري و اجله فاقدره لي و يسره لي ثم بارك لي فيه و ان كنت تعلم ان هذا الامر شر لي في ديني و معاشي و عاقبة امري او عاجل امري واجله فاصرفه عني و اصرفني عنه و اقدرلي الخير حيث كان ثم ارضني به (صحيح مسلم) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ج:۴، ص:۲۵۴)

باکمال صوفی اہلحدیث کا مجرب استخارہ:۔ حضرت صوفی ولی محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ مجاز حضرت سید محبوب شاہ رحمہ اللہ سرپرست جامعہ سعدیہ کا فرمان ہے کہ حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بگھیلوی رحمہ اللہ ایک دفعہ مکھو سے زیرہ تشریف لے جا رہے تھے۔ مارچ اپریل کا مہینہ تھا گھوڑی پر سوار تھے۔ سر پر ایک ابر گرجا۔ گھوڑی ٹھہر گئی۔ مولانا نے یہ دعا تین مرتبہ پڑھی: اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَ اخْتَرْلِیْ وَ لَاتَکِلْنِی اِلٰی نَفْسِی۔ اے اللہ بہتر کر واسطے میرے اور پسند کر واسطے میرے اور نہ سونپ مجھ کو طرف نفس میرے کے۔ (علی محمد سعیدی)
(فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ج:۴، ص:۲۵۵)

مفتی اعظم کی بیعت اصلاح:۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بگھیلوی زیروی رحمہ اللہ حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔ اور سیّد محسوس شاہ صاحب لکھوی رحمہ اللہ کے خاص الخاص مریدوں سے ہیں۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے مفتی تھے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یوسفی تعاقب سے قلم لرزتا ہے۔ اخبار اہلحدیث امرتسر میں آپ کے تعاقبات اور مضامین ہیں۔ افسوس کہ یہ تحقیقی مواد اور فتاوی جات ان کی وفات کے بعد ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں ضائع ہو گیا۔ ورنہ ''فتاویٰ علمائے حدیث'' کی زینت ہوتا۔ (علی محمد سعیدی) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ج:۴، ص:۲۵۵)

فضائل میں ضعیف روایات سے استدلال:۔ سوال: کیا صلوٰۃ التسبیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا خیر قرون سے کوئی اثر ملتا ہے اگر کوئی با جماعت ادا کرتا ہے تو وہ بدعتی ہے؟ اور جو جماعت جواز کے قائل ہیں ان کے دلائل کو بھی ملحوظ رکھ کر فیصلہ فرمائیں؟
جواب: صلوٰۃ التسبیح کے متعلق مشکوٰۃ وغیرہ میں ضعیف حدیث آئی ہے اور ضعیف حدیث کے متعلق محدثین وغیرہ کا فیصلہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے۔ حلال وحرام میں اس کا اعتبار نہیں چوں کہ تسبیح نماز کچھ فضائل اعمال کی قسم سے ہے، اس لیے اس پر عمل جائز ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ج:۴، ص:۲۵۷)

صوفیاء میں بے نمازی کا کھانا نہ کھانے کی دلیل:۔ بے نمازی کے یہاں کا کھانا اور پانی حرام نہیں ہے مگر چونکہ بے نمازی اسلام کے ایک رکنِ اعظم یعنی نماز کا تارک ہے جو کفر اور ایمان کے درمیان میں مابہ الفرق ہے اور اسی ترک نماز کی وجہ سے بے نمازی بہت سے علماء کے نزدیک کافر ہیں اور بعض احادیث سے بھی اس کا کافر ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کے نہایت درجہ فاسق ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے لہٰذا اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کے یہاں کھانا نہیں چاہیے۔ مشکوٰۃ شریف میں عمران بن حصین سے روایت ہے۔ ''نهى رسول الله صلى الله علي وسلم عن اجابة طعام الفاسقين'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقین کی دعوت قبول کرنے اور ان کے یہاں کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے اور بے نمازی سے ملنے جلنے اور اس کے ساتھ مصاحبت رکھنے کی بات یوں ہے کہ اس کے سمجھانے اور نصیحت کرنے کی غرض سے اس سے مصاحبت ومخالطت جائز ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ج:۴، ص:۲۷۲)

صوفیاء کی باطنی بصیرت اور فراست کی دلیل:۔ سوال: دن اور رات میں تین وقت یعنی وقت طلوع آفتاب اور وقت غروب آفتاب اور ٹھیک دوپہر میں سجدہ وصلوٰۃ کرنی کیوں منع اور حرام ہوا اور حدیث شریف میں لانها تطلع بين قرني الشيطان۔ اس کی تشریح کیا ہے؟
جواب: صحیح بات یہ ہے کہ ان اوقات میں سجدہ کرنے کی قباحت پیغمبر علیہ السلام کو روحانی طور پر معلوم ہوئی ہے جو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھی جاتی نہ بیان کی جاتی ہے نہ سمجھ میں آتی ہے۔ ''فامنوا بالله و رسوله''
(فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل: ص ۴۴۸ بحوالہ فتاویٰ علمائے اہلحدیث: ج:۴، ص:۲۷۴)

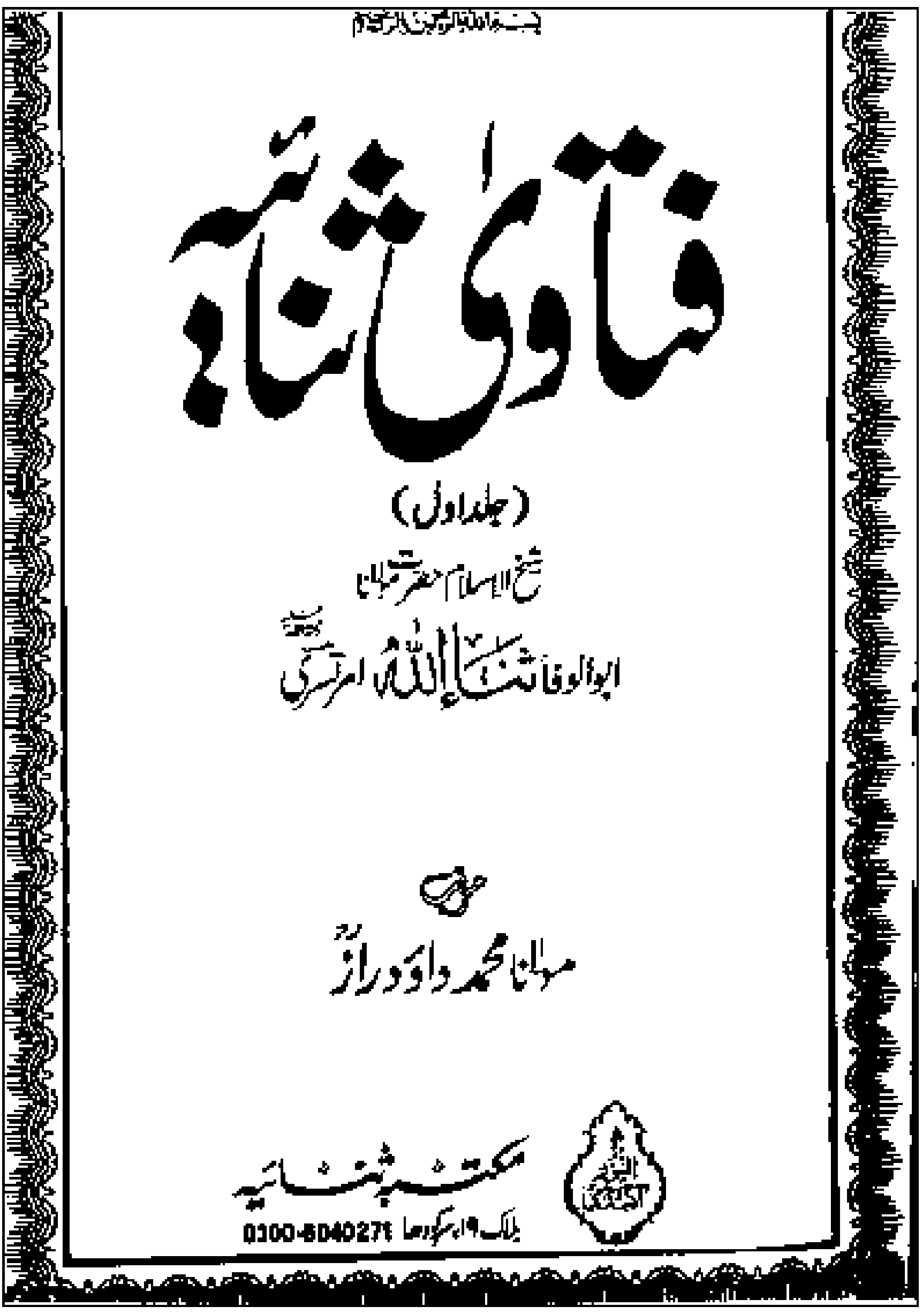

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ ثنائیہ

(جلد اول)

شیخ الاسلام حضرت مولانا

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

مرتب

مولانا محمد داؤد راز

مکتبہ ثنائیہ

بلاک ۱۹، سرگودھا 0300-6040271

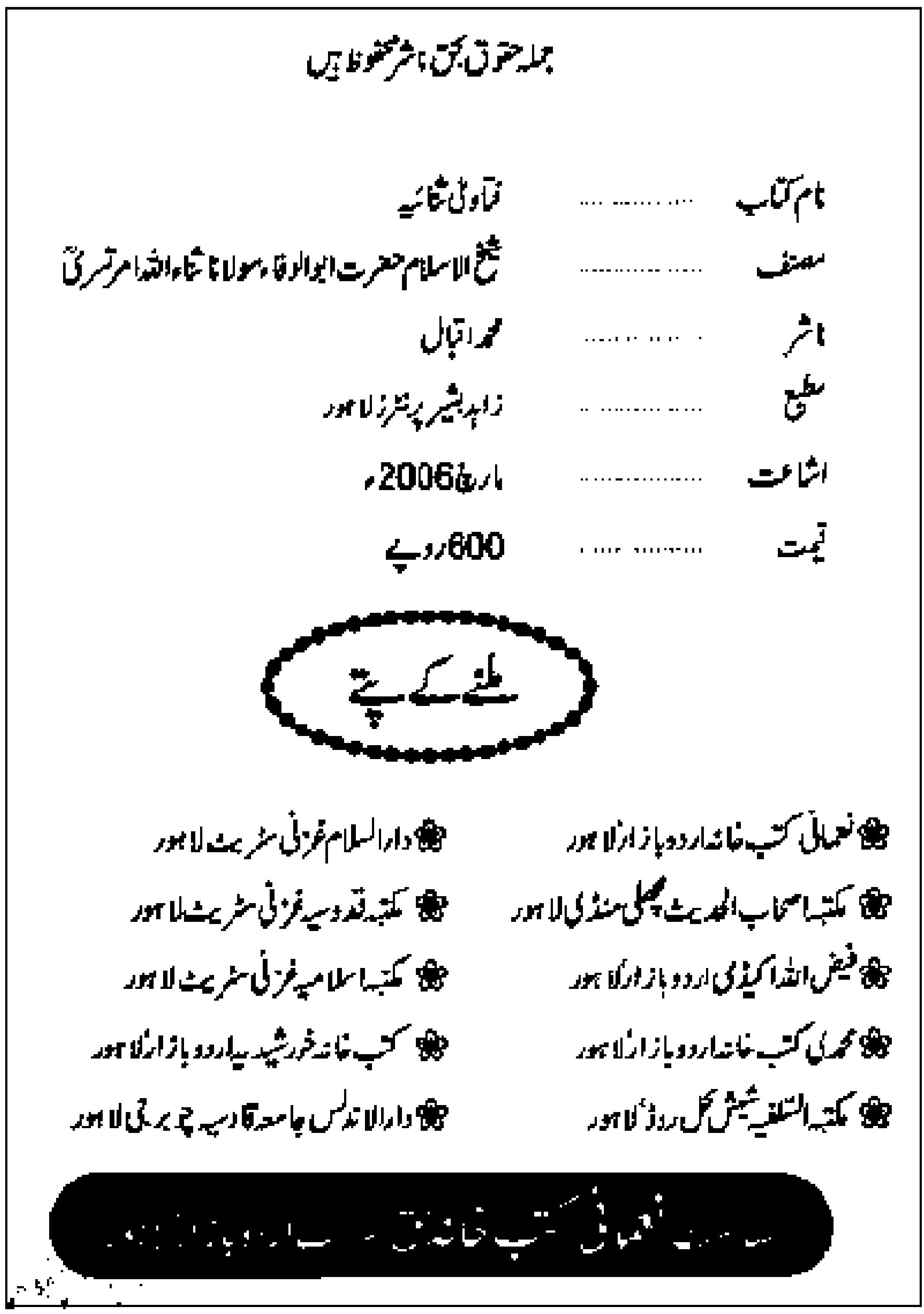

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... فتاویٰ ثنائیہ
مصنف .... شیخ الاسلام حضرت ابوالوفا مولانا ثناء اللہ امرتسری
ناشر .... محمد اقبال
مطبع .... زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
اشاعت .... مارچ 2006ء
قیمت .... 600 روپے

ملنے کے پتے

- نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور
- فیض اللہ اکیڈمی اردو بازار لاہور
- محمدی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
- دار السلام غزنی سٹریٹ لاہور
- مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ لاہور
- مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ لاہور
- کتب خانہ خورشیدیہ اردو بازار لاہور
- دار الاندلس جامعہ قادسیہ چوبرجی لاہور

[illegible] نعمانی کتب خانہ [illegible] اردو بازار [illegible]

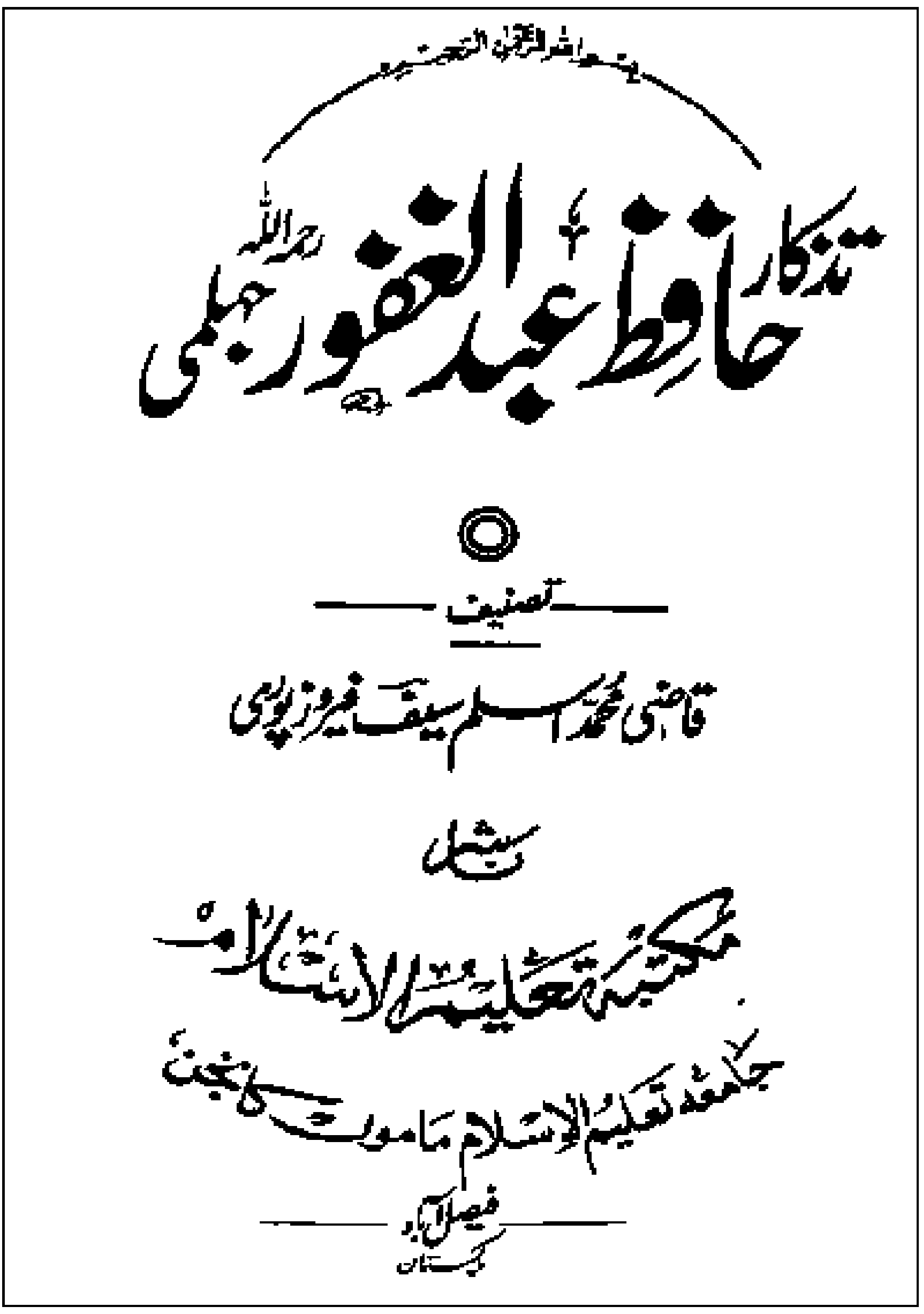

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی رحمہ اللہ

تصنیف

قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری

ناشر

مکتبہ تعلیم الاسلام

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن

فیصل آباد

پاکستان

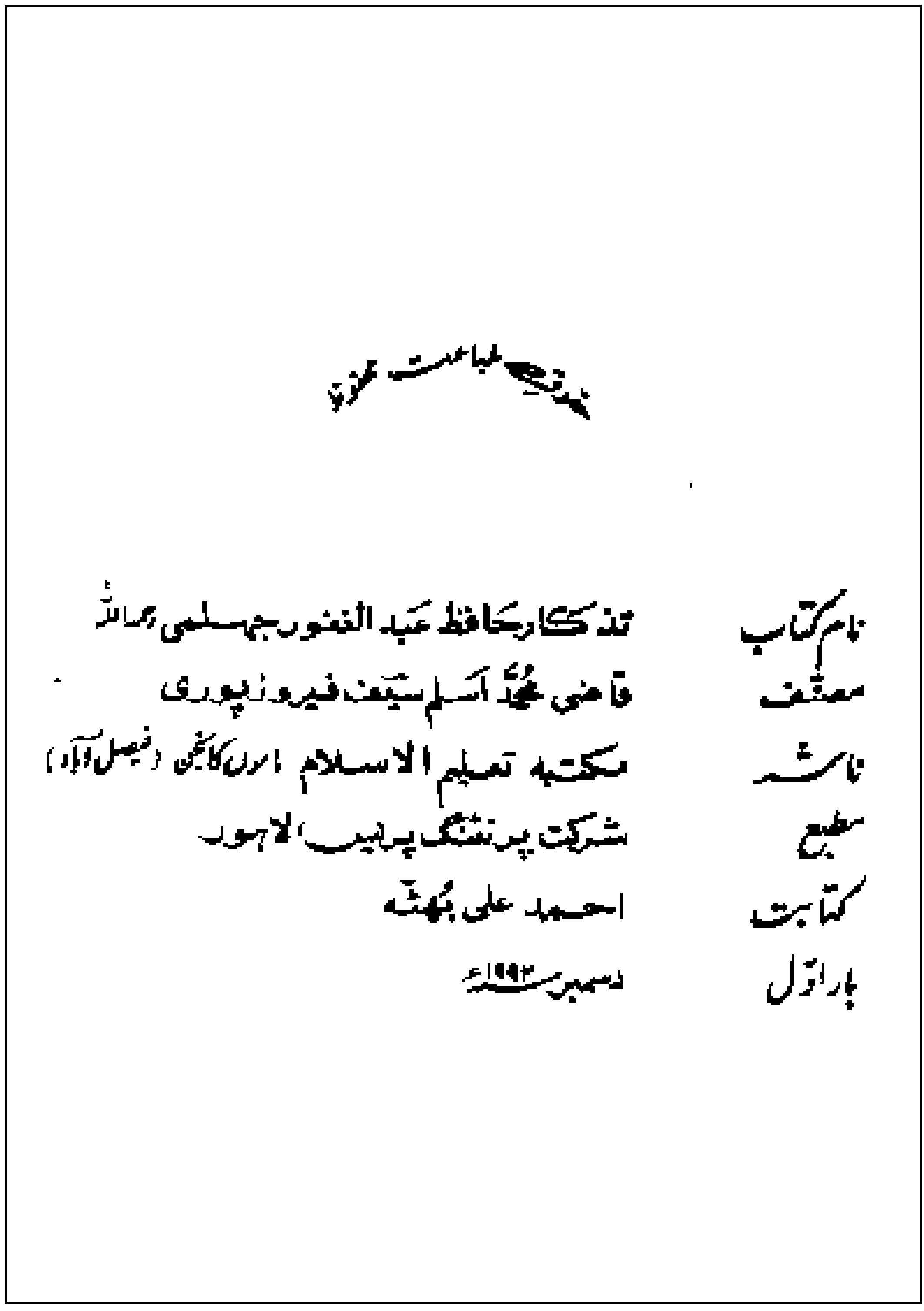

جملہ حقوق طباعت محفوظ

نام کتاب تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی رحمہ اللہ
مصنف قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری
ناشر مکتبہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (فیصل آباد)
مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
کتابت احمد علی بھٹہ
بار اول دسمبر ۱۹۹۳ء

نام کتاب:۔ فتاویٰ ثنائیہ (جلد اول) شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاءَ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

مرتب:۔ مولانا محمد داوٗد راز رحمہ اللہ

دورِ حاضر کے مجدد: حضرت مولانا امرتسری مرحوم فی الواقع اس صدی کے مجدد تھے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۵۲)

شاہ ولی اللہ کی عقیدت اوران کی پیروی:۔ مرحوم چونکہ مناظر تھے، اس لیے پہلی تفسیر میں آیات صفات کے باب میں سلفی عقائد کے بجائے حضرت شاہ ولی اللہ صاب رحمہ اللہ کی پیروی میں تاویل کی راہ اختیار کی تھی۔ اس سے امرتسر کے غزنوی علمائے اہلحدیث نے ان کی بشدّت مخالفت کی۔ ۱۹۲۶ء میں جب حج کی تقریب سے خاکسار اور مرحوم اور دیگر علمائے اہلحدیث کا حجاز جانا ہوا تو یہ نزاع سلطان ابن مسعود کے سامنے بھی پیش ہوئی اور سلطان نے کوشش کر کے فریقین میں صلح کرادی۔ مرحوم وہیں مجھ سے فرماتے تھے کہ افسوس ہے کہ نجد کے علماء حضرت شاہ ولی اللہ کی قدر و قیمت سے واقف نہیں اور مجھ سے چاہتے تھے کہ میں اس باب میں سلطان سے کچھ عرض کروں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۶۰)

جو مدینہ نہ آئے وہ محبت سے خالی:۔ مرحوم ۱۹۲۰ء میں حجاز کے موتمر اسلامی میں نمائندہ اہلحدیث کی حیثیت سے شریک تھے اور عربی میں ایک دو مختصر تقریریں بھی اپنے طرز کی موتمر میں کی تھیں مدینہ منورہ بھی حاضر ہوئے تھے کہتے تھے کہ جو اہلحدیث یہاں نہ آئے وہ محبت سے خالی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۶۰)

فتاویٰ ثنائیہ کی تائید وتوثیق:۔ جماعت اہلحدیث کی طرف سے آپ نے یقیناً ایک واجب الادا فریضہ فرض کفایہ کی شکل میں ادا کردیا ہے۔ یہ مجموعہ صرف فتاویٰ ہی نہیں بلکہ ایک اہم ترین علمی و دینی شاہکار ہے مزید سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ دور حاضر کے بیہقی زمان حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین مدظلہ العالیٰ نے اس پر تحشیہ فرمایا ہے۔ تشریحات کے ذیل میں راز صاحب کے ذوق انتخاب نے جن مضامین کو جگہ دی ہے ان میں بیشتر علمی مقالے نوادرات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۶۲)

آپ ﷺ کل اولادِ آدم کے سردار:۔ آپ ﷺ تمام نبیوں سے افضل اور کل اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ آپ ﷺ کی شفاعت حق ہے۔ قیامت کے میدان میں سب سے پہلے اور سب سے بڑی شفاعت آپ کی ہوگی۔

آپ ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کرنے والا، آپ کی توہین اور تحقیر کرنے والا، آپ پر سب وشتم، لعن طعن کرنے والا گردن زدنیکا مستحق اور کافر مطلق ہے۔

جب تک آپ ﷺ کی محبت وعزت وبزرگی انسان کے دل میں اپنے ماں باپ، بھائی بہن، حاکم ومحکوم وغیرہ غرض دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ نہ ہو تب تک وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۸۴-۸۵)

قبور میں اجسادِ انبیاء کا سالم رہنا:۔ انبیاء علیہم السلام کے بدن قبر میں سڑتے گلتے نہیں، بلکہ جوں کے توں، باقی رہتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۸۶)

اولیاء کی عزت وادب:۔ صحابۂ کرام کی محبت عین ایمان ہے اور ان کا بغض علامتِ کفر ہے۔

خصوصاً خلفاء اربعہ میں سے کسی سے بغض رکھنا، اولیاء اللہ سے دوستی رکھنا ایمان ہے اور اُن کی دشمنی خدا کی دشمنی ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں، اولیاء اللہ کا ادب اور عزت کرنی چاہیے۔

اماموں اور مجتہدوں اور محدثین کی توہین کرنا، اُنہیں بُرا بھلا کہنا، اُن سے بغض رکھنا، دشمنی رکھنا مسلمان کا کام نہیں خصوصاً چاروں امام، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد حنبل رحمہ اللہ کی توہین کرنا، ان بزرگانِ دین کو بُرائی سے یاد

کرنا۔ اُن سے دشمنی رکھنا صریح بے دینی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج: ۱: ص: ۸۶)

ہم اہلحدیث گستاخِ ائمہ نہیں:۔ ہم اہلحدیث ان بزرگوں اوران کے سوا اور بزرگان دین کی تہہ دل سے عزت کرتے ہیں۔ انہوں نے جو باتیں ہمیں خدا اور رسول ﷺ کی پہنچائی ہیں ہم ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض سمجھتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج: ۱: ص: ۸۶)

زیارت روضہ مبارک مسنون اور کارِ ثواب:۔ ہم آپ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ اور آپ ﷺ کی جائے ہجرت مدینہ منورہ کو حرم مانتے ہیں۔ ہم آپ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کو مسنون اور کارِ ثواب جانتے ہیں۔ ہم خلافت کو آپ کے خاندانِ قریش میں مختص مانتے ہیں۔ قیامت تک اُن کے سوا کوئی خلیفہ نہ ہوگا۔ آپ کی تمام اُمت میں سب سے زیادہ افضل اور بزرگ خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج: ۱: ص: ۸۷)

مرشد کے گھوڑوں کی خدمت:۔ شہید رحمہ اللہ خود اور مولوی عبدالحی مرحوم دہلوی حضرت سید احمد صاحب رائے بریلوی رحمہ اللہ کے گھوڑے کو دونوں طرف چلا کرتے تھے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج: ۱: ص: ۹۰)

نامحرموں کے اختلاط کے بارے میں کشف:۔ آپ جب بارادہ حج بیت اللہ تشریف لے گئے تو بیت اللہ کے اندر مردوں اور عورتوں کو اکٹھے داخل ہوتے دیکھا۔ آپ کو کہاں تاب تھی کہ کوئی امر مُنکر دیکھیں اور خموش ہو رہیں۔ تلوار کھینچ کر دروازہ بیت اللہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا، کہ واللہ جب تک اسماعیل زندہ ہے۔ مرد اور عورت مل کر بیت اللہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ دیکھ کر لوگوں میں شور ہوا اور شدہ شدہ یہ خبر ملازمانِ حکومت تک پہنچی۔ حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ سے سبب دریافت کیا گیا۔ کہ آپ اتنا تشدد کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کہ ان مردوں کے تہبند دیکھے جائیں جو عورتوں کے ساتھ مل کر بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں چنانچہ دیکھا گیا کہ ان سب کے تہبند آگے سے بھیگے ہوئے تھے۔ اس وقت سب کو اس کا احساس ہوا اور اُسی وقت سے عورتوں اور مردوں کے ساتھ داخل ہونے کی ممانعت ہوگئی۔

(فتاویٰ ثنائیہ: ج: ۱: ص: ۹۲-۹۳)

آپ کی کرامت، بازاری عورتوں کی توبہ:۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ جامع مسجد دہلی سے اُتر رہے تھے کہ دہلی کے چند شہدوں نے آپ کو گالیاں دینی اور حرامی کہنا شروع کیا۔ اب آپ کا جواب سنئے مسکرا کر نہایت متانت سے فرماتے ہیں کہ بھیئے میں حرامی کیوں کر ہو سکتا ہوں۔ میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو اب تک موجود ہیں۔ تبلیغ احکامِ خداوندی اور اشاعت سنت کا خیال ہر وقت دامنگیر تھا۔ ایک روز خیال آیا کہ دہلی میں کسبی عورتیں بہت ہیں۔ ان کو کوئی وعظ و نصیحت نہیں سناتا۔ آخر یہ بھی تو آدمی ہیں۔ ممکن ہے کہ نصیحت کارگر ہو جائے اور ایک ساتھ سینکڑوں خدا کے بندے گناہ سے بچ جائیں۔

آخر رات کو ایک مشہور کسبی کے مکان پر جا کر دروازہ پر پہنچے معلوم ہوا کہ شہر کی اور بھی بہت سے کسبیاں اس مکان پر موجود ہیں اور گانے بجانے میں مصروف ہیں۔ جاتے ہی گداگروں کی سی صدا دی۔ مکان کے اندر سے ایک لڑکی بھیک لے کر آئی۔ حضرت شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جا کر صاحب مکان سے کہہ دو کہ اس فقیر کی عادت ہے کہ جب تک اپنی صدا نہیں سنالیتا۔ اُس وقت تک بھیک نہیں لیتا۔ لڑکی نے جا کر کہہ دیا جواب ملا کہ ہمیں صدا سننے کی ضرورت نہیں تم فقیر ہو تمہیں اپنی بھیک سے مطلب، ان باتوں سے کیا غرض، مگر حضرت شہید رحمہ اللہ کو تو غرض ہی اسی سے تھی فرمایا کہ ہم تو بدون صدا سنائے بھیک نہ لیں گے۔ آخر چند مرتبہ کی ردّ و کد کے بعد کسبیوں نے بھی خیال کیا کہ یہ کوئی عجیب فقیر ہے۔ اس کی صدا بھی سن لو دیکھو کیا کہتا ہے۔ یہ بھی ایک تماشہ ہی، حضرت شہید رحمہ اللہ اندر داخل ہوئے اور کھڑے ہو کر

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔ الاية

ترجمہ: ”قسم انجیر کی وزیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازہ“

پڑھ کر وعظ شروع کر دیا۔ حضرت شہید رحمہ اللہ کا وعظ ہے اور فاحشہ عورتوں کی مجلس، یہ عجیب وغریب منظر کچھ دیکھنے ہی سے تعلق

رکھتا ہے۔ فواحش کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، طبلچیوں نے اپنے اپنے طبلوں اور سارنگیوں کو بغلوں سے نکال کر پھینک دیا ہے کوئی مصروف آہ وزاری ہے تو کسی کو گریہ وبکا دم لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ گویا یہ لوگ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔

نہ معلوم کہ حضرت شہید رحمہ اللہ نے ان سر د دلوں میں وہ کونسی برقی حرارت چھوڑ دی جس کی تاثیر سے معاصی کے تمام نجس مادّے پگھل پگھل کر آنکھوں سے بہنے لگے۔

آج اُس بزم میں ہم آگ لگا کر اُٹھے یہاں تلک روئے کہ ان کو بھی رُلا کر اُٹھے

وعظ کا ختم ہونا تھا اور ساری مجلس کا حضرت شہید رحمہ اللہ کے قدموں پر گر پڑنا۔ ان کی ہدایت کا وقت آ گیا تھا۔ اسی ایک مجلس میں سب نے حضرت شہید کے ہاتھ پر توبہ کی اور سب کے سب خدائے تعالیٰ کے مقبول بندے ہوگئے۔ صاحب خانہ جوان سب میں حسن و جمال اور مال وریاست کے اعتبار سے بڑی تھی اور اکثر رؤساونواب اُس سے مبتلا تھے۔ اس سحر بیان وعظ سے اتنی متاثر ہوئی کہ اپنا سارا مال ومتاع لٹا کر شب وروز عبادت میں مشغول ہوگئی اور جب حضرت شہید رحمہ اللہ نے سکھوں سے جنگ کی تو یہ بھی آپ کے لشکر میں تھی۔ اور وہی ہاتھ جنہوں نے عمر بھر چکی کا ہتھہّ نہ دیکھا تھا۔ آج اُن میں گھوڑوں کا دانہ دلتے دلتے مہندی کی بجائے آبلہ پڑے ہوئے ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل۔

مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ وعظ سے فارغ ہوکر باہر آئے۔ آپ کے ایک عزیز آپ کو فواحش کے گھر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر آہستہ آہستہ پیچھے ہو لیے تھے اور چھپ کر دروازہ میں یہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے۔ جب اس کے گھر سے نکل کر چند قدم آگے بڑھے تو وہ عزیز سامنے آئے اور عرض کیا کہ حضرت کچھ اپنی عزت کا بھی تو خیال چاہیے۔ مولانا نے فرمایا:

’’واللہ میری عزت تو اس وقت ہوگی کہ میرا منہ کالا کرکے مجھے گدھے پر سوار کیا جائے اور دہلی کے چاندنی چوک میں پھرایا جائے مگر میری زبان کسی خلافِ حق کلمہ کے ساتھ ملوث نہ ہو۔ میری زبان پر وہی ’’قال اللہ، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہو‘‘۔ (القاسم بابت شوال وذیقعدہ ۳۷ھ) (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۹۳ تا ۹۵)

مشائخ صوفیا میں اہتمام سنت:۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ مرحوم نے کیا سچ کہا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

اس اشتہار میں کس خوبی اور نرمی سے اسلام کی وہ شاہراہ دکھائی گئی ہے جس میں کسی ایک متنفس کو بھی اختلاف نہیں۔ اس دعوے پر گو کسی شہادت کی ضرورت نہیں تاہم دو شہادتیں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ اوّل شہادت حضرت مولانا شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی ہے جو فرماتے ہیں:

اجعل الکتاب والسنۃ امامک قرآن اور سنت کو اپنا امام بنالو اور بس (فتوح الغیب)

حضرت سیّد الطائفہ مجدد صاحب سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بہترین مصقلہا برائے دور کردن محبت ...... غیر اللہ اتباع سنت است (مکتوب)

غیر اللہ کی محبت دل سے نکال کر خدا کا مقرب بندہ بننے کا ذریعہ اتباع سنت ہے اور بس‘‘ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:ا:ص:۱۱۲)

اشاعت اسلام میں صوفیاء کی خدمات:۔ علی گڑھ کالج کے پروفیسر آرنلڈ (انگریز) نے سر سید احمد خان علی گڑھی کی فرمائش پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ’’پریچنگ آف اسلام‘‘ تھا۔ اس کا ترجمہ بھی سر سید احمد نے اُردو میں شائع کرایا تھا۔ جس کا نام ’’دعوتِ اسلام‘‘ ہے۔ مصنف موصوف نے دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع لکھے تھے۔ ان ذرائع میں ایک ذریعہ یہ بتایا تھا کہ صوفیاء کرام کی وجہ سے اسلام کو بہت ترقی ہوئی۔ مثلاً راجپوتانہ میں اسلام کی اشاعت حضرت معین الدین چشتی رحمہ اللہ کے ذریعہ ہوئی۔ کشمیر میں

حضرت علی ہمدانی رحمہ اللہ کے ذریعے سے اسلام پھیلا۔ دہلی کے گردونواح میں حضرت نظام الدین رحمہ اللہ کا خاص اثر تھا۔ حضرت مجدّد صاحب سرہندی رحمہ اللہ کی خدمتِ اسلام بھی خصوصاً قابل قدر رہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

ان بزرگانِ دین کی خدمت اسلام سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان بزرگوں کے حالات جو صحیح طور پر ہمیں پہنچے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اپنے مسلک کے مطابق متبع سنت تھے۔ چنانچہ حضرت مجدّد صاحب کے مکتوبات کا مندرجہ ذیل فقرہ ممدوح کے مسلک کی خبر دیتا ہے آپ فرماتے ہیں: ''بہترین مصقلہا برائے زدو دن محبت غیر اللہ اتباع سنت است''

''یعنی سب سے بہترین آلہ خدا کی محبت پیدا کرنے اور غیر خدا کی محبت دل سے نکال دینے کا اتباع سنت ہے۔''

(فتاویٰ ثنائیہ: ج:۱: ص:۱۴۸-۱۴۹)

حقیقی تصوّف پر ایک نامۂ مبارکہ:۔ از حضرت استاذ العلماء فخر المتأخرین مولانا سیّد نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی رحمہ اللہ علیہ بنام شاہ سلیمان رحمہ اللہ قادری چشتی پھلواری۔

''ھوالمولی الھادی الی الصراط المستقیم اے عزیز از محاسبہ و ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ اندیشہ کن و ہمچو اولئك کالانعام بحظوظ نفسانی مباش، وسر در مراقبہ فاذکرونی اذکرکم فرو بر، و دیدۂ دل در مشاہد ووجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ بکشائے و نظارہ کن و سکہ طلب استقامت خود در بوتہ فاستقم کما امرت والدین جاھدوا فینا و بآتش یحذرکم اللہ نفسہ بگذار و خالص کن تا شیان مہر لنھدینھم سبلنا گرد و در بازار ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ اور اثمنے باشد و بدال سرمایہ تو آنی کہ بضاعت دین خالص الا للہ الدین الخالص حاصل کنی شاید رمزے از اسرار و المخلصون علی خطر عظیم وتو کشاید و از لوامع انوار افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ شعاعے برتو تابد تا از حضیض قل متاع الدنیا قلیل پائے ہمت بیرون نہی و بر اوج والاخرۃ خیرو ابقی عبور کنی و مبشر اقبال ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء بشارت چنیں وار ساند الاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون و رضوان جنت النعیم رضی اللہ عنھم ندا دہد کلو او اشربوا ھنیئا بما کنتم تعملون۔''

ترجمہ مکتوب مقدس: ''وہی مولا صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔ اے عزیز فرمان الٰہی کے اس محاسبہ سے ڈرتا رہ و ان تبدوا۔ الخ (اور اگر تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرنے والا ہے) اور مانند اولئك کالانعام (اور وہی ہیں مانند چوپایوں کے) اپنے نفس کی خواہش میں بتلا نہ رہ اور'' فاذکرونی اذکرکم '' (تم ہمیں یاد کرو ہم تمہیں یاد کریں گے) کے مراقبہ میں غور کرو، اور دل کی آنکھ بمصداق وجوہ۔ الخ مشاہد الٰہی کے نظارہ میں لگا دے، اور اس کا نظارہ کر اور فاستقم کما امرت۔ الخ (موافق حکم الٰہی مستقیم ہو اور راہِ حق میں جہاد کے بوتہ میں استقامت و طلب صادق کے زر و جواہر کو رکھ اور آگ میں یحذرکم اللہ نفسہ، (خوف خدا سے اپنے نفسوں کو بچاؤ) کے اس طلبِ صادق کے زر کو پگھلا کر خالص کر لے تا کہ شایان پر ہدایت لنھدینھم (تو ہم ان کو اپنی راہوں کی طرف ہدایت کر دیں گے) ہو جائے تا کہ وہ ان اللہ اشتری۔ الخ (اللہ نے مومنین کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں) کے بازار میں کسی قیمت کے قابل ٹھہرے اور اس سرمایہ سے تو دینِ خالص کی پونجی بمصداق الا للہ الدین الخالص (ہوشیار کہ خدا ہی کیلئے دین خالص ہے) حاصل کر سکے شائد اس طرح کی کوشش سے کوئی بھید اسرار الٰہیات سے تجھ پر کھل جائے۔ کیونکہ والمخلصون علی خطر عظیم (مخلص بڑے خطروں میں ہیں) اور افمن شرح اللہ۔ الخ کیا ایسا نہیں کہ جس کا سینہ اللہ کی جانب سے اسلام کیلئے کھل چکا ہے۔ پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور میں ہے) کے انوار میں سے کوئی شعاع تیرے اوپر چمکنے لگے تا کہ قل متاع الدنیا قلیل (فرما دیجئے کہ دنیا کی متاع ہیچ ہے) کی پستی سے نکل کر تو اپنی ہمت کا پیر باہر رکھ سکے اور والاخرہ خیرو ابقی (اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے) کی بلندی پر تو چڑھ جائے اور ذالك فضل اللہ۔ الخ (یہ اللہ کا بڑا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہے) کی بشارت دینے والا اقبال مندی کی یوں بشارت دے

کر الاتخافوا۔ الخ (خبر دار نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو اس جنت سے جس کا وعدہ دیا گیا ہے) اور جنت النعیم کے دربان (اللہ ان سے راضی ہو) ندا کریں کہ کلوا۔ الخ کہ جی بھر کر کھاؤ اور پیو بدلے اس کے جو تم کرتے تھے۔ (اہلحدیث امرتسر: رمضان ۱۳۵۱ھ)

وضاحت از محشی: مفتی مرحوم نے تبرکات آثار سلف کے طور پر اس نامۂ مبارک کو شائع کیا تھا۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اس کو فتاویٰ ثنائیہ میں جگہ دی گئی۔ فالحمد لله علی ذالك (راز) (فتاویٰ ثنائیہ: ج: ا: ص: ۱۴۹ تا ۱۵۱)

ذکر نفی اثبات کی اہمیت وضرورت:۔ تشریح از علامہ ابو القاسم بنارسی رحمہ اللہ۔ بات یہ ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھنے کے دو موقع ہیں۔ ایک تو بطور اقرار و شہادت کے دوسرے بطور ذکر و عبادت کے۔ موقع اوّل میں تو دونوں جُز ملا کر پڑھنا ضروری ہے کیونکہ بغیر ان دونوں جزوں کے شہادت ہی نہ ہوگی۔ اسی لیے فرمایا گیا۔ الاسلام ان تشهد ان لا اله الاالله و ان محمدا عبده و رسوله (متفق علیہ) لیکن موقع ذکر وعبادت میں فقط لااله الا الله ہی ہے۔ کیونکہ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف عبد ہیں نہ معبود۔ جیسا کہ عبده' و رسوله' کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اور حدیثوں میں بھی ایسے مقام پر صرف لا اله الا الله ہی آیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ لقنوا موتاکم لااله الا الله (مسلم) من کان اخر کلامه لااله الا الله دخل الجنة (ابوداؤد)

افضل الذکر لااله الا الله (ترمذی و ابن ماجه) یاایها الناس قولوا لااله الا الله و اتر کوا اللات والعزی۔ ما قال عبد لااله الا الله الافتحت له ابواب السمآء (ترمذی) قل لا اله الا الله (شرح السنة و مشکوٰة) ان اور ان جیسی احادیث میں ''محمد رسول الله'' کا لفظ نہیں ہے۔ غالبًا اسی لیے صوفیاء کے نزدیک بھی ذکر عبادت میں صرف لااله الا الله ہی ہے اور اس کے پڑھنے کے خاص طریقے مقرر ہیں۔ لہٰذا اہلحدیث باتفاق صوفیائے کرام یہ کہتے ہیں کہ ذکر و عبادت کے موقعہ پر تو صرف لااله الا الله ہی ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اسی پر صوفیاء کا عمل ہے۔ ہاں اقرار شہادت کے وقت محمد رسول الله کہنا ضروری ہے۔ ورنہ بغیر اس کے ایمان ہی مقبول نہ ہوگا۔ اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔ فافترقا۔ (عاجز محمد ابو القاسم سیف محمدی بنارسی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ) (فتاویٰ ثنائیہ: ج: ا: ص: ۱۷۷-۱۷۸)

سلسلہ نقشبندیہ میں توحید وسنت کی اہمیت:۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ کا فیصلہ اس بارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

> ''وحیوانات راکہ نذر مشائخ می کنند: برسر قبرہائے ایشاں رفتہ اں حیوانات ذبح مے نمایند در روایات فقیہہ ایں عمل رانیز داخلِ شرك ساختہ اندو دریں باب مبالغہ نمووہ ایں ذبح را از جنس ذبائح جن انکا شتہ اند کہ ممنوع شرعی است و داخل دائرئہ شرك۔''

(مکتوب: ۴۱ دفتر سوم، ص: ۷۰) (فتاویٰ ثنائیہ: ج: ا: ص: ۱۸۳)

سلاسل تصوّف میں بدعات سے بیزاری:۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ اس بارے میں بھی صاف ارقام فرماتے ہیں۔

> ''وازیں عالم است صیام نساء کہ بہ نیت پیراں و بیبیاں نگاہ دار ندو اکثر نامہائے ایشاں را ازخود تراشیدہ روز ہائے خودرا بنام آنہا نیست کنند و دروقت افطار ازبرائے ہر روزہ خاص بوضع مخصوص تعین مے نمائندہ و تعین ایام نیزمی کنند ازبرائے صیام و مطالب، و مقاصد خود رابایں روز ہامربوط مے سازند و تبوسل ایں روزہ ازینہا حوائج مے خواہند ور وائے حاجت خودرا از آنہامے دانند۔ ایں شرك در عبادت است و تبوسل عبادت غیر حاجات خود را ازاں غیر خواستن است۔ شناعت ایں فعل رانیک باید دریافت..... دحیلہ است آنچہ بعضے از زنان در وقت اظہار شناعت ایں فعل گویند کہ ما ایں روزہ ہا برائے خدانگاہ مے واریم و ثواب آں بہ پیراں مے بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعین ایّام از برائے صیام چہ درکار است و تخصیص طعام و تعیّن اوضاع شنیعہ مختلفہ درافطار برائے چیست
> (مکتوب: ۴۱ دفتر سوم: ص: ۷۰)

ترجمہ: اور شرک ہی کے قبیلہ سے ہیں عورتوں کے وہ روزے جو وہ پیروں اور بیبیوں کی نیت سے رکھتی ہیں اور ان میں سے اکثر کے تو نام بھی خود انہی کے تراشے ہوئے ہیں۔ اور انہی خود ساختہ ناموں پر وہ روزے رکھتی ہیں۔ اور ہر روزہ افطار کیلئے انہوں نے خاص طریقے مقرر کیے ہیں۔ اور ان روزوں کے دن بھی الگ الگ مقرر ہیں۔ یہ بد بخت اور جاہل عورتیں اپنی حاجتوں کو ان روزوں سے وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں ہی کے وسیلہ سے اپنی مرادیں ان پیروں یا بیبیوں سے مانگتی ہیں اور ان کی حاجت روائی کا اعتقاد رکھتی ہیں۔ اور یہ بلا شک شرک فی العبادت اور غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ اسی غیر سے اپنی مرادیں چاہنا ہے۔ اس مشرکانہ فعل کی شناعت وخرابی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے......
اور وہ جو بعض عورتیں اس کے جواب میں یہ تاویل کرتی ہیں کہ ہم یہ روزے اللہ کے واسطے رکھتے ہیں۔ اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتے ہیں۔ سو یہ محض ان کا حیلہ ہے ورنہ اگر وہ اس بات میں سچی ہوتیں تو ان روزوں کیلئے خاص ہی دنوں کا تعین کیوں ہوتا۔ اور پھر افطار میں خاص قسم کے کھانوں اور خاص طریقوں کے اہتمام کے کیا معنی ہیں؟ (فتاویٰ ثنائیہ: ج:١: ص:١٨٢-١٨٣)

جادو کے اثرات یقینی ہیں:۔ اب صرف اس بات کو سوچنا چاہیے کہ آیا اس سحر میں بنفسہٖ تاثیر ہے یا نہیں؟ آیئے سلف صالحین کی تحقیق کو سنیے: ''قال النووی والصحیح ان له حقیة و به قطع الجمهور و علیه عامة العلماء ویدل علیه الکتاب و السنة الصحیحة المشهورة'' (فتح الباری انصاری: پ٢٤-ص٥٤٤)

''یعنی امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ اس میں بنفسہٖ تاثیر ہے اور اسی پر جمہور اور علماء عام نے بات کو طے کیا اور صحیح حدیث مشہور اور قرآن پاک اسی پر دلالت کرتے ہیں۔''

گویا امام نووی رحمہ اللہ رد کرتے ہیں ان لوگوں کی باتوں کو جو لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بنفسہٖ تاثیر نہیں ہے۔ بتاتے ہیں کہ اس میں حقیقی اثر خداداد یعنی اس میں اللہ پاک نے حقیقی اثر دیا ہے جو کرنے والے کرتے ہیں اور اس پاک ذات کی مرضی سے ہوتا ہے۔
اب مرقومہ بالا شہادت کو معلوم کر لینے کے بعد جو لوگ کہتے ہیں کہ جادو کوئی چیز نہیں ہے وہ غلط ہے۔ ضرور جادو ایک چیز ہے جو قرآن پاک میں اللہ پاک نے مختلف لغات ہونے کی وجہ سے مختلف معنوں میں بیان کیا۔ عیاں را چہ بیاں۔ اور جادو کوئی چیز نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ پر کیوں اثر کرتا اور دو سورۃ معوذتین اس کے دفع کرنے پر کیوں اترتیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک چیز بُری ہے اور اس کا کرنے والا کافر ہے وہ فلاح نہ پائے گا۔ خدا خود فرماتا ہے لایفلح الساحر حیث اتی یعنی جادو جیسا بھی ہو کرنے والا فلاح (نجات) نہ پائے گا اور کروانے والا بھی فلاح نہ پائے گا۔ کما هو الظاهر۔

اور بعض لوگوں کا گمان یہ بھی ہے کہ جادو پر یقین کرنے والا بے ایمان ہے۔ تو اُن کی بات بھی صحیح نہیں کیونکہ مومن کا جادو پر یقین اس معنی کر کے ہے کہ وہ ایک بُری چیز ہے جو کہ برے لوگ کرتے ہیں۔ اس یقین سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بے ایمان ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہیں شیطان کا وجود دنیا میں ہے اور وہ رجیم ہے اور وہ لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے۔ تو کیا ہم ان باتوں کو جو خداوند کریم نے بتادی ہیں نہ یقین کریں اور نہ سچ جانیں۔ اسی طرح سے جادو کی حالت قرآن میں بیان کی۔ پس اس کو بھی من حیث جادو مؤثر ہے۔ بحکم خدا یقین کرتے ہیں اور اس کو برا جان کر حکم خدا کو پالن کرتے ہیں۔ یعنی خدا اور رسول ﷺ کے منع کرنے کی وجہ سے ہم نہیں کرتے۔ اور ساحروں کو لائق قتل ہم جانتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عامل کو خط میں لکھتے ہیں۔ ان اقتلوا کل ساحر و ساحرة (یعنی قتل کرو تمام جادوگر مرد اور جادوگر عورتوں کو (فتح الباری انصاری پ٢٤: ص٤٤٠)

والسلام: محمد گلزار مدرس مدرسہ کھڑ دھول، پوسٹ گاجل ضلع مالدہ (اہلحدیث ٣١ رمضان المبارک ١٣٥٠)

(فتاویٰ ثنائیہ: ج ١: ص ١٩١-١٩٢)

عذاب قبر پر دلائل: سوال، عذاب قبر و سوال نکیرین کا اعتقاد جو شریعت محمدیہ ﷺ میں مسلم الثبوت و احادیث صحیحہ وکثیرہ سے ثابت

ہے۔ بعض احباب اس کا ثبوت قرآن شریف سے چاہتے ہیں۔ (ظہیر حسن)

جواب: عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔ فرعونیوں کے حق میں مذکور ہے۔ النار یعرضون علیها غدوا وعشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب (پ۲۴: ع۹)

فرعونیوں کو آگ کے عذاب پر صبح و شام پیش کیا جاتا ہے) اس کے علاوہ ارشاد ہے۔ و من وراء هم برزخ الی یوم یبعثون" حدیثوں میں ان ہی دو آیتوں کی تفصیل ہے۔ اللہ اعلم (۲۰ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ)

تشریح: یہ عذاب قبر بطور حوالات کے ہے۔ پورا عذاب قیامت میں ہوگا۔ اسی طرح اے کلاس کے لوگوں کیلئے قبر میں کچھ راحت بھی ہے۔ پوری راحت قیامت کو ملے گا۔

مولانا عبدالسلام شیخ الحدیث دہلوی (اہلحدیث دہلی: ۱۵-۵۱ بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ: ج۱ص۱۹۲)

نقشہ تواریخ ولادت ووفات حضرات ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم:

نمبر شمار	نام امام	تاریخ ولادت	تاریخ وفات
۱-	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ	سنہ ۸۰ھ	سنہ ۱۵۰ھ
۲-	امام مالک رحمہ اللہ	سنہ ۹۳ھ	سنہ ۱۷۹ھ
۳-	امام شافعی رحمہ اللہ	سنہ ۱۵۰ھ	سنہ ۲۰۴ھ
-	امام احمد رحمہ اللہ	سنہ ۱۶۴ھ	سنہ ۲۴۱ھ

(فتاویٰ ثنائیہ: ج۱ص: ۲۲۶)

فنافی الشیخ سے فنافی اللہ کا سفر:۔ سوال: صوفیائے کرام کی اصطلاح میں سنا گیا ہے کہ فنافی اللہ ہونے کیلئے فنافی الشیخ اور فنافی الرسول (ﷺ) ہونا ضروری ہے بغیر اس کے فنافی اللہ ہونا ناممکن ہے۔ کیا یہ دونوں درجے صحیح اور شرعاً جائز ہیں۔ اگر نہیں تو عدم جواز کے جو دلائل ہوں ان کو واضح فرمادیجئے اور اگر جائز ہیں تو ان کے دلائل۔

جواب: صوفیائے کرام کی اصطلاح میں فنافی الشیخ کے معنی ہیں شیخ کی محبت کامل اور فنافی الرسول (ﷺ) کے معنی ہیں کامل محبت اور اتباع رسول ﷺ۔ یہاں تک کہ اپنی کوئی امنگ خلاف سنت نہ ہو جیسا حدیث شریف میں ہے۔ لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعالما جئت به (یعنی کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اس کی دلی خواہش اور اُمنگ میری تعلیم کے ماتحت نہ ہو) یہی مضمون مولوی رومی مرحوم کی مثنوی کے اس شعر میں ہے۔

تاہویٰ تازاست ایمان تازہ نیست کایں ہویٰ جز قفل آں دروازہ نیست

یعنی جب تک انسان کی اپنی خواہش زندہ ہے ایمان مردہ ہے کیونکہ یہ خواہش ایمان کیلئے بمنزلہ قفل کے ہے۔

پس محبت شیخ اور محبت رسول ﷺ درحقیقت اصل مقصود تعلق باللہ اور تبتل الی اللہ کیلئے تمہید ہے تعلق باالوہیت ہی کا نام ہے فنافی اللہ یعنی پہلے درجہ میں مرید اپنے شیخ کو صرف استاد جانتا ہے جیسے طفل مکتب اپنے معلم کو دوسرے درجے میں رسول ﷺ کو بطور ہادی کے دیکھتا ہے۔ آخری درجہ میں خدا کو بحیثیت معبود کے دیکھتا ہے اس لیے اس درجہ میں نہ کوئی دوسری چیز اس کے مساوی ہوسکتی ہے، نہ اس سے بلند۔

(فتاویٰ ثنائیہ: ج۱ص: ۲۹۰-۲۹۱)

شیخ ابن عربی قابل عزت، الزامات متروک یا ماؤل ہیں: (۱) اکثر علماء اور خصوصی گروہ صوفیائے کرام شیخ محی الدین ابن عربی

شیخ اکبر (جن کی مشہور تصانیف **فصوص الحکم** اور **فتوحات مکیہ** وغیرہ ہیں) کو مقدس بزرگ مانتے ہیں اور بعض علماء شیخ مذکور کو مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہونے کی وجہ سے جو ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ کفر والحاد کی طرف منسوب کر کے دائرہ اسلام سے خارج فرماتے ہیں اور بُرے بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ خصوصاً آپ پر اور اہل علم پر ان کی تصانیف سے شیخ موصوف کے خیالات اور ان کی تحقیقات پوشیدہ نہ ہوں گی اور فصوص شیخ مذکور کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے اور مسلمانوں کو کیا ظن رکھا جائے۔ امید ہے کہ اشد ضرورت کی وجہ سے بہت جلد جواب سے تشفی فرمائیں گے۔ (محمد سلیمان سوداگر جڑ چرلہ علاقہ نظام)

جواب: مسئلہ تکفیر شیخ ابن العربی رحمہ اللہ بہت نازک ہے۔ مولانا نواب صاحب بھوپال مرحوم ”تکثار“ میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک شیخ کی تکفیر کی آخر میری رائے غلط معلوم ہوئی۔ تو میں نے رجوع کیا۔ نواب صاحب مرحوم شیخ ممدوح کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مولانا نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب دہلوی رحمہ اللہ شیخ ممدوح کو ”شیخ اکبر“ لکھتے ہیں۔ (معیار الحق ،ص ۱۲۸)

حضرت مجدد سرہندی رحمہ اللہ بھی شیخ موصوف کو مقربانِ الٰہی سے لکھتے ہیں۔ بڑی وجہ آپ کی مخالفت کی مسئلہ وحدۃ الوجود ہے۔ سو دراصل اس کی تفسیر پر مدار ہے جیسی اس کی تفسیر کی جائے ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔ خاکسار کے نزدیک اس کی صحیح تفسیر بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر کبھی کبھی اہلحدیث میں کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ خفگی کی ایمان فرعون ہے مگر شیخ کا قول مندرجہ ”فتوحات“ اس خفگی کا ازالہ کرتا ہے شیخ موصوف نے فتوحات میں فرعون کو مدعی الوہیت لکھ کر ابدی جہنمی لکھا ہے۔ اور کسی مقام پر اس کے خلاف ملتا ہے تو وہ متروک ہے یا ماؤل۔ اس لیے خاکسار کی ناقص رائے میں بھی شیخ ممدوح قابل عزت لوگوں میں ہیں۔ رحمہ اللہ۔ (۲۶ محرم، ۴۰ھ) (فتاویٰ ثنائیہ: ج ا ،ص: ۳۳۲)

مسئلہ تعویذ میں راجح قول:۔ سوال: آیات دعائے احادث مرویہ کو شفاء کیلئے لکھ کر تعویذ بنا کر عورت یا بچے کے گلے یا بازو میں لٹکانا حالت طہارت میں جائز ہے یا نہیں اور بے نماز اور اہل ہنود لٹکا سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: مسئلہ تعویذ میں اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ آیات یا کلمات صحیحہ دعائیہ جو ثابت ہوں ان کا تعویذ بنانا جائز ہے۔ ہندو ہو یا مسلمان۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک کافر بیمار پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا۔ (۱۲ جمادی الاوّل ۴۵ھ)

شرفیہ: عبداللہ بن عمر بن عاص صحابی اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه و عقابه و شر عباده ۔ الخ ساری دعا ماثور لکھ کر اپنے بچوں کے گلے میں لٹکا دیا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ: ص ۲۱۷، ج ا بحوالہ سنن ابی داؤد و ترمذی) اس وقت کی کتاب پاس نہیں ورنہ محدث ابن قیم کی کتاب زاد المعاد سے بھی کچھ نقل کرتا اس میں بھی کچھ لکھا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ا ،ص: ۳۳۷)

وضاحت: تعویذ کے جواز کی یہ صورت اگر اپنی حد ہی تک ہی رہے تو ٹھیک اگر معاملہ بڑھ کر التزام اور استعانت علی غیر اللہ تک پہنچ جائے تو رخصت حرمت میں تبدیل ہو جائے گی۔ (از مرتب اثری)

مجدّد کا ثبوت: سوال: کیا مجدّد کیلئے دعویٰ کرنا ضروری ہے اور مجدد کی حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے تو موجودہ صدی میں کون مجدّد ہے اور مجدّد کی پہچان کیا ہے۔ کیا باقی مجدّدوں نے بھی مجدّد سرہندی رحمہ اللہ کی طرح دعویٰ کیا ہے یا نہیں۔ ہر ایک سوال کا جواب بذریعہ قرآن وحدیث عنایت فرمادیں۔

جواب: مجدّد کی خدمت احیاء سنت نبوی ہے۔ ایک زمانہ میں کئی ایک ہو سکتے ہیں جو کوئی سنت نبوی ﷺ کی اشاعت و احیاء کرے۔ وہ اتنے حصہ میں مجدّد ہے کہ ایک شخص ایک گاؤں کا مجدّد ہو تو دوسرا ایک ضلع کا ہو سکتا ہے۔ تو تیسرا ملک کا بھی ہو سکتا ہے۔ مجدّد کا کام اس کی پہچان ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ا ،ص: ۳۴۸)

بیعت اصلاح کیلئے مرشد بنانے کا ثبوت:۔ سوال: مرشد لینا فرض ہے یا نہیں اگر فرض نہیں تو اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے۔

جواب: کسی نیک بخت صالح متبع سنت کو اپنا مرشد بنانا جس کی صحبت میں رہ کر خدا کی محبت دل میں پیدا ہو! جائز بلکہ مستحب ہے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم میں یہ دستور تھا۔ اپنے میں سے صالح تر کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ (۲۱ رجب، ۳۹ھ)

مرشد کس کو بنایا جائے:۔ سوال: مرشد کس قسم کے آدمی کو لینا چاہیے۔ اگر مرشد علانیہ شرعی پیروی نہیں کرتے لیکن ہمہ شرعی احکام کے قائل ہیں۔ ایسے مرشد کیلئے شرعی حکم کیا ہے۔

جواب: (مرشد) متبع سنت کو بنائے خلاف شرع سے علیحدگی کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے (لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاداللہ و رسولہ) مسلمانوں کو چاہیے کہ جولوگ اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اُن سے محبت نہ رکھیں (۲۱ رجب ۳۹ھ)

مرشدین کیلئے ضروری ہدایت:۔ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر زمانہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تک پیر مریدوں سے وصول نہیں کرتے تھے۔ حضرت شیخ غنیۃ میں فرماتے ہیں مرید کو پیر کے گھر کھانا کھانا جائز ہے۔ پیر کو مرید کے گھر کا نہ کھانا چاہیے کیونکہ اس کی شان بلند ہے جو مرید پیر سے کسی نقصان کا خوف کر کے نذرانہ دے وہ بجائے ثواب عذاب کا مستوجب ہے۔ ایسے مرشد دوکاندار دنیا دار ہیں۔ (۲۱ رجب ۳۹ھ) (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱: ص: ۳۵۱-۳۵۲)

اجسام انبیاء کا سالم رہنا:۔ حدیث شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا جسم مٹی پر حرام کیا ہوا ہے۔ (۲۹ شعبان المعظم ۴۰ھ)

اولیاء متبع سنت ہیں:۔ سوال: حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حضرت فرید الدین عطار رحمہ اللہ، بایزید بسطامی رحمہ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ جو مشہور اولیاء گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کسی تصنیف کی ہوئی کتاب میں کوئی مضمون شریعت کے باہر لکھا ہے۔

(اہلحدیث ۹ ذی الحجہ ۳۷ھ)

جواب: یہ لوگ بڑے پابند شریعت اور متبع سنت تھے۔ یہ کیوں شریعت سے باہر لکھتے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱: ص: ۳۶۴)

معراج جسدِ عنصری کیساتھ:۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج لجسد عنصری ہوا۔ یہی صحیح ہے، باقی بالکل غلط ہے۔ کسے باشد: ''ابو سعید شرف الدین دہلوی''

آیۃ شریفہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ کے ذیل میں تفسیر ثنائی کا مطالعہ کیجئے جہاں حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم نے معراج جسمانی کو مدلل طور پر ثابت کرتے ہوئے۔ جملہ شکوک وشبہات کا بہترین طور پر ازالہ فرمایا ہے۔ ''محمد داؤد راز'' (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱: ص: ۳۶۶)

طریقت ومعرفت کی جامع تعریف:۔ شریعت، طریقت، معرفت کی جامع مانع تعریف اور ان کی تفریق مجمل طور پر۔ (محمد قاسم الینمو)

جواب: شریعت ان احکام کا نام ہے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ ان احکام کو بحضور قلب دل لگا کر ادا کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ حقیقت شریعت کے مخالف نہیں ہوسکتی بلکہ حقیقت شریعت کیلئے طریق کار کا نام ہے۔ اس لیے حضرت مجدّد صاحب رحمہ اللہ سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھی زندقۃ (مکتوبات) یعنی حقیقت کے جس مسئلہ کو شریعت رد کرے وہ واقعی الحاد اور بے دینی ہے یہ تینوں طریقت، حقیقت اور معرفت دراصل شرعی احکام کے طریق کار کا نام ہیں اور یہ تینوں دراصل ایک ہیں۔ (۹ ذی الحجہ ۳۷ھ)

(فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱: ص: ۳۸۲)

ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا:۔ دعا میں ہاتھ اٹھانا آیا ہے لیکن اگر ایسے موقع میں دعا مانگتا ہے جہاں ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا۔ مثلاً سجدے میں یا قعدے میں تو ایسی جگہ ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں۔ امام کی دعا پر مقتدی آمین کہے۔ اور اگر اس کی کوئی خاص حاجت بھی ہے۔ تو وہ الگ طلب کرے۔ منع نہیں۔ امام کی دعا میں شریک رہے۔ اور اپنی حاجت بھی طلب کرے۔ لکل امرء مانوی (۲۸ ذی الحجہ ۳۹ھ)

(فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱: ص: ۵۷۰-۵۷۱)

کنکریوں اور گٹھلیوں پر تسبیح کا ثبوت: حدیث نبوی ﷺ تقریری اور آثار صحابہ سے کنکریوں، گٹھلیوں وغیرہ پر تسبیح کا ثبوت وارد ہے:

" عن صفیۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین یدی اربعہ الاف نواۃ اسبح بھا فقالت

لقد سبحت بهذا الا اعلمك باكثر مما سبحت به فقالت علمني فقال قولي سبحان الله عدد خلقه رواه الترمذي والحاكم و صححه السيوطي و عن سعد بن ابي وقاص مثل هذا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل على امرأة و بين يديها نوى او حصى تسبح به فقال الاخبرك بما هوا يسر عليك من هذا الحديث ثم ذكر الفاظ الذكر رواهٗ ابوداؤد والترمذي والنسائي و ابن ماجة و ابن حبان والحاكم و صححه و حسنه الترمذي قال الامام الشوكاني والحديثان يدلان على جواز عدد التسبيح بالنوىٰ والحصىٰ وكذا بالسبحة لعدم الفارق لتقريره صلى الله عليه وسلم للمرأ تين علىٰ ذالك و عدم انكاره والارشاد الى ماهوا فضل لاينافي الجواز و قدوردت بذالك آثار ثم ذكر الاثارعن ابي صفية مولي رسول اللهﷺ وسعد ابن ابي وقاص وابي هريرة وابي الدارداء وعن علي رضي الله عنهم وغير هم باسانيد وعن كتب الحديث فارجع اليه (نیل الاوطار:ص:۲۶۶)

خلاصہ یہ کہ تسبیح وغیرہ پر ذکر اللہ بلا کراہت جائز ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

وضاحت از محشی: دانہ والی تسبیح پر تسبیح پڑھنے کی ممانعت سلف وخلف کسی سے منقول نہیں۔ الخ

عاجز محمد ابوالقاسم بنارسی (اہلحدیث ۲ مئی ۱۹۱۳ھ) (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱: ص: ۵۷۱-۵۷۲)

مسجد نبوی میں ۵۰ ہزار نمازوں کا ثواب:۔ مدینہ منورہ کو زیارتِ مسجد نبوی ﷺ کی نیت سے جانا چاہیے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز ۵۰ ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ اور اجابت دعا کے مقامات:۔ مکہ مکرمہ میں مندرجہ ذیل مقامات میں خصوصیت سے دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) طواف بیت اللہ میں (۲) ملتزم کے پاس (کعبہ کی دیوار" کا وہ حصہ جو رکن حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ہے (۳) بیت اللہ کے پرنالے کے نیچے (۴) بیت اللہ کے اندر (۵) زمزم کے پاس (پانی پینے کے وقت)، (۶) صفا پر جب سعی کرنے لگیں (۷) مروہ پر جب سعی کرنے لگیں (۸) طواف صفا مروہ میں (۹) مقام ابراہیم پر طواف بیت اللہ کی دو رکعت پڑھنے کے وقت (۱۰) عرفات میں (۱۱) مزدلفہ میں (۱۲) منیٰ میں (۱۳) جمروں کے پاس (بجز جمرہ عقبہ) (ایضاح للنوی بحوالہ رسالہ حسن بصری) (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱: ص: ۷۸۶-۷۸۷)

نام کتاب:۔ تذکار حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ جہلمی ..... تصنیف:۔ قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری

اخلاقیات کا مجموعہ، دشمنوں کے دوست:۔ ہمارے ممدوح فاضل دوست مولانا حافظ عبدالغفور جہلمی سے ۱۹۴۶ء سے قابل رشک مراسم چلے آرہے ہیں۔ سفر وحضر میں ان کی رفاقت کے بے شمار مواقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ واللہ، باللہ، ثم تاللہ ان کے ظاہر وباطن، قول وفعل اور گفتار و کردار میں کبھی فرق نہیں پایا، ان کا ظاہر وباطن ہمیشہ یکساں رہا۔ وہ دوستوں کے دوست تو تھے ہی، وہ دشمنوں کے بھی دوست تھے۔ ان کا دسترخوان وسیع تھا۔ جیسا کہ مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ نے فرمایا کہ حافظ صاحب ہمیشہ مجھے کہتے رہے ایک مرتبہ جہلم تشریف لاؤ، دیکھو ہم آپ سے ایسا سلوک کریں گے کہ آپ جہلم کو کبھی بھول نہیں سکیں گے۔ شیعہ دوست سید بشیر حسنی بخاری نے اپنے مکتوب میں فرمایا کہ حافظ عبدالغفور نہایت با اخلاق، بلند مرتبت اور مہمان نواز انسان تھے۔ ان سطور کے راقم نے حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ کی حیات مبارک کا ہر زاویہ نظر سے مطالعہ کیا، اوران کے ہر گوشۂ زندگی کو مبرا پایا، تکبر وغرور، نفرت، رعونت، تنگ ظرفی، اخلاقی کمزوری کبھی ان کے قریب نہیں دیکھی۔ دیانت وامانت، ریاضت وعبادت، ذکر وفکر اور ظاہر وباطن میں وہ اللہ کے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے عامل اور حامل تھے۔ للّٰہیت، خلوص، تقویٰ ان کے ماتھے کا جھومر تھا۔ وہ ہر اعتبار سے اعلیٰ وبالا شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی قابل رشک تھی۔ (تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی ص: ۱۱-۱۲)

پیشانی پر روشن مستقبل کی لکیریں پڑھنا:۔ ۱۹۳۹ء کے اواخر میں حافظ عبدالغفور نے مدرسہ جھوک دادو میں داخلہ لے لیا۔ میاں باقر رحمہ اللہ نے پہلی نظر میں حافظ صاحب کی پیشانی سے روشن مستقبل کی لکیریں معلوم کر لیں اور انہیں اپنی تربیت میں لے لیا۔ میاں باقر رحمہ اللہ علیہ کی صحبت اور تربیت نے انہیں مسِ خام سے کندن بنا ڈالا......

میاں باقر رحمہ اللہ اپنے وقت کے اولیاء میں سے تھے، عالم، عابد، زاہد، ذاکر، شب زندہ دار بزرگ تھے۔ ان کے ظاہر و باطن میں یکسانیت تھی، قول وعمل گفتار و کردار اور سیرت وصورت میں توافق تھا، وہ راستباز، خوش اخلاق، خوش اطوار شخصیت کے مالک تھے۔

ان کی کرامتیں اور ان کے حسنِ کردار کے واقعات عام وخاص کی زبان پر جاری ہیں۔ میاں صاحب ۱۹۷۷ء میں وفات پا گئے۔ حافظ عبدالغفور ہمیشہ میاں صاحب کو اپنا روحانی باپ اور دینی پیشوا سمجھتے تھے۔ (تذ کار حافظ عبدالغفور جہلمی، ص:۳۴)

صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے محبت وعقیدت:۔ حافظ عبدالغفور امیر المجاہدین حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے انتہائی متاثر تھے۔ ہمیشہ صوفی صاحب کے اخلاص، ایثار، استعداد، استقامت میں پوری زندگی لوجہ اللہ وقف کرنے کے سلسلہ میں ان کی زبان رطب اللسان رہی اور وہ ہمیشہ صوفی صاحب کو آئیڈیل شخصیت سمجھتے تھے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بھی حافظ صاحب سے نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے اور ان کیلئے ہمیشہ دعائیں کرتے اور انہیں دینی کام کی تشجیع دلاتے۔

جامعہ تعلیم الاسلام اور اس کے بانی سے حافظ صاحب کو کس قدر محبت وعقیدت تھی کا اس امر سے اندازہ لگائیں کہ وہ خلوص اور کارکردگی میں ہمیشہ حضرت صوفی صاحب کی مثالیں پیش کرتے۔ احباب اس امر سے تو یقیناً باخبر ہوں گے کہ حضرت حافظ عبدالغفور صاحب نے دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت ماموں کانجن (اوڈانوالہ) سے حاصل کی۔

صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ ولی کامل، مستجاب الدّعا عابد، مجاہد، زاہد، ذاکر، شب زندہ دار بزرگ تھے۔ ایک عرصہ جماعت مجاہدین میں گزار کر آئے تھے۔ تقویٰ، دیانت اور امانت کا یہ عالم تھا کہ پوری زندگی جامعہ کے فنڈ سے ایک پائی تک اپنی ذات پر خرچ نہیں کی۔ ان سے بے شمار کرامتیں سرزد ہوئیں، اور سینکڑوں لوگ ان کے بارے میں اپنے تاثرات اور مشاہدات بیان کرتے ہیں۔ وہ دیانت دار اور متقی تھے اور ہر وقت اپنی زبان کو خدا کے ذکر سے تر رکھنے والے، شب خیز، صاف گو، راستباز اور مہمان نواز تھے۔ علماء، صلحا، عابدین وذاکرین ان سے ہمیشہ محبت وعقیدت کا اظہار کرتے۔ افسوس اسلام کا یہ نیرِ تاباں ۲۸ اپریل ۱۹۷۵ء سوموار نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تذ کار حافظ عبدالغفور جہلمی، ص:۳۵-۳۶)

جامعہ سلفیہ کی تاسیس میں متصوف علماء کی شرکت:۔ جامعہ سلفیہ جس کی تاسیس اپریل ۱۹۵۵ء میں فیصل آباد میں عمل میں آئی تھی اس کے نام کے مجوزہ مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم تھے۔ اس کے حجر اساسی کی تقریب کا منظر بڑا قابلِ دید تھا۔ مستجاب الدعاء حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ مجسمہ خیر وبرکت حضرت میاں باقر رحمہ اللہ، مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ، مولانا عبیداللہ احرار، مولانا محمد اسحٰق چیمہ، مولانا محمد صدیق اور دیگر بیسیوں اہل علم موجود تھے۔ (تذ کار حافظ عبدالغفور جہلمی، ص:۸۱)

جامعہ اثریہ کا سنگ بنیاد مبارک بابرکت ہاتھوں سے:۔ جامعہ علوم اثریہ کیلئے سنگ اساسی پاکستان کے سب سے بڑے خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم نے لکھا۔

حجر اساسی کی تقریب کا اہتمام عیدگاہِ اہلحدیث جہلم میں شام کے وقت کیا گیا جس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار شہر اور ملک کے بالغ النظر علماء اور دانشور موجود تھے۔ شرکائے تقریب کیلئے نہایت عمدہ اکل وشرب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس باوقار تقریب میں حافظ عبدالغفور صاحب نے حجرِ اساسی فضیلۃ الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی کو پکڑایا۔ سندھی صاحب نے سماحۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل امام کعبہ کے مبارک ہاتھوں سے متعلقہ جگہ پر نصب کروایا۔ (تذ کار حافظ عبدالغفور جہلمی، ص:۱۰۷-۱۰۸)

امیر شریعت کا فرمان:۔ انسان خطا ونسیان کا پُتلا ہے، اس سے غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور گوناں گوں اوصاف کا حامل بھی ہوتا ہے۔ انسان کو فرشتہ سمجھنا اور غلطیوں سے مبرا خیال کرنا یہ بھی غلط ہے اور کسی کو مجموعہ اغلاط فرض کر لینا، یہ بھی عقل وفکر کے منافی بات ہے۔ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان نے اپنے اوپر تصنّع کا خول چڑھا رکھا ہے اور اس نے اپنے آپ کو مصنوعی دبیز پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ انسان کی اصلیت ریل میں ظاہر ہوتی ہے یا جیل میں۔ (تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی ص: ۱۴۴)

صاحبِ کرامت بزرگ:۔ دعا کی قبولیت کا تعلق انسان کے باطن سے ہوتا ہے۔ جتنا کوئی اسلام کے اوامر ونواھی کا پابند اور دینی ارشادات پر عمل پیرا ہوتا ہے اتنی اُسکی دعا میں قبولیت ہوتی ہے بعض اشخاص اپنے ظاہر وباطن اللہ اور اس کے رسول کے تابع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی پھر ان کی دعاؤں کو رائیگاں نہیں کرتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ کتنے ہی پراگندہ حال، پراگندہ بال اگر وہ خدا کی قسم کھا کر یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ کام ضرور کرنا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرتا ہے۔ حافظ عبدالغفور نے اپنی پوری زندگی اللہ کے دین کے مشن کے فروغ کیلئے وقف کر دی۔ اور ظاہر وباطن میں عبادت، نوافل، ذکر اور ریاضت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو عملی جامہ پہنایا۔ اسی وجہ سے بیسیوں مقامات پر حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ نے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت سے نوازا۔ بعض مواقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کی کرامتوں کا ظہور بھی کروایا۔ چنانچہ جب بیت اللہ میں ۱۹۷۹ء میں خوفناک حادثہ پیش آیا اور تمام شہروں کی چیک پوسٹوں کو الرٹ کر دیا گیا۔ خصوصاً مدینہ منورہ کی چیک پوسٹ اپنی سخت گیری اور محاسبے میں خاصی شہرت رکھتی ہے۔ حافظ عبدالغفور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانا چاہتے تھے۔ دوستوں نے منع کیا کہ سانحہ حرم کی وجہ سے حالات بڑے سنگین ہیں، آپ کو نہیں جانا چاہیے لیکن حافظ عبدالغفور سفر کا پروگرام بنا چکے تھے اور وہ مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ منورہ کی چیک پوسٹ پر پہنچے تو واقعی وہاں تفتیش خاصی سختی سے ہو رہی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کی یوں عزت کروائی کہ چیک پوسٹ کے انچارج نے جب حافظ صاحب کو دیکھا تو بغیر تفتیش کے چلے جانے کا اشارہ کیا۔

دم کی برکت سے پیٹ کی رسولی ختم:۔ سیّد یونس علی شاہ بخاری ایڈووکیٹ نے بیان کیا کہ میرے چھ سالہ بچے کے پیٹ میں رسولی تھی، ڈاکٹروں کے ایک بورڈ کے وہ زیر علاج تھا، لیکن بچے کو افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے خاصی آزردگی سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے ڈاکٹری علاج چھوڑ دیں۔ لاؤ میں پانی دم کر دیتا ہوں، یہ بچے کو پلائیں۔ میں پانچوں نمازوں کے بعد یہاں آ کر دم کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اسے شفاء کاملہ، عاجلہ اور نافعہ عطا فرمائیں گے چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

روحانی قوت کی تاثیر: سیّد یونس شاہ نے بیان کیا کہ یہاں جب بھی ضلعی اور شہری حکام مقامی علماء اور جماعتوں کی میٹنگ بلاتے تو وہ سب سے آخر میں پہنچتے۔ خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے اور آخر میں بھرپور بات کرتے جس سے حکام بھی اتفاق کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب خاصے تیز تھے اور علماء کے خلاف خاصا تلخ ذہن رکھتے تھے لیکن حافظ صاحب کی گفتگو سے وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ ان سے کسی نے دریافت کیا، تمہاری تیزی، طراری اور تلخی اس وقت کدھر چلی گئی تھی جب حافظ عبدالغفور گفتگو کر رہے تھے اس نے کہا کہ میں اس قدر ان کے تشخص سے مرعوب ہو گیا کہ بات نہ کر سکنے میں ہی عافیت سمجھی۔

مارشل لاء کے دنوں میں مقبول دعا:۔ جنرل محمد ضیاء الحق کی مارشل لاء کی آمد پر حافظ صاحب نے مارشل لاء کو ہدف تنقید بنایا۔ مقامی ایڈمنسٹریٹر کی عدالت میں مارشل لاء کے تحت حافظ صاحب پر کیس قائم کیا گیا۔ شیخ محمد اصغر ایڈووکیٹ اور سید یونس شاہ بخاری نے اس کیس میں وکالت کی۔ معاملہ خاصہ سنگین تھا لیکن حافظ عبدالغفور صاحب تحمل اور استقامت کے پہاڑ تھے۔ صبح تاریخ تھی، رات دونوں وکلاء حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کیس کی سنگینی کا تذکرہ کیا۔ حافظ عبدالغفور نے جواباً فرمایا کہ آج رات اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست پیش کریں گے۔ اگر وہ راضی ہو گیا تو یہ مارشل لاء کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ چنانچہ یہ منظر سب دوستوں نے دیکھا کہ صبح جب حافظ عبدالغفور صاحب ان کی عدالت میں پیش ہوئے، وہ اُٹھ کر بڑی عقیدت سے پیش آیا بلکہ آپ کا معتقد ہو گیا اور اپنے دو بچوں کو ناظرہ قرآن کیلئے ان کی خدمت میں بھیج دیا۔

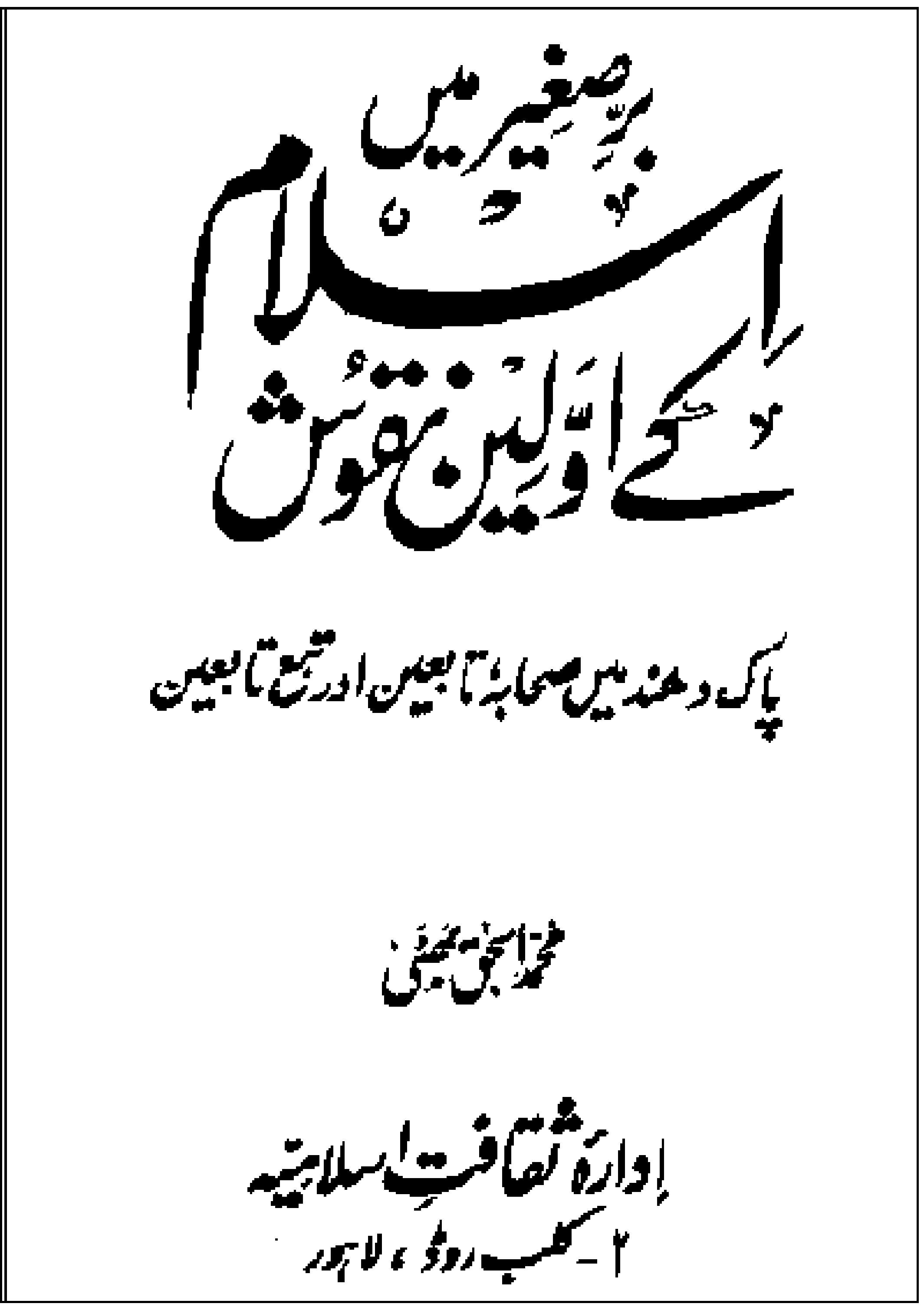

برصغیر میں
اسلام کے اوّلین نقوش

پاک و ہند میں صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین

محمد اسحٰق بھٹی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ
۲ ـ کلب روڈ ، لاہور

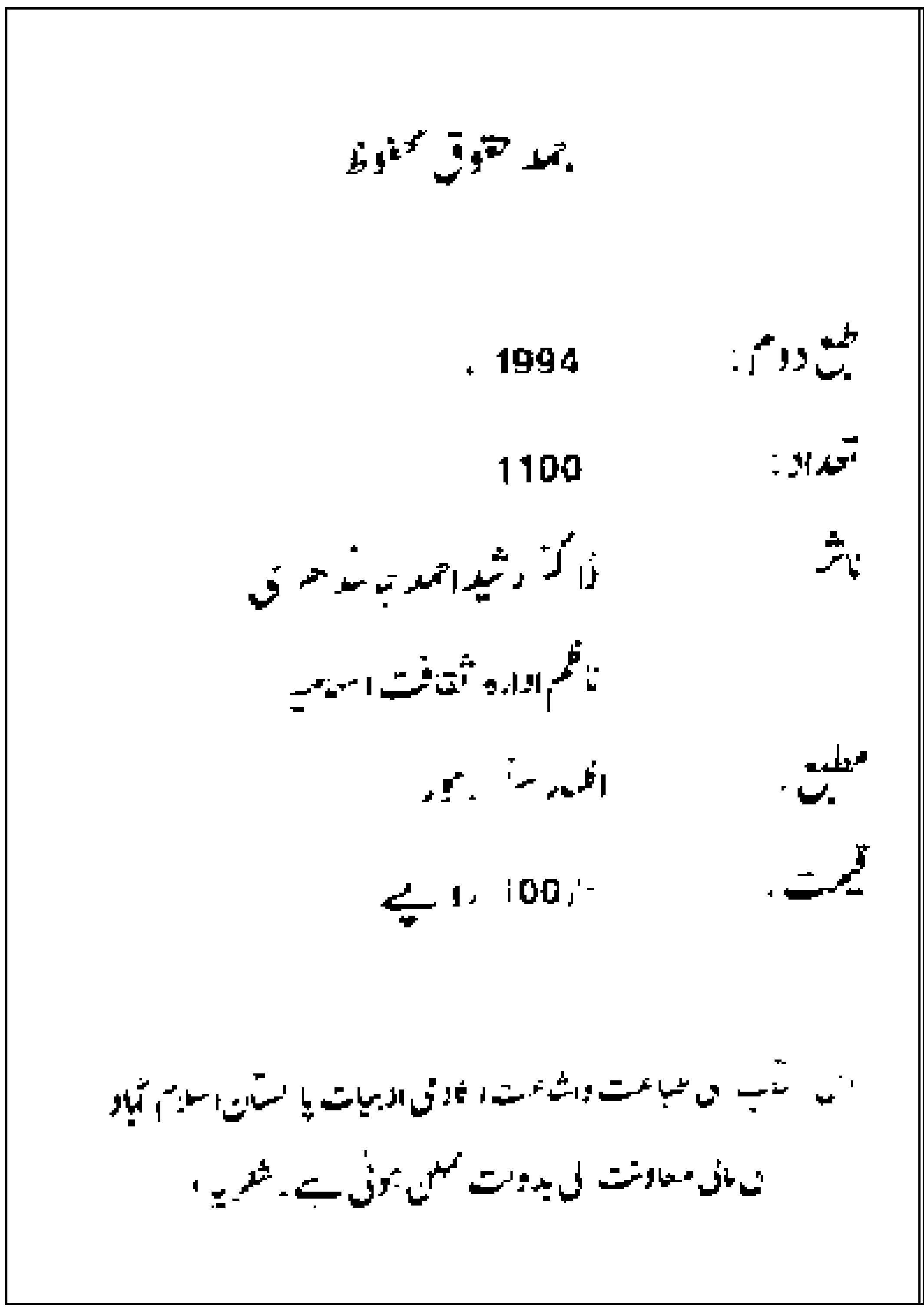

جملہ حقوق محفوظ

طبع دوم : 1994ء
تعداد : 1100
ناشر : ڈاکٹر رشید احمد جالندھری
ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ
مطبع : [illegible] لاہور
قیمت : 100/- روپے

اس کتاب کی طباعت واشاعت اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد
کی مالی معاونت کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔ شکریہ!

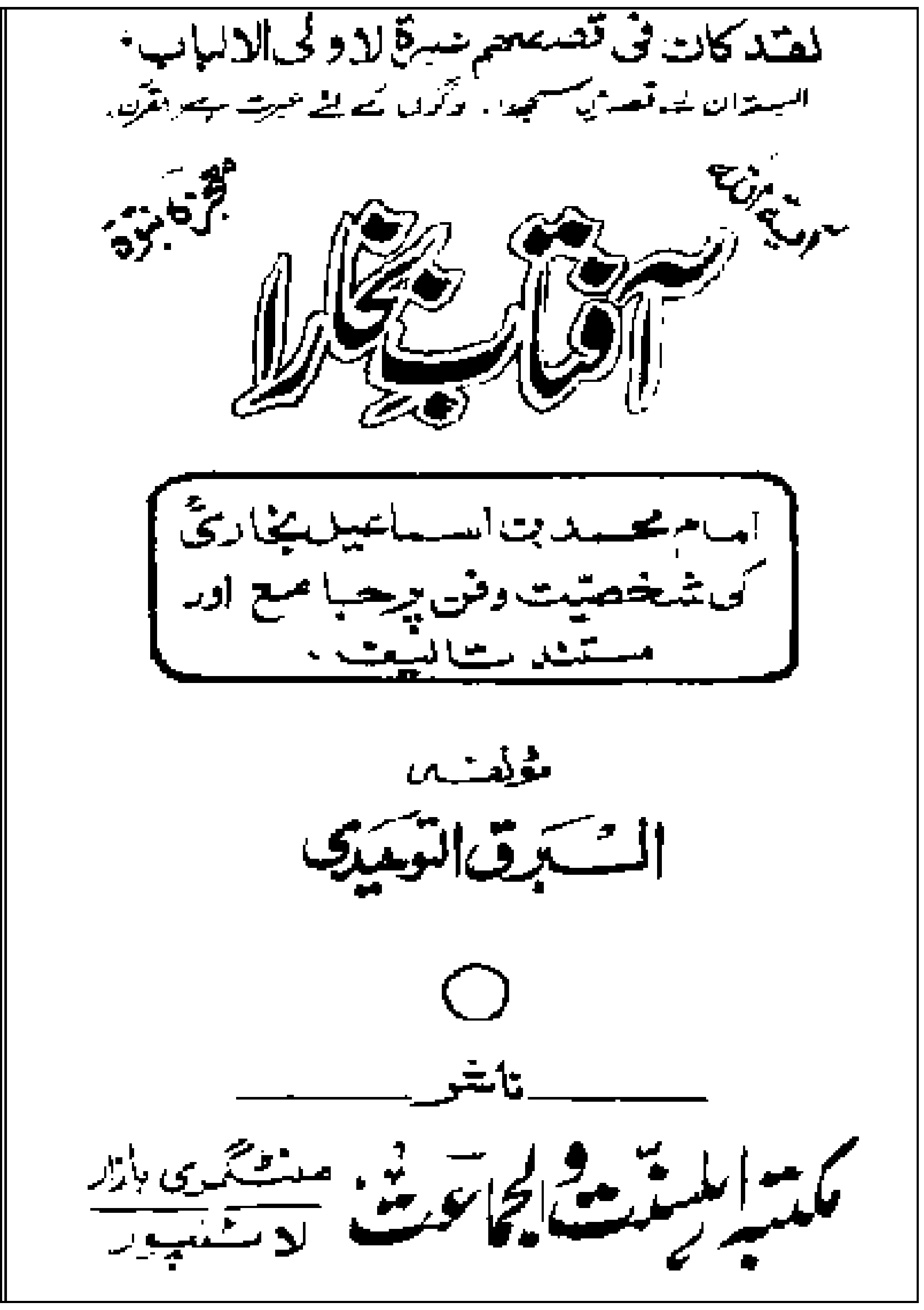

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب۔
البتہ ان کے قصوں میں سمجھدار لوگوں کے لئے عبرت ہے۔ (القرآن)

آفتابِ بخارا

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ
کی شخصیت وفن پر جامع اور
مستند تالیف۔

مؤلفہ
البرق التوحیدی

○

ناشر
مکتبہ اہلسنت والجماعت
منٹگمری بازار
لائلپور

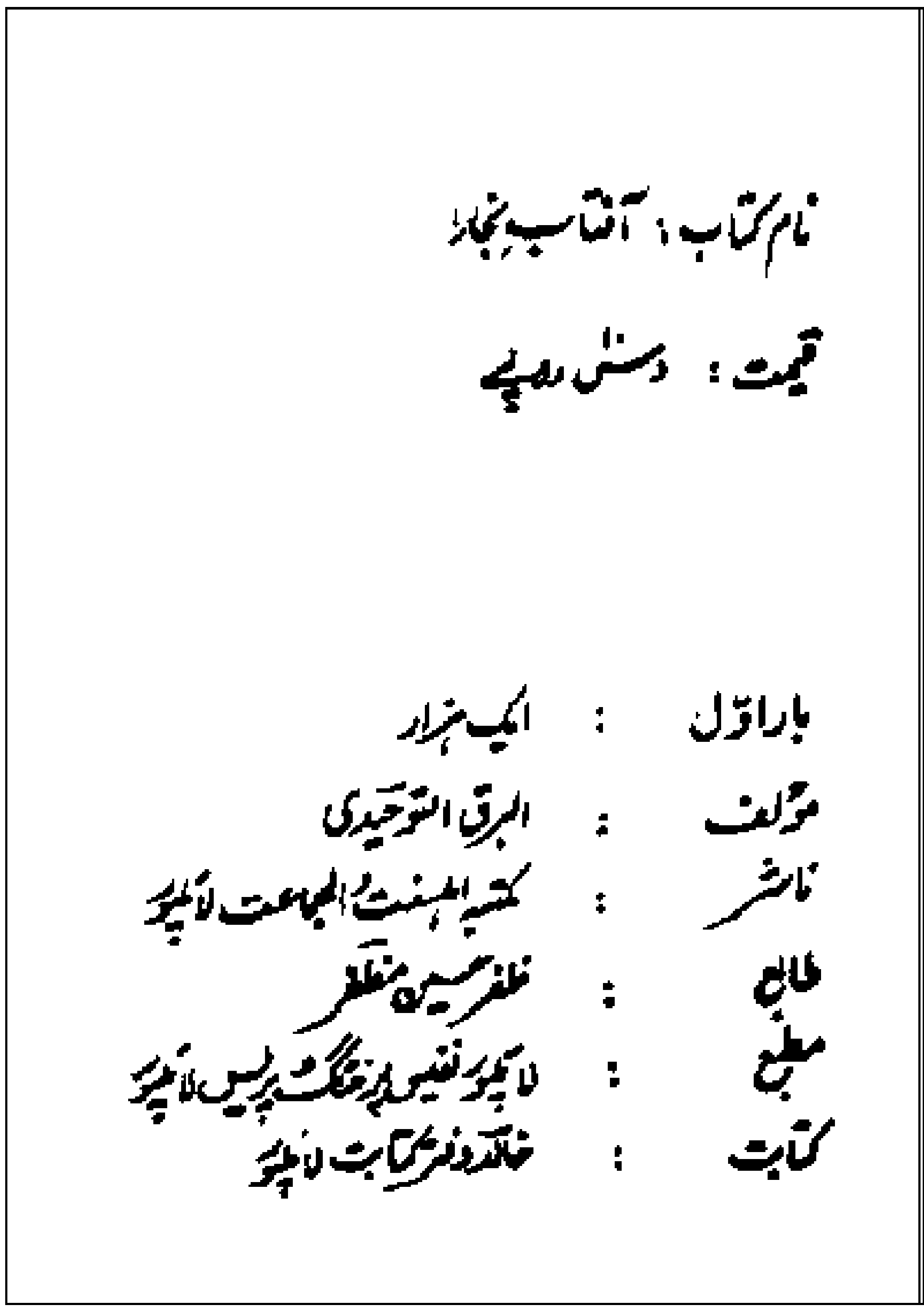

نام کتاب : آفتاب بخارا
قیمت : دس روپے

بار اوّل : ایک ہزار
مؤلف : البرق التوحیدی
ناشر : مکتبہ اہلسنت والجماعت لائلپور
طابع : ظفر حسین مظفر
مطبع : لائلپور نفیس پرنٹنگ پریس لائلپور
کتابت : خالد دفتر کتابت لائلپور

دعا کی برکت سے دریا کی طغیانی ختم ہوجانا:۔ سیّد یونس شاہ بخاری یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دریائے جہلم زبردست طغیانی پر تھا اور اس کا پانی کناروں سے بہہ کر شہر میں داخل ہو چکا تھا۔ ہم حافظ صاحب رحمہ اللہ کو دریا کے کنارے پر لے گئے۔ حافظ صاحب نے وہاں پوری آہ وزاری سے ایک طویل دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے دریا کی طغیانی کو فرو کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ جب دعا سے فارغ ہوئے تو واقعتاً پانی اترنا شروع ہوگیا اور چند گھنٹوں میں پانی خاصا نیچے چلا گیا۔

اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جنہیں ہم کتاب کے صفحات کی تنگ دامانی کی وجہ سے ضبط کرنے سے قاصر ہیں۔

(تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی ،ص:۱۴۵تا۱۴۸)

مدینے کے گلیوں سے عشق:۔ حافظ عبدالغفور صاحب مدینے کی گلیوں کے عاشق تھے۔ بیت اللہ مکہ مکرمہ سے انہیں دلی محبت و عقیدت تھی۔ مدینہ منورہ میں وہ کئی کئی ایام قیام کرتے اور ریاض الجنۃ میں نفل پڑھتے۔ کثرت سے تلاوت قرآن پاک کرتے اور خشوع و خضوع سے دعائیں مانگتے۔ بیت اللہ میں باب بلال برصغیر کے اہلحدیثوں کا بہت بڑا مرکز ہے۔ (تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی ،ص:۱۵۲)

امام کعبہ کی کرامت: قاری محمد صدیق ایم اے آف الریاض، شیخ ابن السبیل حفظہ اللہ سے ملاقات کیلئے مکہ پہنچے اور شیخ صاحب اس وقت طائف جا چکے تھے۔ ہم نے شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے فرمایا جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن اور چک نمبر ۲۴۹ گ ب جالندھریاں میں بچیوں کے مدرسہ کے سنگِ بنیاد کیلئے میں انہیں ضرور لے کر جاؤں گا۔ وہاں ان کو لے جانا فرض عین ہوگیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر کی نوازش سے امام کعبہ مذکورہ بالا دونوں مقامات پر گئے۔ وہ جون کا مہینہ اور شدید ترین گرمی کا موسم تھا۔ لیکن امام صاحب کی کرامت دیکھیے کہ جہاں جہاں امام کعبہ تشریف لے گئے، وہاں وہاں اللہ تعالیٰ نے خوب باران رحمت برسائی۔ (تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی ،ص:۱۵۴)

یومیہ معمولات:۔ حافظ عبدالغفور صاحب ان علماء میں سے تھے جو چلتے پھرتے، اُٹھتے، بیٹھتے، کھاتے پیتے، ہر وقت خدا کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھتے۔ خصوصاً ان کے یومیہ معمولات کی کیفیت یوں تھی، وہ عہدِ جوانی یعنی طالب علمی کے زمانے سے تہجد کے پابند تھے۔ تہجد کی نمازوں میں ایک سپارہ کی تلاوت ان کا معمول تھا۔ اور بعض اوقات جب طبیعت سفر اور تکان سے محفوظ ہوتی تو دو دو پارے بھی پڑھ لیتے۔ نمازِ فجر کے بعد وہ مسنون وظائف و اوراد کافی دیر تک کرتے رہتے۔ دو تین سپارے پھر تلاوت کرتے۔ تہجد کے بعد تقریباً چار سپارے تلاوت ان کا یومیہ معمول تھا اور یہ معمول زندگی بھر جاری رہا۔ صرف ان ایام میں یہ قائم نہ رہ سکا۔ جب بیماریوں کے ہجوم نے انہیں صاحبِ فراش کر دیا۔ درود شریف کا ورد بھی کثرت سے کرتے۔ دن رات میں ایک ہزار مرتبہ درود پڑھتے یعنی درود پاک کی دس تسبیحات نکالتے، اشراق کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لاتے۔ (تذکار حافظ عبدالغفور جہلمی ،ص:۱۶۱-۱۶۶)

نام کتاب:۔ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش........ مصنف:۔ محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ

کرز بن ابوکرز عبدی:۔ کرز بن ابوکرز عبدی حارثی کوفی...... کرز کے والد کا نام وبرہ تھا، لیکن عربوں کے رواج کے مطابق وہ اپنی کنیت ابوکرز سے مشہور تھے۔ قبیلہ بنوعبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے۔

کرز نہایت متقی، پرہیز گار اور عابد و زاہد تھے۔ ابن جوزی رحمہ اللہ نے انہیں کوفے کے تابعین میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کا تعلق اصحاب الحدیث کے طبقہ رابعہ سے ہے۔

محمد بن فضیل اپنے باپ (فضیل) سے بیان کرتے ہیں کہ وہ (یعنی فضیل) کرز سے ملاقات کیلئے ان کے گھر گئے۔ وہ ٹاٹ کے مصلّے پر کمبل اوڑھے بیٹھے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کو یہ توفیق مرحمت فرمائی تھی کہ دن اور رات میں تین قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔ گھر سے باہر نکلتے تو لوگوں کو امر بالمعروف کرتے۔ لوگ ان کی تبلیغ سے تنگ آ کر بعض اوقات انہیں اس قدر مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔

اسم اعظم کی بدولت جو مانگتے مل جاتا:۔ شرمہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کرز حارثی کے ساتھ ہم سفر کر رہے تھے اور بصرے جا رہے تھے۔ راستے میں جہاں کوئی ایسا قطعہ زمین آتا جو کرز کی نگاہوں میں خوبصورت معلوم ہوتا، وہاں جا کر وہ نماز پڑھنا شروع کر دیتے اور نماز سے فارغ ہو کر اگلے سفر پر روانہ ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ کرز حارثی رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے، جو چیز اللہ سے مانگتے مل جاتی۔ انہوں نے اللہ سے اسم اعظم کا سوال کیا جو اللہ نے عطا فرما دیا۔

روزانہ تین قرآن ختم کرنا:۔ وہ چاہتے تھے اللہ سے دنیا کی ہر چیز نہ مانگیں، صرف اسمِ اعظم سے بہرہ مند ہونے کی التجا کریں۔ انہوں نے اللہ سے یہ دعا بھی مانگی کہ انہیں اتنی ہمت اور طاقت عطا فرما دی جائے کہ وہ قرآنِ مجید پڑھنے میں مشغول رہیں۔ وہ دن اور رات میں تین قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔ (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:۱۹۹)

تپتی دھوپ میں بادل کا سایہ فگن ہونا (کرامت):۔ کرز حارثی رحمہ اللہ کا غلام صبیح کہتا ہے مجھے ایک بزرگ ابو سلیمان رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ کرز کی رفاقت میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور اثنائے سفر میں ان کے متعلق بعض نہایت عجیب و غریب باتیں مشاہدے میں آئیں۔ ایک دن وہ ہم سے کہیں علیحدہ ہو گئے۔ قافلے کے تمام لوگ ان کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومنے لگے، مگر کسی کو ان کا سراغ نہ ملا۔ میں نے بھی ان کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ جنگل کے ایک کونے میں پہنچا تو سخت گرمی کا احساس ہوا۔ اتنے میں آگے دیکھا تو کرز حارثی رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے ہیں اور بادل ان پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ اس صورتِ حال سے مجھے انتہائی تعجب ہوا اور خاموشی سے کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اُن کی نگاہ مجھ پر پڑی اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: ابو سلیمان! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔

میں نے عرض کیا: فرمایئے حاضر ہوں۔ بولے: مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ آج جو کچھ تم نے دیکھا ہے، کسی کو بتاؤ گے نہیں۔

میں نے قسم کھائی کہ جب تک آپ زندہ ہیں، کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

میت کا اہل قبور میں استقبال:۔ عمرو بن حمید کا کہنا ہے کہ جرجان کے ایک شخص نے بتایا کہ کرز کی وفات کے موقعے پر ایک شخص نے خواب دیکھا کہ جرجان کے قبرستان میں مدفون لوگ نیا لباس پہنے اپنی اپنی قبر پر کھڑے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا: یہ کیا معاملہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا: قبرستان میں کرز حارثی تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے استقبال کیلئے ہم نے نئے کپڑے پہنے ہیں۔

راویانِ حدیث میں ثقاہت: کرز حارثی رحمہ اللہ تبع تابعین کی جماعت کے جلیل القدر رکن تھے۔ انہوں نے نعیم بن ابی ہند اور ربیعہ بن زیاد رحمہما اللہ سے حدیث روایت کی اور کرز سے سفیان ثوری، ابن شیرمہ، فضیل بن غزوان، ورقہ بن عمر اور عبید اللہ وصافی رحمہم اللہ نے درسِ حدیث لیا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کو تابعی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تبع تابعی قرار دیتے ہیں۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ راویانِ حدیث میں گردانا ہے اور کہا ہے کہ یہ نہایت عبادت گزار محدّث تھے۔ (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:۲۰۰-۲۰۱)

حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ کی فضیلت:۔ راشد کے قتل کے بعد ۵۰ ہجری کو زیاد نے جب سنان بن سلمہ بن محبق کو ایک لشکر کے ساتھ حدود ہند کے مفتوحہ علاقوں کا والی بنا کر بھیجا تو معلی بن راشد اس لشکر میں شامل تھے اور اس لشکر نے سنان کے زیر کمان جہادِ قلات میں شرکت کی تھی۔ اس ضمن میں خلیفہ بن خیاط نے ۵۰ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے اپنی تاریخ میں معلی بن راشد کے متعلق جو الفاظ نقل کیے ہیں، ان کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ وہ کہتے ہیں۔

> ”ہم سنان کی کمان میں قلات کے محاذِ جنگ پر آئے تو ہم نے دیکھا کہ سامنے دشمن کی بہت بڑی فوج کھڑی ہے۔ سنان نے یہ صورتِ حال دیکھ کر ہم سے کہا، تم خوش رہو، تمہیں دو چیزوں میں سے ایک ملنے والی ہے۔ جنت یا مالِ غنیمت...... ! پھر سنان نے سات پتھر اُٹھائے اور فوج کو روک لیا۔ کہا جب تم دیکھو کہ میں نے حملہ کر دیا ہے تو تم بھی حملہ کر دو...... پھر جب آفتاب آسمان کی تہہ سے باہر آیا تو سنان نے دشمن کی طرف ایک پتھر پھینکا اور اللہ اکبر کہا۔ پھر ایک ایک پتھر پھینکتے گئے، یہاں تک کہ ساتوں پتھر

باقی رہ گیا۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو ساتواں پتھر پھینکا اور کہا: "حٰم لا ینصرون۔" پھر فوراً اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمن پر حملہ کر دیا، ہم نے بھی حملہ کر دیا۔ دشمن کی فوج نے اپنے کندھے ہم کو دے دیئے۔ یعنی ہمارے آگے بھاگ کھڑی ہوئی اور ہم چار فرسخ تک اس کو قتل کرتے گئے۔ اس طرح دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے ہم ایک قلعہ بند فوج کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے ہم سے کہا، خدا کی قسم تم وہ لوگ نہیں ہو، جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا ہے، ہمیں قتل کرنے والوں میں سے تو ایک آدمی بھی تم میں نظر نہیں آتا۔ وہ تو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور سفید عمامے باندھے ہوئے تھے۔ دشمن کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ہم نے آپس میں کہا، یہ اللہ کی مدد ہے۔ ہم نے واپس آکر سنان سے پوچھا: آپ نے فوج کو روک لیا اور آفتاب ڈھلا تو دشمن پر حملہ کیا، اس کی کیا وجہ ہے......؟ جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہی تھا"۔ (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص: ۲۰۲-۲۰۳)

کتاب کا نام:۔ آفتاب بخارا

مصنف:۔ برق التوحیدی........ ناشر:۔ مکتبہ اہلسنت والجماعت منٹگمری بازار (لائلپور)

مسجد کی صفائی کی اہمیت:۔ آپ (امام بخاری) اپنی صفائی پر مساجد وغیرہ کی صفائی کو ترجیح دیتے تھے جو کہ ایک ولی اللہ کے عین شایان شان ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کوئی دنیا دار آدمی تو نہ تھے، ان کی زندگی سیدھی سادھی اور خالص علمی تھی اور صفائی کا اس حد تک خیال رکھتے تھے کہ فرش پر ایک تنکے کا پڑا رہنا بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اثنائے درس کسی شخص نے آپ کی داڑھی سے تنکا نکال کر وہیں مسجد میں پھینک دیا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس تنکا کو آنکھ چرا کر اٹھایا اور مسجد کے باہر پھینک دیا۔ اور راوی کے الفاظ ہیں:......

"فکانه صان المسجد عما تصان عنه لحيته" (یعنی جس چیز سے اپنی داڑھی کو محفوظ رکھا اس کو مسجد میں بھی برداشت نہ کیا)

عبادت کا ذوق:۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ ہر رات تیرہ رکعت نماز تہجد پڑھتے، جس میں ایک رکعت نماز وتر ہوتی۔ نماز پڑھتے تو ایسے خشوع وخضوع سے پڑھتے گویا کہ دنیا و مافیہا سے غافل ہو جاتے، چنانچہ ابوبکر بن منیر بیان کرتے ہیں کہ

"امام عالی رحمہ اللہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ زنبور (بچھو) نے سترہ مرتبہ کاٹا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا دیکھنا کمر پر کچھ ہے تو نہیں۔ جب دیکھا گیا تو بچھو نے سترہ مقام پر کاٹا ہوا تھا، لیکن نماز کو نہیں چھوڑا۔

روزانہ ایک قرآن ختم کرنا: مقسم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ رمضان المبارک کی پہلی رات کو ساتھیوں کو اکٹھا کرتے اور نماز میں قرآن مجید بایں کیفیت پڑھتے کہ ہر رکعت میں بیس آیات پڑھتے اور اسی انداز سے نماز کو جاری رکھتے، حتیٰ کہ قرآن مجید ختم ہو جاتا۔ سحری کے وقت پھر ثلث قرآن مجید تلاوت کرتے اور اس طرح ہر تیسرے دن قرآن ختم کرتے۔ اسی طرح ہر روز صبح کے وقت قرآن مجید شروع کرتے تو بوقت افطار ختم کر دیتے۔ تلاوت قرآن بھی چونکہ ایک بہترین عبادت ہے اس وجہ سے با کثرت تلاوت کرتے اور فرماتے کہ "ختم قرآن کے وقت جو دعا کی جائے وہ مقبول ہوا کرتی ہے۔ (آفتاب بخارا، ص: ۲۸-۲۹)

امام صاحب کا ادب واحترام: یہ صفت بھی ایسی ہے جس سے مزین ہوئے بغیر آدمی اس بلند و بالا مقام پر نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا امام صاحب میں یہ خوبی بھی کمال درجہ تک پائی جاتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ امام صاحب رحمہ اللہ نے ابو معشر ضریر رحمہ اللہ کو قرآن مجید پڑھتے سنا چونکہ وہ اندھے تھے لہٰذا انہوں نے قرآن کی تلاوت کے وقت اندھوں کی سی حرکات کیں تو امام صاحب مسکرائے۔ اس مسکرانے کو بھی امام صاحب رحمہ اللہ نے خلاف ادب اور غیر مناسب سمجھتے ہوئے ابو معشر ضریر رحمہ اللہ سے معذرت چاہی۔ آداب میں اس قدر محتاط تھے کہ فن جرح وتعدیل کے امام ہونے کے باوجود جرح میں نہایت ہی مناسب الفاظ استعمال کرتے مثلاً اکثر طور پر جب کسی کو جرح میں کچھ کہنا ہوتا تو یہ انداز اختیار فرماتے (فيه نظر، تركوه، سقطوا عنه تا کہ کوئی کلمہ خلاف ادب زبان سے نکلنے نہ پائے۔ (ہدی الساری، ص ۴۸۰ بحوالہ آفتاب بخارا، ص: ۳۰)

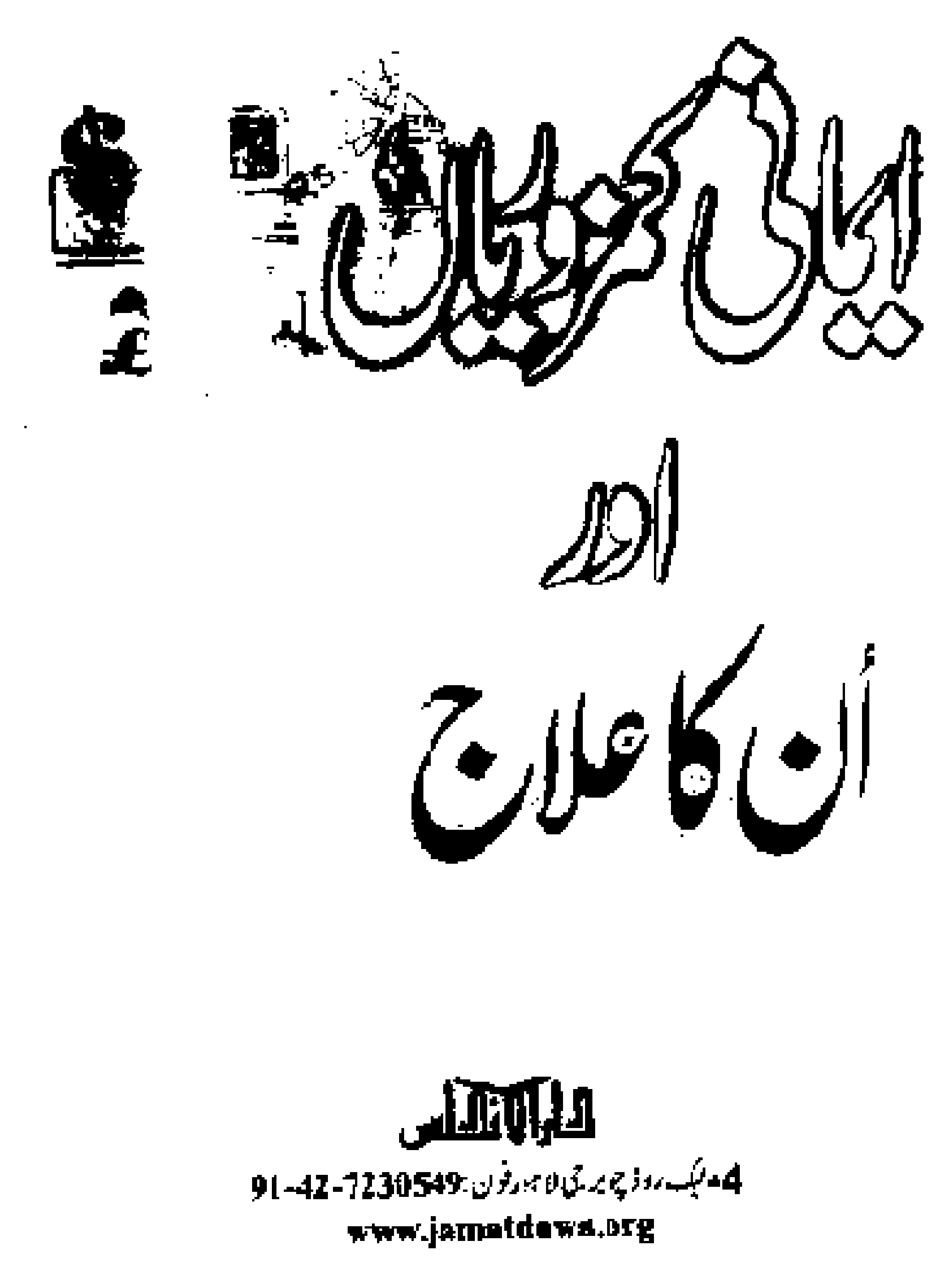

ایمانی کمزوریاں
اور
اُن کا علاج

دارالاندلس
4-لیک روڈ چوبرجی لاہور فون: 91-42-7230549
www.jamatdawa.org

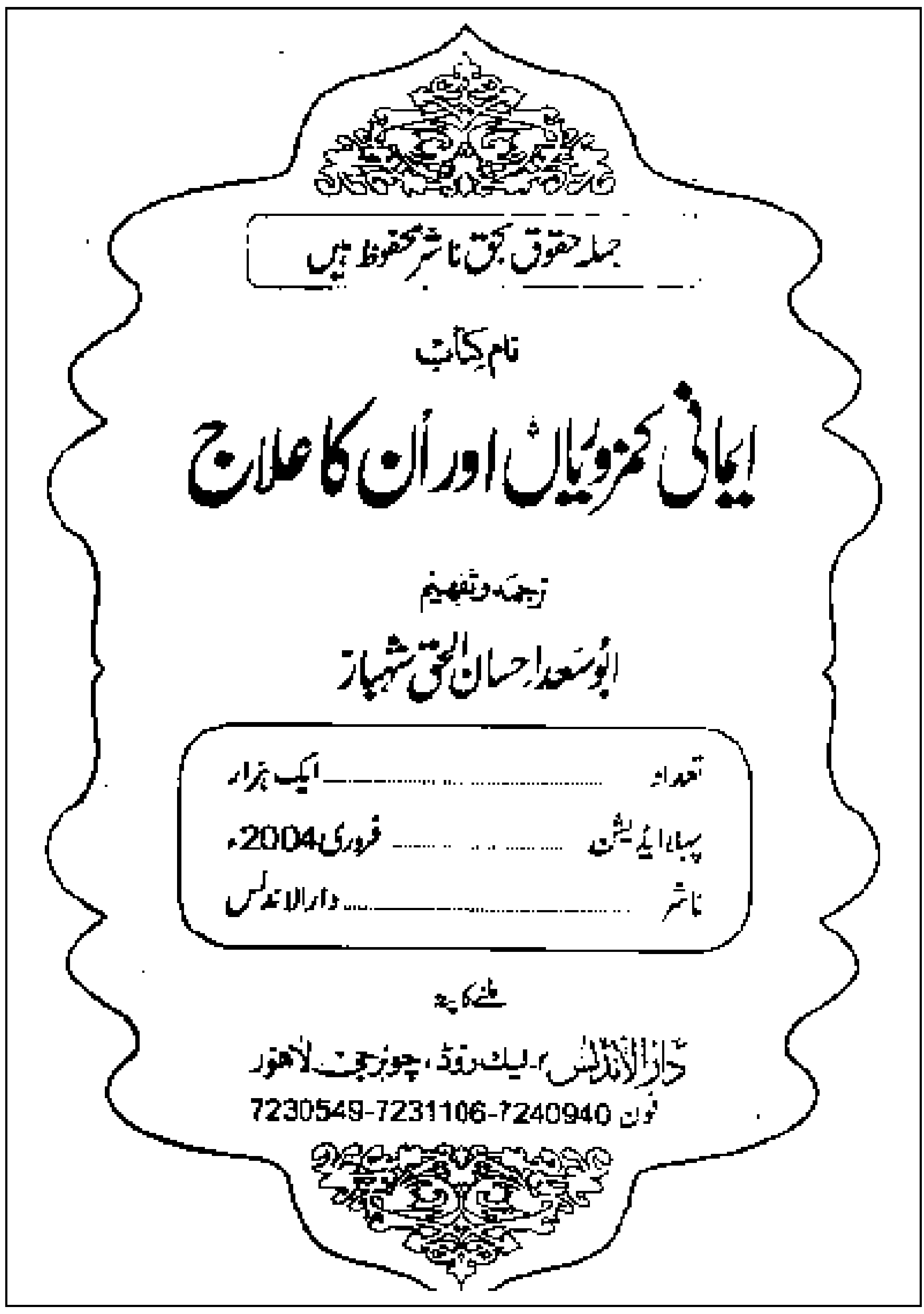

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب
ایمانی کمزوریاں اور اُن کا علاج

ترجمہ وتفہیم
ابوسعد احسان الحق شہباز

تعداد .... ایک ہزار
پہلا ایڈیشن .... فروری 2004ء
ناشر .... دارالاندلس

ملنے کا پتہ
دَارُالاَندلس 4-لیک روڈ، چوبرجی لاہور
فون 7230549-7231106-7240940

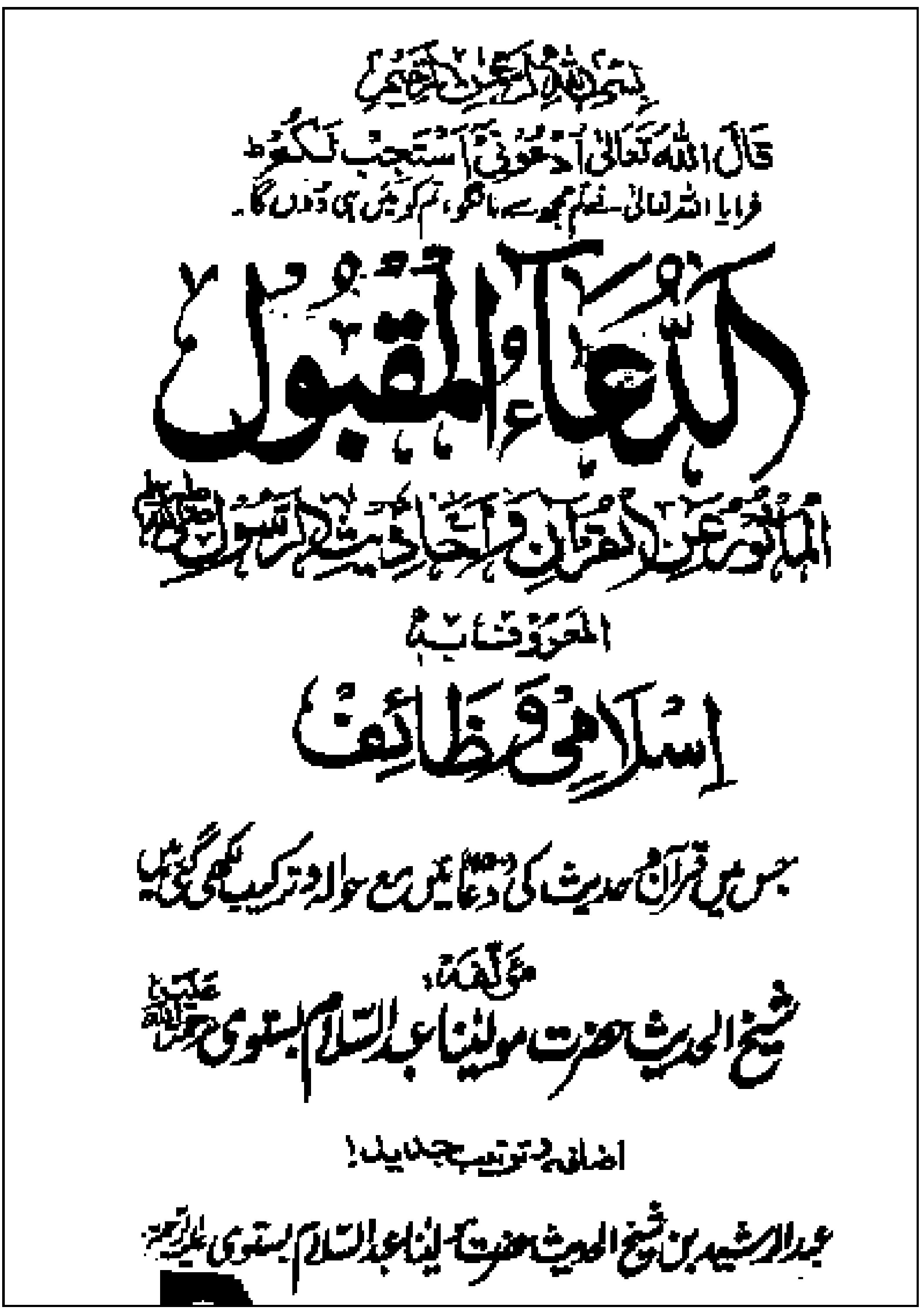

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مجھ سے مانگو، تم کو میں ہی دوں گا۔

الدعاء المقبول
المأثور عن القرآن و احادیث الرسول ﷺ
المعروف بہ
اسلامی وظائف

جس میں قرآن حدیث کی دعائیں مع حوالہ و ترکیب لکھی گئی ہیں

مؤلفہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ

اضافہ و ترتیب جدید!
عبد الرشید بن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام بستوی علیہ الرحمہ

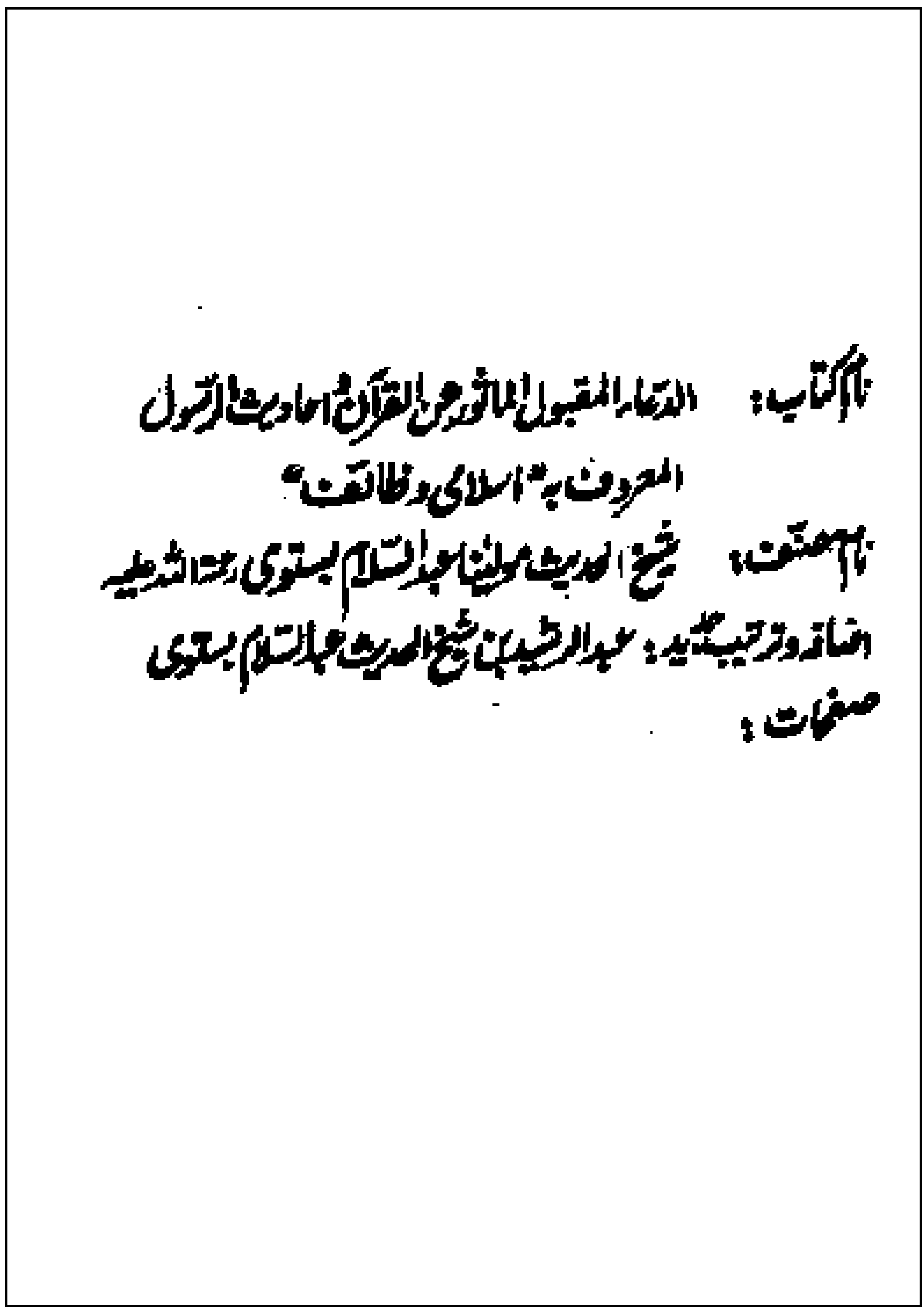

نام کتاب: الدعاء المقبول المأثور عن القرآن و احادیث الرسول
المعروف بہ "اسلامی وظائف"
نام مصنف: شیخ الحدیث مولانا عبد السلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ
اضافہ و ترتیب جدید: عبد الرشید بن شیخ الحدیث عبد السلام بستوی
صفحات:

غیبت سے اجتناب:۔ جیسا کہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت نہایت درجہ محتاط تھی چنانچہ آپ غیبت سے اس قدر کنارہ کش رہتے کہ فرمایا: ''ما غیبت منذ علمت ان الغیبة حرام ''یعنی جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ (مقدمہ فتح ص۔ ۴۸)

اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے دن میرا کوئی خصم (مدعی) نہیں ہوگا۔ وراق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ پر لوگ تاریخ کے بارے شک کرتے ہیں کہ اس میں لوگوں کی غیبت ہے اور غیبت حرام ہے تو آپ نے فرمایا تاریخ میں جو کچھ ہے متقدمین کے اقوال منقول ہیں اور ''ولم ننقله من عندانفسنا ''یعنی ہم نے اپنی جانب سے کوئی بات نہیں کہی۔ (آفتاب بخارا،ص:۳۲)

حدیث کا ادب واحترام:۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا اتنا احترام تھا کہ حدیث کو لکھنے سے پہلے غسل کرتے اور پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"ما وضعت فی کتاب الصحیح حدیث الااغتسلت قبل ذالك و صلیت رکعتین" (ھدی الساری ص۔۴۸۹)

پہلے گزر چکا ہے کہ امام موصوف کے سامنے جو چیز اولین حیثیت رکھتی تھی، وہ یہ تھی کہ میری وجہ سے کہیں اس ذخیرہ حدیث کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اور اسی وجہ سے آپ اپنی زندگی کا ہر قدم بڑی احتیاط سے رکھتے تھے اور آپ کے ذہن میں یہ بات بھی ہمیشہ رہتی تھی کہ اگر میری سیرت پر کوئی دھبہ لگا تو یقیناً میرا جمع کیا ہوا ذخیرہ حدیث بھی محفوظ نہ رہ سکے گا۔ چنانچہ امام صاحب رحمہ اللہ نے ہر مرحلہ پر بڑی دور اندیشی سے کام لیا اور اس بات کی خاطر آپ کو کئی قسم کے خسارے کا سامنا کرنا پڑا تو بھی اس کو بڑی خندہ پیشانی سے قبول کیا جیسا کہ آپ کے ترجمہ میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے تلامذہ کے ہمراہ سفر پر گئے اور آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں جن کا طلبہ کو بھی علم تھا۔ راستہ میں جب آپ دریا عبور کرنے کیلئے کشتی پر سوار ہوئے تو ایک جیب تراش کو آپ کی رقم کا علم ہو گیا۔

جب کشتی لنگر انداز ہوئی اور درمیان دریا پہنچی تو اس نوسر باز نے یہ شور مچا دیا کہ میری اتنی رقم چوری ہو گئی ہے لہٰذا عملہ کارروائی کرے۔ عملہ نے جب اس کی درخواست پر تفتیش شروع کی تو امام صاحب رحمہ اللہ بھی حالات کو بھانپ گئے کہ یہ تمام کچھ اس چور نے میری رقم چھیننے کیلئے کیا ہے تو آپ نے سوچا اگر رقم چلی جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر میرے پاس سے یہ رقم نکل آئی تو لوگ یہ سوچے بغیر کہ حقیقتاً کس کی رقم ہے، کہیں گے کہ بخاری (رحمہ اللہ) چور ہے اور اس طرح تمام وہ ذخیرہ حدیث جو میرے توسط سے اُمت تک پہنچے گا ضائع ہو کر رہ جائے گا لہٰذا بہتر ہے کہ رقم کو دریا بُرد کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ نے رقم کو دریا بُرد کر دیا۔ جب تفتیش کی تو کچھ نہ نکل پایا اور معاملہ جوں کا توں ہی رہ گیا جب کشتی ساحل پر پہنچی اور سفر ختم ہوا تو بعد میں تلامذہ (جو اس ماجرا کو دیکھ چکے تھے) نے دریافت کیا کہ شیخ صاحب آپ کے پاس تو ایک ہزار اشرفیوں کی ذخیر رقم تھی، آپ نے کہاں چھپا دی تو آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا، بیٹا میں نے وہ چھپائی کہیں نہیں بلکہ اس کو دریا بُرد کر دیا...... جب ایسا کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے کہ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ذخیرۂ حدیث ضائع ہو جائے تو میں نے اپنی رقم کو حدیث کی خاطر قربان کر دیا اور رقم پر حدیث کو ترجیح دے دی۔ (آفتاب بخارا،ص:۳۳-۳۴)

نام کتاب:۔ ایمانی کمزوریاں اور انکا علاج...... مصنف:۔ ابوسعد احسان الحق شہباز...... ناشر:۔ دارالاندلس

آپس کا اختلاف دور کرنے کی ضرورت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایاکم و سوء ذات البین فانها الحالقة''

(صحیح مسلم:۲۵۵۸، جامع الترمذی:۲۵۰۸)

”آپس کے اختلاف سے بچو، اس لیے کہ یہ (آپس کا اختلاف) مونڈھ دیتا ہے“۔

مسند احمد اور ترمذی کی ایک روایت ہے: ”**ھی الحالقة لااقول تحلق الشعر و لکن تحلق الدین**“

”یہ عمل مونڈھنے والا ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عمل سر کو مونڈھ دیتا ہے، یہ اختلاف تو دین کو مونڈھ دیتا ہے“۔

دین مونڈھ جانے کا مطلب:۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ ہر ہفتہ میں سوموار اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، سب کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں مگر دو عمل کرنے والے (نمازی اور روزہ دار) جو آپس میں نفرت ولڑائی رکھتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انہیں پیچھے کر دو جب تک یہ آپس میں صلح نہیں کرتے انہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔

نماز، روزے اور صدقہ سے افضل آپس کی صلح:۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں تمہیں روزے، صدقے اور نماز سے افضل کام نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اصلاح ذات البین فان فساد ذات البین ھی الحالقة“ ”آپس میں صلح رکھنا کیونکہ آپس کا اختلاف تو مونڈھ دیتا ہے۔“

افسوس: آج کے دور میں یہ چیز بہت عام ہے، ہر شخص کسی نہ کسی سے ناراض ہے، رشتہ دار رشتہ دار سے، دوست دوست سے، گلی محلّہ والے ایک دوسرے سے۔ یہ اللہ کی رحمت سے محرومی والا بہت منحوس کام ہے اور دین کو مونڈھ دینے والا عمل ہے اس سے بہت زیادہ توبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ (جامع الترمذی:۲۵۰۹۔۲-صحیح مسلم:۲۵۶۵ بحوالہ ایمانی کمزوریاں اوران کاعلاج:ص:۷۰-۷۲)

صوفیاء کے ذکراجتماعی کی فضیلت: نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاح ہیں، جن کی ڈیوٹی زمین پر چلتے پھرتے رہنا اور جہاں دینی مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہورہا ہو یعنی اس کے دین کا تذکرہ، ایمان واسلام کا تذکرہ، کفر کی بربادی کا تذکرہ، اپنی اصلاح کا تذکرہ ہورہا ہو وہاں وہ اس مجلس کو گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ پھر اختتام مجلس پر وہ فرشتے اللہ کے پاس جاتے ہیں تو اس مجلس کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ان سے باتیں کرتے ہیں اور سوال وجواب کے بعد ان کی بخشش کا، جنت دینے اور دوزخ سے بچانے کا اعلان فرماتے ہیں۔ پھر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ فرمارہے تھے، حنظلہ منافق ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات ہوئی تو بتایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں نصیحت کرتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے گویا اپنے سامنے جنت اور دوزخ دیکھ رہے ہیں اور جب اپنے گھروں میں، بیوی بچوں میں آتے ہیں تو وہ صورتحال نہیں رہتی۔ پھر دونوں نبی اکرم ﷺ کے پاس جا کر ذکر کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہر وقت تمہاری یہی صورتحال رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں مگر یہ وقت وقت کی بات ہے۔ ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث سے نصیحت پر مبنی دینی پروگرام رحمت کے حصول، ایمان کے اضافے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تذکرے کے مقامات ہیں، ان سے ایمان تازہ رہتا ہے اور ان سے دوری (اللہ معاف فرمائے) صحیح بخاری کی حدیث کے حوالے سے پڑھ لیں۔ (ایمانی کمزوریاں اوران کاعلاج:ص:۸۳-۸۴)

اہل اللہ کی صحبت کی ضرورت:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اچھے ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال کستوری اٹھانے والے اور لوہار کی بھٹی میں پھونک مارنے والے کی طرح ہے۔ کستوری والا آپ کو کستوری تحفہ دے دے گا یا آپ اس سے خرید لیں گے یا کم ازکم اس سے خوشبو تو پائیں گے اور بھٹی میں پھونک مارنے والا یا تو آپ کے کپڑے جلا دے گا یا آپ اس سے بدبو محسوس کریں گے۔ (صحیح بخاری:۵۵۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”المرء علی دین خلیله فلینظر احد کم من یخالل“ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد:۲/۳۰۳) ”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے تم میں سے ہر

ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی لگا رہا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "المرء مع من احب" (صحیح بخاری: ۶۱۶۸)

"آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قال الله عزوجل و جبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی" (مسند احمد: ۵/۲۳۳)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے اکٹھے بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ملتے ہیں اور میری وجہ سے خرچ کرتے ہیں"

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ بیٹھنے، دوستی اور محبت رکھنے سے بھی ایمان کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے اور ان سے دور رہنے سے ایمان کو تازگی نہیں ملتی۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"اخواننا اعلٰی عندنا من اهلینا فاهلونا یذکروننا الدنیا و اخواننا یذکروننا بالاخرة"

"ہمارے دینی بھائی ہمارے اہل وعیال سے بھی زیادہ قیمتی ہیں کیونکہ ہمارے اہل والے ہمیں دنیا یاد دلاتے ہیں اور ہمارے یہ بھائی ہمیں آخرت کی نصیحت کرتے ہیں۔"

صحبت کا اثر: نبی اکرم ﷺ جب فوت ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو دفن کیا تو کہنے لگے (فانکرنا قلوبنا) ہم نے اپنے دلوں کی حالت کو بدلا ہوا محسوس کیا۔ بعض آثار میں اس طرح ہے کہ جیسے بارش والی سرد رات میں بکری پھنس جائے اس طرح ہم اپنے آپ کو ایمانی اعتبار سے محسوس کرتے تھے۔ (ایمانی کمزوریاں اور ان کا علاج: ص: ۸۵ تا ۸۷)

صوفیاء کے مزاج سنجیدگی کی دلیل:۔ "ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحك به القوم فیکذب ویل له ویل له"
(جامع ترمذی: ۲۳۱۵)

"شخص لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹی بات بیان کرتا ہے اس کیلئے ہلاکت ہو، اس کیلئے ہلاکت ہو، (دوبار آپ ﷺ نے بددعا فرمائی)۔"

یہ حدیث بھی بڑی مشہور ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "فان کثرة الضحك تمیت القلب" (جامع ترمذی: ۲۳۰۵)

"زیادہ ہنسنا دلوں کو مردہ کر دیتا ہے۔" اور غیبت، چغلی تو زنا سے بھی زیادہ شدید جرم قرار دیا گیا ہے اور اس پر قبر کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ اسی طرح فضول باتیں بھی اسلام و ایمان کا حسن خراب کر دیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه" (جامع ترمذی: ۲۳۱۷) "آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ فضول باتیں چھوڑ دے۔"

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "زبانوں کا ٹیڑھا پن انسانوں کو اوندھے منہ جہنم میں گرائے جانے کا باعث ہے۔"

(ایمانی کمزوریاں اور ان کا علاج: ص: ۹۲-۹۳)

اولیاء کرام کی دنیا سے بے رغبتی مستند احادیث کی روشنی میں:۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان لکل امة فتنة و فتنة امتی المال" (ترمذی: ۲۳۳۶) "بے شک ہر امت کا ایک فتنہ رہا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔"

دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان اس طرح ہے: "وما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسدلها من حرص المرء علی المال والشرف لدینه" (ترمذی: ۲۳۷۶) "دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو یہ اتنا نقصان نہیں کریں گے جتنا نقصان کسی انسان کے مال اور شرف پر حرص سے ہوتا ہے۔ اس سے دین و ایمان زیادہ تباہ ہو جاتا ہے۔"

صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

”ولکنی اخشی ان تبسط علیکم الدنیا...... فتنافسوا کما تنافسوھا“ (صحیح بخاری:۳۰۱۵)

مجھے ڈر ہے کہ تمہارے سامنے دنیا کھول دی جائے گی...... اورتم اس میں اسی طرح رغبت شروع کر دو گے جس طرح پہلی امتوں نے کیا۔“ یہ دنیا کی محبت ایسی چیز ہے جو آخرت کی محبت کو پیچھے کر کے ایمان کمزور کر دیتی ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ اس دنیوی لالچ کو دین کیلئے بھوکے بھیڑیے سے بھی زیادہ تباہ کن قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”کن فی الدنیا کانك غریب اوعابر سبیل“ (صحیح بخاری:۶۴۱۶)

”دنیا میں اس طرح رہو گویا آپ مسافر ہیں یا راہ گزر“ اور فرمایا: ”انما یکفی احدکم ماکان فی الدنیا مثل زاد الراکب“ (طبرانی:۴/۷۸)

”دنیا میں تم سے ہر ایک کو اتنا ہی کافی ہے جتنا مسافر کو“

ایک حدیث میں ہے: ”تعس عبدالدینار و عبد الدرھم“ ”دینار کا بندہ تباہ ہو، درہم کا بندہ تباہ ہو“

ٹھیک ہے دنیا ایک ضرورت ہے اسے ضرورت تک محدود رکھیئے، اسے مقصد نہ بنایئے اور نہ اصل مقصد حیات پر اسے ترجیح دیجئے۔ ورنہ یہ ایمان تباہ کر دے گی۔ (ایمانی کمزوریاں اوران کاعلاج: ص:۹۴تا۹۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”واعلموا انما اموالکم و اولادکم فتنة“ (الانفال:۲۸) ”جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں۔“

یہ فرمان بھی ہے: ”زین للناس حب الشھوت من النساء والبنین......“ (آل عمران:۱۴)

”لوگوں کیلئے خواہشات کی محبت مزین کر دی گئی ہے یعنی عورتوں کی، بیٹوں کی، سونے چاندی کے خزانوں کی، نشان زدہ بہترین گھوڑوں کی، جانوروں اور زمینوں کی۔ یہ صرف دنیوی زندگی کا مال ومتاع ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین ٹھکانا ہے۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ما ترکت بعدی فی الناس فتنة اضر علی الرجال من النساء“

”میں نے اپنے پیچھے لوگوں میں مردوں کیلئے عورتوں سے بڑا نقصان دہ فتنہ اور کوئی نہیں چھوڑا“

تنبیہ : اس سے مقصود یہ نہیں کہ انسان بیوی اور اولاد سے الگ ہو جائے اور کاروبار چھوڑ دے، مقصد صرف اتنا ہے کہ ان چیزوں کو اپنے دین کیلئے فتنہ نہ بننے دے۔ اپنی بیوی اور اولاد کی دین پر تربیت کر کے دین کو قوت دے، مال کو حلال ذرائع سے کما کر دین قائم کرے۔ نیکی کی راہ میں خرچ کر کے اپنی آخرت کو بہتر بنائے۔ مقصد اس بات سے خبردار کرنا ہے کہ اگر ان چیزوں کی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر غالب آ گئی تو ایمان کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ (ایمانی کمزوریاں اوران کاعلاج: ص:۹۹)

اسلاف صوفیاء کرام کا خوف آخرت:۔ ایوب رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے سنا انہوں نے نماز کے اندر ایک آیت کو بار بار بیس سے بھی زیادہ دفعہ تلاوت کیا اور وہ آیت یہ تھی: ”واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله......“ (البقرۃ:۲۸۱)

”اور اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے۔

ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن فضیل رحمہ اللہ یہ آیت پڑھ رہے تھے: ”ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالو یالیتنا نرد“ (الانعام:۲۷)

”اور اگر آپ وہ منظر دیکھ لیں جب یہ آگ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو کہیں گے کاش! ہم واپس لوٹا دیئے جائیں۔“

تو یہ آیت پڑھتے پڑھتے ہی وہ فوت ہو گئے تھے اور میں نے ان کا جنازہ پڑھا۔ (ایمانی کمزوریاں اوران کاعلاج: ص:۱۱۲)

باطن یعنی دل کی اہمیت: اللہ عزوجل کی عظمت وشان اور صفات کی پہچان سے ہی دل میں اللہ کی عظمت واحترام آ جائے گا اور شرک کی خباثت سے حفاظت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کے جذبات پیدا ہوں گے۔ کیونکہ باقی اعضائے جسم دل کے تابع ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا: ”الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و ان فسدت فسد الجسد کله الا و ھی

القلب ""جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوگا اور اگر اس میں فساد ہوگا تو سارے جسم میں فساد ہوگا۔ اور وہ ٹکڑا دل ہے"(ایمانی کمزوریاں اور ان کا علاج :ص:۱۱۵-۱۱۶)

صوفیاء کے کثرت ذکر کے دلائل:۔ ضعفِ ایمان کے علاج میں انتہائی اہمیت کا حامل طریقہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ ایک لمبی حدیث میں ذکر کو شیطان سے حفاظت کیلئے قلعہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ شیطان کو بھگانے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ دلوں کی صفائی کرتا ہے اور ان کی بیماری کا علاج کرتا ہے اور اعمال صالحہ کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

"یاایھاالذین امنوا اذکروالله ذکرا کثیرا............"(الاحزاب:۴۱-۴۳)

"اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہ ذات تم پر رحمت بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں تاکہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف لے آئے اور وہ مومنوں کے ساتھ خصوصی رحمت کرنے والا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کو جس پر اسلام کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوگئیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"لایزال لسانك رطبا من ذکر الله"(جامع ترمذی:۳۳۷۵)"تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے"

ذکر کے دل پر اثرات کا اثر قرآن کے اس بیان سے ظاہر ہے:"الابذکر الله تطمئن القلوب"(رعد:۲۸)

"خبردار! اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔"دوسرے مقام پر فرمایا:"واذکر ربك اذا نسیت"(الکھف:۲۴)

"جب بھول جائیں تو کفارہ کیلئے رب کا ذکر کریں۔" (ایمانی کمزوریاں اور ان کا علاج :ص:۱۴۵-۱۴۶)

موت کے وقت کی عجیب حالتیں:۔ (۱) ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک آدمی سے موت کے وقت کہا گیا: "لا الہ الا اللہ" پڑھو تو اس نے کہا میرے اندر ہمت نہیں کہ میں اسے پڑھ سکوں۔

(۲) ایک اور شخص سے کہا گیا کہ "لا اله الا الله" پڑھو۔ تو وہ آگے سے گانے لگ گیا۔

(۳) ایک تاجر سے جسے تجارت نے اللہ سے غافل کر رکھا تھا، موت کے وقت کہا گیا "لاالـه الا الـلـه" پڑھو۔ تو وہ کہنے لگا، یہ قطعہ بڑا بہترین ہے، یہ آپ کو بڑا مناسب رہے گا۔ لے لو، سستا ہی ہے۔ اسی طرح کہتا کہتا مر گیا۔

(۴) ملک ناصر کے ایک سپاہی کو موت کے وقت اس کا بیٹا "لا الـه الا الـلـه" کی تلقین کرنے لگا تو وہ آگے سے کہتا ہے میرا مولا ناصر ہے۔ بیٹے نے پھر کلمہ کی تلقین کی تو اس نے پھر آگے سے یہی کہا کہ ناصر میرا مولا ہے اور اسے دہراتے دہراتے مر گیا۔

(۵) ایک اور شخص سے موت کے وقت "لاالـه الا الـلـه" پڑھنے کو کہا گیا تو وہ کہنے لگا، فلاں گھر کو اس طرح تعمیر کرو، فلاں باغ میں اس طرح اصلاح کرو۔

(۶) ایک سود خور سے موت کے وقت کلمہ پڑھنے کا کہا گیا تو وہ کہنے لگا، دس کے گیارہ لوں گا اور اس طرح کہتے کہتے مر گیا۔

بعض کا رنگ کالا سیاہ ہو گیا، بعض کا چہرہ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا تھا۔ ابن جوزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، میں نے بعض ایسے افراد سے جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ یہ بہت اچھے لوگ ہیں، موت کے وقت سنا وہ کہہ رہے تھے "میرے رب! میرے اوپر کیوں ظلم کرتا ہے؟" بستر موت پر اس نے اللہ پر ظلم کی تہمت لگا دی۔ ابن جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں اس کے بعد ہمیشہ پریشان ہی رہا ہوں۔

ان کے برے انجام میں کس قدر عبرتیں ہیں اور جن کا ہمیں علم نہیں ہو سکا پتہ نہیں ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

سچی بات ہے کہ جو شخص زندگی میں اللہ سے محبت کرتا ہو، اس کی اطاعت کرتا ہو، اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہو وہ موت کے وقت اللہ کی ملاقات پر خوش ہوتا ہے اور مطمئن ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے دور، اس کے رسول ﷺ سے دور، دین سے بےزار رہا ہو تو موت کے وقت دولت، جائیداد اور رشتہ داریاں، برادریاں تو رہ جائیں گی دنیا میں ہی اکیلے آگے جانا ہے۔ تو اس وقت پھر بندہ اللہ کی ملاقات کو پسند نہیں

کرتا اور نہ ہی اسے اپنی بے دینی کی وجہ سے کلمہ کی توفیق ملتی ہے۔ اس برے انجام سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنی طبیعتوں کو دینی اور فرمانبرداری سے محبت کرنے والا بنائیں اور دلوں میں ایمان کا نور روشن کریں۔ (ایمانی کمزوریاں اوران کا علاج:ص:۱۵۲)

صوفیائے کرام کے سادگی لباس کی دلیل:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''البذاذة من الایمان ''(ابن ماجہ کتاب الزھد)

''سادگی اور زیب وزینت کا ترک کرنا ایمان کا حصہ ہے''۔

دوسری حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''من ترك اللباس تواضعا لله وهو يقدر عليه دعاه الله يوم القيامة على رؤس الخلائق حتى يخيره من اى حلل الايمان شاء يلبسها'(جامع ترمذی)

''جو شخص صرف اللہ کیلئے تواضع وعاجزی کرتے ہوئے بہترین لباس چھوڑ دے گا قیامت والے دن ساری مخلوقات کے سامنے اللہ اسے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ ایمان کے ''حلّہ جات''(لباسوں) میں سے جو چاہے پہن لو'(ایمانی کمزوریاں اوران کا علاج:ص:۱۵۴)

صوفیائے کرام کے محاسبہ نفس کی دلیل:۔ ''یایھاالذین امنو اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد''(الحشر:۱۸)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس یہ غور کرے کہ وہ کل (قیامت) کیلئے کیا آگے بھیج رہا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے:''حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا''(جامع ترمذی:۲۴۵۹)

''اپنے آپ کا محاسبہ کیا کرو اس سے پہلے کہ (اللہ کی طرف سے) تمہارا محاسبہ کیا جائے۔''

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں، آپ مومن کو اپنا محاسبہ کرتے ہی پائیں گے۔ میمون بن مہران رحمہ اللہ کہتے ہیں، صاحب تقویٰ شخص کنجوس ساتھی سے بھی زیادہ سخت اپنا حساب کتاب کرتا ہے ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، نفس کو محاسبہ سے آزاد اور خواہشات کے پیچھے لگا دینا ہلاکت ہے۔ اس لیے ہر مومن کو چاہیے کہ اپنے شب وروز کا حساب کرے کہ آج کتنی فرمانبرداریاں کی ہیں، کتنی نافرمانیاں ہوئی ہیں۔ قیامت کیلئے کتنا کام کیا ہے۔ اس سے بھی اس کے اندر ایمان کے جذبات پیدا ہوں گے۔ (ایمانی کمزوریاں اوران کا علاج:ص:۱۵۸-۱۵۹)

نام کتاب:۔الدعاء المقبول اسلامی وظائف
مصنف:۔شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

صوفیا کے کثرت ذکر کا نصوص سے ثبوت:۔ ذکر الٰہی (یاد الٰہی) یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے کیا ثواب ملتا ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ ذکر الٰہی تمام عبادتوں کا خلاصہ ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تکبیر، تحمید، تہلیل، تلاوت قرآن مجید وغیرہ سب ذکر الٰہی کی شاخیں ہیں اور سب عبادتوں کا مقصد یہی ذکر الٰہی ہی ہے کہ بندہ ہر وقت اپنے آقا و مالک کی یاد میں لگا رہے کیونکہ وہ اسی لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا''وما خلقت الجن و الانس الا ليعبدون ''ہم نے جن وانسان کو اپنی عبادت ہی کیلئے پیدا کیا ہے اگر بندہ اس عبادت وذکر الٰہی کو ادا کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو فراموش نہیں کرے گا کیوں کہ وہ خود فرماتا ہے''فاذكرونی اذكركم ''میرے بندو! تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور فرمایا:''واذكر والله كثيرا لعلكم تفلحون''۔تم اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔ جو لوگ یاد الٰہی میں ہر وقت لگے رہتے ہیں ان کیلئے بڑے بڑے درجے ہیں۔ فرمایا:''الذين يذكرون الله قياما وقعود اوعلے جنوبهم ''عقلمند وہ لوگ ہیں جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے، لیٹے یاد کرتے رہتے ہیں۔ کبھی بھی اس کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔ فرمایا:''اذكر ربك فی نفسك تضرعا وخيفةو دون الجهر من القول بالغدو والاصال ولا تكن من الغافلين'' (اے نبی) تم اپنے رب کو یاد کرو صبح وشام تضرع وزاری سے اور پوشیدہ طور سے اور غفلت کرنے والوں میں سے مت ہو۔''اور فرمایا:"ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ولذكر الله اكبر"۔ نماز حرکات ناشائستہ سے روکتی ہے اور یاد الٰہی تو سب سے بڑی چیز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قدسی میں فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''انا عند ظن عبدی بی و انا معه اذا ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي و ان ذكرني فے ملاء ذكرته في ملاء خير منه'' ۔ میں اپنے بندے کے گمان کے موافق ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ رہتا ہوں اگر اس نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اگر اس نے مجھے کسی جماعت میں یاد کیا تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن کس بندے کا درجہ سب سے بڑا ہوگا ''فقال الذاکرون اللہ کثیرو الذاکرات'' ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان مردوں اور عورتوں کا جو یاد الٰہی زیادہ کرنے والے ہوں گے بڑا درجہ ہوگا ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا، کیا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنیوالے سے بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں مجاہد شہید سے بھی ذکر الٰہی کرنیوالوں کا زیادہ درجہ ہے اور فرمایا یاد الٰہی کرنے والوں کی مثال زندوں کی سی ہے اور اس سے غفلت کرنیوالوں کی مُردوں کی سی ۔ (ابوداؤد، احمد، ترمذی)

اور فرمایا جو قوم ذکر الٰہی کیلئے کسی جگہ بیٹھتی ہے تو اس کو رحمت کے فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت خداوندی کی اس پر بارش ہوتی ہے اور کھڑے ہوتے وقت ان سے کہا جاتا ہے ''قوموا قد غفرت ذنوبکم ''کھڑے ہو جاؤ تمہارے سب گناہ بخش دیئے ۔ (بخاری و مسلم)

اور ذکر الٰہی کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے مباہات (فخر) کرتا ہے کہ میرے بندے مجھے دنیا میں یاد کر رہے ہیں ۔ (طبرانی، بیہقی)

اور فرمایا ''لكل شي صقالة و صقالة القلوب ذكر الله'' ۔ ہر چیز کو جلا دینے والی کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کو جلا و چمکانے والی چیز یاد الٰہی ہے ۔ یعنی ذکر الٰہی کی وجہ سے دل صاف ہوتا اور میل کچیل نکل جاتا ہے اور دل میں سکون و طمانیت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''الا بذکر اللہ تطمئن القلوب'' ۔ اللہ کی یاد کرنے کی وجہ سے دل مطمئن ہو جاتا ہے ۔ کیوں کہ جو دل ذکر الٰہی سے خالی ہوگا اس پر شیطان مسلط ہوگا اس لیے کہا جاتا ہے کہ ''ان الشیطان جاثم علے قلب ابن ادم اذا ذکر اللہ خنس و اذا غفل وسوس الیہ'' (خازن) شیطان انسان کے دل پر قابض رہتا ہے ۔ جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو اس میں وسوسہ ڈالتا ہے اس لیے فرمایا غافلین کے درمیان ذکر الٰہی کرنے والے بھگوڑوں کے پیچھے جہاد کرنے والے ہیں ۔ (مؤطا امام مالک مشکوٰۃ)

اور فرمایا ''اكثروا ذكر الله حتي يقول المنافقون انكم مراء ون'' ۔

تم ذکر الٰہی اس قدر زیادہ کرو کہ منافقین اس کثرت کو دیکھ کر ریا کار کہنے لگیں اور کہنے والے تم کو پاگل اور مجنون بنائیں (ابن حبان) اور فرمایا جو لوگ مجلس سے بلا ذکر الٰہی کیے چلے آتے ہیں وہ قیامت کے روز ندامت اٹھائیں گے ۔

اور فرمایا جو صبح کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک ذکر الٰہی کرتا ہے اس کو بنی اسماعیل کے چار غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو عصر کی نماز پڑھ کر غروب آفتاب تک یاد الٰہی میں مصروف رہے گا اس کو بھی چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا (ابوداؤد)

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کرنے والا اپنے کو محفوظ قلعہ میں داخل کر لیتا ہے ۔ شیطان اس کو گمراہ نہیں کر سکتا ۔ (ترمذی، ابن حبان، احمد) نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ کون سا مال افضل ہے جس کا ہم ذخیرہ بنائیں آپ نے فرمایا: افضله لسان ذاكر و قلب شاكر و زوجة مومنة سب سے بہتر یاد الٰہی کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور مومنہ نیک بیوی ہے ۔

ذکر الٰہی کے درجات:۔ ذکر الٰہی کی فضیلت کے بعد اس کے درجوں کو بھی معلوم کر لینا مناسب ہے تاکہ ہر شخص بہتر سے بہتر درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرے ۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے ۔ (آمین)

ذکر الٰہی کے چار درجے ہیں ۔ (۱) صرف زبان سے ذکر الٰہی ہو اور دل اس سے غافل ہو ۔ اس کا بہت ہی کم اثر ہوتا ہے مگر بیہودہ گوئی سے تو لاکھ درجہ بہتر ہے ۔ (۲) ذکر قلبی ہو مگر یہ ذکر دل میں قرار نہ پکڑے ۔ بہت مشکلوں سے وہ ذکر پر آمادہ ہوتا ہے ۔ (۳) ذکر دل میں جم گیا اور کاموں کی طرف اس کا دل نہیں لگتا ۔ (۴) ذکر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی محبت و خیال دل میں بس گیا اور ذکر قلبی کے ساتھ تمام اعضاء بلکہ اس کے ذکر کی وجہ

سے تمام چیزیں ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ یہ ذکر کا آخری درجہ ہے: دل صاف ہو کر سورج کی طرح چمکنے لگتا ہے۔ ''قد افلح من زکھا''۔

جس نے نفس کو صاف کر لیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ ذکر الٰہی کے بہت سے فائدے ہیں۔ جن کو شیخ الاسلام علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ''الوابل الصیب'' میں بیان فرمایا ہے یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ آگے چل کر ''لا الـہ الا الـلـہ'' کے بیان میں کچھ فائدے بیان کیے جائیں گے اور یہی ''لاالہ الا اللہ'' سب ذکروں سے بہتر ذکر ہے۔ (الدعاء المقبول: ص: ۴۲ تا ۴۶)

علمائے اہلحدیث میں قرآن کا ادب:۔ افضل عبادة اُمتی قراءة القرآن۔ (بیہقی)

میری امت کی بہترین عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے اور قرآن مجید کی ظاہری تعظیم بھی کرنی چاہیے اس سے بہت ثواب ملتا ہے۔ زمین پر قرآن مجید کے گرے ہوئے ورقوں کا اٹھانے والا اللہ کا ولی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام کے لکھے ہوئے کاغذوں کو زمین سے اٹھانے والے علیین میں بلند مرتبہ پائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

> ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن كتاب يلقى بمضية من الارض الا بعث الله عزوجل اليه ملائكته يحفظونه باجنحتهم ويقدسونه حتى يبعث الله و ليا من اوليائه فير فعه من الارض و من رفع كتابا من الارض فيه اسم من اسماء الله تعالىٰ رفع الله اسمه و خفف عن والديه العذاب و ان كان كافرين''۔ (الطبرانی الصغیر: ج۱۔ ص: ۱۴۴)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمین پر جب کوئی کتاب گر پڑتی ہے تو اس کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے۔ وہ فرشتے اپنے پروں سے اس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں میں سے کسی ولی کو بھیج دیتا ہے وہ اس کو زمین سے اٹھالیتا ہے اور جو زمین سے کسی ایسی کتاب (کاغذ) کو اٹھائے جس میں اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے نام کو علیین میں بلند کرے گا اور اس کے ماں باپ کے عذاب میں کمی کر دے گا اگرچہ اس کے ماں باپ کافر ہوں۔ (الدعاء المقبول: ص: ۴۸-۴۹)

بسم اللہ کی فضیلت پر علمائے اہلحدیث کے مجرب وظائف: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس اچھے کام کے شروع میں ''بسم اللہ'' نہ پڑھی جائے تو وہ کام ادھورا و ناقص ہی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو ہر کام کے شروع میں ضرور پڑھنا چاہیے۔ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ مشہور محدث فرماتے ہیں کہ ''بسم اللہ'' کو ایسی شرافت و سلطنت حاصل ہے جو اور کلموں کو حاصل نہیں۔ ذبیحہ اسی سے حلال ہوتا ہے، تمام عبادتوں وطہارتوں میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ سچے دل سے کہنے والا نہ دریا میں غرق ہوگا، نہ آگ میں جلے گا، نہ سانپ، بچھو اس کو ڈسے گا اور دوزخ کے زبانیہ (فرشتوں) سے محفوظ رہے گا۔ (فصل الخطاب فی فضل الکتاب) حضرت علی رضی اللہ نے ایک بسم اللہ لکھنے والے کو دیکھ کر فرمایا:

> ''جود هافان رجلا جودها فغفرله''۔ (الداءوالدواء)

اس کو اچھا کر کے لکھو۔ کیوں کہ ایک شخص نے ''بسم اللہ'' کو بہت خوش خط و اچھا اچھا لکھا تھا اس کو بخش دیا گیا۔ حضرت مجدد الدین مجاہد ملت والہ جاہ نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ (جو ان دعاؤں کی برکت سے نوابی کے تخت پر متمکن ہوئے) ''بسم اللہ'' کے خصائص کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو شخص ''بسم اللہ'' کو زیادہ پڑھا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو روزی زیادہ عطا فرمائے گا۔ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت ہوگی، سوتے وقت ۲۱ بار پڑھنے سے اس رات جن وانسان و شیطان کے شر و فساد اور چوری، ڈاکہ اور آگ لگنے اور اچانک موت کے آجانے اور تمام بلاؤں و آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ دیوانے کے کان میں ۴۱ مرتبہ پڑھنے سے جلد صحت یابی ہو جاتی ہے۔ مرگی والے پر دم کرنے سے جلد افاقہ ہوتا ہے۔ ظالم و جابر حاکم کے سامنے پچاس بار پڑھنے سے اس کے دل میں رعب و خوف آ جاتا ہے۔ تکلیف زدہ اور جادو کیے ہوئے (مسحور) آدمی پر متواتر سات دن تک سو سو بار پڑھنے سے خدا کے حکم سے جادو اور تکلیف کی شکایت دور ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بے شمار فائدے ہیں جن کا اہل علم وعمل نے تجربہ کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ سچ فرماتے ہیں کہ لوگ اللہ کی ایک آیت سے غافل ہیں حالانکہ وہ

آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی پر نہیں اتری۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو دوزخ کے فرشتے (زبانیہ) سے نجات چاہے وہ ''بسم اللہ'' پڑھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روم کے بادشاہ نے خط لکھا کہ میرے سر میں ہمیشہ درد رہتا ہے، کبھی بند نہیں ہوتا۔ آپ کوئی دوا روانہ فرمائیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک **ٹوپی** بھیجی۔ جب بادشاہ اس **ٹوپی** کو سر پر رکھتا تو سر کا درد موقوف ہو جاتا، جب اس کو اتار دیتا پھر درد ہونے لگتا، اس کو بہت تعجب ہوا، **ٹوپی** میں دیکھا تو صرف ''بسم الله الرحمن الرحيم'' کے سوا کچھ نہیں لکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اس ''بسم اللہ'' کی برکت سے ہی دردِ سر موقوف ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا:

''ما اكرم هذا الذی وعزه شفانی واحد منه''۔ پھر وہ پکا مسلمان ہو گیا۔ (کتابۃ الداء والدوا بحوالہ الدعاء المقبول: ص: ۵۰-۵۱)

مولانا عبدالسلام بستوی کے مجرب عملیات:

سورۂ فاتحہ کی خاصیت یہ ہے کہ ہر بیماری کیلئے باعث شفاء ہے۔ وباء، طاعون زدہ پر ''بسم اللہ'' اور ''الحمد للہ'' دو دو بار پڑھ کر دم کرنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت جلد شفا ہو گی۔ علامہ ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مغرب کے فرض و سنت کے بعد اسی جگہ پر چالیس مرتبہ پڑھے اور اس جگہ سے اٹھے نہیں تو اللہ تعالیٰ سے جو حاجت مانگے گا پائے گا۔ اگر قیدی ایک سو اکیس بار پڑھ کر بیڑی پر دس بار دم کرے تو وہ اللہ کے حکم سے رہا ہو جائے گا۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''كل داءٍ له دواء و انا احسنت المداوة بالفاتحة وجدت لها تاثيرا عجيبا فی الشفاء''۔ (الجواب الكافی بحوالہ۔ الدعاء المقبول: ص: ۵۲-۵۳)

آیت الکرسی کی فضیلت: اس مقدس آیت کی بڑی بزرگی ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں میں سب سے بڑی آیت ہے۔ (مسلم) سوتے وقت اس کے پڑھنے سے رات بھر شیطان قریب نہیں آ سکتا۔ اللہ کی طرف سے نگہبانی ہوتی ہے۔ ہر نماز کے بعد پڑھنے والا جنت میں داخل ہو گا۔ (طبرانی) اس آیت میں اسم اعظم (الحیّ القیوم) ہے اور پچاس کلمے ہیں اور ہر کلمے میں پچاس برکتیں ہیں۔ اس کے پڑھنے سے رنج و غم دور ہو جاتا ہے۔ روزی میں کشائش ہوتی ہے۔ گھر سے نکلتے وقت پڑھنے سے مقصد میں کامیابی ہوتی ہے۔ شیطان ہٹ جاتے ہیں اور ہر آفت و بلا سے محفوظ رہتا ہے۔ جہاتِ ستہ اور داخل جوف میں پڑھنے سے ایک مضبوط قلعہ حفاظت کیلئے ہو جاتا ہے۔ کوئی چور ڈاکو داخل نہیں ہو سکتا۔ (الدعاء المقبول: ص: ۵۴)

دشمنوں سے نجات، ان پر غلبہ اور فتحیابی کی دعا: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی دعا ہے۔ لڑائی کے وقت اس دعا کو پڑھنا چاہیے۔

''ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا على القوم الكفرين'' (آل عمران: پ۴، آیت: ۱۴۷)

دشمنوں پر غلبہ کیلئے حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ''ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين''۔

(سورۂ اعراف، پ: ۹، آیت ۸۹) (الدعا المقبول: ص: ۷۴)

ظالموں سے نجات حاصل کرنے کی دعا:۔ یہ کمزور مسلمانوں کی دعا ہے جو مکہ میں مجبوراً مقیم تھے۔ ظالموں سے نجات حاصل کرنے کیلئے یہ دعا مجرب ہے:

''ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها واجعل لنا من لدنك وليا و اجعل لنا من لدنك نصيرا''۔ (سورۂ یونس، پ: ۱۱، آیت ۸۵-۸۶) (الدعاء المقبول: ص: ۷۵)

ظالموں کی معیت سے پناہ مانگنے کی دعا یہ اعراف والوں کی دعا ہے۔ ''ربنا لاتجعلنا مع القوم الظلمين'' (سورۂ اعراف، پ: ۷، آیت ۴۷)

کافروں کے ظلم اور فتنے سے بچنے کی دعا:۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے زمانے کے مسلمانوں کی دعا ہے۔

''ربنا عليك توكلنا و اليك انبنا و اليك المصير'' (سورۃ الممتحنہ، پ۲۸، آیت ۴، ۵)

مفسد لوگوں پر فتح حاصل کرنے کی دعا:۔ حضرت لوط علیہ السلام کی دعا ہے:

”رب انصرني على القوم المفسدين“۔ (سورة العنكبوت، پ: ۲۰، آیت ۳۰)

بے دین کی صحبت سے نجات پانے کی دعا:۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی دعا ہے:

”رب نجني و اهلي مما يعملون“ (سورۂ الشعراء، پ۱۹، آیت ۱۶۹) (الدعاء المقبول :ص:۷۶-۷۷)

سلب مرض کی دعا:۔ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا ہے مصیبت میں یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

”انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمين“ (سورۃ الانبیاء، پ:۱۷، آیت :۸۲) (الدعاء المقبول :ص:۸۳)

دوزخ سے پناہ مانگنے کی دعا:۔ یہ نیک بندوں کی دعا ہے جو دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

”ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما انها ساء ت مستقرا و مقاما“۔ (سورۂ الفرقان، پ:۱۹، آیۃ ۶۶)
(الدعاء المقبول :ص:۸۴)

ذکر نفی اثبات کی فضیلت: کلمہ طیبہ کی احادیث میں بہت فضیلت مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے ”لااله الا الله“ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

اور دوسری حدیث میں فرمایا اگر تمام آسمان اور زمین والے ایک پلے میں رکھے جائیں اور ”لا الـه الا الـلـه“ کو دوسرے پلے میں تو کلمہ طیبہ کا پلہ بھاری ہوگا۔ (ابن حبان)

اور فرمایا قیامت کے روز سب سے زیادہ شفاعت کا وہی مستحق ہوگا جو سچے دل سے کلمۂ طیبہ پڑھتا ہے۔ (بخاری)

اور فرمایا قیامت کے روز ننانوے سجلات وہ کلمہ طیبہ کا پرچہ ترازو میں رکھ کر تولا جائے گا تو کلمہ طیبہ کا پرچہ بھاری ہوگا۔ (ابن ماجہ)

اور فرمایا سب ذکروں سے بہتر ذکر ”لااله الا الله“ ہے۔ (ترمذی)

اور فرمایا تم اپنے ایمان کو نیا کرو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایمان کو کس طرح نیا کریں فرمایا: ”لا اله الا الله“ کثرت سے پڑھا کرو (احمد طبرانی)

اور فرمایا جو ”لااله الا الله وحده لا شريك له‘ له الملك وله الحمد يحيي و يميت و هو على كل شيٍ قدير“ کو دس مرتبہ پڑھے گا تو وہ چار غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب پائے گا۔ اور سو مرتبہ پڑھنے سے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب پائے گا اور سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو گناہ معاف ہوں گے اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا مگر جو اس سے زیادہ پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

اور فرمایا ”لا اله الا الله والله اكبر“ یہ دو کلمے ہیں پہلے کلمہ کو عرش تک پہنچنے میں کوئی روک نہیں، اور دوسرا آسمان اور زمین کے بیچ کو بھی بھر دیتا ہے۔ (الدعاء المقبول :ص:۳۹۴-۳۹۵)

علمائے اہلحدیث کا ذوق درود وسلام: درود شریف کی بہت بڑی بزرگی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد سب سے بہتر عبادت درود شریف کا وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”ان الله و ملئكته يصلون على النبي ياايهاالذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما“

اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اپنے نبی (ﷺ) پر درود اور سلام بھیجو۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے (مسلم)

اور اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ دس درجے بلند ہوتے ہیں (نسائی)

اور ایک روایت میں ہے کہ جو ایک بار آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر رحمتیں بھیجتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی دعا کا ایک تہائی حصہ درود ہی کو بناتا ہوں آپ نے فرمایا اگر اس سے زیادہ کرو گے تو افضل ہوگا۔ حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا میں اپنی تمام دعا کا وقت آپ کے اوپر درود بھیجنے کا مقرر کرتا ہوں آپ نے فرمایا: ”اذا يكفيك الله امرك من دنياك و آخرتك“ اس وقت اللہ تعالیٰ تیرے دنیا و آخرت کے کاموں کو کافی ہوگا۔

سچ ہے درود شریف کی برکت سے دنیا اور آخرت کی مصیبت دور ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب رحمہما اللہ فرماتے ہیں۔ ''بها وجدنا ما وجدنا'' یعنی اسی درود شریف ہی سے ملا جو کچھ ملا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میرے اوپر محبت وشوق سے جتنا ہی زیادہ درود بھیجے گا میں اس کیلئے قیامت کے دن شفیع وشہید ہوں گا۔ اور دس غلام آزاد کرنے کا ثواب پائے گا۔ (القول البدیع) اور فرمایا جو میرا نام سن کر مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بڑا بخیل ہے (ترمذی)

اور فرمایا قیامت کے روز سب سے زیادہ قریب مجھ سے وہ ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں، میری اُمت کے سلام کو مجھ پر پیش کرتے رہتے ہیں۔ (نسائی، دارمی)

اور اللہ میری روح کو لوٹا دیتا ہے میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (ابوداؤد)

اور فرمایا جو پورے پورے ثواب لینے سے خوش ہو تو اس کو چاہیے کہ نبی اور آلِ نبی ﷺ پر درود اور سلام بھیجے۔ (ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تک نبی ﷺ پر درود نہ بھیجو گے تمہاری دعائیں زمین و آسمان کے درمیان لٹکتی رہیں گی۔ درود پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے۔ (ترمذی)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرمائے گا اور جو سو بار پڑھے گا تو وہ نفاق و دوزخ سے بری ہوگا۔ قیامت کے روز شہیدوں کے ساتھ رہے گا۔ (طبرانی)

درود شریف کے بے شمار فضائل ہیں جن کو محرر سطور بیان کرنے سے قاصر ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ''القول البدیع'' اور مجدد ملت حضرت سید صدیق حسن رحمہ اللہ نے ''نزل الابرار'' اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''جلاء الافہام'' میں نہایت بسط و تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

''و ان شئت زيادة التحقيق فطالعها''۔

درود شریف کے پڑھنے کے مقامات واوقات:۔ ان تینوں حضرات نے فرمایا ہے کہ مندرجہ ذیل مقامات پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ (۱) نماز کے تشہد اُولیٰ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک، تشہد آخیرہ میں بالاتفاق، (۲) قنوت کے آخر میں (۳) نماز جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد (۴) خطبہ میں (۵) موذن کے آذان کے جواب کے بعد واقامت کے وقت (۶) دعا کرتے وقت اوّل، درمیان آخر میں (۷) مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اس سے باہر نکلتے وقت (۸) صفا مروہ پر (۹) مجلس میں (۱۰) رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک سننے کے وقت (۱۱) لبیک سے فارغ ہونے کے بعد (۱۲) حجرِ اسود کے بوسہ لیتے وقت (۱۳) بازار میں جانے کے وقت، اور واپسی کے وقت (۱۴) رات کو سو کر کھڑے ہونے کے وقت (۱۵) قرآن مجید کے ختم کرنے کے بعد (۱۶) رنج وغم کے وقت (۱۷) جمعہ کے دن (۱۸) مسجد کے پاس سے گزرنے اور اس کے دیکھنے کے وقت (۱۹) رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک لکھتے وقت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من صلے علي في كتاب لم تزل الملئكة ليستغفرون له مادا م اسمي في ذالك الكتاب و في رواية لم تزلِ الصلوٰة جارية له مادام اسمي في ذالك الكتاب۔ (ابوالشیخ: نزل الابرار: ص۱۸۲)

جو کتاب لکھنے میں میرے اوپر درود بھیجے گا تو فرشتے ہمیشہ اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا ﷺ دائماً۔ سبحان اللہ کیا شان عظمٰی اور نعمت کبریٰ ہے۔ موجودہ زمانے کے مؤلفین اور مصنفین رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کے بعد صرف (صلعم) لکھ کر اکتفا کرتے ہیں۔ خاکسار محرر سطور کے نزدیک یہ غایت شعاری کو مستحسن نہیں ہے۔ محدثین کرام رضی اللہ عنہم نے اس غایت شعاری کو پسند نہیں فرمایا، بلکہ ہر جگہ نام مبارک پر صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ تحریر فرمایا اور اسی وجہ سے ان کی مغفرت ہوئی۔

(نزل الابرار: ص: ۱۴۲-۱۴۳)

(۲۰) صبح وشام کے وقت (۲۱) گناہ سے توبہ کے وقت (۲۲) محتاجی کے وقت (۲۳) منگنی اور نکاح کے وقت (۲۴) وضو کے بعد

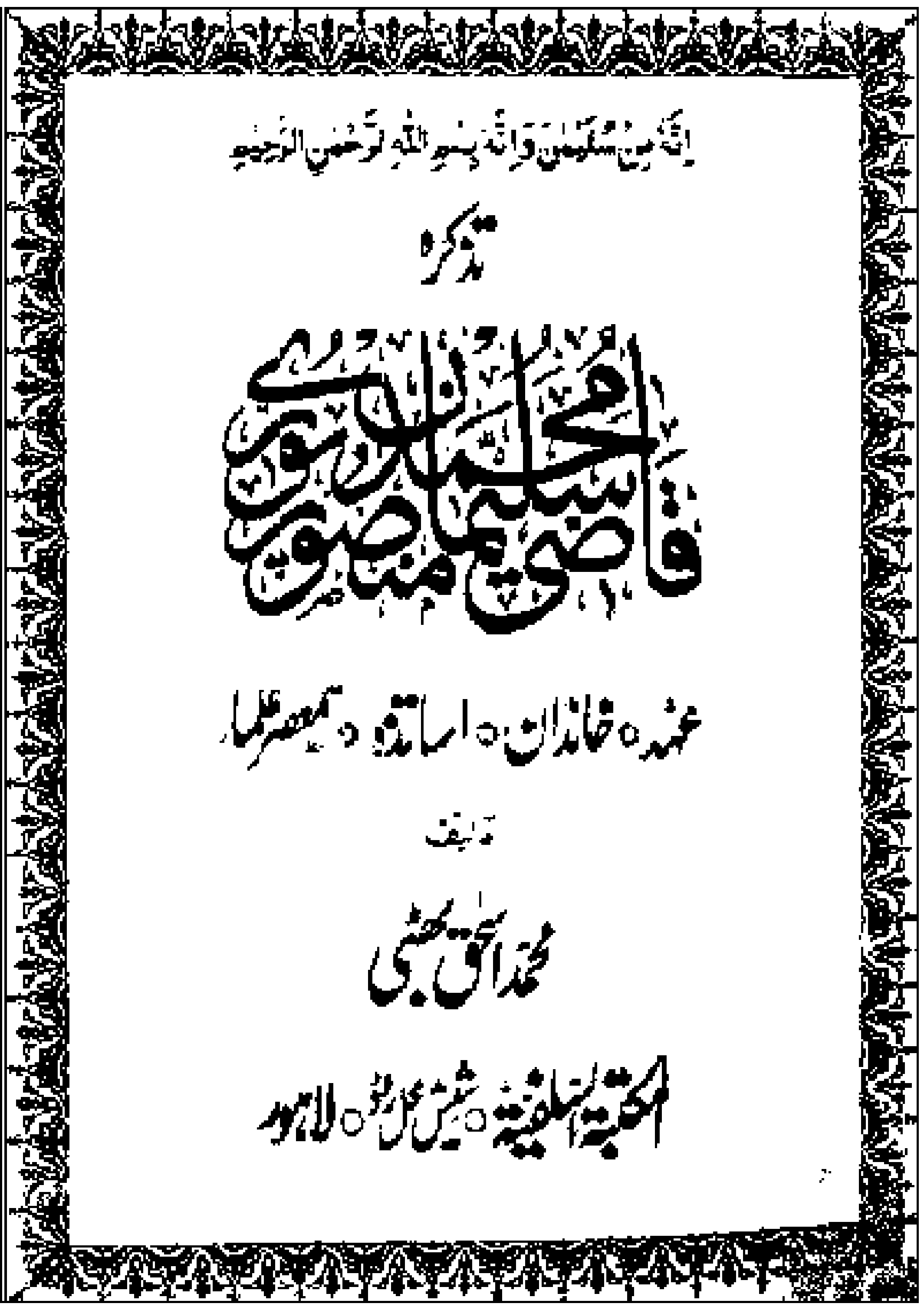

إنه من سليمان وإنه بسم الله الرحمن الرحيم

تذکرہ

قاضی محمد سلیمان منصورپوری

عہد ۰ خاندان ۰ اساتذہ ۰ معاصر علما

تالیف

محمد اسحٰق بھٹی

المکتبۃ السلفیۃ ۰ شیش محل روڈ ۰ لاہور

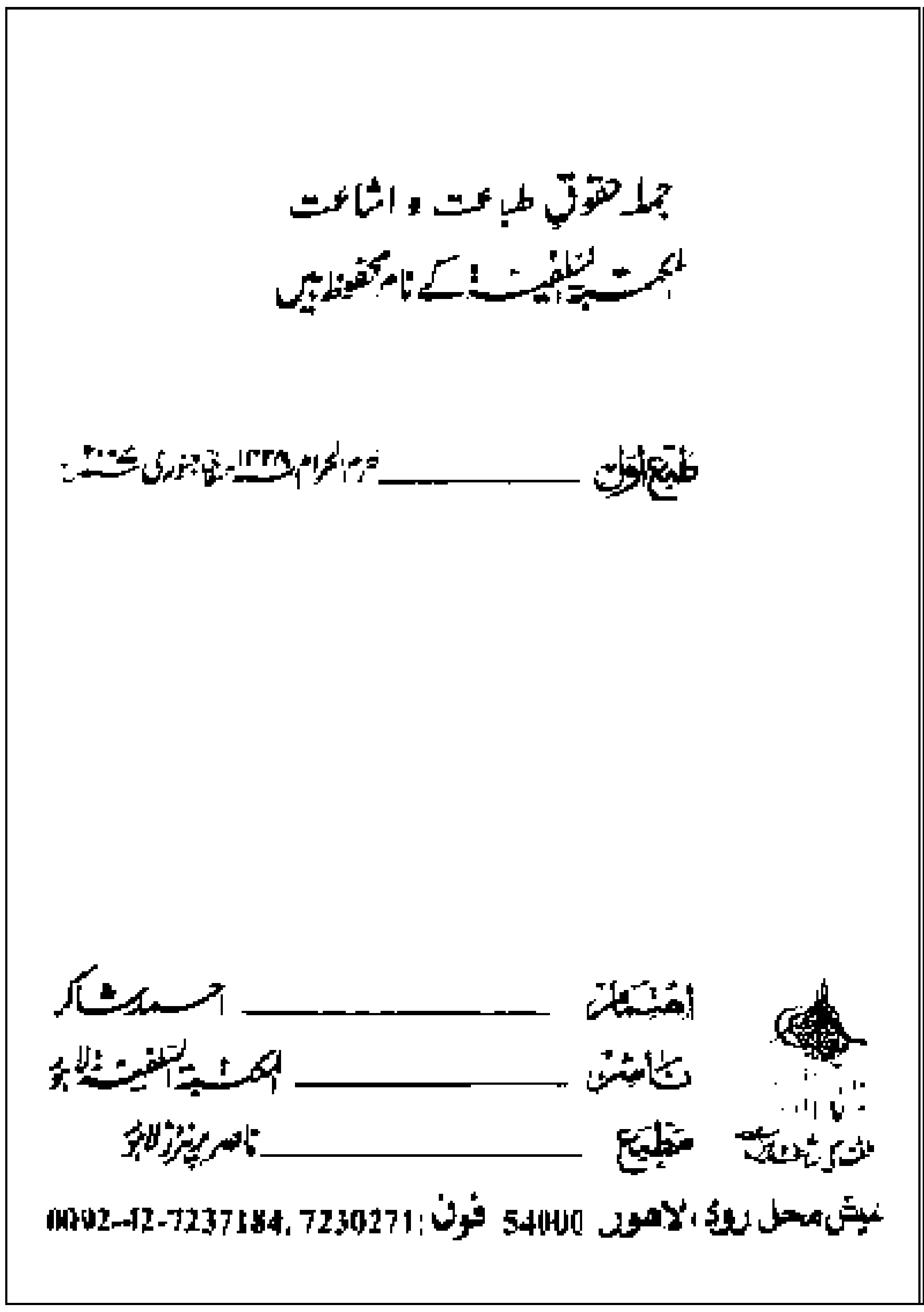

جملہ حقوق طباعت و اشاعت
المکتبۃ السلفیۃ کے نام محفوظ ہیں

طبع اول ________ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ / جنوری ۲۰۰۸ء

اہتمام ________ احمد شاکر
ناشر ________ المکتبۃ السلفیۃ لاہور
مطبع ________ ناصر پرنٹرز لاہور

شیش محل روڈ، لاہور 54000 فون: 0092-42-7237184, 7230271

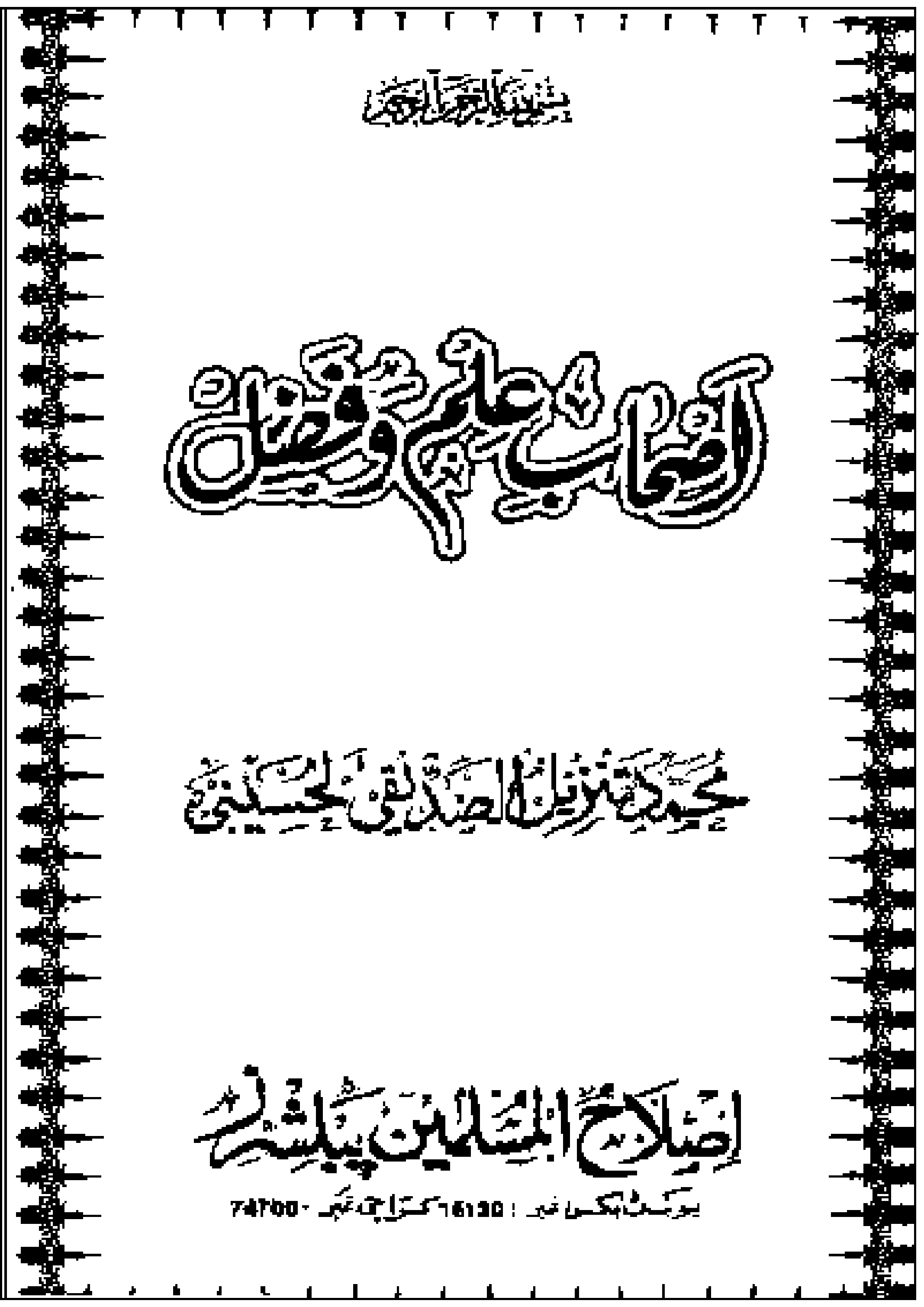

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصحابِ علم و فضل

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

اصلاح المسلمین پبلشرز
پوسٹ بکس نمبر: 16130 کراچی نمبر 74700

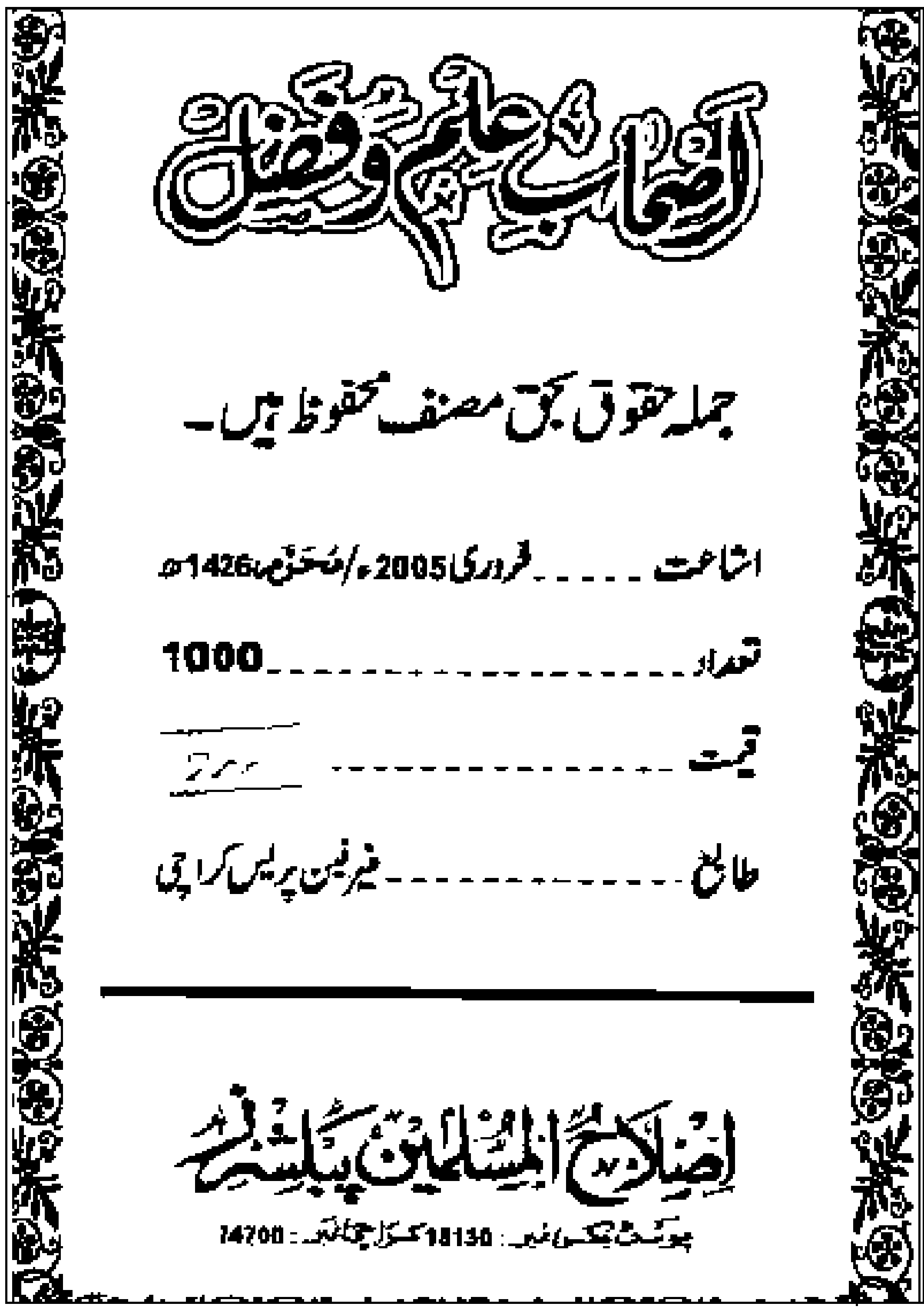

اصحابِ علم و فضل

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

اشاعت ____ فروری 2005ء / محرم 1426ھ
تعداد ____ 1000
قیمت ____ 200
طابع ____ فیرفین پریس کراچی

اصلاح المسلمین پبلشرز
پوسٹ بکس نمبر: 16130 کراچی نمبر: 74700

(۲۵) نمازوں کے بعد (۲۶) ہر کام شروع کرتے وقت۔

ان مذکورہ اوقات کے دلائل کتب ثلاثہ میں مذکور ہیں طوالت کی وجہ سے نہیں لکھے:

”اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انك حمید مجید“۔

درود شریف کے بہت فوائد ہیں جو ”نزل الابرار“ اور ”جلاء الافہام“ ”القول البدیع“ ”مفتاح الحسن“ وغیرہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ طوالت کی وجہ سے اس جگہ نہیں لکھے جا رہے ہیں۔ (الدعا المقبول: ص: ۳۹۵ تا ۳۹۹)

نام کتاب:۔ تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ عہد خاندان، اساتذہ، ہمعصر علماء

مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ

خاندانی پس منظر: قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کا مختصر سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد سلیمان بن قاضی احمد شاہ بن قاضی باللہ بن قاضی معز الدین احمد۔ قاضی صاحب کے اسلاف میں ایک بزرگ کا نام پیر محمد تھا۔ وہ عہد مغلیہ میں دہلی کے منصب قضاء پر فائز تھے، اس لیے انہیں قاضی پیر محمد رحمہ اللہ کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں خاندان کے ہر فرد کو قاضی کہا جانے لگا اور پھر یہ خاندان ”قاضی خاندان“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ قاضی پیر محمد رحمہ اللہ کی عدالتی مہر جو ان کی انگشتری میں بہ صورتِ نگینہ پیوست تھی، طویل عرصے تک اس خاندان میں محفوظ رہی۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۳۷)

خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت:۔ رات قاضی معز الدین احمد رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصور پور تشریف لائے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے انتہائی ادب سے انہیں سلام کیا اور عرض گزار ہوئے: حضور (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟

فرمایا: معز الدین! تم گھوڑے سنبھالو ہم نماز پڑھ کر نابھہ جائیں گے اور اپنے محبّ حکیم غلام فرید کو رہا کرائیں گے۔

جب تک رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے۔ قاضی معز الدین نے گھوڑوں کی باگیں پکڑے رکھیں۔

یہ خواب کی بات تھی جو ختم ہوئی۔

آنکھ کھلی تو قاضی معز الدین رحمہ اللہ حسب معمول فجر کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے نماز کے بعد قرآن مجید کا درس دیا اور لوگوں کو بتایا کہ حکیم غلام فرید پر سخت آزمائش کا وقت آپڑا تھا، مگر اللہ نے ان کو بچالیا۔

ادھر نابھہ میں جیل حکام نے صبح کو حکیم صاحب کی بیڑیاں کٹی ہوئیں اور درِ زنداں کھلا ہوا پایا۔ مہاراجا کو اس کا پتا چلا تو پنجابی میں کہا: ”اللہ والوں“ یعنی جو کچھ ہوا، اللہ کی طرف سے ہوا، ہم اس میں کچھ نہیں کر سکتے۔

اس نے حکیم صاحب سے معذرت کی اور پورے اعزاز کے ساتھ پچھلے منصب پر بحال کر دیا۔ (سیرت سلیمان، ص: ۲۶۲)

سورج نکلا تو نابھہ سے آنے والے لوگوں نے قاضی معز الدین رحمہ اللہ سے سارا واقعہ بیان کیا، جس سے خواب کی تعبیر واضح ہوگئی۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۱-۴۲)

قاضی معز الدین نقشبندی کی خدمات: قاضی معز الدین احمد رحمہ اللہ نہایت عبادت گزار اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ منصور پور اور اس کے نواح میں انہوں نے اللہ کے دین کی بڑی اشاعت کی اور کثیر تعداد میں لوگ ان کے طریق تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے متاثر ہوئے۔ یہ اس خاندان کے جلیل القدر بزرگ تھے جو اس علاقے میں آئے اور جنہوں نے ایک خاص اسلوب سے، لوگوں کے فہم کے مطابق،

دین کی نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں اللہ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔

جنات کا تعلیم حاصل کرنا:۔ قاضی معز الدین رحمہ اللہ کے بیٹے قاضی باقی باللہ تھے۔ انہوں نے بھی باپ کے ساتھ اپنے آپ کو احکام دین کی تبلیغ کیلئے وقف کیے رکھا۔ بے حد سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسب معاش کا ذریعہ زراعت تھا۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ قرآن مجید پڑھاتے اور اسلامی و دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے حدود اثر کا دائرہ منصور پور سے باہر نکل کر قرب وجوار کے قصبات و دیہات تک پھیل چکا تھا اور دینی مسائل سمجھنے اور اسلام کے اوامر و نواہی سے باخبر ہونے کیلئے بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنات بھی ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

قاضی معز الدین اور قاضی باقی باللہ رحمہما اللہ کی تواریخ ولادت و وفات کا پتا نہیں چل سکا۔ البتہ اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے لوگوں نے ان کی قبروں پر قبے بنا دیئے تھے اور باقاعدہ چراغ جلائے جاتے تھے۔ لیکن ان کے اہل خاندان نے کبھی اسے لائق التفات نہیں سمجھا۔ شنید ہے کہ آزادئ وطن کے بعد اس علاقے کے غیر مسلم معتقدین نے مسلمان بزرگوں کے بہت سے مزارات کی حفاظت وحرمت کو برقرار رکھا، جن میں قاضی معز الدین اور قاضی باقی باللہ رحمہما اللہ کے مزار بھی شامل ہیں۔

قاضی احمد شاہ رحمہ اللہ: قاضی باقی باللہ رحمہ اللہ کے بیٹے قاضی احمد شاہ تھے جو ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔

قاضی احمد شاہ رحمہ اللہ اپنے وقت کے باعمل عالم، تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ انہوں نے دو حج کیے۔ صالحیت، تقویٰ اور خشیت الٰہی ان کے وہ اوصاف تھے، جن کی وجہ سے لوگ ان کی بے حد تعظیم کرتے اور انہیں شاہ جی کہہ کر پکارتے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۲تا۴۴)

امام تصوف مجدّ دالف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا تعارف

ولادت:۔ تقسیم ملک کے بعد حکومت ہند نے ریاستیں ختم کر دی تھیں اور پٹیالہ کو ضلع کا درجہ دے دیا گیا تھا۔

پٹیالہ کی سرزمین کے مختلف مقامات میں مختلف اوقات میں بہت سے اہل علم اور اصحاب ورع وتقویٰ لوگ پیدا ہوئے۔ مجدّ دالف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے اس علاقے میں جنم لیا اور اپنے علم وعمل کی بنا پر تمام عالم اسلام میں ان کی آواز گونجی۔

ولادت سے قبل بشارات غیبیہ:۔ تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ایک مرتبہ شاہی خزانہ محافظوں کی نگرانی میں لاہور سے دہلی منتقل کیا جا رہا تھا۔ جب قافلہ اس مقام پر پہنچا جہاں اب سرہند آباد ہے تو ایک صاحبِ کشف بزرگ پر اللہ کی طرف سے منکشف ہوا کہ یہاں ایک بہت بڑا ولی پیدا ہوگا۔ اس وقت یہ تمام علاقہ ایک وسیع جنگل تھا۔ بزرگ کی یہ بات بادشاہ کے گوش گزار ہوئی تو اس نے وہاں ایک شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کی تعمیر کا کام شیخ رفیع الدین رحمہ اللہ کے سپرد ہوا۔ شیخ رفیع الدین چھٹی پشت میں شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے اجداد میں سے تھے۔ شہر کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد شیخ رفیع الدین وہیں آباد ہو گئے۔

شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے والد ماجد شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ تھے جو اپنے عہد کے معروف عالم اور متقی بزرگ تھے۔ ان کے فرزند گرامی شیخ احمد کی ولادت جمعے کے روز ۱۴۔ شوال ۹۷۱ھ (۲۶ مئی ۱۵۶۴ء) کو سرہند میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر سیالکوٹ کا عزم کیا، وہاں مولانا یعقوب صرفی کشمیری کا ہنگامۂ درس جاری تھا، ان سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۔ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ۔ ۱۹دسمبر ۱۶۵۶ء) ان کے ہم درس تھے۔ ''مجدّ دالف ثانی'' کے الفاظ ان کیلئے سب سے پہلے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے لکھے تھے۔ ''روضۂ قیومیہ'' کی روایت کے مطابق انہوں نے ایک مکتوب میں ان کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا تھا: امام ربانی، محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ۔

مجدّ دنقشبند کی روشنی سارے عالم میں: سرزمین سرہند میں ان سے پہلے بھی علمائے دین پیدا ہوئے تھے، مثلاً انہیں کے ہم نام

ایک بزرگ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء) تھے، اسی عہد کے ایک عالم دین شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ سرہندی تھے، ان کے علاوہ اور بھی متعدد بزرگان دین تھے، مگر ''الف ثانی'' کی مجددیت کا تاج جس کے سر مبارک پر رکھا گیا وہ یہی احمد سرہندی رحمہ اللہ ہیں جو افق سرہند سے جمال حق کی شعاع بن کر ابھرے اور پورے ہند میں جن کا تقویٰ شعاری اور خدمت دین غلغلہ بلند ہوا۔

مجدد صاحب کی استقامت علی الشریعت:۔ مجدّ دالف ثانی رحمہ اللہ کی ولادت مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں ہوئی۔ اس کا عہد ۹۶۳ھ (۱۵۵۶ء) سے شروع ہو کر ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء) تک چلتا ہے اور اکیاون سال کے لیل ونہار میں پھیلا ہوا ہے۔ عہد اکبری کے اختتام یعنی اکبر کی وفات کے وقت حضرت مجدّ د صاحب رحمہ اللہ کی عمر تینتالیس سال کی ہو چکی تھی۔ وہ اس وقت مسندِ تدریس اور سجادۂ اصلاح پر متمکن تھے۔ لیکن نہ اکبر ان کی تبلیغ کے راستے میں مزاحم ہوا اور نہ انہوں نے اکبر سے کچھ کہا۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین جہاں گیر تخت حکومت پر بیٹھا تو اس کے بعض مصاحبوں نے مجدّ د صاحب کے خلاف اس کے کان بھرے اور کہا کہ وہ بادشاہ کیلئے سجدۂ تعظیمی کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو دربار میں بلایا تو انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔ اقبال نے ''بال جبریل'' میں اس کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے:

حاضر ہوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدّد رحمہ اللہ تریسٹھ سال عمر پا کر بروز سہ شنبہ ۲۸۔صفر ۱۰۳۴ھ (۳۰ دسمبر ۱۶۲۴ء) کو سرہند میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ ان کے صاحبزادۂ گرامی خواجہ محمد سعید رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۵۱ تا ۵۳)

قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

ولادت: قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ (۱۲۸۴ھ) ۱۸۶۷ء کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام احمد شاہ اور والدہ کا اللہ جوائی رحمہما اللہ تھا۔ وہ عبادت گزار اور صالحہ خاتون تھیں۔ (سیرت سلیمان، ص: ۲۶۱)

قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پگڑی استعمال فرمانا:۔ ملازمت کے زمانے میں حاکمان پٹیالہ کی طرح پگڑی باندھتے تھے، لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد پلودار عمامہ باندھنے اور علی گڑھی طرز کا پاجامہ پہننے لگے تھے۔ (سیرت سلیمان ''سفرنامہ حجاز کا آخر'' ص: ۲۷۳)

150 سال پرانا خاندانی مجرب وظیفہ: اس خاندان میں مائی اللہ جوائی کا ایک ورد یا وظیفہ، جسے ہم دعا بھی کہہ سکتے ہیں، بہت مشہور ہے، جو پنجابی زبان میں ہے کہا جاتا ہے کہ اس خاندان کا کوئی شخص کسی مشکل میں پھنس جائے تو یہ وظیفہ پڑھنے یا دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ اسے مشکل سے نکال دیتا ہے۔ وظیفہ مسلسل پڑھتے رہنا چاہیے۔ اس کیلئے کسی خاص وقت یا مقام کا تعین نہیں کیا گیا۔ وظیفہ بہت آسان ہے جو اس خاندان میں اب تک چلا آرہا ہے۔ حالات بدل گئے ہیں، نئی تہذیب، نئی شان و شوکت کے ساتھ ہر گھر میں ڈیرے ڈال چکی ہے، اس فہرست میں خود قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اخلاف بھی شامل ہیں۔ زمانے کی ثقافت نئے رنگ میں جلوہ گر ہے، جدید تعلیم نے معاملات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے، رہن سہن میں ایسا تغیر رونما ہو گیا ہے کہ چند سال پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن شنید ہے کہ کم و بیش ڈیڑھ سو سال پیشتر کا یہ خالص دیہاتی اور پنجابی وظیفہ یا دعا اب بھی اس خاندان میں مقبول و مروّج ہے، ہر مشکل کے وقت اسے پڑھا جاتا ہے اور اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ وظیفہ یا دعا یہ ہے:

جل تو جلال تو آئی بلا نوں ٹال تو
اوکھے ویلے نال تو اللہ ہو، اللہ ہو

دعا کا تعلق قلب وروح سے:۔ یہاں یہ یاد رہے کہ کسی وظیفے یا دعا کا تعلق جہاں الفاظ وحروف سے ہے، وہاں قلب وروح سے بھی ہے۔ جو بات قلب وروح کی گہرائی سے اُچھل کر ایک خاص جذبے کے ساتھ سطح زبان پر آئے گی، اللہ کی بارگاہ میں لازماً شرفِ قبول حاصل کرے گی، اگرچہ وہ کسی زبان میں ہو اور کتنے ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس میں اللہ کی وحدانیت کارفرما ہو، شرکیہ الفاظ سے پاک ہو...... اور یہ الفاظ جو اوپر درج ہیں شرک سے قطعاً پاک ہیں، خالص توحید پر مبنی ہیں۔

حصول برکت کیلئے سائیں توکل شاہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری:۔ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ بچے کی ولادت کے بعد والدین اپنے بچے کیلئے محلے یا گاؤں کے کسی ایسے شخص سے جسے وہ اپنے دانست میں نیک اور پرہیز گار سمجھتے ہوں، دعا کراتے ہیں۔ قاضی صاحب کے ایام طفولیت میں انبالہ میں ایک بزرگ سائیں توکل شاہ مرحوم رہتے تھے، جو صوفیاء کے نقشبندی مجددی سلسلے سے منسلک تھے۔ متقی اور عبادت گزار شخص تھے، جن کا سال ولادت ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) اور تاریخ وفات ۴ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ (۳ اگست ۱۸۹۷ء) ہے۔ قاضی صاحب کے آباؤ اجداد سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جو نجم الدین شاہ کے نام سے موسوم تھے اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ولادت کے وقت جن کی عمر اٹھارہ بیس برس تھی، وہ قاضی صاحب کو دعا کیلئے سائیں توکل شاہ رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ سائیں موصوف رحمہ اللہ نے بچے کو گود میں لیا، منہ چوما اور بچے کی بہتری اور خیر وعافیت کیلئے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سائیں توکل شاہ رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا، جن میں والیٔ نابھہ بھی شامل تھا۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۶۵ تا ۶۸)

کومَوی خاندان میں بیعت اصلاح:۔ مولانا عبدالعزیز کومَوی رحمہ اللہ کے اکابر میں سے ایک عالم دین مولانا احمد الدین کومَوی رحمہ اللہ تھے جو حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ انہوں نے امام نووی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ''ریاض الصالحین'' کا اردو ترجمہ بنام ''ریاحین العابدین'' کیا تھا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۷۱)

مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کا جماعت اہلحدیث پر احسان:۔ ماشاءاللہ آپ کا جذبہ اور آپ کا قلم اب بھی جوان ہے اور آپ کا سمندِ رشوق بدستور سرپٹ دوڑ رہا ہے۔ آپ کا قلمی سرمایہ بے ذوق اور ناقدردان جماعت پر احسانِ عظیم ہے۔ آپ نے جماعت کے اکابرو اصاغر کا ذکر کیا ہے۔ اللہ کریم آپ کو صحت مند رکھے۔ آپ بے ذوق جماعت کے قیمتی سرمایہ ہیں۔ (ندیم کومَوی: گوشۂ ادب)

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۷۷-۷۸)

وضاحت: ندیم کومَوی علمائے اہلحدیث میں ادب کی چاشنی لیے علمی تحقیقات کا ذوق رکھنے والی ذی صلاحیت شخصیت ہیں۔ (از مرتب اثری)

عارف باللہ کی خدمت دین:۔ نوجوان عارف باللہ مولانا علاؤالدین رحمہ اللہ تھے، جن کا شمار تاریخ اہلحدیث کے اکابر شیوخ میں ہوتا ہے اور جن کی مجاہدانہ تبلیغی مساعی سے نہ صرف کوم کلاں بلکہ درجنوں ملحقہ دیہات میں مشرکانہ عقائد اور بدعات کا قلع قمع ہوا اور توحید و سنت کا چرچا ہونے لگا۔ چراغ سے چراغ جلنے لگا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۸۰)

قاتل کے حق میں فیصلہ:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کو سیشن ججی کے زمانے میں بہت سی آزمائشوں سے گزرنا اور کئی قسم کے امتحانوں سے دوچار ہونا پڑا اور اس نوع کے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دور میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لوگ اپنے کام کرانے کیلئے افسروں کی بڑی خوشامدیں کرتے اور بہت سی رشوتیں پیش کرتے ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بھی بعض اوقات ان حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مولانا حکیم عبداللہ مرحوم ومغفور (روڑی والے) ایک مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک ملزم کی سفارش کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے، لہٰذا آپ براہِ کرم اسے رہا کر دیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ ابھی اس درخواست کا کوئی جواب نہیں دے پائے تھے کہ اس نے ایک بند لفافہ ان کی طرف بڑھایا۔ قاضی صاحب نے چونک کر پوچھا: ''اس لفافے

میں کیا ہے؟'' اس نے دبی زبان میں جواب دیا: ''یہ آپ کی مٹھائی ہے۔''

قاضی صاحب رحمہ اللہ سخت مضطرب ہو کر بولے: ''استغفر اللہ...... آپ مجھے حرام کھلانا چاہتے ہیں۔''

اس نے کہا: ''قاضی صاحب! یہ چالیس ہزار روپے ہیں۔'' قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فوراً جواب دیا: ''حرام کی مقدار اگر زیادہ ہو تو وہ حلال نہیں ہو جاتا...... بلکہ مقدار بڑھنے کے ساتھ ہی حرام کی کراہیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اب میں اسے اور زیادہ مکروہ سمجھتا ہوں۔ آپ یہ اطمینان رکھیں کہ کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی، وہی کچھ ہوگا جس کا قانون تقاضا کرتا ہے۔''

قاضی صاحب رحمہ اللہ کا یہ جواب سن کر وہ شخص لاجواب ہو گیا اور ایک مسلمان کی عظمت و کردار کا ایسا گہرا نقش اس کے دل پر مرتسم ہوا کہ جس کی اسے بالکل توقع نہ تھی۔

یہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے عظیم الشان کردار کی ایک مثال ہے۔ معلوم نہیں، اس دور میں انہیں مختلف طریقوں اور ذریعوں سے کتنی پیشکشیں ہوتی ہوں گی اور وہ کس شان سے ان بھاری بھر کم پیشکشوں کو ٹھکراتے ہوں گے۔ یہ آج سے کم و بیش ایک صدی قبل ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے، جب پیسہ انتہائی مہنگا تھا اور چالیس ہزار روپے کی قیمت آج کل کے حساب سے کم از کم کروڑ روپے کے برابر ہوگی۔ اس وقت سونے کا بھاؤ دس روپے تولہ تھا اور آج دس ہزار روپے کے لگ بھگ ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۹۲-۹۳)

دیانتدارانہ فیصلے پر ہندو کا مسلمان ہو جانا:۔ ایک صاحب نے بتایا کہ ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں کے مسلمانوں نے ایک ہندو کی جگہ پر قبضہ کر کے مسجد تعمیر کرنا شروع کر دی۔ جگہ کا ہندو مالک قاضی صاحب رحمہ اللہ کی عدالت میں چلا گیا اور درخواست دی کہ مسلمان جبراً میری جگہ پر قبضہ کر کے مسجد تعمیر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے تعمیر روک دی اور فریقین کے بیان لینا شروع کر دیئے۔ مسلمانوں کو خیال تھا کہ اتنے بڑے عالم مسلمان جج کا فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا۔ لیکن فریقین کے بیانات سننے کے بعد قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فیصلہ ہندو کے حق میں کر دیا اور فیصلے میں لکھا کہ جبراً حاصل کی ہوئی زمین پر مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں۔ اس فیصلے سے مسلمان بڑے کبیدہ خاطر ہوئے۔ لیکن اِدھر جگہ کا ہندو مالک اس فیصلے سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے خاندان سمیت مسلمان ہو گیا اور اسی جگہ پر خود اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کر دی۔
(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۹۸)

بزرگوں کا میٹھا طریقِ کلام و نہجِ تفہیم:۔ پرانے بزرگوں اور عالموں کا طریقِ کلام اور نہجِ تفہیم کس درجے میٹھا اور پیارا تھا۔ نہ زبان سے ان کے لباس کو غیر شرعی کہا، نہ ان کے وضع قطع کو سنت کے خلاف قرار دیا، نہ ان کی ہیئت کذائی پر تنقید کی۔ بس ایک ہی دفعہ درس قرآن میں شامل ہونے سے ان کی زندگی کا اسلوب بدل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ہر بات دل میں اترتی اور فکر و ذہن کی گہرائیوں میں اثر و رسوخ کے نقوش مرتسم کرتی جاتی تھی۔

مرکزی جمعیت کے نائب صدر ''صوفی بزرگ'':۔ صوفی نذیر حسین رحمہ اللہ کشمیری برادری سے تعلق رکھتے تھے اور کشمیریوں کی اس ''گوت'' کے فرد تھے جو ''صوفی'' کہلاتے تھے۔ کئی سال مرکزی جمعیت اہلحدیث کے نائب صدر رہے، جب کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اس کے صدر تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۱۹-۱۲۰)

عمامہ باندھنے کی نصیحت:۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۰ء تک (پانچ سال) دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اس اثنا میں ندوے کا ایک جلسہ لکھنؤ میں ہوا، اس جلسے میں پنجاب سے قاضی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا ظفر علی خاں بھی تشریف لے گئے تھے۔

جلسے میں طلباء کی تقریروں کا پروگرام بھی رکھا گیا تھا۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ کو عربی میں تقریر کرنا تھی۔ انہوں نے تقریر ختم کی تو سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا یہ آپ کے ہم مسلک ہیں اور مولانا ظفر علی خان سے کہا: یہ آپ کے ہم ضلع

ہیں، یعنی گوجراں والا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ کے بقول علمائے کرام اور قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کی عربی تقریر سے بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے سر پر ٹوپی لے رکھی تھی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا سے کہا: میاں علماء کا لباس عمامہ ہے۔ عمامہ باندھا کریں۔

فقہاء محدثین اور زعماء کا بے حد ادب:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کسی کو ہدف تنقید ٹھہرانے اور منفی طریق کلام اختیار کرنے کے بجائے اپنے مؤقف کو بہ صورت اثبات واضح اور مبنی برحق ثابت کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ تقریر میں بھی یہی انداز تھا، عام گفتگو میں بھی یہی طریقہ اپناتے تھے اور تحریر میں بھی یہی سلسلہ چلتا تھا۔ فقہاء و محدثین اور علماء و زعماء کا بے حد احترام سے نام لیتے اور انتہائی تکریم سے ان کا تذکرہ کرتے۔ کوئی شخص محدثین و فقہاء کے بارے میں سوء ادب کا مظاہرہ کرتا تو اسے پیار سے سمجھانے کی سعی فرماتے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۳)

ناصحانہ اسلوب میں منکر حدیث کو نصیحت (کرامت):۔ (محدثین کی شان میں گستاخی کرنے والے کو فرمایا) بھائی محدثین نے بہت خدمات انجام دی ہیں اور وہ ہمارے محسن تھے، جنہوں نے احادیث کی جمع و تدوین کے سلسلے میں اتنی تگ و تاز کی اور اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں، ان کا نام احترام سے لینا چاہیے اور ان کے بارے میں زبان سے کوئی الفاظ نکالتے وقت ان کے مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ لیکن انہوں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی بات پر کان نہیں دھرا اور وہی طرز کلام اختیار کیے رکھا، جس کے وہ عادی تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اٹھے، ابھی دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ بستے سمیت دھڑام سے گندے نالے میں جا گرے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ اور جو لوگ وہاں موجود تھے، جلدی سے باہر نکلے اور ان کو نالے سے نکالا۔ وہ غلیظ پانی سے بُری طرح لت پت ہو گئے تھے اور ان کے کپڑے غلاظت سے بھر گئے تھے۔ کاغذات کا جو پلندہ وہ اٹھائے ہوئے تھے، وہ بھیگ گیا تھا اور وہ سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فوراً پانی گرم کرایا، انہیں نہلایا اور پہننے کیلئے اپنے دھلے ہوئے کپڑے انہیں عطا کیے۔ یہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق کی ایک جھلک اور اپنے نقطہ نظر سے شدید اختلاف رکھنے والوں کے بارے میں ان کے طرزِ عمل کی ایک چھوٹی سی مثال۔! (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۴-۱۲۵)

غیر مسلموں سے حسن سلوک:۔ جس زمانے میں قاضی صاحب بٹھنڈے میں سیشن جج تھے، وہاں ہوشیار پور کے ایک گیانی قیام پذیر تھے۔ قاضی صاحب کے گیانی جی سے مراسم قائم ہو گئے تھے۔ ایک دن انہوں نے گیانی جی سے سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ گیانی جی فوراً مان گئے اور کہا کہ گرنتھ صاحب احتیاط یعنی ادب کے ساتھ سنا جائے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ پڑھانے کیلئے وقت مقرر کر لیا گیا۔ وقت مقررہ پر وہ روزانہ آتے اور قاضی صاحب کو گرنتھ صاحب پڑھاتے۔ دونوں مل کر گرنتھ صاحب کے ان مقامات پر خصوصیت سے غور کرتے، جہاں مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے، پھر اس کا مقابلہ قرآن مجید کے ان مقامات سے کرتے جہاں توحید کے متعلق احکام زیر بحث آئے ہیں۔ اس تقابل کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دن قاضی صاحب نے گرنتھ صاحب کا مطالعہ ختم کیا، اسی دن گیانی جی مسلمان ہو گئے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۲۶)

ادائیگی حج کیلئے مجرب وظیفہ:۔ مائی صاحبہ کے بارے میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ تائب ہونے کے بعد وہ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز صاحب کے پاس آئی اور ایک خاتون کے متعلق سوال کیا کہ وہ حج کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کی رقم مشتبہ ہے، کیا وہ اس رقم سے حج کر سکتی ہے؟

جواب دیا: نہیں کر سکتی۔ لیکن قاضی عبدالعزیز کو جب پتا چلا کہ وہ حج کیلئے بہت زیادہ بے تاب ہے اور اس رقم کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور رقم نہیں ہے تو اپنے والد مکرم قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ سے بذریعہ تحریر کوئی ایسا وظیفہ پوچھا، جس کے پڑھنے سے اس کو حج کی سعادت حاصل ہو جائے۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اوّل و آخر تین تین دفعہ درود شریف اور پھر ستر دفعہ یہ دعا پڑھا کرے:

"اللھم اكفني بحلالك عن حرامك و اغنني بفضلك عمن سواك"

اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! جو چیزیں تو نے حرام قرار دے دی ہیں، ان کے بجائے میرے لیے وہ چیزیں مہیا فرما دے جو تو

نے حلال ٹھہرادی ہیں اور مجھے اپنے فضل کے سواسب چیزوں سے بے نیاز کردے...... یہ دعا حدیث شریف میں مذکور ہے۔

اس واقعہ پر تین ہفتے گزرے ہوں گے کہ ایک شخص قاضی عبدالعزیز کے گھر آیا اور بتایا کہ اس عورت سے ایک شخص نے نکاح کرلیا ہے اور اسے آٹھ سو روپے بطورمہر ادا کیے ہیں...... چندروز کے بعد وہ خوش بخت خاتون حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوگئی۔

اس واقعہ کے راوی قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری ہیں۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۲۷)

غلط کردار عورت کی توبہ (کرامت):۔ ایک غلط کردار عورت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی علمی اور دینی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ سے بعض باتیں پوچھیں، انہوں نے نگاہیں نیچی کرکے اسے جواب دیا اور چند نصیحتیں کیں۔ اس نے اسی وقت اپنے سابقہ کردار سے توبہ کرلی اور نماز روزے کی پابند ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بڑی مؤثر زبان سے نوازا تھا۔ بڑے بڑے ماڈرن اور دین سے ناآشنا لوگ ان کے پاس آتے اور دوتین ہی ملاقاتوں میں ان کی حالت بدل جاتی اور اسلامی احکام کے پابند ہوجاتے۔

قاضی صاحب کا ادب جنات بھی کرتے تھے:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ادب نہ صرف انسان، بلکہ جنات بھی کرتے تھے۔ ایک شخص کی بیوی آسیب زدہ تھی۔ شوہر نے متعدد حکیموں اور عاملوں سے رجوع کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر وہ قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کرکے تعویذ طلب کیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں تعویذ تو نہیں دیا کرتا، البتہ آپ جن سے میرا سلام کہیں اور یہ پیغام دیں کہ اللہ کے بندے، کسی غریب کو ستانا اچھی بات نہیں۔ شاید وہ مان جائے۔ وہ صاحب یہ سن کر چلے گئے۔ گھر پہنچے تو دیکھا کہ جن آیا ہوا ہے اور بیوی کا برا حال ہے۔ وہ اسی وقت اس سے مخاطب ہوا اور کہا: قاضی محمد سلیمان صاحب نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ کے بندے کسی غریب کو ستانا اچھی بات نہیں۔ اتنی بات سنتے ہی عورت کی چیخ نکل گئی اور پھر وہ جن کہنے لگا: تم قاضی صاحب کا پیغام نہ لاتے تو میں کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتا، مجھے ان کے پیغام کی شرم ہے۔ میں اب رخصت ہوتا ہوں، چنانچہ وہ عورت تندرست ہوگئی اور پھر اسے کبھی آسیب کی شکایت نہ ہوئی۔

اولیاء کے بلند مراتب:۔ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزاروں اور پارسا بندوں کے مراتب بہت بلند ہیں۔ ان کی زندگی کے لیل ونہار چوں کہ کتاب وسنت کی اطاعت اور دین حق کی تبلیغ واشاعت میں گزرتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت ان کے شامل حال رہتی ہے۔ ان کی نیت خلوص کی آماجگاہ بن جاتی ہے، ان کا دل حسنات کا مرکز قرار پا جاتا ہے، ان کا ذہن صالحیت کے منبع کی شکل اختیار کرلیتا ہے، ان کی سوچ بچار کے پیمانے بالکل بدل جاتے ہیں۔ اللہ کی یاد ان کا ہر آن کا معمول بن جاتی ہے اور ذکر الٰہی ان کا وظیفۂ حیات بن جاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ مانگتا ہے، اللہ اپنے بھرپور خزانے سے اسے عطا فرمادیتا ہے۔ برائی کے آثار واثرات سے اس کا دامن پاک ہوجاتا ہے اور تقویٰ اس کے دل میں جاگزیں ہوجاتا ہے۔ یہی مطلب ہے، نبی ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کا جو آپ نے دل کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ التقویٰ ھھنا، التقویٰ ھھنا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۲۸تا۱۳۰)

فقہی مسالک میں اعتدال:۔ خطبے میں اہلحدیث کے علاوہ احناف بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کسی فقہی مسلک کے خلاف کوئی بات نہ کرتے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۳۲)

تمام مسالک کا احترام: تمام مسالک فقہ کے لوگ ان کے پاس آتے اور ان سے گفتگو کرتے، وہ سب کا احترام بجالاتے۔ یوں تو وہ تمام اہل علم کو مستحقِ اکرام گردانتے تھے، لیکن دینیات کے علماء کی بالخصوص عزت کرتے اور ایسے الفاظ میں ان سے مخاطب ہوتے جن سے ان کے مرتبے کی پوری وضاحت ہوجاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات ان کے گھر کو علمائے کرام کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوجاتی، جس میں بہت سے مسائل زیر بحث آتے۔

غیر مسلم اہل علم کی بھی تکریم کرتے اور ان کے اکابر کا اچھے اسلوب میں تذکرہ فرماتے۔ انسان کو انسانیت کی ترازو میں تولتے۔ ہر موقعے پر مذہبیات سے اس کا موازنہ نہیں کرتے۔ لڑائی جھگڑے سے سخت نفور تھے۔

لوگوں میں صوفی صاحب سے مشہور:۔ ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن کے ایک ہی بیٹے تھے، جن کا نام قاضی حبیب الرحمٰن تھا اور لوگ انہیں "صوفی صاحب" کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ اکثر پٹیالہ سے باہر رہتے تھے، طبعاً کچھ زود رنج تھے۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۴۲)

قاضی صاحب کا انداز تربیت: ایک مرتبہ قاضی صاحب کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) تشریف لے گئے۔ وہاں کسی شخص نے ان کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ وہ شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ یہ شخص بے نمازی ہے۔ فرمایا: پھر کیا ہوا، مسلمان تو کہلاتا ہے۔ اس کے گھر جائیں گے، اسے ملیں گے اور اس سے بات چیت کریں گے تو اللہ اسے نماز کی توفیق عطا فرما دے گا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ اس کے گھر گئے اور ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ شخص دور ہو کر بیٹھ گیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا، آپ دور کیوں ہو گئے ہیں، آیئے میرے ساتھ کھانا کھایئے، لیکن وہ گھبرا رہا تھا اور بے نمازی ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اصرار کیا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے کھانے کے دوران اپنے اسلوب خاص میں چند باتیں کیں۔ کھانا کھا چکے تو عشا کی نماز کا وقت ہو گیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نماز کیلئے مسجد کو روانہ ہوئے تو باتیں کرتے کرتے وہ بھی ساتھ چلا گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ پکا نمازی ہو گیا اور تہجد پڑھنے لگا۔ پھر کتنے ہی لوگوں کو اس کی تبلیغ سے اللہ نے راہِ ہدایت پر گامزن فرمایا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۴۵)

علم تصوف سے دلچسپی:۔ ان کے دامن معلومات کو اللہ نے بڑی وسعت سے نوازا تھا۔ جہاں وہ دیگر علوم وفنون سے آگاہی رکھتے تھے، وہاں تصوف کے علمی پہلوؤں سے بھی انہیں دلچسپی تھی اور اس کے مختلف گوشوں سے متعلق ان کے حدود مطالعہ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں اس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔

کسی زمانے میں ریاست پٹیالہ کے وزیر داخلہ سر جوگندر سنگھ تھے جو بعد میں وزیر اعظم ہو گئے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں وہ بہت سی باتیں سن چکے تھے اور ان کے علم وفضل سے متاثر تھے۔ ان کی نیکی اور دیانت داری کا بھی انہیں علم تھا ایک مرتبہ ایک افسر کی حیثیت سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے تصوف کے موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔ تقریباً پون گھنٹے تک وہ اس موضوع پر بولتے رہے۔ مگر قاضی صاحب رحمہ اللہ خاموشی سے سنتے رہے اور کسی ردِ عمل کا اظہار نہ کیا۔ آخر وہ بولے کہ آپ بھی کچھ فرمایئے۔ اس کے بعد قاضی صاحب رحمہ اللہ نے قبل از اسلام کے عرب کے تصوف کی وضاحت کی، ہندوستان میں اسلام کی آمد سے پہلے جس قسم کا تصوف رائج تھا، اس کی تفصیلات بیان کیں، پھر مختلف سلاسل تصوف کا ذکر کیا۔ مغربی مصنفین نے جس اسلوب میں اس موضوع کو ہدف بحث ٹھہرایا ہے، اس کا تجزیہ فرمایا۔ اسلام جس نوع کے تصوف کا حامی ہے، اسے گفتگو کا محور بنایا۔

سر جوگندر سنگھ تعجب اور غور سے سب باتیں سنتے رہے۔ پھر کہا کہ علم تصوف کے بارے میں آپ کی بہت سی معلومات انگریزی کتابوں کی رہین منت ہیں، مغربی مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے کب کیا اور کہاں کیا؟

قاضی صاحب رحمہ اللہ سے سر جوگندر سنگھ انتہائی اعزاز سے پیش آتے تھے اور بہت اچھے الفاظ میں لوگوں سے ان کا ذکر کرتے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

قاضی صاحب کی مجذوبوں سے ملاقاتیں

بعض مجذوبوں اور اصحاب حال بزرگوں سے بھی قاضی صاحب رحمہ اللہ کے مراسم قائم تھے جو ان سے بہ درجہ غایت ادب وتکریم سے پیش آتے تھے۔ اس ضمن کے تین واقعے بہ روایت قاضی عبدالباقی یہاں درج کیے جاتے ہیں:

نابھہ شہر میں عبداللہ مجذوب سے ملاقات: نابھہ شہر میں ایک بزرگ حافظ عبداللہ رحمہ اللہ رہتے تھے، جو علی گڑھ کے گریجویٹ تھے اور تحصیل دار تھے۔ جذب وحال میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ لہجے کے تشدد اور سخت کلامی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑوں کو جھاڑ پلا دیتے اور قریب آنے سے روک دیتے تھے۔ رہنے سہنے کا معاملہ بھی عجیب وغریب سا تھا اس کے باوجود مشہور تھا کہ بڑے صاحب فیض بزرگ ہیں۔ مسلمان، ہندو،

سکھ سب ان سے بہ قدر استعدادِ ذہنی فیض یاب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ ان سے ملاقات کو گئے، وہ نہایت احترام سے پیش آئے۔ اس کے بعد جب بھی قاضی صاحب رحمہ اللہ ان سے ملاقات کا عزم کرتے اور اس کا انہیں علم ہو جاتا تو ان کی آمد سے پیشتر ہی وہ خاموشی اختیار کر لیتے اور متانت و سنجیدگی سے بیٹھ جاتے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ تشریف لاتے تو بڑے اعزاز سے کھڑے ہو کر ملتے او جھک کر مصافحہ کرتے۔ پھر انہیں اپنے حجرے میں لے جاتے اور مختلف مسائل پر دونوں کے درمیان دیر تک سلسلۂ گفتگو جاری رہتا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

شہر سنبھل کے مجذوب سے پراسرار گفتگو:۔ ایک اور بزرگ سائیں عبداللہ شاہ سنبھلی رحمہ اللہ تھے جو یوپی کے مردم خیز شہر سنبھل کے رہنے والے تھے۔ وہ طویل مدت سے پٹیالے میں اقامت گزیں تھے۔ عبادت گاہوں اور رفاہ عامہ کے معاملات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ ایک بہت بڑی مسجد بنوائی اور مسافر خانہ تعمیر کرایا۔ باشندگان پٹیالہ انہیں معزز و محترم گردانتے تھے۔ وہ اللہ کی راہ میں بہت کچھ خرچ کرتے تھے، مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ ان کا ذریعہ آمدنی کیا ہے۔ ان کا معمول تھا کہ دس محرم کو اپنی مسجد میں جلسے کا اہتمام کرتے جس کے واحد مقرر قاضی صاحب رحمہ اللہ ہوتے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا کی تفصیل بیان فرماتے، جس سے لوگ انتہائی متاثر ہوتے۔ شہر اور بیرون شہر کے ہزاروں باشندے جلسے میں شرکت کرتے اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کی تقریر سنتے، قاضی صاحب رحمہ اللہ تقریر میں کسی کی مخالفت نہ کرتے تھے۔ سلسلہ تقریر تاریخی واقعات تک محدود رکھتے تھے۔

سائیں عبداللہ شاہ سنبھلی رحمہ اللہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آتے تو دونوں بزرگ ایسے دقیق اور عمیق قسم کے مسائل پر بحث کرتے کہ جن کا سمجھنا عام لوگوں کیلئے انتہائی مشکل ہوتا۔ گھنٹوں ان کی گفتگو جاری رہتی۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

خواجہ ضیاء معصوم نقشبندی سے تصوف کی علمی گفتگو:۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، جسے فاروقی سلسلہ کہا جاتا ہے۔ انہی کے نسب سے حضرت خواجہ ضیاء معصوم نقشبندی رحمہ اللہ کا تعلق تھا جو کابل میں فروکش تھے۔ ''رحمۃ للعالمین'' کی دوسری جلد میں اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حالات کے ضمن میں ان کا ذکر آیا ہے، وہ اکثر سرہند تشریف لایا کرتے تھے اور فارسی بولتے تھے۔ ان کی آمد کے موقع پر قاضی صاحب رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ دونوں کی سلوک و طریقت اور تصوف و روحانیت سے متعلق طویل گفتگو ہوتی۔

علم تصوف کے سلسلے میں بھی ان کا ذہن نہایت زرخیز تھا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۴۸ تا ۱۵۱)

پیر جی ملازم سے حسن سلوک:۔ ان کے ایک ملازم کا نام سید علی محمد تھا جو پیر جی کے عرف سے معروف تھا۔ گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد اس کا احترام کرتے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند گرامی قاضی عبدالعزیز اسے بھائی جان کہہ کر پکارتے اور ان کے پوتے قاضی عبدالباقی وغیرہ اسے چچا جان کہا کرتے تھے۔ خود قاضی صاحب رحمہ اللہ کو اس سے اتنا تعلق تھا کہ پٹیالہ میں اپنے مکان سے ملحق اس کے مکان کیلئے جگہ خریدی اور اپنی گرہ سے اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر کرائی۔

پیر جی کا ایک ہی بیٹا تھا جو قاضی صاحب رحمہ اللہ کے پوتے قاضی حسن معز الدین کا ہم عمر اور ہم جماعت تھا۔ یتیم ہونے کی بنا پر قاضی صاحب کے اہل خانہ اس کے ساتھ زیادہ شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۵۴)

پیر جی کا انتقال: سید علی محمد (پیر جی) کی موت بھی عجیب طرح واقع ہوئی۔ جب قاضی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو پیر جی کو سخت صدمہ پہنچا اور وہ اسی وقت بیمار پڑ گئے اور پھر انہی دنوں موت کی آغوش میں چلے گئے۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۵۵)

غلاف کعبہ کا بابرکت ٹکڑا: ۱۹۲۱ء میں جب قاضی صاحب رحمہ اللہ پہلے حج کیلئے گئے تھے، وہ شریف مکہ کا دور تھا۔ اسے قاضی صاحب کے مقام و مرتبے کا علم ہوا تو ان کی خدمت میں غلاف کعبہ کا ٹکڑا تحفے کے طور پر پیش کیا جو لمبائی میں دو یا ڈیڑھ گز اور چوڑائی میں

چالیس انچ تھا۔ اس میں چاندی کے تاروں سے قرآن مجید کی آیات لکھی گئی تھیں۔ نہایت خوب صورت ٹکڑا تھا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ شیخ غلام صابر رحمہ اللہ تھے، یہ ٹکڑا انہیں فریم کرانے کیلئے دیا گیا تھا، لیکن انہوں نے یہ بابرکت ٹکڑا خود ہی رکھ لیا اور واپس نہیں کیا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

باطنی پاکیزگی کا گھوڑی پر اثر: قاضی صاحب رحمہ اللہ کے عقیدت مندوں میں ایک بزرگ عبدالصمد خان صاحب تھے جو تقسیم ملک سے بہت پہلے لاہور آئے، پھر رینالہ خورد (ضلع اوکاڑہ) میں جا بسے تھے، متقی اور متدین شخص تھے۔ تقسیم ملک سے قبل وہ پولیس انسپکٹر تھے۔ ان کی گھوڑی کا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے۔ گھوڑی بڑی خوبصورت اور موٹی تازی تھی۔ ایک مرتبہ ایک انگریز افسر اس تھانے کا معائنہ کرنے آیا جہاں وہ بطور انسپکٹر متعین تھے۔ وہاں اس نے گھوڑی بندھی ہوئی دیکھی تو انسپکٹر صاحب سے کہا، آپ کی گھوڑی مال خانے کی گھاس کھا کر بہت موٹی ہوگئی ہے۔

انسپکٹر نے کہا میری گھوڑی مال خانے کی گھاس یا کوئی سرکاری چیز کھا ہی نہیں سکتی۔ میں اسے اپنی آمدنی سے حلال اور پاک چیزیں کھلاتا ہوں۔ آپ اس کے سامنے مال خانے کی گھاس یا چارہ رکھ کر دیکھیں، اسے منہ نہیں لگائے گی۔ چنانچہ تجربہ کیا گیا اور گھوڑی کے آگے مال خانے کی بہترین گھاس رکھی گئی، گھوڑی نے اس کو منہ نہیں لگایا۔ پھر انسپکٹر صاحب نے اپنی گرہ سے چارہ منگوایا تو اس نے کھا لیا۔ انگریز افسر اس پر انتہائی متعجب ہوا۔ لیکن انسپکٹر صاحب کی دیانت کے متعلق چوں کہ انگریز افسر نے شبہے کا اظہار کیا تھا اور یہ بات ان کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس لیے انہوں نے اسی وقت ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور حصار چلے گئے، جو اِس وقت ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کا ایک ضلعی مقام ہے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکل حلال کے سلسلے میں قاضی صاحب رحمہ اللہ سے ملنے والے لوگ اس درجے محتاط تھے کہ اپنے ڈنگر ڈھوروں کو بھی ایسی چیزیں کھانے سے محفوظ رکھتے تھے جو ان کی اپنی کمائی سے نہ خریدی گئی ہوں۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۵۶-۱۵۸)

بچے کی ولادت کی پیشن گوئی (کرامت):۔ شوال ۱۳۴۸ھ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ دوسرے حج کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ کراچی تک جو لوگ ان کے ساتھ گئے، ان میں ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن (وکیل صاحب) بھی تھے۔ عرشہ جہاز پر گئے تو قاضی عبدالرحمٰن سے قاضی صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ عبدالعزیز کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوگا، اس کا نام معزالدین رکھنا۔ چنانچہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کے تقریباً سات مہینے بعد ۲۵ دسمبر ۱۹۳۰ء (۴ شعبان ۱۳۵۰ھ) کو جمعرات کے دن لڑکا پیدا ہوا جس کا نام قاضی عبدالعزیز نے حسن معزالدین رکھا۔ ''حسن'' کا اضافہ انہوں نے اپنی طرف سے کیا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۵۹)

ولیہ کی قبر پر دعا اور تختی لگانا:۔ بتایا جا چکا ہے کہ قرآن مجید سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو بے پناہ تعلق تھا۔

ایک مرتبہ ایک خاتون کے جنازے میں شریک ہوئے جن کی پرہیز گاری اور نیکی کی بڑی شہرت تھی۔ تدفین کے بعد دعا کی گئی تو کسی نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے کہا: ان کی قبر پر تختی لگا کر کیا الفاظ لکھے جائیں؟

فرمایا: بی بی کا کیا نام تھا؟۔ بتایا گیا: جنت......!۔ فرمایا: لکھو، "فادخلي في عبادي٥ و ادخلي جنتي"

یہ سورۃ الفجر کی آخری دو آیتیں ہی۔ آیت نمبر:۲۹ اور آیت نمبر:۳۰۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے روز نفس مطمئنہ یعنی نیک آدمی سے کہا جائے گا۔ ''میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میری جنت میں رہو بسو۔'' (قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۱۶۰)

ندوۃ العلماء کی امداد: قاضی صاحب رحمہ اللہ مسلمانانِ ہند کے متعدد معروف تعلیمی اداروں کی مالی امداد کرتے تھے۔ جامعہ ملیہ (دہلی) کے وہ باقاعدہ معاون تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے۔ اس کے سالانہ جلسے ہندوستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہوا کرتے تھے، وہ ان اجلاسوں میں شرکت فرماتے اور تقریر کرتے تھے۔ ندوۃ العلماء کی خود بھی مالی امداد کرتے اور اصحابِ ثروت مسلمانوں پر بھی اس کی امداد کیلئے زور دیتے۔ ایک مرتبہ سرکاری طور پر بھی ان کی کوشش سے ندوے کی گراں قدر مالی امداد کی گئی تھی۔

قرآن نے انہی اوصاف کے لوگوں کیلئے فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (البینة:۷) (یہ دنیا کے بہترین لوگ ہیں۔) (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۱۶۱-۱۶۲)

چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام:۔ حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی کہ چھوٹے پر شفقت فرماتے اور اپنے سے بڑے اور برابر والے کی عزت کرتے۔ ہر ایک کو ''آپ'' کہہ کر پکارتے۔ بچے کو بھی آپ کہتے تا کہ چھوٹی عمر ہی میں اس کا ذہن اس لفظ سے آشنا اور زبان اس سے مانوس ہو جائے۔

چھوٹے بھائی کی تکریم: ان کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن جنہیں وکیل صاحب کہا جاتا تھا، ریاست پٹیالہ کے سفیر کی حیثیت سے فیروز پور رہتے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کا بہت احترام کرتے اور ان سے بے حد محبت سے پیش آتے تھے۔ بعض اوقات تو اس درجے ان کی تکریم کرتے کہ دیکھنے والے کو شبہہ ہونے لگتا کہ وکیل صاحب ان کے چھوٹے نہیں، بڑے بھائی ہیں۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص:۱۶۶)

اختلاف امتی رحمة کی تشریح:۔ حکیم عبداللہ صاحب اپنے مختصر مضمون ''حالات مبارکہ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' میں لکھتے ہیں: قاضی صاحب رحمہ اللہ کو مبداء فیض نے فہم وفراست سے حصۂ وافر عطا کیا تھا، چنانچہ وہ پیچیدہ مسائل کو عام فہم انداز میں سلجھانے کا ایک خاص سلیقہ رکھتے تھے۔ میرے ایک تایازاد بھائی مولوی شرف الدین صاحب تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے اس حدیث نبوی ﷺ کی وضاحت کی درخواست کی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمہ۔ (میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے) جب کہ بہ نظر بہ ظاہر انتشار اور فرقہ بندی کی علامت ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کا جو جواب دیا وہ میرے بھائی صاحب کی ذہنی سطح سے قدرے بلند تھا۔ لہٰذا یہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کو پتا چلا تو انہوں نے مولوی شرف الدین صاحب کو کہلا بھیجا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تو بڑے آدمی ہیں، آپ کسی روز میرے پاس تشریف لائیے، میں آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کروں گا۔

چنانچہ مولوی شرف الدین ایک دن قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ہاں پہنچے۔ حسن اتفاق سے میں بھی اس مبارک مجلس میں موجود تھا۔ قاضی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس حدیث کا اصل نقشہ بیان کیا۔ قاضی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے حدیث میں لفظ ''اختلاف'' فرمایا ہے نہ کہ لفظ مخالفت۔ باہمی مخالفت کا جذبہ یقیناً باعث رحمت نہیں ہوسکتا، کیونکہ مخالفت، انتشار اور عداوت کی علامت ہے، لیکن اختلاف اس سے مبرا ہے۔ مخالفت اندھا دھند ہوتی ہے اور اس کی تہہ میں منفی جذبہ کارفرما ہوتا ہے، اس کے برعکس اختلاف کے پیچھے خیر خواہی کا تعمیری جذبہ پایا جاتا ہے، جو سراسر ایک نیک ذہن کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ نیک لوگ کسی بات یا مسئلے پر اختلاف کا اظہار کرتے ہیں تو اس مسئلے کے بہت سے ایسے پوشیدہ اور اوجھل پہلو بھی نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں جن کی طرف پہلے کسی کی نگاہ نہیں جاتی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس قسم کے اختلاف کی بدولت ہی مختلف دلائل سامنے آتے ہیں جن کی بنا پر ارشادات نبوی ﷺ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پھر قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید کیلئے یہ حدیث نبوی ﷺ سنائی: ''لخلوف فم الصائم اطیب عنداللہ من ریح المسک''

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روزے دار مسلمان کے منہ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس حدیث کی تشریح میں ہمارے محدثین نے محض اختلاف رائے کی بنا پر نئے نئے نکتے پیدا کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کی بو بہت پسند ہے اس لیے روزے دار کو روزہ کھولنے سے پیشتر مسواک کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ مسواک سے وہ بو ختم ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

بعض محدثین اس حدیث سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ روزے دار کے منہ میں یہ بو عموماً دوپہر کے بعد پیدا ہوتی ہے لہٰذا دوپہر سے پہلے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن فقہاء کے ایک گروہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس حدیث کا منشاء زیادہ تر روزے دار کی اطاعت

شعاری کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ٹھہرانا ہے اور روزے دار کو یہ باور کرانا ہے کہ تمہاری بھوک اور پیاس کا اضطراب حتیٰ کہ اس کے سبب سے تمہارے منہ میں پیدا ہو جانے والی بو بھی اللہ تعالیٰ کو تمہارے جذبۂ اطاعت کی بنا پر بہت پسند ہے۔ اس کی بو کو باقی رکھنا روزے دار پر لازم نہیں ہے بلکہ اس ضمن میں اس حدیث نبوی ﷺ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے مسواک کرنے کی بلا استثناء تاکید فرمائی ہے۔

اس مثال کے ذریعے قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مولوی شرف الدین پر یہ واضح کیا کہ فقہاء کا یہ وہ علمی اختلاف ہے جسے نبی کریم ﷺ نے باعث رحمت فرمایا ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۶۹-۱۷۱)

چار خواب اور ان کی تعبیر:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے پہلا حج ۱۹۲۱ء میں کیا تھا، اس وقت وہ ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے۔ حسب قاعدہ حج کیلئے محکمے کو رخصت کی درخواست بھیجی، لیکن کوئی جواب نہیں آیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ شیخ فضل الرحمٰن نے (جو ان کے مخلص ترین عقیدت مند تھے اور قاضی عبدالعزیز کے دوست و ہم عمر تھے اور ریاست کے الیکٹرک انجینئر تھے) ایک دن تعجب سے کہا کہ آپ پوری تیاری کر رہے ہیں، لیکن رخصت ابھی منظور نہیں ہوئی۔

فرمایا: فکر کی کوئی بات نہیں، رخصت منظور ہو جائے گی۔

روانگی میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا، مگر رخصت کی منظوری نہیں آئی۔ احباب کو فکر لاحق ہوئی تو مجبوراً ایک خواب سنایا۔ فرمایا:

۱۔ میں نے دیکھا کہ ایک قبر شق ہوئی۔ اس سے ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ سلام و مصافحہ کے بعد دریافت کیا: ''آپ ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف محمد سلیمان ہیں؟'' جواب دیا: ''ہاں......'' کہا: ''آپ کو حضور ﷺ سے ملاقات کا اشتیاق ہے، میرے ساتھ چلیے۔''

کافی دیر چلنے کے بعد ایک مکان آیا۔ بزرگ نے دربان سے کہا: ''اندر جا کر حضور ﷺ کو سلام عرض کر واور کہو کہ محمد قاسم سلام کیلئے حاضر ہوا ہے۔''

دربان حضور ﷺ سے اجازت لے کر آیا تو بزرگ مجھے بھی ساتھ لے چلے۔ پہلے انہوں نے حضور ﷺ کو سلام کیا۔ پھر مجھے پیش خدمت کیا اور میں نے سلام کی سعادت حاصل کی۔ اب محمد قاسم نے حضور ﷺ سے عرض کی۔

''مجھے رخصت عطا فرمائیے، میں محمد سلیمان کو خدمت اقدس میں چھوڑے جاتا ہوں۔''

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور خواب ختم ہوا۔ اس کی تعبیر میں قاضی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ دربار نبوی ﷺ میں محمد قاسم کی معیت میں حاضری خالی از انعام و اکرام نہیں ہو سکتی۔ رخصت کی منظوری آ ہی جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے یا تیسرے دن منظوری آ گئی۔

بے شک محمد اور قاسم دونوں بابرکت نام ہیں اور دونوں کا اطلاق نبی ﷺ کی ذات اقدس پر ہوتا ہے اور قاضی صاحب انہی مقامات مقدسہ (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) میں جانے کا عزم فرما رہے ہیں، جہاں نبی ﷺ قیام فرما تھے۔ بہت اچھا خواب ہے اور صحیح ترین اور دل لگتی تعبیر۔

مبارک خواب اور آپ کی پیش گوئی:۔ اب دوسرا خواب سنیے جو ان کے خاندان اور احباب میں تواتر سے بیان ہوتا آیا ہے۔ لیکن خواب سننے سے پہلے اس کا پس منظر سن لیجیے۔

قاضی صاحب نے مرزائیت کے رد میں دو کتابیں لکھی تھیں۔ ایک ''غایت المرام'' اور دوسری ''تائید الاسلام''۔ اس وقت مرزا غلام احمد زندہ تھے۔ انہوں نے ''غایت المرام'' مرزا صاحب کو بھجوائی اور ساتھ ہی خط لکھا کہ آپ چونکہ پیش گوئیاں بہت کرتے ہیں، اس لیے بہ توفیق الٰہی میں بھی آپ کو تین باتیں لکھ دیتا ہوں۔ ۱......آپ کو حج نصیب نہیں ہوگا۔ ۲......آپ میری کتاب کا جواب نہیں دے سکیں گے۔

۳......آپ کی موت میری موت سے پہلے واقع ہوگی اور آپ کی موت عبرتناک ہوگی۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے احباب و متعلقین کے حلقے میں اس خط کے مندرجات کے بارے میں گفتگو کا سلسلہ چلا تو فرمایا خط کو چھوڑیے کہ اس میں کیا لکھا ہے، لیکن ان شاء اللہ ہوگا اسی طرح۔ احباب کا اس ضمن میں اصرار بڑھا تو کئی ہفتوں کے بعد مندرجہ ذیل خواب بیان فرمایا۔

سیدنا حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ ایک حوض میں ہیں۔ قریب جا کر سلام عرض کیا تو انہوں نے مجھ پر پانی کے چھینٹے پھینکے۔

میں نے عرض کیا: شہزادو! میں آپ کے خاندان کے غلاموں سے بھی کم تر ہوں، میرے ساتھ یہ شوخی کیسی......؟

بولے: یہ شوخی نہیں، عطاء ہے۔ ہم جس حوض میں ہیں، اس کے چند چھینٹے تمہیں عطا کر رہے ہیں۔ یہ ''غایت المرام'' لکھنے کا انعام ہے، اپنی طرف سے تم بھی اس کو تین پیش گوئیاں لکھ دو، وہ بھی بہت پیش گوئیاں کرتا رہتا ہے۔

خواب ختم ہوا...... اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں پیش گوئیاں قاضی صاحب نے اس خواب کے بعد لکھی تھیں۔

حضور ﷺ کی زیارت کی پیشن گوئی:۔ بھٹنڈا ریلوے اسٹیشن کے ایک چوکیدار کا نام 'مصری' تھا۔ ایک دن وہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک خواب سنایا۔ خواب یہ ہے:

میرے سامنے ایک اعلیٰ قسم کا قیمتی گھوڑا ہے۔ اس پر ایک حسین و جمیل شخص سوار ہے۔ اس کے آگے آگے آپ (یعنی قاضی صاحب) جا رہے ہیں۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے خواب سن کر فرمایا: تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ وہ ایک بزرگ تھے، جن کی تم کو زیارت ہوئی۔ ان کی زیارت تمہیں دوبارہ ہوگی۔ اس وقت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے پاس ان کے بھتیجے صوفی حبیب الرحمٰن بیٹھے تھے۔ فرمایا یہ صوفی صاحب تم کو ایک دعا لکھ کر دیں گے، سوتے وقت اسے چار مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ دعا یہ ہے:

''اللهم رب الحل والحرام و رب البلد الحرام و رب الركن والمقام و رب المشعر الحرام بحق كل ايۃ انزلتها في شهر رمضان بلغ روح محمد صلى الله عليه وسلم مني تحية و سلاماً''

صوفی حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ نے یہ دعا لکھ کر اسے دے دی۔ اس کے بعد تنہائی میں قاضی صاحب رحمہ اللہ سے اس کی تعبیر پوچھی تو فرمایا: وہ بزرگ رسول اللہ ﷺ تھے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا: وہ تو خواب کی بات تھی، آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آنحضرت ﷺ تھے؟

کسی قدر جذبات کے لہجے میں بہ صورت سوال ہی جواب دیا: کیا میں کسی دنیا دار کی سائیسی کر سکتا ہوں۔

صوفی صاحب پھر عرض گزار ہوئے کہ اس بات کا کیسے پتا چلا کہ نبی ﷺ دوبارہ بھی زیارت سے مشرف فرمائیں گے؟

فرمایا: نبی ﷺ کی اپنی اُمت پر یہ شفقت ہے کہ جسے ایک مرتبہ زیارت سے مشرف فرماتے ہیں، اسے دوسری مرتبہ بھی فرماتے ہیں۔

یہ باتیں قاضی عبدالباقی صاحب نے سفر نامہ حجاز کے آخر میں اپنے مختصر مضمون بہ عنوان ''سیرت سلمان'' میں قاضی حبیب الرحمٰن کی روایت سے لکھی ہیں۔

بارگاہ رسالت ﷺ سے سلام آنا:۔ قاضی عبدالباقی تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۱۵ء میں دادا صاحب کو دو خط ملے۔ ایک مراد آباد (یوپی) سے، دوسرا بہاول پور سے۔ پہلے خط کا مضمون یہ تھا کہ مجھے نبی ﷺ کی فلاں تاریخ کو زیارت ہوئی اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ قاضی محمد سلیمان کو میرا اسلام پہنچاؤ...... جب اسی مضمون کا دوسرا خط آیا اور تاریخ دیکھی تو پتا چلا کہ دونوں صاحبان نے یہ خواب ایک ہی رات میں دیکھا ہے۔ اس وقت ''رحمۃ للعالمین'' کی پہلی جلد شائع ہو چکی تھی۔ دور دراز سے حصول کتاب کیلئے آرڈر آتے تھے، حالاں کہ نہ کسی اخبار میں کوئی اشتہار دیا گیا تھا اور نہ کہیں اعلان کیا گیا تھا۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۷۷-۱۸۱)

حکیم سید عبدالحیٰ حسنی رحمہ اللہ:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے رکن تھے، ان کے عہد رکنیت میں ندوۃ العلماء کی زمام نظامت جن اکابرِ ملت کے ہاتھوں میں رہی، ان میں ایک بزرگ مولانا حکیم سید عبدالحیٰ حسنی تھے جو رائے بریلی کے مشہور خانوادۂ سادات کے ممتاز فرد تھے۔ حدیث وفقہ، تصوف وطریقت اور تصنیف وتالیف میں اس دودمانِ عالی قدر کی خدمات بڑی نمایاں ہیں۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی اسی خاندان کے رکن رکین تھے۔

ان کی تصانیف میں عربی کی کتاب ’’نزہتہ الخواطر‘‘ نے بڑی شہرت پائی۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۸۸)

شاہ سلیمان پھلواروی:۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۰ء (یعنی قاضی صاحب کی وفات) تک ہندوستان کے علمی حلقوں میں چار سلیمانوں (سلامنہ اربعہ) کی بڑی شہرت رہی۔ جہاں یہ چار سلیمان جمع ہو جاتے تھے، کہا جاتا تھا کہ ہندوستان کا علم جمع ہوگیا ہے۔ بہ ترتیب وفات یہ تھے قاضی سلیمان منصور پوری، شاہ سلیمان پھلواروی، سلیمان اشرف اور سید سلیمان ندوی رحمہم اللہ........ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے حالات قارئین کرام کے زیر مطالعہ ہیں۔ اب باقی تین سلیمانوں (سلامنہ ثلاثہ) کے متعلق چند سطریں ملاحظہ فرمائیے۔ اگرچہ ان کے علمی و علمی کارنامے اس درجے مشہور و متبادر ہیں کہ ان کے رسمی تعارف کی قطعاً ضرورت نہیں، تاہم ادائیگی فرض کی غرض سے سب سے پہلے شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ کے بارے میں چند باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

شاہ صاحب ۱۸۶۰ء کے پس وپیش ہندوستان کے صوبہ بہار کے مشہور اور مردم خیز قصبے پھلواری میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ کئی صدیوں سے ارباب فضل وکمال اور اصحابِ تصوف وطریقت کا مرکز چلا آرہا ہے۔ خود شاہ صاحب مرحوم ومغفور اپنے عہد کے جید عالم، بہت بڑے صاحبِ طریقت، مشہور واعظ ومقرر تھے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانی ارکان میں سے تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۸۹)

نواب سید علی حسن خاں رحمہ اللہ:۔ والا جاہ نواب سید صدیق حسن خاں رحمہ اللہ (والئ بھوپال) کے نام نامی اور خدماتِ بوقلموں سے ہر پڑھا لکھا شخص آگاہ ہے۔ نواب سید علی حسن خاں ان کے چھوٹے صاحب زادۂ گرامی قدر تھے۔

وہ ایک مدت تک ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے اعزازی ناظم رہے۔ دار المصنفین کے اساسی ارکان میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۹۰)

سید سلیمان اشرف رحمہ اللہ:۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دینیات کے پروفیسر تھے۔ مسلکی رجحان علمائے بریلوی سے ہم رنگ تھا لیکن تعلقات ومراسم ہر فقہی مسلک کے اہل علم سے تھے۔ اچھے واعظ ومقرر تھے۔ تصنیف وتالیف سے بھی علاقہ تھا۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۹۱)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ:۔ ان کے عہد کا ہندوستان مختلف مذاہب کا گہوارہ اور بوقلموں نقطہ ہائے نظر کے باشندوں کا مرکز تھا۔ یہ سب لوگ مذہبی ومسلکی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا احترام کرتے اور آپس میں جذباتِ تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ شستہ کلام اور شائستہ اسلوب لوگ تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۹۶)

مولانا محمد سلیمان روڑی والے:۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا تعلق موجودہ جغرافیائی لحاظ سے ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کے ضلع حصار کے ایک قصبے روڑی سے تھا۔ ان کا خاندان کئی پشتوں سے اس علاقے میں مرجعِ خلائق چلا آرہا تھا۔

مولانا محمد سلیمان کا زمانۂ ولادت ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ کا ہے۔ حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے قلبی مراسم رکھتے تھے۔

مولانا ممدوح مستجاب الدعوات عالم دین تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۹۷)

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے چار معاصر سلیمانوں میں چوتھے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تھے جو قاضی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد محبت اور عقیدت سے پیش آتے تھے۔

سید صاحب ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ علم وعمل اور تصنیف وتالیف میں ان کو اللہ نے جو مقام عطا فرمایا، اس کی تفصیل کا لوگوں کو علم ہے۔ وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیمات، دار المصنفین اعظم گڑھ کے روح رواں اور صاحب فضل وکمال بزرگ تھے۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۱۹۹)

پگڑی کا استعمال فرمانا:۔ ریاستی فیشن کی پگڑی باندھے ایک بزرگ آئے، انہوں نے مجھے دیکھتے ہی بغل میں لے لیا۔ یہ قاضی محمد

سلیمان صاحب رحمہ اللہ سیشن جج پٹیالہ تھے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۰۵)

غازی صاحب قاضی صاحب کے مرید:۔ ''جلاوطن'' کے حصہ پنجم میں بھی غازی صاحب نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے میرے پیر و مرشد قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ سیشن جج پٹیالہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ مجھے شدھی کے انسداد اور ہندو کی اینٹی اسلام ذہنیت کا قلع قمع کرنے کیلئے آمادہ کریں۔ (جلاوطن حصہ ۵،ص:۲۷۴،بحوالہ تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۲۲)

المعرفة رأس مالي: (معرفت میری اصلی پونجی ہے) قاضی صاحب اس ارشاد نبوی ﷺ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راس المال اس رقم کو کہا جاتا ہے، جس کے بغیر تجارت کا آغاز نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں معرفت کو رأس المال فرمایا گیا ہے۔ ''معرفت'' لغت میں شناخت کو کہا جاتا ہے۔ اصلاحِ عرفا میں اس کا استعمال بدایت پر بھی ہوتا ہے اور نہایت پر بھی۔ واضح رہے کہ معرفت کی ابتدا خود نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے۔ سعید وہ ہے جس کے شعور کا آغاز خود اپنے عیوب کی شناخت سے ہو۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۵۶-۲۵۷)

اللهم ارزق حبك و حب من يقربني الى حبك: (اے اللہ تو مجھے اپنی محبت سے نواز اور اس شخص کی محبت سے بہرہ ور فرما جو مجھے تیری محبت سے قریب کردے) (قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۵۸)

مشہور صوفیاء کا مؤدبانہ تذکرہ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رحمہ اللہ کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اسی خاندان عالی سے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل ہندوستان میں بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ قطب الا قطاب خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سب فاروقی ہیں۔ شیخ الوقت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی مجددی رحمہ اللہ فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب رحمہ اللہ نزیل چار باغ (کابل) اسی نژادِ عالی سے ہیں۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۶۸)

قاضی صاحب بہ حیثیت ثناء خواں:۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم و مغفور فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ لیکن شعر و شاعری میں انہوں نے کبھی زیادہ دلچسپی نہیں لی، بہت کم شعر کہتے تھے۔ تاہم ان کے کلام میں تمام اصناف سخن موجود ہیں۔ حمد، نعت، قصیدہ، نظم، غزل، قطعہ وغیرہ۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۷۱)

اولیاء کی شان میں منظوم کلمات

سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

بہ تائید الٰہی عبدقادر   بسے سبقت زجمع اولیاء برد
۴۷۱ھ،   ۵۶۱ھ

سید بختیار قطب الدین رحمہ اللہ:

سید بختیار قطب الدین   سینۂ اشتر و چشم پُرنم داشت
٦٦٨ھ
مرشدِ کامل است سالِ وفات   سرتسلیم تاج رفعت یافت
٦٦٨ھ

شیخ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ:

معین الدین حسن آں سیدِ پاک   کہ از سنجر سوئے اجمیر آمد
زشرعِ پاک مفتاحِ بقا یافت   زہیر باغ فانی اُو بقایافت
٦٣٢ھ

شیخ فریدالدین فاروقی رحمہ اللہ:

آں شیخ فریدِ دین و دنیا   گنج شکر و خازنئی اصفیا
٦٦٨ھ

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ:

آفتاب است آں شہاب الدین   مطلع آفتاب سال غروب
٦٣٣ھ

حضرت ابراہیم ادہم رحمہ اللہ:

چوں ابراہیم ادہم شاہ زاہد   زدنیا رفت گفتم کعبۂ دین
١٦١ھ

آئمہ اربعہ کی شان:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

ابو حنیفہ زاد اندر سال نیک   سالِ رحلت ہست لعل بے بہا
١٥٠ھ

امام مالک رحمہ اللہ:

سالک زبدہ عباد امام   ازجہاں رفت و گفت مطلق امام
١۷٩ھ
آنکہ الدین ہست میلاد ش   مالک ست آں امامِ حق آئین
٩٥ھ   ١۷٩ھ

امام محمد بن ادریس الشافی رحمہ اللہ:

کوکب ایمان محمد شافعی   از جہاں رفت و مقام پاک یافت
١٥٠ھ   ٢٠۴ھ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام عہد امام احمد بن حنبل　　　بسال فوت گفتم قلزم دیں
۱۶۱ھ　　　۲۴۱ھ

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۲۷۴ تا ۲۷۷)

تاریخ المشاہیر سے دلچسپی:۔ اسلامی تاریخ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا خاص موضوع تھا۔ تاریخ المشاہیر اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۳۱۱)

اس کتاب کے ابتداء میں امام ابوحنیفہ، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے حالات درج ہیں۔ اس کے بعد سعید بن جبیر، یعقوب بن داؤد مسلمی، یوسف بن یحییٰ، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی امام غزالی، امام رازی رحمہما اللہ وغیرہ بہت سے صوفیائے کرام، مشائخ عظام، ملوک ووزراء، شعراوادبا اور مصنفین ومؤلفین کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۳۱۲)

قبولیت دعا اور کرامات کے چند واقعات

معجزہ کرامت اور استدراج کی تعریف:۔ یہ جان لینا ضروری ہے کہ معجزہ، کرامت اور استدراج تین الگ الگ چیزیں ہیں اور تینوں بظاہر خلاف عادتِ عامہ ہیں۔ معجزے کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہے، جس میں تحدی بھی پائی جاتی ہے۔ کرامت کا ظہور اولیاء اللہ سے ہوتا ہے، اور جو خلاف عادتِ عامہ فعل کافر یا بے دین لوگوں سے صادر ہوا سے استدراج کہا جاتا ہے۔

ان معاملات پر عقائد سے متعلق کتابوں میں بحث کی گئی ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہ، حضرت امام ابن قیم، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ اور دوسرے بہت سے آئمہ عظام نے کہیں تفصیل سے اور کہیں اختصار سے اس موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔

کرامت اور صاحب کرامت: صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تقویٰ شعار بندوں کی دعاؤں کو شرفِ قبول بخشتا اور انہیں ایسی بصیرت اور خصوصیت عطا فرما دیتا ہے، جس کی روشنی میں وہ اچھائی اور برائی میں نہایت آسانی سے امتیاز کر لیتے ہیں اور ایسی راہ پر گام فرسا ہو جاتے ہیں، جس میں ہر پہلو سے خیر ہی خیر کارفرما ہوتی ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے انہیں اس درجے ذہن کی صفائی اور طہارتِ قلب کی نعمتِ عظمٰی سے نوازا جاتا ہے کہ ان کا رُخ ہمہ وقت صالحیت اور اعمالِ حسنہ کی طرف رہتا ہے۔ انہیں فوراً احساس ہو جاتا ہے کہ یہ راہ خیر کی ہے اور یہ شر کی...... اس راہ کو اپنا لینا چاہیے اور اس سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ اسی ذہنی احساس، اسی عملی استواری، اسی قلبی کیفیت، اسی تقویٰ شعاری اور اسی خیر شناسی کا نام کرامت ہے۔ جو قدم اس کی رہنمائی میں اٹھے گا، وہ برکت سے معمور رضائے الٰہی کے تابع ہوگا اور جو نفوسِ قدسیہ اعمالِ صالحہ کے جویا اور امورِ حسنات کے متلاشی ہوں، انہیں صاحبِ کرامت کہا جائے گا، متقی اور اہل اللہ کہا جائے گا۔ ان کے دل نور سے بھرپور اور ان کے ذہن محبتِ خداوندی سے مزین ہیں۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۸۰)

صاحب کرامات علمائے اہلحدیث:۔ ہمارے بزرگانِ ذی تکریم کی وسیع فہرست میں سے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی، حضرت سید عبداللہ غزنوی، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا سید عبدالواحد غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، حافظ محمد لکھوی، مولانا محی الدین، عبدالرحمٰن لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، صوفی عبداللہ (ماموں کانجن) مولانا محمد سلیمان روڑوی، اور دیگر بہت سے حضرات کا شمار اسی پاک باز گروہ میں ہوتا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ان مصنفین کرام کی جنھوں نے اپنی تصانیف میں ان اہلحدیث علمائے دین کی قبولیتِ دعا اور پُرتاثیر مواعظ سے متعلق واقعات کا خوب صورت الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے اور اپنے اکابر کے ورع وتقویٰ اور زہد وصالحیت کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی ہے۔ نیز بتایا ہے کہ خشوع وخضوع اور اخلاص قلب سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ لازماً قبول فرماتا ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۳۸۰)

کرامات کا ماخذ کتب اہلحدیث:۔ مندرجہ ذیل واقعات کا تعلق قاضی صاحب رحمہ اللہ کی، ذات گرامی سے ہے یہ واقعات قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اعلیٰ مرتبے کی روحانیت، تعلق باللہ اور ان کے اتباع کتاب وسنت پر دالالت کناں ہیں۔ اس وقت میرے سامنے حضرت سید عبداللہ غزنوی کی سوانح عمری ہے جو حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے اور اس کے مرتب صوفی احمد الدین حنیف ہیں۔ ناشر ہے محمدی اکیڈیمی محلّہ تو حید گنج منڈی بہاؤالدین...... تاریخ طباعت جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ (اپریل ۱۹۸۱ء) مرقوم ہے۔ کتاب میں حضرت سید عبداللہ غزنوی، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا محمد سلیمان روڑوی اور حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبولیت دعا، کرامات اور ان کے مؤثر ترین اسلوب کلام کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ پیش نظر کتاب میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق زیادہ تر واقعات مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کی کتاب سے اخذ کیے گئے ہیں، ان میں سے چند واقعات الفاظ کے کچھ ردوبدل کے ساتھ یہ فقیر خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری:ص:۸۱)

صحبت اور نگاہ ولی کی تاثیر (کرامت): ۱-شیخ عنایت حسین پٹیالوی قاضی صاحب رحمہ اللہ کے دوست تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ فضل حق (ساکن سنام) کے بیٹے سے کی۔ شادی کے بعد پتا چلا کہ لڑکا نہایت آوارہ مزاج ہے۔ شراب پیتا، جوا کھیلتا، بدکردار لوگوں کے ساتھ رہتا اور گھر والوں کو تنگ کرتا ہے۔ عنایت حسین سخت پریشان ہوئے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن...... قاضی صاحب رحمہ اللہ کو صورت حال بتائی اور دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: لڑکے کو میرے پاس لاؤ۔ وہ آیا تو اس سے چند باتیں کیں اور وہ اسی وقت استغفار پڑھنے لگا اور قاضی صاحب رحمہ اللہ سے معافی کا خواست گار ہوا۔ اللہ کی بارگاہ میں گزشتہ گناہوں سے توبہ کی اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ایک ہی صحبت میں اس کی حالت بدل گئی اور وہ اللہ کا صالح بندہ بن گیا۔

قاضی صاحب کی ایک نگاہ کا تیتر باز پر اثر (کرامت): ۲-شاہ نجم الدین (ساکن بسی) مقیم پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے تیتر بازی کا بے حد شوق تھا۔ دن رات یہی مشغلہ تھا۔ لوگ مجھے سمجھاتے اور اس کام سے روکتے لیکن مجھ پر کسی کی بات کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک دن میرے والد مجھے قاضی صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ قاضی صاحب نے ذرہ سا میری طرف دیکھا اور ایک آدھ بات کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اسی وقت تیتر بازی سے نفرت ہوگئی۔ میں نے گھر آ کر پنجرے توڑ دیئے اور سب تیتر فضا میں اڑا دیئے۔

جنتی قبر سے خوشبو سونگنا (کرامت): ۳- انہی شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ پٹیالہ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہم لاہور گیٹ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک قبر تھی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ وہاں رُک گئے۔ فرمایا: دیکھو شاہ جی! اس مردِ صالح کی قبر سے کس قدر خوشبو آ رہی ہے۔ اور واقعی بہت خوشبو آ رہی تھی۔ شاہ جی کہتے ہیں، میں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے اس مردِ صالح کا نام پوچھا تو فرمایا اس کا نام زردار خاں پٹھان بتایا جاتا ہے جو عرصہ دراز سے یہاں مدفون ہے۔ شاہ نجم الدین بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں کئی دفعہ اکیلا وہاں سے گزرا، لیکن مجھے اس قبر سے خوشبو نہیں آئی۔ ان کے بقول یہ خوشبو محض قاضی صاحب رحمہ اللہ کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے تھی۔

سرکش جن پر قاضی صاحب کے نام کا اثر (کرامت): ۴-پٹیالہ کے ایک شخص ولایت احمد قصاب کی بہن کو جن کا عارضہ لاحق تھا اور جن اتنا سخت تھا کہ کسی سے نکلتا نہ تھا۔ بڑے بڑے عامل آئے مگر ناکام رہے۔ ولایت احمد اب قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ تشریف لے جائیں تو شاید جن چلا جائے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا میں جنات کا عامل تو نہیں مگر تم اسے میرا سلام پہنچاؤ اور پیغام دو کہ اب تم چلے جاؤ۔ ولایت احمد گھر گیا تو جن حاضر تھا۔ اس نے جن سے کہا کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے تمہیں سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تم چلے جاؤ۔ جن نے کہا قسم کھاؤ کہ قاضی صاحب نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اس نے قسم کھائی تو جن نے جواب دیا: میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ جن چلا گیا اور ولایت احمد کی بہن اچھی بھلی ہوگئی۔

فاحشہ عورت کا فوراً توبہ کرنا (کرامت): ۵- پٹیالہ کی ایک طوائف سالہا سال سے بدکاری میں مبتلا تھی۔ وہ کسی سلسلے میں قاضی صاحب کی خدمت میں آئی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس پیشے سے توبہ کرو اور کسی شریف آدمی سے نکاح کرلو۔ چنانچہ وہ اسی وقت تائب ہوگئی اور پھر تیس سال زندہ رہی اور عابدہ وزاہدہ خاتون کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔

صاحب قبر کے حالات بیان فرمانا (کرامت): ۶- قاضی صاحب رحمہ اللہ لاہور تشریف لاتے تو بالعموم ہال روڈ پر حیات سنز کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس کے قریب ہی پرانے زمانے کی ایک قبر ہے۔ حاجی محمد حیات کے فرزندِ گرامی میاں فضل کریم (مرحوم) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کوئی قبر بھی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! یہاں قریب ہی ایک قبر ہے۔ فرمایا: مجھے رات ایسا احساس ہوا کہ اس صاحب قبر بزرگ سے ملاقات ہوئی ہے۔ وہ ایک متقی بزرگ تھے۔ فلاں جگہ کے رہنے والے تھے۔ ادھر سے گزر رہے تھے کہ انتقال فرما گئے...... میاں فضل کریم کہتے ہیں کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے خود اس بزرگ کے بارے میں تحقیق کی تو وہی معلومات حاصل ہوئیں، جو قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی تھیں۔

حالت بیداری میں انوارات کا مشاہدہ (کرامت): ۷- مسجد مبارک (لاہور) ۱۹۲۰ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے ابتدائی دور کے امام حافظ محمد حسن رحمہ اللہ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کرامت کی اہمیت کے بارے میں سوال کیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس کے مالہ وما علیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اہل اللہ کے نزدیک کرامت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اصل چیز تقویٰ اور خشیتِ الٰہی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ عالم بیداری میں مجھ پر انوارِ آسمانی کی بارش ہوئی۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ انوار میرے بدن پر گر رہے ہیں۔ ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں اور دوسری جانب نکل جاتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر میں فی الفور سجدے میں گر پڑا اور دعا مانگی کہ یا اللہ! میں ایسی چیزوں کا طالب نہیں ہوں، مجھے تو فقط تیری محبت مطلوب ہے۔

پھر فرمایا: حافظ صاحب! میں نے یہ بات آج آپ ہی کو بتائی ہے، کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ انہوں نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی میں اس کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔

شرابی کو تلقین توبہ، اور پیشگوئی (کرامت): ۸- پٹیالہ میں ''گیندے شاہ'' نام کا ایک مستانہ فقیر تھا جو ہر وقت شراب میں مدہوش رہتا تھا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ لوگ اس کے پاس آتے اور اسے شراب پلاتے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا اُدھر سے گزر ہوا تو وہ ان کے احترام میں کھڑا ہوگیا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: سائیں جی! شراب حرام ہے۔ اس سے تائب ہوجاؤ۔ اب آپ کے آخری دن ہیں۔ گیندے شاہ نے اسی وقت توبہ کرلی اور جو شراب اس کے پاس پڑی تھی، پھینک دی۔ اس کے بعد جو شخص شراب لے کر آتا، وہ پھینک دیتا۔ اس واقعہ سے چند روز بعد اس کا انتقال ہوگیا اور اسے پٹیالہ کے شیراں والا گیٹ کے پاس دفن کیا گیا۔

کشف کی بدولت اختصارِ نماز (کرامت): ۹- مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے کمر کے درد کی شدید تکلیف رہتی تھی، جس کی وجہ سے میں باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اہلحدیث حضرات فجر کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں اور میرے لیے اتنی دیر کھڑا رہنا مشکل تھا۔ ایک دن میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں فجر کی نماز کیلئے گیا تو قاضی صاحب رحمہ اللہ سورۂ آل عمران پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے درد شروع ہوگیا اور ارادہ کیا کہ اب جماعت سے نکل جاؤں۔ اسی وقت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے۔ دوسری رکعت بھی مختصر کر کے سلام پھیر دیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی؟ کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ مقتدیوں کا خیال رکھا جائے۔ مولوی حسین احمد فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سات آٹھ مرتبہ اسی طرح ہوا۔

گستاخ پیر اور قاضی صاحب کی کرامت: ۱۰- ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ صوبہ یوپی کے سفر پر تھے کہ الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر کچھ دیر کیلئے رکنا پڑا۔ آرام کیلئے ویٹنگ روم میں تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک پیر صاحب بیٹھے ہیں جو اپنے مریدوں سے اپنے آپ کو

سجدہ کرا رہے ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے نہایت سنجیدگی سے انہیں سمجھانے اور اس فعل سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن پیر صاحب اکڑ گئے اور غصے سے کہا ’’ کچھ دیکھو یا دکھاؤ‘‘۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تم ہی دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو؟ اس نے باہر سے اور مرید بلا لیے اور سب سے کہا کہ مجھے اچھی طرح سجدہ کرو۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بس یہی کچھ دکھانا تھا؟ اس نے کہا ہاں یہی کچھ دکھانا تھا۔

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اور ابھی ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ پیر صاحب زاروقطار رونے لگے اور زور زور سے کہنا شروع کیا کہ بس کیجئے بس کیجئے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی سجدہ نہ کراؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ آئندہ مجھے کبھی سجدہ نہ کرنا۔ سجدے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی سب کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ (اس واقعہ کے راوی قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بھتیجے اور داماد صوفی حبیب الرحمٰن ہیں۔ انہی کی روایت سے یہ واقعہ کتاب میں نقل ہوا ہے)۔

اطلاع علی الغیب پر تالیف قلب (کرامت): ۱۱- پروفیسر محمد ظہور الدین احمد کا تعلق بمبئی سے تھا۔ وہ قاضی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد متاثر تھے اور کثیر المطالعہ شخص تھے۔ ایک دفعہ انہیں بدھ مت کے مطالعے کا شوق پیدا ہوا اور اس موضوع کی تمام کتابیں پڑھ ڈالیں۔ پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس مذہب کو قبول کرنے پر تیار ہو گئے۔ اسی اثنا میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی تو دورانِ گفتگو میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بدھ مت کی حقیقت بیان فرمانا شروع کر دی اور علمی و عقلی انداز میں اس مذہب پر اس طرح گفتگو کی کہ پروفیسر ظہور الدین احمد کی تمام غلط فہمیاں رفع ہو گئیں۔ اور ان کے دل میں اس مذہب کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔

اسباب نقصان سے حصولِ فائدہ (کرامت): ۱۲- قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ملنے والوں میں ایک صاحب کا نام عبدالکریم تھا جو ’’نروانہ‘‘ کے رہنے والے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سخت بیمار پڑ گئے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کی عیادت کیلئے گئے تو ان کی حالت دیکھ کر فرمایا: دواؤں پر روپیہ خرچ نہ کرو۔ سب دوائیں چھوڑ دو، صرف پلاؤ کھایا کرو۔ اس سے قبل معالجوں نے ان کو پلاؤ کھانے سے روکا تھا۔ اب قاضی صاحب کے فرمان کے مطابق انہوں نے سب دوائیں چھوڑ دیں اور پلاؤ کھانا شروع کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اطباء نے آپ کیلئے پلاؤ کو مضر قرار دیا ہے۔ کہا جو کچھ ہوتا ہے ہو جائے، میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی بات پر عمل کروں گا۔ چنانچہ چند روز کے بعد وہ بالکل صحت یاب ہو گئے۔

احیائے سنت کا سچا جذبہ (کرامت): ۱۳- راجپوتوں کے ہاں نکاح بیوگان کو نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ وہ اسے اپنی عزت اور انا کے خلاف قرار دیتے تھے اور کسی صورت میں بھی اپنی بیوہ بیٹی یا بہو کے نکاحِ ثانی پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب رحمہ اللہ ریاست نابھہ میں راجپوتوں کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے اپنے تعلق والے چند افراد کو جن میں منشی محمد چراغ خاں سررشتہ دار اور بعض دیگر سرکردہ راجپوت شامل تھے، جمع کیا اور اس مجمع میں نکاح بیوگان کی تلقین کی اور نوجوان عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی وجہ سے جو معاشرتی قباحتیں پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا ہے، اس کی نہایت حکیمانہ پیرائے میں وضاحت فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پشتہا پشت سے راجپوتوں میں جو یہ غلط رواج چلا آ رہا تھا، ختم ہو گیا۔

مدعی نبوت کیلئے پیشگوئی (کرامت): ۱۴- مرزا محمد حسین (ساکن راہوں) کا بیان ہے کہ ۱۸۹۲ء میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف ’’غایت المرام‘‘ کے نام سے کتاب شائع کی تو کسی نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ کتاب آپ نے کیوں لکھی؟ جواب میں فرمایا کہ ایک روز نماز جمعہ کے بعد میرے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ مرزا قادیانی کے متعلق ایک کتاب لکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا مضمون بھی ذہن میں آ گیا اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ کوئی شخص اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں پوری تحدی سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی حج نہیں کر سکے گا اور یہ اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ ’’غایت المرام‘‘ میں بھی یہ اعلان ہوا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال زندہ رہا، لیکن نہ وہ اس کتاب کا جواب لکھ سکا اور نہ حج کر سکا۔

اپنی موت کی پیشگی اطلاع (کرامت): ۱۵- قاضی صاحب رحمہ اللہ پٹیالہ کی مسجد سکلی گراں میں تیس سال تک خطبہ جمعہ ارشاد

فرماتے رہے۔ جب ۱۹۳۰ء میں دوسرے حج کیلئے روانہ ہونے لگےتو نمازِ جمعہ کے بعد فرمایا کہ اس مسجد میں میرا یہ آخری جمعہ ہے۔ اگر گزشتہ تیس سال کے عرصے میں میری طرف سے کسی صاحب کو کوئی تکلیف پہنچی ہوتو بیان کرے، تا کہ میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ تاڑ گئے کہ معلوم ہوتا ہے، اب قاضی صاحب رحمہ اللہ واپس نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ واپس نہیں آئے اور حج سے واپسی پر جہاز میں وفات پا گئے۔ قاضی صاحب یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ ’’اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد حبيبك‘‘

قاضی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اس قسم کے بہت سے واقعات بیان کیے جاتے ہیں، جن میں سے چند واقعات گزشتہ صفحات کے بعض مقامات میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ان کی برگزیدگی کی شہادت دیتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۳۷۹ تا ۳۸۸)

اسلاف اہلحدیث پر دو جھوٹے الزام

جو بہتان اہلحدیث پر لگائے جاتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) اہلحدیث رسول اللہ (ﷺ) کا درجہ بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہیں۔ (۲) اہلحدیث آئمۂ دین اور اولیائے اسلام کے منکر ہیں۔

میں بہ یقین کامل جانتا ہوں کہ یہ دونوں باتیں کذب اور بہتان عظیم ہیں۔ مجھے بہ کثرت اہلحدیث کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے کسی ایک شخص کو بھی ایسا نہ پایا جو نبی ﷺ کو سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، امام الانبیاء، شافعِ روز جزا، صاحب مقامِ محمود، صاحبِ حوض کوثر نہ جانتا ہو۔ اہلحدیث کا اعتقاد ہے کہ سیدنا آدم ؑ سے لے کر انتہائے عالم تک جو کوئی نبی، ولی، شہید بھی وجود میں آیا وہ نشانِ محمدی کے نیچے کھڑا ہونے والا ہے اور حضور ﷺ سب کے سید ہوں گے۔ فخر الاولین والآخرین حضور ہی ہیں اور امین رب العالمین حضور ہی ہیں۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر فرمایا ہے اور عالمِ انوار کا خورشید جہاں تاب حضور ﷺ ہی کو بتایا گیا ہے۔ جس طرح عالمِ فلکیات میں سورج ہی مدارِ ثواقب و سیارگان ہے، اسی طرح عالم دینیات و روحانیات میں حضور ﷺ ہی کا وجود طیب وطاہر، مرجع انبیاء وصلحا و اولیاء و اصفیاء ہے۔ ملائکہ حضور ﷺ کو درود خوانی کے مکلّف ہیں اور قدوسی حضور ہی کی کلمہ گوئی پر منشرح صدور ہیں۔ جب سے حضور نے منبر نبوت کو شرفِ قیام بخشا ہے، اس وقت سے رحمت اور بخشش اور مغفرت وجودونوال ربانی کے، اور سب دروازے بند کر دیئے ہیں، صرف حضور ﷺ کا دروازہ کھلا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب جو کوئی جودونوال ربانی کا خواہاں ہے، اب جو کوئی بخشش و مغفرت کا جویا ہے، اب جو کوئی رحمت و برکت و فیوض و انوار کا متلاشی ہے، اُس پر لازم ہے کہ حضور ﷺ ہی کے دروازے سے آستان الٰہی تک پہنچنے کی راہ کو اپنا مقصود بنائے۔

اگر اس دروازے کو کسی نے چھوڑ دیا تو اُسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی متابعت یا سیدنا داؤد اور زبور کی متابعت یا سیدنا مسیح علیہ السلام اور انجیل کی متابعت ہرگز ہرگز فائز المرام نہیں کر سکتی۔

ہاں! اہل حدیث کا ایمان اس حدیث پر ہے: ’’لايكون احد كم مؤمنا حتى اكون احب اليه من والده و ولده والناس اجمعين‘‘۔

یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ رسول کریم ﷺ کی محبت اُس کے دل میں سب محبتوں سے، جملہ قرابتوں سے، ماں، باپ، بیٹے، بیٹی سے، محبوب ومطلوب سے، عاشق ومعشوق سے، غرض جملہ علائق سے افزوں تر، بیشتر اور کثیر در کثیر نہ ہو۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محبتِ عظمیٰ وموہبتِ کبریٰ کا حصہ ہر ایک ایماندار کو ارزاں فرمائے اور بہتان لگانے والوں کو ان کی غلطی سے آگاہ فرمائے۔

گستاخی اولیاء کا جھوٹا الزام: اب محبت اولیاء و بزرگان دین کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔

سنو! سنو! یہ آیت کلامی ربانی جس پر اہلحدیث بھی ایمان رکھتے ہیں۔

"والسبقون الاولون من المهجرين والانصار والذين اتبعو هم باحسان رضى الله عنهم و رضواعنه"۔ (سورہ توبہ: ۱۰۰)

یعنی مہاجرین وانصار میں سے سبقت واولیت والے اور جن لوگوں نے ان کی پیروی عمدگی کے ساتھ کی اللہ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ سے خوشنود ہیں۔

"والذین اتبعو ھم باحسان" کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جن بزرگ وار نے ان سابقین اولین کی پیروی کو اپنا مسلک بنایا وہ ضرور "رضوانِ الٰہی" کا شایاں ہے، ان کو بزرگ سمجھنا، ان کا احترام وادب رکھنا، اُن کو دعائے خیر سے یاد کرنا ضروری ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ائمہ دین ضرور اس بشارت میں آجاتے ہیں، جنہوں نے دین حقہ کو پھیلایا، بھولے بھٹکے ہوؤں کو راہِ مستقیم دکھلائی، دنیا و مافیہا سے منہ موڑ کر اپنی تمام عمر کو خدمت دین اور اشاعت اسلام میں لگایا، ان کا ادب نہ کرنا، احترام نہ کرنا، تعلیم اسلام سے جہالت ہے۔ حدیث پاک پڑھو۔

"عن تميم الدارى ان النبى صلى الله عليه وسلم قال الدين النصيحة قلنا لمن قال لله و الرسوله و لائمة المسلمين و عامتهم"۔ (رواہ مسلم)

(صحیح مسلم میں تمیم داری انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا دین تو خیر اندیشی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا کس کی خیر اندیشی؟ فرمایا اللہ کی، رسول کی اور مسلمانوں کے اماموں کی اور سب اہل اسلام کی۔)

اس حدیث کے بعد کوئی اہلحدیث ایسا نہیں رہ سکتا جو ائمہ مسلمین کے ساتھ صداقت اور خیر اندیشی کے روابط کو مربوط نہ رکھے۔

اہلحدیث کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کے فرض کو مقدم ترین فرض قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ اور اشاعت اسلام کے فرض کو مقدم ترین فرض قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ میں بڑی برکت رکھی ہے، جو کوئی شخص نیکی کا کام شروع کرتا ہے، وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ ادنیٰ ترین اصول کی اشاعت کرنے والے بھی اس فیض عام سے محروم نہیں رہ جاتے۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اُمت مرحومہ سے رخصت ہوتے ہوئے سب کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد کیا تھا۔" فليبلغ الشاهد منكم الغائب" (رواہ مسلم) کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک پیام نبوی ﷺ پہنچا دیں جو موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ بزرگان اسلام، ائمہ دین، حاملانِ علم اور ہمارے باپ دادا پر ہزاروں ہزار رحمتیں فرمائے جنہوں نے اسلام کو ہم تک پہنچایا اور نبی ﷺ کی اُس امانت میں خیانت نہ کی جو اُن کے سپرد کی گئی تھی۔ اسلام کا جو وجود آج اقصائے چین سے لے کر انتہائے مغرب تک پایا جاتا ہے، ہر ایک براعظم، ہر ایک ملک، ہر ایک قوم میں نشانِ اسلام لہراتا نظر آتا ہے، یہ ان ہی بزرگانِ سلف کی مساعی مشکورہ کے نتائج ہیں۔ لیکن آپ صاحبان کیلئے بھی ابھی بہت میدان خالی موجود ہیں۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۲۲ تا ۴۲۵)

اُٹھو! اے اہلحدیث نئے ولولوں کے ساتھ :۔ اُٹھو اے اہلحدیث! اُٹھو نئے ولولوں کے ساتھ، نئے جذبوں کے ساتھ، پرانی تعلیم کی اشاعت کیلئے اُٹھو۔ دنیا میں امنِ عامہ کی حفاظت کیلئے اُٹھو۔ دنیا کو محبت و یکجہتی اور اتفاق واتحاد کا سبق پڑھانے کو اُٹھو۔ اپنوں کو گلے لگاؤ اور غیروں کو اپنا بناؤ۔

یہ مت سمجھنا کہ آمین ورفع الیدین کے بعد اب کوئی سنت عمل کرنے کیلئے باقی نہیں رہی اور اس لیے اہلحدیث اپنی منزل ختم کر چکے ہیں۔ نہیں عزیزو نہیں، اہل حدیث کہلانے کے بعد تم نے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ یاد رکھو کہ موتوا علی مامات علیه رسول اللهﷺ کو جب تک اپنا نصب العین نہ بناؤ گے، اس وقت تک اپنے فرائض سے سبکدوش نہ ہو سکو گے۔ یعنی جس کام اور جدوجہد میں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، تم بھی اسی کام اور جدوجہد میں جان دے دو۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۲۶)

روحانی باطنی امراض دور کرنیکی اہمیت: واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قویٰ عطا فرمائے ہیں اور ہر ایک کی قوت کا کمال دوسرے کی قوت سے الگ ہے۔ مثلاً آنکھ کا کمال بینائی اور کان کا کمال شنوائی ہے اور جب کسی قوت کے کسی کمال میں ضعف یا زوال پیدا ہو جاتا ہے تو سببِ

عارضی کے دفعیہ کی سعی بذریعہ علاج کی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی قویٰ کیلئے بھی روحانی امراض ہیں جن کا ازالہ ادعیہ ہی سے کیا جا سکتا ہے۔

قلب انسان کا کمال یہ ہے کہ اس میں خالق کی معرفت اور توحید راسخ ہو۔ مالک کی محبت ہی قلب کا سرور وابتہاج ہو اور اسی کی رضا و اطاعت اس کا مطلوب ہو۔ موالات و معادات اور حب و بغض میں اسی کا رضوان مقصود ہو۔ قلب پر اسی کا جلال سایہ فگن ہو اور اسی کا کمال نور افزا ہو۔ دنیا کی کوئی نعمت، کوئی لذت، کوئی عیش، کوئی سرور، بلکہ زندگانئ دنیوی بھی مندرجہ بالا مقصود کے سامنے ذرا عزیز و محبوب نہ ہو۔ جب تک قلب کی یہ کیفیت ہے اس وقت تک اس کی صحت کامل اور سالم ہے، لیکن جب دل کی ان معتقدات یا کیفیات میں فتور آ جاتا ہے تو قلب کو اتنا ہی بیمار سمجھ لینا چاہیے۔ علاج قلب بذریعہ ادویاتِ روحانی کیا جاتا ہے۔

دعا مانگنا علمائے اہلحدیث سے سیکھیں....!

قبولیت دعا کیلئے معرفتی اسرار:۔ **۱-توحید الوہیت کی تعلیم:** کہ عرش سے فرش تک کی حکومت اور تدبیر اس واحد مالک کے قبضے میں ہے۔

۲-توحیدِ ربوبیت کی تعلیم: کہ پالنے والا، وجود بخشنے والا، نیست سے ہست بنانے والا، پرورش کے تمام بیرونی وسائل اور تمام اندرونی ذرائع جمع کرنے والا، ہر ایک شے کو اس کی مناسبت طبع اور ضروریات فطرت کے مطابق مواہب عطا کرنے والا وہی ہے۔

۳-توحید علمی: کہ سمندروں کی گہرائی یا آسمانوں کی بلندی پر کوئی چھوٹی یا بڑی جو چیز موجود ہے، وہ اسی مالک کے علم کے اندر ہے۔

۴-تنزیہہِ باری: وہ بندوں پر ظلم کرنے سے برتر و اعلیٰ ہے۔ ہماری ہر ایک مصیبت میں اس کی حکمت و دانائی کام کرتی ہے۔

۵-اعتراف: یعنی بندے کا صدق دل سے یہ قرار کرنا کہ یہ بندہ ہی ظالم ہے اور اس کے ہاتھوں کے اعمال ایسے ہی بدترین انجام کے ملتزم ہیں۔ **۶-توسل:** ان تمام حالات کو زیر نظر رکھ کر ہر دعا مانگنے والے کا رب العالمین کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کاملہ کا یاد کرنا اور انہیں کے واسطے سے اپنی معروضات کو پذیرائی کیلئے پیش کرنا۔ **۷-استعانت:** دنیا کے تمام وسائل اور تعلقات سے الگ ہو کر محض رب العالمین کی مدد پر حصر کرنا۔ **۸-رجا:** گونا گوں ناکامی، نامرادی، ہیچ میرسی، بے کسی کے ہوتے ہوئے بھی افضال و الطاف الٰہی پر اعتماد وثوق قائم رکھنا۔

۹-استغفار: گزشتہ افعال سے بیزار ہو کر آئندہ بہترین اعمال پر کاربند ہو جانا اور گزشتہ پر ندامت و پشیمانی کا بار بار اظہار کرنا۔

۱۰-توبہ: توبہ کا تعلق بھی استغفار ہی سے ہے یعنی گزشتہ افعال سے بیزار ہو کر آئندہ بہترین اعمال پر کاربند ہو جانا اور گزشتہ پر ندامت و پشیمانی کا بار بار اظہار کرنا۔ **۱۱-تفویض:** اپنی دعاؤں اور التماسوں کو پیش کرنے کے بعد انجام کار کو مشیتِ ربانی پر چھوڑ دینا اور اس کی قبولیت کیلئے بہ کشادہ پیشانی آمادگی رکھنا۔ **۱۲-ترک دعویٰ:** نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت کو اپنے سے منسوب نہ کرنا۔ اپنے نفس کا اس میں کوئی حصہ نہ سمجھنا اور سب کو حوالہ بخدا کر دینا۔

دعا کی اصل اضطرار قلب:۔ اب دعا مانگنے والے کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دعا کی جان اضطرارِ قلب ہے اور اضطرار قلب ہی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے۔ الفاظِ دعا کو بہ طور عادت زبان سے استعمال کرنا ہرگز ہرگز صحیح طریقہ دعا مانگنے کا نہیں۔ بعض لوگ اچھے اچھے وظیفے کرتے اور عمدہ عمدہ اوراد پڑھا کرتے ہیں مگر اس طرح کہ زبان ذاکر ہے اور قلب غافل...... اور پھر شکایت کیا کرتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی یا کہا کرتے ہیں کہ کلام میں اثر نہیں یا اثر نہیں رہا۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ پینے کی دوا کا اثر سونگھنے سے نہیں حاصل ہوا کرتا۔

دعا بھکاریوں کی طرح مانگیں:۔ اگر اب بھی دعا مانگنا نہ آئے تو کسی شہر کی بڑی سڑک پر یا ریلوے اسٹیشن پر چلے جاؤ۔ وہاں تم کو بھیک مانگنے والے بیٹھے نظر آئیں گے۔ خواہ گرمی سے زمین و آسمان تپ اٹھے ہوں، خواہ وحوش وطیور پناہ کیلئے سایہ میں جا ٹھہرے ہوں، مگر یہ بھیک مانگنے والا ایک ہی جگہ پر اور ایک ہی وضع میں بیٹھا ہوا ہے، زمین پر جھکا ہوا یا آنکھیں بند کیے ہوئے، ہاتھ آگے کو پھیلائے ہوئے، یہ ایک ہی آواز کے ساتھ مسلسل بلا انقطاع اپنی مخصوص صدا کو دہرائے جاتا ہے، خواہ سردی کی وجہ سے لوگ مکانوں کے اندر چھپ کر بیٹھے ہوں، خواہ

آمد و رفت کی راہوں پر رونق نہ رہی ہو۔ خواہ پالا اور ہوا باہر کسی کو ٹھہرنے نہ دیتے ہوں...... مگر وہ برف کی طرح جما ہوا ہے اور رعد کی طرح اپنی آواز دور دور تک جانے والوں کے کان میں پہنچا رہا ہے۔

یہ بھکاری کیا مانگتا ہے؟ پیسا دو پیسا! کس سے مانگتا ہے؟ اپنے ہی جیسے انسانوں سے!

کیا کسی استحقاق پر؟ نہیں کیا کسی وعدے پر؟ نہیں۔ کیا اس کو مل جاتا ہے؟ ہاں! میرے اور آپکے اندازے سے بڑھ کر۔

اب دعا مانگنے والے کو سبق لینا چاہیے۔ وہ تو رب العالمین سے مانگتا ہے جس کی عظمت وجلال ہمارے اندازے وہم وخیال سے برتر ہے۔ وہ تو ایسی چیزیں مانگ رہا ہے جو قیمت ووقعت میں لاکھوں کروڑوں روپے سے اعلیٰ ہیں۔

پس لازم ہے کہ اپنے سوال کی اہمیت اور مسئول عنہ کی عظمت کے لحاظ سے دعا مانگنے والے کی دعا میں سوز وگداز، عجز ونیاز، لجاجت و انکسار، عبودیت وافتقار پایا جائے۔

وہ بار بار اپنی شکستگی ودرماندگی، عاجزی وبے چارگی، بیکسی وناکسی کا اظہار کرے۔ بار بار اپنے آپ کو اسی کے در کا گدا، اسی کے آستانے کا سوالی، اسی کے دربار کا امیدوار بتائے، اسی کے دین کا فقیر، اسی کے فضل کا مسکین، اسی کے احسانات کا پروردہ ہونا زبان ودل پر لائے اور اس حالت پر یہ یقین رکھے کہ رحمٰن الرحیم سے مانگ رہا ہے، جس کی رحمانیت نے اسے شکمِ مادر میں رزق پہنچایا، یہ ایمان رکھے کہ وہ اس غفور الودود سے مانگ رہا ہے، جس کے غفران نے ہر ایک عاصی کو خود طاب فرمایا اور جس کی محبت نے ہر ایک جان دار کو محبت سے نوازا۔

دعا یقین کے ساتھ مانگیں:۔ دعا مانگنے والے کو یاد رکھنا چاہیے کہ اثرِ دعا کے ظہور میں اگر دیر لگتی جائے، تو اسی قدر اس کا زیادہ اعتماد بڑھتا جائے اور یقین محکم ہوتا جائے۔ دیکھو زمین سے کوئی دانہ جلد اور کوئی دانہ دیر سے نکلتا ہے۔ کوئی درخت جلد پھل دینے لگتا ہے اور کوئی دیر میں ثمر لاتا ہے۔ دعا مانگنے والے کو ضروری ہے کہ یاس وناامیدی کا اثر اپنے دل پر نہ ہونے دے۔ ممکن ہے کہ نظر بہ اسبابِ دنیوی کسی متقصد میں یاس وناامیدی کا کھلا چہرہ بھی نظر آتا ہو، لیکن پھر بھی دعا مانگنے والے کی توقع اور اُمید رب العالمین کے ساتھ وابستہ رہے۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۲۹ تا ۴۳۴)

مبارک ہے وہ انسان: مبارک ہے وہ انسان جسے دعا مانگنا آجائے...... مبارک ہے وہ انسان جسے دعا مانگنے والوں کے زمرے میں جگہ مل جائے۔ دعا کی منفعت خود لذتِ دعا ہے اور دعا کی اجابت پر مداومتِ کامل کا ملجانا ہے۔ یہ وہ فائدے ہیں جو آغازِ کار میں عطا فرمائے جاتے ہیں۔

دعا مانگنے والے کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ مانگتا ہے۔ جس طرح انسان اس شخص سے ناراض ہو جاتے ہیں جو ان سے ہر وقت مانگا کرتا ہے۔ پس دعا مانگنے کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔

اے رب! ہم کو اپنے در کا فقیر بنا دے
اے رب! ہم کو اپنے گھر کا سوالی بنا دے

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۳۵-۴۳۶)

قاضی عبدالرحمٰن منصور پوری رحمہ اللہ کی عقیدت:۔ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی قاضی عبدالرحمٰن تھے۔ فن ریاضی وفلکیات میں خاص طور سے مہارت رکھتے تھے۔

وہ پاکستان کے ممتاز عالم مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے جد امجد حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کا سلسلۂ ارادت حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی سے وابستہ تھے۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۴۹)

پیران پیر سے نسبت:۔ شیخ عبدالشکور صاحب کے علم کے مطابق قاضی صاحب رحمہ اللہ کی نسبت عالی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے خاندان سے بھی ملتی ہے۔

قاضی صاحب مرحوم کے اسلاف میں بہت سے بزرگ عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ شاہ جہاں بادشاہ نے قصبہ منصور پور (مشرقی پنجاب، موجودہ نام چھینٹاں والا) کا علاقہ بطور جاگیر قاضی شیخ محمد غوث رحمہ اللہ کو عطا کیا تھا۔ قاضی محمد غوث رحمہ اللہ کا مزار سنام میں ہے اور شاہی فرمان، شیخ عبدالشکور کے پاس محفوظ ہے۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۵۴)

خلوت کو جلوت پر ترجیح:۔ قاضی عبدالعزیز منصور پوری اولین دور کے مسلمان گریجویٹ تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کی۔ ’’رحمۃ للعالمین‘‘ کا مکمل ترجمہ صحت الفاظ کے ساتھ انگریزی زبان میں کیا۔

خلوت کو جلوت پر ترجیح دیتے تھے۔ اپنے ہم عصر مشاہیر سے قلبی تعلق رکھتے تھے۔

قاضی عبدالعزیز ہر روز طویل وظائف پڑھتے تھے۔ بہ ظاہر امورِ دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پٹیالہ سے ہجرت کرنے کے بعد لاہور میں کئی برس انتہائی غربت میں بسر کیے۔ ہم عصر مشاہیر میں سے کسی کو اپنا حال نہ بتایا۔

اوراد وظائف ومراقبے:۔ تمام عرصہ معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ شب بیداری، مراقبے، اوراد، وظائف، نوافل اور رحمۃ للعالمین کے ترجمے کا کام جاری رہا۔ ان کا عطا کردہ فیض ان کے روحانی ورثاء میں جاری ہے۔ ان کے روحانی مدارج میں سے صرف ایک واقعہ درج ہے۔ فارسی زبان میں طویل نعت رسول مقبول لکھی۔ اس نعت کے سلسلے میں دو دفعہ حضور رسول کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور ایک مرتبہ اصلاح (بھی کی)...... ارشاد ہوا عبدالعزیز وہ نعت سناؤ۔ تعمیل ارشاد ہوئی۔ حضور ﷺ نے ایک مصرع میں اصلاح فرمائی۔ سبحان اللہ تعالیٰ۔ (تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۵۷-۴۵۸)

آمنہ نیر: ۳۱-بی بلاک ماڈل ٹاؤن (لاہور) میں مقیم ہیں۔

ان کے پانچ بیٹے ہیں۔ سب اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ ان میں سے ایک مصطفیٰ ناصر ایم ایس سی، عملی تصوف سے وابستگی رکھتے ہیں۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: ص: ۴۶۳)

نام کتاب:۔ اصحاب علم وفضل...... مصنف:۔ محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

تذکرہ اسلاف کی اہمیت وضرورت:۔ اسلاف کی خدمات گونا گوں کا تذکرہ اخلاف کیلئے ولولہ تازہ کا باعث بنتا ہے۔ اسلام کی حیات رفتہ کے مختلف گوشے ایسے ہیں جن سے لائق اخلاف اپنے لیے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب جناب محمد تنزیل الصدیقی الحسینی حفظہ اللہ کی سلسلہ شخصیات کی پہلی کتابی کاوش ہے۔ موصوف کا انداز نگارش ممکن ہے کہ بعض طبیعتوں پر گراں گزرے، مگر اس امر کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ لائق احترام مصنف نے جو کچھ بھی لکھا ہے پوری دیانت داری اور ذمہ داری سے لکھا ہے، اور قرآنی معیارِ تذکرہ کی پیروی کرنے کی کوشش کی ہے۔ (از طرف عبدالرحمان محمد ثاقب صدیقی، ۴ جنوری ۲۰۰۵ء، کراچی) (اصحاب علم وفضل، ص: ۷)

مولانا ارشاد حسین مجددی کی بیعت وخلافت:۔ مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری، حضرت شیخ احمد المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد امجاد سے تھے۔ ۱۴ صفر ۱۲۴۸ھ کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں کتب درسیہ پڑھی اور رام پور میں علامہ نواب سے تکمیل کی۔ شاہ احمد سعید رحمہ اللہ سے سند خلافت ملی۔

مولانا عبدالشکور کی خلافت طریقت: مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ میں کاکوری میں پیدا ہوئے، فتح پور میں تربیت پائی، مولانا نور محمد فتح پوری رحمہ اللہ سے مختصرات پڑھی، پھر لکھنؤ میں کتب درسیہ کی تکمیل مولانا عین القضاۃ لکھنوی سے کی۔ طب حکیم

عبدالولی سے پڑھی، ایک زمانہ تک درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، پھر دہلی تشریف لے گئے جہاں مرزا حیرت دہلوی کے پاس قیام کیا، اس کے بعد دوبارہ لکھنؤ کی طرف شد رحال کیا اور وہاں 'مدرسہ فرقانیہ' لکھنؤ میں فریضۂ تدریس انجام دینے لگے۔ شیخ ابواحمد بھوپالی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۲۳)

سید ابوتراب رشد اللہ راشدی سندھی:۔ (۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ھ/۱۹۲۳ء) اقلیم سندھ کے سادات کی ایک شاخ خانوادۂ راشدی اپنی دینی خدمات، علمی عظمت، روحانی برکات اور مجاہدانہ قربانیوں کے اعتبار سے ممتاز اقران واماثل رہا ہے۔ اس خانوادۂ علم وفضل میں ہر دور میں کبار اصحاب رشد وہدایت وحاملین علم وفضیلت گزرے ہیں۔ جنہوں نے اپنی علم پروری سے دین وعلم دین کی بہتری خدمات انجام دیں۔

پیر روضہ دھنی کے لاکھوں مریدین:۔ خانوادۂ راشدی کے مؤسس اعلیٰ حضرت پیر محمد راشد شاہ المعروف بہ روضہ دھنی (۱۱۷۰ھ، ۱۲۲۳ھ/ ۱۷۵۷ء-۱۸۱۸ء) کا سلسلہ نسب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جا ملتا ہے۔ پیر محمد راشد شاہ رحمہ اللہ کے چار صاحبزادے تھے۔ اول الذکر پیر سید صبغت اللہ شاہ پیر پگاڑا مشہور بہ تجر دھنی (۱۱۸۳ھ-۱۲۴۶ھ/ ۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) نہ صرف صاحب علم و فضل تھے بلکہ مجاہدانہ عادات وخصائل کے مالک بھی تھے۔ سید احمد شہید رائے بریلوی رحمہ اللہ کے ہم مسلک ورفیق خاص تھے۔ ان کی تحریک جہاد کے ایک اہم رکن اور حُروں، کے روحانی پیشوا تھے، بلاشبہ ان کے لاکھوں مرید تھے، جو ان پر اپنی جان نچھاور کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ سید حمید الدین ممدوح گرامی کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''باشندگان سندھ کے نزدیک سارے ملک میں اس جیسا شیخ ومرشد کوئی نہیں۔ قریباً تین لاکھ بلوچ مرید ہیں۔ رجوع خلق عام ہے۔ جاہ وجلال میں زندگی گزار رہے ہیں۔ جود وکرم اور اخلاص ومروت میں بھی شہرۂ آفاق ہیں۔'' (سید احمد شہید: ۲۹۰)

پیر صبغت اللہ اپنے والد گرامی کے بعد دستار وراثت روحانی کے مستحق قرار پائے، اسی وجہ سے وہ ''پیر پگاڑو'' کے لقب سے معروف ہوئے۔ پیر صبغت اللہ رحمہ اللہ نے اپنے بھائی پیر محمد یٰسین شاہ پیر جھنڈ ووال کو اپنے والد کی وصیت کے مطابق 'جھنڈا' دیا جو شاہِ افغانستان تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے سندھ میں اشاعت دین اسلام کی خاطر پیر محمد راشد شاہ کی خدمت میں از راہِ عقیدت پیش کیا تھا۔ پیر محمد یٰسین جھنڈا لے کر دوسری جگہ چلے گئے اور ''پیر جھنڈا'' کے تلقب سے زبان زدِ خواص وعوام ہوئے۔

ان کے بعد ان کے صاحبزادے پیر فضل اللہ شاہ سجادہ نشیں ہوئے، ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی پیر سید رشید الدین شاہ ۱۲۸۷ھ میں ''صاحب العلَم الثالث'' بنے۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۳۳-۳۴)

مدرسہ دار الرشاد میں علمائے دیوبند کی آمد:۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی زندگی کا بیشتر حصہ غریب الوطنی میں گزرا، تاہم ان کی زندگی کے وہ ایام جو اطمینان وسکون کے ساتھ بسر ہوئے ان کا غالب حصہ پیر جھنڈا ہی میں گزرا ہے۔

> سیّد رشد اللہ شاہ کو سندھ میں علمی پسماندگی کا بڑا احساس تھا، اسی لیے جب مولانا عبید اللہ سندھی نے ''مدرسہ دار الرشاد'' کی تجویز پیش کی تو شاہ صاحب فوراً تیار ہو گئے۔ چنانچہ ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں ''مدرسہ دار الرشاد'' نے اپنی عملی مساعی کا آغاز کیا۔ چنانچہ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں: ''اسستُ 'دار الرشاد' فی 'بیر جندا' قریباً من حیدر آباد السندیۃ بمشارکۃ السید الامام و ابی التراب رشد اللہ ابن شیخنا الامام رشید الدین۔'' (التمہید لتعریف آئمۃ التجدید: ۲۳)

مدرسہ قائم کرنے کیلئے تمام تر سرمایہ سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ نے فراہم کیا اور اس کے تمام اخراجات کے کفیل بھی وہی تھے۔ سات برس تک مولانا عبید اللہ سندھی کامل اختیارات کے ساتھ علمی اور انتظامی امور کے سربراہ رہے۔ یہ مدرسہ جلد ہی کامیابی کے منازل طے کرنے لگا۔ یہاں بلند پایہ ارباب علم تدریس کی ذمہ داریاں نبھاتے اور مدرسے کے معائنہ اور امتحان کیلئے رفیع المرتبت علماء کو مدعو کیا جاتا جن میں علامہ شیخ

حسین بن محسن یمانی انصاری، مولانا محمود الحسن دیوبندی، مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد رحمہم اللہ وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی وغیرہم شامل ہیں۔

مدرسہ دارالرشاد کے فضلاء: مدرسہ دارالرشاد سے جو فضلاء فارغ التحصیل ہو کر مسند علم وفضیلت کے وارث ہوئے ان میں مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری، مولانا امید علی سندھی، پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی، سید ضیاء الدین صاحب العلم، مولانا سید عبداللہ سر بازی، مولانا عبداللہ الغازی سندھی، مولانا محمد اکرم ہالائی، مفتی عبدالقادر سندھی رحمہم اللہ وغیرہم شامل ہیں۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۳۶-۳۷)

مولانا رفیع الدین شکرانوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف: (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء-۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

مولانا رفیع الدین کے نانا کی بیعت:۔ مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مختصر سلسلہ نسب درج ذیل ہے: مولانا رفیع الدین بن بہادر علی بن نعمت علی بن محمد دائم علی۔ آپ کے نانا شیخ غلام علی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کے کسی خلیفہ کے مرید تھے۔

مولانا رفیع الدین کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ مولوی سلامت علی سے کافیہ تک تحصیل کی۔ اس کے بعد موضع شکرانواں کے قریب ایک مقام گیلانی میں مولانا محمد احسن گیلانی سے ۷ برس کی مدت میں درس نظامی کی تکمیل کی۔

سید نذیر حسین رحمہ اللہ سے مستفید ہونے کے بعد مولانا شکرانوی نے امرتسر کی طرف شد رحال کیا جہاں حضرت عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت مبارکہ روحانی فیوض وبرکات کے حوالے سے اصحاب خلوص کیلئے بڑی کشش رکھتی تھی۔ جب حضرت غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے فرمایا: ''شما در اثناء راہ بودی کہ مرا الہام شد کہ ؏ مردہ باد کہ مسیحا نفسے می آید (تعبیر) از دست شما اشاعت توحید و سنت بسیار خواہد گشت انشاء اللہ تعالیٰ۔'' امرتسر میں آٹھ ماہ قیام کر کے اکتساب فیض کیا۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۴۵-۴۷)

وسیع النظر اور وسیع المشرب: مولانا شکرانوی رحمہ اللہ بڑے وسیع النظر اور وسیع المشرب تھے، ان کا حلقہ روابط مختلف طبقوں میں پھیلا ہوا تھا۔ مولانا کو حدیث کے علاوہ فقہ سے بھی گہری مناسبت تھی، مولانا ابو سلمہ لکھتے ہیں: ''مولانا اگرچہ سلفی اور اہلحدیث تھے مگر فقہ سے بد کتے نہیں تھے بلکہ اس سے طبعی مناسبت تھی۔ صوبہ کے مشہور شاعر علامہ آزاد نے اپنے ایک قصیدہ میں اس طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

فخر اقران و اماثل ذات او ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ایں چنیں ذاتے دریں ایام کو؟
عالم فرزانہ دور زماں ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ہم فقیہ و ہم محدث بے گماں

''یہی وجہ ہے کہ مولانا کے ہاں کتب فقہ کا بھی انبار لگا ہوا ہے۔'' (ماہنامہ ''برہان'' دہلی جنوری ۱۹۵۷ بحوالہ اصحاب علم وفضل، ص: ۵۱-۵۲)

مولانا شاہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی کا ذوق تصوف:۔ (۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء-۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء) مولانا شاہ محمد سعید حسرت رحمہ اللہ کا شمار اپنے عہد کے رفیع المرتب عالم دین اور صاحب دل بزرگوں میں ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف علوم دینی کے ماہر تھے بلکہ منطق وفلسفہ اور شعر و ادب پر بھی غیر معمولی درک رکھتے تھے۔

مولانا کی ولادت ۲۷ ذیقعد ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۶ء بروز ہفتہ ہوئی۔ مولانا کا خانوادہ عظیم آباد کے ممتاز خانوادوں میں شمار ہوتا تھا، مولانا کے جد امجد شیخ عمر دراز عظیم آباد کے مشہور رئیس تھے، ۱۲۲۲ھ میں انہوں نے اس دنیائے بوقلموں سے رحلت فرمائی۔ مولانا کے والد منشی واعظ علی دینی و دنیاوی علوم سے واقف اور عظیم آباد کے ممتاز فرد تھے۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۵۶)

مولانا شاہ سعید کی بیعت اصلاح: لکھنؤ میں مولانا مفتی ظہور اللہ لکھنوی رحمہ اللہ سے ''صدرا'' کے چند اسباق بطور تبرک پڑھے۔ ۱۲ برس کی عمر میں عظیم آباد پٹنہ میں حضرت مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی رحمہ اللہ سے بیعت کر کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ اس

www.urdugari.org

سے صاحب ''الــدر الــمــنثـور، مولانا عبدالرحیم صادق پوری کے اس بیان کی نفی ہوجاتی ہے کہ ''اور وہاں (لکھنؤ میں) جناب مولانا حسن علی الہاشمی الّکھنوی خاتم المحد ثین سند المفسرین رحمہ اللہ سے سندحدیث وتفسیر حاصل کی۔'' (ص:۲۲۶) ڈاکٹر مطیع الرحمان نے بھی مولانا سعید حسرت پر لکھے گئے اپنے سوانحی مضمون میں غالبًا صاحبِ ''الــدر الــمــنثـور'' کی متابعت کرتے ہوئے لکھا ہے: ''پھر لکھنؤ تشریف لے گئے اور مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا حسن ہاشمی محدث لکھنوی رحمہ اللہ سے حدیث اور تفسیر کی سند حاصل کی۔'' (ماہنامہ، معارف، اعظم گڑھ جولائی ۱۹۶۴ء) ☆ اثنائے تعلیم ہی میں کان پور میں شاہ نذر محمد (خلیفہ امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمہ اللہ سے بیعت کرکے فیوض وبرکات حاصل کیے۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۵۷-۵۹)

مولانا شاہ محمد سعید نے کسب علم سے فراغت کے بعد عظیم آباد میں علوم دینی کی تشہیر وتبلیغ کی غرض سے ''مدرسہ سعیدیہ'' کی بناء ڈالی۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۶۱)

مولانا نے جن اساتذہ علم ومعرفت کے حلقے میں استفادۂ علمی کیا ان میں مولانا مظہر علی عظیم آبادی اور شاہ نذر محمد رحمہما اللہ، سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے۔ مولانا کے ایک دوسرے استاذ معرفت مرزا حسن علی صغیر لکھنوی رحمہ اللہ بھی عامل بالحدیث بزرگ تھے۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۶۳)

اعظم گڑھ کے مشہور اہلحدیث عالم دین شاہ ابواسحاق لہراوی (م:۱۲۳۴ھ) کی کتاب ''نور العينين في اثبات رفيع اليدين'' کا قلمی نسخہ بھی مولانا کے کتب خانے میں موجود تھا، عظیم آباد کے مشہور محدث علامہ شمس الحق ڈیانوی کے کتب خانے میں ''نور العينين'' کا جو نسخہ تھا وہ مولانا ہی کے نسخے سے منقول تھا۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۶۴)

مولانا برکت اللہ سورتی کا اخذ طریقت:۔ سورت کے ایک دوسرے صاحب علم مولانا برکت اللہ سورتی تھے، جنہوں نے نہ صرف فقہ وحدیث کی تحصیل عظیم آباد میں مولانا شاہ محمد سعید سے کی بلکہ اخذ طریقت بھی کیا۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۷۱)

مولانا مظہر علی عظیم آبادی کی خلافت طریقت:۔ مولانا مظہر علی عظیم آبادی اکابر علمائے عظیم آباد سے تھے۔ ماہر علوم وفنون تھے، سید احمد شہید کے خلیفہ تھے۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۷۵)

مولوی حسیب اللہ مختار کی بیعت اصلاح:۔ مولوی حسیب اللہ مختار ۱۸۶۵ء کو عظیم آباد پٹنہ کے معروف محلے لودی کٹرہ میں پیدا ہوئے، نسباً حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے تعلق تھا۔

کچھ عرصہ محلے میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد خانقاہ عمادیہ کے سجادہ نشیں مولانا شاہ امیر الحق عمادی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۱۸ برس کی عمر تک یہیں فارسی وعربی کی تحصیل کی۔

تصوف کی طرف میلان طبع تھا، شاہ رشید الحق عمادی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ تصانیف میں ''انوار الاولیاء مع اسرار الصوفیاء، انوار الاذکیاء فی احوال الصوفیاء، وسیلہ نجات، تذکرۃ الصالحین (طبع ۱۹۳۰ء پٹنہ)، تحقیق الکلام فی المولد والقیام، ''علاج الامراض، وغیرہا کا ذکر ملتا ہے۔ مولوی حسیب اللہ مختار عظیم آباد کے معروف تذکرہ نویس تھے، انہیں تاریخ، تصوف، تذکرہ، حکمت اور شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۷۶)

مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ (۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء-۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان حاذق بن حکیم داؤد پھلواروی رحمہ اللہ دیار ہند کے بلند پایۂ شیخ طریقت، زعیم ملت اور وسیع النظر عالم دین تھے۔ طبقۂ مشائخ میں بلند مرتبہ حاصل تھا، مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے جب ''بزم صوفیاء'' کی بنیاد رکھی تو اس کی آل انڈیا اجلاس کی صدارت کیلئے مولانا فرنگی محلی کی نگاہ انتخاب بھی آپ ہی کی جانب اٹھی۔ خواجہ حسن نظامی نے جب ''حلقۂ مشائخ'' قائم کیا تو تا حیات شاہ سلیمان رحمہ

www.urdulibrary.org

اللہ اس کے سرپرست اعلیٰ رہے۔ علامہ اقبال اور خواجہ حسن نظامی کے مابین جب تصوف کے مسائل پر اختلاف ہوا تو اس کے محاکمے کیلئے نگاہ انتخاب بھی شاہ سلیمان پر ٹھہری۔

اپنے عہد کی سیاست پر بھی شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ کو بڑا رسوخ حاصل تھا۔ ایک دفعہ گاندھی جی نے شاہ سلیمان رحمہ اللہ کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر کہا: ”آپ اپنی شخصیت کے اثر سے مسلمانان ہند کو آمادہ کیجئے کہ وہ گاؤکشی ترک کر دیں۔“ جس پر شاہ سلیمان نے فرمایا کہ میری ایک شرط ہے، گاندھی جی نے شرط دریافت کی۔ فرمایا: ”آپ ہندوؤں سے بت پرستی ترک کروا دیجئے۔“ اس پر گاندھی جی خاموش ہو گئے۔

شاہ سلیمان رحمہ اللہ کا شمار ان بالغ النظر افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے ابتداء ہی میں مسئلہ فلسطین میں یہودیوں کی شاطرانہ چالوں کو سمجھا، جیسا کہ موصوف کے اس فتوے سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے ”جمعیت علماء ہند“ (کان پور) کے امیر کی حیثیت سے دیا تھا اور جو جریدہ ”الجامعۃ العربیۃ“ فلسطین کے ۱۱ فروری ۱۹۳۵ء کے شمارے میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے بھی ”کامریڈ“ کے مورخہ ۱۱ جولائی میں شاہ سلیمان رحمہ اللہ کی جادوبیانی کی تعریف کی ہے۔ (دیوان فائز: ۴۶)

شاہ محمد سلیمان کی ولادت ۱۱ المحرم ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء کو پھلواری میں ہوئی۔ ”آثارات پھلواری شریف“ کے مطابق مختصراً سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

”شاہ محمد سلیمان بن حکیم داؤد بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو بن شیخ پیر نذر محمد بن شیخ فتح محمد بن شیخ عبدالغفور بن مولانا فریدالدین یکے از اولاد حضرت امام محمد تاج فقیہہ۔“ (اصحاب علم وفضل، ص: ۷۸-۷۹)

حصول تعلیم:۔ ”مدرسہ چشمۂ رحمت، غازی پور میں بعض کتب درسیہ کی تحصیل مولانا حافظ عبداللہ غازی پور رحمہ اللہ سے کی۔ کتب درسیہ کی تکمیل لکھنؤ میں مولانا عبدالحئی حنفی لکھنوی رحمہ اللہ سے کی اور حدیث کی تحصیل وتکمیل مولانا احمد علی سہارن پوری اور سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے کی۔

شیوخ طریقت:۔ شاہ سلیمان رحمہ اللہ کے شیوخ طریقت ورہنمایان تصوف میں شاہ علی حبیب نصرؔ پھلواروی، مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی، حاجی امداداللہ مہاجر مکی، مولانا عبدالحئی حنفی لکھنوی، مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی، شاہ قدرت اللہ (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا فیض اللہ نقشبندی، شاہ محمد یعقوب دہلوی، شیخ محمد صالح، علامہ عبداللہ النہاری یمنی، شاہ صفت اللہ پھلواروی، شاہ اشرف مجیب فریدی پھلواروی، شاہ وحیدالحق منعمی، شاہ یحییٰ منعمی، مولانا عبدالرحمان جعفری پھلواری رحمہم اللہ وغیرہم شامل ہیں۔

جب شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ بغداد گئے تو وہاں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے اخلاف میں سے السید عبدالرحمان المحض (سجادہ نشیں) کے مہمان ہوئے اور ان سے سلسلۂ قادریہ کی تبرکاً اجازت لی۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۸۱)

مولانا شاہ محمد سلیمان نے سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی بارگاہ علم وفضل سے ۱۲۹۷ھ میں سند واجازۂ حدیث حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں مولانا تلطف حسین عظیم آبادی کی توجہ سے سید نذیر حسن دہلوی رحمہ اللہ کی تصنیف ”معیار الحق“ کا ایک دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ کتاب ”معیار الحق“ کا اصل مبحث ردتقلید ہے، بعض فروعی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جس میں اصحاب الحدیث کے مسلک کی تائید کی گئی ہے۔ اس کتاب پر عالی مرتبت مصنف کے متعدد تلامذہ نے تقاریظ ثبت فرمائیں، انہی میں شاہ محمد سلیمان پھلواروی بھی شامل ہیں۔

شیخ الکل کی نظر عنایت:۔ سید نذیر حسین رحمہ اللہ بالعموم اپنے تلامذہ سے شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے تھے، موصوف پر بھی نظر عنایت تھی۔ آپ میں خط وکتابت کا سلسلہ بھی تھا۔ مولانا غلام حسین ندوی پھلواروی رحمہ اللہ نے ”خاتم سلیمانی“ میں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کا ایک مکتوب گرامی بنام شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ نقل کیا ہے۔ یہ پُراز معارف مکتوب بطور یادگار یہاں نقل کرتا ہوں:

”اے عزیز از محاسبہ ”وان تبدوا مافي انفسكم او تخفوه يحاسبكم به الله“۔ اندیشہ کن، وبجو ”اولئك كالانعام“ مخطوظ

نفسانی مباش، وسرور مراقبہ ’’فاذ کرونی اذکرکم‘‘ فرو بر، ودیدۂ دل درمشاہدہ ’’وجوہ یومئذ ناضرة الیٰ ربها ناظرة‘‘ بکشائے نظارہ کن، وسکہ طالب استقامت خود در بوتہ ’’فاستقم کما امرت‘‘ ’’والذین جاهدوا فینا ‘‘ و بآتش ’’یحذرکم الله نفسه‘‘ بگداز وخالص کن تا شایان مہر ’’لنهدینهم سبلنا‘‘ گردد بازار ’’ان الله اشتریٰ من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة‘‘ اوراز شے باشد وبداں سرمایہ توانی کہ بضاعت دین خالص ’’الا لله الدین الخالص‘‘ اصلی کئی، شاید رمزے از اسرار والمخلصون علی خطر عظیم برتو بکشایند، واز لوامع انوار ’’فمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه‘‘ شعاعے برتو تابد، تا از حفیض ’’قل متاع الدنیا قلیل ‘‘ پائے ہمت بیروں نہی، وبراوج ’’والاخرة خیر وابقی ‘‘ عبور کنی، ومبشر اقبال ’’ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء ‘‘ چنیں وارساند ’’الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون و رضوان جنات نعیم رضی الله عنهم ‘‘ ندا در دہد ’’کلوا و اشربوا هنیئاً بما کنتم تعملون‘‘ زیاده والسلام خیر الختام‘‘۔ الراقم العاجز محمد نذیر حسین۔‘‘

(خاتم سلیمان، حصہ اوّل: ۸۵-۸۶)

پھلواری میں سب سے پہلے مولانا شاہ علی نعمت پھلواروی رحمہ اللہ نے مسلک اہلحدیث اختیار کیا۔ شاہ علی نعمت رحمہ اللہ، شاہ سلیمان رحمہ اللہ کے اعزہ میں سے تھے۔ شاہ سلیمان پھلواروی نے ان کا ذکر اپنے مکاتیب میں بھی کیا ہے، یہ مکاتیب بعد ازاں ’’شمس المعارف‘‘ کے عنوان سے یکجا ہو کر شائع ہوئے۔ شاہ سلیمان کی اہلیہ کے برادر بزرگ شاہ معین الحق رحمہ اللہ تھے، جو اپنے دور کے مشہور اہلحدیث عالم تھے۔ شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ کے حقیقی ماموں شاہ صفت اللہ فریدی پھلواروی رحمہ اللہ کے صاحبزادۂ گرامی شاہ محمد ہارون نے بھی مسلک اہلحدیث اختیار فرمالیا تھا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا تعزیت نامہ:۔ شاہ سلیمان رحمہ اللہ کی وفات پر مشہور اہلحدیث عالم دین مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے اپنے تعزیتی مکتوب بنام شاہ حسین میاں میں لکھا کہ

’’اسلام وعلیکم، اخبارات میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کی خبر پڑھ کر صدمہ ہوا، پھلواروی میں اب ہمارا تعلق کیا رہا، واحسرتا، یاران من تنہا مرا بگذاشتند۔ آخر سب کی یہی راہ ہے۔ غفر اللہ لہ ورحمہ۔ ابوالوفاء ثناء اللہ۔‘‘ (خاتم سلیمانی، حصہ سوم: ۷)

شاہ محمد سلیمان نے پھلواری رحمہ اللہ میں اپنی ایک الگ خانقاہ ’’خانقاہ سلیمانیہ‘‘ کی بنیاد رکھی۔ پھلواری کی خانقاہوں کے رسوم وآداب نہ خالص بریلوی طرز پر ہیں نہ دیوبندی طرز پر۔ شاہ سلیمان پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۸۲-۸۴)

تصوف پر مشتمل مکاتب:۔ شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ کا مجموعۂ مکاتیب ’’شمس المعارف‘‘ زیادہ تر مسائل تصوف پر مشتمل ہے۔ بعض جگہوں پر بڑے عمدہ نکات ودقائق بھی تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً

ماہ رمضان گزرنے کے بعد عید الفطر کے موقع پر مسلمان جس انداز میں عید کی خوشیاں مناتے ہیں، اس پر شاہ سلیمان رحمہ اللہ نے بڑا عمدہ نفسیاتی تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ’’عوام الناس عید کے ظاہر سے انبساط واحتشام اور اکل وشرب کے مشاغل میں ایسے مصروف ہوجاتے ہیں کہ گویا یہ ماہ مبارک ایک بلا تھی جو ٹل گئی۔‘‘ (ص: ۳۱۸)

اپنے فرزند شاہ حسن میاں کے نام ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں: ’’فرزند مَن! پیری ومریدی وبیعت وارشاد کی توضیح جو بعضے متاخرین بزرگان نے کی ہے اس کو کتاب وسنت پر پیش کرو جو موافق ہو اسے قبول کرو۔ میں ان اقوال کی تردید نہیں کرتا مگر الحق احق بالاتباع۔‘‘ (ص: ۶۴)

شاہ محمد عزیز فریدی کے نام لکھتے ہیں: ’’میرے قلب پر یہ بھی وارد ہوا کہ عموماً اس زمانے کے مشائخین وپیرزادگان کا موجودہ طریقہ جس کو وہ درویشی وعرفان سمجھتے ہیں مثلاً رسومات عرس ونیاز ونذر وحال وقال وجوش وخروش وزبانی الفاظ توحیدیہ وجودیہ وغیرہ وغیرہ، یہ ہرگز عرفان نہیں ہے۔‘‘ (ص: ۱۳۲) (اصحاب علم وفضل، ص: ۹۰)

علامہ اقبال کا مسائل تصوف میں رجوع:۔ علامہ اقبال بہار کے اس صوفی منش عالم کے بڑے معتقد تھے، موصوف نے جب فلسفۂ تصوف پر قلم اٹھایا تو قدیم وجدید اور مشرق ومغرب کے تفاوت سے پیدا ہونے والے مسائل نیز وحدۃ الوجود وغیرہ سے متعلق سوالات شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ سے دریافت کیے اور استفادہ کیا اس سلسلے میں دونوں بزرگوں کے درمیان خط وکتابت بھی رہی۔

ایک موقع علامہ اقبال شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ کے نام اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں:

''آپ کو اللہ تعالیٰ نے کمال روحانی کے ساتھ علم وفضل سے آراستہ کیا ہے۔'' (انوار اقبال: ۱۸۰ بحوالہ اقبال کے ممدوح علماء: ۱۳۷)

(اصحاب علم وفضل، ص: ۹۱)

چار سلیمان: شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ بڑے بذلہ سنج اور زندہ دل بزرگ تھے۔ ان کی خوش بیانیوں کا شہرہ ملک کے طول وارض میں پھیل چکا تھا۔ ندوہ کے ایک جلسہ منعقدہ لکھنؤ میں ہندوستان کے چار سلیمان جمع ہو گئے تھے۔ یعنی قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ مصنف ''رحمۃ اللعالمین''، مولانا سلیمان اشرف بہاری رحمہ اللہ، سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اور خود شاہ سلیمان پھلواروی رحمہ اللہ۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کل کئی کئی سلیمان پیدا ہو گئے ہیں لیکن ان میں اصلی سلیمان میں ہوں کیونکہ میں سلیمان بن داؤد ہوں۔ ع پریاں نئی نئی ہیں سلیماں نئے نئے۔ یہ سن کر مجمع بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر فرمایا پہلے سلیمان فرد تھا اب رباعی ہے، چار چار سلیمان یکجا ہیں۔

(اصحاب علم وفضل، ص: ۹۲-۹۳)

کتاب عین التوحید:۔ مسئلہ وحدت الوجود سے متعلق عربی میں نہایت قیمتی معلومات کا خزینہ ہے۔ شاہ صاحب نے اس کا ایک نسخہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی روانہ کیا تھا، جسے انہوں نے پسند فرمایا تھا۔

جوہر خمسہ: پانچ مواعظ کا مجموعہ ہے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ایک مرید خاص مولوی محمد اسحاق رحمہ اللہ ایڈیٹر ''العرفان'' بنگلور نے شائع کیا تھا۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۹۴)

کتاب حیات حضرت نصر:۔ : اپنے پیرومرشد اور خسر شاہ علی حبیب نصرؔ پھلواروی رحمہ اللہ کے حالات میں لیکن اب نایاب ہے۔

مجربات سلیمانی: یونانی وڈاکٹری نسخوں کا ایک مجموعہ۔

شمس المعارف:۔ یہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مکاتیب کا مجموعہ ہے جسے ان کے صاحبزادوں مولانا غلام حسنین ندوی اور شاہ محمد جعفر ندوی نے مرتب کیا ہے، دو مرتبہ مرحلۂ طباعت سے گزر چکی ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن جناب شفیق بریلوی کی مساعی سے ''مرکز علوم اسلامیہ'' کراچی سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا، تعداد صفحات ۲۶۷۔

نصرۃ الصوفیہ:۔ یہ کتاب عربی اور فارسی میں تالیف کی ہے، اس میں بعض مسائل تصوف کا بیان ہے۔

شجرۃ السعادۃ وسلسلۃ الکرامۃ: اس میں سلاسل تصوف کا ذکر ہے۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۹۶-۹۷)

قاضی طلا محمد خاں پشاوری کا ذوق تصوف (المتوفی ۱۳۱۰ھ)

قاضی طلا محمد نے علوم کی تحصیل مختلف علماء سے کی، کتب حدیث شیخ اجل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھیں، کچھ عرصہ عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی مصاحبت بھی اختیار کی اور ان سے استفادہ کیا۔

قاضی صاحب کو امراء کی صحبت سے تنفر تھا۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۱۰۴-۱۰۵)

ایک مختصر کتابچہ جو چند قصائد اور منظوم شجرہ ہائے طریقت پر مشتمل ہے۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۱۰۹)

مولانا عبدالغفار کا اخذ طریقت: مولانا عبدالغفار خاں بن محمد علی رام پوری، افغانی النسل تھے۔ تقریباً ۱۸۵۶ء میں ولادت ہوئی۔

آپ کے والد سرحد سے رام پور آ بسے تھے، مولانا محمد علی رامپوری خلیفہ سید احمد شہید کے شاگرد تھے۔ ۱۸۵۷ء میں مولانا عبدالجلیل شہید علی گڑھی کے ساتھ انگریزوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ مولانا عبدالغفار نے اپنے نانا کے زیر سایہ پرورش پائی۔ مولانا ارشاد حسین رام پوری سے کسب علم واخذ طریقت کیا۔ تلامذہ میں مشاہیر علماء شامل ہیں۔ (حالات کیلئے ملاحظہ ہو: نزہتہ الخواطر: ۸/ ۲۶۸، تذکرہ کاملان رام پور)
(اصحاب علم وفضل، ص: ۱۱۸)

مولانا عبدالتواب کے قادری اویسی اسلاف:۔ مولانا عبدالتواب کے مورث اعلیٰ مولانا عبدالقادر اُویسی حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔ حضرت اویس قرنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارکہ میں دولت ایمان سے بہرہ ور ہو چکے تھے، مگر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف لقا حاصل نہ تھا۔ مولانا عبدالقادر ایک روایت کے مطابق عراق سے اور ایک دوسری روایت کے مطابق یمن سے ہجرت کر کے ملتان آ بسے تھے۔ ان کی نسبت سے ان کے اخلاف ”قادری اویسی“ کہلاتے ہیں۔ مولانا عبدالقادر صوفی المشرب تھے۔ اُن کی وفات ملتان میں ہوئی۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۱۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وادب:۔ مولانا (عبدالتواب) کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جو شخص ایک بار کچھ دیر ان کی صحبت میں بیٹھ کر آیا۔ پھر ان کا اخلاص اس شخص کو مجبور کرتا کہ وہ دوبارہ جاتا اور مولانا کے علمی ارشادات سے مستفیض ہوتا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی شخصیت سے پورا پاک وہند آشنا ہے۔ ان کی شعلہ بیانی اور قرآن مجید پڑھنے کا انداز شاید ہی کسی کو نصیب ہو۔ فن خطابت کا یہ شہنشاہ اکثر ملتان آیا کرتا اور توحید ورسالت پر گھنٹوں تقریر کرتا، اور دنیا کو مسحور کرتا۔ آج کان اس پُر تاثیر شعلہ بیانی کو ترستے ہیں۔ ایک رات ان کی تقریر تھی۔ قرآن مجید کے آخری پارے کی سورہ عبس و تولی کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ صاحب نے ابن اُم مکتوم کا واقعہ بیان کیا اس کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے جو کچھ لکھا تھا۔ اس میں اکثر کو تسامح ہوا۔ اور اس سورۂ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ذرا تادیبی رنگ میں بیان کیا۔ تقریر رات کو ہوگئی۔ شاہ صاحب کی تقریر سننے کو ہر مسلک کے لوگ جاتے تھے۔ صبح کو مولانا کے پاس سلفی مسلک کے کچھ لوگ آئے اور تقریر کی بڑی تعریف کی۔ مولانا نے پوچھا عنوان کیا تھا۔ انہوں نے کہا تقریر رسالت پر تھی اور سورۂ ”عبس و تولی“ کی تفسیر تھی۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ شاہ صاحب سے عرض کریں کہ اس کے علاوہ اور کوئی عنوان نہ تھا۔ یہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۱۲۹-۱۳۰)

حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی امرتسری رحمہ اللہ:۔ (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۰ھ/۱۹۱۳ء): خانوادۂ غزنویہ (امرتسر) کے مورث اعلیٰ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جن کی زاہدانہ روش اور عابدانہ طریق نے ہزار ہا گم کردہ راہِ حیات کو منزل حقیقی سے آشنا کیا، جن کی فضیلت علمی کی ضیاء پاش کرنوں نے چار دانگ عالم کو روشنی سے منور کر دیا۔ جن کی ولایت وللّٰہیت کے آثار بدوِ شعور کے آغاز ہی سے ہویدا تھے، جنہوں نے تکلیفیں سہیں، ایذائیں برداشت کیں مگر مواحدانہ روش سے ذرہ برابر ہٹنا گوارا نہیں کیا، جس پر غزنی سے جلاوطن ہونا پڑا اور اس طرح امرتسر کا نصیبہ جاگ اُٹھا کہ وقت کے عظیم ولی نے اسے اپنی جائے سکونت قرار دیا۔

عارف باللہ کا مقام فنا فی الذکر:۔ محدث شہیر امام ابوالطیب شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ”**غـــایةُ المقصود فی حل سنن ابی دائود**“ کے مقدمے میں امام کبیر عارف باللہ السید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ”آپ ہیں شیخ، علامہ، سید، سند، مقدس کمالات والے، آخری زمانہ میں جو عزیز الوجود ہیں۔ مولانا اور فضل کے اعتبار سے ہم سے بہتر، محمد اعظم بن محمد بن محمد بن شریف معروف بہ عبداللہ غزنوی امرتسری رحمہ اللہ۔ آپ تھے اللہ کو پہچاننے والے، اس کی رضا کیلئے سب کچھ کرنے والے، کثرت ذکر کرنے والے، عابد، اللہ کی طرف رجوع کرنے والے متذلل، خاشع، خاضع، پرہیزگار، متواضع، حنیف، کامل، بارع، ملہم، مخلص، صدیق، کریم کہہ کر مخاطب کیے گئے۔ سخاوت کرنے والے، رجوع کرنے والے، حلیم، متوکل، منیب، صابر، قانت، انہیں اللہ کی راہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ کبھی نہ ہوئی۔ اللہ کی خوشنودی کو اپنے اہل وطن، اپنے مال ودولت، اپنے اہل

وعیال اور خود اپنے نفس پر ترجیح دینے والے، مشہور احوال ومقامات والے، بڑے بڑے معرکوں والے، آپ اللہ کے دین کی مدد کیلئے صابر محتسب بن اُٹھے۔ توحید وسنت کا باغ لگانے والے، میدان اخلاص کے شہسوار، زاہدوں کے پیشوا، بندوں میں یکتا، زمانے کے امام، رحمان کے ولی، قرآن کے خادم، اللہ کا تقرب حاصل کرنے والے، آپ تمام احوال میں اللہ عزوجل کے ذکر میں مستغرق رہتے، حتیٰ کہ آپ کا گوشت، آپ کی ہڈیاں، آپ کے اعصاب، آپ کے بال اور آپ کا پورا بدن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور اس کے ذکر میں فنا ہونے والا تھا۔‘‘ (غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داوٗد: ۱/۱۲-۱۳ بحوالہ اصحاب علم وفضل، ص: ۱۴۳-۱۴۴)

مولانا عبدالجبار غزنوی کا روحانی استفادہ:۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ۱۲۶۸ھ میں غزنی کے ایک مقام ’’صاجبزادہ‘‘ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے برادران حقیقی مولانا محمد غزنوی رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۹۶ھ اور مولانا احمد غزنوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ اپنے عالی قدر والد گرامی سے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور روحانی استفادہ کیا۔ بیس برس سے بھی کم عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۱۴۵)

دہلی میں مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کیا یہ بہت بڑا شرف تھا جو انہیں حاصل ہوا۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے جن علماء ومحدثین سے کتب حدیث وتفسیر پڑھی، ان کے اسمائے گرامی اپنے تلمیذ رشید مولانا عبداللہ بابر خانوی کے نام عطا کردہ اپنی سند مرقومہ ۷ شوال ۱۳۰۹ھ/ ۲۹ اپریل ۱۸۹۲ء میں لکھے ہیں، چنانچہ آپ نے لکھا ہے:

> ’’اجازنی مشائخی الکرام وسادتی العظام:
>
> اوّلهم: امام الوقت فی التقویٰ والدین والدی الشیخ عبدالله الغزنوی السلفی رحمه الله ۔
>
> وثانیهم: شیخی و شیخ والدی و شیخ الکل السیّد نذیر حسین الدهلوی رحمه الله ۔
>
> و ثالثهم: الشیخ احمد الشرقی الحنبلی رحمه الله نزیل مکة۔
>
> و رابعهم: الشیخ نعمان الآلوسی رحمه الله رئیس المدرسین فی المدرسة المرجانیة ببلدة بغداد۔
>
> خامسهم: الشیخ حسین البوفالی ثم الحدیدوی الیمانی الشافعی رحمه الله الملقب بشیخ البخاری وغیرهم۔‘‘ (الفیوض المحمدیة بتذکار سلالة لکویة: ۲۴۸-۲۴۹)

اس تحریر سے عیاں ہوتا ہے کہ مولانا غزنوی نے اپنے والد گرامی اور حضرت میاں صاحب کے علاوہ شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ شرقی نجدی حنبلی رحمہم اللہ سے بھی استفادہ کیا جو بڑے صاحب عزیمت اور اکابر محدثین میں سے تھے۔ قارۂ ہند کے جن علمائے عالی مرتبت نے شیخ احمد شرقی سے استفادۂ علمی کیا ان میں محدث شہیر ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی، علامہ محمد بشیر سہسوانی صاحب ’’صیانۃ الانسان‘‘، مترجم حدیث وقرآن علامہ وحید الزماں لکھنوی وغیرہم شامل ہیں۔

شیخ احمد شرقی نے ۴ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ نے مشہور مفسر قرآن علامہ شہاب الدین محمودی آلوسی صاحب ’’روح المعانی‘‘ کے فرزند ارجمند شیخ ابوالبرکات خیر الدین نعمان آلوسی سے بھی فیض علمی حاصل کیا۔ جن کا شمار بلدۂ عراق کے بلند پایہ فقہاء ومحدثین میں ہوتا تھا۔ فروع میں حنفی اور عقائد میں سلفی المشرب تھے۔ دیار ہند کے دو جلیل القدر محدثین حضرت نواب صدیق حسن خان والی بھوپال اور علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب ’’عون المعبود‘‘ بھی ان کے دبستان علمی کے فیض یافتہ تھے۔ علامہ نعمان آلوسی نے ۷ المحرم ۱۳۱۷ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۱۴۸-۱۴۹)

مولانا عبدالجبار کا فیض سلوک: امرتسر آنے کے بعد سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے توحید وسنت کی نشر واشاعت کیلئے اپنی

جہو دِمخلصہ کا آغاز فرمایا۔ مولانا سید داؤدغزنوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

> ''امام اہل توحید، منبع آثارِ سلف الصالحین، عارف باللہ حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جب غزنی سے پنجاب تشریف لائے اور امرتسر میں سکونت پذیر ہوئے۔ توحید وسنت کی اشاعت اور بدعات اور مشرکانہ رسوم سے پاک اسلام کی تبلیغ کا بے پناہ جذبہ جو آپ کے دل میں موجزن تھا، اس نے چند دنوں میں ایسی صورت حال پیدا کردی کہ امرتسر مرجع عوام وخواص بن گیا۔
>
> **مرشد کامل کی خدمت میں بکثرت علماء کی حاضری:۔** آپ کے حلقہ پند ونصائح میں شریک ہوکے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے اور کیفیت خشوع حاصل کرنے اور آپ کے فیضان صحبت سے مستفیض ہونے کیلئے صلحاء اور علماء دور دور سے حاضر ہوکر اس چشمہ ہدایت ومعرفت سے اپنی روح کی تسکین اور قلب کی تطہیر حاصل کرتے۔ آپ کے صاحبزادگان میں سے مولانا عبداللہ، مولانا محمد اور والد بزرگوار حضرت مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ قرآن و حدیث کا درس دیتے۔ اس طرح مسجد غزنویہ ایسی تربیت گاہ بن گئی جہاں علم کے ساتھ عمل، قال کے ساتھ حال کی کیفیت اور علم وبصیرت کے ساتھ معرفت کا زر حاصل ہوتا تھا۔ عارف باللہ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے واصل بحق ہونے کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبداللہ بن عبداللہ ان کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ تھوڑا عرصہ زندہ رہے، ان کی وفات کے بعد والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ منصب خلافت وامامت پر فائز ہوئے۔ آپ کے عہدِ مبارک میں روحانی فیوض وبرکات حاصل کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہوگیا اور آپ کے علم وفضل کے چرچے پنجاب سے گزر کر پورے ہندوستان بلکہ بلادِ عرب تک جا پہنچے اور اس طرح آپ کے شاگرد تمام ملک بلکہ بیرونی ممالک میں بھی پھیل گئے۔ آپ نے اپنے عہدِ مبارک میں مسجد غزنویہ کی درس گاہ کو باقاعدہ دارالعلوم کی شکل میں تبدیل کردیا اور اس کیلئے ایک نظام قائم کردیا۔ حضرت امام صاحب نے اپنی فراست ایمانی اور بصیرت قلبی کی برکت سے وقت کی اہم ترین ضرورت کو محسوس کیا علوم کتاب وسنت اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم کیلئے ''دارالعلوم تقویۃ الاسلام'' کے نام سے ایک ایسی درس گاہ قائم کی جو پنجاب میں علم اور روحانی فیوض کے لحاظ سے عدیم النظیر اور بے مثال تھی۔''

(سیدی وابی داؤدغزنوی: ۴۵۰)

مولانا فقیر اللہ کی بیعت: مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے فیض صحبت سے مستفید ہونے والوں کی تعداد کثیر ہے اور پھر ان میں بھی بلند پایہ علمائے عالی مرتبت شامل ہیں۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے ایک تلمیذ رشید مولانا فقیر اللہ پنجابی مدراسی ہیں، جو خانوادۂ غزنویہ کے خاص ارادت مند تھے، مجاہدانہ صفات کے حامل تھے، امیر المجاہدین مولانا عبدالکریم صادق پوری کے دست مبارک پر بیعت بھی کی تھی، مدراس میں تحریک مجاہدین کیلئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

(اصحاب علم وفضل، ص: ۱۵۱-۱۵۲)

طریقت وسلوک میں صحیح جانشین: مولانا حکیم عبدالمجید خادمؔ سوہدروی حضرت ممدوح غزنوی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''الملقب بہ ''امام صاحب'' بڑے عالم، فاضل، جامع معقول ومنقول، خاندان غزنویہ کے روشن چراغ، مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام کے بانی اول، صاحب نسبت، صاحبِ دل اولیاء اللہ میں شمار ہوتے تھے، اپنے والد عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے صحیح جانشین تھے۔

الاستقامة فوق الكرامة: منقول ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت کچھ مہمان مولانا موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے، سب سے پہلے آپ کی توجہ مہمانان گرامی کی ضیافت کی طرف گئی، گھر میں دریافت فرمانے پر معلوم ہوا کہ کچھ بھی موجود نہیں، چنانچہ آپ

نے فرمایا: ’’فاقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور آج ہمارے گھر میں فاقہ ہے۔‘‘

مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات تھے، مگر میرے نزدیک ان کی سب سے بڑی کرامت دین کیلئے ان کی بے مثال استقامت ہے۔ ’’الاستقامة فوق الکرامة‘‘۔

بیعت اصلاح پر اعتراض کا حل:۔ مولانا نے امرتسر میں عامۃ الناس کے اصلاح نفس و باطن کی غرض سے انہیں اپنے حلقۂ ارادت میں بھی لیا، ان سے کتاب وسنت سے تمسک اور بدعات ومحدثات سے اجتناب پر بیعت لیتے۔ بعض علمائے اہلحدیث امرتسر پر یہ امر گراں گزرا۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ اس طرح ’’پیری مریدی‘‘ کے مروّجہ رسوم باطلہ کو پروان چڑھنے کا موقع مل سکتا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کا اختلاف بھی دین ہی کی خاطر تھا، اس کے پس پردہ وہ کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس ضمن میں مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے معتقدین میں سے بعض افراد نے چند کبار علمائے عصر سے اس مسئلے میں رجوع کیا۔ چنانچہ محدیث کبیر شمس الحق عظیم آبادی نے جو جواب مرحمت فرمایا، مختصراً درج ذیل ہے:

’’بیعت توبہ منجملہ مستحبات کے ہے اور اس کے استحباب پر بہت سے ادلّہ شرعیہ قائم ہیں۔ کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے...... آخذ بیعت کیلئے جتنے شرائط چاہیے یعنی کونه عالماً بالکتاب والسنة آمراً بالمعروف ناهياً عن المنكر و كونه صاحب العدالة والتقویٰ والصدق والضبط و كونه زاهداً في الدنيا راغباً الیٰ الآخرة مواظباً على الطاعات المؤكدة والاذكار الماثورة و ان يكون صحباً لعلماء بالكتاب والسنة و تاب بهم دهراً طويلاً واخذعند العلم والفضل و غير ذالك من الشروط الصحيحة یہ کل شرطیں جناب مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ میں فيما اظن والله حسيبه موجود ہیں اور وہ اس امر کے لائق وقابل ہیں کہ ان پر لوگ بیعت توبہ کریں۔‘‘ (اعلام الانام بزلة بعض الاعلام: ۵۰

باہمی اختلاف کا حدود اخلاق میں جواب:۔ امرتسر کے ایک معروف اہلحدیث عالم دین مولانا ابوعبداللہ غلام العلی قصوری ثم امرتسری تھے، ایک روایت کے مطابق حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ان ہی کی دعوت پر اپنے عالی مرتبت فرزندوں کے ہمراہ امرتسر تشریف لائے۔ مولانا قصوری اور خانوادۂ غزنویہ میں باہم بڑی یگانگت اور محبت تھی، لیکن چند ایک مسائل میں دائرہ علمی میں رہتے ہوئے ان بزرگوں کے مابین اختلافات بھی تھے۔ ارباب غزنویہ بیعت والہام کے قائل تھے جبکہ مولانا قصوری رحمہ اللہ کو اس سے اختلاف تھا۔ مولانا غلام العلی قصوری نے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار اپنی کتاب ’’تحقيق الكلام فی مسئلة البيعت والالهام‘‘ میں تحریر فرمایا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے ’’اثبات الالهام والبيعة بادّلة الكتاب والسنة‘‘ تالیف فرمائی۔ بقول حکیم محمد موسیٰ امرتسری:

’’جس کا لب ولہجہ ذرا سخت تھا۔ یہ کتاب مؤلف فاضل کے والد (مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ) کی نظر سے گزری تو انھوں نے اس سخت طرز تحریر کو ناپسند کیا۔‘‘ (سہ ماہی، بصائر، جنوری ۱۹۶۳ء)

عرض یہ کرنا ہے کہ ارباب غزنویہ اور مولانا غلام العلی رحمہ اللہ کے درمیان جو اختلافات تھے وہ محض علمی اور دائرہ اخلاق کے اندر تھے، اس کی تہہ میں کوئی ذاتی خلش ہرگز نہ تھی۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری لکھتے ہیں: ’’مولانا قصوری اور مولانا (عبداللہ) غزنوی رحمہ اللہ میں جو اختلافات تھے۔ وہ احقاق حق ہی کیلئے تھے، کوئی ذاتی جھگڑا نہ تھا۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ جب تک زندہ رہے مولانا قصوری رحمہ اللہ کی اقتدا میں عیدین کی نمازیں ادا کرتے رہے اور تبلیغی کاموں میں ایک دوسرے کے معاون ومددگار رہے۔‘‘ (سہ ماہی، بصائر، جنوری ۱۹۶۳ء)

اس سے ان بزرگوں کے اخلاص فی العمل اور خلوص فی الدین کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جبکہ آج عالم یہ ہے کہ جب تک مخالف کی قرار واقعی تحقیر نہ کر لی جائے دل کو تسلی نہیں ہو سکتی۔ اللہ رب العزت ہمیں صحیح دینی فہم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (اصحاب علم وفضل، ص: ۱۵۷-۱۶۰)

صوفی امام عبدالجبار کا مسلکی ذوق: موصوف مسلک وعقیدے کے اعتبار سے سلفی نقطۂ نظر کے خاص علمبردار تھے، صفاتِ الٰہی کے

باب میں تاویل وتوجیہہ کے سخت مخالف تھے، مسائل توحید سے خاص دلچسپی تھی اوراس ضمن میں مسلک سلف نہایت مدلل انداز میں پیش کرتے تھے، فروعی مسائل میں بھی تاحیات عمل بر حدیث کے پابند رہے اورلوگوں کواسی کی دعوت دی۔

اثبات الالهام والبيعة بادلّة الكتاب والسنة: اس کتاب میں مولانا موصوف نے الہام وبیعت کے اثبات پر کتاب وسنت سے دلائل جمع کیے ہیں اور مخالفانہ نقطہ نظر کی تصحیح بھی کی ہے، مولانا نے یہ کتاب اُردو میں تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع ''ریاض ہند'' امرتسر سے ۱۳۰۰ھ میں طباعت پذیر ہوئی۔ تعداد صفحات ۱۷۴۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۱۶۲)

مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی رحمہ اللہ (۸۱-۱۲۸۰ھ-۱۳۵۳ھ/۱۹۳۲ء)

برصغیر کے ان علمائے ذی اکرام میں جنہوں نے اپنے فیض علمی سے طلاب علم کی ایک بڑی تعداد کو مستفیض کیا اور جن کی زندگی بذات خود ایک تحریک بنی، ان میں مولانا عبدالوہاب ملتانی ثم دہلوی ممتاز ہیں۔ ان کی خدمات گوناگوں کا دائرہ نوع بنوع بہت وسیع ہے۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۱۷۳)

مولانا غزنوی کی نماز:۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اپنے دور کے صاحب دل وصاحب نظر بزرگ تھے، ان کے فیض صحبت سے لوگ اپنے جذبۂ اخلاص کو جلا دیتے اور اذعان وافکار کو نکھارتے۔ جو شخص بھی ان کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ جاتا تازندگی بھر ان کے فیض اثر کو یاد کرتا۔ چنانچہ مولانا عبدالوہاب فرماتے ہیں:

> ''میاں صاحب مرحوم سید نذیر حسین علیہ الرحمۃ عموماً طلباء میں اور خصوصاً عاجز ابومحمد عبدالوہاب مہاجر سے بارہا فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے مجھ کو نماز پڑھنی سکھائی، اور میں نے ان کو صحیح بخاری پڑھائی سکھائی، سمجھائی۔ واقعی عاجز ابومحمد ملتانی مہاجر نے مولانا عبداللہ غزنوی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہ کو جو لطف اور مزہ نماز کا ان کے پیچھے اٹھایا اور کبھی کبھی میاں صاحب مرحوم دہلوی کے پیچھے اٹھایا تھا ویسا تو کسی کے پیچھے نصیب ہی نہیں ہوا۔'' والله المستعان على مايفعلون و يصفون الله والى المشتكى ''(اصحاب علم وفضل، ص:۱۸۴)

مولانا عبدالوہاب کے خلیفہ کی علمی کاوش:۔ مولانا عبدالوہاب کے ایک اہم تلمیذ رشید اور ان کے خلیفہ اجل مولانا عبدالجلیل سامرودی ہیں۔ قارۂ ہند کے نامور محدث شیخ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ (م ۹۸۶ھ) کی ''تذکرۃ الموضوعات، اور قانون الموضوعات والضعفاء، مولانا سامرودی ہی کی تحقیق سے "ادارہ الطباعة المنيرية" مصر سے ۱۳۴۳ھ میں منصۂ شہود پر آئی۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۱۷۷)

مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی رحمہ اللہ (۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء-۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء)

سلسلہ نقشبندیہ کے خلیفہ کا فیضان:۔ مئو، اعظم گڑھ کے اطراف میں ایک مشہور قصبہ ہے، جو اپنی علمی برکات اور مردم خیزی کے اعتبار سے مشہور ہے۔ یہاں سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ علامہ سخاوت علی جون پوری رحمہ اللہ (م ۱۲۷۴ھ) کے تلمیذ رشید مولانا فیض اللہ مئوی کے توسط سے گلستان علم وعمل کی آبیاری ہوئی، مسلک عمل بر حدیث کا شعار عام ہوا۔

مولانا نے ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی سے پڑھیں، اس کے بعد اکتساب علوم وفنون کے شوق میں جون پور مولانا سخاوت علی جون پوری کی خدمت میں تشریف لے گئے، انہی سے علوم دینیہ کے مختلف شعبوں کی تکمیل کی۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۲۰۹)

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی مولانا کے مخلصانہ روابط تھے۔ علامہ شبلی رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں مولانا کے ولدِ گرامی مولانا فیض اللہ مئوی سے عربی کی تحصیل کی تھی۔ یہ وجہ بھی تعلقات میں مزید خلوص کا ایک ذریعہ بنی۔

علامہ شبلی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ سے بھی بڑا ربط تھا۔ سید صاحب موصوف مولانا کا بڑا احترام کرتے تھے۔ مولانا اکثر اپنی علمی ضرورتوں اور سید صاحب سے تبادلۂ خیالات کیلئے دارالمصنفین جایا کرتے تھے۔ بقول ابوعلی اثری:

> ''سید صاحب ان کا بڑا احترام کرتے تھے، جب تک ان کا قیام رہتا، اپنا سارا کام کاج چھوڑ کے انہی سے مشغول

رہتے، علمی مذاکرہ اور تبادلۂ خیالات کرتے۔'' (سید سلیمان ندوی: ۲۰۰) (اصحاب علم وفضل، ص: ۲۱۵-۲۱۶)

اسلاف اہلحدیث میں بزرگ صوفیاء:۔ مولانا حافظ محمد امین، سید محمود کمال لاہوری رحمہما اللہ کے مرید وخلیفہ اور خود اپنے دور کے مشہور ولی اللہ تھے۔ مغل بادشاہ جہانگیر نے ان سے اپنی ملاقات کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے:

> ''یکم ماہ شوال ۱۰۱۶ھ کو شیخ محمود کمال رحمہ اللہ کے مرید مولانا محمد امین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے والد بزرگوار کو ان سے بہت عقیدت تھی۔ ان کی ملاقات سے مجھے از حد خوشی ہوئی...... ان کی مفید نصیحتیں اور دلچسپ مشورے میرے لیے باعث اطمینان ہوئے۔ میں نے ایک ہزار بیگھ زمین اور ایک ہزار روپیہ نقد نذر کیے۔'' (تزک جہانگیری بحوالہ الفیوض المحمدیہ: ۲۰)

مولانا حافظ محمد امین رحمہ اللہ گیارہویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف بزرگ تھے، انہوں نے فیروز پور میں وفات پائی۔ ان کے دو صاحبزادے حافظ احمد اور حافظ نور محمد تھے۔ حافظ احمد بڑے دیندار اور صاحب علم وفضل بزرگ تھے۔ شیخ محمد اسماعیل لاہوری کے تلمیذ رشید تھے۔ ان کے اکلوتے فرزند ارجمند حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ ۱۱۵۶ھ/۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اور خود اپنے زمانے کے بڑے معروف صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ ''انواع بارک اللہ'' ان کی بڑی معروف کتاب ہے، انہوں نے ۱۲۶۶ھ میں خلدِ بریں کی راہ لی۔

مولانا حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے چار صاحبزادے تھے، بڑے صاحبزادے مولانا حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ علم وعمل اور زہد وتقویٰ میں نہایت فائق تھے، انہوں نے ۱۲۲۱ھ میں اپنی حیات دنیوی کا آغاز کیا۔ انہیں شاہ عبدالغنی مجدد دہلوی رحمہ اللہ، مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ اور سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے اجازۂ حدیث حاصل تھا۔ پنجاب زبان میں قرآن پاک کی مکمل منظوم تفسیر بنام ''تفسیر محمدی'' لکھی جو پنجابی بھر میں نہایت مقبول ہوئی، اس کے علاوہ انہوں نے ''سنن ابی داؤد'' اور ''مشکوۃ المصابیح'' پر عربی میں مختصر تعلیقات بھی لکھیں۔ مولانا حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ نے ۱۳۱۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا حافظ محمد کو اللہ رب العزت نے ۶ صاحبزادے اور ۳ صاحبزادیاں عطا کیں، صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں: فتح دین، محی الدین، محمد حسن، محمد حسین، زین العابدین اور نور دین۔ یہاں مولانا کے صاحبزادۂ عالی مرتبت محی الدین رحمہ اللہ کے حالات قدرے تفصیل سے تحریر کرنا مقصود ہیں جو آگے چل کر مولانا صوفی محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ کے نام سے معروف ہوئے۔

مولانا محی الدین بمقام لکھو کے ضلع فیروز پور ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا، تیرہ برس کی عمر میں ''کافیہ'' تک تعلیم حاصل کی۔ سترہ برس کی عمر میں اپنے والد گرامی اور ایک خادم احمد کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔

دہلی میں سید نذیر حسین محدث رحمہ اللہ کا درس حدیث طلاب علم حدیث کیلئے بڑی کشش رکھتا تھا، مولانا محی الدین رحمہ اللہ نے ان کے بارگاہ علم وفضیلت میں بھی حاضری دی اور سند حدیث حاصل کی۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۲۲۸-۲۲۹)

شہر خدا کا جاروب کش مرشد کامل: دل درحقیقت، شہرِ خدا کا دروازہ ہے، جس کی گہرائی میں اترے بغیر اُس تک رسائی ممکن نہیں۔ اس راہ میں اگر کوئی عامل شریعت ومتبع سنت راہ نما مل جائے تو زہے نصیب وگرنہ کتاب وسنت کے چشمۂ صافی ہی کو اپنے قلب ونظر کی تطہیر کا حقیقی ذریعہ سمجھنا چاہیے، کیونکہ ''یہاں خضر علیہ السلام کی صورت میں کئی رہزن بھی پھرتے ہیں'' (اصحاب علم وفضل، ص: ۲۳۰)

تصوف، کی تکمیل کیلئے تلاشِ مرشد: مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمہ اللہ تصوف نبوی ﷺ پر عامل ہوئے، انہوں نے حقیقت ومعرفت کی جستجو میں کتاب وسنت کے انوار وتجلیات سے فیوض وبرکات حاصل کیے، تین برس تک سخت ریاضت کی اس کے بعد بالہام ربانی ایک خادم کے ہمراہ غزنی کی راہ لی۔ جہاں عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی تشنگان علم کیلئے مرجع افادہ تھی۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ نے اپنے لائق قدر صاحبزادے کو زادِ راہ کیلئے سو روپے دیئے، یہ اس وقت کے لحاظ سے بہت بڑی رقم تھی جو ایک باپ نے اپنے فرزند کو دی۔

مولانا محی الدین رحمہ اللہ نے دومرتبہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں غزنی حاضری دی تھی۔

مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اپنے دور کے بہت بڑے ولی و عارف تھے، ان کی زندگی کا لمحہ ذکرِ الٰہی میں فنا ہو چکا تھا۔

محدث شہیر علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ عظیم آبادی "مقدمة غاية المقصود" میں لکھتے ہیں: "وكان فی جمیع احواله مستغرقاً فی ذكر الله عزوجل حتیٰ عن لحمه و عظامه و اعصابه و اشعاره و جمیع بدنه كان متوجها الی الله تعالیٰ فانیاً فی ذكره عزوجل" (غايةُ المقصود فی حل سنن ابی دائود: ١٣/١)

ترجمہ: "وہ تمام احوال میں اللہ عزوجل کے ذکر میں مستغرق رہتے تھے، حتیٰ کہ ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے اعصاب، ان کے بال اوران کا پورا بدن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اوراسی کے ذکر میں فنا ہونے والا تھا۔"

غزنی میں حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے باب عالی پر دستک دی۔ ہمراہی نے مولانا محی الدین رحمہ اللہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا: "پدر ایں درپنجاب چراغ است۔ "یعنی ان کے والد پنجاب میں ہدایت کے چراغ ہیں۔ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "ایں انشاء اللہ آفتاب خواہد شد۔ "یعنی اگر اللہ نے چاہا تو یہ ہدایت کے سورج ہونگے۔ بوقت بیعت مولانا غزنوی نے مولانا کا نام "عبدالرحمان" تجویز کیا لہٰذا مولانا محی الدین عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے معروف ہوئے۔

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو مولانا موصوف سے از حد ربط اور تعلق خاطر تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے: "ما و عبدالرحمان یکیست۔ "اور کبھی مولانا کو مخاطب کرکے فرماتے: "درمیان ماوشما مناسبت در ازل بود" (اصحاب علم وفضل، ص: ۲۳۰)

تکمیل سلوک کے بعد اشاعت سلوک:۔ وطن پہنچ کر اصلاح وہدایت کی وہی شمع روشن کی جس کی کرنیں غزنی سے لے کر آئے تھے۔ بڑے بڑے افاضل واعلام اصلاح باطن کیلئے "لکھوکے" کا رخ کرنے لگے، جہاں مولانا محی الدین عبدالرحمان کا فیض واتھا۔ بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگا کہ برصغیر کے عالم شہیر اور فاتح قادیاں حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ نے بھی لکھوکے کی طرف شد رحال کیا اور حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن کی خدمت میں رہ کر اکتساب علم کیا اور شرف بیعت حاصل کیا۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۲۳۱)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی بیعت تصوف:۔ مولانا امرتسری رحمہ اللہ کی اولین سیرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی نے "سیرت ثنائی" کے عنوان سے لکھی ہے، یہ کتاب جب طبع ہو کر منظرِ شہود پر آئی تو مولانا ثناءاللہ رحمہ اللہ کی زندگی کے اس اہم واقعے کا کوئی ذکر نہ تھا، چنانچہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن کے صاحبزادۂ گرامی مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ نے لائق تکریم مولف کی خدمت میں عریضہ گرامی لکھا کہ

"بخدمت جناب محترم مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اخبار اہلحدیث سوہدرہ السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

بعض احباب سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب مرحوم کی سوانح طبع کرائی ہے، اوراس میں ایک اہم واقعہ مندرجہ ذیل مولانا موصوف کی سوانح میں نہیں لکھا گیا، جس کا ہونا ضروری تھا، وھوہذا:

میں راقم الحروف (محمد علی لکھوی) نے مولانا مولوی عبدالاول صاحب مرحوم غزنوی اور جناب چچا صاحب حضرت مولانا محمد حسین صاحب مرحوم لکھوی (شاگرد مولانا ثناءاللہ مرحوم) سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب مرحوم امرتسری امرتسر سے بمقام لکھوکے ضلع فیروز پور ۱۳۱۱ھ میں پہنچے اور امرتسر سے مولانا عبدالاول صاحب غزنوی مرحوم (شاگرد و مرید حضرت والد ماجد مرحوم) کو بطور سفارتی کے اپنے ہمراہ لیا، مگر اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت والد ماجد مرحوم لکھوکے سے بمقام تونبڑ بہن تحصیل موگہ ضلع فیروز پور میں اپنے کسی مرید کی دعوت ولیمہ پر گئے ہوئے تھے، لہٰذا حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب ہمراہ مولانا عبدالاول صاحب بمقام تونبڑ بہن تحصیل موگہ میں پہنچے، کیونکہ ان کا مقصد تھا کہ حضرت والد ماجد مرحوم سے بیعت سلوک حاصل کریں، چنانچہ حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے حضرت والد ماجد مرحوم مولانا محی الدین عبدالرحمٰن بن حافظ محمد مرحوم لکھوی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور چند ارشادات سلوک سے مستفید ہوئے، چنانچہ

مولانا موضع مذکور میں کچھ روز رہے، اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبدالاول صاحب رحمہ اللہ غزنوی مرحوم امرتسر واپس گئے، بعد ازاں کئی بار لکھو کے میں تشریف لائے اور ایک بار ہمارے کتب خانہ سے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر فتح البیان بھی عاریۃً لے گئے تھے چنانچہ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کا خط قلمی بھی ہمارے کتب خانہ میں موجود تھا، جس میں آپ نے تفسیر مذکور کی واپسی کا ذکر کیا ہوا تھا اور دیگر چند امور سلوک کا استفسار بھی تھا اور ذکر اسم ذات سے اپنی طبع پر خاص اثر کا ذکر بھی درج تھا۔ افسوس کہ یہ خط میں نے ہمیشہ کتب خانہ میں محفوظ رکھا تھا مگر تقسیم ہند وپاکستان میں جہاں سارا کتب خانہ ضائع ہوا یہ خط بھی ضائع ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔''

(ہفت روزہ ''اہلحدیث'' سوہدرہ: ۸ مارچ ۱۹۵۵ء)

ہم علمائے اہلحدیث بیعت اصلاح کے قائل ہیں......! ہفت روزہ اہلحدیث سوہدرہ مولانا عبدالمجید ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا اور ''اہلحدیث'' امرتسر کا نقش ثانی۔ اس خط کو نقل کرنے سے قبل مولانا عبدالمجید خادم رحمہ اللہ نے ایک مختصر نوٹ بھی تحریر کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں نقل کر دیا جائے۔ وھو ھذا:

> ''مندرجہ ذیل مکتوب مولانا محمد علی صاحب لکھوی رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ سے ارسال فرمایا ہے، چونکہ اس میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم کی بیعت کا ذکر ہے اس لیے اسے شائع کیا جا رہا ہے تاکہ احباب کو معلوم ہو کہ مولانا مرحوم جہاں اتنے مشہور صحافی، بہترین لیکچرار اور رئیس المناظرین واقع ہوئے تھے وہاں ایک عابد، ذاکر اور صوفی منش بھی تھے۔ نیز جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہلحدیث بیعت کے قائل نہیں ہیں وہ سن لیں کہ ہمارے اسلاف وعلماء اکثر بیعت کے قائل تھے۔'' (ہفت روزہ ''اہلحدیث'' سوہدرہ: ۸ مارچ ۱۹۵۵ء)

کرامت اور الہام ربانی سے مشرف بزرگ:۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن بڑے عابد وزاہد، شب زندہ دار اور صاحب کرامت بزرگ تھے، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص تھی۔ رویائے صادقہ اور الہام ربانی سے مشرف کیے جاتے تھے۔ بقول کسے: ''فاروقی قامت، علوی جسامت، صدیقی جلالت اور عثمانی حلاوت رکھتے تھے اور (بسطة في العلم والجسم) کے حامل تھے۔''

نماز کا خشوع وخضوع:۔ مولانا نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھا کرتے تھے مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ قمطراز ہیں:

> ''حضرت مولانا کی نماز کی طوالت، رکوع وسجود کی اطمینان وسکون سے ادائی اور خشوع وخضوع کی اس نواح میں بڑی شہرت تھی۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی سننے میں آیا تھا۔ اگر بزرگوں کے تذکرے میں لطیفہ بیان کرنے کو سوء ادب نہ قرار دیا جائے تو عرض کروں:
>
> کہتے ہیں کسی شخص کا اونٹ گم ہو گیا تھا، وہ اونٹ تلاش کرتا کرتا لکھو کے آیا تو دیکھا کہ لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسے نماز پڑھنے کی عادت نہ تھی، تاہم وہ اس خیال سے نماز میں شامل ہو گیا کہ نماز کے بعد لوگوں سے اونٹ کے بارے میں دریافت کرے گا۔ جماعت مولانا محی الدین عبدالرحمان صاحب رحمہ اللہ کرا رہے تھے، وہ سجدے میں گئے تو سجدہ اس درجہ طویل تھا کہ اس شخص کیلئے امام کا ساتھ دینا مشکل ہو گیا، اور اُٹھ کر چلا گیا...... چھ مہینے بعد اس کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔
>
> پوچھا: کہاں کے رہنے والے ہو؟۔ جواب دیا: لکھو کے کا......! پوچھا: تمہارے امام صاحب سجدے سے اُٹھے یا نہیں؟
>
> یہ تو ایک لطیفہ تھا، ممکن ہے واقعہ بھی ہو اور اسی طرح پیش آیا۔ ویسے بھی ہم گناہگاروں کا گزارا لطیفوں ہی پر ہے۔ ہم لطیفے سنتے اور آگے بیان کرتے رہتے ہیں...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ انتہائی عبادت گزار اور نہایت پرہیزگار بزرگ تھے۔ بارگاہ خداوندی سے انہیں علم کی بے پناہ دولت سے نوازا گیا تھا اور خوف وخشیت اور انابت الی اللہ کی متاع بے بہا بھی ان کے حصے آئی تھی۔'' (بزم ارجمنداں: ۲۱۰)

مولانا کے نزدیک نماز کی ادائیگی خشوع وخضوع کے ساتھ ضروری تھی، علامہ وحید الزماں لکھنوی لکھتے ہیں:

> ''ہمارے شیخ، اتقی زماں مولوی عبدالرحمان صاحب لکھوکے فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز کے معنی نہیں جانتا، اس کی نماز نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جو شخص اس مسئلے میں ان کے خلاف پر اصرار کرتا تو اس سے مباہلے پر تیار ہو جاتے ۔''
>
> (تسہیل القاری ترجمہ صحیح بخاری، پارہ پنجم: ۱۴۰-۱۴۱ بحوالہ بزم ارجمنداں: ۲۱۰ بحوالہ اصحاب علم وفضل ص: ۲۳۰ تا ۲۳۴)

مدعی نبوت کو ایک صوفی کا چیلنج :۔ مرزا نے اپنے زمانہ ابتدائے نبوت ہی میں علمائے اسلام کو خوب تحدی (چیلنجز) دی مگر خود عین وقت پر فرار کی راہ اختیار کی ۔ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ مرزا کے اولین ناقد ومحتسب تھے انہوں نے آخری وقت تک مرزا کا تعاقب کیا لیکن مرزا نے ہر دفعہ چور دروازے تلاش کر لیے، بڑی بڑی ذلت آمیز ناکامیوں کے باوجود وہ اپنی ''عادات'' سے باز نہ آیا۔ اس کے ابتدائی دور کا قصہ ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں علمائے اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا۔

> ''اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیش گوئی جو راستبازوں کو ملتی ہے آپ کو دی جائے ۔ ایسے ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا، اور مجھے خدا کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی، میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبدالرحمان لکھوکے والے اور میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور باقی انہیں کے زیر اثر آجائیں گے ۔'' (روحانی خزائن جلد۳ ازالۂ اوہام حصہ دوم ص ۲۵۷-۲۵۸ بحوالہ ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور: ۶ اپریل ۲۰۰۱ء)

اس دعوے کے جواب میں مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنے اخبار ''اشاعة السنة'' میں مرزا کی خوب خبر لی اور اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ایک صوفی بزرگ کی طرف سے یہ اعلان بھی اپنے رسالے میں شائع کر دیا:

''اگر مرزا صاحب کو درگاہ خداوندی میں اپنے مقبول ہونے اور علمائے اسلام کے مردود ہونے کا زعم ہے تو اس کو واجب ہے کہ کوئی ایسی کرامت دکھائے جو اس کے دعویٰ کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جس کو روئے زمین کے طبیعی وفلاسفر بھی کرامت تسلیم کر لیں اور دکھانے سے پہلے یہ ضروری شرط ہے کہ اس کے جزوی وکلی حالات ایسی وضاحت سے مشتہر کیے جائیں کہ عوام وخواص، جاہل وعالم ہر شخص اس کی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سمجھ لے ۔ حتیٰ کہ سمجھنے اور دیکھنے میں اس کی کیفیت کے اندر کسی کو اختلاف نہ ہو ۔ اگر مرزا صاحب اس شرط کے ساتھ کوئی آسمانی کرامت ونشانی دس ہفتہ میں دکھلا دے تو اس کی بڑی نوازش ہوگی اور اگر اس معیاد کے اندر ایسی کرامت دکھلانے سے عاجز آجائے تو اس کے اعتراف عجز کے بعد انشاء اللہ العزیز میں وہی کرامت اور آسمانی نشانی جو مرزا طلب کرے گا دس کی بجائے پانچ ہی ہفتہ کے اندر دکھلا دوں گا اور ایسی آسمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب ہوگا کہ وہ اپنے مبتدعانہ عقائد سے توبہ کرے گا اور توبہ نامہ شائع کر دے گا ۔'' (ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور: ۶ اپریل ۲۰۰۱ء)

یہ اعلان مرزا صاحب کیلئے ایک تازیانہ ثابت ہوا، پہلے پہل تو مرزا نے ان صوفی بزرگ کے وجود ہی کا انکار کر دیا، تاہم ایک طرف انہیں اپنی چلتر بازیوں کیلئے نت نئے بہانوں کی تلاش ہوئی اور دوسری طرف یہ دھڑ کا لگا رہا کہ کہیں مولانا بٹالوی ان صوفی بزرگ سمیت قادیان نہ آدھمکیں ۔ چنانچہ اس ''خطر عظیم'' کے سد باب کیلئے جون ۱۸۹۲ء میں چھپنے والے جواب نشان آسمانی میں (جو روحانی خزائن ج ۴ کے ص ۳۹۵-۳۹۶ پر موجود ہے) مقابلے کو مزید شرائط سے مشروط کر دیا اور فرمایا کہ میں ان صوفی صاحب سے تب ہی مقابلہ کروں گا جب وہ دو ایسی پیش گوئیاں پیش کریں گے جو ان کے حق میں گزشتہ ادوار کے اولیاء کرام نے فرمائی ہوں ۔ (حوالۂ مذکور) ۔

قارئین گرامی یہ تھی اس ''مناظرۂ نشان آسمانی'' کی روداد جو عملاً وقوع پذیر نہ ہوسکی۔ تاہم یہ سوال بہت اہم ہے کہ وہ صوفی بزرگ کون تھے؟ جنہوں نے مرزا کی اس ہرزہ سرائی کا جواب دینا ضروری خیال کیا۔ حضرت مولانا غلام نبی الربّانی سوہدروی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے مولانا بٹالوی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ وہ صوفی صاحب کون تھے جن کا چیلنج ''اشاعۃ السنۃ'' میں بسلسلہ آسمانی نشان شائع ہوا تھا؟ مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے جواب میں بتایا تھا کہ وہ بزرگ مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ تھے۔

(سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی ص ۷۴-۷۹، بحوالہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور: ۶ اپریل ۲۰۰۱ء)

مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے الہامات

مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمہ اللہ صاحب الہام بزرگ تھے، بڑے عابد، زاہد اور ذاکر تھے، کثرت سے ذکر واذکار کرتے تھے، اللہ رب العزت کی جانب سے ملنے والی راہنمائی کو وہ عامہ اہل اسلام تک پہونچانا ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ ان کا ایک خط بنام اہل اسلام ''مرزائی لٹریچر'' میں بایں الفاظ محفوظ ہے۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... حامداً و مصلیاً''

امابعد! از عبدالرحمان محی الدین بجمیع اہل اسلام عرض یہ ہے کہ اس عاجز نے دعا کی یاخبیرا خبرنی مرزا کا کیا حال ہے۔ خواب میں یہ الہام ہوا ان فرعون وھامان و جنودھما کانوا خاطئین ...... و ان شانئک ھو الابتر۔ مرزا صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ یہ الہام محتمل المعانی ہے اور اس میں میرا نام نہیں اور بڑے زور سے دعویٰ کیا میرے نام سے الہام نہ بخشا جائے گا اور ہر دو الہام مذکورہ ماہ صفر کو ہوئے تھے۔ جب مرزا کا جواب آ گیا، بعد ازاں ماہ صفر کو یہ الہام خواب میں ہوا۔ ''مرزا صاحب فرعون'' ...... الحمدللہ علی ذلک اب مرزا کا دعویٰ بھی غلط ہو گیا اور مرزا صاحب مراد کو پہنچ گئے اور جس وقت مجھ کو یہ پہلا الہام ہوا تھا بیدار ہوتے ہی یہ تعبیر دل میں آئی کہ فرعون مرزا صاحب ہیں اور ہامان نور دین۔ مجھے اہل اسلام کی خیر خواہی کیلئے اطلاع دینی ضروری تھی۔'' (العبد عبدالرحمان محی الدین لکھوکے بقلمہ بتاریخ ۲۱ ماہ ربیع الاوّل ۱۳۱۲ھ، روحانی خزائن ج ۲۲، ص ۳۶۷-۳۶۸، بحوالہ تحریک ختم نبوت حصہ اوّل ''۱۸۹۱ء-۱۸۹۶ء'': ۳۴۵)، (اصحاب علم وفضل، ص: ۲۳۵ تا ۲۳۷)

عازم حرمین ہونے سے قبل کا الہام:۔ مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند محمد علی ابھی صرف چار برس کے تھے کہ مولانا موصوف کو الہام ہوا (یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی) (الفجر: ۲۷-۳۰) اس الہام کے بعد مولانا عازم حرمین شریفین ہوئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر زیارت روضہ نبوی ﷺ کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ والی دعا: ''اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک ''خشوع وخضوع سے کی جو بارگاہ الٰہی میں سند قبولیت سے سرفراز ہوئی اور مولانا نے ۱۵ ذیقعد ۱۳۱۳ھ کو بروز جمعۃ المبارک مدینۃ النبی ﷺ میں بحالت سجدہ وفات پائی اور جنت البقیع میں محو استراحت ہوئے۔ اللھم اغفرلہ و ارحمہ۔ (اصحاب علم وفضل، ص: ۲۴۳)

مولانا سید ابوالمنصور ناصر الدین دہلوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (۱۲۳۷ھ-۱۳۲۰ء)

تعارف:۔ مولانا سید ابوالمنصور ناصر الدین دہلوی رحمہ اللہ اپنے وقت میں علوم مذاہب کے ماہر اور فن مناظرہ کے امام تھے۔ تردید عیسائیت میں ان کی خدمات گوناگوں کا دائرہ نوع بنوع بہت وسیع ہے۔

مولانا ابوالمنصور خانوادۂ سادات کے فرد فرید تھے سلسلہ نسب قاضی سید عبدالغفور داعی پوری قنوجی کے توسط سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ مولانا نے اپنی تفسیر ''تبجیل التنزیل'' کے آغاز میں اپنا نام مختصر سلسلہ نسب کے ساتھ ان الفاظ میں لکھا ہے:

''محمد ابوالمنصور ابن جناب سید محمد علی مغفور ابن عالی جناب سید فاروق علی قدس سرہ ابن سید حیدر علی ابن سید عبدالغفور قاضی پرگنہ سکت پور

از سادات ترمذ اولا دامجاد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔'' (ماہنامہ، عالم اسلام اور عیسائیت' اسلام آباد: ستمبر ۱۹۹۶ء)

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت:۔ مولانا کے والد مولانا سید محمد علی اور دادا بزرگوار مولانا سید فاروق کا شمار بھی اپنے عصر کے اصحاب علم و فضل میں ہوتا تھا۔ مولانا کا قدیم وطن سید آباد (مضاف قنوج) ہے، مولانا کے والد ناگ پور میں ریزیڈنسی میں میر منشی تھے۔ مولانا ابوالمنصور کی ولادت ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۳۷ھ کو بروز ہفتہ بمقام ناگ پور ہوئی۔ علوم رسمیہ کی تکمیل اپنے والد اور دادا سے کی۔ اس کے بعد سات برس لکھنؤ میں اہل تشیع حضرات کی صحبت میں رہے، اس دوران بہتیری کتابوں کا مطالعہ کیا اور حضرت مولانا شاہ رحیم بخش نقشبندی رحمہ اللہ (سجادہ نشیں خانقاہ شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ) سے بیعت کی۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۲۴۴)

مشاہیر عصر سے روابط:۔ مولانا ابوالمنصور کو اللہ نے بڑی عزت وارجمندی سے نوازا، سارا شہر مولانا کی تعظیم کرتا تھا۔ مشاہیر عصر سے روابط استوار تھے۔ سید میاں نذیر حسین دہلوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی وغیرہم سے مخلصانہ روابط استوار تھے۔ مولانا کی فضیلت علمی وکمال جامعیت کا اعتراف کبار علمائے ذی اکرام ومعروف تذکرہ نگاروں نے کیا۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۲۵۰-۲۵۱)

مولانا حکیم سید ابوحبیب دیسنوی رحمہ اللہ کاذوق تصوف (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء-۱۹۲۷)

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ عالم اسلام کے مشاہیر اعاظم رجال سے تھے، ایک بلند پایہ محقق اور عالی مرتبت مؤرخ کی حیثیت سے ان کی شخصیت نذرِ استحسان سے ملاحظہ کی جاتی ہے۔ آپ کی خدمات سے ایک زمانہ باخبر ہے مگر آں محترم نے پہلے پہل جس کے فیض صحبت سے دنیائے علم وعمل کی معرفت حاصل کی، جن کی دعاؤں سے اپنے قلم گوہر بار کو جنبش دی، ان سے یہ زمانہ بے خبر ہے۔ یہاں اسی گمنام گوہر شاہوار کے حالات رقم کرنا مقصود ہیں، جو رشتے میں سید سلیمان رحمہ اللہ کے حقیقی برادر کبیر ہیں۔

مولانا حکیم سید ابوحبیب بن ابوالحسن بن حکیم محمدی بن عظمت علی دیسنوی کا تعلق بہار کے گاؤں ''دیسنہ'' سے تھا، سلسلہ نسب امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کے توسط سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ مولانا ابوحبیب کی ولادت دیسنہ میں تقریباً ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء کو ہوئی۔ آپ کے والد حکیم ابوالحسن اپنے زمانے کے جید طبیب اور صوفی المشرب عالم دین تھے۔ ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد پھلواری شریف تشریف لے گئے جہاں مولانا حکیم شاہ علی نعمت پھلواروی، اور شاہ بدرالدین پھلواروی رحمہما اللہ سے استفادہ کیا۔ پھلواری شریف میں ان بزرگان سے استفادہ کرنے کے بعد ''مدرسہ چشمہ رحمت'' غازی پور تشریف لے گئے جہاں استاذ الاساتذہ حافظ عبداللہ محدّث غازی پور رحمہ اللہ کا ''چشمہ رحمت'' جاری تھا۔ یہاں حضرت علامہ غازی پوری کے باب علم پر دستک دی اور بھرپور استفادہ کیا۔ حضرت غازی پوری کے فیض صحبت سے مولانا توحید وسنت کے شیدائی ہو گئے اور یہی وہ دبستان علم ہے جس نے مولانا موصوف کے جذبۂ تبلیغ وسنت کو جلا بخشی۔ (اصحاب علم وفضل، ص:۲۶۰)

ابوحبیب دیسنوی کی بیعت وخلافت:۔ ابوحبیب دیسنوی رحمہ اللہ نہایت متقی، پرہیز گار، عابد وزاہد تھے۔ دیسنہ کی جامع مسجد کے منتظم، امام اور خطیب تھے اور اس ذمہ داری کو اپنی حیات رفتہ کے آخری دور تک نبھایا اور ساتھ ہی گاؤں کے مطب میں طبابت کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔

آپ نے بھوپال جا کر شاہ ابواحمد بھوپالی رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا تھا اور ان سے خلافت کی سند لی تھی۔ شاہ ابواحمد کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے شاہ محمد یعقوب بہت کمسن تھے۔ چنانچہ آپ خلیفہ بنائے گئے اور جب تک شاہ محمد یعقوب سن شعور کو نہیں پہنچ گئے آپ کا قیام بھوپال ہی میں رہا۔

۱۸۹۸ء کو مولانا ابوحبیب حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں فریضہ حج ادا کیا، زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور علماء و صلحاء کی مجالس میں بھی شریک ہوئے۔

مولانا حکیم سید ابوحبیب دیسنوی اپنے عہد کے بے مثال عالم دین، بلند پایۂ طبیب، سنجیدہ مزاج مبلغ وواعظ تھے۔

تصوف پر علمی خدمت:۔ مولانا نے شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات جو ''مکتوبات مجددیہ'' کے عنوان سے موسوم ہیں، کی فارسی میں شرح لکھی تھی جو افسوس کے زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔

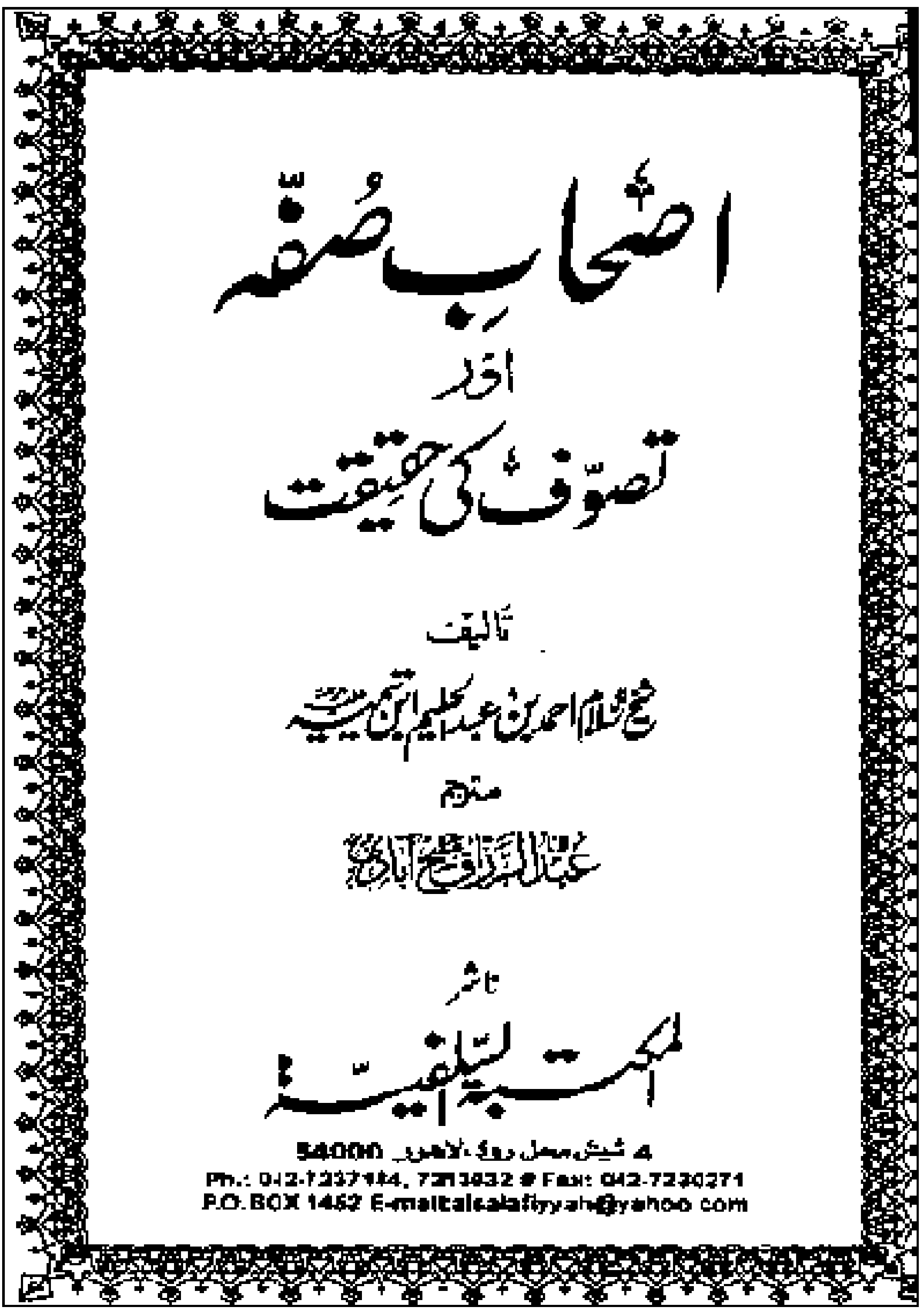
اصحابِ صُفّہ
اور
تصوّف کی حقیقت

تالیف
شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ
مترجم
عبدالرزاق ملیح آبادی

ناشر
المکتبۃ السلفیۃ
4 شیش محل روڈ، لاہور 54000
Ph.: 042-7237184, 7213832 # Fax: 042-7230271
P.O.BOX 1452 E-mail:alsalafiyyah@yahoo.com

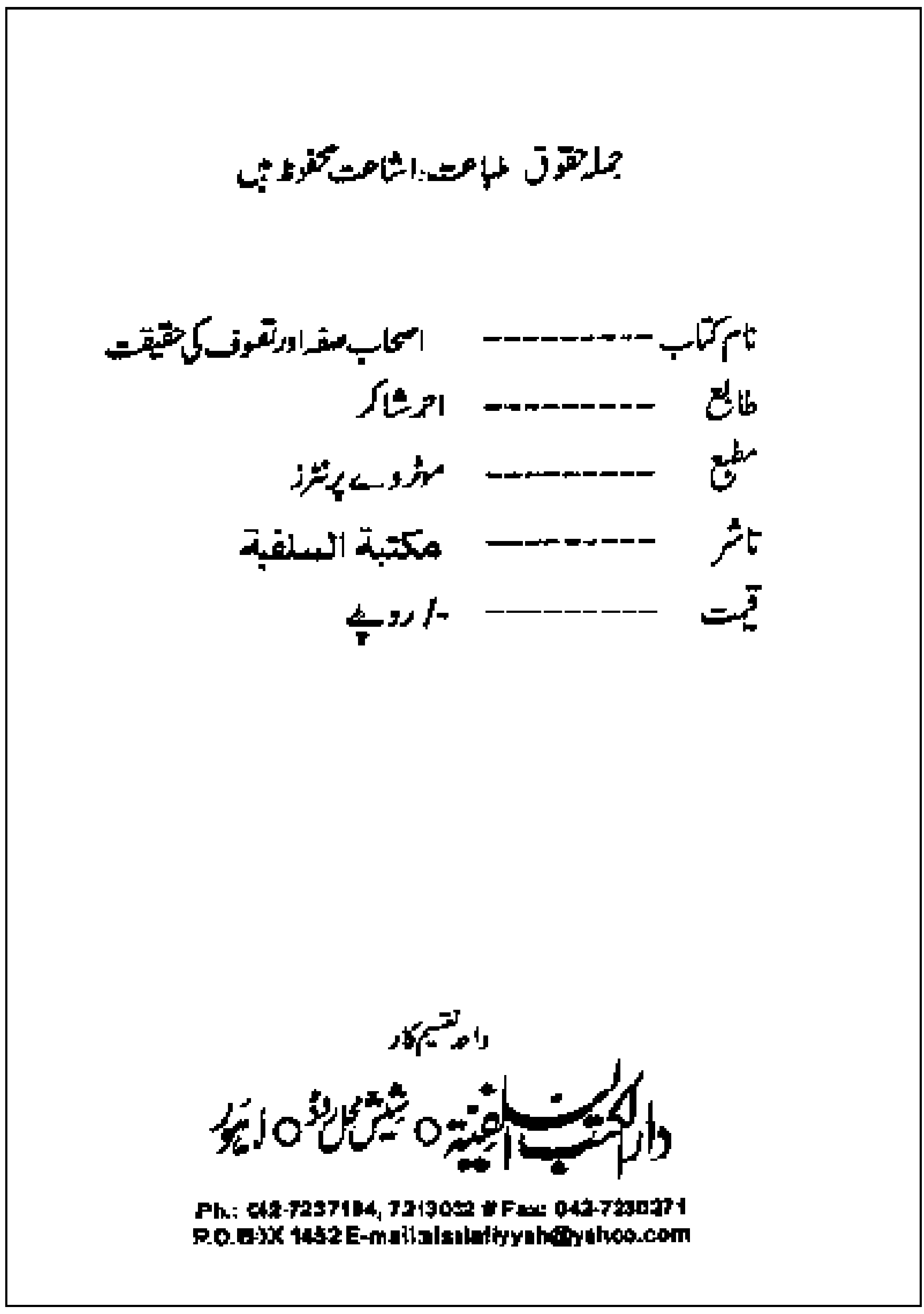
جملہ حقوق طباعت، اشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت
طابع ---------- احمد شاکر
مطبع ---------- مہروے پرنٹرز
ناشر ---------- مکتبة السلفية
قیمت ---------- /- روپے

واحد تقسیم کار
دار الکتب السلفیہ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور
Ph.: 042-7237184, 7213032 # Fax: 042-7230271
P.O.BOX 1452 E-mail:alsalafiyyah@yahoo.com

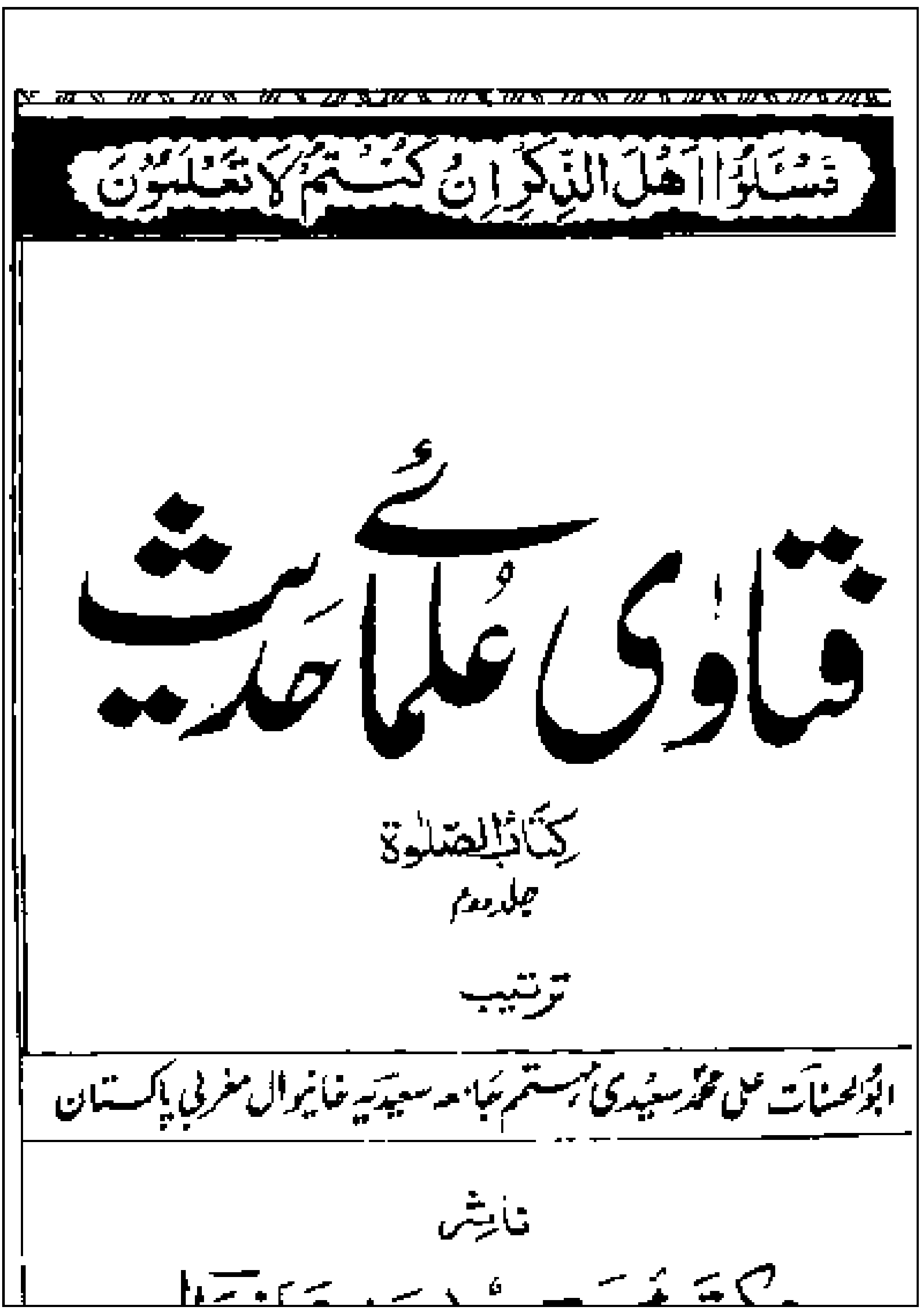
فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

فتاویٰ علمائے حدیث

کتاب الصلوٰۃ
جلد دوم

ترتیب
ابوالحسنات علی محمد سعیدی مہتمم جامعہ سعیدیہ خانیوال مغربی پاکستان

ناشر

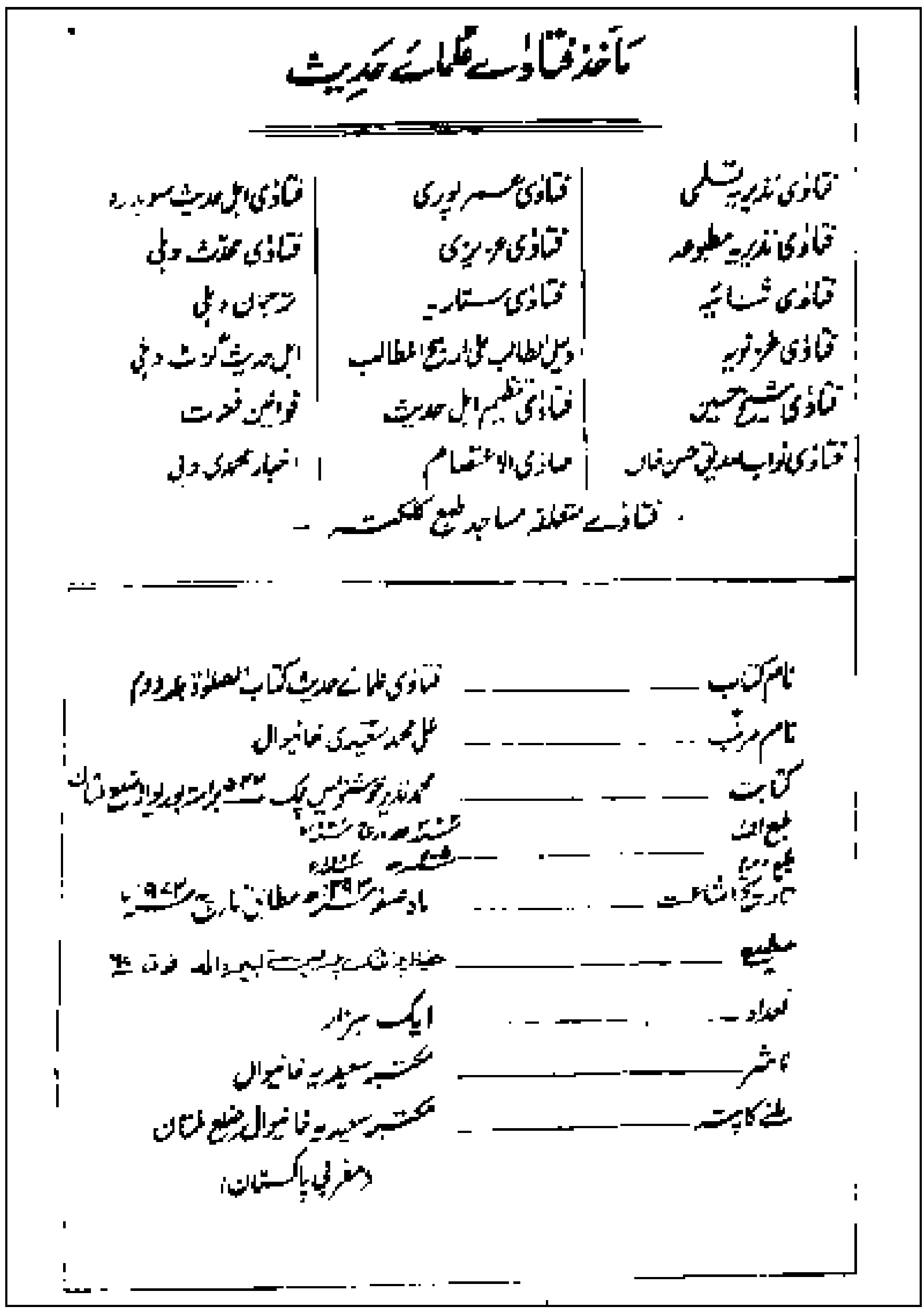
مآخذ فتاوے علمائے حدیث

فتاوی نذیریہ قلمی
فتاوی نذیریہ مطبوعہ
فتاوی ثنائیہ
فتاوی غزنویہ
فتاوی شیخ حسین
فتاوی نواب صدیق حسن خان

فتاوی عمر پوری
فتاوی عزیزی
فتاوی ستاریہ
دلیل الطالب علی ارجح المطالب
فتاوی تنظیم اہل حدیث
فتاوی الاعتصام

فتاوی اہل حدیث سوہدرہ
فتاوی محدث دہلی
ترجمان دہلی
اہل حدیث گزٹ دہلی
نوائے فرحت
اخبار محمدی دہلی

فتاوے متعلقہ مساجد طبع کلکتہ

نام کتاب ---------- فتاوی علمائے حدیث کتاب الصلوٰۃ جلد دوم
نام مرتب ---------- علی محمد سعیدی خانیوال
کتابت ---------- محمد نذیر خوشنویس چک ۱۲۲ براستہ بورے والا ضلع ملتان
طبع اول ---------- [illegible]
طبع دوم ---------- [illegible]
تاریخ اشاعت ---------- [illegible] مطابق [illegible]
مطبع ---------- [illegible]
تعداد ---------- ایک ہزار
ناشر ---------- مکتبہ سعیدیہ خانیوال
ملنے کا پتہ ---------- مکتبہ سعیدیہ خانیوال ضلع ملتان
(مغربی پاکستان)

نام کتاب: ۔اصحاب صُفّہ اور تصوف کی حقیقت...... مصنف: ۔از: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
مترجم: ۔مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی رحمہ اللہ...... المکتبۃ السّلفیّۃ: شیش محل روڈ، لاہور

اولیاء متصوفین دلائل کی روشنی میں: ۔ اولیاء اللہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔ جیسا کہ خدا نے کتاب میں صاف فرما دیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

''مقتصدون اصحاب الیمین و مقربون السابقون ''ولی اللہ'' عدو اللہ کی ضد ہے فرمایا:

''الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون o الذین امنوا و کانوا یتقون۔ (یونس: ۱۰، پ: ۱۱، ع: ۱۲)

خدا کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔

اور فرمایا: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون و من یتول اللہ و رسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ (مائدہ، پ: ۶، ع ۱۲)

تمہارا دوست صرف خدا ہے اور اس کا رسول (ﷺ) اور وہ جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور مؤمنین کی دوستی و مددگاری کرے گا تو اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

اور فرمایا: ''لاتتخذوا عدوی وعدو کم اولیاء افتتخذونہ و ذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو''

میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ کیا تم اسے (شیطان) اور اس نسل کو مجھے چھوڑ کر (دوست) ٹھہراتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے کسی میرے ولی سے عداوت کی اس نے خود مجھ سے علانیہ جنگ چھیڑ دی۔ کسی کام میں مجھے اتنا پس و پیش نہیں ہوتا جتنا اپنے اس مومن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے جسے موت ناپسند ہے۔ کیوں کہ میں اسے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا حالانکہ موت اس کیلئے ضروری ہے۔ سب سے زیادہ جس چیز سے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کر سکتا ہے، میرے فرائض کی ادائیگی ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے برابر نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پس وہ مجھی سے سنتا ہے، مجھی سے دیکھتا ہے، مجھی سے حملہ کرتا ہے، مجھی سے چلتا ہے۔ ''ولی'' ''ولــــــــیٌ'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قرب و نزدیک ٹھیک اسی طرح جس طرح ''عدو''، ''عدوٌ'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں بعد و دوری پس اللہ کا ولی وہی ہے جو محبوبات و مرضیات میں اس کی موافقت و اطاعت کے ذریعہ اس سے قرب و نزدیکی حاصل کرتا ہے۔ (تصوف کی حقیقت، ص: ۳۶-۳۷)

نام کتاب: ۔فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد دوم)
ترتیب: ۔ابو الحسنات مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ
ناشر و تقسیم کار: ۔فاروق کتب خانہ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

باب الدعاء بعد الصلوٰۃ

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا: ۔ سوال: بعد نماز فرض یا سنت ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے، اس کے جواب پر قولی وفعلی اوراثری بہت سی دلیلیں ہیں جن کو بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اورعدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

”عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبرکل صلوۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطرو تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتك فانی مذنب و تنفی عنی الفقرفانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یردیدیہ خائبتین رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی عن الاسود الغامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعاء الخ

ترمذی، ابوداؤداوربیہقی میں مالک بن یساررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا سالتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھور ھما (ابودائود) عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حیی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً (ترمذی، ابودائود، بیھقی) (واللہ اعلم، اخباراہلحدیث (دہلی) جلد۴، ش۳)

سوال: بعد نماز فرائض وسنت ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یانہیں؟

جواب: نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب پر قولی فعلی اثری بہت سی دلیلیں ہیں۔ جن کو نمونتاً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

”عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبدبسط کفیہ فی دبرکل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتك فانی مذنب و تنفی عنی الفقرفانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین“۔

رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی عن الاسود العامری من ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعا الخ اورحافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء“ میں روایت کیا ہے: عن محمد بن یحییٰ الاسلمی قال رایت عبداللہ ابن الزبیر ورأی رجلا رافعا یدیہ قبل ان یفرغ من صلوتہ فلما فرغ منھا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع فدیہ حتی یفرغ من صلٰوتہ رجالہ ثقات۔ عن مالك بن یسار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سالتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلو ہ بظھورھا۔ ابوداؤد عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا (ترمذی، ابودائود، بیھقی)

علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا پہلے نبیوں کی شریعت سے ثابت ہے چنانچہ (بخاری، ص: ۴۷۵م) میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مکہ میں حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے تو جب کہ ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

امام نووی رحمہ اللہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ھذہ الحدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد و منھا استحباب رفع الیدین فی الدعاء انتھٰی

ادب المفرد میں ہے (ص: ۸۹) عن عکرمۃ عن عائشۃ انہ سمعہ منھا انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعوارافعا یدیہ یقول اللھم انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیتہ او شتمتہ ولا تعاقبنی فیہ۔

و عن ابی ھریرۃ قال قدم الطفیل بن عمر الدوسی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یارسول اللہ ان دوساً

عصمت و ابت فادعُ اللہ علیها فاستقبل النبی صلی اللہ علیه وسلم القبلة و رفع یدیه فظن الناس انه یدعوعلیهم فقال اللهم اهد دو ساً و أت بهم (هکذافی فتاوی نذیریه) اخبار اهلحدیث دهلی ۱۵ مارچ ۱۹۵۴ء۔

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگی ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی ہے، حافظ ابو بکر بن السنی نے فرمایا ہے۔ ''عن الا سود العامری عن ابیه قال صلیت مع النبی صل اللہ علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه و دعا'' (رواه ابی شیبة فی مصنفه) اور حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب ''فض الوعافی احادیث رفع الیدین فی الدُعا'' میں روایت کیا ہے محمد بن یحیٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اُٹھاتے تھے ہاتھوں کو دعا میں مگر جب کہ فارغ ہوتے نماز سے اور کہا کہ اس حدیث کے جتنے راوی ہیں سب ثقہ ہیں۔ ''عن محمد بن یحیٰی الاسلمی قال رایت عبداللہ بن الزبیر و رأی رجلا رافعاً یدیه قبل ان یفرغ من صلوٰته فلما فرغ منها قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی فرغ من صلوٰته'' رجاله ثقات نیز ابوداؤد میں ہے فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تو سوال کرے اللہ تعالیٰ سے سوال کر اندرونی ہتھیلیوں سے اور نہ سوال کر اس سے الٹے ہاتھوں کے ذریعے ''عن مالك بن یسار قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا سالتم اللہ فاسئلوه ببطون اکفکم ولا تسئلوه بظهورها و فی روایة ابن عباس سلو اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوا بظهورها فاذا فرغتم فامسحوبها وجوهکم'' (رواه ابوداؤد) اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ دعا میں اٹھاتے تو نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ مسح کرتے اپنے منہ کو۔ عن عمر قال کان رسول اللہ علیه وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بها وجهه، رواہ الترمذی اور نیز مشکوۃ، ص: ۱۸۷ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ ہاتھ اُٹھا کے دُعا کرتا ہے تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ کو خالی پھیر دے ''عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان ربکم حیی کریم یحیٰی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفراً'' (رواه الترمذی ابوداؤد البیهقی فی الدعوات الکبیر)۔

علاوہ اس کے دُعا میں ہاتھ اٹھانا پہلی شریعتوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ بخاری: ص۴۷۵ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ کو میدان مکہ میں چھوڑ کر چلے اور ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگی، امام نووی رحمہ اللہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں'' هذا الحدیث مشتمل علیٰ کثیر من الفوائد منها استحباب رفع الیدین فی الدعا ''انتہی اور ادب المفرد کے: ص۸۹، میں ہے۔ عن عکرمة عن عائشه انه سمعه' منها انها رایت النبی صلی اللہ علیه وسلم یدعوارفعاً یدیه یقول اللهم انما انا بشر فلاتعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیته شتمته فلا تعاقبنی فیه و عن ابی هریرة قال قدم الطفیل بن عمر والدوسی علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال یارسول اللہ ان دوساً عصت و ابت فادع اللہ علیها فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم القبلة و رفع یدیه وظن الناس انه یدعوا علیهم فقال اللهم اهد دوساً وأت بهم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون طریقہ ہے اور اگر زیادہ تحقیق دیکھنی ہو تو تحفہ الاحوذی شرح ترمذی: ص۲۴۳ تا ص ۲۴۶ پر اور رسالہ فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء للسیوطی ملاحظہ فرمائیں۔

(اخبار اہلحدیث، دہلی یکم دسمبر ۱۹۵۳ء)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سلام پھیرنے کے بعد دعاء مانگی ہے؟

جواب: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس پر عامل ہوں گے۔'' (اخبار اہلحدیث دہلی یکم دسمبر ۱۹۵۳)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے۔ کتاب عمل الیوم واللیلہ لا بن السنی میں ہے۔ ''حدثنی احمد بن الحسن

حدثنا ابواسحق یعقوب بن خالد بن یزید الباسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم لیقول اللھم الٰھی والہ ابراھیم و اسحق و یعقوب والہ جبریل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی متبلی و تنالنی برحمتك فانی مذنب و تنفی عنا الفقر فانی متمسکن الاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یردیدیہ خائبتین"۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے پھر کہے " اللھم الٰھی والہ ابرھیم" الخ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا۔" اس حدیث سے ثابت ہوا، کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا درست ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن اگر متکلم فیہ ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز واستحباب کے منافی نہیں، کیوں کہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب وجواز ثابت ہوتا ہے۔ "قال فی فتح القدیر فی الجنائز والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع، الخ"۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: قال ابن ابی حاتم حد ثنا ابی حدثنا ابومعمر المقری حدثنی عبدالوارث حد ثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ماسلم و ھو مستقبل القبلۃ فقال اللھم خلص الولید بن الولید و عیاش بن ابی ربیعۃ وسلمۃ بن ھشام و ضعفۃ المسلمین الذین لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا من ایدی الکفار ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر، ایۃ الاالمستضعفین من الرجال والنساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام پھیرنے کے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا، اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا: اللھم خلص الولید بن الولید الخ اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں ضعیف کہا ہے لیکن اس کا ضعیف ہونا ثابت جواز واستحباب کے منافی نہیں ہے۔ کمامر، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "عن الاسودی بن عامر عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعا" (الحدیث) یعنی عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی۔ ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا قولاً فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ "واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ سیّدنذیر حسین فتاوی نذیریہ، ص ۵۶۴)"

مسئلہ: چہ می فرمائید علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعائے کہ بعد ادائے نماز کردہ می شود، چناں کہ معمول ائمہ دیاراست از احادیث قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ ہر چند کہ فقہاء ایں را مستحسن می نویسند و احادیث ور مطلق رفع یدین در دُعا نیز وارداند، لیکن دریں خصوص ہم حدیثے وارد است یا نہ، بینوا توجروا۔

ہوالمصواب: دریں خصوص نیز حدیثے وارد است، چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی ور کتاب عمل الیوم واللیلہ می نویسند۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابواسحق یعقوب بن خالد بن یزید الباسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبرکل صلوۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ ابرھیم و اسحق و یعقوب و الہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتك فانی مذنب و تنفی عنی الفقرفانی متمسکن الاکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد ید یہ خائبین۔ اگر گفتہ شود، کہ در سند ایں روایت عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن است، وآں متکلم فیہ است چنانکہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است گفتہ خواہد شد، کہ حدیث ضعیف برائے اثناء استحباب کافی استد، چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع واللہ اعلم حررہ الراجی عفوربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

سیّد نذیر حسین ابوالحسنات محمد عبدالحی

الجواب صحیح والرای نجیح۔ ویؤ یدہ ماروا ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسوداالعامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما انحرف رفع یدیہ و دعا الحدیث فثبت بعد الصلوٰۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن بید الانبیاء و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ علیہ کما لا یخفی علی العلماء الاذکیاء حررہ السید شریف حسین عفاء اللہ عنہ فی الدین سید شریف حسین۔

سید محمد نذیر حسین محمد عبدالرب سید احمد حسین

(فتاویٰ نذیریہ، ص۵۶۹)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کردُعا مانگنا درست ہے یا بدعت، زید کہتا ہے، کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صاحب فہم پر مخفی نہ رہے، کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا جائز ومستحب ہے اور زید مخطی ہے۔ عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبدبسط کفیہ فی و برکل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطرو تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنا لنی برحمتك فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الاکان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یردیدیہ خائبتین رواہ الحافظ ابوبکر بن السنی۔ عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیہ و دعا الخ رواہ الحافظ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ اور حافظ جلال الدین رحمہ اللہ نے اپنے کتاب فض الوعافی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے۔ محمد بن یحییٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں مگر جب فارغ ہوتے نماز سے اور کہا ہے اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں۔ عن محمد بن یحیٰ الاسلمی قال رأیت عبداللہ بن الزبیر ورأی رجلا رافعایدیہ قبل ان یفرغ من صلوٰۃ فلما فرغ منھا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتیٰ یفرغ من صلوتہ و رجالہ ثقات اورنیز ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب سوال کرو اللہ تعالیٰ سے تو سوال کرو بطون کف اپنے کے ساتھ اور نہ سوال کرو اس سے ساتھ ظہور کف اپنے کے۔ عن مالك بن یسار قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھور ھا فاذا فرغتم فامسحوبھا وجھہ رواہ ابودائود۔ اور ترمذی میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہاتھ دعا میں اُٹھاتے تو نہیں چھوڑتے تھے یہاں تک کہ مسح کرتے اپنے منہ کو عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجہ رواہ الترمذی اورنیز مشکوٰۃ کے صفحہ ۱۸۷ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے، تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی پھیر دے۔ عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یرد ھما صفر ا(رواہ الترمذی و ابودائود و البیھقی فی الدعوات الکبیر) ۔علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا شریعت من قبلنا سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری صفحہ ۴۷۵ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے، پھر جب کہ ثنیہ کے پاس پہنچے، تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کی، امام نووی صاحب عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ھذا احدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد و منھا استحباب رفع الیدین فی الدّعاء انتھیٰ اور ادب المفرد کے صفحہ ۸۹، میں ہے۔ عن عکرمۃ عن عائشۃ انہ سمعہ منھا انھا رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو رافعا یدیہ یقول اللھم انما انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیتہ او شتمتہ فلاتعاقبنی فیہ۔

وعن ابی ہریرۃ قال قدم الطفیل بن عمر والدوسی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ان دوساً عصت و ابت فادع اللہ علیہا فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلۃ و رفع یدیہ فظن الناس انہ یدعوا علیہم فقال اللہم اھد دوساوائت بھم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور دعا میں ہاتھ اُٹھانا مسنون طریقہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، حررہ محمد عبدالغفور عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین سیّد محمد عبدالسلام غفرلہ سیّد محمد ابوالحسن (فتاویٰ نذیریہ، ج:ا،ص:۵۶۶)

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۲،ص:۲۱۴ تا ۲۲۲)

نام کتاب:۔ فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد۱۲) ....ترتیب:۔ الوالحسنات مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ
تقسیم کار:۔ فاروق کتب خانہ الفضل مارکیٹ، اُردُو بازار، لاہور

اولیاء ہماری آنکھوں کے تارے:۔ آنحضرت ﷺ اللہ کے رسول اور مقبول بندے ہیں، افضل البشر ہیں، معصوم عن الخطاء ہیں، واجب الاطاعت ہیں، ان کی اطاعت کے سوا کسی امام بزرگ اور ولی کی اطاعت ہم پر واجب نہیں ہے۔

جملہ صحابۂ کرام، ائمہ عظام اولیائے ذوی الاحترام ہماری آنکھوں کے تارے اور سر کے تاج ہیں ہم جس جس میں جو جو خوبی دیکھیں اس کی اقتدا کر سکتے ہیں، مگر اس کی تقلید کو واجب نہیں گردان سکتے، کیونکہ امکان ہے ان سے خطا ہو جائے، بری عن الخطا صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے اور وہی ذات واجب الاطاعت ہے مگر ان بزرگوں میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرنا ہمارے نزدیک گناہ میں داخل ہے۔

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۱۲،ص:۸۶)

سید احمد مجدّدی رحمہ اللہ کا صوفیانہ رسوخ:۔ سید احمد بریلوی مجدّدی دبستان سے تعلق رکھتے تھے اور صوفیائے عظام میں بڑے اونچے درجہ کے مالک تھے، سیّد موصوف کا اعتقاد تھا کہ اُن کا تعلق براہ راست رسول اکرم ﷺ سے ہے اور انہیں حضور ﷺ ہی سے رہنمائی حاصل ہوئی ہے انہوں نے ایک نیا طریقہ طریق نبوت رائج کیا، باقی تمام طریقے اُنکے نزدیک ''طرق ولایت'' قرار پائے اس کی خصوصیت یہ تھی کہ صوفی پہلے سختی سے سنت پر عمل کرے اور پھر ''فکر'' کی راہ اختیار کرے۔

ذوق تصوف......اور موجودہ اہلحدیث پر افسوس......!: ہم اس موقع پر سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کی روحانی قوت کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک اہلحدیث کی اصل دولت یہی تھی جو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اب بالکل ناپید اور گم ہوتی جارہی ہے اور آج کا اہلحدیث تو اس کا قائل ہی نظر نہیں آتا کہ یہ طاقت بھی کوئی طاقت ہے۔

سیّد صاحب کی زبان میں تاثیر تھی اور بلا کی تاثیر تھی، آپ عالم تھے مگر بہت بڑے عالم نہیں تھے، وعظ فرماتے تھے مگر بہت بڑے واعظ نہیں تھے، جملوں کی ترتیب، الفاظ کی بندش، کلام کی روانی کا قطعاً احساس نہ فرماتے، ہاں جو بات ہوتی وہ دِل سے نکلتی اور دلوں پر اثر کرتی تھی، ہزار ہا ہندو آپ کے وعظ سے مسلمان ہوئے لاکھوں گمراہ راہ پر آ گئے، بگڑے ہوئے سلجھ گئے اور سلجھے ہوئے مقام امامت پر پہنچ گئے۔

(حضرت مولانا عبدالحی داماد مولانا عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہما اللہ) جو درسیّات میں اپنے زمانہ کی صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے اور سرکاری طور پر مفتی مانے جا چکے تھے اور زہد و ورع میں بھی کسی سے کم نہیں تھے، جب سیّد صاحب سے ملے تو آپ سے ''نماز حضور قلب کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا مولانا! باتوں سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی یہ چیز سمجھانے سے سمجھائی جا سکتی ہے، اُٹھیئے اور

میرے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ لیجئے، مولانا نے آپ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد بیعت کر لی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے، کہ آپ نے سیّد صاحب کی بیعت مولانا عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ (اپنے خسر) کے ارشاد پر کی تھی اور پھر مولانا سیّد اسماعیل رحمہ اللہ شہید کو مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی بیعت کر لیں۔

چنانچہ دو چار دس بیس نہیں سینکڑوں اور ہزاروں علماء اور فضلاء جو مرتبہ میں آپ سے بہت بڑے تھے، روحانی فیوض حاصل کر کے آپ کے مطیع و منقاد ہو گئے اسی کو کہتے ہیں، ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب تزکیہ نفس ہو تو کیفیت بدل جاتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت بھی اسی تزکیہ سے بدلتی رہی، کتب احادیث میں ابو محذورہ، ثمامہ بن اثال، ہندہ بنت ابوسفیان، فضالہ بن عمیر و عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سینکڑوں صحابہ کے حالات بسند صحیح موجود ہیں کہ ان کی کیفیت حضور ﷺ کی ایک ہی صحبت سے پلٹ گئی مگر افسوس ہے کہ آج ہم اس کے قائل نہیں رہے اور تصفیہ قلوب سے بالکل بے نیاز ہو گئے ہیں۔ بقول اکبر مرحوم۔ ع

زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۱۲، ص:۸۸ تا ۹۰)

نام کتاب:۔ فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد ٦)...... ترتیب:۔ الوالحسنات مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ

تقسیم کار:۔ فاروق کتب خانہ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

باکمال صوفی کی مفتی کیلئے ہدایت:۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے: اگر پوچھا جاوے عالم سے وہ مسئلہ جس کو تحقیق وہ جانتا ہے۔ ساتھ کھلے حکم قرآن شریف کے یا حدیث شریف کے یا اجماع کے یا قیاس روشن مجتہد کے تو فتوے دیوے اور اگر پوچھا جاوے وہ مسئلہ جس میں اس کو شک ہو تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔

فتویٰ پر عمل کرنے کا طریقہ:۔ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے فتوحات میں لکھا ہے، کہ اگر تجھ کو مفتی بتلا دے کہ تیرے مسئلہ میں اللہ اور رسول ﷺ کا حکم یہ ہے تو اس کو پکڑ لے اور اگر کہے کہ میری رائے یہ ہے تو مت پکڑ اور کسی اور مفتی سے پوچھ لے۔

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:٦، ص:۱۷)

صوفیاء کے بھوکے رہنے کے فوائد و دلائل:۔ انسانی فطرت اس بات کو چاہتی ہے کہ نفس ہمیشہ عقل کے ماتحت رہے، چونکہ روزہ میں نفس کی کسی خواہش کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، بلکہ اس کی ہر تمنا کو دبانا روزہ دار کا فرض اوّلین ہوتا ہے، لہٰذا نفسِ امارہ عقل کی ماتحتی میں بخوشی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

انسان احسان فراموش واقع ہوا ہے۔ ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے پیتے ہیں لیکن شکر گزاری کا نام تک نہیں لیتے، اور یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی محبوب و مرغوب چیز کچھ عرصہ تک گم رہے تو اس کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے، یہی حال روزہ دار کا ہے، سارا دن کھانا پینا متروک ہونے کی وجہ سے اس کو شام کے وقت قدر معلوم ہوتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر گزار رہتا ہے۔

چونکہ انسان کو روزہ میں بھوکا پیاسا رہنا پڑتا ہے، اس لیے اس میں مساکین و فقراء کے ساتھ حقیقی مروّت و ہمدردی کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جن امراء نے کبھی بھوک پیاس دیکھی ہی نہیں وہ غرباء کے احوال سے کب آشنا ہو سکتے ہیں بقول حافظ رحمہ اللہ، ع

کجا دانند حال ما سبکسارانِ ساحل ہا

عشق ومحبت کے اس تقاضے کوایک عاشق بخوبی جانتا ہے کہ جب یادِ معشوق اس کو بیقرار کر دیتی ہے، تو وہ کھانے پینے کوترک کر دیتا ہے، دنیا کی دلکش سے دلکش چیزیں موجود ہوتی ہیں، مگر عاشق کا دل کسی کو بھی نہیں چاہتا۔ یہی حال روزہ دار کا ہے، حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی محبت اور جبروت وعظمت حضرت انسان کو اکل وشرب کا صحیح تارک بنا دیتی ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶،ص:۹۱)

بھوکا وپیاس رہنا حضرت انسان کیلئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے، حکماء سے جا کر پوچھ لیجئے گا کہ انسان کوکئی ایک بیماریاں ایسی لاحق ہوتی ہیں جن کا علاج صرف بھوک پیاس ہی ہوتا ہے، اور بس۔

جس طرح جسمانی صحت کیلئے اطباء نے بھوک پیاس کو مفید خیال کیا ہے ایسا ہی زاہدوں اور عابدوں نے بھوک کو تزکیہ نفس وصفائی قلب کیلئے اکسیر ثابت کیا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں:

(الف):-الجوع سید العمل یعنی بھوک تمام عملوں کی سردار ہے۔ (ب):-الجوع مخ العبادۃِ یعنی بھوک تمام عبادتوں کا مغز ہے۔ (ج):-الجوع طعام الانبیاءِ یعنی بھوک نبیوں کی خوراک ہے۔ (د)-طھروا قلوبکم بالجوع لتنظروا الی عظمۃ اللہ تعالیٰ۔ یعنی تم اپنے دلوں کوبھوک سے صاف کروتا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجبروت کو دیکھ سکو۔

الغرض بھوک و پیاس تزکیۂ نفس کیلئے ایک کامل ذریعہ ہے، جس کا نبیوں کے علاوہ رشیوں اور میمنوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (۱۲جون ۲۵ء) فتاویٰ ثنائیہ (فتاویٰ علمائے الحدیث، ج:۶،ص:۹۲-۹۳)

فقہی مسائل میں راہ اعتدال:۔ افسوس ہے کہ آج ہم آٹھ اور بیس رکعت تراویح کی بحث میں الجھے ہوئے ہیں اور قیام رمضان کا جو اصل مقصد اور اس کی روح تھی اس سے تو بے اعتنائی برت رہے ہیں اور عدد کی بحث اور قِیْــل وَ قَــــال میں اس درجہ منہمک ہیں کہ بسا اوقات حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶،ص:۲۵۴)

کیفیت نماز کوتو ہم نظر انداز کر رہے ہیں اور گنتی کو مدار کار بنا رکھا ہے اور اس کیلئے بحث وجدل کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اگر معاملہ یہیں تک رہتا کہ افضل کیا ہے تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ افسوس ہم حد اعتدال سے آگے بڑھ گئے اور ایک دوسرے کے عمل کو بدعت یا معصیت اور گمراہی قرار دینے کے درپے ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶،ص:۲۵۶)

صوفیاء کی گوشہ نشینی کی دلیل:۔ اعتکاف کے لغوی معنی بند رہنا، ٹھہرنا اور کسی چیز کو لازم پکڑنا اور کسی چیز پر متوجہ ہونا ہے۔ اور شریعت میں اعتکاف کے معنی مسجد میں ٹھہرنا، اور خاص انداز سے لازم کرنا ہے۔ (فتاویٰ علمائے الحدیث، ج:۶،ص:۴۵۲)

پردہ سے غرض یہ ہے کہ بیٹھنے والا گوشہ نشین رہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶،ص:۴۵۸)

شب برأت کا روزہ اور عبادت:۔ سوال: نصف شعبان کے روزے کا کیا حکم ہے، جائز ہے یانہیں؟

جواب: نصف شعبان کے روزہ کے متعلق جوابن ماجہ میں حدیث وارد ہوئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے، اس میں ایک راوی کذاب ہے، سنت سمجھ کر روزہ جائز نہیں (الاعتصام لاہور، ج:۲۰،ش۱۱-۱۸، رجب:۱۳۸۸ھ) محمد گوندلوی گوجرانوالہ

توضیح: ابن ماجہ کے علاوہ دیگر حدیثیں بھی ہیں ”یقوی بعضھا بعضا“ کے اصول پر حدیث کوحسن کا درجہ حاصل ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شعبان میں کثرت سے روزے رکھنا بھی اس کا مؤید ہے۔ (علی محمد سعیدی) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۶،ص:۴۷۳)

نام کتاب:۔فتاویٰ علمائے الحدیث (جلد۔۹)........ترتیب:۔ الوالحسنات مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ

تقسیم کار: فاروق کتب خانہ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

مشاہدے کا انکار غیب کا اقرار:۔ سوال: عذاب قبر ایک خیالی اور موہومی چیز معلوم ہوتی ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں

کیونکہ جس میت کو ہم قبر میں رکھتے ہیں تو وہ جوں کی توں قبر میں ملتی ہے اور اس کے جسم پر عذاب وثواب کا کوئی اثر نہیں پاتے۔ اس پر کوئی عقلی دلیل قائم کریں۔

جواب: قبر کا معاملہ چونکہ برزخی ہے اللہ نے اس پر پردہ ڈالا ہے اس سے ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔ اگر مشاہدہ ہوتو ایمان بالغیب نہ رہے، ہمیں کسی شے کا مشاہدہ نہ ہوتو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی حقیقت ہی نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ قبرستان سے گزرے۔ تو آپ کی خچر بدکنے لگی۔ فرمایا کہ ''یهود تعذب فی قبور ها '' یعنی یہود اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے ہیں'' نیز ایک حدیث میں ہے کہ میں دعا کروں تو عذاب قبر تمہیں دکھایا جاوے۔ لیکن پھر تم اپنے مردوں کو دفن نہیں کروگے اور وحشیوں کی طرح جنگلوں میں نکل جاؤگے۔

رہی یہ بات کہ یہ کس طرح ہوتا ہے کہ ایک شے ہو اور ہمیں اس کا مشاہدہ نہ ہو یا ایک شے جوں کی توں نظر آئے اور درحقیقت کچھ اور ہو اس کو یوں سمجھئے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''یخیل الیه من سحرهم انها تسعی '' کہ رسیاں سوٹیاں ان کے جادو سے موسیٰ علیہ اسلام کو ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ دوڑتی ہیں حالانکہ درحقیقت وہ رسیاں سوٹیاں سانپ نہیں بنی تھیں۔ مگر موسیٰ علیہ السلام اور باقی لوگوں کو دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہوتی تھیں ٹھیک اسی طرح مردہ اگرچہ ہمیں جوں کا توں معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ جزا اور سزا میں ہے۔

اس کے علاوہ وحی کی حالت اسی کی نظیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتے ہیں۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ نہیں لگتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو سلام پہنچاتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تریٰ مالا نره او کما قال یعنی آپ وہ شے دیکھتے ہیں کہ ہم نہیں دیکھتے۔ اسی طرح جنگ بدر میں فرشتے اترے۔ ابلیس نے دیکھے اور کہا: انی اریٰ مالا ترون، یعنی میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اسی طرح جس کو آسیب ہوتا ہے۔ اس کو جن نظر آتے ہیں۔ اور ڈراتے ہیں۔ مگر اس کے پاس والوں کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ تو غیر خلقی باتیں ہیں۔ صنعتی علوم میں دیکھئے۔ ٹیلیفون میں دو شخص باتیں کرتے ہیں۔ پاس والا خالی ہے۔ اس قسم کے بیسیوں نظائر ہیں۔ آپ کی شان سے تو یہ سوال بعید تھا۔ خدا جانے آپ کو کیوں ضرورت ہوئی۔ زادك الله علماً۔ (اخبار تنظیم اہلحدیث جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۱۱) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹ ص:۱۴۶-۱۴۷)

استقامت علی الشریعت پر مجدد نقشبندی رحمہ اللہ کا فتویٰ:۔ قارئین کرام ایک بہت بڑے بزرگ کا فتویٰ ذیل میں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر فرضاً علیه السلام درین آوان در دنیا زنده می بُودند و این مجالس و اجتماع منعقد شدی آیا بایں امر راضی می شرند و اجتماع راپسندیدندیانه یقین فقیر آنست که ہرگز ایں معنی راتجویز نمی فرمودند بلکه انکار می نمودند۔'' (مکتوبات مجدد الف ثانی، ص:۲۷۳)

یعنی اگر بالفرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانے میں زندہ موجود ہوتے اور (مروجہ) مجلس میلاد کو ملاحظہ فرماتے تو کیا ان سے خوش ہوتے؟ مجھ فقیر کو یہ کامل یقین ہے کہ آپ ان مجالس کو اگر دیکھتے تو ان کو ناجائز کہتے اور ان پر انکار فرماتے۔

پس کہاں ہیں وہ لوگ جو بزرگان دین کے ساتھ محبت اور عشق کا دعویٰ رکھتے ہیں، کیا وہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اس فرمان کو پڑھیں گے۔ (تنظیم اہلحدیث جلد:۱۸، شمارہ:۲) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹ ص:۱۴۸-۱۴۹)

مرنے کے بعد روح کا مقام:۔ سوال: مرنے کے بعد انسان کی روح کہاں رہتی ہے۔ کہتے ہیں بد کی سجین میں اور نیک علیین میں رہتی ہے پھر قبر میں مُردے کو عذاب کیونکر ہوتا ہے۔

جواب: علیین اور سجین میں تو نام درج ہوتے ہیں روح قبر ہی میں رہتی ہے اور وہیں اسے دُکھ یا سُکھ ملتا ہے۔ (اخبار اہلحدیث سوہدرہ، ج:۲، ش:۴۶، ۶ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹، ص:۱۵۰)

تعویذ لٹکانے کا جواز:۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کاغذ پر معوذات لکھ کر ننھے بچہ کے گلے میں لٹکایا تھا جس سے اس مجبور معذور کیلئے صرف تعویذ لٹکانے کا جواز مل سکتا ہے جو خود معوذات نہ پڑھ سکتا ہو۔ (اخبار اہلحدیث سوہدرہ، ج:۱۴، ش:۳) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹، ص:۱۵۵)

کتاب تقویۃ الایمان پر حنفی علماء کرام کا فتویٰ

تقویۃ الایمان اور مولانا اسماعیل رحمہ اللہ شہید کی نسبت:۔ کتاب تقویۃ الایمان اسم بامسمیٰ کتاب ہے۔ درحقیقت اس سے ایمان قوی ہوتا ہے اس کو پاس رکھنا اور دیکھنا موجب ہدایت وقوت ایمانی ہے ایسی کتاب کو گمراہ کرنے والی کتاب کہنا جہالت وضلالت ہے سچ ہے یضل به كثيرا و يهدی به كثيرا ٥ قرآن شریف کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ لہٰذا اگر تقویۃ الایمان کو بھی اہل بدعت گمراہ کرنے والی کتاب کہیں تو کیا مستبعد ہے جو شخص اس کتاب کو جلانے اور پھاڑنے کی ترغیب دے وہ خود گمراہ اور دین حق سے منحرف ہے ”والله يهدی من يشاء الی صراط مستقيم“۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند۔ (دستخط بمعہ مہر ۵ جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ)

یہ کتاب بالکل قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ جس شخص میں بدفہمی نہ ہو کہ، نیز عنوان (یعنی صاف اور بے لوث) سے متوحش نہ ہو جائے۔ اس کے درس کے قابل ہے، جو شخص اس کتاب کو گمراہ کُنی اور بُرا کہتا ہے وہ قائل یا جاہل ہے، یا معاند فقط۔ (مولوی اشرف علی تھانوی)

کتاب تقویۃ الایمان اچھی کتاب ہے اس میں آیات واحادیث بھی بہت ہیں جو شخص از راہ توہین اس کو جلانے کا حکم دیتا ہے وہ سخت خاطی اور گنہگار ہے اس میں شرکت بدعت سے ممانعت اور صراط مستقیم وسنت کی ہدایت ہے (مولوی) کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

کتاب تقویۃ الایمان بہت عمدہ کتاب ہے اور راہ حق بتانے والی کتاب ہے اس کے مصنف مولانا اسماعیل رحمہ اللہ صاحب شہید عالم حقانی ہیں وہ مقبول بارگاہ ہیں خدا کی راہ میں انہوں نے جان دی ہے اور شہید ہوئے ہیں ان کی طرف یا ان کی کتاب کی نسبت برے الفاظ کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ مورد عتاب باری تعالیٰ ہوگا۔ ”من عادی لی ولی فقدا ذنته بالحرب“ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں مطلع کرتا ہوں کہ اس سے میری لڑائی ہوگی۔ معاذ اللہ عنہ (مولوی) محمد شفیع عفی عنہ (مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج:۹، ص:۲۶۱-۲۶۲)

گستاخ اولیاء سے اللہ کا اعلان جنگ:۔ سوال: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی اولیاء اللہ سے کہ مومن کامل وہ ہی لوگ ہیں جن کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الاان اولياء الله لا خوف عليهم ولاهم يحزنون. الذين امنو ا وكانوا يتقون۔ عداوت و دشمنی رکھے اس کا کیا حکم ہے بينوا توجروا۔

الجواب: جس شخص نے اللہ کے دوستوں سے اس کی دوستی کی وجہ سے ذرا بھی دشمنی رکھی وہ خدا اور رسول ﷺ کا دشمن ہے بلکہ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کی تاکید فرما کے ان لوگوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اور حکم فرماتا ہے کہ تم میرے دوستوں سے جو عداوت رکھتے ہو۔ گویا مجھ سے لڑائی کرتے ہو۔ حدیث میں آ گیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ من عادی لی ولیاً فقد اذنته بالحرب، رواہ البخاری۔

خدا کی پناہ جس کا خدا دشمن ہو اس کا کون دوست اور کہاں ٹھکانا ملے گا۔ پس ایسا شخص مردود شیطان ہے اور خدا کا دشمن ہے۔

اہل اسلام کو چاہیے کہ ایسے خدا کے دشمن سے اپنے کو الگ بچائے رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایها الذين امنو الا تتخذوا عدوی وعدو كم اولياء جو اُن سے دوستی رکھے گا وہ بھی خدا کے دشمنوں میں محسوب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب المجیب ابو برکات محمد عبدالحیٔ تقی عرف صدرالدین احمد حیدر آبادی الجواب صحیح سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۵، (فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل: ص ۴۸-۴۹) (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹، ص:۲۷۳-۲۷۴)

مقام مصطفیٰ علمائے اہلحدیث کی نظر میں:۔ سوال: جو شخص ہمارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کچھ ذرّہ بھی بغض رکھے اور تمام جہان پر آنحضرت کے بزرگ وافضل ہونے کا قائل نہ ہو اور شفاعت کا اور آنحضرت کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرتا ہو وہ کافر ہے یا نہیں بینوا وتوجروا

الجواب: جس نے ایسا اعتقاد رکھا وہ کافر ہے۔ جنت اس پر حرام ہے۔ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست وہ اللہ کا دوست اور کوئی چاہیے کہ بعد بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے دوستی رکھے وہ مردود ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله“۔

اور فضیلت وبزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جہان پر قرآن وحدیث سے صاف ظاہر وباہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کسی نبی کو اس لقب سے یاد نہیں فرمایا ہے وما ارسلنك الا رحمة للعالمین۔ اے نبی ہم نے تم کو سب کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں ہے۔ ”عن ابی هریره رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوا مع الکلم و نصرت بالرعب و احلت بی الغنا ئم وجعلت لی الارض طهور او مسجدا و ارسلت الی الخلق کافة و ختم بی النبیون و فی روایة اعطیت الشفاعة“۔

اور دوسرے مقام میں ہے انا سید ولد آدم اور خاتم الانبیاء ہونا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل آفتاب نیم روز کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح دلائل ہے۔

”ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبین۔ اور صحیح مسلم کے کتاب فضائل میں ہے باب ذکر کونه صلی الله علیه وسلم خاتم النبین۔ عن ابی هریرة، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مثلی و مثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنی بنیاناً فاحسنه' و اجمله الاموضع لینة من زاویة من زوایاه فجعل الناس یطوفون به ویعجیون له ویقولون هلا وضعت هذا اللبنة قال فانا اللبنة و خاتم النبین و فی روایة فانا موضع اللبنة جئت فختمت الانبیاء علیهم السلام“۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹،ص:۲۸۳-۲۸۴)

نام کتاب:۔احوال الآخرت

تالیف:۔ حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ........ناشر:۔اسلامی اکادمی ناشران وتاجران کتب

نام نسب: حافظ محمد بن حافظ بارک اللہ بن حافظ احمد بن حافظ محمد امین آپ کا سلسلہ نسب چھبیسویں پشت میں امام محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ والدین نے محمد نام رکھا بعد میں حافظ محمد مشہور ہوئے۔ آپ کی ولادت متحدہ پنجاب کے ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں موضع لکھو کے میں ۱۲۲۱ھ یا ۱۲۲۵ھ میں ہوئی۔ صحیح سنہ ولادت معلوم نہیں ہوسکا۔ آپ کے آباؤ اجداد کئی پشتوں سے مرجع خلائق چلے آتے تھے۔ آپ کے پردادا حافظ محمد امین موضع ڈھنگ شاہ ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ حافظ محمد امین کے دادا کا نام ابوداؤد ڈھنگ شاہ تھا۔

ماں کا بغیر وضو دودھ نہ پلانا:۔ حافظ نور محمد رحمہ اللہ نے موضع ”بارے“ کے متصل فیروز پور کو اور حافظ احمد رحمہ اللہ نے موضع ”لکھوکے“ کو اپنا وطن بنایا۔ اور اصلاحی وتبلیغی سرگرمیاں شروع کردیں۔ حافظ احمد رحمہ اللہ خداداد علم وفضل اور تقویٰ کے باعث علاقہ بھر میں مرجع عوام وخواص بن گئے۔ اسی کا اثر تھا کہ موضع ”طورکے“ ایک رئیس نے اپنی نیک سیرت بیٹی آپ کے عقد میں دے دی۔ جس کے بطن سے واحد فرزند حافظ بارک اللہ پیدا ہوئے۔ اسی نیک ماں نے اپنے بیٹے کو کبھی بغیر وضو دودھ نہیں پلایا۔

احترام ولی میں دریا کا رخ پھر جانا (کرامت):۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ اپنے زمانے کے مقتدر عالم وفقیہہ تھے۔ اور ورع وتقویٰ

کے لحاظ سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے ان کے متعلق مشہور ہے کہ نواب قطب الدین والی ممدوٹ سے ناراض ہو کر دریائے ستلج کے رستے کشتیوں کے ذریعے ریاست بہاولپور میں چلے گئے تھے۔ وہاں سے حجاز جانے کا ارادہ تھا۔ ان کے جانے کے بعد ممدوٹ کا قلعہ دریائے ستلج کی طغیانی کی زد میں آ گیا۔ لوگوں نے نواب صاحب سے کہا کہ آپ کی ریاست میں ایک ہی بابرکت شخصیت تھی جو یہاں سے جا چکی ہے۔ اب ریاست کی خیر نہیں چنانچہ نواب صاحب نے اپنے سوار بھیجے اور نواب بہاولپور کے توسط سے حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ صاحب کو روک لیا گیا اور بالآخر رضامند کر کے واپس لائے گئے۔ والی ممدوٹ نے معافی مانگی اور ''لکھوکے'' کا گاؤں بطور جاگیر پیش کیا۔ مگر حافظ بارک اللہ صاحب نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہمیں ایسی جاگیر نہیں چاہیے۔ جس کا لگان گورنمنٹ کے ہاں ادا کرنا پڑے۔ چنانچہ نواب صاحب نے وہ اراضی جو پہلے سے آپ کے والد حافظ احمد رحمہ اللہ صاحب کے وقت سے عطا کی ہوئی تھی اور جس کا لگان معاف تھا۔ واپس کر دی۔ یہ اراضی تقسیم ملک تک حافظ بارک اللہ صاحب کی اولاد کے پاس چلی آئی ہے۔ حافظ صاحب کے رضامند ہونے پر ستلج کا رُخ پھر گیا اور ممدوٹ کا قلعہ جو آدھا دریا کی نظر ہو چکا تھا اب تک دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ ''**فاعتبروا یا اولی الابصار**ؐ''۔

حافظ محمد بارک اللہ کی بیعت اصلاح:۔ حافظ محمد رحمہ اللہ نے فارسی، صرف ونحو، معانی، منطق، فقہ، اصول اور تجوید وغیرہ علومِ عربیہ کی اکثر تعلیم گھر میں رہ کر اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ سلسلہ بیعت بھی اپنے والد سے ہے۔

بے پناہ حافظے کی مثال:۔ آپ نے حضرت میاں صاحب مولانا سیّد نذیر حسین صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حضرت میاں صاحب آپ کی ذہانت اور قابلیت کے بے حد مداح تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے حلقہ درس میں ایک طالبعلم حافظ محمد پنجابی ہے جو میرے منہ سے بات نکلنے سے پہلے ہی سمجھ جاتا ہے۔ قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جو کتاب دیکھ لیتے اس کے حوالہ جات اور صفحوں کے صفحے عبارتیں زبانی یاد ہو جاتیں۔ اسی بنا پر حضرت میاں صاحب از راہِ تفنن طبع آپ کو مہتمم کتب خانہ کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی علمی اور تصنیفی استعداد کا اندازہ آپ کی صاحبزادیوں کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ آخر عمر میں جب آپ تفسیر محمدی لکھا کرتے تھے تو ہم دیکھتی تھیں کہ لکھتے ہی جاتے ہیں اور کچھ سوچا نہیں کرتے تھے۔ مختلف کتب اردگرد پھیلائی ہوتی تھیں۔ آنکھ اٹھا کر دیکھتے اور پھر لکھتے رہتے یہ بھی روایت ہے کہ کبھی مسودہ پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔

زہد وعبادت اور صدق واخلاص:۔ آپ کی اولاد فوت ہو جاتی تھی۔ آپ نے دعا کی اور جس طرح ام مریم علیہا السلام نے مریم علیہا السلام کے متعلق کہا تھا ویسے ہی کیا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ اولاد دے تو میں اس کو دین کی خدمت اور عبادت کیلئے وقف کر دوں گا۔ اور اس سے کوئی دنیاوی خدمت نہیں لوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عنایت فرمایا جو ''الشیخ محی الدین عبدالرحمان'' کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کے حالات میں مذکورہ کتاب ایقاظ عقلاء الزمان لکھی گئی ہے۔ عمر بھر آپ نے اپنے اس لائق فرزند سے کوئی دنیاوی خدمت نہیں لی۔ ان کی پوری عمر تعلیم وتعلیم، ذکر اللہ اور عبادت میں گزری اور آخر کار مدینہ منورہ میں پہنچ کر انتقال فرمایا۔

الہام کی بدولت شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری:۔ مولانا محی الدین رحمہ اللہ موصوف کے علو مرتبہ کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے تکمیل علوم کے بعد بالہام ربانی روحانی استفادہ کیلئے غزنی تک کا دو مرتبہ پاپیادہ سفر کیا۔ ایک جانثار ہمراہ تھا۔ جب آپ پہلی مرتبہ شیخ طریقت حضرت غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے تو ہمراہی نے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ''پدر ایں در پنجاب چراغ است'' جواب ملا ''ایں انشاء اللہ آفتاب خواہد شد'' (احوال الآخرت، ص: ۳ تا ۵)

انواع مولوی بارک اللہ: یہ کتاب دراصل حافظ محمد تصنیف ہے جو آپ نے اپنے والد ماجد کے ارشاد کی تعمیل میں لکھی تھی۔

احوال الآخرت: موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے متعلق ہے۔ بے حد پرتاثیر کتاب ہے پنجاب کے ہر گھر میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔

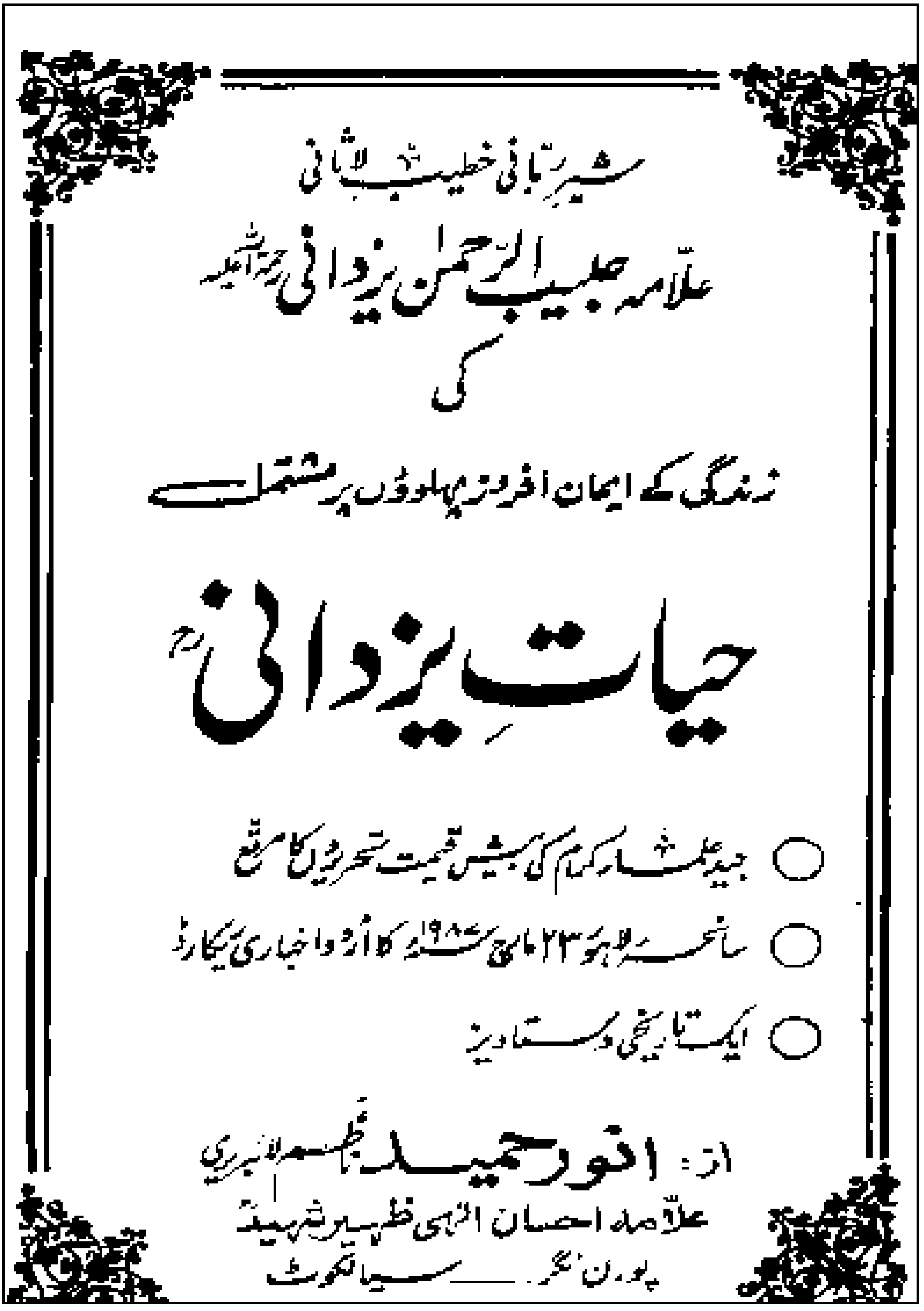

شیر ربانی خطیب لاثانی

علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی رحمۃ اللہ علیہ

کی

زندگی کے ایمان افروز پہلوؤں پر مشتمل

حیاتِ یزدانی رحمہ اللہ

○ جید علماء کرام کی بیش قیمت تحریروں کا مرقع

○ سانحہ لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کا اُردو اخباری ریکارڈ

○ ایک تاریخی دستاویز

از: انور حمید ناظم لائبریری

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید

پورن نگر ۔۔۔ سیالکوٹ

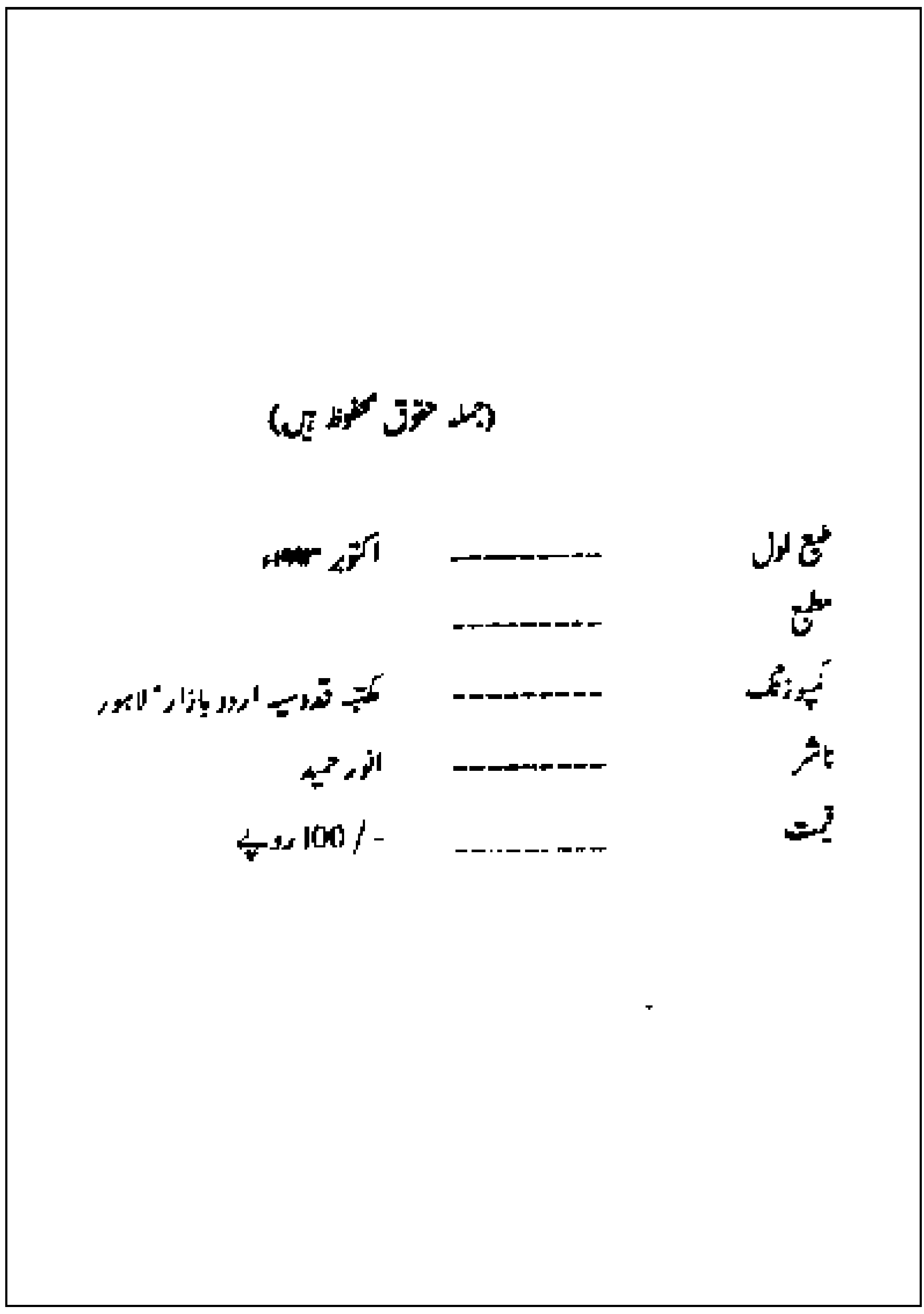

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

طبع اول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اکتوبر [illegible]ء

مطبع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کمپوزنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار، لاہور

ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انور حمید

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ -/100 روپے

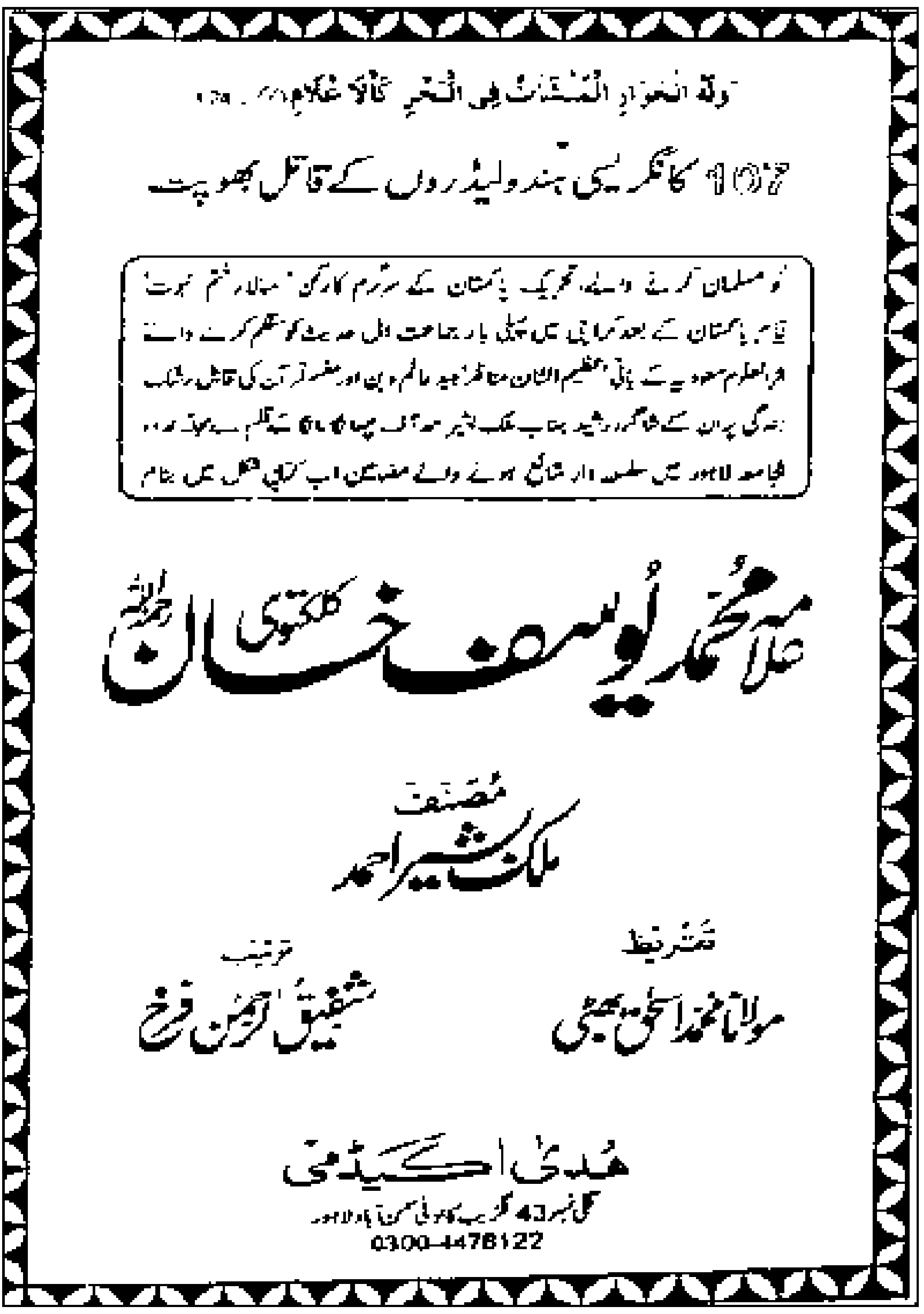

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (الرحمٰن: ۲۴)

107 کانگریسی ہندو لیڈروں کے قاتل بھوپت

کو مسلمان کرنے والے، تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن، مبلغ ختم نبوت
قیام پاکستان کے بعد کراچی میں پہلی بار جماعت اہل حدیث کو منظم کرنے والے
دارالعلوم محمدیہ کے بانی عظیم الشان مناظر، جید عالم دین اور مفسر قرآن کی قابل رشک
زندگی پر ان کے شاگرد رشید جناب ملک بشیر احمد صاحب چھانگا مانگا کے قلم سے ہفت روزہ
الاعتصام لاہور میں سلسلہ وار شائع ہونے والے مضامین اب کتابی شکل میں بنام

علامہ محمد یوسف خان کلکتوی رحمہ اللہ

مصنف
ملک بشیر احمد

تقریظ
مولانا محمد اسحٰق بھٹی

ترتیب
شفیق الرحمٰن فرخ

ہدیٰ اکیڈمی
گلی نمبر 43 گلزیب کالونی سمن آباد لاہور
0300-4478122

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: علامہ محمد یوسف خان کلکتوی
مصنف: ملک بشیر احمد
ناشر: ہدیٰ اکیڈمی گلی نمبر 43 گلزیب کالونی
سمن آباد لاہور۔ 0300-4478122
اشاعت اول: جون 2011ء
قیمت: 300 روپے

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے:

☆ اردو بازار لاہور: [illegible] 0333-4334804، [illegible] 37321823
[illegible] 0300-8880450 [illegible] 37321866 [illegible] 37357587
[illegible] 37244973 [illegible] 37230585 [illegible] 37237184
[illegible] 37232400 [illegible] 0300-5401474 [illegible] 0300-4826023
[illegible] 37310530 [illegible] 36432410 [illegible] 37324412
[illegible] 37322892 [illegible] 0300-9480166 [illegible] 37230549
[illegible] 0300-4453358
☆ اردو بازار گوجرانوالہ: [illegible]
☆ اسلام آباد: [illegible] 2261356 [illegible] 0300-5205040
☆ فیصل آباد: [illegible] 6301204 [illegible]
☆ کراچی: [illegible] 0333-3738795
☆ پشاور: [illegible] 214720
☆ حیدر آباد: [illegible] 0333-2607264
☆ چھانگا مانگا: 049-4381123، 0345-4381123

تفسیر محمدیہ قرآن مجید کی تفسیر سات ضخیم جلدوں میں ہے۔

جو عربی صرف ونحو۔ ادب تاریخ، تصوف اور تحقیق مسائل غرضیکہ ہر لحاظ سے معیاری ہے اور علمی وتحقیقی حلقوں میں مسلم ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کے لوگوں کو قرآن حکیم کے فارسی ترجمہ سے روشناس کرا کے اوّلیت حاصل کی تھی۔ (احوال الآخرت، ص:۶ تا ۷)

مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ دیوبندی واں بھچراں ضلع میانوالی جو کہ صوفی مزاج عالم تھے۔ آپ نے قرآن کریم کی تفسیر ''بلغتہ الحیران'' لکھی ہے۔ آپ بھی تفسیر محمدی کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

مولانا عبداللہ گھدوواالا تحصیل زیرہ ضلع فیروز والا کے رہنے والے تھے۔ ایک صوفی منش اہلحدیث عالم باعمل گزرے ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی کی تبدیلی کی وجہ:۔ ۱۹۴۶ء میں راقم لاہور میں احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ تدریس میں تھا۔ تو حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ نے ذکر کیا'' کہ بچپن میں مجھ پر اسلام کی حقانیت دو کتابوں کے مطالعہ سے واضح ہوئی۔ ایک تقویۃ الایمان شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور دوسری تحفۃ الہند۔ تاہم اپنا آبائی مذہب اور وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ وہ حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''احوال آخرت'' ہے اس کے مطالعہ کے بعد میں نے سب کچھ چھوڑنے کیلئے اپنے آپ کو تیار پایا۔

نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں:۔ حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمان خلف اکبر حافظ محمد رحمہ اللہ علیہم۔ آپ جید عالم اور کامل اہل اللہ تھے۔ آپ کے روحانی وباطنی فیض سے ہزارہا لوگوں نے استفادہ کیا۔ آپ علامہ اقبال کے اس مصرعہ کا مجسم مصداق تھے۔ نگاہ مردِمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد دو سال تک درسگاہ کا اہتمام فرمایا۔ سفرِ حج میں گئے۔ اور ۱۳۱۳ھ میں مسجد نبوی ﷺ مدینہ منورہ میں بحالت سجدہ وفات پائی۔ جنت البقیع میں شرقی دیوار کے ساتھ مدفون ہیں۔

تصوف میں جذبی کیفیات:۔ حضرت مولانا حافظ محمد علی صاحب مدنی ''متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ'': آپ مولانا محی الدین عبدالرحمان رحمہ اللہ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ آپ کو علومِ دین میں مہارت تامہ کے علاوہ علوم وسیاسیات حاضرہ پر بھی عبور حاصل ہے۔ اپنے والد کی طرح تصوف میں جذب وکیف کی نعمت سے بھی مالا مال ہیں تقریباً ۱۸ سال سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں جوار مسجد وروضہ نبویہ ﷺ سے محظوظ ہو رہے ہیں پس پرانے لوگوں کی آخری یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکات سے ہم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ آمین (عاجز معین الدین لکھوی) (احوال الآخرت، ص:۸ تا ۹)

نام کتاب: حیات یزدانی ... قاطع شرک وبدعت، داعی توحید وسنت
شیر ربانی علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی رحمہ اللہ کی زندگی کے ایمان افروز پہلوؤں پر مشتمل
حیات یزدانی رحمہ اللہ.. جید علماء کرام کی بیش قدر تحریروں کا مرقع... سانحہ لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کا اُردو اخباری ریکارڈ
انور حمید: ناظم لائبریری علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید پورن نگر سیالکوٹ

مولانا حبیب الرحمٰن کا ٹوپی استعمال فرمانا: علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی رحمہ اللہ سر پر ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

(حیات یزدانی، ص:۲۳)

مجھے اولیاء اللہ سے محبت ہے:۔ (جناب انور حمید)

مجھے اولیاء اللہ سے محبت ہے۔ لہٰذا میں نے یزدانی رحمہ اللہ شہید کی سیرت کے مختلف اوراق کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا ایک طالب علم کی

حیثیت سے قلم کاغذ لے کر بیٹھ گیا۔ یزدانی رحمہ اللہ شہید ولی اللہ تھے۔

اب بھی مجھے یقین کی حد تک ڈر ہے کہ میں ان کے مقام اور مرتبے کو انصاف کے ساتھ واضح نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی مجھ جیسے کم مایہ طالب علم کیلئے یہ ممکن تھا۔ بس ایک تمنا تھی کہ اللہ کے ولیوں کے سیرت نگاروں کی فہرست میں مجھ گنہگار کا نام بھی درج ہو جائے شاید خداوند قدوس میری اس کاوش سے خوش ہو کر میری مغفرت فرما دے۔ (حیات یزدانی، ص:۲۳-۲۴)

کیا ہم اکابر فراموش تو نہیں ہو گئے......!۔ ہماری جماعت کے ممتاز اہل قلم میرے محسن مولانا محمد اسحاق بھٹی ایڈیٹر ''المعارف'' لاہور۔ شیخ الاسلام ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''دیوبندی اور بریلوی حضرات کو لیجئے۔ یہ اپنے اکابر کی انتہائی تعظیم بجالاتے ہیں۔ اور مساجد و مدارس کی تعمیر و قیام میں انہوں نے جو خدمات سرانجام دی ہیں اس کا فخر کے ساتھ اظہار کرتے ہیں۔ اور ان کے اس نوع کے کارناموں کو لائق تذکرہ سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں جماعت اہلحدیث میں اس ضمن میں بہت احتیاط (جو بخل کی حد تک ہے) سے کام لیا جاتا ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کو بھولتے جا رہے ہیں بلکہ ان کے کارناموں کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ جماعت کے کسی ادارے اور کسی گروپ کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ جماعت کے کسی بزرگ کی چھوٹی بڑی کوئی سوانح عمری لکھوائی جائے یا ان میں سے کسی کے نام کی کوئی یادگار قائم کی جائے''

''بحوالہ مضمون شیخ الاسلام امرتسری رحمہ اللہ۔ مجلّہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن۔ ش:۱، جلد ۴ ستمبر ۱۹۹۰ء''

اسلاف بھلا دینے پر افسوس.......!!:۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ نے اہلحدیث کانفرنس ماموں کانجن ۱۹۷۵ء میں دوران خطاب بزرگوں کی تصنیفات کے متعلق فرمایا:

''دوستو! ہمارے بزرگوں کی تصنیفات کو دیمک چاٹ رہی ہے۔ ہم میں کوئی نہیں جو ان بزرگوں کے حالات زندگی کو ضبط تحریر میں لائے۔ عظیم شخصیتیں ہمارے ہاں گزری ہیں۔ لوگوں نے اپنے بزرگوں کے کاموں تک کے حالات زندگی بھی لکھ ڈالے تم کو کیا ہوا کہ جن لوگوں نے ساٹھ ساٹھ برس تک تمہاری بے لوث خدمت کی ان پر قلم اٹھانے کیلئے تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔

اور یہ باتیں غور کی ہیں دوستو! تم دن رات اکھاڑ پچھاڑ میں لگے رہتے ہو۔ یہ کیا زندگی ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ آہ! کس قدر درد ہے میرے سینے میں جس کا اظہار کر رہا ہوں۔ اور اس تلخ نوائی کیلئے آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ مرکزیت نہ ہو تو خلفشار ہے۔ انتشار ہے۔ امام اسے بناؤ جسے روح کی گہرائیوں سے پیار کرو۔ چند برس پہلے بھی میں یہاں آیا تھا۔ اور اپنی باتیں کہہ گیا تھا مگر تمہارے سینوں میں دل نہیں پتھر ہیں۔ جن سے میری آواز ٹکرا کے لوٹ آتی ہے۔ (اقتباس ہفت روزہ ''الاسلام'' لاہور۔ صدیقی رحمہ اللہ، غزنوی رحمہ اللہ نمبر صفحہ ۳۱)

اساتذہ کرام:۔ مولانا یزدانی شہید رحمہ اللہ کے والد محترم مولانا عبدالحلیم صدیقی۔ حافظ مختار احمد منڈی چشتیاں، حافظ بنیامین (جو جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے شیخ الحدیث ہیں) پروفیسر قاضی مقبول احمد۔ مولانا عبدالواحد دیوبندی لاہور حافظ عبدالرشید گوہڑوی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ گوجرانوالہ۔ بخاری و مسلم حافظ محمد اسحاق رحمانی سے پڑھیں۔ (حیات یزدانی، ص:۶۴-۶۵)

ہم پر درود نہ پڑھنے کا جھوٹا الزام:۔ دو باتوں کا خاص خیال رکھنا جب میں قرآن پڑھوں تو لہلہا جانا، کھلکھلا جانا اور مسکرا جانا اور بار بار میری زبان پہ تمہارے اور میرے آقا امام الانبیاء حبیب کبریا، محبوب خدا، خیر الوریٰ، صدر العلی، شمس الضحیٰ، بدر الدجے، سرچشمہ صبر و رضا، منبع رشد وھدی، پیغمبر رب ارض وسماء، والی بطحا، مصدر مہر و وفا، صاحب قاب قوسین او ادنیٰ، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نام پاک آئے گا ''محمد'' تو آپ نے محبت اور پیار سے کہنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اہلحدیثو! آج اتنے بڑے اجتماع کے اندر درود پاک کی اتنی چھل پڑ جائے جیسے سمندر میں پانی کی موجیں ٹھاٹھیں مارتی ہیں۔ ''محمد'' (لوگ بلند آواز سے صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے میرا عقیدہ نوٹ کر لینا کہ جو شخص درود پاک کا منکر ہے وہ

بے ایمان ہے بولو وہ بے ایمان ہے جو نہ بولے وہ بے ایمان ہے۔ اور جو منکر نہیں وہ آقا علیہ السلام کا نام پاک سن کر درود شریف پڑھتا نہیں وہ لعنتی ہے۔ اے اللہ اتنے بڑے مجمع کو لعنتی نہ بنا رحمتی بنا۔

ہمارے بابا جی صمصام رحمہ اللہ فرما گئے ہیں ۔

جو نام نبی ﷺ کا سن کے نہ درود پڑھاون   ملک نورانی حق اوناں دے اے دعا فرماندے
رب نہ بخشے جنت تے نوں نہ توں رحمت پاویں   جنت ہو یا آرام دا بوٹا توں کیونکر جنت جاویں
نام نبی ﷺ دا سن کر مومن جو درود پڑھاون   سن درود نورانی ملکاں بہت خوشی وچ آون
اللہ بخشے جنت تے نوں نال رسول الٰہی   دعا منظور نورانی ملکاں وچ دربار الٰہی

(حیات یزدانی، ص:۲۲۹-۲۳۰)

نام کتاب: تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے عظیم مجاہد علامہ محمد یوسف خان کلکتوی رحمہ اللہ..... مصنف:۔ ملک بشیر احمد (آف چھانگا مانگا)

ترتیب:۔ مولانا شفیق الرحمٰن فرخ..... تقریظ:۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

مرحوم ۱۹۰۰ء میں دینا نگر ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ مشہور مدرسہ غزنویہ امرتسر سے فارغ التحصیل ہوئے۔ حضرت مولانا نیک محمد صاحب کے ممتاز تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ بعد از فراغت تعلم مدرسہ غزنویہ ہی میں مسند تدریس کو زینت بخشی۔ (سوانح علامہ یوسف کلکتوی، ص:۳۳)

مسجد نبوی کی برکت حاصل کرنا:۔ مدینہ منورہ میں حضور اقدس ﷺ کی مسجد میں پانچوں وقت باجماعت نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ روضۂ رسول ﷺ کی زیارت اور شیخین کی قبروں پر دعا کے علاوہ ''روضة من رياض الجنة'' میں تلاوت قرآن پاک اور نوافل کی ادائیگی کیلئے کافی وقت میسر رہا۔

ان دنوں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی توسیع کی جارہی تھی۔ بنیادیں کھودی جاچکی تھیں۔ ان میں کنکریٹ بھرا جارہا تھا۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ نے خواہش ظاہر کی کہ میرے وفد کے ارکان کی دلی خواہش ہے کہ ہم بھی مسجد نبوی کی بنیادوں میں کنکریٹ اپنے سر پر اٹھا کر بھریں۔ جس کا حکومتی نمائندوں نے فوراً ہی بندوبست کر دیا۔ وفد کے تمام ارکان اپنے سروں پر ٹوکریاں اٹھا کر والہانہ انداز میں بنیادوں کو بھرنے میں مصروف ہوگئے۔ وہ اس کام کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت خیال کر رہے تھے۔ ارکان کہہ رہے تھے کہ ہمارے حصے کا یہ کارنامہ ہمارے سارے دورے کا روح رواں تھا۔ جس کو ہم ساری زندگی نہیں بھول سکتے اور قیامت کے دن بھی ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کا بہترین معاوضہ عطا فرمائے گا اور ہمارے گناہ معاف کر دے گا۔ (سوانح علامہ یوسف کلکتوی، ص:۱۳۳-۱۳۴)

عالم جنات میں ایک ہفتہ قیام:۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ اگرچہ تدریسی میدان میں بڑی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ لیکن آپ کی خطابت میں بھی وہ جادو تھا کہ سامعین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ آپ کا چرچا پنجاب سے نکل کر بنگال میں بھی بہت ہوگیا تھا اور بنگال والے اہلحدیث آپ کو ہر سال بنگال لے جاتے اور ایک دو ماہ خوب تبلیغ ہوتی۔ بنگال کے کونے کونے سے لوگ آپ کا بیان سننے کیلئے بے چین ہوتے۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ کی تدریسی قابلیت طالب علمی دور سے ہی تھی اور جب سند فراغت کے بعد امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں آپ نے تدریس کا باقاعدہ آغاز کیا تو ہر طالب علم کی یہ خواہش ہوتی کہ میرا سبق علامہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس ہو اور علامہ صاحب رحمہ اللہ کی شاگردی

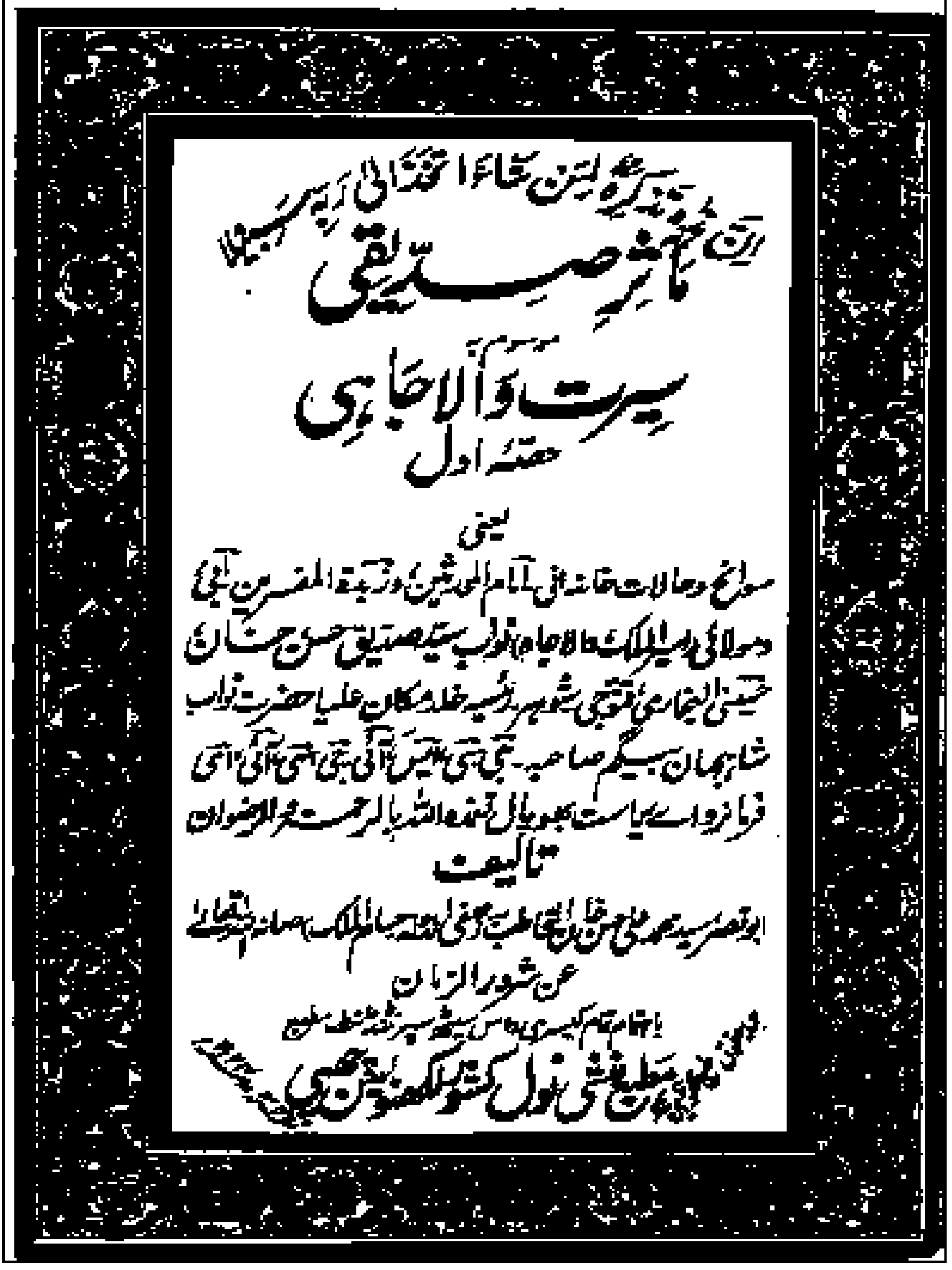

[illegible]

مآثر صدیقی

موسوم بہ

سیرت والاجاہی

حصہ اول

یعنی

سوانح و حالات [illegible] امام المحدثین و زبدۃ المفسرین آیتی
والائی امیر الملک والا جاہ نواب سید صدیق حسن خان
حسینی البخاری القنوجی شوہر رضیہ خلد مکان علیا حضرت نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ سی آئی جی سی ایس آئی سی آئی اے
فرمانروائے ریاست بھوپال تغمدہ اللہ بالرحمۃ والرضوان

تالیف

ابو النصر سید محمد علی حسن خان [illegible]
عن شرور الزمان

باہتمام [illegible]
[illegible] مطبع منشی نول کشور لکھنؤ [illegible]

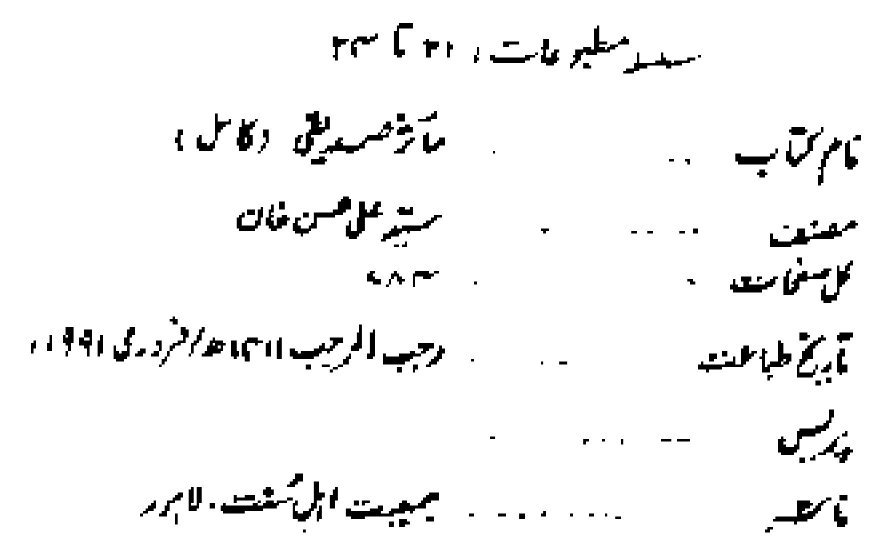

سلسلہ مطبوعات : ۲۱ تا ۲۳

نام کتاب .. مآثر صدیقی (کامل)
مصنف ... سید علی حسن خان
کل صفحات . ۶۸۳
تاریخ طباعت .. رجب المرجب ۱۴۱۱ھ / فروری ۱۹۹۱ء
پریس ...
ناشر ...... جمعیت اہل سنت ۔ لاہور

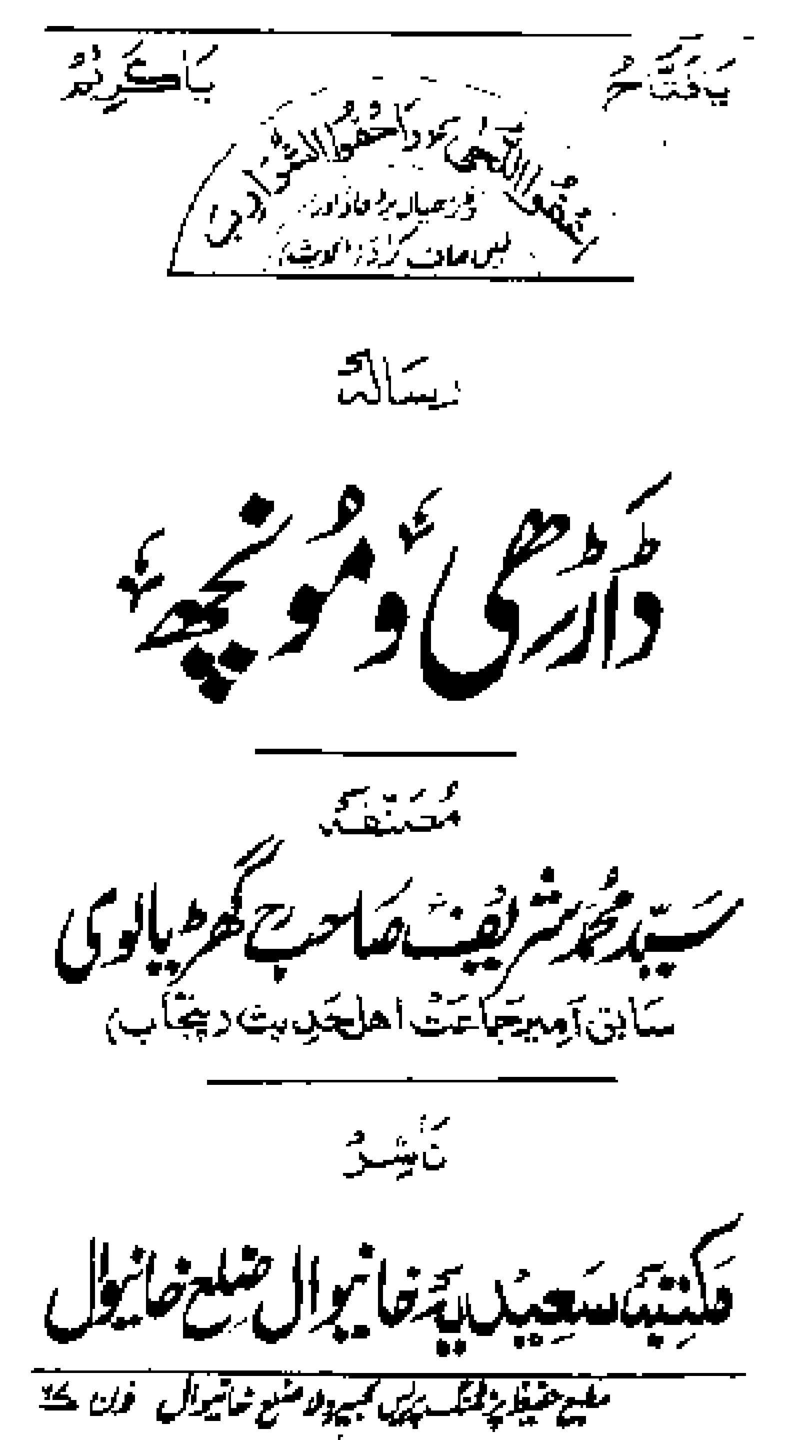

یا فتاح
یا کریم

اعفوا اللحیٰ و احفوا الشوارب
ڈاڑھیاں بڑھاؤ
لبیں صاف کرو (الحدیث)

رسالہ

ڈاڑھی و مونچھ

مصنفہ

سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی
سابق امیر جماعت اہلحدیث (پنجاب)

ناشر

مکتبہ سعیدیہ خانیوال ضلع خانیوال

مطبع حفیظ پرنٹنگ پریس کبیروالا ضلع خانیوال فون ۷۷

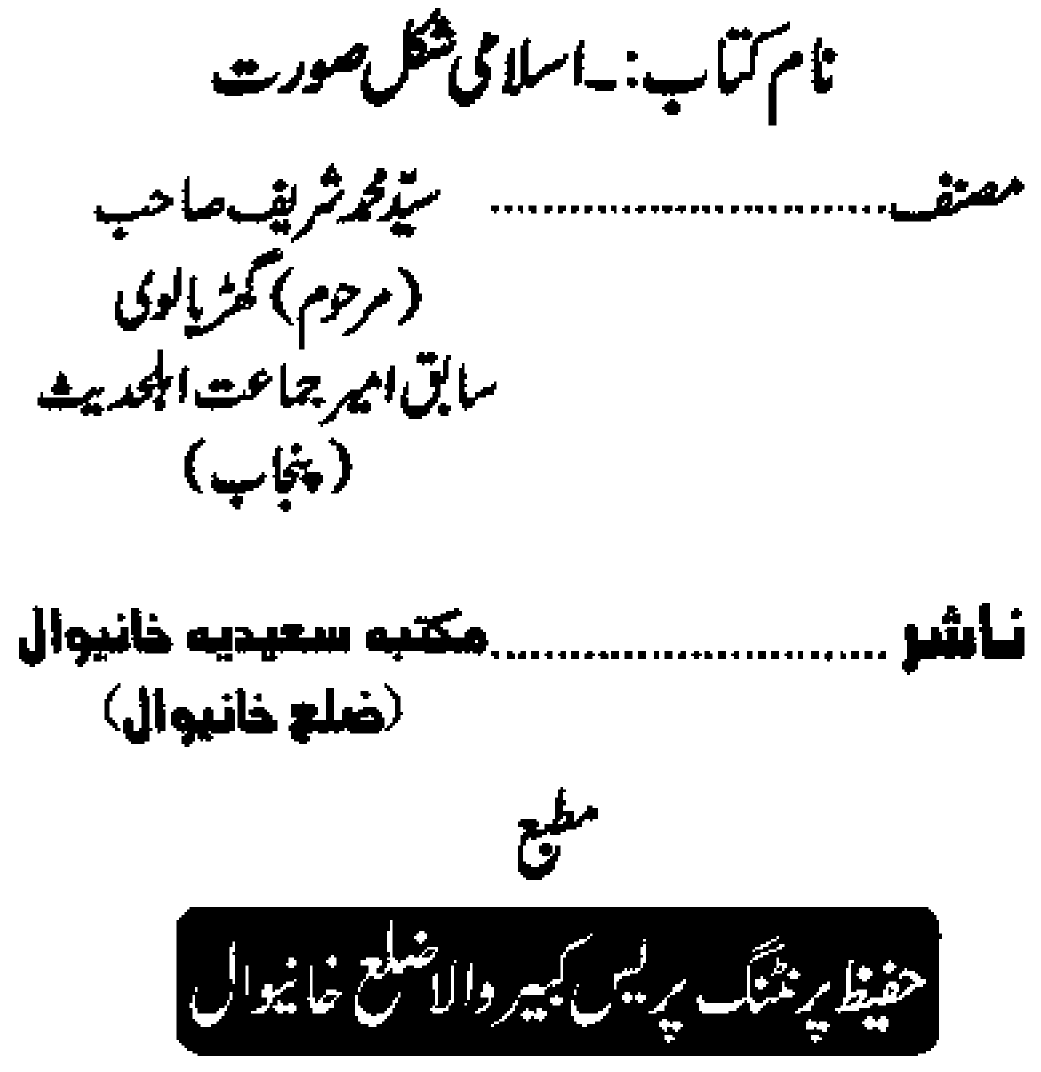

نام کتاب :۔ اسلامی شکل صورت

مصنف .... سید محمد شریف صاحب
(مرحوم) گھڑیالوی
سابق امیر جماعت اہلحدیث
(پنجاب)

ناشر .... مکتبہ سعیدیہ خانیوال
(ضلع خانیوال)

مطبع

حفیظ پرنٹنگ پریس کبیروالا ضلع خانیوال

کا مجھے بھی شرف حاصل ہو۔ اس وقت مدرسہ غزنویہ میں کچھ مسلمان جن علامہ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد بن چکے تھے اور خفیہ طور پر تعلیم حاصل کرنے کیلئے با قاعدہ کلاس میں بیٹھتے اور علامہ صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کرتے تھے۔

ایک دن ان جنوں نے علامہ صاحب رحمہ اللہ سے مشورہ کیا کہ آپ ہمارے قبیلہ میں چلیں اور وہاں پر تبلیغ کریں۔ آپ کی تبلیغ سے ہمارے بہت سے بھائی مسلمان ہو جائیں گے اور راہ راست پر آ جائیں گے۔ چنانچہ جن علامہ صاحب رحمہ اللہ کو اٹھا کر اپنی بستیوں میں لے گئے اور ایک ہفتہ آپ سے وعظ و نصیحت سنتے رہے۔ اس پروگرام کا اتنا اثر ہوا کہ جنوں کے بہت سے قبیلے اسلام لے آئے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ جن علامہ صاحب رحمہ اللہ کو واپس مدرسہ میں چھوڑ گئے۔

علامہ صاحب رحمہ اللہ کے یک دم غائب ہونے کا علم ہوا تو ان کے گھر والے اور مدرسہ کے ناظمین پریشان ہو گئے اور علامہ صاحب کی تلاش شروع کر دی لیکن مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ تلاش کرنے والے ہر طرف روانہ کیے گئے مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر ایک ہفتہ بعد علامہ صاحب رحمہ اللہ خود ہی مدرسہ پہنچ گئے اور بڑی پریشانی کے عالم میں سارا واقعہ خود بیان کیا۔ جس کو سننے کے بعد بہت سے طالب علم خوفزدہ ہو گئے اور کچھ حیران و پریشان ہوئے۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ جنوں نے انہیں ایک وظیفہ بتایا ہے کہ جب کسی تکلیف میں ہوں یا ان کو جنوں کی ضرورت ہو تو وظیفہ کرنے سے وہ جن ان کے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

علامہ صاحب رحمہ اللہ نے ان جنات سے کسی بھی قسم کا مالی فائدہ نہیں اٹھایا وہ اس کو حرام سمجھتے تھے۔ کیوں کہ اگر ان سے کچھ لے لیا جائے تو وہ کہیں نہ کہیں سے وہ چرا کر لائیں گے۔ ہماری اور ان کی دنیا میں فرق ہے۔ ہمارے کام کی چیز وہ ہماری دنیا سے ہی تو لائیں گے۔
(سوانح علامہ یوسف کلکتوی، ص: ۱۶۰ تا ۱۶۲)

چنانچہ ان گنت راہِ ہدایت پانے والوں کا رہنما، بے شمار طلباء کا پیارا استاد، لاتعداد عقیدت مندوں کا محترم، کثیر تعداد نمازیوں کا خطیب دل پذیر اور بڑی تعداد میں موجود قارئین کا محسن صحافی صدر مرکزی جمعیت اہلحدیث کراچی و نگران پندرہ روزہ الارشاد ۷۰ سالہ علامہ محمد یوسف کلکتوی کو یوسف پورہ قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ (رہے نام اللہ کا) (سوانح علامہ یوسف کلکتوی، ص: ۱۷۶)

کتاب کا نام:۔ سوانح حیات نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ.... مآثرِ صدّیقی (مکمل چار حصوں میں)

تالیف:۔ جناب سیّد علی حسن خان فرزندِ صاحب سوانح.... ناشر: جمعیۃ اہل سنۃ (لاہور)

نام و نسب:۔ صدیق حسن نام، ابوالطیب، ابوالطاہر، ابوالوفا کنیت، روحی و نواب و توفیق تخلص خورشید حسن، تاریخی نام، نواب امیر الملک والا جاہ بہادر خطاب۔

سلسلہ نسب حسب ذیل ہے: سید صدیق حسن بن سید اولاد حسن بن سید اولاد علی بن سید لطف اللہ بن سید عزیز اللہ بن سید لطف علی بن سید علی اصغر بن سید کبیر بن سید تاج الدین بن، سید جلال رابع بن سید راجو شہید بن سیّد جلال ثالث بن سیّد رکن الدین ابوالفتح بن سیّد حامد کبیر بن سیّد ناصر الدین محمود بن سید جلال الدین قطب عالم معروف بہ مخدوم جہانیاں جہان گشت بن سیّد احمد کبیر بن سیّد جلال اعظم معروف بہ گل سرخ بن سیّد علی موبد بن سیّد جعفر بن سیّد محمد بن سیّد احمد بن سیّد محمد بن سیّد عبداللہ بن سیّد علی اشقر بن سیّد جعفر زکی بن سیّد علی نقی بن سیّد محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین شہید رضی اللہ عنہ کربلا بن فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ص ﷺ۔

یہ خاندان جیسا کہ ظاہر ہے سادات حسینی میں سے ہے اور سادات بخاری کے نام سے مشہور ہے چونتیس واسطوں سے جناب رسالت مآب ﷺ تک منتہی ہوتا ہے۔ منجملہ اکابر شجرۂ نسب کے آٹھ ائمہ اہلبیت ہیں جو زمرۂ اثنا عشر آل اطہار میں داخل ہیں۔ باقی اسلاف جعفر زکی

سے لیکر جناب مخدوم بلکہ جلال رابع تک غالبًا صلحاء اور اخیار قوم تھے۔ اور سید تاج الدین سے لیکر علی بن لطف اللہ تک اہل دولت وثروت ہوے۔ (مآثر صدیقی حصہ اول، ص:۱-۲)

ذکر متصوفین آبائے کرام کا

سیّد جعفر رحمہ اللہ کا حال:۔ ان کی اولاد میں بھی سوائے سیّد علی موبد کے کوئی اور پسر نہ تھا۔

سیّد علی موبد رحمہ اللہ کا حال:۔ ان کی اولاد میں بھی صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید جلال اعظم تھا۔

سیّد جلال اعظم رحمہ اللہ کا حال:۔ ان کا نام حسین، ابوعبداللہ کنیت **گلسُرخ** لقب تھا یہ اپنے عصر میں سرآمد اولیاء کبار میں سے تھے۔ کمالات باطنی اور قوت روحانی کے تابندہ جوہر اور وحید عصر تھے ۶۵۳ھ کو ترک وطن کر کے بخارا سے ملتان میں وارد ہوئے اور خانقاہ شیخ فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ میں آکر ٹھہرے۔ وہاں آرام لیکر بھکر آئے۔

یہاں انہوں نے ایک بشارت کی بنا پر جو خواب میں ہوئی تھی۔ سید بدرالدین بن سیّد صدرالدین خطیب بھکری کی دختر نیک اختر دہرہ خاتون سے اپنا عقد کیا۔

سلسلہ سہروردیہ میں خلافت:۔ شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا مُلتانی رحمہ اللہ کے مرید بااختصاص تھے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اُن کو خرقہ خلافت عطا فرما کر شہر اُچ پر مامور کیا یہاں آکر وہ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق اخیر عمر تک رُشد وہدایت کے اہم اور نازک فرض کو بڑی سرگرمی اور حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اور یہیں وفات پائی۔

آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے تھے، علی، جعفر، سیّد محمد غوث، سیّد احمد کبیر رحمہم اللہ۔

سیّد احمد کبیر رحمہ اللہ:۔ یہ وہی سیّد احمد کبیر ہیں جن کے نام پر ہندوستان کے جاہل نادان لوگ گائے ذبح کیا کرتے ہیں اور جن کے نام نامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔

سیّد صاحب موصوف کے دو صاحبزادے تھے سید جلال الدین قطب عالم اور سیّد صدرالدین محمد راجو قتال جن کی موجودہ نسل سرہند میں آباد ہے۔

سیّد جلال الدین قطب عالم رحمہ اللہ:۔ آپ کی ولادت باسعادت شب برأت ۷۰۷ھ میں ہوئی ابوعبداللہ کنیت قطب عالم مخدوم جہانیاں جہان گشت لقب، والدہ کا نام مریم ہے یہ سیّد مجد الدین کی صاحبزادی تھیں اور بقول دیگر آپ کی والدہ کا نام اخوند خاتون ہے یہ سیّد مرتضیٰ کی بیٹی تھیں۔

آپ علوم کتاب وسنت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب اخلاق اور ملکات روحانی کے سہیل میں تھے۔

مخدوم نے ابھی گہوارۂ طفولیت سے قدم باہر نکال کر رکھا ہی تھا کہ ان کے والد ماجد نے اُن کو اپنے ساتھ لیجا کر بطور نیک فال حضرت شیخ جمال خندی کی بیعت ودست بوسی کا شرف بخشا اُس وقت ان کی عمر سات برس کی تھی مگر سعادت ورشادت کے انوار ابھی سے اُن کی جبین مبارک سے طالع اور نمایاں تھے۔ چنانچہ شیخ نے ان کے معصوم چہرہ پر نظر ڈالتے ہی فرمایا کہ ”تو آن پسری کہ خاندان خود را تا قیامت مُنوّر داری۔“

جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو انہوں نے ایک عظیم الشان سیاحت کا عزم مصمم کیا اور مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، بیت المقدس، روم، عراق، خراسان، بلخ اور بخارا کی طرف چل کھڑے ہوئے اس دران سفر میں متعدد حج بھی کیے، منجملہ ان کے چھ حج اکبر تھے۔

مشائخ طریقت سے خرقہ وخلافت حاصل ہونا:۔ مخدوم اس امر کے سخت مخالف تھے کہ آدمی کسی ایک شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر اسی کا ہو رہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ فیاض ازل کی بخششیں کسی ایک ملک یا ایک خاندان یا ایک قوم میں محدود ومحصور نہیں ہیں۔

درحقیقت آپ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ۔ ”جمیع مشائخ و فضلاء را باید دید -و از ہر کدام نصیبے و فیضے باید بود“، یعنی آدمی کو تمام باکمال مشائخ وفضلا کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہیے اور ہر ایک سے بقدر مقدور تمتع حاصل کرنا

چاہیے۔ بقول سعدی رحمہ اللہ:

”تمتع زہر گوشۂ یافتم　　زہر خرمنے خوشۂ یافتم“

مخدوم نے اثناء سیاحت میں تین ہزار چالیس سے زائد صاحب دلان ذی کمال کا فیض صحبت حاصل کیا دو سال تک مدینہ منورہ میں استاذ المحدثین شیخ عفیف الدین مطری شافعی یمنی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے۔ نسخہ عوارف کا درس لیا۔ شیخ موصوف شیخ رشید الدین ابوالقاسم محمد صوفی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور ان کو خرقۂ خلافت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے عطا کیا تھا۔ جو شیخ سعدی رحمہ اللہ کے پیر طریقت ہیں مگر تعلیم و تربیت زیادہ مخدوم نے شیخ رُکن الدین ابوالفتح سہروردی رحمہ اللہ اور شیخ نصیر الدین محمود چشتی چراغ دہلی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔

چودہ مشائخ طریقت سے خلافتیں:۔ خرقۂ خلافت اوّل ان کو ان کے والد اور چچا شیخ صدرالدین بخاری رحمہ اللہ نے عطا فرمایا بعد اُس کے شیخ الاسلام عفیف الدین مطری رحمہ اللہ نے حرم شریف نبوی ﷺ میں ان کو خرقۂ خلافت پہنایا۔ وَھَلُمَّ جَرًّا اسی طرح ان کو چودہ خانوادوں کے خلیفہ ہونے کا خاص شرف حاصل تھا۔

مخدوم کسی کو اپنا مرید نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ کے نزدیک عرفی و رسمی مریدی پر شرعی رسم مواخات کو ہر طرح ترجیح تھی۔ یہ طریقہ مواخات رسول اللہ ﷺ نے بروقت نزول مدینہ منورہ جاری فرمایا تھا اور مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی ٹھہرایا تھا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی نسبت جو اجراء مواخات کے وقت موجود نہ تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ میرا بھائی ہے۔

جب کوئی شخص مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کے پاس مرید ہونے کے قصد سے آتا تو آپ فرماتے کہ میں کسی کو مرید کرنا پسند نہیں کرتا۔ البتہ عہد اُخوت کو تازہ اور مستحکم کرنے کیلئے تیار ہوں۔

مریدین کو دیتے وقت کی سند خلافت:۔ جب آپ کسی کو سند خلافت عطا کرتے تو یہ لکھتے۔

> ”اوصینا هذا الاخ بالاتباع الدائم المستقیم بشریعة نبینا علیہ ﷺ والا نقیاد لاحکامها و ان لا یترددالی ارباب الدنیا و اصحابها و ان لا یحضر فی مجالسهم ابدا و ان یتوجه الی الله بالکلیة فان کان هذا فیده العزیزة نائبة عن یدنا و هو من بین الناس خلیفتنا فرحم الله من اکرمه‘ و اهان من اهانه‘ و هو الموفق والهادی والمستعان و علیه التکلان“۔

> ”یعنی میں اپنے بھائی کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت بیضا پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور احکام شریعت کو اپنا دستور العمل بنائے اور ارباب دنیا اور ان کے ہم صحبتوں سے دور رہے اور ان کی مجالس میں کبھی قدم نہ رکھے اور کلیۃً سب طرف سے منہ پھیر کر خدا ہی کی طرف رجوع کرے جب اس رنگ میں وہ اپنے کو رنگ لے تو بلا شبہہ اس کا دست مبارک میرے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور وہ مخلوق خدا کے سامنے میرا جانشین ہے۔ جو شخص اُس کا احترام و اکرام کرے خدا اس پر رحم کرے۔ اور جو شخص ایسے شخص کی اہانت کرے خدا اُس کو ذلیل کرے۔ خدا ہی توفیق بخشنے والا راہ راست دکھانے والا اور مددگار ہے۔ اور اُسی پر کامل بھروسہ ہے۔“

سلطان محمد تغلق نے شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب آپ کو عطا فرمایا تھا۔ اور سیوستان کی خانقاہ محمدی کی اور اس کے مضافات کی سند آپ کو مرحمت کی تھی۔

فیروز شاہ کے عہد سلطنت میں آپ چند مرتبہ دارالخلافتِ دہلی میں تشریف لائے اور ہر مرتبہ سلطان کی جانب سے مراسم اعتقاد و اخلاص حسب قاعدۂ معینہ ادا کیے گئے۔

آپ نے عیدالاضحیٰ کے روز بعد نماز ۷۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔ سیّد ناصر الدین محمود یہ دختر سید محمد غوث کے بطن

سے تھے۔ ان کی اولاد سندھ و ہند میں آباد ہے۔ سیّد عبداللہ یہ دختر سادات دہلی کے بطن سے تھے۔ سیّد محمد اکبر یہ شہنشاہ بیگم سلطان ترکی کے بطن سے تھے۔ ان کی اولاد قسطنطنیہ میں آباد ہے۔

سیّد ناصر الدین رحمہ اللہ:۔ افسوس ہے کہ ان کے واقعات زندگی کا ہم کو صرف اسی قدر علم ہو سکا کہ ان کی تین بیویاں تھیں ان سے اٹھارہ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ پانچ صاحبزادے قطب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سیّد حامد کبیر سیّد، سیّد علم الدین، سیّد شہاب الدین، سیّد اسماعیل، سیّد فضل اللہ باقی جو اولاد رہی اس کے نام یہ ہیں سیّد برہان الدین، ان کی اولاد گجرات میں آباد ہے۔ شیخ الاسلام سیّد علاؤ الدین عرف بندگی (ان کا مزار قنوج میں محلّہ راجگیر کے اندر واقع ہے) ان کی ماں سعادت خاتون سادات دہلی میں سے تھیں۔ سیّد شرف الدین ان کی اولاد نواح اُچہ میں آباد ہے۔ سیّد نظام الدین یہ لاولد تھے ان کی ماں ایک بقال کی دختر تھیں۔

بادشاہ دہلی نے ان کو چند کنیزیں بھی اپنے قصر شاہی سے عنایت کی تھیں اُن سے جو ان کے اولاد ہوئی یہ نسل سادات کو شکی نام سے مشہور ہے۔

سیّد ناصر الدین محمود کی دو صاحبزادیاں تھیں تاج الملک سعادت خاتون یہ دونوں تنکی خاتون دختر سلطان حسین لنگاہ کے بطن سے تھیں اور سید معز الدین بن سیّد علاؤ الدین رسول دار سے بیاہی گئیں۔

سیّد حامد کبیر رحمہ اللہ:۔ یہ سیّد ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے ان کی ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ مریم بیگم اور سیّد بہاؤ الدین انہوں نے لاولد انتقال کیا، صرف سیّد رکن الدین باقی رہے۔

سیّد رکن الدین ابوالفتح رحمہ اللہ:۔ یہ اپنے باپ کی وفات کے بعد مسند آرائے ہدایت وارشاد ہوئے ان کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ سیّد جلال ثالث، سیّد محمود، سیّد ابوالقاسم ان کی ماں سمنی خاتون بادشاہ ٹھٹھہ کی دختر نیک اختر تھیں، سیّد محمد یہ کیمیاء نظر کے لقب سے مشہور تھے ان کی والدہ مراد خاتون ملک داؤد خان بن میر علی لنگاہ کی بیٹی تھیں بوبوجیو یہ میمونہ بیگم کے بطن سے تھیں جو سادات دہلی کے خاندان سے تھیں۔ تاج الملک یہ سیّد دولت بن سیّد شمس الدین بن سیّد محمد غوث کی بیٹی بیوی دوئی کے بطن سے تھیں۔ تیسری بیٹی جنت خاتون تھیں۔

سیّد جلال ثالث رحمہ اللہ:۔ یہ بعد وفاتِ پدر قصبہ اُچہ ضلع ملتان کی سکونت ترک کر کے دہلی چلے آئے۔

اس نقل مکان کی وجہ کچھ تو اخوان کی باہمی مخالفت اور زیادہ تر بہلول شاہ لودھی بادشاہ دہلی کی حسن ارادت تھی وہ آپ کے خاص مریدوں میں تھا۔ آپ کو ملتان سے اپنے ہمراہ دہلی لایا اور مزید عظمت واحترام کی نظر سے سرکار قنوج کی سند جاگیر آپ کو عطا فرمائی۔ اُس وقت سے اُن کی موجودہ اور آئندہ نسل کا مستقر قنوج رہا۔

ان کے چار بیٹے تھے۔ سیّد علی، سیّد راجو، سیّد شعیب، سیّد جعفر۔

سیّد راجو رحمہ اللہ:۔ سیّد راجو بعد وفات پدر سجادہ نشین ہوئے ان کے گیارہ بیٹے تھے سیّد جلال رابع، سیّد تاج الدین، سیّد علاؤ الدین، سیّد تھین، سیّد کہوان، سیّد احمد، سیّد برہان، سیّد محمد، سیّد علی، سیّد درویش، سیّد بلاقی۔

سیّد جلال رابع رحمہ اللہ:۔ ان کو بعد وفات پدر سجادہ نشینی کا منصب حاصل ہوا اور تبرکات مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وارث بالاستحقاق قرار پائے لیکن ان کے بھائی سیّد علاؤ الدین کو یہ امر ناگوار گزرا آخر کار وہ تبرکات مخدوم پر قبضہ کر کے منصب سجادہ نشینی پر فائز ہو گئے۔

سیّد جلال رابع نے اپنی بلند ہمتی اور آزاد منشی سے اس آثار پرستی کو دور سے سلام کر کے عزلت نشینی اور حق پرستی اختیار کی۔

پہلے یہ قنوج کے محلّہ شیخانہ میں رہتے تھے۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر محلّہ شیخو پورہ میں چلے آئے۔

ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، سیّد تاج الدین، سیّد مبارک، سیّد کمال الدین، سیّد جمال الدین، فاطمہ چندرمکھ۔

(مآثر صدیقی حصہ اوّل، ص:۳۶-۴۳)

مولانا اولاد حسن مرحوم رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:۔ سیّد علامہ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۰ھ میں قنوج میں ہوئی۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے تبرکاً بعض کتب حدیث و وظائف وادعیہ ماثور کی سندلی اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ مؤلف موضح القرآن سے بارہا ان کو اتفاق صحبت رہا یہ ہی فیض صحبت و تعلیم نامۂ مغفور کیلئے مذہب شیعۂ امامیہ کے ترک کرنے کا باعث اور مذہب اہلسنت کے اختیار کرنے کا سبب ہوا۔

بیعت اصلاح:۔ بعد فراغت تحصیل علم سیّد علامہ کو جب حضرت مجدد مائۃ الف ثالث مولانا سیّد احمد صاحب بریلوی رحمہ اللہ کے حالات پر کافی عبور ہوا تو بیتابانہ اُن کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ہر طرح کے ایثار و قربانی اور خدمت قوم و ملت کیلئے اپنے کو پیش کیا اور ان کے دست شریعت طریقت پناہ پر سنت سنیۂ مصطفویہ کے مطابق بیعت کی۔ (مآثر صدیقی، حصہ اول، ص:۵۳ تا ۵۷)

دس ہزار مریدین:۔ چونکہ سیّد علامہ ہمیشہ جہال، متعبدین فقہائے متقشفین محدثین ظاہریہ غلاۃ ارباب عقول سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور سلف صالحین کی اقتدا اور اتباع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اسی لیے جیسا کہ مولانائے ممدوح کے خط کے مضمون سے بھی ظاہر ہے خدائے عز و جل نے سیّد علامہ کی ہدایت و ارشاد میں ایسی نمایاں دلکش تاثیر عطا فرمائی تھی کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ قنوج اور اطراف قنوج کے لوگ ان کے مرید ہو کر جادۂ مستقیم اسلام پر قائم ہوئے ان میں اہل حرفہ بہت تھے باقی سیّد مغل پٹھان تھے اور اسی طرح کئی ہزار ہنود ان کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ (مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص:۵۸)

سلسلہ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل سے تعلق:۔ یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح اس خاندان کے آبا و اجداد شجرۂ نسب کے اعتبار سے جلال الدین بخاری رحمہ اللہ سے منسوب ہیں اسی طرح علم ظاہری کے اعتبار سے بھی ان کا سلسلہ علمی امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تک منتہی ہوتا ہے اور طریقہ باطنی کے لحاظ سے سلسلۂ طریقت بھی خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری رحمہ اللہ پر ختم ہوا ہے۔ سیّد علامہ سلوک طریقت میں طریقۂ نقشبندیہ رکھتے تھے اگرچہ اور طریقوں کی بھی اُن کو اجازت تھی مگر ان کے مزاج پر تشرع اور اتباع سنت سنیۂ مصطفوی کا ذوق اس قدر حاوی و غالب تھا کہ وہ سرِ مو صراط مستقیم شریعت سے تجاوز کرنا روا نہیں رکھتے تھے۔ (مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص:۵۹)

دنیا کی بے رغبتی اور مرشد کا سوال:۔ ایک مرتبہ ان کے مرشد ہادی مولانا سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا ”کہ سیّد برادر شما اموال کثیر والدِ خود کہ حسابش بہ لکوک میر سد چرا گذاشتید امروز آن زرِ بسیار اگر بدست شما می بود بکار مسلمانان می آمد“ یعنی اے سید برادر تم نے اپنے والد کی دولت کثیر جس کا شمار لاکھوں تک پہنچتا ہے کیوں چھوڑ دی اگر آج وہ تمہارے قبضہ و تصرف میں ہوتی تو مسلمانوں کو تبلیغ اسلام اور جہاد میں اس سے مدد ملتی۔“

علامہ ممدوح نے جواب دیا ”کہ مخدوم گذاشتم پدر من شیعی بود و مال بسیار فراہم آورده و عمارات بسیار برائے نام آوری بنیاد نہادہ ندانم کہ از وجہ حلال است یا حرام اگر حرام است خود گرفتنے نیست و اگر حلال است حق تعالیٰ مرا عوض آن دولت علم بخشیدہ از ان مستغنی فرمودہ است۔

فان المال یفنی عن قریب وان العلم یبقی لا یزال

”بلکہ گمان کراہت و حرمت قوی است زیراکہ ہر کہ در دین خود امیں و ناقد نباشد درا مر دنیا ازوچہ امانت خیزد“ ”یعنی ہاں مخدوم میں نے سب چھوڑ دیا میرے باپ شیعہ مذہب تھے انہوں نے مال وافر جمع کیا تھا اور نام آوری کیلئے بہت سی عمارتیں بنوائی تھیں مجھ کو علم نہیں ہے کہ وہ مال وجہ حلال سے حاصل ہوا تھا یا وجہ حرام سے۔ اگر وجہ حرام سے تھا تو وہ خود لینے کے قابل نہیں ہے اور اگر حلال سے تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس کے معاوضہ میں علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور مجھ کو متاع دنیا سے مستغنی فرما دیا ہے۔ ”مال ایک سریع الزوال چیز ہے اور دولت علم پائدار اور لا یزال ہے“ بلکہ اس مال میں گمان کراہت و حرمت کا کسی قدر قوی ہے۔ اس لیے کہ جو شخص اپنے دین کا امانت دار اور حقیقت شناس نہ ہو اس سے دنیاوی کاروبار میں حق امانت کیا ادا ہو سکتا ہے۔

بے نیازی ہمتے دارد کریماں واقف اند ماہم ازدست ردِ خود چیز ہانجشیدہ ایم

اس واقعہ سے بھی بڑھ کر یہ قصہ ہے کہ ''ایک روز تمام اسناد وتمسکات اور کاغذات جائیداد کے جوشہر قنوج میں واقع تھی آگ میں جلا دیئے ہر چند احباب نے روکا اور کہا کہ آخر اس میں کونسی قباحت ہے مگر آپ نے ایک کی بات نہ سنی اور فرمایا ''محتاج چند قطعات زمین و چند باغ برائے معاش نیستم ''وفي السماء رزقكم و ما توعدون''

شاہ مارادہ وہد منت نہد رازق مارزق بے منت دہد

یعنی میں اپنی معاش میں زمین کے چند قطعات و باغات کا محتاج نہیں ہوں خدا نے رزق آسمانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ بادشاہ تو گاؤں دیکر احسان رکھتا ہے مگر میرا پروردگار بلا احسان کے مجھ کو روزی دیتا ہے۔''

اسی طرح ایک مرتبہ ضلع فرخ آباد کے صاحب کلکٹر نے سیّد علامہ کے بعض یاران با اختصاص کے ذریعہ سے عہدہ صدر الصدوری اور عہدۂ افتا وقضا کے قبول کرنے کا پیغام کہلا بھیجا آپ سُن کر بہت برافروختہ ہوئے اور جو لوگ اِس امر کے محرک ہوئے تھے اُن سے رنجیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ ''ما ایشان را بآخرت میخوانم و ایشان مارا بدام طمع دُنیا می کشند۔ نعوذ بالله منه۔''

کرا دماغ کہ از کوئے یار برخیزد نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

(مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص:۶۰-۶۲)

دلائل الخیرات کا قلمی نسخہ:۔ بعد ورزش تلاوت قرآن مجید اور اوراد ماثورہ کے پابند تھے ہر جمعہ کو وعظ کہا کرتے تھے کتاب دلائل الخیرات ان کے قلم کی لکھی ہوئی اور تصحیح کی ہوئی کتب خانہ والا جاہی میں موجود ہے اس پر ان کے حواشی ہیں۔ (مآثر صدیقی، حصہ اوّل، ص:۶۴)

بازار کا گوشت نہ کھاتے:۔ تقویٰ وطہارت کا خیال بدرجۂ غایت تھا۔ تمام عمر انہوں نے بازار کی مذبوح بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ اپنے خاص خادم کو جو پابندِ صوم وصلوٰۃ ہوتا تھا اس کے ہاتھ سے بکری ذبح کراتے تھے اور جس قدر گوشت کی ضرورت ہوتی اس میں سے لے لیتے تھے یہ خدمت زیادہ تر حسینی خادم کے سپرد تھی جوان کا مرید بھی تھا اور خود انہوں نے اس کو دینیات کے ابتدائی رسائل پڑھائے تھے۔ اخیر عمر میں خدا نے اس کو علوم دین پر فائز کر دیا۔ یہ شخص عابد، زاہد، خدا ترس اور متبع سنت تھا اس نے محض دینی حمیت کی وجہ سے تمام بیگانہ وآشنا اور وطن وخانمان پر سیّد علامہ کے آستانہ کے اعتکاف کو ترجیح دی اور عمر بھر وہیں رہا۔ میں نے اس کو زمانہ صغرسنی میں دیکھا تھا۔ اس نے مجھ کو اپنی گود میں کھلایا اور پرورش کیا۔ غفر اللہ (مآثر صدیقی حصہ اوّل، ص:۶۵)

حاملین علم وتصوف کی صحبتیں:۔ چند مجلسوں اور علمی صحبتوں کا ذکر خود انہوں نے اپنی تالیفات میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں فرخ آباد میں مولوی مردان علی صاحب بدایونی سے ملا کانپور میں شیخ سلامت اللہ صاحب کشفی، مولانا عبدالحکیم صاحب لکھوی، مولوی سخاوت علی صاحب جونپوری، مولوی خرم علی صاحب بلہوری کی مجالس وعظ میں شریک رہا۔ مولوی یحییٰ علی صاحب، مولوی فیاض علی صاحب عظیم آباد، مولوی فخر الدین صاحب اور شاہ غلام رسول صاحب کانپوری وغیرہ اساتذۂ علم وفلسفہ وتصوف کی صحبتوں سے مستفید ہونے کا اور ان کے علمی تذکروں اور باصفا مجلسوں سے لطف اندوز ہونے کا مجھ کو بارہا اتفاق ہوا۔ شاہ صاحب ہی کے دولت خانہ پر مولوی زین العابدین صاحب الہ آبادی سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا۔ بریلی میں مولوی محبوب علی صاحب مرادآبادی کا وعظ سنا اور قنوج میں مولوی محمد علی صاحب ٹونکی کی مجلس وعظ میں شریک ہوا یہ حضرت مجدّد العصر مولانا سیّد احمد صاحب بریلوی قدس اللہ سرہ کے خلیفہ اور مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی کے چھوٹے بھائی تھے اور بہت خوش بیان واعظ تھے۔ (مآثر صدیقی، حصہ دوم، ص:۶)

خواب میں حضور ﷺ کی زیارت:۔ والا جاہ مرحوم نے جناب رسالت مآب ﷺ کے دیدار پُر انوار سے خواب میں مشرف ہونے کا ذکر اس نظم میں کیا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ماہ رجب ۱۲۷۳ ہجری میں وقت تہجد قریب صبح صادق جبکہ وہ قنوج میں تھے انہوں نے خواب میں

دیکھا تھا کہ وہ محل سرا سے اٹھ کر مردانخانہ میں آئے ہیں وہاں صحن میں چھوٹے چھوٹے تخت بچھے ہیں اوران تختوں کے نیچے آب صافی کی ایک نہر جاری ہے اوراُن تختوں میں سے ایک تخت پر حضور سرورکائنات ﷺ روحی فداہ رونق افروز ہیں اور آپکے سامنے انارہائے شیریں کا ایک انبار لگاہوا ہے آپ کے جانب قفا ایک عمارت بوضع حمام بنی ہوئی ہے اسی اثنا میں کسی نے والا جاہ سے کہا کہ دیکھو نواب محمد مصطفےٰ ﷺ یہاں تشریف فرما ہیں یہ سنتے ہی وہ قریب پہنچے اورادب کے ساتھ سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا یک بہ یک ان کی نظر رسول خدا کے روئے مبارک پر پڑی تو تمام سر پر موئے مشکین نظر آئے جو بنا گوش تک دراز تھے۔ ریش مبارک مدّ ورتھی لیکن نہ طویل نہ عریض بلکہ بقدر یک قبضہ، چہرۂ مبارک چمک رہا تھا قصد کیا کہ آگے بڑھیں ناگہاں تخت کے قریب طغیانی آب کی وجہ سے پاؤں پھسل گیا مگر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اورتخت کے ایک جانب قبلہ رو ہو کر آنحضرت ﷺ کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے۔ آنحضرت نے مسند سے اُٹھ کر کچھ ارشاد فرمایا جس کو وہ پورے طور پر یاد نہ رکھ سکے مگر اس کے جواب میں یہ عرض کیا کہ میرے یہ نصیب کہاں تھے کہ میں دیدار پُرانوار سے سعادت اندوز ہوتا۔

من و این رتبہ از کجا لیکن   مور پروردنہ سلیمان است

رسول خدا ﷺ نے دو انار اُس انبار سے اُٹھائے اوراُن کے قریب قدم رنجہ فرمایا پھر وہ دو انار عطا فرمائے انہوں نے جلدی سے ان اناروں کو لے لیا اس کے بعد کے جو واقعات خواب میں گزرے وہ ان کو بیدار ہونے کے بعد یاد نہیں رہے۔ صرف اتنی بات یاد رہی کہ کسی مکان کے گوشہ سے ایک نرم وحزین آواز سنائی دی اورایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص چند اشعار مثنوی مولانا روم کے طرز پر پڑھ رہا ہے۔ انہوں نے وہ اشعار خواب میں یاد کر لیے مگر صبح کو جب سو کر اُٹھے تو وہ سب اشعار فراموش ہو چکے تھے صرف ایک مصرع یاد رہ گیا تھا۔ ع

فتنہ کم اندر مدینہ می شود

جس وقت یہ اشعار خواب میں انہوں نے سنے تھے اس وقت مدینہ منورہ کی پوری شکل ان کی آنکھوں کے سامنے تھی بیداری کے بعد بھی مدینہ کے درودیوار جو خواب میں نظر آئے تھے وہ بخوبی یاد رہے۔ والا جاہ کہا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں مدینہ کے ایک کوچۂ تنگ کو دیکھا جو بہت پاک وصاف تھا اس کی دیواریں مٹی کی بنی ہوئی دور تک چلی گئی تھیں کہنگی اورقدامت کے آثار اس کے تمام اطراف وجوانب میں نمایاں تھے اورایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس میں آبادی کم ہے اوراُس کے تمام گلی کوچے سنسان پڑے ہوئے ہیں۔ اسی حالت میں کسی جانب سے ایک اور آواز بطرز غزل سنائی دی میں نے اُدھر کان لگائے اوراشعار یاد کر لیے مگر آنکھ کھلنے کے بعد بجز اس ایک مصرع کے کچھ یاد نہ رہا وہ مصرع یہ ہے۔ ع

ما ندانستیم ضعف بد دلی است

”خواب سے بیدار ہونے کے بعد والا جاہ پر صبح تک گریۂ شادی آمیز اوررقت وذوق ووجد کا ایک تلاطم برپا رہا اور ایک عجب سرور اور برد قلب حاصل ہوا۔

سحر کرشمۂ وصلش سنجواب میدیدم   زہے مراتب خوامے کہ بہ زبیداری است

والا جاہ نے اِس خواب کی تعبیر خود اِس طرح بیان کی ہے کہ دو انار دینے سے حرمین شریفین کے حصول زیارت کی طرف اشارہ ہے اور مصرع اول میں مدینہ طیبہ کا تمام آفات وحوادث سے محفوظ ومصئون ہونا پایا جاتا ہے اوراُس کی اقامت کے متعلق اِس مصرع میں ایک نہایت لطیف تلمیح ہے اوردوسرے مصرع سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زمانۂ فتنہ وفساد میں ظلمت کدہ، ہند کو چھوڑ کر دارالاسلام حجاز کی طرف ہجرت نہ کرنا اور تہیدستی اورزادوراحلہ کی قلت وکمیابی وغیرہ کے عذر ہائے لاطائل کو موانع سفر قرار دینا پست ہمتی اورضعیف القلبی کی صریح دلیل ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد اِس تعبیر برمحل سے متاثر ہو کر اورشوق زیارت حرمین محترمین سے بیتاب ہو کر وہ دعا کرتے ہیں۔

از گدایان تو ام شاہ بفرما مددے   کوچو مرغسان حرم در حرمت جاگیرم

”رزقنا الله سبحانه اقامة فى بلد رسوله و شهادة فى سبيله“ والا جاہ نے اس مبشرہ عظمیٰ کو ایک مستقل نظم عربی میں بھی تحریر کیا ہے۔ اس کے نسبت وہ لکھتے ہیں۔

”بعد ایں مبشرہ فقیر ابن قصہ را صباحِ رویت برشتہ نظم کشیدم و با اینکہ سلیقہ نظم تازی چنانکہ باید بمن ہو دا ما از برکت دیدار جناب سیّد الابرار آن صعب ذلول مدّنتہیٰ“

وہ ابیات یہ ہیں۔

رايت رسول الله فى النوم ليلة   وقد كنت مشتاقا اليه متمما
فسلمت تسليما كريما معطرا   و صادفت رجعا نا شريفا معظما
و ناولنى رمانتين برافة   و اولى نصيبا من عطاء متمما
و غان تغنى فى جوانب بقعة   بصوتٍ حزين مستبين ترنما
فطارفوادى من غناه تاثرا   وسالت دموعى فى هواه معمما
نسيت اناشيد المغنى كلها   سوى المصرعين فى حيالى تقدما
حفظتهما رومالنصحى و كيف لا   هما فى فوادى بارق العشق اضرما
فاحدا هما اومت الى امن طيبة   واخرى بضعف القلب والنفس صبرها
فبالضعف لم يبلغ ترابى بارضها   نعم جادشادِ فى مقالٍ تكلّما
وجدّته به شرحالصدرى وهمزة   و عبرت ذاك النوم جزماً مصمما
ساتى الى زوراء طيبة تاويا   و اوى الى بطحاء مكة محرما
اقبل حجرا اسود متواضعاً   واشرب ماء شافيا كان زمزما
والقى رحالى فى ربوع مدينةٍ   وادفن اكراماً بقيعا معظماً

(مآثر صدیقی حصہ دوم، ص: ۳۲-۳۴)

اصطلاح نقشبند ”سفر در وطن“ کا سفر حجاز میں لطف:۔ عازمانِ حجاز کی جان میں جان آئی جہاز نے لنگر اُٹھایا مگر ساتھ ہی اس کے سمندری مرض شروع ہوا اور دورانِ سر اور غثیان کی شکایت پیدا ہوئی جو تین دن تک قائم رہی، چوتھے روز طبیعت بحال ہونا شروع ہوئی پھر تو وقت بہت لطف کے ساتھ گزرنے لگا اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق جہاز پر سفر در وطن کا مزہ ملنے لگا۔ (مآثر صدیقی حصہ دوم، ص: ۶۹)

ہم آئمہ کی ثقاہت اور دیانت پر اعتماد کرتے ہیں:۔ سب سے پہلے احادیث کو محمد بن شہاب زہری نے مدوّن کیا پھر سعید بن عروہ اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں، معمر بن راشد نے یمن میں، ولید بن مسلم نے شام میں جریر بن عبدالحمید نے رے میں، عبداللہ بن مبارک نے مرو و خراسان میں اور ہیثم بن بشیر رحمہم اللہ نے شہر واسط میں احادیث کے جمع کرنے میں کوشش کی اور تھوڑے زمانہ میں ایک ذخیرہ کافی حدیث کا جمع ہو گیا۔ اسی زمانہ میں مسائل فقہ کی تدوین بھی عمل میں آئی اور مذاہب اربعہ یعنی مذہب حنفی و شافعی و مالکی اور حنبلی کی بنیاد پڑی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دیانت:۔ سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے جو بڑے عابد زاہد اور متورع کامل تھے اور جن کو خدا نے قوت اجتہاد اور استنباط مسائل کی خاص طور پر قدرت عطا فرمائی تھی، اپنے استاذ امام نخعی رحمہ اللہ کی روایت حدیث و اقوال اور اصول پر مذہب حنفی کی بنیاد قائم کی، فقہائے کوفہ نے اس کو استحسان اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ خلافت عباسیہ کے زمانہ میں امام صاحب کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی امارت قضا اور تسلط عام نے اور امام محمد صاحب رحمہ اللہ کی تالیفات نے اس مذہب کو تمام عراق و خراسان و ماوراء النہر میں پھیلا دیا۔

امام مالک رحمہ اللہ کی خدمات:۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے جو حدیث وفقہ اور زہد وورع کے عامل و عارف تھے، مذہب مالکی کی بنیاد ڈالی۔ ان کی بے نظیر صحیح وجامع کتاب ''مؤطا'' نے اسلامی دنیا میں شہرت وقبولیت عام حاصل کی۔ ان کے شاگرد زیاد بن عبدالرحمٰن بسطور رحمہ اللہ اور یحیٰی بن اُندلسی رحمہ اللہ وغیرہ نے اطراف مغرب واندلس میں خلیفہ مرتضٰی بن ہشام کے ظلِ حمایت میں جو منتصر باللہ کے لقب سے ملقب تھا، اس مذہب کو خوب فروغ دیا، اس سے پہلے لوگ اوزاعی رحمہ اللہ کے طریقہ پر تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی ثقاہت:۔ اس کے بعد امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جو معارف کتاب وسنت کے ماہر اور زہد وعبادت اور تقویٰ وطہارت میں بڑا درجہ رکھتے تھے، ایک کتاب اصول کی نئے طرز پر تالیف کر کے مذہب شافعی قائم کیا، اور اگلے دو مذہبوں میں جو کمی رہ گئی تھی اس کو پورا کیا۔ اصل یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے پہلے حدیثوں نے وہ عام شہرت نہیں پائی تھی جو ان کے زمانہ میں اس کو حاصل ہوئی۔ اسی سبب سے جیسا کہ دراسات اللبیب میں لکھا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اتركوا قولي بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم ''یعنی رسول خدا ﷺ کی حدیث کے مقابل میں میرا قول چھوڑ دو۔

انہیں تینوں مذہبوں کی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مذہب حنبلی کی بنیاد ڈالی، ان کا طریقہ اجتہاد درائے وقیاس جداگانہ اور اصالت کتاب اور معاضدات روایت سے قریب تر تھا۔

بہرحال دوسری صدی کے وسط میں یہ چاروں مذہب قائم ہوئے اور عقائد کے اعتبار سے ان چاروں مذہبوں کے لوگ تین گروہ پر منقسم ہو گئے۔ اشعری، ماتریدی، حنبلی، اشاعرہ اور ماتریدیہ میں دس بارہ مسائل کا اختلاف ہے۔ حنابلہ اور اشاعرہ وماتریدیہ میں صرف تین چار ہی مسئلوں کا اختلاف ہے بعض علماء نے ان تینوں گروہ کے معتقدات میں تطبیق دیکر اختلاف کو نزاع لفظی بنایا ہے۔ للہ الحمد۔

(مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۱۴۶ تا ۱۴۸)

شیخ عبدالقادر کا مسلک:۔ ان کا اور ان کے تمام خاندان کا مذہب حنبلی تھا۔ یہ وہی مذہب ہے جس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جیسے سرخیل اولیاء کبار کے مذہب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۱۵۱)

محمد بن عبدالوہاب کا مسلک:۔ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ حنبلی مذہب تھے اور اتباع مذہب میں وہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کے طریقہ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ ان کے مؤلفہ رسائل میں اقوال مقبول اور غیر مقبول دونوں شامل ہیں جس مذہب کی وہ لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے وہ مذہب حنبلی تھا جس کو عامۂ جہلا اور ان کے مخالفین نے مذہب وہابی کے نام سے تعبیر اور مشہور کیا۔

(مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۱۵۳)

کتاب ''مقالات احسان'' کی فکر اشاعت:۔ جب ذرا افاقۃ الموت کی وجہ سے حواس میں سکون پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت استادی سیدی سندی صدر العلماء مولانا مولوی ذوالفقار احمد صاحب رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کتاب ''مقالات الاحسان'' ترجمہ فتوح الغیب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مطبع مفید عام اکبرآباد سے طبع ہو کر آئی یا نہیں انہوں نے جواب دیا کہ پروف آئے تھے وہ تصحیح کے بعد بھیج دیئے گئے ہیں ان کی رسید بھی مطبع سے آ گئی ہے اور کتاب مذکور بھی غالباً کل پرسوں تک تمام وکمال چھپ کر آ جائے گی پھر سر اٹھا کر دریافت کیا کہ آج کیا تاریخ ہے مولانائے ممدوح نے فرمایا کہ آج جمادی الثانی کی انتیس تاریخ ہے یہ سن کر والا جاہ مرحوم نے کہا کہ آج مہینہ بھی تمام ہوا اور ہماری تالیف بھی تمام ہوئی بعد ازاں تھوڑی دیر تک غفلت وغنودگی کی حالت طاری رہی یہاں تک کہ نصب شب گزر کر تہجد کا وقت آ گیا اور انہوں نے بالین سے سر اٹھا کر دریافت کیا کہ اب وقت کیا ہے لوگوں نے جو موجود تھے کہا کہ ایک بج چکا ہے یہ سن کر خاموش ہو گئے نصف ساعت کے بعد پھر سر اٹھایا اور دو ایک بار ''احب لقاء الله'' کہہ کر پانی مانگا اور ساتھ ہی اس کے ان پر حالت احتقار طاری ہوئی ہنوز پانی کا ایک جُرعہ بھی حلق سے نہیں اُترنے پایا تھا کہ طائر قدس روح نے قفس عنصری سے پرواز کرنا شروع کیا اور آن واحد میں وہ جامع علوم سنن سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم و معارف کتاب رب العالمین کا روشن چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا۔

جنازے کے وقت درویشوں کی آمد:۔ صبح دس بجے تجہیز و تکفین عمل میں آئی تین مرتبہ گیارہ گیارہ اور تیرہ تیرہ صفوں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی علماء اہلسنت، اعیان دولت، اخوان ریاست، افسران فوج، رعایا شہر، کے کثیر افراد طلباء علم اور یتیمان خرد سال کا ایک جم غفیر شریک جنازہ تھا جس وقت جنازہ تاج محل سے روانہ ہو کر شاہراہ عام پر گزرا تو ایک درویش صوف پوش نے بے ساختہ ''كل من عليها فان و يبقٰى وجه ربك ذو الجلال والاكرام'' کا نعرہ لگا کر ایک رقت آمیز لہجہ میں نعش کی طرف اشارہ کر کے والا جاہ مرحوم کے ذاتی مناقب کے متعلق بہت سے الفاظ کہے اُن میں سے یہ چند لفاظ یاد رہ گئے۔

سیّد والا خطاب بود تابع سنت و کتاب بود سفینۂ علم و وقار بود خزینۂ حلم و انکسار بود دارائے عقل و فراست بود سالار عزم و ارادت بود الغرض مردے بود۔

جب جنازہ مقبرہ میں پہنچ کر ایک درخت کے سایہ میں رکھا گیا تو اس وقت ایک عربی وضع باوقار بزرگ روشن چہرہ قبائے عربی اور سبز عمامہ زیب سر کیے اور عصا ہاتھ میں لیے ہوئے جس کے حصّہ زریں میں ایک آہنی پھل لگا ہوا تھا اپنے چار پانچ توابع کے ساتھ تشریف لائے اور ایک مؤدب طریقہ کے ساتھ قبلہ رو ہو کر نعش کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور اپنے عصاؤں کو جھنڈوں کی طرح زمین میں گاڑ کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ نعش کو قبر میں اُتارنے کا وقت آ گیا اور وہ دفینۂ علم و فضل اور خزینۂ شریعت و عرفان زیر خاک دبا دیا گیا۔

گریان جگر زمین کُشادند و آن کان شرف درد نہادند

اللهم اغفره وارحمه رحمة واسعةً و ظاهرةً و باطنةً

حقیقت حال یہ ہے کہ ایک عالم اور عارف باللہ جس کا ایک ایک قدم اپنے لیے نہیں بلکہ تبلیغ احکام الٰہی و اتباع سنن رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پناہی علوم شرعیہ و معارف قرآنیہ کے نشر و اشاعت کی جدوجہد میں اُٹھا ہو جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ احیاء دین اصلاح عقائد، عباد و تنظیم اعمال اُمت اماتت بدعات و سیئات اور ''كلمة الله هي العلياء'' کی حمایت میں صرف ہوتا رہا ہو اگرچہ اس کی موت واقعاً موت نہیں کہی جا سکتی۔
(مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۲۰۰ تا ۲۰۲)

ایصال ثواب کے مختلف ذرائع: بعد وفات والا جاہ مرحوم رئیسۂ عالیہ نے بغرض ایصال ثواب دو ڈھائی سو پارچہائے پوشیدنی اور بہ تعداد کثیر طعام و زر نقد طلبہ علم دین اور فقراء و مساکین کو تقسیم کیا اور یہ مصارف خیر کا سلسلہ اپنے حین حیات تک جاری رکھا جو ملازمین دفتر جاگیر والا جاہ مرحوم میں ہم لوگوں کی ضرورت و حیثیت سے زائد تھے۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۲۰۶)

بکثرت لوگوں کا بدنی ایصال ثواب:۔ میں اس موقع پر اس سچی بے ریا اسلامی ہمدردی کو فراموش نہیں کر سکتا نہ ان کا متشکرانہ ذکر کیے بغیر آگے بڑھ سکتا ہوں جو بعض غریب و تہدست معتقدین و ارادتمندان خاص والا جاہ مرحوم سے مختلف ممالک میں بر وقت وفات ظہور میں آئی سچ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی طاقت و معذرت کے موافق ایصال ثواب میں پوری کوشش کی اور حق ارادتمندی اور اسلامی ادا کیا شاہ جعفر حسین صاحب متوکل نے دس مرتبہ اور حافظ شرف الدین خان صاحب نے چار مرتبہ اور خواجہ آغا میر صاحب متولی مسجد سواران نے دو مرتبہ اور تمام طلبہ مدرسۂ اسلامیہ ہردوئی نے بارہ مرتبہ قرآن کریم پڑھ کر ان کی روح پر فتوح کو بخشا محمد عبدالرحیم صاحب رزاقی نے ایک من غلہ اور پچیس ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ اور دو مرتبہ قرآن مجید پڑھ کر بخشا اسی طرح ایک شریف...... بیوہ نور النساء صاحبہ نامی نے دس سیر خیرات کیا اور ایک مرتبہ قرآن شریف پڑھ کر بخشا جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ (مآثر صدیقی حصہ سوم، ص: ۲۰۶ تا ۲۰۸)

صوفیاء سے حسن اعتقاد:۔ سنی خالص محمدی ؐ موحد بحت متبع کتاب و سنت حنفی مذہب نقشبندی مشرب تھے اور ہمیشہ طریقہ اسلاف پر مذہب حنفی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے مگر عملاً و اعتقاداً اتباع سنت کو مقدم رکھتے تھے چنانچہ خود لکھتے ہیں۔ بہ اقتفائے نیاکان بزرگ و

دانشمندان سترگ در ظاہر انتساب بروشِ امام ابوحنیفه رحمه الله معروف است لیکن ہموار گفتار و کردار ربا اتباع سنت آرایش دارد۔

لیکن بایں ہمہ تمام ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہایت عقیدت اور حسن ارادت رکھتے تھے چنانچہ خود لکھتے ہیں میں تمام اہل بیت اطہار و صحابہ کرام و تابعین و ائمہ مجتہدین و جماعت محدثین و زمرۂ مُتبعین و فقہائے متقین و صوفیائے صالحین کے حق میں خوش اعتقاد ہوں اور اپنے دل میں ان کی محبت کا شہود پاتا ہوں اور دل تمنا کرتا ہے کہ کاش ان کی صحبت نصیب ہوتی ہم ایسے زمانہ میں آئے ہیں کہ ہم کو دین پر ثابت قدم رہنا مشکل پڑ گیا ہے۔ مقامات احسان و عرفان کا حاصل کرنا کجا ''اللھم یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینك''۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۱ تا ۲)

نواب صاحب کا معتدل مسلک:۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ان مذاہب اربعہ میں حق دائر ہے مگر منحصر نہیں اس لیے کہ محدثین و ظاہریہ، و صوفیائے کرام سب میں حق متحقق ہے بلکہ یہ لوگ افضل اہل حق ہیں۔ میں ان ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک امام مجتہد کا محبّ و خادم ہوں۔ پس اگر اپنے کو کسی امام کی طرف مضاف کروں تو یہ اضافت درست ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۳)

ائمہ کی عقیدت و ادب:۔ کے نسبت وہ لکھتے ہیں کہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ کو ائمہ اربعہ اجتہاد میں شرفِ تقدم حاصل ہے، وہ اور امام دار الہجرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ و امام شافعی رضی اللہ عنہ و امام احمد رضی اللہ عنہ یہ چاروں اکابر قرون ہجرت مشہود لہا بالخیر کے قرن ثالث میں موجود تھے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم'' (الحدیث متفق علیه) اس حدیث میں اگر لفظ قرنی کو زمانۂ حیات نبوت سے مخصوص قرار دیا جائے جیسا کہ بعض علماء اعلام کا مسلک ہے تو دو قرن صحابہ اور تابعین کے باقی رہتے ہیں اور ان لوگوں کے نزدیک جو زمانۂ امام اعظم رضی اللہ عنہ میں بعض صحابہ کا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں گو امام صاحب نے ان کو نہ دیکھا ہو۔ ''علی اختلاف خبرین فی تعریف التابعی'' اس صورت میں امام ہمام رضی اللہ عنہ جماعت تابعین میں داخل ہیں اور اگر لفظ قرنی سے صحابہ کا قرن مراد لیا جائے تو تبع تابعین بھی اس حدیث میں شامل ہیں لیکن قول اوّل اظہر ہے۔ اس صورت میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تبع تابعین میں داخل ہیں۔ یہ بجائے خود ایک عظیم الشان فضیلت ہے اس لیے کہ خیریت کا لفظ تینوں زمانوں پر حاوی ہے ان ائمہ عظام اور اصحاب خیر القرون کے حق میں جن کے فضائل و مناقب کتب صحیحہ میں مرقوم ہیں۔ حاشا و کلا کبھی کوئی سوءظن ہمارے دل میں خطور نہیں کرتا و نعوذ بالله من جمیع ماکره الله اگر یہ اکابر ملت نہ ہوتے تو قرآن کریم کو کون ہم تک پہنچاتا اور اجتہاد کا باب کون ہمارے منہ پر مفتوح کرتا۔ اگر یہ حاملان علوم نبوت و ناقلان روایات ملت مطعون اور مجروح قرار دیئے جائیں اور ان کی شان میں سوءظن روا رکھا جائے تو پھر وہ کون ہے جس پر سلف صالحین کا اطلاق کیا جائے یہ حسن عقیدت اور ارادت صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جو تمام مجتہدین میں علم و فضل و عمل کے لحاظ سے اوّل درجہ رکھتے ہیں بلکہ تمام ائمۂ عظام، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ اور ان کے نظراء جو جہابذۂ حدیث و سنت تھے سب کے ساتھ ہے۔ اور حفظ مراتب و نگہداشت مناصب میں سب کا حکم یکساں اور حکم واحد ہے ''قد جعل الله لکل شیء قدرا'' حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ثابت رحمہ اللہ جب صغر سنی میں حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے حق میں اور ان کی ذرّیت کے حق میں دعائے برکت دی۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ ہم اپنے حق میں قبولیت دعا کے امیدوار ہیں۔

والا جاہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ، عالم، عابد، زاہد، متورع، متقی، دائم التضرع الی اللہ تعالیٰ اور کثیر الخشوع تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کر لے وہ عیال ابوحنیفہ میں داخل ہے۔ امام صاحب کے تحفظ دین و ورع وغیرہ میں کوئی شک نہیں ہے۔

امام اعظم پر الزام کا علمی دفاع:۔ بعض علماء متقدمین نے قلت علم نحو اور ضعف حدیث کی نسبت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی

طرف کی ہے اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ ان عبارات سے ان کا مقصود اظہار طعن وجرح نہیں ہے بلکہ واقعہ کا اظہار ہے۔ اس لیے کہ امام عالی مقام کے فضائل اور مناقب میں مطاعن کی گنجایش نہیں ہے اگر کوئی شخص ایسے اکابر پر از راہ نفسانیت وتعصّب جرح کرے تو یہ محاربہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ دشمنی اولیاء خدا کے ساتھ غضب الٰہی کا باعث ہوتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہم اگر حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ کو قلیل النحو اور قلیل الروایت فرض بھی کر لیں تو اس سے ان کے علوم وفضائل میں کوئی خلل نہیں واقع ہوسکتا، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل امت ہیں۔ ان کے نسبت یہ بات اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ ان میں ایسے اصحاب بھی موجود تھے جو حدیث کا علم قلیل رکھتے تھے پس اگر امام اعظم رحمہ اللہ نے بعض صحابہ کے مطابق روایت حدیث کم کی تو اس میں کون سی قباحت لازم آئی علم نحو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ایجادات میں سے ہے اور تمام صحابہ بوجہ حادث ہونے کے اس کی مزاولت نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ اس علم کے نام ونشان تک سے ناآشنا تھے جو شخص اس قسم کے امور کو امام مقبول کے ازدار پر محمول کرتا ہے وہ سخت نامعقول ہے اور خیر القرون کی قدر وعظمت سے محروم ہے۔ یہ لکھنے کے بعد پھر آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ ”جمیع احادیث نبوت کے احاطہ کرنے کا ادّعا افراد اُمت میں سے کسی کے امکان میں نہیں ہے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین   که آنجا ہمیشہ باد بدست است دام را

خلفائے راشدین اور اجلۂ صحابہ کے حال پر بہ نظر عبرت دیکھو، حالانکہ وہ حالات وافعال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وسنت مطہرہ کے اعلم تھے مگر ذروۂ احاطہ علم احادیث تک ان کی بھی رسائی نہ تھی۔ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بیشتر اوقات سفر وحضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ اور انواع واقسام کی گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ ہی حال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آنحضرت ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ”دخلت انا و ابوبکر و عمر و خرجت انا و ابوبکر و عمرو ذھبت انا وابوبکر و عمرجئت انا و ابوبکر و عمر“ یعنی فلاں مقام پر داخل ہوا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) تھے اور فلاں جگہ سے نکلا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) تھے اور فلاں جگہ گیا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) وعمر (رضی اللہ عنہ) تھے اور فلاں مقام سے آیا اور میرے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) تھے۔ باوجود اس معیت کے اکثر احادیث کا علم ان کو نہ تھا ایک مرتبہ لوگوں نے میراث جدّہ کا مسئلہ دریافت کیا تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کتاب الٰہی میں اس کے متعلق ذکر نہیں۔ اور نہ سنت میں اس کو میں پاتا ہوں خیر اور لوگوں سے پوچھوں گا جب آپ نے لوگوں سے اس کا استفسار کیا تو مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہما نے گواہی دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا عمران بن حصین کو بھی اس سنت کا یقین تھا ”رفع الاعلام“ اور ”اعلام الموقعین“ ”اور حجۃ اللہ البالغہ“ میں یہ مرقوم ہے اسی طرح ”شرح مسلم“ میں نووی نے اور ”ارشاد الساری“ میں قسطلانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حدیث ”امرت ان اقاتل الناس الی آخرہ“ یاد نہیں رہی تھی۔

صحیحین اور ترمذی اور اعلام اور ایقاف میں لکھا ہے کہ حدیث رجوع بعد استیذ ان سہ بار کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ تھا یہاں تک کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور ابوسعید خدری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے ان کو اس کی خبر دی۔ اسی طرح سنن ابی داؤد، مسند دارمی اور ارشاد الساری اور حجۃ اللہ البالغہ اور دراسات اللبیب میں مذکور ہے کہ حدیث ودیت جنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھی مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کو مطلع کیا۔ بعض ابواب ربا پر بھی ان کو اطلاع نہ تھی چنانچہ وہ یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں گفتگو ہوئی ہوتی۔ اعلام وحُجّہ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا کہ زن متوفی عنہا کو جس مکان میں موت ہوئی ہے اس میں عدت پوری کرنی چاہیے یہاں تک کہ فریعہ بنت مالک اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن نے اپنا قصہ جبکہ ان کے شوہر وفات پا چکے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور یہ روایت نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ”امکثی فی بیتك حتیٰ یبلغ الکتاب اجلہ“ تم اپنے مکان میں ٹھہری رہو یہاں تک کہ زمانہ عدت گزر جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ روایت اخذ کی۔

اسی طرح وہ اقل مدّت حمل سے بھی واقف نہ تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ آیت کریمہ "و حمله و فصاله ثلثون شهرا "دوسری آیت "والوالدات يرضعن اولاد هن حولين كاملين "یاد دلائی تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی طرف رجوع کیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو باوجود کثرت دانش وعلم وفضل جس کی نظیر موجود نہیں، یہ حدیث "نحن معاشر الانبياء لا نرث ولا نورث ماتركناه صدقه "یاد نہ تھی اور "ارشاد الساری" میں لکھا ہے کہ ان کو حدیث لاتعذبوا بعذاب الله۔ محفوظ نہ تھی۔

"صحیح مسلم" میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حرمت حمار اہلی کی حدیث سے واقف نہ تھے، اور شرح صحیح مسلم میں ہے کہ عدم جواز نکاح متعہ کی حدیث بھی ان کو معلوم نہ تھی۔ اسی طرح موطا اور سنن ابن ماجہ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مسح خفین مخفی رہی۔

اسی طرح حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حدیث شعار ہدی و رفع الیدین مواضع اربعہ نماز میں وجہر بہ آمین وقرأت فاتحۂ خلف الامام وغیرہ مخفی رہی اور امام مالک ابن انس رضی اللہ عنہ کو حدیث صیام شش گانۂ شوال پر وقوف نہ تھا۔ وہ اس کو عمل اہل جفا اور رسم جاہلیت جانتے تھے اور کہا کرتے تھے "لم يبلغني ذلك و عن احد من السلف" اصل یہ ہے کہ جمع وتدوین کتب سنن کی انقراض متبوعین کے بعد ہوئی ہے۔

(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ٦ تا ١٢)

تقلید اور غیر تقلید کفر کا مسئلہ نہیں:۔ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ تقلید علم اصول فقہ کا ایک جزوی مسئلہ ہے یہ مسئلہ اس قابل نہیں کہ نوبت تضلیل وتکفیر تک پہنچائی جائے اور اس قدر رقاقل وزلازل برپا کی جائیں۔

اسلاف واکابر کا دفاع:۔ چند بدنام لوگ سلف صالحین کے رسوا کرنے میں اپنے منہ کو اپنے نامۂ اعمال کی طرح کرتے ہیں۔ و نعوذ بالله من الخذلان۔ اگر کوئی متبع کسی امام یا عالم پر باتعین طعن وقدح کرتا ہے تو وہ مغتاب ہے اور غیبت زنا سے بھی بدتر ہے جب احاد امت کی غیبت کرنا حرام ہے تو پھر جو ائمہ وعلماء آخرت ہیں جو شخص ان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا لعن وطعن اسی مغتاب پر عود کرتا ہے۔ یہ مذہب رفض کا شیوہ ہے نہ مذہب اہل سنت کا۔

مسلمان طالب آخرت کو اس قدر کافی ہے کہ وہ علم حق حاصل کر کے بقدر استطاعت خود عمل کرے اور مناظرہ اور مکابرہ سے بچے اور بحث ومجادلہ سے دور رہے۔

دانی کہ چنگ و عود چہ تقریر می کنند   پنہاں خورید بادہ کہ تکفیر می کنند

ابتدائے طالب علم سے اب تک میری عمر پچپن برس کو پہنچی مگر میں نے کبھی کسی طالب علم یا عالم یا درویش سے مناظرہ مباحثہ مجادلہ اور مکابرہ نہیں کیا نہ کوئی کتاب یا رسالہ کسی شخص معین کے ردّ وقدح میں لکھا حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"ماضل قوم بعد هدى كانوا عليه الااوتوا الجدل ثم قرء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم هذا الاية ماضر بوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون"۔

کوئی قوم ہدایت پانے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی جب تک ان میں مجادلہ شروع نہیں ہوا پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت شریف پڑھی۔

بہر حال جو شخص علم محض خدا اور آخرت کیلئے حاصل کرتا ہے وہ ہرگز اس قسم کے خلفشار میں نہیں پڑتا یہ گاؤزوری اور انتفاخ عروق گردن اور بالآخوانی انہیں لوگوں کا کام ہے جو لذت علم اور طالب آخرت سے محروم ہیں حدیث میں اس فعل کو نفاق کا ایک شعبہ فرمایا ہے۔

(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ٢٢ تا ٢٤)

مقلدین کے بارے میں رائے:۔ والا جاہ لکھتے ہیں کہ میں نے آج تک کسی مقلد مذہب کو برا نہیں کہا اگرچہ ترک تقلید پر بہت کچھ لکھا میں کسی مقلد صادق صحیح الارادہ عامل صالح متقی کو برا نہیں جانتا اور عوام متبعین سنت جو علم وعمل سے محض بے بہرہ ہیں ان کو بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ اب نہ فقہا باقی رہے اور نہ عامل بالحدیث یہ ہی تاعب باقی رہ گیا ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ٢٥)

توحید وجودی وتوحید شہودی:۔ مصطلحات صوفیہ کے یہ دو مسلمہ مسئلے ہیں والا جاہ مرحوم ان ہر دو مسائل کا اپنی کتاب دین الخالص اور کتاب خطیر القدس میں ذکر کر کے اس کا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں۔

وجودیان گویند که درحق تعالیٰ و عالم غیبیت حقیقی است و غیریت مجازی ست چون دریا و حباب که درظاہر حباب از دریا جداست و درحقیقت یکے و شہودیان می گویند که درحق تعالیٰ و عالم غیرت حقیقی است و غیبیت مجازی چون آتش و آہن که ہر گاه آہن برنگ آتش رنگین گرد و آتش می نماید حالانکه آتش جداست و آہن جدا.

مخدوم میلا پوری برآن رفته که درحق تعالیٰ و عالم ہم غیبیت حقیقی است وہم غیریت حقیقی و این احداث قول ثالث است

قائلین وحدت وجود کہتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ اور عالم میں عینیت حقیقی ہے اور غیریت مجازی جس طرح دریا اور حباب میں کہ بظاہر حباب دریا سے جدا ہے اور حقیقت میں ایک ہے اور قائلین وحدت شہود کہتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ اور عالم میں غیرت حقیقی ہے اور عینیت مجازی جس طرح آگ اور لوہے میں لوہا جب گرم ہو جاتا ہے تو وہ ہمرنگ آتش ہو جاتا ہے اور مثل آتش نظر آتا ہے حالانکہ آگ اور چیز ہے اور لوہا اور چیز ہے۔

مخدوم میلا پوری فرماتے ہیں کہ خدا اور عالم میں عینیت حقیقی بھی ہے اور غیریت حقیقی بھی اور یہ تیسرا قول ہے، خدا فرماتا ہے کیا ان لوگوں نے قرآن حکیم میں تدبر نہیں کیا اگر واقعی جو کہتے ہیں وہ خدا کے طرف سے ہوتا تو اس میں اس قدر کثیر اختلاف کیوں ہوتا۔

پھر لکھتے ہیں۔

’’قال الشیخ المحدث الدھلوی رحمه الله ان لکل زمان قرنا ولکل قرن علما اصابھم فی تقاسیم رحمة الله عزوجل و اذا تاملتم حال اوائل ھذا الامة المرحومة حین لم تدون علوم الشرع ولا فنون الآدب الا وقع کثیر بحث و انه لم یزل الھام الحق سرافی صدورھم علما بعد علم علے حسب حکمة فی کل دورٍ لم یخف علیکم ھذا المعنی و ان نصیبنا فی ھذا الدور من تقاسیم رحمة الله ان یجتمع فی صد ورنا علوم علماء ھذا الامة معقولھا و منقولھا و مکشو فھما و ینطبق بعضھا علی بعض و یضمحل الخلاف بینھما و یستقر کل قول فے مقرہ فھذا الا صل منسحب علے فنون العلم من الفقه والکلام والتصوف وغیرھا بحمد الله و توفیقه و اعلموا ان معرفة الحق علے ما قاله الخضر علیه السلام کبحر لجی لا مبتداء له ولا منتھی و ان المتکلمین بھا کا لا برة المغموسة فیه لم ینقص من البحر شیئا اوکا لعصافیر تشرب منھا حاجتھا ثم تصدر فکل واحد لایخبر الا عن کمال ولا یصف الاجمال دون جمال۔ و علی تفنن واصفیه بوصفه یفنی الزمان و فیه مالم یوصف“۔

حضرت شیخ احمد محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک زمانہ کیلئے ایک قرن ہوتا ہے اور ہر قرن کے مخصوص علما ہوتے ہیں جن کو رحمت الٰہی میں سے کچھ حصے پہنچ جاتے ہیں اگر تم اس امت مرحومہ کے زمانہ اوائل پر غور کرو جبکہ علوم شریعت اور فنون ادب مدوّن نہیں ہوئے تھے اور نہ اس قدر کثرت سے بحثیں ہوا کرتی تھیں صرف الہام حق سے ان کے سینوں میں مطابق اقتضائے حکمت علوم کا القا ہوا کرتا تھا اور ہر ایک دور کا یہی حال تھا تو تم سے یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا کہ ہمارے اس زمانہ میں رحمت الٰہی کے حصول میں سے ہم کو ایک ایسا حصہ ملا ہے جس نے تمام علماء سلف کے علوم کو ہمارے سینوں میں جمع کر دیا ہے۔ خواہ وہ علوم معقول ہوں یا منقول یا انکشافات بعض علوم تو ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں ان کا ضعف خود بخود ظاہر ہوتا ہے غرض ہر ایک قول کیلئے ایک حد اور مستقر ہے یہ ہی اصول تمام فنونِ علم پر خواہ فقہ ہو یا کلام یا تصوف وغیرہ پر حاوی ہے۔ معرفت حق کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام کا قول ہے کہ معرفت الٰہی ایک دریائے ناپیدا کنار ہے نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا اور متکلمین معرفت الٰہی کے خوض میں ایسے ہیں جس طرح دریا میں کوزے ڈوبے ہوئے ان کوزوں سے دریا کے پانی میں

کچھ کمی نہیں واقع ہوتی یا مثل پرندوں کے ہیں جو اپنی چونچ سے بقدر حاجت پانی پی لیا کرتے ہیں پس ہر ایک متکلم اور محقق جو کچھ بیان کرتا ہے وہ کمالات ربانی میں سے کسی ایک کمال کو اور شیون جمال الٰہی میں سے کسی ایک خاص شان جمال کو ظاہر کرتا ہے۔

ہر ایک تعریف کرنیوالا ایک وصف اپنے مذاق کے موافق بیان کرتا ہے۔ زمانہ یوں ہی ختم ہو جائے گا مگر تعریف نہیں ختم ہو گی۔

پھر لکھتے ہیں: اس قسم کے موقعوں پر سامعین میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں لیکن جو شخص ان اختلافات کے اصل حقیقت و مقام سے واقف ہوتا ہے وہ ہر ایک شخص کے قول کے محل و موقع کو پہچان کر اس کو اسی حد پر قائم رکھتا ہے اور تمام اقوال کو صحیح جانتا ہے لیکن جو شخص مختلف تقریروں اور اشاروں کو سنتا ہے لیکن ان کے محل و موقع سے واقف نہیں ہوتا جہاں اس قسم کے اختلافات پیش نہیں آتے وہ متحیر ہو کر رہ جاتا ہے جس طرح نابینا لوگ کسی درخت کے پاس آ کر اس کو چھوتے ہیں اور اس کا ذائقہ چکھتے ہیں تو ان میں سے کسی کا ہاتھ تو درخت کے تنا پر پڑتا ہے اور کسی کا ہاتھ اس کے پتوں تک پہنچتا ہے اور کسی کے ہاتھ میں اس کی شاخیں آ جاتی ہیں اور کسی کو اس کے شگوفہ تک رسائی ہوتی ہے اور کوئی پھول یا ان کے پھلوں تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ آپس میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگتے ہیں کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ یہ درخت اجسام میں سے ہے دوسرا کہتا ہے کہ نہیں تیسرا کہتا ہے کہ یہ غایت درجہ تر و تازہ نرم ہے چوتھا کہتا ہے کہ یہ تو نہایت خشک اور سخت ہے اور پانچواں کہتا ہے اس میں تو غایت درجہ کی حلاوت ہے چھٹا کہتا ہے کہ یہ تو نہایت کڑوہ اور بدبودار ہے۔ ساتواں کہتا ہے کہ اس میں تو کسی قسم کا ذائقہ ہی نہیں ہے آٹھواں کہتا ہے کہ اس کی تو بہت پاکیزہ خوشبو ہے۔ نواں کہتا ہے کہ مجھ کو تو اس میں کسی قسم کی بو کا شائبہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں سب ایک دوسرے کو جھٹلانا شروع کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص آتا ہے جو صاحب بصارت اور بصیرت ہوتا ہے اور اس میں بہت سے ایسے اوصاف ہیں جن کی لوگ مدح کیا کرتے ہیں۔ مثلاً خوش آوازی طاقت و زور قوائے سامعہ و ذائقہ اور لامسہ کا کامل ہونا۔ وہ ان سب کی گفتگو سن کر کہتا ہے کہ تم سب کا بیان درحقیقت بالکل صحیح ہے البتہ تمہارا اپنی ہی تحقیق و حصر کر لینا اور اس کو کامل سمجھ لینا سراسر غلط اور خطا ہے پھر وہ ہر ایک قول کا مرجع اور ہر ایک اشارہ کا جو مشار الیہ اور مرکز ہے وہ ان کو سمجھا دیتا ہے۔

یہ تمثیلی واقعہ بیان کر کے والا جاہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک مسئلہ وحدت وجود کا شرع شریف میں کہیں صراحتاً ذکر نہیں ہے حضرت صوفیہ رضی اللہ عنہم نے اپنے کشف و شہود کی تائید کیلئے جن کا مدار اس مسئلہ پر ہے قرآن و حدیث کچھ ارشادات اخذ کیے ہیں مثلاً یہ آیت ’’الا انه بكل شي محيط‘‘ یا یہ آیت ’’كل شي هالك الا وجهه‘‘ یا یہ حدیث ’’ لودليت بحبل الى الارض السابعة السفلے لهبط علے الله و ان الله قبل وجهه ‘‘ اگر تم ایک رسی لٹکاؤ اور اس کو تحت الثریٰ تک پہنچا دو تو وہ رسی خدا تک پہنچے گی اور خدا اس کے سامنے ہو گا ظاہر ہے کہ یہ اشارات اس مسئلہ پر صراحتاً دلالت نہیں کرتے اس لیے علماء ظاہر نے ان اشارات کو اُلٹ کر صوفیائے کرام کو الزام دیا ہے اور کہا ہے کہ آیت ’’الا انه بكل شي محيط ایک صریح دلیل غیریت پر ہے کیونکہ محاط سے محیط ایک جداگانہ چیز ہے اسی طرح آیت کریمہ ’’كل شي هالك الا وجهه‘‘ میں لفظ ہالک سے ہالک فی المستقبل مراد ہے نہ ہالک فی الحال علی ہذا ہابط یعنی رسی خدا سے ایک جدا چیز ہے۔ غرض جب وحدت وجود کی بنا اسی پر ٹھہری کہ آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سب جگہ خدا ہی کی ذات ہے تو پھر قبل وجہ کہنے کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے یہ اشارات کسی طرح ثبوت مدعا میں پیش نہیں ہو سکتے۔ بہر حال اس مسئلہ وحدت وجود کا دارومدار حضرات صوفیہ کے کشف و شہود پر ہے اور علماء اور صوفیہ نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں۔ مثلاً طبقہ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ، شیخ صدر الدین قونوی رحمہ اللہ، شیخ عبدالکریم جیلی رحمہ اللہ، شیخ عبدالرزاق جھجانوی رحمہ اللہ، شیخ امان اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اور طبقۂ کبرویہ میں شیخ جلال الدین رومی رحمہ اللہ، شیخ شمس الدین تبریزی رحمہ اللہ طبقۂ سہروردیہ میں شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ طبقہ چشتیہ میں سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ، سید جعفر برکی رحمہ اللہ، طبقہ و نقشبندیہ میں خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ، ملا نور الدین جامی رحمہ اللہ، ملا عبدالغفور لاری رحمہ اللہ، خواجہ باقی باللہ کابلی رحمہ اللہ، شیخ عبدالرزاق کاشی رحمہ اللہ، شمس الدین فناری رحمہ اللہ، قیصری رحمہ اللہ، سعد الدین فرغانی رحمہ اللہ وغیرہ اکابر گزرے ہیں۔

ہم لوگ چونکہ ان اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس لیے ہم کو طرفین میں سے کسی ایک کی طرف جزماً میلان نہیں ہو سکتا۔ مذہب وحدت وجود اور مذہب وحدت شہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو جس طرح ایک جانب بہت سے دلائل ہیں اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلیں ہیں ہم پر اعتقاداً لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل وتکفیر لازم آتی ہے۔ وحدت وجود کے اثبات یا ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہیے اگر خود ذی فہم ہے تو اپنی فہم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو ان کے قائلین پر چھوڑ دے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۳۱ تا ۸۳)

تصوف وسلوک: والا جاہ لکھتے ہیں کہ علم تفسیر وحدیث وفقہ سنت اور علوم تصوف کا مشغلہ میرے دل پر غالب ومتسلط ہے۔ علم نافع یہی چار علم ہیں یا وہ علوم جو ان کے آلات ومعدات ہیں باقی تمام فنون اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں کوئی ساتھ نہیں جاتا۔ تصوف وسلوک میں والا جاہ نے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ مسائل تصوف اور اس کے مصطلحات اور اولیاء کبار اور عرفاء کامل کے حالات جمع کیے ہیں۔ ریاض المرتاض اور تقصار جیود الاحرار اور خیرۃ الخیرۃ وغیرہ اسی قسم کی کتابیں ہیں۔ ریاض المرتاض میں اولاً صوفیائے کرام کے اقسام بیان کی ہیں۔ مثلاً طلبہ وفقراء وعباد وزہاد وخدام وملامیتہ ومتشبہ محق ومتشبہ مبطل، ومریدان، وسالکان، وسائران، وطائران، دو اصلان، واختیار، وابرار وغوث، ونقباء ونجبا، وبدلا، واولیاء بعد ازاں مضمون ابن خلدون سے اقتباس کر کے صوفیۂ کرام کے حالات میں چار امر قابل بحث قرار دیئے ہیں۔

(امر اوّل) مجاہدات ان کا تعلق اذواق ومواجید اور محاسبۂ نفس واعمال کے ساتھ ہے انہیں اذواق کی منتہا اور غایات کو مقامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ (امر دوم) کشف وادراک حقائق عالم غیب جس کا تعلق صفات ربانیہ عرش وکرسی وملائکہ، ووحی، ونبوت، وروح، وحقائق موجودات غائب وشاہد وترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔

(امر سوم) تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان وعوالم ہیں۔

(امر چہارم) الفاظ موہمہ یعنی شطحیات۔

بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہیں بعض محسن ہیں اور بعض تاویلات کے قائل ہیں۔

بہر حال امر اوّل میں کوئی کلام وانکار نہیں ہو سکتا۔ صوفیہ کرام کے اذواق بالکل صحیح ہیں اور ان کا تحقیق عین سعادت ہے اسی طرح امر دوم صحیح ناقابل انکار ہے۔ اگرچہ بعض علما نے اس سے انکار کیا ہے مگر یہ انکار حق کے مقابل میں کوئی چیز نہیں ہے استاذ ابو اسحاق اسفرائینی کے احتجاج پر اشعریہ نے جو انکار کیا ہے وہ صرف تحدی وکرامت کے فرق وامتیاز پر مبنی ہے۔ ”وقد وقع للصحابة و اكابر السلف كثير من ذالك و هو معلوم و مشهور“ امر سوم یہ انواع تشابہات میں سے ہے اس لیے کہ اس کا تعلق وجدان قلبی سے ہے محض الفاظ ولغت سے ان کی مرادات پر اطلاع نہیں ہو سکی الفاظ تو محض محسوسات متعارفہ کی تعبیر کیلئے وضع کیے گئے ہیں۔

امر چہارم شطحیات اس کا تعلق غلبۂ حال اور واردات سے ہے انصاف یہ ہے کہ صوفیہ کرام غلبۂ حال وواردات کی وجہ سے محسوسات سے بیگانہ وار رہتے ہیں۔ اسی سبب سے بعض اوقات ان کی زبان سے ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو خود ان کے قصد وارادہ سے نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہو وہ ہر طرح معذور ومجبور ہے۔

معرفت شیخ:۔ اس کے متعلق ولکھتے کہ کمال اور تکمیل شیخ کی اس پر منحصر نہیں کہ اس سے خوارق عادات کا ظہور ہو یا وہ خواطر پر اشراف رکھتا ہو یا وجد وحال وشوق میں رہتا ہو اس لیے کہ اس قسم کے بعض امور میں تو فلسفی، جوگی اور برہمن بھی شریک ہیں یہ امور انسان کیلئے دلیل سعادت نہیں ہیں شناخت شیخ کامل مکمل کی ہے کہ وہ ظاہر شرع پر مستقیم ہو اور عالم کتاب وسنت ہوتا کہ صفت تقویٰ کا اس پر اطلاق ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”ان اولیاو ہ الا المتقون“۔

طرق مشائخ موصل الی اللہ کا ذریعہ:۔ مشائخ کے تمام طریقوں کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ان کا مرجع نسبت حاصل کرنا ہے اور یہ نسبت خدا کے ساتھ ایک انتساب وارتباط ہے جس سے دل کو سکینہ اور نور حاصل ہوتا ہے نسبت ایک کیفیت کا نام ہے جو نفس ناطقہ کے اندر حلول کر جاتی ہے اس وقت نفس ملائکہ کے مشابہ ہو جاتا ہے یہ کیفیت نفس میں طاعات واطہارات اور اذکار الٰہی پر مداوت کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے یہ سب امور نسبت باطنی کیلئے ایک ملکۂ راسخہ بن جاتے ہیں نسبت کی بہت قسمیں ہیں۔

نسبت محبت، نسبت شوق، نسبت کسر نفس اور حظوظ نفسانی سے برأت اس نسبت کا نام نسبت اہل بیت ہے اور نسبت مشاہدہ بھی اس کو کہتے ہیں لیکن یہ گمان صحیح نہیں کہ مشائخ نے جو اشغال معین کیے ہیں ان کے بغیر نسبت حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ اشغال بھی اس نسبت کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام اکابر علماء اس نسبت سے محروم رہتے حالانکہ عمل کے فضائل عبادت کی فضیلت سے بالاتر اور فائق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے شیوخ کا کیا طریقہ ہے آپ نے جواب دیا کہ کوئی شخص کسی سلسلہ سے خدا تک نہیں پہنچا کرتا۔ مجھ کو ایک جذبہ پیدا ہوا اس نے مجھ کو اس حد تک پہنچا دیا حالانکہ ان کے شیوخ کا سلسلہ مشہور و معروف ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔ جذبة من جذبات الله توازی عمل الثقلين

طے مـی شـود ایـن ره بـدرخشیـدن بـرقـے مـابـے خبـران مـنتظـر شمـع وچـراغیم

پھر لکھتے ہیں کہ میں مشائخ کے تمام طریقوں کو موصل الی اللہ جانتا ہوں اور تمام مشائخ سے خواہ ان کا کوئی طریقہ بھی ہو حسن ارادت رکھتا ہوں البتہ میرا اور میرے آبا اور اساتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے۔ اگرچہ اور طریقوں کی بھی اجازت ہے۔ حضرت میرزا مظہر جانجان رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے اس طریقہ مجدّدیہ نقشبندیہ کو اور طریقوں کو چھوڑ کر کیوں اختیار کیا آپ نے فرمایا۔

من این طریقہ را منطبق بر کتاب وسنت یافتم کہ ثبوت آن قطعی است الحمدللہ کہ تا این زمان این طریقہ از جمیع طرق بدعت محفوظ است۔

میں نے اس طریقہ کو بالکل کتاب وسنت کے موافق پایا اور اس کا قطعی ثبوت موجود ہے الحمدللہ کہ اس زمانہ تک یہ طریقہ بدعت کے تمام طریقوں سے محفوظ ہے۔

مولانا جامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قـدرو گـل و مُـل بـاده پـرستـان دانـنـد نـے خـودمـنشـان و تـنـگـدستـان دانـنـد
ارنبقـش تـوان بسـونـے بـے نـقـش شـدن ایـن نـقـش غـریـب نـقشبـنـدان دانـنـد

بیعت اصلاح کا استحباب:۔ والا جاہ لکھتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کو مستحب جانتا ہوں اگرچہ وجوب کا قائل نہیں ہوں میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہیں کی اس لیے کہ شرط قرآن وحدیث اور شرط سلف صالح کے مطابق مجھ کو کوئی شیخ میسر نہیں ہوا۔

(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۴۸ تا ۵۲)

عام سیرت واخلاق:۔ نہایت خوش خلق شیریں، کلام، کم سخن، ظریف الطبع، آزاد وبے پروا مزاج، لطیفہ سنج، کثیر الحلم، قلیل الغضب منکسر و متواضع، سب وشتم سے کبھی ان کی زبان آلودہ اور آشنا نہیں ہوئی جب ان کو کسی خادم پر بہت غیظ وغضب آتا تو ان کی زبان سے جو سخت دشنام نکلتی وہ یہ تھی کہ اس کو کاٹ کا احمق کہہ کر خطاب کرتے تھے اور دوران غضب میں پیشانی پر ہاتھ رکھ کر "لا اله الا الله" کہا کرتے تھے۔

عیدین اور جمعہ کو جب وہ عیدگاہ یا مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو اپنا جوتہ خود اُٹھاتے اور جھاڑتے تھے اگر کوئی خادم سر پر آفتاب گیر لگانا چاہتا تو فوراً روک دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس دھوپ سے آفتاب محشر کی گرمی بہت زیادہ ہوگی اس سے کون بچائے گا۔

(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص: ۶۸-۶۹)

عالی جاہ کا ٹوپی استعمال فرمانا:۔ عالی جاہ نواب صدیق حسن خان دہلی کی وضع کی گول ٹوپی زیب تن فرمایا کرتے تھے۔
(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۷۱)

بادشاہت میں فقیری:۔ ابقاء المنن میں وہ خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس کوئی جائیداد ذاتی نہیں رئیسۂ عالیہ کے گھر میں مستعار رہتا ہوں جس دن مر گیا اس دن میرا گھر خانۂ گور ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے احد الحرمین میں موت دی جس کی تمنا دامن گیر ہے تو محض اللہ کا فضل ہوگا۔ میرزا مظہر جانجانان شہید رحمہ اللہ کرایہ کی خانقاہ میں رہا کرتے تھے حالت مقدرت میں بھی انہوں نے کوئی گھر نہیں بنایا کسی نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ چھوڑ جانے کو اپنا گھر اور غیر کا گھر برابر ہے۔

داشت لقمان یکے کریچۂ تنگ   چون گلوگاہ نے وسینۂ چنگ
بوالفضولے سوال کرد ازوے   کہ این چہ خانہ است یک بدست وسہ نے
بادم سرود چشم گریان پیر   گفت ہذا لمن یموت کثیر

(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۷۵)

معمولات:۔ وہ روزانہ قبل طلوع فجر بیدار رہا کرتے تھے اور طلوع شمس اور وقت چاشت تک نماز و ذکر و فکر الٰہی اور تلاوت و اوراد و وظائف میں مشغول اور مستغرق رہا کرتے تھے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۸۵)

صوفی مشرب بزرگ روحانی مسرت کا ذریعہ:۔ نواب مصطفٰے خان بہادر دہلوی مرحوم و مغفور چونکہ ایک عالم متبحر صوفی مشرب اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اور والا جاہ کو ان کے دولت کدہ پر دو سال تک زمانہ طالب علمی میں سکونت کا اتفاق ہوا تھا اور ان کی مہربانیوں کے وہ بے حد ممنون تھے اس لیے بالتخصیص ان کو ان سے قلبی محبت تھی اور ان کی صحبت سے ان کو روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی۔
(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۹۹)

نسبت فاطمی کے حفاظت کی وصیت:۔ چوتھی وصیت یہ ہے کہ اپنے نسب کی حفاظت رکھو ہم لوگ اولا د رسول ﷺ ہیں اس باطنی نسبت کا فائدہ بشرطیکہ ہم ایمان کے ساتھ دنیا سے جائیں، آخرت میں معلوم ہوگا اور دنیا میں حرمت نسب یہ ہے کہ بنی ہاشم پر مال زکوۃ اور صدقہ قطعاً حرام ہے پس قرابت و برادری ہمیشہ سادات یا قریش کے خاندان میں کرنی چاہیے اگر چہ دنیا اس کے خلاف میں حاصل ہو اور رشتہ داری جہاں تک ہو خوش عقیدہ اور نیک و صالح آدمی سے کرنا چاہیے۔ اگر چہ دولتمند نہ ہو آدمی کو دینداری پر ہر وقت نظر رکھنی چاہیے نہ خوبصورتی و مال و حسب پر۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۱۰-۱۱۱)

مرقد اطہر کی زیارت:۔ جناب رسالت مآب ﷺ کے مرقد معنبر اور تربت مطہر کی زیارت تمام زیارتوں سے اشرف و افضل ہے اس مسئلہ میں اور اس امر میں کہ ارباب صاحب دل و اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ارواح مقدسہ سے بغیر رسوم و بدعات کے پابندی کے جو اہل ضلالت کا شیوہ ہے اپنے مناسب حال فیض اٹھائیں تو اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۲۸-۱۲۹)

تبرکات صالحین کی حفاظت:۔ جو چیزیں بزرگوں سے حاصل ہوں ان کو بطور یادگار بہت حفاظت سے رکھنا چاہیے اور ان کو فروخت سے بچانا چاہیے یہ ایک نشان سعادت ہے جو شے جتنی کہنہ اور قدیم ہے وہ زمانہ مبارک نبوت سے زیادہ قریب ہے اور جو شے جدید ہے وہ اسی قدر بعید ہے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۴۳)

ایصال ثواب کی وصیت:۔ اگر سات دن تک کسی قدر صدقہ اور خیرات خاص میرے مال متروکہ میں سے تم کر دو گے تو مجھ کو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ تم بعد کفن و دفن مجھ میرے خالق رؤف و کریم کے سپرد کر دینا خلوا بینی و بین ارحم الراحمین۔
(مآثر صدیقی حصہ چہارم، ص:۱۴۶)

فن تصوف پر عالی جاہ کی علمی تالیفات:۔

نمبر شمار	نام کتاب	فن	زبان	نام مطبع
۱۔	الداءوالدواء،	اعمال ووظائف		
۲۔	تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار	تراجم صوفیہ	فارسی	بھوپال
۳۔	خیرة الخیرة	تصوف	اردو	آگرہ
۴۔	ریاض المرتاض وغیاض العرباض	تصوف	فارسی	بھوپال
۵۔	الروض الخضیب من تزکیۃ القلب المنیب	متفرقات	فارسی	آگرہ
۶۔	عمارة الاوقات بوظائف العبادات مع بیان الدرجات والدرکات	وظائف	اردو	لکھنؤ وبھوپال
۷۔	لسان العرفان	تصوف	اردو	آگرہ
۸۔	مقالات الاحسان فی مقامات العرفان ترجمہ (فتوح الغیب مولفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یہ کتاب والا جاہ مرحوم کی آخری تالیف ہے)	تصوف	اردو	بھوپال
۹۔	منتخب زاد المتقین للشیخ عبدالحق دہلوی	دینیات		قلمی
۱۰۔	عین الیقین ترجمہ اربعین امام غزالی رحمہ اللہ	دینیات	اردو	دہلی
۱۱۔	عاقبۃ المتقین	دینیات	اردو	آگرہ
۱۲۔	فتح الخلاق بلطائف المنن والاخلاق (یہ کتاب سنن الکبری اشعرانی کا مختصر ترجمہ ہے)	اخلاق	اردو	آگرہ
۱۳۔	دواء القلب القاسی بتذکیر الموت الناسی	دینیات	اردو	آگرہ
۱۴۔	ادامتہ السکر باقامۃ الصبر والشکر	بیان صبر وشکر	اردو	آگرہ

(مآثر صدیقی حصہ چہارم)

نام کتاب:۔اسلامی شکل صورت

مصنف:۔سیّد محمد شریف صاحب (مرحوم) گھڑیالوی سابق امیر جماعت اہلحدیث

مکتبہ سعیدیہ (خانیوال)

پیر کامل سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

نام ونسب:۔ آپ کا نام محمد شریف ذات سیّد مشہدی اور کنیت ابو یحیٰ تھی نسب یہ ہے سیّد محمد شریف بن سید اصغر علی بن سیّد کرم علی بن سیّد رحم علی بن سیّد محمد کامل بن سیّد ذاکر شاہ بن سیّد عبدالرحیم بن سیّد یار محمد. بن سیّد حمید الدین یہ بزرگ مشہد واقع ایران سے ہندوستان میں تشریف لاکر ضلع گورداسپور میں ساکن ہوئے تھے۔ بن سیّد عبدالقادر بن سیّد عزیز اللہ بن سیّد بڈھا شاہ بن سیّد ابوسلیمان بن سیّد حافظ محمد داوٴد بن سیّد فرید الدین قاضی بن سیّد محمد محمود بن سیّد محمد ایوب بن سیّد عبدالرحمٰن بن سیّد عبدالکریم بن سیّد محمد مسعود بن سیّد بہاوٴالدین بن سیّد عبدالغنی بن سیّد محمد یعقوب بن سیّد محمد حسین بن سیّد محمد سلمان بن سیّد فتح اللہ بن سیّد جمال دین بن سیّد محمد عثمان بن سیّد احمد شاہ بن سیّد جلال الدین بن سیّد

بُرہان الدین بن سیّد بدرالدین بن سیّد اسماعیل بن سیّد ابراہیم الاصغر بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امام حضرت سیّدنا علی مرتضٰی رحمہم اللہ ورضی اللہ عنہم اجمعین ۔ (اسلامی شکل وصورت، ص:۷۲)

شاہ صاحب کالدّنی ووہبی علم:۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی، آپ کے والد ماجد نارمل پاس مدرس تھے آپ نے سکول میں صرف دوسری جماعت تک تعلیم پائی، جب آپ کچھ لکھنے پڑھنے کے قابل ہو گئے تو آپ کے والد ماجد نے خاندان مشہدی کے ایک بزرگ فارسی کے علامہ سیّد چراغ علی صاحب ساکن ہردوروال کلاں ضلع گورداسپور کے سامنے شاگرد بٹھا دیا۔ فارسی کا کامل علم آپ نے اپنے استاد مذکور سے حاصل کیا بعد میں عربی کا علم تفسیر قرآن اور علم حدیث ذاتی مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ یہ علم باقاعدہ کسی استاد سے حاصل نہ کیا تھا۔ ’’و من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین ‘‘یعنی جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری کا ارادہ فرمائے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے، کے تحت اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے آپ کا سینہ کھول دیا تھا ہمارے بھائی سید محمد یحیٰی صاحب مرحوم کی روایت ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب کو عربی کا علم لدنی ہے یعنی وہبی ہے کسبی نہیں ’’ذلك فضل الله يوتيه من يشآء‘‘ ۔ (اسلامی شکل وصورت، ص:۷۳)

شاہ صاحب کا سفید عمامہ:۔ سیّد محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ سابق امیر جماعت اہلحدیث سفید عمامہ زیب تن فرماتے تھے ۔ (اسلامی شکل وصورت، ص:۷۴)

میاں فضل الٰہی کی صحبت کا اثر:۔ والد صاحب سے دور بہ سلسلہ ملازمت جب چولھہ میں آئے تو موضع گنڈی ونڈ میں ایک صاحب دِل اور حضرت امام عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے صحبت یافتہ میاں فضل الٰہی صاحب مرحوم کے ہاں آنا جانا ہو گیا آپ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں میاں فضل الٰہی کے اثرِ صحبت سے مسلکاً اہلحدیث ہوا۔ گویا دورانِ ملازمت میں ہی آپ اہل حدیث ہو گئے تھے، اہلحدیث ہو جانے کے بعد آپ کے دل کی دنیا پہلے سے بھی بدل گئی۔

حضرت الامام عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ سے ملاقات:۔ مسلکاً اہلحدیث ہو جانے کے بعد آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سیّد محمد ظریف کو جو اس وقت کے میٹرک پاس تھے حضرت امام عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں علم حدیث حاصل کرنے کو چھوڑا۔ ان کا ذہن رسا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں صحاح ستہ کی سند حاصل کر لی اس دوران میں آپ امرتسر تشریف لے جاتے اور حضرت امام صاحب کی خدمت صحبت میں پہروں رہتے ۔ درسِ قرآن اور خطبۂ جمعہ سنتے ۔ نتیجہ آپ کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے بے حد عقیدت ہو گئی اور امام صاحب رحمہ کو آپ سے محبت ہو گئی ۔ اتنی محبت کہ آپ کی استدعا پر حضرت امام صاحب متعدد بار گھڑیالہ میں تشریف لائے حضرت امام صاحب آپ سے متعلق بہت حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ مولوی عبدالغفار اور میاں ابراہیم ساکنانِ کوٹلی رائے ابوبکر ضلع لاہور اپنے باپوں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دونوں یعنی ان راویوں کے باپ امرتسر میں حضرت امام صاحب کے درس قرآن میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ دوران درس حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب صُفّہ میں سے کسی صحابی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ گھڑیالہ میں شاہ محمد شریف صاحب کو جا دیکھے راوی واپسی پر گھڑیالہ میں اُترے اور شاہ صاحب کو مل کر گئے جیسا سنا تھا ویسا پایا۔ (اسلامی شکل وصورت، ص:۷۶-۷۷)

آپ کا امیر جماعت اہلحدیث بننا:۔ دوران ملازمت میں ہی آپ کے زُہد فی الدنیا اور اتقا کی کہانیاں زبان زد خلائق ہو چکی تھیں۔ اکثر دیہات میں رہے تھے شہرت عام ہو چکی تھی اس وقت کے علمائے اہلحدیث سے مراسم تھے چنانچہ اس دوران میں کمیر پور تحصیل اخیالہ کے مقام پر ۱۱،۱۲،۱۳ جولائی ۱۹۳۰ء کو ایک جامع اہلحدیث تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں صوبہ پنجاب کے اکثر جید علماء اور زعمائے اہلحدیث شامل ہوئے اس جلسہ میں آپ کو بھی دعوتِ شمولیت دی گئی آپ مع اپنے بڑے بیٹے مولانا سیّد محمد یحیٰی صاحب مرحوم اس کانفرنس میں تشریف لے گئے۔

علاوہ اور مسائل کے زیادہ تر زور جماعت کیلئے ضرورتِ امیر پر دیا گیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کلکتوی کی تقریر نے اس مسئلہ کی اہمیت کو بڑھا دیا سوائے ایک دو علماء کے باقی سب علماء اور اہل جلسہ اس مسئلہ پر متفق اللسان ہو گئے چنانچہ انتخاب امیر کیلئے قریباً باسٹھ علمائے کرام کی

مجلس منعقد ہوئی امارت کیلئے تین نام پیش ہوئے۔

(۱) حضرت مولانا سیّد محمد شریف صاحب گھڑیالوی رحمہ اللہ، (۲) حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رحمہ اللہ، (۳) حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ آخر الذکر دونوں حضرات نے اپنے نام واپس لے لیے اس لیے آپ کو متفقہ طور پر امیر منتخب کرلیا گیا۔

آپ نے یہ بار امانت اُٹھانے سے انکار کردیا لیکن مولانا نیک محمد صاحب مرحوم امرتسری رحمہ اللہ اور دیگر مخلص اہلِ علم حضرات نے مجبور کردیا۔ مجبوراً آپ نے امارت سنبھالی، سب حاضرین علمائے اہلحدیث نے امارت کے اقرارنامہ پر دستخط ثبت فرمادیئے عوام حاضرین نے بھی بطیّب خاطر اس انتخاب کو منظور فرمایا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری نے مندرجہ ذیل عبارت لکھ کر دستخط ثبت فرمائے۔

> ''میں نے چونکہ مسئلہ امارت کو سر دست ملتوی رکھنے کا مشورہ دیا تھا لیکن میری رائے کے خلاف آراء کی کثرت ہوگئی ہے اس لیے باوجود عدم تسلیم امارت احکام کی اطاعت کروں گا۔'' (ابوالوفاء ثناء اللہ بقلم خود)

علماء مبایعین اور عہدنامہ اطاعت امیر پر دستخط کرنے والوں کی مطبوعہ فہرست میرے پاس موجود ہے۔ (اسماعیل مشہدی بقلم خود)

انتخاب کی خبر صوبہ پنجاب میں پھیلی تو قریباً ان سب علمائے کرام نے آپ کی امارت کو تسلیم کرلیا جو بوقت انتخاب کمیر پور میں حاضر نہ تھے غزنوی لکھوی روپڑی سب معزز خاندان آپ کی امارت پر متفق ہوگئے، جب حضرت امام مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے حضور اقرارنامۂ امارت پیش کیا گیا تو انہوں نے بایں جلالتِ قدر فوراً دستخط ثبت فرمادیئے۔ مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی، مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی، مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی رحمہم اللہ سب نے بطیّب خاطر دستخط ثبت فرمائے۔ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری اور مولانا عبدالقادر صاحب قصوری رحمہما اللہ جیسی مشہور ہستیاں بھی آپ کی امارت کے خلاف حرف اعتراض زبان پر نہیں لائیں غرض اتنے بڑے طویل وعریض صوبہ کی جماعت اہلحدیث کا آپ پر گویا اجماع ہوگیا۔

امیر جماعت مقرر ہونے کے بعد:۔ امیر جماعت مقرر ہونے کے بعد مرزا محمود خلیفہ قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا لیکن وہ مقابلہ میں نہ آیا۔ دونوں طرف کے اشتہار، ان باتوں کی تفصیل مکمل سوانح حیات میں ملے گی۔

آپ کے مشورہ سے ایک اخبار پندرہ روزہ ''تنظیم اہلحدیث'' روپڑ سے مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی ادارت میں جاری ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے کہنے سے ہفت روزہ ہوا۔ (اسلامی شکل وصورت، ص: ۷۸-۷۹)

علمائے اہلحدیث کا اعتماد:۔ آپ کے زیر امارت علمائے اہلحدیث بڑے شوق سے جلسوں میں شامل ہوتے اور گرم جوشی سے تقریریں فرماتے اور اہلحدیث کے خلاف الزامات کی تردید کرتے۔ اکثر جلسے آپ کی زیر صدارت ہوتے لیکن آپ کی عادت مبارک تھی کہ اپنی جگہ کسی اور کو صدر مقرر فرما کر خود مسجد میں تشریف لے جاتے اور صبح کی نماز کے بعد صرف درس قرآن دیتے اکثر حمائل غزنویہ ساتھ رکھتے۔ علماء اور عوام بڑی توجہ سے آپ کا درس سنتے۔ آپ بہت رقیق القلب تھے درس دیتے وقت بہت روتے، آپ رحمہ اللہ چونکہ خود عامل اور ولی اللہ تھے اس لیے آپ کی باتیں سامعین پر بہت اثر کرتی تھیں جس نے کبھی ایک دفعہ بھی آپ کا وعظ ودرس سن لیا وہ بس آپ کا ہو رہا۔ (اسلامی شکل وصورت، ص: ۸۰)

آپ علماء کے قدردان تھے علاوہ ازیں آپ نے نہایت احتیاط سے بعض لوگوں کی خواہش پر اپنے دائرہ امارت کو وسعت دی اور یوپی دربھنگہ وغیرہ میں نیابتاً آپ کی بیعت ہوئی۔ مولانا محمد یوسف صاحب کلکتوی رحمہ اللہ کو اس کارِخیر پر مقرر فرمایا، الغرض آپ نے جماعت اہلحدیث کی ترقی کیلئے بہت سی علمی اور عملی کوششیں فرمائیں جماعت کو منظم کرکے اپنی سی کوشش سے اسلام کی خدمت کی۔ خلوص صاف باطنی اور بے ریائی سے کام کیا اور جماعت نے بھی آپ پر کامل اعتماد رکھا اور آپ کے آخر دمِ حیات تک رکھا اور آج تک بھی عوام اہلحدیث اور علماء کرام آپ کا ذِکرِ خیر محبت بھرے الفاظ سے کرتے ہیں آج تک کوئی شخص یہ کہتا نظر نہیں آیا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بیت المال سے یا اور کوئی کسی چندہ سے ایک پائی بھی کھائی تھی۔

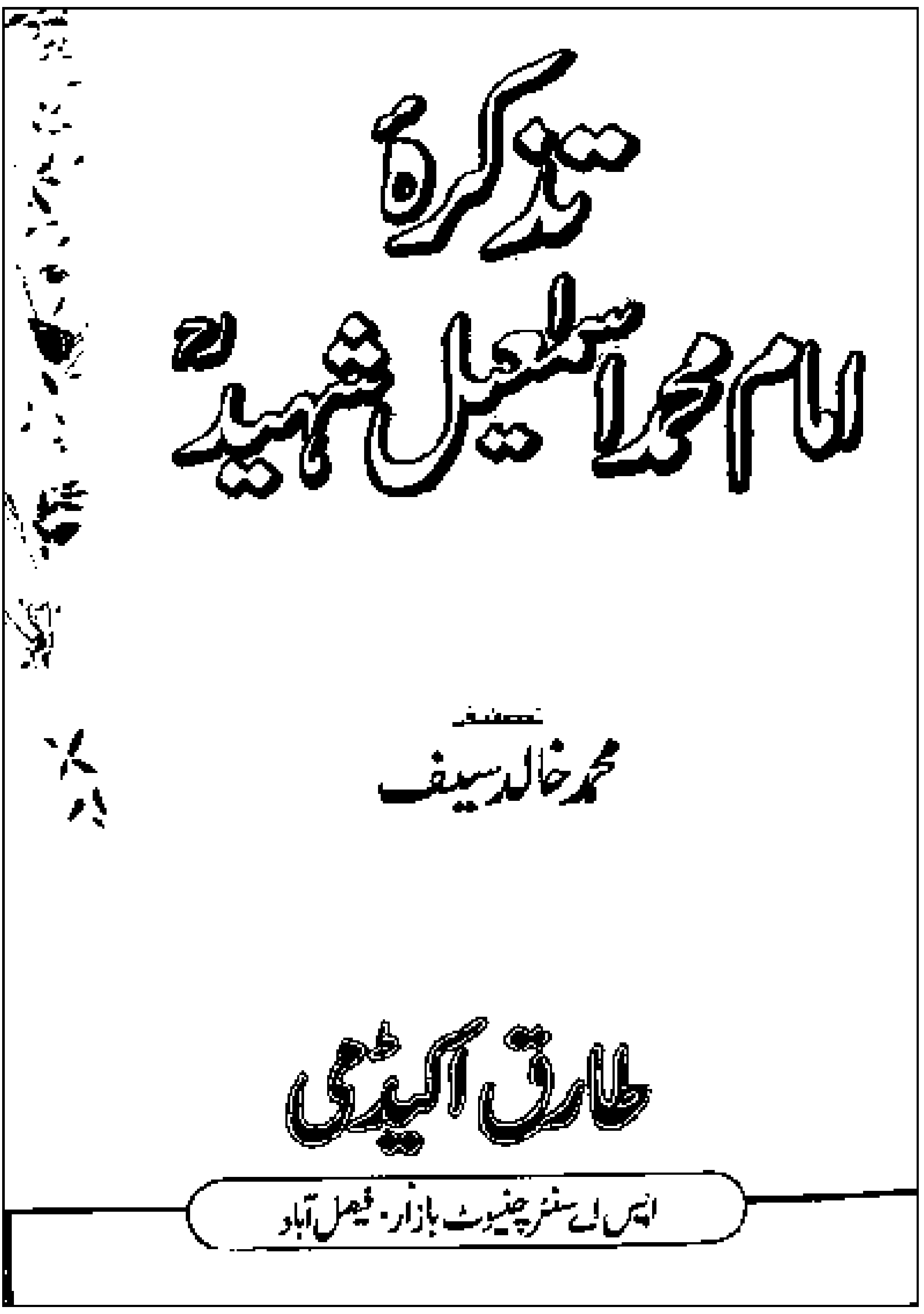

تذکرہ

امام محمد اسمٰعیل شہیدؒ

مصنف

محمد خالد سیف

طارق اکیڈمی

ایس ایل سنٹر چنیوٹ بازار۔ فیصل آباد

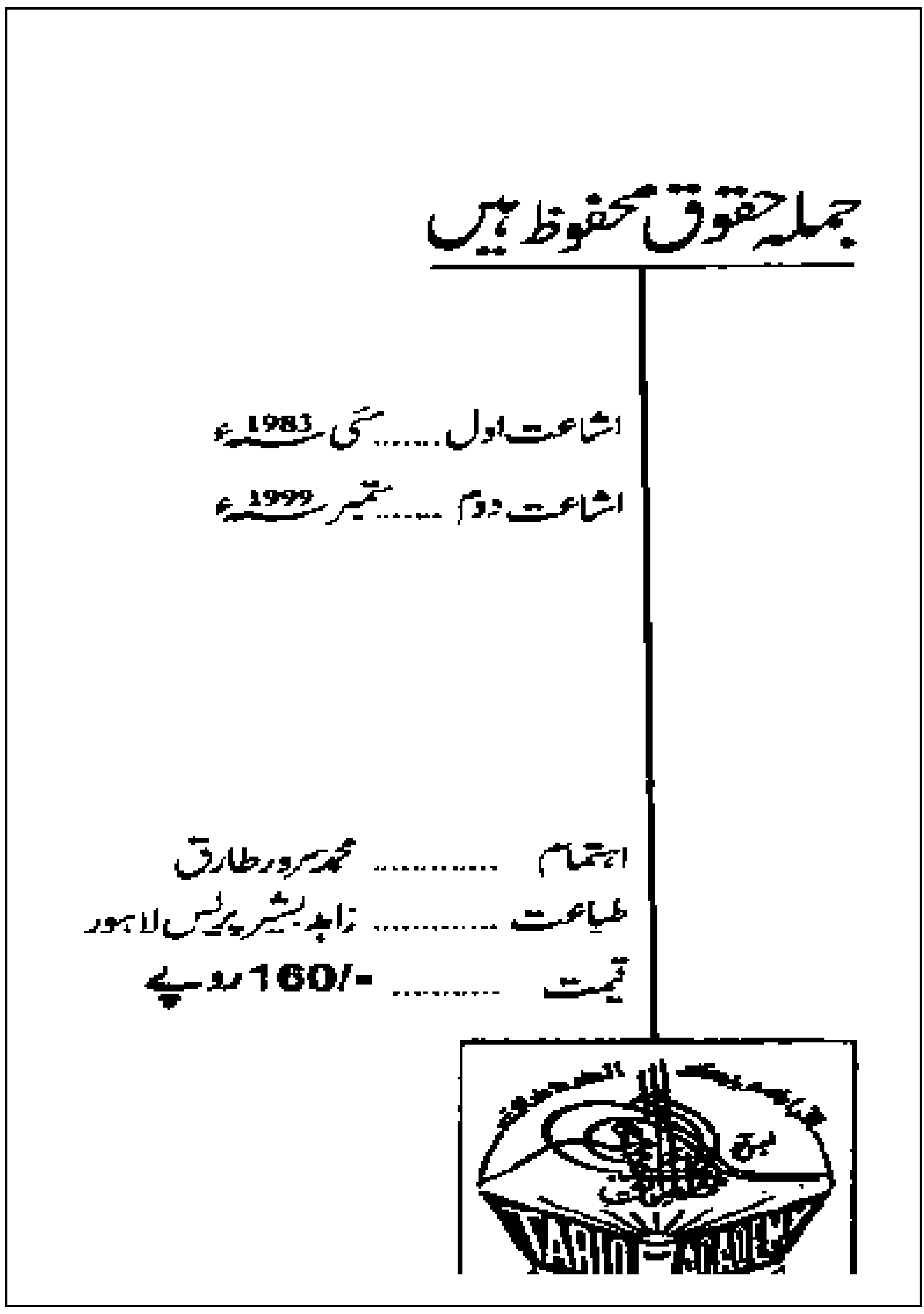

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت اول ...... مئی 1983ء

اشاعت دوم ...... ستمبر 1999ء

اہتمام .... محمد سرور طارق

طباعت .... زاہد بشیر پریس لاہور

قیمت .... 160/- روپے

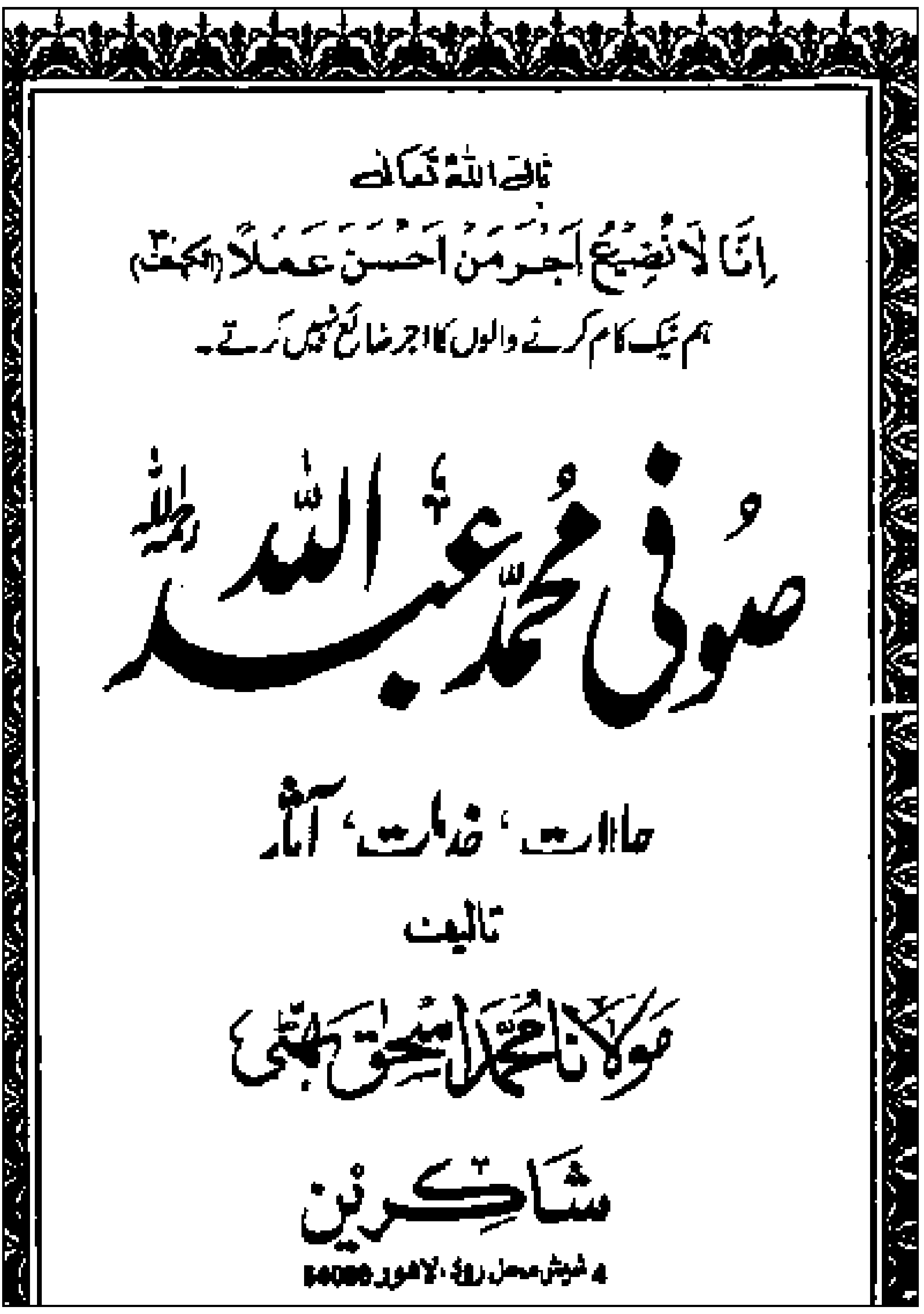

قال اللہ تعالیٰ

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا (الکہف ۳۰)

ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ

حالات، خدمات، آثار

تالیف

مولانا محمد اسحاق بھٹی

شاکرین

4 شیش محل روڈ، لاہور 54000

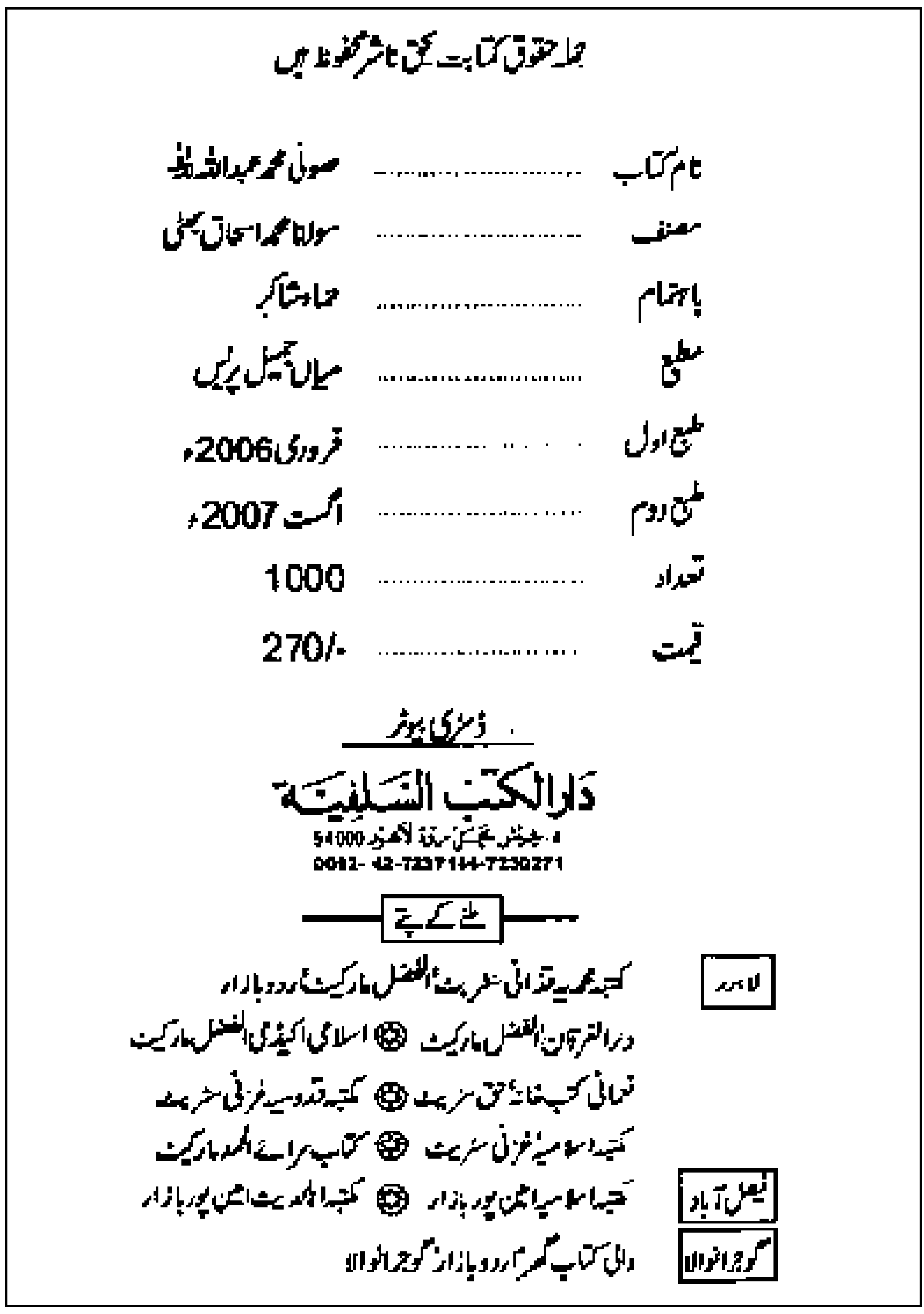

جملہ حقوق کتابت بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ
مصنف	مولانا محمد اسحاق بھٹی
باہتمام	حماد شاکر
مطبع	میاں جمیل پریس
طبع اول	فروری 2006ء
طبع دوم	اگست 2007ء
تعداد	1000
قیمت	270/-

ڈسٹری بیوٹر

دارالکتب السلفیۃ

4 شیش محل روڈ لاہور 54000

0092- 42-7237184-7230271

ملنے کے پتے

لاہور: مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار

دارالقرآن الفضل مارکیٹ ✿ اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ ✿ مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ

مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ ✿ کتاب سرائے الحمد مارکیٹ

فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار ✿ مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار

گوجرانوالہ: والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

جنوں سے ملاقات اوران کی بیعت:۔ معتبر اور عینی شاہدوں کے ذریعے راقم الحروف کو یہ بات بھی پہنچی ہے کہ آپ کے پاس اہلحدیث جن آ کر بیعت ہوتے تھے جس طرح اہلحدیث انسانوں نے آپ کوامیر مانا تھا اسی طرح اہلحدیث جنوں نے بھی مانا ، جنوں کے متعلق کہانیاں مکمل سوانح حیات میں درج ہیں۔

آپ کے کشف وکرامات:۔ ولی اللہ سے کرامت کاظہور ممکن ہے اوراگر کبھی اللہ تعالیٰ چاہے تو غیب کی چیز بھی اس پر کشف کرسکتا ہے۔ بالکل مطابق سنت زندگی بسر کرنے کے باعث آپ سے بھی بعض عجیب کرامات ظاہر ہوئیں تفصیل مکمل سوانح حیات میں ملے گی۔ مختصراً عرض ہے۔

آپ رحمہ اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ سوائے دوایک علماء کے باقی سب علماء اور عوام اہلحدیث نے آپ کوامیر تسلیم کرلیا۔

قیدی کا فوراً رہائی پا جانا (کرامت):۔ حاجی عبداللہ ولد حاجی فضل دین ساکن بھمبہ کلاں کی روایت ہے کہ ایک لڑائی میں ہماری ضمانت نہ ہوتی تھی ایک دن شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دعا کے بعد فرمایا کہ جاؤ آج خدا تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی ہے ضمانت ہوجائے گی چنانچہ اسی دن ضمانت ہوگئی۔ اسی راوی کے متعلق خبر اُڑی کہ مرضِ طاعون سے فوت ہوگیا ہے اس کے والد حاجی فضل الدین آپ کو جنازہ کے واسطے بلانے آئے لیکن آپ نے فرمایا حاجی صاحب تمہارا لڑکا فوت نہیں ہوا اور اس مرض سے وہ کبھی نہیں مرے گا وہ تو غشی میں ہے چنانچہ حاجی صاحب واپس آئے تو عبداللہ ہوش میں تھا اور آج تک زندہ ہے۔

بن دیکھی لڑائی کی اطلاع دینا (کرامت):۔ گھڑیالہ سے ایک میل کے فاصلہ پر سکھوں اور مسلمان اوڈوں کے درمیان لڑائی ہو گئی آپ نے گھر بیٹھے فرمایا کہ اس طرح لڑائی ہوتی نظر آرہی ہے ایک گھنٹہ کے بعد ایک اوڈ نے لڑائی کی وہی کیفیت بتائی جو آپ نے کہی تھی۔

مجنون کا فوراً صحت یاب ہو جانا (کرامت):۔ ایک مجنون زنجیروں سے بندھا ہوا تھا قفل لگے ہوئے تھے چک ۴ رام دیوالی ضلع لائلپور کا یہ واقعہ ہے وہاں کے لوگوں نے راقم الحروف کو یہ بتایا کہ جب شاہ صاحب گلی میں اس مجنون کے سر پر آئے تو ہم نے اس کے لیے دعا مانگنے کو کہا آپ نے گلی میں کھڑے ہی دعا مانگی منہ پر ہاتھ پھیرا ہی تھا کہ قفل ٹوٹ گئے اور زنجیر چھن چھن کر کے ٹوٹ کر علیحدہ ہوگئی اور مریض صحت یاب ہوگیا۔

آخری لمحات میں مریدین کی عیادت:۔ ۱۹۴۰ء میں آپ پر مرض فالج کا حملہ ہوگیا۔ چار سال صاحب فراش رہے کمال صبر وتحمل کا ثبوت دیا صوبہ بھر سے مریدین۔ معتقدین عیادت کیلئے تشریف لاتے رہے علماء کرام کی آمد رہتی جب کبھی کوئی حال پوچھتا آپ فرماتے قبر والوں سے حال اچھا ہے وہ تو الحمد للہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ کہنے کے مجاز نہیں ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی حمد تو بیان کرسکتے ہیں۔ ہروقت تسبیح پھیرتے رہتے ، باقاعدہ نماز پڑھتے ، روزے بھی رکھتے۔ مرض کے ایام میں بھی تہجد کی نماز قضا نہیں کی۔

بدھ کے دن اچانک آپ کی حالت نازک ہوگئی ایک قے آئی اس کے بعد آپ نے وصیت فرمانی شروع کردی۔ فرمایا میرا جنازہ مولانا نیک محمد صاحب امرتسری رحمہ اللہ پڑھائیں۔ جمعرات صبح کی نماز کے وقت آپ فوت ہوئے راقم الحروف نزدیک بیٹھا ہوا تھا آخر پر چھینک آئی اور بڑی آسانی سے روح پرواز کرگئی۔ ’’اناللہ وانا الیہ راجعون‘‘۔

غروب آفتاب سے آدھ گھنٹہ پہلے آپ کو قبر میں رکھ دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ (ابوعثمان سیّد اسماعیل مشہدی)

(اسلامی شکل وصورت ،ص:۸۱-۸۳)

نام کتاب:۔ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ

مصنف:۔ محمد خالد سیف.... اسلامی نظریاتی کونسل (اسلام آباد)، طارق اکیڈمی (فیصل آباد)

نقشبند خاندان ولی اللٰہی کی برکات:۔ اسلامی ہندوستان میں تحریک احیائے اسلام کی نشاط آفرینیوں کو اگر کسی مرکز وسرچشمہ کا

کرشمہ قرار دیا جا سکتا ہے، تو اس کا دوسرا نام خاندان ولی اللّٰہی ہے۔ اس خاندان کا ہر فرد اصلاح وتجدید کے اُفق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا ہے۔ (علم وبصیرت) اور ذوق واجتہاد سے سرشار یہی وہ گھرانہ ہے جس کے فیوض وبرکات سے آج بھی اذہان وقلوب تابندہ وروشن ہیں اور آئندہ بھی جب کوئی قدم فکری وعملی نوعیت کا اسلام کی سربلندی کیلئے اُٹھے گا، تو ضرور ہے کہ وہ انہی خطوط کی روشنی میں اُٹھے، جن کی نشاندہی ان بزرگوں نے اپنے علم وکردار سے کی ہے۔

عزیزم مولانا محمد خالد سیف ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس قافلۂ عشق ووفا کی تمام سرگرمیوں کو ایک سلک میں پرو دیا ہے اور خاص سلیقے اور سلجھاؤ سے اس تمام مواد کو اپنی تصنیف ’’تذکرہ شہید رحمہ اللہ‘‘ کے دامن میں سمیٹ لینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔
(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۹)

نوجوانوں کو اسلاف سے روشناس کرانے کی ضرورت:۔ مقام مسرت ہے کہ طارق اکیڈمی کا کاروانِ علم وادب برسوں کے تعطل کے بعد پھر اپنے سفر کا آغاز کر رہا ہے۔ طارق اکیڈمی کے بنیادی اغراض ومقاصد میں یہی جذبہ کارفرما تھا کہ پاکیزہ اور مثبت اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے ساتھ ساتھ مسلمان نوجوانوں کو ان کے اسلاف کے کارناموں سے روشناس کروایا جائے۔ تا کہ ان کو معلوم ہو سکے کہ ان کے اسلاف میں کیسے کیسے گوہر آبدار اور صاحب کمال ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے اپنے علم وفکر کی عظمتوں سے شجر اسلام کی آبیاری کی سعادت حاصل کی۔

علم وعمل کے بے مثل آفتاب، یگانہ روزگار شب زندہ دار خاندان غزنویہ کے چشم وچراغ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ اہلحدیث اہل قلم نوجوانوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے۔

’’لوگوں نے اپنے بزرگوں کے خادموں کی زندگیوں کو قلم بند کر ڈالا افسوس کہ ہمارے نوجوان **غفلت** کا شکار ہیں‘‘

یہ کتاب اسی جذبے اور تڑپ کی عملی تصویر ہے برصغیر پاک وہند کے عظیم جرنیل شرک وبدعت کے خلاف قافلۂ توحید وسنت کے سرخیل امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ پر زندہ وجاوید کتاب۔

تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا پہلا ایڈیشن سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللّٰہی کے رفیق خاص برادرم حضرت مولانا عائش محمد حفظہ اللہ کی مخلصانہ دعاؤں اور مؤثر تعاون سے اشاعت پذیر ہوا۔ ’’جزاه الله احسن الجزاء‘‘۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۱۶)

خاندان ولی اللّٰہی کے مشہور متصوف علماء کرام

اس سے قبل کہ ہم آپ کی سیرت وکردار، مجاہدانہ کارناموں کی تفصیل، اصلاحی تحریک، آپ کے عقائد ونظریات اور سوانح حیات سے متعلق دیگر امور پر روشنی ڈالیں، آپ کے آباؤ اجداد کا کچھ تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۱۸)

شیخ شمس الدین مفتی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:۔ آپ کے خاندان کے اکابر میں سب سے پہلے جس شخصیت نے برصغیر پاک وہند میں قدم رنجہ فرمایا، وہ شیخ شمس الدین مفتی رحمہ اللہ تھے۔ انہوں نے اس وقت کے ایک بارونق اور مشہور شہر رُہتک میں سکونت اختیار فرمائی۔ پرہیزگاری اور شب زندہ داری وتہجد گزاری کے باعث آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ ہمارے اجدادِ عظام میں سے سب سے پیشتر حضرت شمس الدین مفتی رحمہ اللہ ہندوستان تشریف لائے اور رُہتک میں سکونت اختیار کی نیز آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔

’’وایں بزرگ مر عالم و عابد بوده است و اوّل کسیکه نشراز او قریش درآں بلده در آمدو بسبب ولے شعائر اسلام ظهور نموده و طغیان کفر منطقی شد‘‘ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۱۸)

مرنے کے بعد جنازہ غائب ہو جانا (کرامت):۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا آپ انتہائی عابد وزاہد تھے۔ آپ کے متعلق بہت سے

عجیب وغریب واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں مشتے نمونہ از خروارے، ایک حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

''جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیاتِ مستعار کا وسیع پیمانہ جب لبریز ہو کر چھلکنے کے قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولا دو احفاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب میری روح اس عنصری جسد سے مفارقت کر کے عالم بالا میں پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجہیز وتکفین بالکل اسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیے جو سنت سے ثابت ہے۔ تجہیز وتکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کی جائے۔ اس کے بعد میرا جنازہ مسجد میں جو میری خاص عبادت گاہ اور مقامِ اعتکاف ہے رکھا جائے حاضرین کو چاہیے کہ تھوڑی دیر کیلئے وہاں سے ہٹ جائیں اور مسجد بالکل خالی کر دیں۔ بعد ازاں اگر میری نعش پائی جائے تو دفن کریں ورنہ اپنے اپنے گھر واپس چلے جائیں اور کسی طرح کا تذبذب وترڈد نہ کریں، چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ تعمیل کی گئی۔ مسجد کے ایک مختصر گوشہ میں جنازہ رکھا گیا اور تھوڑی دیر کیلئے ساری مسجد خالی کر دی گئی پھر جو دیکھا تو جنازے کا نام ونشان تک نہ پایا۔ حاضرین اس حیرت انگیز واقعہ سے سخت متعجب ہوئے اور تعجب وحیرت کو ساتھ لیے ہوئے واپس آئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۸-۱۹)

شیخ کمال الدین مفتی رحمہ اللہ:۔ شیخ شمس الدین مفتی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کے نامور فرزند شیخ کمال الدین مفتی رحمہ اللہ جانشین بنے اگرچہ شیخ شمس الدین رحمہ اللہ کے اور بھی صاحبِ علم وفضل صاحبزادے تھے مگر شیخ کمال الدین مفتی رحمہ اللہ ان میں سب سے زیادہ باکمال اور اپنے والد مرحوم کی سچی تصویر تھے۔ حوصلہ مندی، بلند خیالی، روشن دماغی، دقیق النظری اور خداداد فہم وفراست میں اپنی مثال آپ تھے۔ عبادت وریاضت یا مطالعۂ کتب میں ہر وقت مصروف رہتے۔ رُہتک کے قضاء احتساب اور افتاء وغیرہ کئی ممتاز عہدوں پر بھی فائز رہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۹)

شیخ قطب الدین رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:۔ شیخ کمال الدین مفتی رحمہ اللہ کے بعد اُن کے ہونہار صاحبزادے شیخ قطب الدین رحمہ اللہ ان کے جانشین ہوئے افسوس کے آپ کے تفصیلی حالات کے بارے میں کتب تاریخ خاموش ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ عبدالمالک رحمہ اللہ جانشین ہوئے۔ آپ نے اپنے دور کے بڑے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا اور ابتدائی عمر میں علوم وفنون میں کمال حاصل کر لیا۔ لوگ بڑے شوق سے آپ کے وعظ وارشاد کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے۔ قدرتی طور پر خوش الحان تھے اور سوز وگداز اس پر مستزاد۔ اس لیے سامعین ایک خاص تاثیر لے کر رخصت ہوتے مگر افسوس کے عالمِ شباب میں ہی علم وعرفان کی ان محفلوں کو سونی چھوڑ کر راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۹-۲۰)

قاضی بدھا رحمہ اللہ:۔ شیخ عبدالمالک رحمہ اللہ کی وفات پر آپ کے فرزند قاضی بدھا رحمہ اللہ آپ کی مسند پر متمکن ہوئے۔ قاضی بدھا رحمہ اللہ اگرچہ خاندان کے دیگر افراد کی طرح علوم وفنون میں کمال مہارت نہ رکھتے تھے۔ تاہم کثرتِ مطالعہ اور خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر آپ نے بھی قضاء کی ذمہ داریوں کو خوش اُسلوبی کے ساتھ پورا کیا۔ قاضی بدھا رحمہ اللہ کے بعد قاضی قاسم رحمہ اللہ اور ان کے بعد قاضی قادن رحمہ اللہ مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۰)

شیخ محمود رحمہ اللہ:۔ قاضی قادن رحمہ اللہ نے بوقتِ وفات دو بچے یادگار چھوڑے ان میں سے ایک شیخ محمود رحمہ اللہ اور دوسرے شیخ آدم رحمہ اللہ تھے۔ شیخ محمود رحمہ اللہ نے علم وفضل میں کمال حاصل کیا اور بہت جلد آپ کی شہرت رُہتک اور اس کے گردونواح میں پھیل گئی۔

آپ کے دور میں کچھ ایسے خارجی اسباب پیدا ہو گئے تھے جن کے پیش نظر آپ نے منصب قضاء کو خیر باد کہہ دیا اور اعمال سلطانیہ میں مشغول ہو کر سپاہیانہ زندگی اختیار کر لی اس راہ میں اگرچہ آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ان تمام کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور قطعاً سپر انداز نہ ہوئے۔ گویا شیخ محمود رحمہ اللہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اُس روایت کی ابتداء کی جسے انتہاء تک پہنچا دینے کی سعادت حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔

شیخ محمود رحمہ اللہ نے آفریدہ نامی ایک نہایت عفت مآب اور شریف خاتون سے نکاح کیا جو کہ سولی پت کے سادات واشراف میں سے ایک بڑے شریف اور نجیب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام احمد رکھا گیا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۰)

شیخ احمد رحمہ اللہ:۔ شیخ احمد رحمہ اللہ نے بچپن ہی میں وطن مألوف کو خیر باد کہا اور رُہتک سے نکل کر حضرت شیخ عبدالغنی رحمہ اللہ بن شیخ عبدالحکیم رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ چونکہ آپ کی جبین سے ہونہاری واقبال مندی اور رُشد وہدایت کے آثار نمایاں تھے اس لیے شیخ عبدالغنی رحمہ اللہ نے آپ کی تعلیم وتربیت میں خصوصی دلچسپی لی حتیٰ کہ اپنی ایک صاحبزادی بھی ان کے حبالۂ عقد میں دے دی۔

کافی عرصہ تک شیخ کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ دوبارہ رُہتک واپس آ گئے اور آتے ہی یہاں قلعہ سے باہر ایک نہایت عالی شان عمارت تعمیر کرائی اور اپنے خاندان کے تمام قبائل کو یہاں جمع کر دیا۔

شیخ احمد رحمہ اللہ نے دو صاحبزادے یادگار چھوڑے۔ ایک شیخ منصور رحمہ اللہ اور دوسرے شیخ حسین رحمہ اللہ، شیخ منصور نہایت متواضع اور خلیق تھے۔ آپ شجاعت و بہادری اور تحمل ووقار میں بھی بے مثل تھے۔ آپ نے اوّلاً اپنے ماموں شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالغنی رحمہما اللہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ ان کے بطن سے معظم اور اعظم دو بچے پیدا ہوئے تھے کہ راہی ملک عدم ہو گئیں۔ پھر آپ نے ثانیاً ایک اور عورت سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے بھی عبدالغفور اور اسماعیل نامی دو بچے پیدا ہوئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۰-۲۱)

شیخ معظم رحمہ اللہ:۔ شیخ منصور رحمہ اللہ کے چار صاحبزادے میں سے شیخ معظم نے بڑی ناموری حاصل کی۔ علم وفضل میں کمال کے علاوہ فنونِ حرب میں بھی آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی اور بقول مصنف ''حیات ولی'' شیخ معظم رحمہ اللہ کی تاریخ زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف ہے اور جس کی مثال ایشیائی دنیا میں بمشکل مل سکتی ہے یہ ہے کہ آپ شجاعت و بہادری میں عدیم المثال اور لا جواب تھے۔ آپ کی شجاعت و بہادری کے بہت سے واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۱)

شیخ وجیہہ الدین رحمہ اللہ:۔ شیخ معظم رحمہ اللہ کے تین صاحبزادے تھے شیخ جمال الدین، شیخ فیروز اور شیخ وجیہہ الدین، ان میں سے مؤخر الذکر جناب شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے والد ماجد اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ کے جدِ امجد ہیں۔ آپ بڑے تقویٰ شعار اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ ابتدائی زمانہ میں سلطنت مغلیہ کی فوج میں بھرتی ہو گئے اور کسی بڑے معزز فوجی عہدہ پر فائز تھے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب اسلامی فوجیں مخالفین اسلام کے ساتھ برسر پیکار ہوتیں تو آپ پہلی صفوں میں نظر آتے مگر دورانِ سفر جب لشکر کے گھوڑے غریب کسانوں کے کھیتوں کو روندتے اور پائمال کرتے تو آپ کمال احتیاط کے پیش نظر لشکر سے الگ ہو جاتے اور اپنے گھوڑے کی باگ کھیتوں کی بجائے کسی اور طرف موڑ دیتے تھے۔

پورے خاندان میں کوئی شخص آپ سے زیادہ پُر مغز، عالی دماغ، حوصلہ مند، دقیق النظر، بردبار، خوش اخلاق، صائب الرائ، شجاع، فصیح و بلیغ اور عقیل وفیاض نہ تھا۔ امیرانہ شان وشوکت کے باوجود آپ انتہائی زیادہ منکسر المزاج تھے۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ والد مرحوم خدّام وملازمین سے جس رحیمانہ برتاؤ اور نرمی وانصاف سے پیش آتے تھے اس کی مثال کہیں نہیں پائی جاتی۔ آپ میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ میں تقاضائے بشریت کے مطابق آپ سے غلطی ہو جاتی اور کوئی متنبہ کر دیتا تو آپ اسے فوراً تسلیم کر لیتے۔ لیکن آپ کے حالات میں سب سے زیادہ قابل تعریف بات ہمیں یہ ملتی ہے کہ آپ کلامِ ربانی کے ساتھ انتہاء سے زیادہ عشق رکھتے تھے۔ سفر وحضر میں کلامِ الٰہی کو ہمیشہ پاس رکھتے بقول شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ دو پارے روزانہ تلاوت کرنا معمول تھا اور پھر تلاوت بھی بڑے تدبّر وتفکر کے ساتھ کرتے۔ آپ نے شاہجہان اور اورنگ زیب دونوں مغل بادشاہوں کا زمانہ پایا تھا۔

آپ نے شیخ رفیع الدین محمد بن قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز کی ایک دختر نیک اختر سے نکاح کیا تھا اور اس کے بطن سے تین بچے پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالرضا محمد رحمہ اللہ، شیخ عبدالحکیم رحمہ اللہ اور شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ آپ کو شیخ عبدالرحیم سے بہت زیادہ محبت تھی۔ سفر وحضر میں اکثر انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے شاید اس کمالِ محبت کا نتیجہ ہے کہ شیخ عبدالرحیم کو وہ عالمگیر شہرت نصیب ہوئی، جس سے ان کے دوسرے دونوں بھائی

محروم رہے۔ الغرض و شیخ وجیہہ الدین کے فضل و کمال روشن دماغی، صائب رائی، تدبیر و شجاعت، شوکت و ہیبت کی جہاں تک سچی تعریف مشین اور روزنی الفاظ میں کی جائے کم ہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۳-۲۴)

شاہ عبدالرحیم نقشبندی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا شیخ وجیہہ الدین رحمہ اللہ نے شیخ عبدالحکیم رحمہ اللہ، شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ اور شیخ ابوالرضا محمد رحمہ اللہ تین فرزند یادگار چھوڑے شیخ عبدالکریم رحمہ اللہ کے سوانح حیات سے کتب تاریخ بالکل خاموش ہیں۔ شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ عمر میں اگرچہ شیخ ابوالرضا محمد رحمہ اللہ سے چھوٹے تھے تاہم زہد و اتقاء اور علم و فضل کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ وہی بزرگ ہیں جن کے لختِ جگر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے آفتاب جہاں تاب بن کر اپنے علم و فضل کی ضیا پاشیوں سے دنیا کو بقعۂ نور بنا دیا۔

شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی تاریخ ولادت کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ۱۰۵۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور یہ وہ دور تھا جس میں اورنگ زیب عالمگیر سریر آرائے سلطنت تھا اگرچہ آپ کے والد شیخ وجیہہ الدین رحمہ اللہ ایک ممتاز فوجی عہدے پر فائز تھے اور گھر میں ناز و نعمت کے تمام ساماں موجود تھے مگر یہ ناز برداریاں شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی طبیعت پر قطعاً اثر انداز نہ ہوئیں۔ آپ ہمیشہ درویش صفت ہی رہے۔

چار سال کی عمر میں آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا۔ شیخ وجیہہ الدین رحمہ اللہ نے اپنے نونہال کو قرآن مجید کی تعلیم خود ہی دی۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے صرف و نحو اور ادب کی کتابیں پڑھ لیں، نو، دس سال کی عمر میں ''شرح عقائد'' اور ''حاشیہ خیالی'' وغیرہ کا درس اپنے برادرِ اکبر شیخ ابوالرضا محمد سے لیا۔ آپ نے مرز احمد زاہد ہروی کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیے اور ان سے ''شرح مواقف'' اور تمام کلامی و اصولی کتابوں کا درس لیا۔ ذہانت و فطانت کا یہ عالم تھا کہ ''شرح مواقف'' ایسی مشکل کتاب کے بھی کئی کئی صفحات ایک ہی نشست میں پڑھ لیتے تھے۔ غرضیکہ دس سال کی عمر میں آپ نے صرف، نحو، ادب، کلام، اصول، معقول وغیرہ تمام علوم کی تکمیل کر لی اور پھر گیارہویں سال فقہ و حدیث کی تعلیم میں مصروف ہو گئے۔ اور ان میں بھی کمال مہارت حاصل کر لی۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

> ''میں اپنے والد بزرگوار کے علم کے آگے دنیا بھر کے علماء کے علوم کو بالکل ایسا دیکھتا ہوں جیسے دریا کے مقابلہ میں قطرہ''

شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی تصنیفات اور کتب فقہ و حدیث پر ان کے حواشی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے اس قول میں قطعاً مبالغہ نہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اصلاح:۔ علومِ ظاہری میں تکمیل کے بعد آپ نے علوم باطنی کی طرف توجہ دینی شروع کی اور اس غرض سے حضرت خواجہ محمد باقی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ خرد رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی۔ پھر ان کے مشورہ سے ساداتِ بارہہ کے خاندان کے چشم و چراغ اور بہت بڑے بزرگ سیّد عبداللہ رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

دوسری بیعت اصلاح اور مجازیب سے ملاقاتیں:۔ ان کے علاوہ آپ نے خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی رحمہ اللہ اور سیّد عظمت اللہ رحمہ اللہ جیسے سلاطینِ علم و فضل سے اکتساب کیا اور ان سے بھی بیعت کی اجازت حاصل کی اور اسی اثنا میں آپ نے ہندوستان کے مختلف مقامات کا سفر اختیار کر کے بہت سے اہل اللہ اور مجذوبوں سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے روحانی مدارج طے کیے اور اس طرح شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی شخصیت علومِ ظاہری و باطنی کا سنگم بن گئی۔ آپ کے کمالِ علم و فضل کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب اورنگ زیب رحمہ اللہ نے ''فتاویٰ'' کی ترتیب کا کام وقت کے بڑے بڑے علماء و فضلاء کے ذمہ لگایا تو آپ کو بھی مدعو کیا گیا اور معقول مشاہرہ کے علاوہ جاگیر کی بھی پیشکش کی گئی تو آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں والدہ کے اصرار کے پیش نظر اسے قبول کر لیا اور ''فتاویٰ'' پر نظرِ ثانی کر کے اس کی بعض فقہی غلطیوں کی اصلاح کی۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جس طرح آپ نے شرک و بدعت کے خلاف تصنیف و تالیف اور وعظ و ارشاد سے جہاد کیا اسی طرح اس مقصد کے حصول کیلئے ایک عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد بھی رکھی جسے ''مدرسہ رحیمیہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس چشمۂ ہدایت سے بہت سے لوگوں نے کسبِ فیض کیا اور دور دراز سے آ کر تشنگانِ علوم نے اپنی تشنگی کو تسکین بخشی۔

شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے دو نکاح کیے۔ پہلا نکاح تو غالباً اس وقت کیا جب شیخ وجیہہ الدین رحمہ اللہ بقید حیات تھے مگر افسوس کہ اس کی تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں اور آپ نے دوسرا نکاح شیخ محمد رحمہ اللہ کی صاحبزادی سے کیا تھا۔ پہلی بیوی کے بطن سے ایک صاحبزادہ صلاح الدین رحمہ اللہ پیدا ہوا تھا جو کہ عالمِ شباب میں فوت ہو گیا اور دوسری بیوی کے بطن سے شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ دو قابل فخر فرزند تولد ہوئے۔ بالآخر ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ میں علم و عمل کا یہ آفتاب ستر سال تک ضیا پاشیوں کے بعد پوری دنیا کو سوگوار چھوڑتے ہوئے عہدِ فرخ سیر میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دہلی کے اُفق پر غروب ہو گیا۔ نور الله مرقدہ۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۴-۲۶)

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نقشبندی رحمہ اللہ:۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے ولی اللہ اور اہل اللہ رحمہما اللہ دو صاحبزادے یادگار چھوڑے اوّل الذکر وہی شخصیت ہے جو دنیا میں عارف باللہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اسم گرامی سے مشہور و معروف ہے اور جس کے علمی تبحر اور فضل و کمال کے پیش نظر اس خاندان کا شہرہ چہاردانگ عالم میں پھیل گیا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۷)

ولادت:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت شیخ محمد رحمہ اللہ کی دختر فرخندہ اختر کے بطن اطہر سے متولد ہوئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والد گرامی کو خواب میں بشارتیں دی گئی تھیں کہ تمہارے ہاں ایک ایسا فرزند جنم لے گا جو اپنے علم و فضل کی بدولت دنیا کیلئے سرچشمۂ ہدایت ثابت ہو گا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۷)

تعلیم و تربیت:۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے اپنے نونہال کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

اپنے والد گرامی کے علاوہ آپ نے شیخ محمد افضل سیالکوٹی رحمہ اللہ، شیخ وفد اللہ مکی بن شیخ محمد سلیمان مغربی رحمہ اللہ، شیخ ابوطاہر الکردی بن شیخ ابراہیم الکردی المدنی رحمہ اللہ جیسے علماء و فضلاء سے بھی ''موطا امام مالک، صحیح بخاری، موطا امام محمد، کتاب الآثار، اور مسند دارمی، وغیرہ کتبِ حدیث پڑھیں۔ یاد رہے کہ عربی مشائخ سے آپ نے حرمین شریفین کے قیام کے زمانہ میں استفادہ کیا تھا۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۷-۲۸)

سندِ فراغت:۔ چودہ سال کی عمر میں جب آپ نے تمام مروّجہ علوم کی تکمیل کر لی۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے آپ کو سندِ فراغت سے نوازنے کے موقع پر ایک خاص جلسہ منعقد کیا جس میں شہر کے تمام بڑے بڑے علماء، مشائخ، قضاۃ اور فقہاء کو مدعو کیا اور سب کی موجودگی میں اپنے بلند اقبال صاحبزادے کی دستار بندی کی اور آپ کے علم و عمر کی ترقی کیلئے دعا مانگی مجلس میں موجود تمام علماء و فضلاء نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ شیخ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۸)

سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت:۔ پندرھویں سال میں قدم رکھا تو آپ کے والد ماجد نے علم و باطن کے شرف سے بھی آپ کو معزز و ممتاز کرنا چاہا، چنانچہ آپ نے ان سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ میں اپنا زیادہ وقت صرف کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ والد صاحب کی زندگی ہی میں سلوک و عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر لیے اور اس علم کو بھی عروجِ کمال تک پہنچا دیا، چنانچہ انہوں نے آپ کو بیعت و ارشاد کی بھی اجازت دے دی۔ اور باطنی علوم کے متعلق مزید جو کچھ تلقین کرنا چاہا وہ بھی کر دیا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۸)

خداداد قابلیت:۔ معاملہ فہمی اور ادق مسائل کے حل کرنے کے ملکہ خصوصی سے بھی اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کو نواز رکھا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی جگہ سے شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک استفتاء آیا جس کا جواب دینے سے ہندوستان اور کئی دیگر ممالک کے بڑے بڑے علماء قاصر تھے کیونکہ بہت زیادہ الجھاؤ اور پیچیدگی کے سبب کوئی اس کا مفہوم ہی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد نہایت ذہین و فطین اور حدیث و فقہ کے ماہر تھے۔ شاہ صاحب نے فتویٰ ان کے سپرد کیا اور فرمایا کہ خوب سوچ سمجھ کر اس کا جواب لکھ دو۔ اس نے مسلسل ایک مہینہ تک اس فتویٰ کا نہایت غور و فکر سے مطالعہ کیا لیکن وہ بھی اسے سمجھنے سے قاصر ہی رہا اور جواب لکھنے سے معذرت کر دی۔ شاہ ولی اللہ کی عمر اس وقت کوئی سولہ برس ہو گی شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے فتویٰ ان کے سپرد کیا اور فرمایا امید ہے کہ تم اس کا جواب لکھ سکو گے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فتویٰ لے لیا اور گھر آ کر اس کا جواب لکھ دیا۔

......جواب اس قدر صواب اور شافی تھا کہ شاہ عبدالرحیم اور تمام طلبہ نے حسین و آفرین کے پھول نچھاور کیے اور امید ظاہر کی کہ اگر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ چند روز اور علمی مشق اور تعلیمی مشاغل جاری رکھیں تو تمام آئمہ وقت اور فقہاءِ عصر پر فوقیت لے جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۸-۲۹)

حج بیت اللہ:۔ ۱۱۴۳ھ کے آخر میں آپ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مکمل ایک سال حرمین شریفین میں بسر کیا۔ اسی اثناء میں آپ نے نامور مشائخ عرب سے روایت حدیث کی۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء سے ملے اور ہر طبقہ کے مشائخ سے استفادہ کیا۔ ان میں سے شیخ محمد وفد اللہ بن شیخ محمد سلیمان المغربی رحمہ اللہ، شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی رحمہ اللہ مدنی، شیخ تاج الدین قلعی حنفی رحمہ اللہ، شیخ شناوی رحمہ اللہ، شیخ احمد قشاشی رحمہ اللہ، سید عبدالرحمٰن ادریسی رحمہ اللہ، شیخ شمس الدین محمد بن علاء بابلی رحمہ اللہ، شیخ حسن عجمی رحمہ اللہ، شیخ احمد نخلی رحمہ اللہ اور شیخ عبداللہ بن سالم البصری رحمہ اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۱۴۵ھ میں آپ کو دوبارہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۱۴۵ھ کو مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور پھر دہلی کے مدرسہ رحیمیہ کی مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اسی طرح عمر کی باقی اکتیس بہاریں بھی نشر و اشاعتِ دین، مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی خدمات کی نذر کر دیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۹)

ترجمہ قرآن:۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی دینی خدمات میں سب سے زیادہ وزنی شاید یہ ہے کہ آپ نے دورِ جدید میں سب سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ ترجمہ وقت کے تقاضا کے مطابق فارسی زبان میں تھا۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۳۱)

''فتح الرحمان'' یعنی ترجمہ قرآن کے علاوہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اور بھی بہت سے علوم و فنون پر عربی و فارسی میں بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ یہ کتابیں کیا ہیں علم و ادب کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے بحر ناپیدا کنار ہیں۔ ان پر تفصیلی تبصرہ کا تو یہ موقع نہیں مختصر سی کیفیت کے ساتھ ان میں سے مطبوع کے اسماء ذکر کر دینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۳۳)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ذوق تصوف پر مایہ ناز کتب

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	فن	مختصر کیفیت
۱-	حجة الله البالغه	عربی	اسرارِ شریعت	اسرار حدیث اور مصالحِ احکام ایسے دلنشیں انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ اس کی مثال متقدمین کے ہاں ملنی بھی مشکل ہے، حکمت، حدیث، فقہ، تصوف، اخلاق اور فلسفہ وغیرہ بہت سے علوم اس کتاب میں ہیں:
۲-	فیوض الحرمین	عربی	تصوف	اس رسالہ میں حرمین کے واقعات کے علاوہ تصوف کے بہت سے مبحث آ گئے ہیں۔
۳-	الطاف القدس	فارسی	تصوف	اس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے الہامات کو ذکر کیا ہے
۴-	الدر الثمین فی مبشرات النبی الکریم	عربی	تصوف	اس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے والد بزرگوار اور عم محترم شیخ ابوالرضا محمد رحمہما اللہ کے وہ واقعات لکھے ہیں جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی روح مبارک سے حاصل کیے۔
۵-	شرح رباعیتین	فارسی	تصوف	یہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی دو رباعیوں کی نہایت عمدہ شرح ہے۔
۶-	الحبیب المنعم فی مدح سید العرب والعجم	فارسی	سیرت	جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آنحضرت ﷺ کی تعریف میں یہ ایک مایہ ناز تالیف۔

۷-	سطحات	فارسی	تصوف	اس رسالہ میں اسم الٰہی، اصطلاحات صوفیہ اور تصوف کے بہت سے رموز وارشادات کی تشریح ہے۔
۸-	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	فارسی	تصوف	اس میں اولیاء اللہ کے حالات واقعات مذکور ہیں۔
۹-	ہوامع شرح حزب البحر	فارسی	ادعیہ	دعاء حزب البحر کی نہایت عمدہ شرح ہے۔
۱۰-	القول الجمیل	عربی	تصوف	
۱۱-	العطیة العمدة فی الانفاس المحمدیه	عربی	تصوف	
۱۲-	مکتوبات	فارسی	تصوف	
۱۳-	مکتوب مدنی	فارسی	تصوف	
۱۴-	ہمعات	فارسی	تصوف	
۱۵-	لمعات	فارسی	تصوف	
۱۶-	خیر کثیر	فارسی	تصوف	
۱۷-	شفاء القلوب	فارسی	تصوف	
۱۸-	البدور البازغہ	فارسی	تصوف	
۱۹-	زہراوین	فارسی	تصوف	
۲۰-	تفہیمات	فارسی	تصوف	
۲۱-	عوارف	عربی	تصوف	
۲۲-	الامداد فی مآثر الاجداد	فارسی		
۲۳-	نبذۃ الابریزیہ فی لجنتہ العزیزیہ	فارسی		

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۴-۳۷)

وفات:۔ اسلام کے اس بطل جلیل، عظیم مفکر، نامور روحانی پیشوا اور مجدّدِ علوم وفنون نے ساری زندگی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں بسر کرنے کے بعد تریسٹھ برس کی عمر میں خفیف سے مرض میں مبتلا ہو کر ۱۱۷۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی اور شاہجہان آباد کے جنوبی جانب پرانی دلی میں اپنے والدِ مرحوم کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ ''رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً'' **تاریخ وفات** اس مصرعے سے نکلتی ہے۔

عامام اوبود امام اعظم دیں

آپ نے شاہ محمد رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، رفیع الدین رحمہ اللہ، شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ اور شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ فرزندانِ گرامی یادگار چھوڑے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۹)

شاہ صاحب کی اولاد امجاد

شاہ محمد بن ولی رحمہ اللہ صوفی صافی بزرگ: ۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ صاحب کے حالات میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو پانچ صاحبزادے یادگار چھوڑے۔ ان میں سب سے بڑے حضرت شاہ محمد رحمہ اللہ تھے۔ آپ اپنے دیگر بھائیوں کی طرح مشہور و معروف نہیں ہیں شاید اسی وجہ سے اکثر و بیشتر تذکرہ نگاروں نے آپ کا ذکر خیر ہی نہیں کیا۔ آپ بہت زیادہ صاحب علم اور صوفی صافی بزرگ تھے۔

ولادت ونشاۃ دہلی میں ہوئی۔ تمام علم اپنے والد گرامی سے پڑھے۔ جب تک وہ بقیدِ حیات تھے آپ ان کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد بڑھانہ منتقل ہو گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ ۱۲۰۸ھ میں دنیا فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار گئے۔ بڑھانہ کی جامع کبیر میں آپ کا مدفن ہے۔
(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۴۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز نقشبندی رحمہ اللہ:۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے دوسرے نامور صاحبزادے ہیں۔ ۱۱۵۹ھ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ تاریخی نام ''غلام حلیم'' تھا۔ خاندانی روایت کے مطابق نہایت ذہین فطین، سلیم الطبع خوش فہم اور طباع تھے۔

شاہ صاحب کے خلیفہ سے کسب علم:۔ جب حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا اس وقت آپ سولہ برس کے تھے اگرچہ ان مذکورہ علوم میں مہارت حاصل کر کے اس وقت تک فارغ ہو چکے تھے تاہم علمی تشنگی کی مزید تسکین کیلئے آپ نے اپنے والد کی وفات کے بعد شیخ نور اللہ بڑھانوی رحمہ اللہ شیخ محمد امین کشمیری رحمہ اللہ اور شیخ محمد عاشق بن عبید اللہ پھلتی رحمہ اللہ سے بھی کسب فیض کیا۔ یاد رہے یہ تینوں بزرگ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے جلیل القدر رفقاء میں سے تھے۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ایک مستقل رسالہ بھی ہے جس میں آپ نے جو اپنے والد گرامی سے پڑھا اور جو دیگر علماء سے پڑھا ہر ایک کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

''سنن نسائی'' کا بقیہ اور دیگر کتبِ صحاح میں نے شیخ نور اللہ اور خواجہ محمد امین سے پڑھیں اور ان کے علاوہ دیگر کتب کی سند اجازت میں نے اپنے والد کے افضل ترین خلیفہ شیخ محمد عاشق پھلتی رحمہ اللہ سے حاصل کی اور ان تینوں بزرگوں نے میرے والد صاحب سے پڑھا تھا۔ یاد رہے کہ شیخ محمد عاشق تو شیخ ابوطاہر مدنی سے پڑھنے میں میرے والد مرحوم کے شریک بھی رہے تھے جیسا کہ آپ کی اسانید ''الارشاد فی مهمات الاسناد'' اور دیگر کتابوں میں مذکور ہیں''

جناب شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ صاحب اپنے وقت کے نہایت زبردست عالم تھے۔ اس زمانہ کے تمام علماء ومشائخ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور بڑے بڑے فضلاء آپ کی خدمتِ تلمذ پر بے حد فخر کیا کرتے تھے۔ آپ کا علوم متداولہ وغیرہ میں وہ پایۂ تھا جو بیان میں نہیں آ سکتا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۴۱-۴۳)

سفر آخرت: اس کے بعد آپ نے عربی وفارسی کے چند اشعار جو معرفتِ الٰہی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے ایسے دردناک لہجہ میں پڑھے کہ سامعین پر رقت کا عالم طاری ہو گیا۔ بعد ازیں آپ نے وصیت فرمائی کہ میری تجہیز وتکفین مسنون طریقہ کے مطابق کی جائے کفن کیلئے سادہ کپڑا جیسا کہ میں پہنتا رہا ہوں استعمال کیا جائے۔

پھر آپ اوراد ووظائف میں مشغول ہو گئے۔ زبان پر آیت شریفہ ''توفنی مسلما و الحقنی بالصلحين'' کا ورد جاری تھا کہ ۷ شوال بروز یک شنبہ بوقت صبح ۱۲۴۸ھ کو آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور اسی وقت اعزہ وا قارب کی زبان سے غلغلہ بلند ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۴۸)

شاہ رفیع الدین نقشبندی رحمہ اللہ:۔ شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے چھوٹے اور انہیں کی طرح یگانۂ روزگار محدّث، متکلم اور اصولی تھے۔ ۱۱۶۳ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ رحیمیہ میں تعلیم حاصل کی اپنے والدِ ماجد حضرت شاہ ولی رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر بڑے بڑے علماءِ کرام سے بھی علم حاصل کیا صرف ونحو، منطق وفلسفہ، ادب وانشا اور تفسیر وحدیث بہت سے علوم میں دسترس رکھتے تھے تفسیر وحدیث کی سند تو اپنے برادرِ اکبر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۴۸-۴۹)

شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا کسب فیض باطن:۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند رشید اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ وشاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ علم وفضل اور ورع وتقویٰ میں اپنے خاندان کی روایات کے امین تھے۔

۱۱۶۷ھ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ بچپن ہی سے بڑے باوقار اور سنجیدہ تھے تمام تعلیم اپنے والدِ ماجد ہی سے حاصل کی۔ علوم ظاہری

کے ساتھ ساتھ کسب فیض باطن بھی کیا اور اس سلسلہ میں دوسرے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا پوری زندگی تعلیم وتدریس میں بسر کی علم وفضل، فہم وفراست، ورع وتقویٰ اور سیاسی تدابیر کے پیش نظر وقت کے تمام علماء، امراء سلاطین اور شہزادوں کی گردنیں آپ کے سامنے جھکی رہتی تھیں۔ ایک تذکرہ نویس نے یہ بالکل بجا کہا ہے:

> ''اگر چہ درویش صفت انسان تھے مگر روٴسائے شہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، بسبب ادب کے خاموش بیٹھتے اور بدوں آپ کی تحریک کے مجالِ سخن نہ پاتے اور ایک یا دو بات سے زیادہ منہ سے نہ نکلتی'' (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۵۱)

کثرت سے کرامات کا ظہور:۔ آپ بہت زیادہ صاحبِ کرامت بزرگ تھے آپ کی بہت سی کرامات زبانِ زد عام وخاص تھیں مولوی فیض الحسن صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ صاحب سے کرامات کا اس زور شور سے صدور ہوتا تھا جیسے خزاں کے زمانہ میں پت جھڑ یا بارش کے وقت بُوندیں گرتی ہوں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۵۲)

شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ:۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں اپنے اسلاف کی سچی تصویر تھے۔ ساری زندگی عبادت وریاضت اور تہجد گزاری وشب زندہ داری کے پیش نظر گوشۂ گمنامی میں بسر کی اور اسی وجہ سے آپ کی زیادہ شہرت نہ ہوسکی اور مفصل حالاتِ زندگی بھی پردۂ اخفا میں ہیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۵۴)

فقر، استغناء وتقویٰ:۔ آپ کے فقر، استغناء اور تقویٰ کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ خان امیر شاہ رحمہ اللہ، مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ کے ہاں کئی وقت کا فاقہ ہوا اس کا تذکرہ ان کی خادمہ نے کہیں کردیا۔ اس کی خبر کسی ذریعہ سے مفتی صدر الدین خان رحمہ اللہ کو بھی ہوگئی۔ مفتی صاحب نے تین سو روپے شاہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے واپس کر دیئے۔ اس پر مفتی صاحب رحمہ اللہ وہ روپے لے کر خود حاضر ہوئے اور تخلیہ میں روپے پیش کیے اور فرمایا کہ شاید حضور کو خیال ہو کہ یہ صدر الصدور ہے رشوت لیتا ہوگا۔ اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ میں رشوت نہیں لیتا بلکہ یہ روپے میری تنخواہ کے ہیں۔ آپ ان کو قبول فرمالیجئے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا میں تمہاری نوکری کو بھی اچھا نہیں سمجھتا اور اس لیے میں ان کے لینے سے معذور ہوں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ نے خادمہ کو بلا کر فرمایا نیک بخت! اگر فاقہ کی برداشت نہیں ہے تو اور گھر دیکھ لو مگر خدا کیلئے ہمارا راز افشا نہ کرو۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۵۵)

اہلیہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا علاؤالدین صاحب پھلتی رحمہ اللہ کی دختر فرخندہ اختر فاطمہ آپ کے حبالۂ عقد میں تھیں، یہ وہی سعادت مند خاتون ہیں جس کے بطنِ اطہر سے حضرت امام محمد اسماعیل رحمہ اللہ نے جنم لیا جن کے غلغلۂ علم وعمل سے چاردانگِ عالم گونج اُٹھا جب آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ کا خیال تھا کہ آپ کی رضاعت کے فرائض کسی نیک انّا کے سپرد کر دیئے جائیں مگر اس نیک بخت خاتون نے اسے تسلیم نہ کیا اور اپنے لاڈلے کو خود ہی دودھ پلایا۔

آپ کو اپنے فرزند ارجمند کی معیت میں حجِ بیت اللہ کی بھی سعادت نصیب ہوئی اور آپ حضرت سیّد احمد سے بیعت بھی تھیں۔ حج کے موقع پر مکہ معظّمہ میں ہی قیام پذیر تھیں کہ سخت بیمار پڑگئیں اور آخر کار پیام اجل آپہنچا اور عازم ملک عدم ہوگئیں جنت المعلّٰی میں آپ محوِ استراحت ہیں غفر اللہ لہا ونورّ مرقدھا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۵۵-۵۶)

امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ

دنیا کے عظیم المرتبت اور اولوالعزم اشخاص کی حیات ایک سرِّ نہاں ہوتی ہے اور وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بدولت جو کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں وہ آنے والی نسلوں کیلئے مینارۂ نور ثابت ہوتے ہیں ایسی ہی مقدس شخصیتوں میں سے ایک حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ بھی تھے جن کی سوانح حیات اور مجاہدانہ کارناموں کی تفصیل آپ اس کتاب میں پڑھیں گے معلوم ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات نے حب الٰہی، عشق

رسول ﷺ علم وعمل، ولولۂ جہاد، تڑپ احیائے دین اور سوز وگداز سے ایک آمیختہ بنایا اور نام اس کا اسماعیل رکھ دیا بلکہ سچ پوچھئے تو حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی حیات کائنات کی تمام تصوّری اور نظری خوبصورتیوں سے تعبیر ہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۵۸)

ولادت باسعادت:۔ اس نابغۂ عصر اور عبقری زماں (Genius) محدث ومفسر، فقیہہ ومتکلم، مصنف ومبلغ اور غازی ومجاہد نے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۷۷۹ء کو اس عالمِ رنگ وبُو کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازا اور یہی روایت مستند ہے۔ میر شہامت علی نے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸ شوال ۱۱۹۶ھ لکھی ہے مگر یہ روایت غلط ہے یہ سعادت پُھلت ضلع مظفر نگر کے حصہ میں آئی کہ اس کے فلک پر یہ ماہِ شب چہاردھم نمودار ہوا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۵۹)

تعلیم وتربیت:۔ والدین نے نہایت عمدہ طریق سے اپنے نونہال کی تربیت کی پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ صاحب اپنے لاڈلے کی رضاعت کے فرائض کسی انا کے سپرد کرنا چاہتے تھے مگر آپ کی والدہ ماجدہ نے اسے تسلیم نہ کیا اور اپنی کمزوری وناتوانی کے باوجود اپنے صاحبزادہ کو خود ہی دودھ پلایا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۵۹)

اولاد کی دنیا سے بے رغبتی:۔ حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ہاں صرف ایک صاحبزادہ گرامی شاہ محمد عمر صاحب رحمہ اللہ نے جنم لیا۔ آپ کی ولادت ونشاَت دہلی میں ہوئی تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد مسندِ تدریس پر رونق افروز ہوئے۔ انتہائی عابد وزاہد اور تہجد گزار وشب زندہ دار تھے۔ ساری زندگی قناعت، عفاف، توکل، استغناء تبتل الی اللہ اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ گزار دی۔ حتیٰ کہ ابومظفر تیموری رحمہ اللہ بادشاہ نے اکثر آپ کی ملاقات کی تمنا کی اور ارکینِ سلطنت کے ہاتھ پیغام ملاقات بھیج کر قلعہ کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازنے کی استدعا کی مگر آپ نے جواب میں یہی فرمایا کہ جس باپ کی نسبت سے بادشاہ مجھ سے ملاقات چاہتے ہیں ان کی بزرگی اور تقدس مجھ میں نہیں ہے اسی عذر کے پیشِ نظر آپ کبھی ملاقات کیلئے نہ گئے۔ حضرت میاں سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

> ”مولانا محمد عمر نہایت عابد وزاہد آدمی تھے نماز نہایت ہی خشوع وخضوع سے ادا کرتے، رکوع وسجود میں اتنا مکث طویل کرتے کہ آدمی سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ ۲۷-۲۸ بار پڑھ لیتا۔“ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۶۶-۶۷)

خواب میں حضور ﷺ کی زیارت:۔ خاں امیر شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مفتی صدر الدین صاحب رحمہ اللہ کی زبانی یہ بیان فرمایا ہے، مشہور تھا کہ مولوی محمد عمر صاحب رحمہ اللہ کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیارت ہوتی ہے اس پر میں اور امام صاحب رحمہ اللہ جامع مسجد اور دو دوسرے اشخاص نے اصرار کیا کہ ہم کو بھی زیارت کرا دیجئے مگر مولوی محمد عمر صاحب نے منظور نہ کیا لیکن ہم نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہیں اور مولوی محمد عمر رحمہ اللہ آپ ﷺ کو مورچھل جھل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدر الدین آؤ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر لو اور بعینہٖ یہی خواب امام صاحب رحمہ اللہ نے دیکھا اور اسی طرح ان دوسرے اشخاص نے دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو میں امام صاحب کی طرف چلا تاکہ ان سے یہ خواب بیان کروں اور وہ اپنا خواب بیان کرنے کیلئے میری طرف چلے اور وہ دوسرے اشخاص بھی ہماری طرف چلے۔ اتفاق سے راستہ میں ایک مقام پر ہم سب مل گئے اور میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس جا رہا تھا۔ رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس آ رہے تھے ہم نے بھی بعینہٖ یہی خواب دیکھا ہے۔ اب ہم سب مل کر مولوی محمد عمر صاحب رحمہ اللہ کے مکان پر آئے تو اس وقت مولوی صاحب رحمہ اللہ اپنے مکان کے سامنے ٹہل رہے تھے ہم نے ان سے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں ہوں اور یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۶۷)

سیّد صاحب کی بیعت طریقت کا آغاز:۔ حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ کو دہلی میں تشریف لائے ہوئے ابھی تھوڑی مدّت ہی ہوئی تھی کہ آپ نے بیعت طریقت لینے کا سلسلہ شروع فرما دیا اور یہ ۱۲۳۴ھ بمطابق ۱۸۱۸ء کی بات ہے آپ کے دستِ حق پرست پر سب سے

پہلے بیعت کرنے والے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پُھلتی رحمہ اللہ تھے۔ آپ نے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ سے پہلے بیعت کی اور ترقی درجات و بلندی مراتب میں وہ مقام حاصل کرلیا کہ یہ دونوں مقدس شخصیتیں بھی آپ کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ آپ کے بعد یہ دونوں بزرگ بھی بیعت ہوگئے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مولانا عبدالحیٔ کی بیعت طریقت :۔ ایک روز مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ نے اسرارِ نماز اور حضورِ قلب کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ تصوف و اخلاق کی کتابوں میں ان اُمور کی تشریح موجود ہے مثلاً ''احیاء علوم الدین'' وغیرہ لیکن مُرشد کامل کے بغیر حصولِ متصد مشکل ہے اور اس کے لیے انہوں نے حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی طرف رجوع کا مشورہ دیا۔

مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مشورہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے فوراً حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر اپنی آمد کا متصد بیان کیا تو حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے۔

نماز کی حقیقت یہ ہے کہ چونکہ ربِ ذوالجلال والاکرام نے حضرتِ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کے سر پر تاجِ خلافت رکھا ہے لہٰذا اسے حکم دیا کہ اس کے دربارِ عالی میں روزانہ حاضری دے ورنہ غیر حاضری کی صورت میں سخت باز پُرس کی جائے گی۔ پس نماز اس شہنشاہِ عالی کے بلند مرتبت دربار میں حاضری سے تعبیر ہے۔ لہٰذا نماز پڑھتے وقت یہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ میں کس ذاتِ اقدس کے دربار میں حاضری دے رہا ہوں اس دربار کے تقدس کا تقاضا ہے کہ انسان پاک اور طیب لباس زیب تن کرے اور ہر طرح کی صفائی، پاکیزگی، نظافت اور طہارت کا خیال رکھے اسی لیے قبل از نماز وضو ضروری قرار دیا گیا اور اگر ضرورت ہو تو غسل بھی پھر نماز میں خشوع و خضوع کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر رکن کے مضمون پر غور کیا جائے اور جس سورۃ کی تلاوت کی جارہی ہو اس کے مضامین پر بھی تدبر کیا جائے۔

دربار الٰہی میں انتہائی عقیدت، احترام، تعظیم اور اخلاصِ نیت سے کھڑا ہونا چاہئے اور تصور یہ ہو کہ میں ہر طرف سے اپنے رُخ کو پھیر کر صرف اور صرف اسی کی طرف موڑ رہا ہوں اور جس طرح چہرہ کعبہ کی طرف ہوتا ہے ایسے ہی روح کی توجہ بھی ذاتِ اقدس کی طرف ہونی چاہیے یعنی نماز پڑھنے والے کو ظاہری و باطنی ہر طرح سے خدا سے لو لگا لینی چاہیے۔

جب قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہے تو تصور میں یہ ہو کہ اے اللہ! میں دنیا و مافیہا سے دستبردار ہو کر تیری طرف متوجہ ہو رہا ہوں اور دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر نہایت خشوع و خضوع اور ادب سے کھڑا ہوں اور تصوّر یہ ہو کہ اس شہنشاہِ عالی کے دربار میں کھڑا ہوں جو کہ میری تمام حرکات و سکنات کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔

پھر دعا استفتاح پڑھے چونکہ شیطانِ لعین انسان کا ازلی و ابدی دشمن ہے جو ہر وقت اسے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے لہٰذا اس خطرہ کے پیشِ نظر کہ وہ کہیں بہکا نہ دے تعوذ پڑھنا ضروری قرار دے دیا گیا اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ تلاوت کرے اور پھر ارادۂ پابوسی کرتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر دربار الٰہی میں جھک جائے اور خیال میں ہو کہ اے اللہ! تیری عظمت و جلال کے پیشِ نظر میری کمر جھک گئی اور زبان سے ''سبحان ربی العظیم'' کا نغمہ الاپ رہا ہوں۔ جب رکوع میں حضوری کی سی کیفیت پیدا ہو جائے تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور دل میں خیال یہ کرے کہ اے اللہ! میں تیری اطاعت و فرمانبرداری پر مستقیم ہو گیا ہوں۔ اب پھر ارادۂ پابوسی سے ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا سجدہ ریز ہو جائے اور ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کا بار بار اس تصور سے ورد کرے کہ اے اللہ! میں نے اپنے اعضاء میں سب سے افضل یعنی سر کو تیرے آستانہ عالیہ پر رکھ دیا ہے۔

زندگی کی اب یہی سب سے بڑی ہے آرزو
ہو جبینِ شوق میری اور تیرا آستاں

سجدہ چونکہ تقرب الٰہی اور انوار و تجلیات کے نزول کا محل ہے اس لیے بندہ ہیبت خداوندی کے سبب تمام مضمون ایک مرتبہ عرض کرنے سے قاصر ہے اس لیے حکم ہوا کہ کچھ دیر ٹھہر کر دوسری بار پھر عرض کرے اسی وجہ سے سجدہ سے سر اٹھا کر کچھ دیر بیٹھنا پڑتا ہے اور کہنا پڑتا ہے ''اللھم

اغفرلی و ارحمنی و اهدنی وارزقنی و ارفضنی و اجبرنی ''پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ ریز ہو جائے۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور خیال میں ہو کہ اب میں دربارِ الٰہی میں بیٹھنے کے قابل ہو گیا ہوں اور قعدہ میں بیٹھ جائے چونکہ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر دربار میں خاموش بیٹھنا سُوءِ ادب ہے لہٰذا قعدہ میں بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہنے کا حکم ہوا ''التحیات للہ'' الخ پھر خیال کرے کہ اب دربار خداوندی سے رخصت کا وقت آ گیا لہٰذا سرورِ دنیا ودیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور اپنے لیے دعا کے بعد دائیں بائیں کے نمازی بھائیوں اور فرشتوں کو سلام کہتا ہوا رخصت ہو جائے۔ یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے آخر میں سیّد صاحب نے فرمایا:

> ''مولانا صاحب! حصولِ ایں مقصد به گفتگو راست نمی آید. ہمیں نماز است که در بدو نبوت سیّد الانبیاء اصلی الله علیه وسلم را حضرت جبرائیل امین بحکم رب العالمین برائے تعلیم آں امامت فرموده اند. بیا برخیزد تحریمه دو رکعت نماز به اقتدایم بربند مولانا علیه الرحمة حسب المامور به عمل آورده تحریمه دو رکعت نماز به اقتدائے آں عالی جناب بربستند. دریں مقام اکثر آں عالی مقام، (مولانا عبدالحئی) بیان می فرمودند که آنچه در آں دو رکعت یافته ام ہیچ گاه در عمر خود نیافته ام''
>
> **ترجمہ:** مولانا صاحب! یہ مقصد گفتگو سے حاصل نہیں ہو سکتا یہی نماز ہے جو حضرتِ جبریل امین علیہ السلام نے بحکم رب العالمین امام بن کر حضرت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء نبوت میں پڑھائی تھی۔ اٹھیے! اور دو رکعت نماز میری اقتداء میں پڑھ لیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحئی نے سید صاحب کی اقتداء میں دو رکعت نماز کی نیت باندھ لی۔ اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان دو رکعتوں میں جو کچھ حاصل ہوا وہ ساری زندگی حاصل نہ ہو سکا۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۶۸-۷۰)

ایک رات میں منازل سلوک طے کرنا:۔ مولانا کرامت علی صاحب جون پوری نے اس بارے میں مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ کا جو بیان اپنی کتاب ''نورٌ علیٰ نورٌ'' میں نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا عبدالحئی نے سلوک الی اللہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے استفسار کیا تو انہوں نے حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا ہر چند کہ تصوف وسلوک میں حضرت شاہ صاحب موصوف کا مقام بہت بلند تھا لیکن مولانا محترم کی تسلی نہ ہوئی تو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سیّد صاحب کی طرف مراجعت کیلئے کہا۔ چند روز بعد سیّد صاحب رحمہ اللہ، مولانا عبدالحئی اور حضرت امام صاحب رحمہ اللہ رات کو مدرسہ میں سوئے ہوئے تھے کہ آدھی رات سے کچھ قبل حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے مولانا کو آواز دی اور فرمایا اٹھیے! اور اس وقت اللہ کے کیلئے وضو کیجیے، دو تین قدم چلنے کے بعد روک کر بار بار فرمایا اور پھر فرمایا کہ اللہ کیلئے نماز پڑھیے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں مشاہدہ جلال میں اس طرح غرق ہوا کہ کچھ ہوش باقی نہ رہا اور روتے روتے آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی۔ جب دو رکعت نماز پڑھ چکا تو خیال آیا کہ فاتحہ نہیں پڑھی پھر نیت باندھ لی غرض اسی طرح بار بار کسی فرض کے ترک کا خیال آتا اور میں ازسرِ نو نیت باندھ لیتا اس طرح کم وبیش سو رکعت پڑھ لیں۔ پھر استغفار پڑھنے لگا حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۱)

مرشد کامل کی اقتدا کی دو رکعتیں:۔ حضرت مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ نے صبح اپنا تمام ماجرا حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے کہہ سنایا حضرت نے سماعت فرماتے ہی مولانا کو ساتھ لیا اور حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جا پہنچے۔ آپ نے حضرت امام صاحب کو بھی مولانا صاحب رحمہ اللہ کی طرح دو رکعت نماز پڑھائی۔ اسی دن سے ان دونوں مقدس شخصیتوں نے حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کے دامن کو اس طرح تھاما کہ تا زیست جُدا نہ ہوئے صاحب ''انوار العارفین'' نے بھی لکھا ہے۔

> ”شاہ اسماعیل رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحیٔ رحمہ اللہ اکٹھے امتحان کی غرض سے سیّد صاحب رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور نماز میں حضورِ قلب کے متعلق سوال کیا تھا۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا آج رات میرے حجرے میں آ کر میرے پیچھے دو رکعت نماز ادا کیجیے، چنانچہ دو رکعت نماز سیّد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ پڑھ چکنے کے بعد دو رکعتوں کی نیت باندھ لی۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ کی صحبت اور حقانی توجہ کی برکت سے ساری رات استغراق میں گزار دی بس اس وقت سے ایسے معتقد ہوئے کہ پھر ساتھ نہ چھوڑا“

ہنٹر نے بھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ کے پہلے دو مرید وہ شخص تھے جو اپنے لاثانی ضمیری جوہروں اور اعلیٰ قابلیتوں میں اپنے وقت کے فرد اکمل تھے یہ دونوں فرد اکمل دہلی کے سب سے بڑے حکیم یا فاضلِ اجل (حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ) کے کنبے سے تعلق رکھتے تھے“ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۱-۷۲)

مولانا یوسف رحمہ اللہ کی بیعت اور شہادت:۔ لیکن یاد رہے کہ یہ دونوں بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ پھلتی رحمہ اللہ کے بعد حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”مجھے بیعت کیے ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ایک روز شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمتِ والا درجات میں حاضر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ میاں! سیّد کے فیض صحبت سے جو نعمتیں حاصل ہوئیں ان کی کیفیت بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ سیّد علی تبار کے رتبے کا اندازہ میرے لیے مشکل ہے، البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ خدا نے آپ پر خاص احسان فرمایا جس کا شکر واجب ہے۔ آپ کو دو علم عطا فرمائے تھے علم ظاہر کے حامل شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تھے علمِ باطن کی وراثت سنبھالنے کیلئے خدا نے سیّد صاحب رحمہ اللہ کو کھڑا کر دیا یہ سن کر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے بارے میں کلماتِ عجز کہے، پھر فرمایا:

میاں! یہ بات سمجھنے کے لائق ہے۔ بارگاہِ احدیت کے محبّ بہت ہیں محبوب کمیاب ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ربُ العالمین تھے۔

فرمایا: مرتبۂ محبوبیت مرتبہ رسالت کی طرح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہو۔

میں نے عرض کیا: مثلاً محبوب سبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ۔

فرمایا: محبوبیت کا مرتبہ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ پر بھی ختم نہیں ہوا۔ محبّ ہمیشہ بلا و محنت اور رنج و الفت میں مبتلا رہتے ہیں اس کے برعکس محبوبوں کو کوئی تکلیف نہیں دیتا بلکہ ان کے راحت و آرام کو دل و جان سے پسند کیا جاتا ہے۔ رب العالمین کے محبوں کو اکثر سرگردانی و پریشانی لاحق رہتی ہے، لیکن محبوبانِ بارگاہِ اقدس دنیا میں البسۂ فاخرہ، اطعمہ لذیذہ اور خدم و حشم سے ممتاز رہتے ہیں اور آخرت میں اس سے بھی زیادہ انعام پاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سیّد صاحب رحمہ اللہ کا نام تو نہ لیا لیکن تمام اشارے بداہتۂ آپ ہی کی طرف تھے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۲-۷۳)

تلامذہ:۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا صراحت اور تفصیل کے ساتھ آپ کے تلامذہ کے متعلق علم نہیں ہو سکا۔ تاہم جستجو اور تلاش کے بعد آپ کے جن تلامذہ کا سراغ مل سکا ہے ان کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت سیّد احمد شہید، (۲) مولانا سخاوت علی جونپوری، (۳) مولانا عبدالحق بنارسی، (۴) مولانا عبداللہ علوی، (۵) مولانا عبدالہادی جھوکوی، (٦) سیّد محمد بن اعلیٰ نصیر آبادی، (۷) مولانا معین الدین سہوانی، (۸) مولانا وحید الدین پھلتی، (۹) مولانا ولایت علی صادقپوری، (۱۰) مولانا کرامت علی دہلوی، (۱۱) مولانا جعفر علی بستوی، (۱۲) مولانا جلال الدین بنارسی رحمہم اللہ۔

اب ان حضراتِ گرامی کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، وبیدہ التوفیق۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز نقشبندی سے بیعت اصلاح:۔ حضرت امام ہمام مجاہد کبیر شہید رحمہ اللہ سعید سیّد احمد بن عرفان بن نور حسنی بریلوی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام قطب الدین محمد بن احمد مدنی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے اور آپ کا سلسلہ نسب ۳۶ واسطوں سے سیّدنا امیر المومنین حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے آپ ۶ صفر ۱۲۰۱ھ (۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء) کو پیر کے دن رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کو مکتب میں بٹھادیا گیا لیکن کوششوں کے باوجود آپ کی طبیعت تحصیلِ علم کی طرف مائل نہ ہوئی لیکن اس کی وجوہ معلوم نہیں ہوسکیں اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ تمام عمر ناخواندہ ہی رہے جیسا کہ بعض لوگوں نے امیّت کا افسانہ مشہور کر رکھا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ عربی فارسی بخوبی جانتے تھے۔ جب ۱۲۲۲ھ میں دہلی گئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور اپنے بھائی عبدالقادر رحمہ اللہ کے پاس اکبر آبادی مسجد میں آپ کے قیام کا انتظام کر دیا وہاں آپ نے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں پھر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بیعت کی حتیٰ کہ علم و معرفت میں آپ کو بہرہ وافر نصیب ہوگیا۔ اس وقت آپ کے مفصل حالات بیان کرنا مقصود ہے اور نہ اس کی گنجائش آپ کے سوانح حیات میں کئی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۴-۷۵)

مرشد کا مرید سے تعلیم حاصل کرنا:۔ اس وقت یہ بیان کرنا مطلوب ہے کہ حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جن بہت سی سعادتوں سے نواز، ان میں سے ایک قابل فخر یہ بھی ہے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت امیر المومنین سیّد احمد شہید رحمہ اللہ نے بھی آپ سے کسبِ فیض کیا، تعلیم حاصل کی اور آپ کے تلامذہ میں شامل رہے چنانچہ امیر شاہ خاں صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

> ''میرے اُستاد میاں جی محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمہ اللہ سے ''کافیہ'' شروع کیا تھا۔ اور سیّد صاحب رحمہ اللہ جب تشریف لائے تو انہوں نے شاہ اسحٰق صاحب رحمہ اللہ سے ''میزان'' شروع کی تھی اور اتنی جلدی ترقی کی کہ نصف سے آگے مجھے ''کافیہ'' میں پکڑ لیا اور ''کافیہ'' ہی پڑھتے ہوئے انہوں نے ''مشکوٰۃ'' بھی شاہ صاحب رحمہ اللہ سے شروع کر دی اور کوئی کتاب مولوی اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سے بھی پڑھتے تھے'' (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۵)

مولانا سخاوت جونپوری رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا سخاوت علی بن رعایت علی بن درویش علی بن نذر علی عمری جونپوری رحمہ اللہ مشہور علماء میں سے ہیں۔ آپ ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے چھوٹی کتابیں مولانا قدرت علی ردولوی رحمہ اللہ سے اور متوسط مولانا احمد اللہ انامی رحمہ اللہ اور مولانا احمد علی چریا کوٹی سے پڑھیں۔ جب کہ مطولات کی تعلیم آپ نے حضرت امام محمد اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحئ بڑھانوی رحمہما اللہ سے حاصل کی۔ حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ مدت تک ان کے ساتھ رہے پھر جونپور واپس آ گئے۔

آپ بہت بڑے عالم، محدّث، فقیہہ اور زاہد تھے گوناگوں اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے، خلقِ خدا نے آپ سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۷۵-۷۶)

مولانا عبداللہ علوی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا عبداللہ بن قاسم علی خاں رحمہ اللہ جہابذہ علماء کرام میں سے تھے۔ آپ کا اصلی وطن موٴ قائم گنج ضلع فرخ آباد تھا۔

آپ سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ سے بیعت بھی تھے اُردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے لیکن اصلاً فارسی کے شاعر تھے آپ کی نظم و نثر کے کچھ نمونے ''آثار الصنادید'' میں دیکھے جا سکتے ہیں سیّد صاحب رحمہ اللہ کی مدح میں آپ نے درج ذیل اشعار کہے۔

برخیز ای بہار گلستانِ احمدی کاندر سر زمانہ ہوائے تو یافتند
آں گوہرے کہ حاصل صد گنجِ شائگان یک فلس رالکان زبہائے تو یافتند

آں لالۂ شگفتہ باغ صیاد تھے
کز گلشن مدینہ صبائے تو یافتند
بگذار کوہسار باوغاں سنگ دل
کایں ابلہاں نہ قیمت جائے تو بافتند
دریاب ای مسیح کہ دل خستگانِ کُفر
بنہادہ گوشِ دل بصدائے تو یافتند
بشتاب ای کلیم کہ لب تشنگانِ دین
آبِ جگر بضربِ عصائے تو یافتند
امروز سرخروئے اسلام در جہاں
موقوفِ تیغ کفر زادئے تو یافتن

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۷۸-۸۰)

مولانا عبدالہادی جھوکوی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ حضرت مولانا عبدالہادی جھوکوی رحمہ اللہ علاقہ چمپارن کے ایک گاؤں ''جھومکا'' میں ۱۲۰۵ھ میں ایک بُت پرست گھرانے میں پیدا ہوئے، کتابت، حساب، انشاء، تاریخ اور انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کی نیز اُمورِ سلطنت سے متعلق قوانین کا نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ انہیں ازبر بھی کیا۔ ایک امتحان کے سلسلہ میں عظیم آباد گئے کہ خوش قسمتی سے حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ کی زیارت ہوگئی۔ آپ ان دنوں حجازِ مقدس کی طرف جاتے ہوئے یہاں فروکش تھے۔ مقدر کا ستارہ چمکا اور آپ حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرکے کفر سے تائب اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۱)

سیّد محمد بن اعلیٰ نصیر آبادی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا سیّد محمد بن اعلیٰ بن محمد بن تقی بن عبدالرحیم بن ہدایت اللہ حسنی نصیر آبادی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم وعابد تھے۔ آپ نے پہلے لکھنؤ کے اساتذہ سے پڑھا اور پھر مزید تحصیل علمِ کیلئے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دی۔ آپ سیّد صاحب رحمہ اللہ سے بیعت بھی تھے۔ ایک مدّت تک ان کے ساتھ رہے پھر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ بن فخر الدین صاحبِ ''نزہۃ الخواطر'' کے دادا مولانا سیّد عبدالعلی رحمہ اللہ جو ان کے برادر عم زاد تھے۔ سیّد خواجہ احمد نصیر آبادی رحمہ اللہ اور بہت سے دوسرے لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا۔ ہفتہ کی رات یکم شعبان ۱۲۸۶ھ میں بعمر ۷۰ سال بہ عارضۂ فالج اللہ کو پیارے ہوگئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۱-۸۲)

مولانا معین الدین سہسوانی رحمہ اللہ:۔ مولانا معین الدین بن بخشش الدین انصاری سہسوانی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم، خطیب اور عابد وزاہد تھے، ولادت سہسوان میں ہوئی۔ بچپن بھی وہاں گزرا پھر طالبِ علم کے لیے رامپور چلے گئے اور اساتذہ وقت سے درسی کتابوں کو پڑھا علمی تشنگی کی تسکین کیلئے کچھ اور شہروں کے سفر بھی اختیار کیے بالآخر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور طویل مدّت تک ان کے پاس رہ کر فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے پھر اپنے شہر واپس آکر دعوت وارشاد میں مصروف ہوگئے۔

اس طرح بے شمار خلقِ خدا کو آپ سے بہت بہت فائدہ پہنچا ۱۲۷۲ھ میں آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۲)

مولانا وحید الدین پھلتی رحمہ اللہ کی عقیدت:۔ مولانا وحید الدین بن معین الدین پھلتی رحمہ اللہ دہلوی عالم باعمل، عبد صالح اور بہت بڑے مجاہد تھے دہلی سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع بستی پھلت میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ علم کی تحصیل آپ نے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے کی نیز تیرہ سال تک آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی صحبت بھی نصیب رہی پھر حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے اور ان کی معیت میں حرمین شریفین کا سفر کرکے حج وزیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۲)

مولانا ولایت علی صادقپوری رحمہ اللہ:۔ **تعلیم وتعلم:** حضرت مولانا ولایت علی بن فتح علی بن وارث علی بن محمد بن سعید ہاشمی صادقپوری عظیم آبادی رحمہ اللہ علماء ربانیین میں سے تھے آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۵ھ، ۹۱-۱۷۹۰ھ میں صادق پور کے ایک ممتاز زبیری خاندان میں ہوئی۔ مزید تحصیل علوم کیلئے ماہر معقول ومنقول مولانا محمد اشرف بن نعمت اللہ کے پاس لکھنؤ تشریف لے گئے اور تقریباً چار سال تک وہاں اقامت پذیر رہے

اسی عرصہ میں حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی اور پہلی ہی صحبت نقد دل ہار بیٹھے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۳)

سادگی:۔ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنی جماعت میں آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا۔ مگر آپ کو اب اسوۂ حسنہ نبوی ﷺ سے ایسا ذوق حاصل ہو چکا تھا کہ آپ اپنی جماعت والوں کی آپ خدمت کیا کرتے تھے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتے اور مٹی گارے کا کام خود انجام دیتے چنانچہ اسی زمانہ میں آپ کے ولدِ ماجد نے ایک خدمت گار کو جو بچپن میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا، چار سو روپے نقد و ملبوسات بیش بہا دے کر روانہ کیا۔ ملازم نے بریلی پہنچ کر سیّد صاحب کے قافلہ میں آپ کو دریافت کیا، لوگوں نے بتایا کہ دریا کنارے وہ مٹی کا کام کر رہے ہیں۔ دریا کے کنارے بہت سے لوگ تعمیر مسجد و مکان قافلہ میں مصروف تھے۔ مولانا بھی ایک موٹا سیاہ تہبند باندھے ہوئے گارے میں لتھڑے ہوئے کام میں مشغول تھے۔ آپ کی صورت ایسی متغیر ہوگئی تھی کہ یہ قدیم ملازم وہاں پہنچ کر اور آپ سے ہم کلام ہو کر بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ بلکہ مولانا ولایت علی صاحب کے خود اقرار کرنے کے باوجود اس نے اسے تمسخر پر محمول کیا اور سخت ناراض ہوا آخر آپ نے فرمایا اچھا پھر جا کر قافلہ میں تلاش کرو۔ جب وہ قافلہ میں واپس آیا تو لوگوں نے اس کو یقین دلایا کہ مولوی ولایت علی عظیم آبادی وہی شخص ہیں جن سے تم دریا کنارے بات کر آئے ہو، تب وہ دوبارہ آپ کے پاس آ کر اپنی جسارت پر نادم و پشیمان ہوا اور آپ سے معافی چاہی۔ آپ نے اسے گلے سے لگا لیا اور بہت اخلاق و تواضع سے پیش آئے۔ اس ملازم نے نقد و ملبوسات پیش کر کے ان کے استعمال کی آرزو ظاہر کی اور آپ کی طبیعت دیکھ کر زار زار رونے لگا مگر آپ اسی روز رات آتے ہی نقد و ملبوسات جیسے بندھے ہوئے تھے، سیّد صاحب کے حضور میں رکھ کر خاموش چلے آئے۔ آخرش ملازم چند روز تک آپ کو اسی حالت میں دیکھ کر آپ سے رخصت ہوا اور واپس آ کر آپ کے بزرگوں سے ساری کیفیت بیان کی۔ اس کیفیت کو سن کر آپ کے والد ماجد اپنے فرزند خورد مولوی فرحت حسین کے ہمراہ بریلی پہنچے اور سیّد صاحب کی صحبت بیش بہا سے فیض یاب ہوتے رہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۳-۸۴)

درس میں مریدین کی کثرت: مولانا عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

> ''دینیات کی تعلیم کیلئے مکان پر بعد نمازِ ظہر تا نمازِ عصر قرآن و حدیث کا درس دیتے مولوی عبداللہ آپ کے خلفِ اکبر قاری ہوتے۔ دوسرے علماء ایک تفسیر ہاتھ میں لے بیٹھتے۔ علماء کے علاوہ مریدوں کی بڑی بڑی بھاری صف ہوتی۔
>
> ''قرآن مجید'' اور ''بلوغ المرام'' کا لفظی ترجمہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو پڑھواتے تا کہ لوگ اللہ کی مرضی اور غیر مرضی (امر و نہی) سے آگاہ ہو جائیں۔ ان پڑھ بھی نمازوں میں اپنے پڑھنے کی سورتوں اور دعاؤں کے معانی اور مطالب سے خوب آگاہ ہوتے (عام واقفیت کیلئے سوائے ترجمہ کے دوسری سبیل نہیں) جناب نے شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نبیرۂ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ دہلوی کی خدمت میں ترجمہ قرآن از شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور رسائل مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے ارسال کی درخواست کی اور جناب شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ارسال فرمانے پر پہلے مطبع حسینی لکھنؤ میں ان کے طبع کرانے کی سعی فرمائی بعد انکار صاحب مطبع، آپ نے زمانہ دور دسیر بنگال کے اس خدمتِ طبع کو اپنے خلیفہ مولوی بدیع الزمان صاحب بردوانی کے حوالہ فرمایا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۵-۸۶)

سفر آخرت: ۲۲ محرم ۱۲۶۹ھ (۵ نومبر ۱۸۵۲ء) کو بعارضہ خناق راہگرائے ملک بریں ہوئے ستھانہ میں آپ کی قبر ہے۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۸۷)

مولانا جعفر علی بستوی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح: مولانا جعفر علی بستوی بن قطب علی حسینی نقوی بستوی رحمہ اللہ مہا امیر ضلع بستی (یو۔ پی) میں ۱۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی اور تکمیل کیلئے لکھنؤ تشریف لے گئے آپ کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے بھی تلمذ کی سعادت نصیب ہوئی نیز حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ سے بیعت بھی تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید حسن علی

اور والد صاحب تو تکیہ شریفہ جا کر بیعت کر چکے تھے مگر آپ علالتِ طبع کے باعث نہ جا سکے۔ ان کی طبیعت پر سیّد صاحب رحمہ اللہ کا رنگ دیکھ کر آپ بھی بہت بے قرار تھے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۸۹)

یاد رہے مولانا جعفر علی صاحب حضرت امام صاحب کے تلمیذِ رشید ہونے کے علاوہ آپ کے کاتبِ خاص بھی تھے۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۹۱)

کلکتہ میں کثرت سے لوگوں کی بیعت توبہ: جب حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ صاحب نے کلکتہ کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازا اور لوگ لپکتے ہوئے آئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے معصیت آلود زندگیوں سے تائب ہو گئے تو حضرت امام صاحب نے زنگ سے دُھلے ہوئے ان دلوں کو صیقل کرنے کیلئے ہر منگل اور جمعہ کو ظہر سے شام تک وعظ فرمانا شروع کر دیا۔ کبھی کبھی حضرت مولانا عبدالحئی صاحب بھی اس مبارک کام میں حصہ لیا کرتے تھے۔ یہاں کے لوگ کثرت سے شراب نوشی کے عادی تھی۔ لہٰذا حرمتِ شراب کو بھی موضوع سخن بنایا گیا اور خاطر خواہ کامیابی ہوئی، مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

> ”ان بزرگوں کے وعظ کی یہ تاثیر ہوئی کہ خلقت مثلِ پروانہ گرویدہ ہوگئی اور ہر ایک بیعت کنندہ کے شراب نوشی سے تائب ہونے پر شراب کی دکانیں بند ہوگئیں۔ ٹھیکیداران شراب نے اس کی نالش بہ حضور حاکمانِ شہر کر کے استعفاء داخل کر دیئے اور کہا کہ صبح و شام تک ایک خریدار نہیں آتا کس کے ہاتھ فروخت کریں“ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۰۳)

کلکتہ میں شہزادوں کی بیعت توبہ:۔ قیام کلکتہ کے دوران بھی حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں اپنے علم و فضل کے جوہر دکھائے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کلکتہ میں سلطان ٹیپو شہید کے خاندان کے کچھ افراد رہتے تھے ان میں سے بعض شہزادوں کے عقائد مولوی عبدالرحیم فلسفی کی صحبت کے پیشِ نظر خراب ہو گئے تھے۔ یہ شہزادے غالباً سلطان ٹیپو شہید کے پوتے تھے اور مولوی عبدالرحیم گورکھپور کے باشندے تھے جن کے والد کا نام مصاحب علی تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ اور شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے لیکن بعد میں منطق اور فلسفہ میں توغل کے سبب ”دہری“ مشہور ہو گئے، سلطان شہید مرحوم کے پوتوں نے محمد قاسم خواجہ سرا کو بھیج کر حضرت سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ چند رُفقاء کی معیت میں تشریف لے گئے مجلس میں چند مسائل پر گفتگو شروع ہوئی۔ شہزادوں کی طرف سے مولوی عبدالرحیم اور حضرت سیّد صاحب کی طرف سے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ بات میں حصہ لے رہے تھے۔ مولوی صاحب کو چونکہ اپنے منطقی و فلسفی ہونے پر بڑا ناز تھا اس لیے انہوں نے منطق و فلسفہ کی زبان میں بات کی لیکن اس بے چارے کو کیا خبر تھی کہ آج کس حکیم الاُمت اور مفکرِ اسلام سے اس کا واسطہ تھا؟ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تمام باتوں کو اس قدر احسن پیرایۂ بیان میں جواب دیا کہ منطقی و فلسفی صاحب کا ناطقہ بند ہو گیا اور ہر طرف سے آپ کے حق میں تحسین و آفرین کی صداؤں کا غلغلہ بلند ہوا۔ بڑے شہزادے کو بھی اپنے علم پر بڑا غرور تھا اس نے بھی مختلف اسالیب بیان سے تقریر کی اس کا جواب دینے کیلئے بھی آپ بڑے بے قرار تھے مگر شہزادہ کا جواب حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا اور چند ہی لمحوں میں اس کے پندارِ علم کو خاک میں ملا دیا۔ ان دونوں بزرگوں کی ان دلنشین اور ایمان افروز تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ وہ اپنے غلط خیالات سے تائب ہو گئے حتیٰ کہ وہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے اور پھر انہوں نے اہل قافلہ کی دعوت بھی کی۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۲۴-۱۲۵)

سفر حجاز میں دو کرامات کا صدور:۔ اس زمانہ میں بادی جہاز تھے اور مسافروں کو روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا۔ اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی اور جہاز میں پانی کم رہ گیا اس لیے جہاز والوں نے اعلان کر دیا کہ کل سے پانی آدھی بوتل ملے گا۔ دو دن تک آدھی بوتل پانی دیا اس کے بعد جب پانی بالکل ختم ہو گیا تو جہاز والوں نے کہہ دیا کہ اب پانی بالکل نہیں رہا ہے اس لیے ہم پانی نہیں دے سکتے، سب لوگ نہایت پریشان ہوئے۔

اس جہاز میں علاوہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے قافلہ والوں کے اور بھی بڑے بڑے لوگ سوار تھے اب ان لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولانا شہید رحمہ اللہ) لوگوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے اسی کی شامت سے ہم پر یہ بلا آئی ہے لہذا اس کو روکنا چاہیے اور دعائیں کرنی چاہئیں اس کی اطلاع مولوی وجیہہ الدین صاحب رحمہ اللہ اور دوسرے لوگوں کو ہوئی مولوی وجیہہ الدین رحمہ اللہ مع چند دیگر اشخاص کے ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کو مولانا شہید رحمہ اللہ کی عظمتِ شان سے آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہو تم کو چاہیے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے معافی چاہو اور ان سے دعا کی درخواست کرو چنانچہ وہ سب لوگ آئے اور سب نے مولانا سے دُعا کی درخواست کی۔

مولانا نے فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی دعا کروں گا مگر میری دعا تو مٹھائی کے بغیر چپکتی نہیں اس پر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہاز کے لوگوں کو مسقطی حلوا کھلاؤں گا اس کی مقدار مجھے یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ فی کس پاؤ بھر سے زیادہ تھا۔ اس پر آپ نے دوسرے لوگوں سے مل کر دعا کی جس کا اثر اسی وقت ظاہر ہوا اور ایک چشمہ شیریں پانی کا جو لمبائی چوڑائی میں دو بڑی چارپائیوں کے برابر ہو گا دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ مولانا نے اس کو دیکھ کر فرمایا اس پانی کو تو دیکھو کیسا ہے؟ لوگوں نے جو چکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا اس پر سب لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے اور جہاز والوں نے بھی اپنے ظروف خوب بھر لیے جب سب بھر چکے تو وہ پانی غائب ہو گیا۔

اس کے بعد لوگوں نے ہوا کی موافقت کیلئے دعا کی درخواست کی پھر آپ نے وہی فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی شریک ہو جاؤں گا مگر میری دعا مٹھائی کے بغیر نہیں چپکتی اس پر کسی اور امیر نے کچھ وعدہ کیا جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اس پر آپ نے سب لوگوں کے ساتھ مل کر موافقت ہوا کی دعا کی اور ہوا موافق ہو گئی۔ جہاز کا لنگر کھول دیا گیا اور جتنے دنوں میں اچھی ہوا کی حالت میں جہاز جدہ پہنچتا تھا اس سے بھی نصف دنوں میں ہمارا جہاز جدہ پہنچ گیا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۲۵-۱۲۶)

امام صاحب کی والدہ کی بیعت کا انوکھا قصہ:۔ اس مبارک سفر میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ آپ کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ مکرمہ بھی تھیں والدہ محترمہ مکہ معظمہ پہنچ کر سخت بیمار پڑ گئیں اور ابھی تک آپ نے حضرت سیّد صاحب کے دستِ مبارک پر بیعت نہیں کی تھی بلکہ آپ بیعت سے سخت انکار کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ سیّد صاحب نے تو ہمارے گھر میں بیعت کی ہے اب ہم اُلٹی ان کے ہاتھ پر کیسی بیعت کریں؟ لیکن حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی دِلی آرزو تھی کہ والدہ صاحبہ، سیّد صاحب رحمہ اللہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لیں لیکن سعی بسیار اور بے پناہ اصرار کے باعث آپ انکار ہی کرتی رہیں۔ جب امام صاحب رحمہ اللہ کے اصرار پر آپ کا انکار غالب آتا رہا تو انہیں ایک تدبیر سوجھی کہ کیوں نہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے چنانچہ آپ نے نہایت الحاح وزاری سے دعا کی۔

> اے اللہ! میری والدہ محترمہ کا شاید آخری وقت ہے نامعلوم کب ان کی رُوح آپ کے پاس پہنچ جائے لہذا انہیں سیّد صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عنایت فرما دو۔

یہ تدبیر کامیاب ثابت ہوئی اور تیرِ دعا نشانۂ مراد کو پہنچ گیا۔ چنانچہ ایک رات والدہ صاحبہ نے خواب دیکھا کہ میدانِ حشر کا نقشہ ہے، سر پر آفتاب آگ برسا رہا ہے، گرمی کی شِدّت سے لوگوں کا برا حال ہو رہا ہے تا حدِ نگاہ کوئی شجر سایہ دار نہیں کہ ستا لیا جائے اور نہ پانی ہے کہ پیاس کی شدت سے کانٹا بنے ہوئے حلق میں دو قطرے ڈال لیے جائیں آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح سایہ و پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر حیران و سرگردان ہو کر دوڑنے لگیں۔ اچانک دور ایک جگہ گھنا سایہ نظر آیا جہاں ایک خلق کثیر شاداں وفرحاں جلوہ افروز ہے آپ نے کسی سے پوچھا یہ کون سعادت مند ہیں جو اس خزاں کے عالم میں بھی بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ اور اُن کے مُریدان باصفا کا مقدس گروہ ہے۔

گفت ایں جملہ گروہ احمدی است سایۂ شاں ظلِ فیضِ سرمدی است

تو از ایشاں شو کہ تاذی شاں شوی　　　دور کن افکار تا از ایشاں شوی

خواب دیکھنے کے بعد پریشانی کے عالم میں آپ بیدار ہو گئیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ کو بُلا کر خواب سنایا اور فرمایا کہ فوراً سیّد صاحب رحمہ اللہ کو بلا لاؤ تا کہ میں بھی بیعت کر لوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے تو مخدومہ محترمہ نے بیعت کر لی اس واقعہ کے سات روز بعد پیام اجل آ پہنچا اور آپ اللہ تعالیٰ کو پیارہ ہو گئیں۔ جنت المعلی میں آپ محوِ استراحت ہیں "غفر الله لها"۔

مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> نواب وزیر الدولہ مرحوم اور صاحبِ "مخزن" بالاتفاق لکھتے ہیں کہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی والدہ شریفہ بھی اس سفر میں اپنے بیٹے کے ساتھ تھیں۔ ادائے حج کے بعد سخت بیمار پڑ گئیں اس وقت مخدومہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کی بیعت سے مشرف نہ ہوئی تھیں بلکہ آپ کی بیعت کرنے سے آپ کو سخت انکار تھا اور اپنی خام خیالی کے سبب کہا کرتی تھیں کہ سیّد صاحب رحمہ اللہ نے ہمارے گھر میں بیعت کی ہے اب ہم اُلٹی ان کے ہاتھ پر کسی بیعت کریں حالانکہ ان کے شوہر مولوی عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ اور ان کے لائق بیٹے مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ بلکہ اس خاندان کے کل مرد و عورت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔

تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ کو حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کے بیعت کنندگان میں کیسے شامل کر لیا جبکہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ کی وفات ۱۶ رجب ۱۲۰۳ء کو ہوئی اور حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے اس وقت عمر شریف کی ابھی تک صرف دو تین بہاریں دیکھیں تھیں کیونکہ آپ کی ولادت باسعادت ۶ صفر ۱۲۰۱ھ میں ہوئی لہٰذا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کرنے کے کیا معنی؟ قبل ازیں بھی اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ فافہم۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۲۷-۱۲۸)

سفر پر روانگی سے قبل تبرکا تجدید بیعت:۔ ۸ ذوالحجہ کو سنت کے مطابق حج کیلئے روانہ ہوئے تمام مشاعر پر طویل دعائیں کیں۔ عقبہ کے مقام پر تمام رفقاء نے ازسرِ نو تبرکاً سیّد صاحب سے بیعت کی تجدید کی۔ سب سے لمبی دعائیں عرفہ کے دن جبلِ رحمت کے دامن میں کی گئیں اس مبارک دن اور مقام کے تقدس کے پیش نظر پھر بیعت کی گئی۔

مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ نے حرم پاک میں مشکوٰۃ اور حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے جدّ امجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی حکمت، فقہ، تصوف، فلسفہ اور سیاست سے اہل عرب کو متعارف کرانے کیلئے ان کی تصنیف لطیف "حجة الله البالغة" کا درس دینا شروع فرما دیا۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے وہ ملفوظات جو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ کے اشتراک سے "صراطِ مستقیم" کے نام سے ترتیب دیئے ہیں مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ نے اسی اثنا میں ان کا عربی میں ترجمہ بھی کیا تا کہ اہلِ عرب سیّد صاحب رحمہ اللہ کے علوم و معارف سے بھی استفادہ کر سکیں بعض رفقاء نے بھی اس عربی ترجمہ کی نقلیں لے لی تھیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۲۸-۱۲۹)

سیّد صاحب کے مرید کے اشعار:۔ حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کے ایک مرید خاص اور تحریک کے شاعر جناب مومن کے ایک فارسی نعتیہ قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ایں عیسویاں بہ لب رسانند　　　جانِ من و جاں آفرینش
مگزار کہ پائمال گرویم　　　زاں سیم سرانِ آفرینش
تا چند بہ خواب ناز باشی　　　فارغ ز فغانِ آفرینش
مومن شدہ ہم زبانِ عرفی　　　از بہر امانِ آفرینش

”برخیز کہ شورف کفر برخاست
اے فتنۂ نشانِ آفرینش!“

باکمال نقشبند صوفی کی بیعت امامت وجہاد:۔ سرحد پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ نظم وجمعیت سے بالکل ناواقف ہیں اور مجاہدین کا ساتھ جہاد کے بلند مقاصد کے پیش نظر نہیں بلکہ حصولِ مال وزر کے سبب سے دیتے ہیں جیسا کہ جنگِ اکوڑہ میں اس کا تجربہ ہوا۔ نظم وجمعیت کے فقدان کے علاوہ وہاں کے خوانین ورؤسا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رقابتیں بھی رکھتے تھے۔ ان حالات میں ایک بلند نصب العین کی تکمیل ناممکن تھی اس لئے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے سرحد پہنچنے کے بعد وہاں کے علماء اور خوانین کے ساتھ گفتگو کی اور انہیں ایک مرکزی نظام کی اہمیت کا قائل کرلیا اور انہیں سمجھایا کہ جب تک ہم ایک پرچم کے نیچے جمع نہیں ہوجاتے اس وقت تک کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ سرحد کے رؤسا اس بات پر متفق ہوگئے کہ جہاد کیلئے ایک امام یا امیر کا انتخاب ضروری ہے اور اس منصبِ جلیل کے لائق صرف حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ کی ذات گرامی ہے، چنانچہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۲ھ (۱۱ جنوری ۱۸۲۷ء) کو جمعرات کے دن ہند کے تالاب کے کنارے ”ساداتِ کرام، علماء عظام، مشائخ ذوی الاحترام، امرائے عالی مقام وسائرِ خواص وعوام نے سیّد صاحب رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ امامتِ جہاد کی۔ اس کامیابی کا تمام تر سہرا حضرت امام محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے سر ہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۱۶۷-۱۶۸)

بیعت طریقت کے لوگوں پر اثرات:۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ اور امام صاحب رحمہ اللہ نے جب سرحد کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا تو انہیں یقین تھا کہ اہلِ سرحد دیگر مسلمانانِ ہند کی نسبت تدین اور اسلام کیلئے جانثاری میں آگے بڑھے ہوئے ہیں لیکن دو سال بعد ہی یہ خوش فہمی غلط ثابت ہوئی اور معلوم ہوگیا کہ ان لوگوں کا اسلام بھی محض رسمی ہے اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اہل سرحد کا ایک اجتماع بُلا کر انہیں احکام شریعت کی پابندی اور غلط رسم ورواج کے ترک کی تلقین کی جائے۔ اجتماع کے انعقاد کیلئے جب مناسب جگہ کے انتخاب کا مسئلہ زیر غور آیا تو فتح خاں رئیس پنجتار اور اشرف خاں رئیس زیدہ نے اپنے اپنے علاقے میں اجتماع منعقد کرنے کی پیشکش کی، چنانچہ پنجتار کو زیادہ مناسب خیال کرتے ہوئے فیصلہ کیا گیا کہ یہاں اجتماع منعقد کیا جائے۔

یہ اجتماعِ عظیم یکم شعبان ۱۲۴۴ھ (۶ فروری ۱۸۲۹ء) بروز جمعۃ المبارک منعقد ہوا جس میں زعماء، خوانین اور اکابر کی کثیر تعداد کے علاوہ قریباً دو ہزار علماء کرام اور اتنے ہی ان کے تلامذہ نے شرکت فرمائی۔ افتتاحی تقریر سیّد صاحب کی تھی اور آپ کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ نے نہایت ولولہ انگیز اور ایمان خیز خطاب فرمایا۔

غالباً ۱۵ شعبان ۱۲۴۴ھ (۲۰ فروری ۱۸۲۹ء) کو جمعہ کے دن پھر ایک اجتماع ہوا جو فتح خاں کے قبیلے کے افراد پر مشتمل تھا۔ خان نے ان سب کو بیعت شریعت کی ترغیب دی اور انہوں نے بہ طیب خاطر نظام اسلامی کی پابندی قبول کرلی۔ پھر مختلف علاقوں کیلئے سیّد صاحب رحمہ اللہ نے قاضی مقرر فرمادیئے۔ مولوی سیّد محمد حبان کو قاضی القضاۃ بنایا گیا۔ ملا قطب الدین ننگرہاری کو احتساب کا کام سونپا گیا۔ اور تیس تفنگ چی ان کے ساتھ مقرر ہوگئے۔ وہ قریہ بہ قریہ اور دیہ بہ دیہ دورہ کرتے رہتے جہاں کوئی امر خلافِ شرع پاتے، اس کا انسداد کرتے۔

اس بیعت کے خاطر خواہ نتائج ثابت ہوئے اگرچہ کتب تاریخ تمام تفصیلات بیان کرنے سے تو خاموش ہیں تاہم متفرق روایات سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ برکات وحسنات کے اعتبار سے یہ بیعت کس قدر نتیجہ خیز ثابت ہوئی مثلاً محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

> ”ان تمام علاقوں میں جن کے باشندوں نے یہ عہد کیا تھا، کوئی مرد عورت بے نمازی نہ رہا اور تمام تنازعے اور مقدمے از روئے شرع محمدی قاضیوں کے فیصل ہونے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ ملک رشکِ عرب ہوگیا، چوری چکاری، زنا کاری اور قتل وخون وغیرہ جرائم کا نام نہ رہا۔ شریعت پر چلنے کی برکت سے لوگوں کے دلوں میں ایسا ایمان اور اخلاص پیدا ہوا کہ انہوں نے خود

لشکرِ اسلام کو اپنی پیداوار کا عُشر (دسواں حصہ) دینا قبول کرلیا۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۱۸۳تا۱۸۵)

متصوف مجاہدین کو اعمال کی تلقین:۔ عشاء کی نماز کے بعد سیّد صاحب رحمہ اللہ اور امام صاحب رحمہ اللہ نے کھانا تناول فرمایا۔ فراغت کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ سے بھی آرام فرمانے کیلئے کہا گیا لیکن ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ سیّد صاحب رحمہ اللہ نے آواز دی۔ ایک مجاہد حاضر ہوئے ان سے کہا میاں صاحب رحمہ اللہ (امام صاحب رحمہ اللہ) کو بلایئے۔ آپ تشریف لائے تو فرمایا کہ شبخون کی تجویز زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے اس لیے آپ بستی سے باہر گڑھی میں قیام فرمایئے ہم وہاں آدمیوں کو بھیج دیتے ہیں آپ گڑھی تشریف لے گئے تو سیّد صاحب رحمہ اللہ نے تین سو غازی اور چار سو ملکی روانہ فرمادیئے روانگی کے وقت حسب معمول سیّد صاحب رحمہ اللہ نے ہر ایک کو گیارہ گیارہ دفعہ سورۂ قریش پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنے کا حکم دیا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے غازیوں کو گڑھی کے باہر میدان میں جمع کیا اور بڑے عجز والحاح کے ساتھ دیر تک برہنہ سر دعا میں مصروف رہے پھر ایک رہبر کی رہنمائی میں سوئے منزل چل پڑے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۱۹۹)

مزار پر انوار:۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا مدفن ست بنے نالے کے کنارے بلندی پر واقع ہے کچھ عرصہ ہوا ہے محکمہ اوقاف نے مزار کا فرش پختہ کر دیا ہے اور پتھروں کا خوبصورت اور مضبوط پشتہ بنا دیا ہے۔ سڑک اور مزار کے درمیان ایک بہت بڑا پہاڑی نالہ ہے جس کی وجہ سے مزار تک پہنچنا خاصا دشوار ہے اگر اس نالہ پر کوئی پل وغیرہ کا انتظام ہو جائے تو اچھا ہے تاکہ زیارت کرنے والوں کی یہ دشواری ختم ہو جائے اور وہ بآسانی مزار تک پہنچ کر دعا کر سکیں۔ شہادت کے کافی مدّت بعد تک مدفن کا علم نہ تھا۔ ۱۸۹۳ء میں خان عجب خاں مانسہرہ میں نائب تحصیل دار متعین ہو کر آئے تو انہوں نے سیّد صاحب رحمہ اللہ اور امام صاحب رحمہ اللہ کی قبروں کی سند رسیدہ اور واقفِ حال آدمیوں کو مجتمع کر کے پوری تحقیق کی اور دونوں قبروں پر ایک ایک کتبہ نصب کیا امام صاحب رحمہ اللہ کی قبر پر انہوں نے جو کتبہ لگوایا وہ ناتراشیدہ پتھر پر ٹیڑھے اور ترچھے حروف میں لکھا ہوا ہے اور اب قبر کی چار دیواری میں مشرقی جانب ہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۲۷)

محدث رامپوری نقشبندی رحمہ اللہ کی خدمات:۔ حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے جب مولانا محمد علی محدث رامپوری رحمہ اللہ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدراس کی طرف دعوت وارشاد کیلئے روانہ فرمایا اور آپ کی مساعی جمیلہ سے اللہ تعالیٰ نے وہاں کے ہزار آدمیوں اور عورتوں کو ہدایت نصیب فرمائی۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۲۴۱)

صراط المستقیم:۔ آپ کی یہ کتاب بزبانِ فارسی ہے جس میں آپ نے حضرت سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات کو ترتیب دیا ہے چنانچہ مقصد تالیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اس کمترین پر خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور سب سے بڑی نعمت ہادی زمانہ مرشد یگانہ حضرت سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ کی محفلِ ہدایت منزل میں حاضر ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آپ کے دیر تک زندہ رکھنے سے فائدہ دے اور آپ کے اقوال اور افعال اور احوال کے ساتھ سب طالبانِ (قُربِ الٰہی) کو نفع پہنچادے اور چونکہ یہ عاجز اس مجلسِ عالی میں حاضر ہونے کے وقت کلماتِ ہدایت آیات کے سننے میں کامیاب ہوا تو عام مسلمانوں کی نصیحت اور طالبان قُربِ الٰہی کی خیر خواہی کا یہ تقاضا ہوا کہ غائبین بھی اس فیوضِ الٰہیہ میں حاضرین کے ساتھ شریک ہوں اور اس کا طریقہ اس کے بغیر اور کوئی نہیں کہ ان بلند پرواز مضامین کو احاطۂ تحریر میں لایا جائے''۔

یہ کتاب مقدمہ، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب میں آپ کے رفیقِ خاص حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ بھی شریک رہے جیسا کہ آپ نے مقدمہ میں صراحت فرمائی ہے چنانچہ دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحیٔ کے قلم کا رہینِ منت ہے۔ مقدمہ تین افادوں پر مشتمل ہے افادہ اوّل میں حب عشقی وعقلی افادہ دوئم میں راہِ نبوت وراہِ ولایت اور افادہ سوم میں مضامینِ کتاب کی تقدیم وتاخیر کے سبب کو بیان کیا گیا ہے۔ باب اوّل میں طریقِ نبوت وولایت میں جن وجوہ سے امتیاز ہوتا ہے ان کی دلنشین انداز میں تشریح کی گئی ہے۔ باب دوم میں عبادات

کے ادا کرنے، عمدہ صفات کے اپنانے اور بُری صفات کے ترک کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں یہ باب مقدمہ، چار فصلوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ باب سوم راہِ ولایت کے سلوک کے بیان میں ہے اس میں چار فصل اور تکملہ ہے اور باب چہارم سلوکِ راہِ نبوت کے بیان میں ہے۔

اس کتاب میں اگر چہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات کو ترتیب دیا گیا ہے جو کہ تصوف واخلاق اور نصائح وغیرہ پر مشتمل ہیں تاہم یہ کتاب بھی الفاظ کی بندش، عبارت کی عمدگی اور دلنشین طرزِ نگارش کے اعتبار سے مصنفین کا شاہکار ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ، سیّد صاحب رحمہ اللہ اور دیگر رفقاء سمیت جب فریضہ حج کی ادائی کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو آپ نے اور مولانا عبدالحیٔ رحمہ اللہ نے شیخ حسین آفندی کی خاطر ''صراطِ مستقیم'' کا عربی میں ترجمہ بھی کر دیا تھا جس کی نقلیں ان علماء نے بھی لے لی تھیں جو داخلِ بیعت ہوئے تھے۔ اس ترجمہ کا ایک مکمل نسخہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں مرحوم کے کتب خانہ ٹونک میں بھی موجود تھا۔

''صراط المستقیم'' کے اور بھی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا عبدالجبار کانپوری رحمہ اللہ نے اس کا اُردو میں ترجمہ بھی کیا تھا، جو چھپ چکا ہے۔ غالباً اسی ترجمہ کی ترمیم وتزئین مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے کی اور فارسی وعربی اشعار کا ترجمہ کر دیا جسے حال ہی میں کلام کمپنی کراچی نے شائع کیا ہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۵۹-۲۶۱)

عبقات تصوف کی مشہور کتاب:۔ امام صاحب رحمہ اللہ کی تصوف کے موضوع پر یہ نہایت بلند پایہ اور گراں قدر تصنیف ہے جو مقدمہ، چار اشارات اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتب تصوف مثلاً ''لمعات، سطعات، ہمعات'' اور ''ھوامع'' وغیرہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ''مکتوبات'' شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی ''فتوحات'' اور اپنے اعمام کرام رحمہم اللہ کی کتب کے حاصل مطالعہ کو نہایت سلیقہ اور اپنی طرف سے حک واضافہ کے ساتھ مرتب فرمایا ہے ان مذکورہ ائمہ کرام کے تذکرہ کے بعد جن کی کتب سے آپ نے استفادہ کیا، فرماتے ہیں:

> ''اردت ان اسرج فی سبیل المبادی سراجاً یھتدی به السالکون و أضع فِي مدارج المقدمات معراجاً یر تقی علیه الطالبون فالفت رسالة تکون کالبر زخ بین ماظهر بالعیان و ماثبت بالتبیان و کالو صلة بین ما فازبه ارباب الکشف و بین ماوصل الیه آل البرهان ثم ان ما اودعته رسالتي و ان لم یکن عین ما تلقیة من ائمتی الاانه کالاصل لهٰذا الشجر والبذر لهذا الثمر شعر۔''

كذالك تنشأ لينة هو عرقها
وحسن نبات الارض من كرم البذر

مقدمہ چار عبقات پر مشتمل ہے پہلے عبقہ میں علم کے اسباب وذرائع پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تین ہیں (۱) محسوس سے اخذ کرنا، (۲) معلوم سے مجہول کی طرف انتقال (۳) تلقی من الغیب۔ دوسرے عبقہ میں فرمایا کہ علم نقلی نظریات سے تعلق رکھتا ہے اور علم معتد بہ کے تین اسباب ہیں۔ ۱-عقل، ۲-نقل-۳ کشف اور ان میں سے ہر ایک میں خلل واقع ہو سکتا ہے لیکن جب خلل نہ ہو تو ان میں تناقض نہیں ہوتا۔ تیسرے عبقہ میں اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہ نقل مفید یقین نہیں۔ فرماتے ہیں:

> ''قد تفوه بعض من لم یرزق الفهم بامر فظیع ان النقل لایفید العلم القطعي زاعماً انه انما یقید العلم بواسطة اللفظ و افادته للمعنیٰ موقوفة علی العلم بوصفه له............الخ

چوتھے عبقہ میں الہام کے مفید علم نہ سمجھنے والوں کی تردید کی ہے اور اپنے موقف کو کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ مدلل طور پر بیان فرمایا ہے۔

مقدمہ کے بعد کتاب کے عنوانات ''اشارہ'' سے شروع ہوتے ہیں۔ پہلے اشارہ میں ۴۳ عبقات اور خاتمہ ہے اس میں تجلیات کی بحث نہایت احسن پیرایہ میں کی گئی ہے تیسرے اشارہ میں ۱۲ عبقات ہیں اور ان میں ایجاب واختیار کی بحث ہے چوتھے اشارہ میں ۱۲ عبقات ہیں ان

میں کمال نفس کے مراتب پر بحث ہے خاتمہ پانچ عبقات پر مشتمل ہے عالمِ مثال پر بحث کے ضمن میں تیسرے عبقہ میں فرماتے ہیں۔

المجاهد بالوجود المثالي ليس من اهل السنة حقابل فيه شوب من الاعتزال لما انه يفرّ الي تاويل الف الف بل اكثر تاويلاً بعيداً	’’وجود مثالی کا منکر قطعی طور پر اہلِ سنت سے خارج ہے کیوں کہ اس میں اعتزال کا شائبہ پایا جایا ہے کیوں کہ وہ ہزار قسم کی بعید از قیاس تاویلیں کرتا ہے۔‘‘

مختصر یہ کہ آپ کی یہ عظیم الشان کتاب آپ کی دقتِ نظر اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ کا ایک بین ثبوت ہے ذات، صفات، تجلیات، علم حق، تجد دامثال، تنزلات ستہ، خیر وشر، حق وباطل، ماہیت معاد، منازلِ قرب، طریقہِ صوفیہ، عبدورب کا تعلق، وحدت الوجود اور اس نوع کے دیگر عنوانات پر آپ نے جس خُوبی سے کتاب وسنت اور علماء تصوف کے ارشادات کی روشنی میں بحث فرمائی ہے اس کا اندازہ احبابِ ذوق ہی کر سکتے ہیں۔ آپ کا اس کتاب کی شرح لکھنے کا بھی ارادہ تھا لیکن وہ جہاد میں مصروفیت کے باعث پورا نہ ہو سکا۔

یہ کتاب سب سے پہلے مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کی فرمائش پر دیوبند سے شائع ہوئی تھی دوسری مرتبہ ۱۳۸۰ھ میں مجلسِ علمی کراچی نے ۸/۲۶×۲۰ سائز کے ۲۳۷ صفحات پر نہایت خوبصورت انداز میں ٹائپ پر زیورِ طباعت سے آراستہ کرائی ہے اس وقت یہی نسخہ ہمارے پیشِ نظر ہے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا جو کہ مکتبہ نشاۃِ ثانیہ حیدر آباد سے شائع ہو چکا ہے۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۶۱-۲۶۳)

حقیقت تصوف:۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا فضل حسین صاحب بہاری لکھتے ہیں:۔

’’ایک کتاب آپ نے لکھی جس کا نام ’حقیقتِ تصوف‘‘ تھا۔ اب یہ نایاب ہوگئی ہے اس میں آپ نے سچے صوفیوں کی تعریف لکھی ہے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۷۲)

قصیدہ دَرمدح حضرت سیّد احمد شہید رحمہ اللہ:۔ تذکرہ نگاروں نے گو اس کا ذکر کیا ہے لیکن افسوس کہ کسی نے بھی اسے نقل نہیں کیا۔ صرف مولانا تھانیسری رحمہ اللہ نے اس قصیدہ کے سات آٹھ اشعار نقل فرمائے ہیں ان میں سے ابتدائی دو شعر درجِ ذیل ہیں۔

بیاد تہنیتِ شجرہ امامت کُن   کہ بعد گم شدنش ہاں چگونہ گشت پدید
ہزار شکر بہ یزداں پاک کز فضلش   زنور قدسی غیبش کہ قطرنہ بہ چکید

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۷۳)

متقدمین متصوفین کے اقوال

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

”لا يكمل ايمان امرٔ حتي يكُوْن النَّاس عنده كالا باعر“	کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ سب آدمی اس کی نظر میں (عظمت الٰہی کے مقابلہ میں) اونٹ کی مینگنی جیسی نہ ہوں۔

امام یافعی رحمہ اللہ نے بھی شیخ موصوف کا یہ عقیدہ لکھا ہے:

’’تمام مخلوقات ملائکہ وجن وانس وعرش وکرسی ولوح وقلم وزمین وآسمان وغیرہ اللہ جل جلالہٗ کی عظمت کبریائی کے مقابلہ میں رائی کے دانہ سے بھی حقیر ہیں‘‘

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ایمان کسے تمام نہ شد تا ہمہ خلق نزدِ اوایں چنیں نہ نماید کہ پشک شُتر‘‘

سیّدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد بھی سنیے اور سر دُھنیے، فرماتے ہیں:

"اجعل الخليقة اجمع كرجل كتفه سُلطان عظيم ملكه، شديد امره مهولة شوكته و سطوته' ثم جعل الفلة فى رقبتهٖ مع رجليه ثم صلبه على شجرة الأرز على شاطئ نهر عظيم موجه فسيح عرضه عميق غرره' شديد جريه ثم جلس السُلطان على كُرسى عظيم قدره عال سمأ ه بعيد مرامه' ووصوله' و ترك الى جنبهٖ احمالا مِن السهام والرماح والقسى ممالا يبلغ قدرها غيره فجعل يرمى الیٰ المصلوب بماشاءَ من ذالك من السلاح"۔

تمام مخلوق کو اس آدمی کی طرح سمجھو کہ جس کو کسی ایسے بادشاہ نے گرفتار کرلیا ہو جس کا ملک بڑا، حکم سخت اور دبدبہ غلبہ خوفناک ہو پھر اس بادشاہ نے اس آدمی کے پاؤں اور گردن میں طوق وسلاسل ڈال کر اسے صنوبر کے درخت پر ایک بڑے مواج اور تلاطم خیز، وسیع وعریض دریا کے کنارے سُولی پر چڑھایا ہو پھر وہ بادشاہ ایک شاندار کرسی پر جلوہ افروز ہو اور تیر وکمان اور شمشیر وسناں اور دیگر ہتھیاروں کے لاتعداد انبار لگا لے اور اس مصلوب شخص پر جس ہتھیار کو چاہے چلائے (پس جس طرح اس بادشاہ) کے سامنے یہ مصلوب لاچار ہے اسی طرح تمام مخلوق خدا تعالیٰ کے سامنے عاجز ولاچار ہے۔

شیخ المشائخ قطبِ عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

انہٗ' عبد ذلیل والرب رب جلیل سرگردانی در مقام عبودیت و ذل کو ور مقابلہ عالمِ ربوبیت ہمہ راست بر طریق عموم انبیاء و اولیاء ہمہ حیران وسرگرداں اند۔	بے شک بندہ ذلیل ہے اور رب بزرگی والا، سرگردانی مقامِ عبودیت میں اور وجود کا عالمِ ربوبیت کے مقابلہ میں ذلیل ہونا سب سچ ہے اور بہ طریق عموم انبیاء واولیاء تمام حیران وپریشان ہیں۔

حضرت شیخ اکبر امام محی الدین ابنِ عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فان كل شئى فى العالم بالنظر الیٰ عظمة اللهِ حقير"	دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلہ میں حقیر ہے۔

اور حضرت امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

عالم را با صانع خویش ہیچ نسبت نیست مگر آنکہ مخلوق وذلیل ست	دینا کو اپنے صانع کے ساتھ کوئی نسبت نہیں مگر یہ کہ مخلوق وذلیل ہے۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۲۷۹-۲۸۱)

مفتی عبدالقیوم رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم بن مولانا عبدالحیؒ بڑھانوی رحمہ اللہ۔ آپ کی ولادت ۱۲۳۱ھ میں ہوئی آپ نے بچپن میں ہی قرآنِ مجید حفظ اور حضرت سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کر لی تھی آپ نے کتب صرف ونحو شیخ نصیر الدین شافعی دہلوی اور بعض دیگر درسی کتب مولانا نصیر الدین لکھنوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۲۷)

نواب بھوپالی کے والد کی بیعت اصلاح:۔ حضرت نواب والا جاہ السیّد ابوالطیب صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ الحسینی البخاری القنوجی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام شہید حسین بن علی رضی اللہ عنہما تک منتہی ہوتا ہے آپ کی ولادت باسعادت بروز اتوار مورخہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ میں ہوئی آپ کے والد ماجد بہت بڑے عالم وفاضل اور عابد وزاہد تھے۔ شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ وشاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے تلمیذ اور حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ کے مُرید تھے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۲۸)

قطب وقت کا انتقال:۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پھلتی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے برادرِ اکبر حضرت شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ کے پوتے تھے۔ حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ نے تمام انتظامی امور آپ کو سونپ رکھے تھے۔ حافظ قرآن بھی تھے قضا حوائج بشریہ کے سواہر وقت قرآنِ حکیم کی تلاوت میں رطب اللسان رہتے تھے۔ سفرِ جنگ شیدو میں علیل پڑ گئے تو سیّد صاحب رحمہ اللہ نے گاؤں بھیج دیا جو کہ اوچ اور بھاڑا کے درمیان تھا۔ مرض شدت اختیار کرتا گیا اور وہ بالآخر اسی گاؤں میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ قاضی احمد اللہ میرٹھی رحمہ اللہ نے تجہیز وتکفین

کا سامان پیدا کیا، سیّد صاحب رحمہ اللہ نے جنازہ پڑھایا اور حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ''یوسف جی اس لشکرِ اسلام کے قطب تھے آج لشکر قطب سے محروم ہوگیا'' آپ بڑے قانع، زاہد، متوکل، مستقیم الحال اور مستقل مزاج تھے ملاحظہ فرمائیے وصایا الوزیر ج۲ص۱۱۰-۱۶۲۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۳۳-۳۳۴)

مولانا کرامت علی کی خلافت:۔ حنفی مکتبِ فکر کے یہ مشہور بزرگ مولانا کرامت علی صاحب جونپوری حضرت سیّد احمد صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۳۵)

حضرت شاہ غلام علی نقشبندی رحمہ اللہ کے مجاہدات:۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ بڑے عالم و فاضل اور زاہد و عابد بزرگ تھے ۱۱۵۶ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ابتداً اپنے علاقہ میں علم حاصل کیا اور پھر علمی تشنگی کی مزید تسکین کیلئے سوئے دہلی روانہ ہوگئے اور وہاں دودمانِ عالی ولی اللّٰہی کے چشمہ صافی سے سیرابی حاصل کرنے کیلئے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ''صحیح بخاری'' کا درس لیا۔ ۲۲ سال کی عمر میں شیخ جانجاناں علوی دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرصہ دراز تک ان کے پاس اوراد و وظائف میں مشغول رہے اور جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے جانشین بن گئے آپ کا معمول تھا کہ روزانہ دس ہزار مرتبہ نفی و اثبات کا وظیفہ کرتے، اسمِ ذات کے وظیفہ، استغفار اور درود شریف کا تو شمار ہی نہ تھا اس کے علاوہ دس پارے یومیہ تلاوتِ قرآنِ پاک کرتے۔ پانی سے روزہ افطار کرتے اور زمین سے ہی بستر کا کام لیتے قریباً پندرہ برس آپ کا یہ معمول رہا ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ میں آپ اللہ کو پیارے ہوگئے اور دہلی میں مدفون ہیں نور اللہ مرقدہٗ مزید حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیے۔ واقعات دار الحکومت دہلی ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۵، برکات الاولیا ص ۱۸۵، گلزارِ اولیاء: ص ۴۷-۵۴، تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان، ص ۴۶۱-۴۶۷، انوار العارفین، ص ۴۷۰-۴۸۱، ضمیمہ مقامات مظہری، ص: ۱-۳۸، رودِ کوثر ص: ۶۴۳-۶۵۳، علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) ج: ۱ص: ۳۶۰، نزہتہ الخواطر، ج ۷، ص ۳۵۶-۳۵۷، خزینۃ الاصفیاء، ج ۱ص ۶۹۳، حالات مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ ص ۳۰۸-۳۳۰، تاریخ اولیائے دہلی، ص ۱۳۰، تذکرہ علماء ہند اُردو، ص ۳۶۴، آثار الصنادید، ص ۲۰۷-۲۱۲۔ بحوالہ تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۳۶)

سیدابواحمد بحیثیت مرید و مرشد:۔ حضرت سیّد ابواحمد حسن بن علی حسینی بخاری قنوجی رحمہ اللہ علیہ ۱۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۵۳ھ میں وفات پا گئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز، رفیع الدین اور عبدالقادر رحمہم اللہ سے آپ کو تلمذ حاصل تھا اور حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ ان کی معیّت میں خراسان بھی گئے۔

جن لوگوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے ہدایت حاصل کی ان کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے۔ آپ تقویٰ، عمل، تاثیر وعظ، قلتِ حرص، ایثار اور وجاہت و ہیبت کے اعتبار سے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے ساری زندگی اطاعتِ الٰہی میں بسر کی مقلد اور عالم بالکتاب والسنہ تھے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ ہندوستان سے ترکِ سکونت کر کے حرمین شریفین کی طرف ہجرت کر جائیں مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا اور عین عالمِ شباب میں دارِ آخرت کی طرف ہجرت کر گئے حدیث و تفسیر کی کتابوں کے علاوہ اور کوئی چیز ترکہ میں نہ چھوڑی ان میں سے بھی زیادہ تر آپ کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی تھیں آپ کی تصنیفات نہایت نفع بخش اور زیادہ تر اُردو میں اور نظم و نثر دونوں میں کچھ کتابیں عربی و فارسی میں بھی ہیں۔ وفات کے بعد آپ کی قبر پر نُور دکھائی دیتا رہا آپ کے احباب میں سے کسی نے ''مات بخیر/۱۲۵۳ سے تاریخ وفات نکالی'' رحمه الله رحمة واسعته و جعل الجنة مثواه و منزله'' حضرت نواب صاحب آپ کے صاحبزادہ گرامی ہیں، التاج المکلل، ص ۲۹۴ نیز ابجد العلوم اور حضرت نواب صاحب کی کئی دیگر تصنیفات میں بھی آپ کے حالات مرقوم ہیں۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۳۹)

مولانا خرم علی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا خرم علی ضلع کانپور کے ایک گاؤں بلہور میں پیدا ہوئے۔ درسی کتب پڑھنے کے بعد آپ سیّد صاحب سے بیعت ہوئے اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے پھر باندا میں نواب ذوالفقار خاں کے پاس چلے گئے اور ترجمہ و تصنیف کے فرائض انجام دینے لگے۔ آپ نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الدر المختار'' کا اُردو میں ''غایۃ الاوطار'' کے نام سے ترجمہ شروع کیا۔

ابھی باب الاذان تک ہی پہنچے تھے کہ پیام اجل آگیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ''مشارق الانوار'' کا ترجمہ شرح اور ''القول الجمیل'' کا ترجمہ ''شفاء العلیل'' کے نام سے کیا۔ علاوہ ازیں ''نصیحۃ المسلمین'' اور قرأت فاتحہ خلف الامام آپ کے رسائل ہیں۔ ۱۷-۲-۱۲۷۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی نزہتہ الخواطر: ج ۷، ص: ۱۵۸-۱۵۹، تراجم علماء حدیث ہند، ص ۳۹۵-۳۹۶، تذکرہ علماء ہند، ص ۵۶، حیات سیّد احمد شہید، ص ۲۹۷، جماعت مجاہدین، ص ۲۹۴۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۳۹-۳۴۰)

مفتی الٰہی بخش کا سلسلہ نقشبندیہ:۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ کی ولادت ۱۱۶۲ھ میں کاندھلہ میں ہوئی آپ کا سلسلہ نسب امام رازی رحمہ اللہ کے واسطہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے آپ نے اپنے نانا شیخ محمد مدرس کاندھلوی رحمہ اللہ کی گود میں تربیت حاصل کی۔ کتاب، حساب اور چند چھوٹے چھوٹے رسائل اپنے والد صاحب سے پڑھے، پھر دہلی چلے گئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے تعلیم حاصل کی۔ ایک مدت تک ان کے پاس رہے اور ان سے بیعت بھی ہوئے طب کی تعلیم اپنے والد صاحب اور دادا جان سے حاصل کی اور پھر نواب ضابطہ خاں کے پاس منصبِ افتاء پر فائز ہوئے ان کی وفات پر بھوپال تشریف لے گئے اور وہاں بھی یہی خدمت انجام دیتے رہے کچھ مدّت بعد اپنے شہر واپس آ گئے اور بھائی الحاج کمال الدین کاندھلوی رحمہ اللہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اذکار و اشغال میں مشغول ہو گئے۔ پھر حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ سے طریقہ نقشبندیہ کو حاصل کیا اور ''الملہمات الاحمدیہ'' تصنیف فرمائی جس میں اسی طریقہ کے اذکار و اشغال کے ساتھ ساتھ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے مدائح کو بھی قلمبند کیا اس کے علاوہ آپ ''جوامع الکلم''، شیم الحبیب فی ذکر خصائل الحبیب ''شرح حضرات الخمس، تکملہ مثنوی معنوی'' اور کئی دیگر کتابوں کے مصنف ہیں بروز اتوار مورخہ ۱۵ جمادی الاخری ۱۲۴۵ھ کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ نزہتہ الخواطر۔ ج: ۷، ص: ۷۰۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۴۰)

مولانا محبوب علی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولوی محبوب علی بن مصاحب علی دہلوی محرم ۱۲۰۰ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ سے علم پڑھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سندِ اجازت حاصل کی۔ انہوں نے سیّد صاحب سے بیعت بھی کی تھی اور آپ کی مدد کیلئے اپنے رفقاء سمیت یاغستان کی طرف جا رہے تھے کہ شیطان نے وسوسوں میں مبتلا کر دیا اور واپس آ گئے۔ اسی کا تذکرہ متن میں کیا جا رہا ہے۔ ۱۰ ذوالحجہ ۱۲۸۰ھ کو دہلی میں فوت ہوئے۔ ترجمہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے نزہتہ الخواطر، ج: ۷، ص: ۴۰۶۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۴۱)

فراق مرشد کا غم:۔ بالاکوٹ میں حضرت سیّد احمد رحمہ اللہ اور حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی شادی کے بعد ہر ایک کی نگاہ بار بار جس پر پڑتی تھی وہ شیخ ولی محمد پھلتی ہی تھے کیونکہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کے رفقاء خاص میں سے جو لوگ زندہ رہ گئے تھے ان میں سے شیخ صاحب ہی افضل تھے لیکن ان کی حالت یہ تھی جیسے کوئی دیوانہ یا حواس باختہ ہو۔ سیّد صاحب کے غم میں ہوش بجا نہ تھے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۴۱)

امام صاحب کی مخالفت سے رجوع:۔ مولانا وجیہہ الدین سہارنپوری رحمہ اللہ مشہور حنفی عالم ہیں۔ آپ مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد تھے سندِ فراغت بھی انہی سے حاصل کی۔ مدت تک سہارنپور میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے آپ تایا اور استاد تھے۔ انہوں نے ''صحیح بخاری'' کا درس آپ سے لیا تھا۔ آپ ابتداً حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے مخالف تھے حتیٰ کہ ''تقویۃ الایمان'' کا رد بھی لکھا لیکن بعد میں مخالفت سے تائب ہو گئے اور اپنی کتاب دہلی میں جا کر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پھاڑ ڈالی اور اس روز سے حضرت امام صاحب کے عاشقِ زار بن گئے۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۴۹)

مولانا محمد حسین رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بن شیخ عبدالرحیم بٹالہ ضلع گورداسپور میں ۷ محرم ۱۲۵۶ھ کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطنِ مالوف میں حاصل کی اور پھر سوئے دہلی روانہ ہو کر مولانا مفتی صدرالدین آزردہ رحمہ اللہ، مولانا گلشن علی جانپوری رحمہ اللہ اور مولانا نورالحسن رحمہ اللہ سے علومِ معقول و منقول، فقہ اور اصولِ فقہ کی تکمیل کر کے ۱۲۸۱ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ نے حدیث شریف کی سب کتابیں حضرت مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدّث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھیں اور ۱۲۸۲ھ میں آپ سے سند حاصل کی۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے آپ کی سند میں خاص طور پر یہ فقرہ تحریر فرمایا: ''ان لہ' زیادة صحبة معی و مزید اختصاص بی علی

غیرہ من الطلبة '' آپ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ اور حضرت شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۹۸) سے بیعت بھی تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ دہلی سے لاہور تشریف لے آئے اور مسجد چینیاں والی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمادیا۔

مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ کا کسب علم:۔ شیخ الاسلام حضرت ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت امرتسر میں ہوئی۔

استاذ پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور کتبِ درسیہ کی تکمیل کے بعد ۱۸۸۹ء میں ان سے سندِ فراغت حاصل کی اس کے بعد آپ شمس العلماء حضرت میاں سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بھی آپ نے سند حاصل کی پھر دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں بھی آپ نے کتب معقول ومنقول پڑھیں پھر کانپور جا کر مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ سے بھی تعلیم حاصل کر کے ۱۸۹۲ء میں سند حاصل کی۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۵۲-۳۵۳)

مولانا مظہر علی رحمہ اللہ کی بیعت:۔ مولانا مظہر علی عظیم آبادی رحمہ اللہ نے سیّد صاحب رحمہ اللہ کی دعوت کے آغاز میں ہی بیعت کی آپ بلند پایہ عالم دین اور بڑے غیور شخص تھے آپ کے وعظ وارشاد سے بہت سے لوگوں نے ہدایت پائی۔

آپ بہت بڑے عالم، متقی، ذکی الطبع صاحب اخلاق پسندیدہ اوصاف حمیدہ، سیّد صاحب رحمہ اللہ کے مخلص معتقد اور محبِ راسخ تھے۔ موصوف سپہ گری کے فن میں یکتائے زمانہ اور شجاعت و بہادری میں یگانہ مانے جاتے تھے'' (جماعت مجاہدین، ص: ۱۶۶-۱۶۹ حیات سیّد احمد شہید، ص: ۲۷۶-۲۷۷ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)۔

آپ مولانا عبدالحئی کے چچازاد یا علاقی بھائی تھے۔ آپ علم وتقویٰ کے اعتبار سے بہت بلند پایہ تھے خبر میں سیّد صاحب رحمہ اللہ کی جب ملاقات کی تو فوراً بیعت کر لی۔ نواب محمد میر خاں بن شاہ نظام الدین قادری نقشبندی کے حالات ''علم وعمل'' ص: ۲۹۴، ج: ۱، میں ملاحظہ فرمائیے۔

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۶۴-۳۶۷)

شاہ عبدالعزیز سے سندِ خلافت حاصل ہونا:۔ مولانا محمد یعقوب بن مولانا محمد افضل دہلوی رحمہ اللہ دہلی میں ۲ ذوالحج ۱۲۰۰ھ میں تولد ہوئے آپ نے شرح جامی اور جلالین شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے پڑھیں اور دیگر درسی کتب کی تعلیم شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ آپ کو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے علم وتصوّف میں سند حاصل تھی۔ فراغتِ تحصیل علم کے بعد مدّت تک درس وتدریس میں مصروف رہے پھر برادرِ اکبر شاہ محمد اسحٰق رحمہ اللہ کی معیت میں ۱۲۵۸ھ کو مکہ ہجرت کر کے وہاں سکونت پذیر ہو گئے نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ، خواجہ احمد بن یٰسین نصیر آبادی کے علاوہ اور بھی بہت سے اہلِ علم نے آپ سے تلمذ حاصل کیا مکہ مکرمہ میں ہی ۲۷ ذی القعدہ ۱۲۸۲ھ کو رہگرائے ملک عدم ہو گئے ملاحظہ فرمائیے نزہتہ الخواطر، ج: ۷، ص: ۵۳۴-۵۳۵، آثار الصنادید، ص: ۲۷۶، واقعات دارالحکومت دہلی حصہ دوم، ص ۴۱۳)

(تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۹۶)

مولانا حیدر علی ٹونکی کا فیض تصوف:۔ علامہ حیدر علی ٹونکی رحمہ اللہ دہلی میں تولد ہوئے اور بچپن میں ہی رامپور چلے گئے اور سیّد غلام علی اور شیخ عبدالرحمٰن قہستانی و شیخ رستم علی رامپوری سے نحو اور ادب کی کتابیں پڑھیں پھر لکھنؤ جا کر شیخ مبین بن محبّ رحمہ اللہ اور دہلی جا کر شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ و شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے علمِ حاصل کیا۔ حکیم شریف بن اکمل سے طب سیکھی اور حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ سے تصوف میں فیض حاصل کیا۔ تحصیلِ علم کے بعد آپ درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ نواب وزیر الدولہ والئی ٹونک نے بہت سے اُمور آپ کے سپرد کر دیئے تھے بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا آپ کی تصنیفات میں ''صیانة الاناس عن وسوسة الخناس'' اور ''رسالہ فی اثبات رفع الیدین'' مشہور ہیں۔ آپ امام صاحب رحمہ اللہ کی مدافعت میں لکھا کرتے تھے بالآخر ۷۰ برس کی عمر میں ۱۲۷۳ھ کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ نزہتہ الخواطر، ج ۷، ص ۱۵۳-۱۵۴۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۴۱) (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص: ۳۷۰)

حضرت شاہ مخصوص اللہ کی گوشہ نشینی :۔ حضرت شاہ مخصوص اللہ صاحبِ علم وفضل بزرگ تھے ساری زندگی درس وتدریس میں بسر فرمائی آخر عمر میں مسندِ تدریس کو خیر باد کہہ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ کو وفات پائی۔ نزہتہ الخواطر، ج:۷، ص:۴۶۸-۴۶۹ واقعات دارالحکومت دہلی حصہ دوم، ص:۵۸۹، آثار الصنادید، ص:۲۶۸۔ (تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید، ص:۳۷۵)

نام کتاب :۔ سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ........حالات، خدمات، آثار

تالیف :۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

عارف باللہ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ: حالات، کرامات

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کا لباس: سفید قمیص اور سفید تہبند زیب تن کرتے، سر پر سفید عمامہ باندھتے اور سفید چادر اوڑھتے تھے۔ مہمان سے کھڑے ہو کر ملتے اور اسکا ماتھا چومتے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۷۵)

انوارات وظائف میں استغراق:۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس انسپکٹر پولیس کا نام، جس نے مجھے سزائیں دی تھیں عبدالعزیز تھا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔

اس قسم کے اور واقعات بھی ہیں جو صوفی صاحب رحمہ اللہ کو پیش آئے۔ مولانا عائش محمد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ انہوں نے صوفی صاحب سے پوچھا:

حضرت! آپ نے اس قدر شدائد کیسے برداشت کیے؟

صوفی صاحب نے جواب دیا: میں سورۃ فاتحہ کا وظیفہ پڑھ لیتا تھا۔ اللہ کی رحمت کے اس قدر انوار برستے اور استغراق نصیب ہوتا کہ مجھے احساس تک نہ ہوتا کہ لوہے کی چوٹیں کہاں لگائی جا رہی ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۱۰۴-۱۰۵)

مولوی ولی محمد رحمہ اللہ کے مریدین:۔ ایک اور بیان مظہر ہے کہ قاضی عطاء اللہ ساکن سانگلا اور ابراہیم (ضلع فیروز پور) آئے اور ڈیڑھ ہزار روپے چندے کے مولوی فضل الٰہی کے مکان پر دے گئے۔ یہ دونوں صاحب مولوی ولی محمد رحمہ اللہ ساکن فتوحی والا کے مرید تھے۔"

(سرگزشت مجاہدین، ص:۶۱۴)

کوٹ کپورہ کے بعض لوگ مولوی ولی محمد رحمہ اللہ (فتوحی والا) کے مرید تھے اور جماعت مجاہدین کے معاون تھے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۱۱۷)

علمائے غزنویہ کے ارادت منداور مریدین:۔ ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتان میں ایک قصبہ نما گاؤں بھوجیاں تھا۔ وہ اہل حدیث حضرات کا گاؤں تھا اور علماء کا مسکن تھا۔ یہ سب لوگ علمائے غزنویہ سے تعلق تلمذ وارادت رکھتے تھے۔ شارح نسائی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اصلاً اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ وہاں کے ایک جلیل القدر عالم تھے جو علمائے غزنویہ کے شاگرد اور مرید تھے۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۱۱۷-۱۱۸)

سانپ سے نجات کا آزمودہ وظیفہ:۔ اسی طرح ایک مرتبہ اکیلے جا رہے تھے کہ رات کے وقت ایک پہاڑ کی چوٹی پر بہت بڑے سانپ سے سابقہ پڑا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسی وقت قرآن کی آیت " سلام علی نوح فی العالمین " کا ورد شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں سانپ غائب ہو گیا تو صوفی صاحب رحمہ اللہ آگے بڑھے اور ایک گاؤں سے گھوڑا لے کر منزل مقصود پر پہنچے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۱۵۰)

مبارک خواب مبارک بشارت:۔ انہی دنوں صوفی صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک دریا کے بہت بڑے ہیڈ ورکس پر بیٹھے ہیں، جہاں سے بہت سی نہریں نکلتی ہیں جو مختلف مقامات کو جاتی ہیں۔ دو آدمی وہاں اور تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا:

یہ ہیڈ ورکس کس کا ہے؟۔ اس نے جواب دیا: صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کا۔

سوال کیا: اس سے جو نہریں نکلتی ہیں وہ کس طرف کو جاتی ہیں؟

جواب دیا: پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان، بنگال، مدراس، بہار، کشمیر، افغانستان اور عرب مما لک کو......!

اس کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ کی آنکھ کھل گئی۔ کسی نیک آدمی سے تعبیر پوچھی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی اس قسم کا بہت بڑا کام لے گا، جس کا فیض اطرافِ عالم میں پھیلے گا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۵۷-۱۵۸)

طلباء کے ساتھ اجتماعی مقبول دعا:۔ ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء کی بات ہے کہ مدرسے میں عیدالاضحیٰ کی رخصتیں ہوئیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے طلباء کو جمع کر کے ایک لمبی دعا کی۔ دعا شروع کرنے سے پہلے طلباء سے فرمایا کہ میں دعا کروں گا، تم میری دعا کے ساتھ آمین آمین کہتے جانا۔ دعا میں جو الفاظ میں زبان سے بولوں ان پر حیران اور متعجب ہونے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ حسب معمول صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کی حمد وثنا کی، پھر درود شریف پڑھا۔ بعد ازاں ادعیہ مسنونہ شروع کیں، طلباء آمین آمین کہتے رہے۔ پھر اپنی پُر تاثیر زبان میں پنجابی میں کہا: یا اللہ! یہ طلباء ریلوے اسٹیشن ماموں کانجن سے جو یہاں سے چار میل کے فاصلے پر ہے، کچے راستے میں پیدل چل کر یہاں آتے ہیں، ان کے کپڑے گرد وغبار سے اٹ جاتے ہیں، پاؤں مٹی سے بھر جاتے ہیں، یہ خود پسینے سے شرابور ہو جاتے ہیں۔ یا اللہ! ایسا انتظام فرما کہ گاڑی کی لائن مدرسے کے درمیان سے گزرے...... یا اللہ! ایسا انتظام فرما کہ گاڑی کی لائن مدرسے کے درمیان سے گزرے...... یہ الفاظ وہ بار بار کہتے رہے۔ طلباء آمین آمین پکارتے رہے۔ ساتھ ہی حیران بھی ہوتے تھے کہ ماموں کانجن سے اوڈاں والے گاڑی کی لائن کیسے آئے گی...... صوفی صاحب نے ان سے فرمایا آپ لوگ میری اس دعا پر حیران نہ ہوں، بس آمین آمین کہتے جائیے۔ مدرسے کے قریب سے گاڑی کی لائن کے گزرنے کا انتظام اللہ تعالیٰ خود فرما دے گا، اس کیلئے کوئی بات مشکل نہیں ہے۔ نہ اس میں آپ لوگوں کو حیران ہونے کی ضرورت ہے۔

دعا کی قبولیت:۔ اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا بہت جلد قبول فرمالی اور اسی طرح قبول فرمائی جس طرح صوفی صاحب رحمہ اللہ نے کی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۹۷-۱۹۸)

بنیاد رکھتے وقت اینٹوں پر دم کرنا:۔ بنیاد میں اینٹیں رکھنے سے پہلے صوفی صاحب نے تمام طلباء اور حاضرین سے اینٹوں پر مندرجہ ذیل کلمات پڑھ کر دم کرنے کا حکم دیا، خود بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ یہ کلمات پڑھتے اور دم کرتے رہے۔

درود شریف سات سات مرتبہ...... سورۂ فاتحہ سات سات مرتبہ...... لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سات سات مرتبہ......

سورۂ لایلف قریش سات سات مرتبہ...... لاملجاء و لا منجا من اللہ الا الیہ، رب اجعل ھذا بلدا امنا و ارزق اھلہ من الثمرات سات سات مرتبہ۔ یعنی وہاں موجود ہر شخص نے سات سات مرتبہ ان اینٹوں پر یہ کلمات پڑھ کر دم کیا، جو عمارت کی بنیاد میں رکھی گئیں۔ ان کے ساتھ صوفی صاحب نے بھی یہ تمام کلمات سات سات مرتبہ پڑھے۔

اس کے بعد دونوں کونوں اور درمیان میں صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دم کر کے پانچ پانچ بنیادی اینٹیں رکھیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر طویل دعا کی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۱۹۸-۱۹۹)

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پرانے تعلق دار جو اوڈاں والا کے رہنے والے ہیں، بتاتے ہیں کہ عالم جوانی میں بھی صوفی صاحب باقاعدہ تہجد پڑھتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

رات کو تین بجے کے پس و پیش اُٹھ جاتے۔ وضو کر کے نماز تہجد شروع کر دیتے۔ فجر کی اذان تک ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ اذان کے فوراً بعد طلباء کو اٹھاتے۔ طلباء کو اٹھانے کا طریقہ یہ تھا کہ ان سے کہتے: ''اُٹھو مر دو کھیر کھاؤ۔'' اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ نیند چھوڑ کر اللہ کی عبادت سے سرور حاصل کرو۔

دوپہر کے کھانے کے بعد گرمیوں کے موسم میں تھوڑی دیر قیلولہ کرتے۔ نماز ظہر کے بعد عصر تک، عصر کے بعد مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک، پھر عشاء سے رات گیارہ بجے تک وظائف پڑھتے رہتے یا اس اثناء میں کوئی مہمان آ جاتا تو اس کی بات سنتے، کوئی دعا کرانے والا

آجاتا تو ہاتھ اُٹھا کر اس کیلئے دعا فرماتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات کے بارہ بجے تک یہی مصروفیت رہتی۔ دو چار گھنٹے سونے کے بعد حسب معمول پھر تین بجے کے لگ بھگ بیدار ہو جاتے۔ رات کے چند گھنٹوں کے علاوہ ان کی زبان ہروقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۰۱-۲۰۲)

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے یومیہ وظائف:۔ (۱-درود شریف سومرتبہ، (۲-سورۂ فاتحہ سومرتبہ، (۳-سورۂ اخلاص (یعنی قل هو الله احد۔ پوری سورت) سومرتبہ۔ (۴-معوذتین (قرآن کی آخری دوسورتیں) قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سومرتبہ، (۵-آیت الکرسی (الله لا اله الا هو الحي القيوم ......) سومرتبہ۔ (۶-کلمہ طیبہ (لا اله الا الله محمد رسول الله) سو مرتبہ۔ (۷-سبحان الله والحمد لله و لااله الا الله والله اكبر لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم، سومرتبہ، (۸-لاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم سومرتبہ، (۹-یا بديع العجائب بالخير سومرتبہ۔ (۱۰-يابديع يا بديع، سومرتبہ، (۱۱-ياالله يارحمن يا رحيم يا ارحم الراحمين الله حافظي الله ناصري الله معي سو مرتبہ (۱۲-فالله خير حافظاً و هو ارحم الراحمين سومرتبہ۔ (۱۳-ياعزيز ياودود پانچ سومرتبہ۔ (۱۴-يا حافظ يا حفيظ پانچ سومرتبہ۔ (۱۵-حسبنا الله و نعم الوكيل پانچ سومرتبہ، (۱۶-سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم سومرتبہ۔ (۱۷-انا لله و انا اليه راجعون سو مرتبہ (۱۸-ياكهيعص (سورۂ مریم کے شروع کے حروف مقطعات) سومرتبہ۔ (۱۹-يا حم عسق (سورۂ شوریٰ کے شروع کے حروف مقطعات) سومرتبہ۔ (۲۰-ياحي ياقيوم، سومرتبہ، (۲۱-يا مستعان عونك اياك نستعين، سومرتبہ۔ (۲۲-سورۂ یٰس ایک مرتبہ۔ (۲۳-سورۂ واقعہ، رات کو ایک مرتبہ۔ (۲۴-سورۂ ملک (انتیسویں پارے کی پہلی سورت) رات کو ایک مرتبہ۔ (۲۵-سورۂ مزمل، رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ۔ (۲۶-سورۂ سجدہ، رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ۔ (۲۷-سورۂ کہف: جمعہ کے دن ایک مرتبہ۔

"انا لله و انا اليه راجعون" کا وظیفہ وفات سے چند مہینے پہلے شروع کیا تھا۔ درود شریف بعض اوقات ہزار دفعہ روزانہ پڑھا کرتے۔ دیگر وظائف بھی بسا اوقات ہزار مرتبہ پڑھ لیتے۔ لوگوں کی موجودگی میں بھی پڑھتے رہتے اور قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کو ان کی زبان سے سنائی بھی دیتے۔

ان وظائف کے علاوہ حزب البحر پڑھتے۔ نیز سورۂ بقرہ کی آخری آیات، سورۂ آل عمران کا آخری رکوع، سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت، سورۂ مومنون کی آخری چار آیات، سورۂ روم کے دوسرے رکوع کی آخری تین آیات۔ سورۂ فرقان کا آخری رکوع۔ سورۂ حشر کی آخری تین آیات روزانہ پڑھا کرتے۔ سورۂ کہف کی آخری دس آیات بھی قریب بیٹھنے والوں کو ان کی زبان سے سنائی دیتی تھیں۔ غرض وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی وظیفہ پڑھتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ وظائف ان کے رگ و ریشے میں رچ بس چکے تھے۔

وضاحت (وظائف کی یہ تفصیل مجھے مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی نے بہ صورت تحریر بھجوائی ہے۔ اس پر میں اپنے اس قابل احترام دوست کا شکر گزار ہوں)

یہ تھا اس جماعت مجاہدین کے بزرگوں کی ترتیب کا نتیجہ جو حضرت سیّد احمد شہید اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ نے قائم کی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۰۳-۲۰۵)

اولیاء اور روحانیت سے دوری ہماری بدقسمتی:۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لوگ جو باتیں بیان کرتے ہیں اور اپنے تجربات بتاتے ہیں، انہیں سن کر ہم بے عمل لوگوں کو انتہائی تعجب ہوتا ہے اور خیال گزرتا ہے کہ وہ اس دور کے آدمی نہیں تھے، کسی اور دور سے تعلق رکھتے تھے۔

ہمارا دور سراسر مادی دور ہے، روحانیت سے ہمیں کوئی تعلق نہیں رہا۔ ہم ظواہر پر نگاہ رکھنے والے لوگ ہیں اور ظواہر ہی ہماری سوچوں کا مرکز ہے، اس لیے روحانیت کے معاملات ہمارے فہم کی گرفت میں نہیں آتے...... روحانیت کونے میں کھڑی ہمیں دیکھتی رہتی ہے، اپنی طرف آنے کے اشارے بھی کرتی ہے اور زور زور سے آوازیں بھی دیتی ہے لیکن ہم اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے، کان لپیٹ کر اور آنکھیں بند

کر کے آگے نکل جاتے ہیں۔ روحانیت کی محفلوں اور اللہ والوں کی مجلسوں میں نہ ہم کبھی گئے اور نہ کبھی انہیں کوئی اہمیت دی۔ ہماری بدقسمتی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم اس قسم کی محفلوں اور مجلسوں کو خلاف شرع قرار دینے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جادۂ روحانیت پر قدم زن ہونے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صوفی صاحب جماعت مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے۔ اب بھی جہاد کا نعرہ لگانے والے اور مجاہد کہلانے والے بہت سے لوگ موجود ہیں، کیا ان میں بھی اس قسم کی نیکی اور صالحیت کے تھوڑے بہت آثار پائے جاتے ہیں؟ یا یہ صرف نام کے مجاہد ہیں اور نام ہی کا ان کا جہاد ہے؟

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۰۵-۲۰۶)

مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ کے والد کی بیعت:۔ مولانا محمد یعقوب ملہوی ۱۹۲۱ء میں ضلع اوکاڑہ کی تحصیل رینالہ خورد کے چک نمبر ۲۰ الف میں پیدا ہوئے۔ رینالہ خورد کو ''ملہیاں والا'' بھی کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے انہوں نے ملہوی کی نسبت سے شہرت پائی۔ چک نمبر ۲۰ الف میں جو رینالہ خورد کے بالکل قریب ہے، ایک بزرگ صوفی محمد یوسف قیام پذیر تھے، جو مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے اور صوفی عبداللہ مرحوم کے مرید تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے، ایک کا نام محمد ابراہیم تھا اور ایک کا محمد یعقوب...... ۱۹۳۵ء میں وہ اوڈاں والا آئے اور محمد یعقوب کو صوفی صاحب رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۰۸)

قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ:۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد عقیدت مندانہ تعلق رکھنے والے، ان کے مرید باصفا اور ان کے جاری کردہ دارالعلوم کے خادمِ خاص قاضی محمد اسلم سیف کا تذکرہ اس کتاب میں نہایت ضروری ہے۔ وہ ۶ جون ۱۹۳۶ء کو بڈھیمال (ضلع فیروز پور، مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۴۱)

قاضی محمد اسلم سیف کی عقیدت مرشد:۔ دوسری اہم خصوصیت ان میں یہ تھی کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے پناہ تعلق عقیدت اور علاقہ ارادت رکھتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے وہ باقاعدہ بیعت تھے اور جس طرح مرید اپنے مرشد سے وابستگی کا اظہار کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح کا جذبہ ان میں صوفی صاحب کی ذات کے بارے میں پایا جاتا تھا۔ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو مستجاب الدعوات بزرگ قرار دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور ان کی یہ بات بالکل صحیح تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور واقعی صوفی صاحب رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ حاصل تھا اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی دعائیں قبولیت کے اعزاز سے بہرہ مند ہوتی تھیں۔ اس کی کچھ تفصیل آئندہ صفحات میں ایک مستقل باب کی صورت میں آ رہی ہے۔

قاضی محمد اسلم کو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے کچھ وظائف بھی بتائے تھے، جن کا ذکر وہ کبھی کبھی کیا کرتے تھے۔ ان کی دعا کی قبولیت کے بعض واقعات بھی انہوں نے کئی دفعہ بیان کیے۔

بہر حال صوفی صاحب رحمہ اللہ سے انہیں انتہائی قلبی لگاؤ تھا اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بھی اس کا احساس تھا، اس لیے وہ ان پر نگاہِ شفقت رکھتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے وہ فرماں بردار مرید تھے۔ چنانچہ ان کی طرف سے جو حکم انہیں دیا جاتا، اس کی تعمیل میں وہ پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۴۴-۲۴۵)

مولانا عائش محمد رحمہ اللہ:۔ مولانا عائش محمد ۱۹۴۱ء میں موضع بڈھیمال (ضلع فیروز پور۔ مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آزادیٔ وطن کے وقت یہ صرف چھ سال کے بچے تھے۔ ان کا مولد وہی گاؤں ہے، جس میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمہم اللہ اور دیگر متعدد علمائے کرام قیام پذیر تھے۔

صحیح بخاری مولانا عبداللہ صاحب ویروالوی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ اس سے پہلے مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ اور حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ بڈھیمالوی سے بھی اس کا درس لے چکے تھے۔

گیارہویں جماعت میں تھے کہ اچھا دواخانہ والوں کے گھر جناح کالونی (لائل پور) میں صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور ان سے دعا کرائی۔ نیکی کی راہ پر تو بفضلِ خدا پہلے ہی سے قدم زن تھے، لیکن بیعت اور دعا کے بعد تو دل کی حالت بالکل بدل گئی اور طبیعت میں وظائف و اوراد کیلئے شدید جذبہ پیدا ہوگیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۲۵۱-۲۵۲)

حج پر حاضری کا آزمودہ وظیفہ:۔ اس وقت قلب کی گہرائیوں میں حج بیت اللہ کیلئے ایسی تمنا نے جوش مارا کہ ہر لمحے تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کیلئے عرض گزار ہوئے کہ یہ سعادت جلد سے جلد حاصل ہو، لیکن جیب میں اس وقت صرف سوا روپیہ تھا اور وہ بھی ان کا نہ تھا۔ ہر وقت ''لبیك اللهم لبیك'' پڑھتے رہتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا روزانہ سو مرتبہ یہ آیت پڑھا کرو۔

> ''و من یتق الله یجعل له مخرجا o و یرزقه من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی الله فهو حسبه ان الله بلغ امرہ قد جعل الله لکل شي ء قدرا'' (طلاق:۳-۴)
>
> اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کیلئے (رنج و غم سے) نکلنے کی صورت پیدا فرما دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہ ہو، اور جو شخص اللہ پر بھروسا کرلے تو وہ اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

ان سطور کے راقم کو بھی بہت سال ہوئے ایک بزرگ عالم دین نے اول آخر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر روزانہ سو مرتبہ قرآن مجید کی یہ بابرکت آیت پڑھنے کا مشورہ دیا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزانہ یہ آیت پڑھتا ہوں۔ اس کے پڑھنے سے بلاشبہ بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

بہر حال مولانا عائش محمد رحمہ اللہ کے حریم قلب میں حج بیت اللہ کا شوق لحہ بہ لحہ بڑھتا گیا۔ وہ کثرت کے ساتھ ''لبیك اللهم لبیك'' بھی پڑھتے رہتے تھے اور صوفی صاحب کے بتائے ہوئے وظائف کو بھی انہوں نے اپنا معمول بنالیا تھا۔

اسی اثنا میں ایک مرتبہ انہیں ایک بزرگ حاجی محمد دین رحمہ اللہ کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے فرمایا آیئے میرے ساتھ چلئے، کراچی کیلئے جہاز کی سیٹ بک کرانی ہے۔ اس طرح حج کیلئے اللہ تعالیٰ نے راستہ کھول دیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۲۵۲-۲۵۳)

شیر سے حفاظت کا آزمودہ وظیفہ:۔ ایک مرتبہ غازی عبدالکریم مجاہد آبادی صاحب رحمہ اللہ جہاد کے سلسلے میں کہیں تنہا جا رہے تھے کہ سورج غروب ہوگیا۔ وہیں رات بسر کی اور صبح کو پھر چل پڑے۔ ظہر کے وقت ایک جگہ پہنچے، وہاں تالاب کی شکل میں پانی جمع تھا۔ وضو کیا اور نماز پڑھی۔ وہاں سے ان کی منزل مقصود تک پہنچنے کے دو راستے تھے۔ ایک معروف راستہ تھا جو پگ ڈنڈی کی صورت میں تھا اور کچھ لمبا تھا۔ دوسرا جنگل میں سے ہو کر گزرتا تھا جو غیر معروف تھا اور مختصر تھا۔ غازی صاحب رحمہ اللہ نے مختصر راستہ اختیار کیا۔ آگے گئے تو دیکھا کہ راستے میں شیر بیٹھا ہے۔ شیر نے بھی ان کو دیکھ لیا...... کچھ دیر وہاں کھڑے رہے اور سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ نہ پیچھے مڑ سکتے ہیں، نہ آگے بڑھ سکتے ہیں...... کھڑے کھڑے سورۂ یٰس پڑھنا شروع کر دی۔ جب اس آیت پر پہنچے: وجعلنا من بین ایدیهم سدا و من خلفهم سدا فاغشینهم فهم لایبصرون ''تو شیر اُٹھ کر جنگل میں چلا گیا اور غازی صاحب آگے نکل گئے۔

یہ وظیفہ انہیں مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ نے بتایا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۲۶۰)

حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سے مولوی محمد دین عقیدت مندانہ مراسم رکھتے تھے اور ان کے قائم کردہ دار العلوم سے بھی انہیں پیار تھا۔ چنانچہ مختلف طریقوں سے تقریباً تیس سال انہوں نے اس دار العلوم کی خدمت کی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۲۷۴)

دم درود اور تعویذ تبلیغ دین کا مؤثر ذریعہ:۔ ان کے دم درود اور تعویذ دھاگے کا سلسلہ بھی چلتا تھا، چنانچہ میں نے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں دیکھا کہ لوگ ان کی خدمت میں آتے، ان سے دم دعا کراتے اور تعویذ وغیرہ لیتے تھے...... یہ کام صحیح طور سے اخلاص کے

ساتھ کیا جائے تو میرے خیال میں تبلیغ دین کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ جماعت اہلحدیث کے بہت سے جلیل القدر علمائے کرام اس پر عامل تھے اور اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء بخشتا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۷۵)

مولانا محمد دین کا عمامہ:۔ مولانا محمد دین سفید عمامہ باندھتے تھے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۷۶)

مولانا عائش اور مولانا ابوبکر غزنوی کا ذوق تصوف:۔ حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سے جو حضرات قلبی وابستگی اور روحانی مراسم رکھتے تھے، ان میں مرحوم و مغفور سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ وہ عمر میں صوفی صاحب مرحوم سے تقریباً پینتالیس برس چھوٹے تھے، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ سن و سال کے نصف صدی کے اس تفاوت کے باوجود ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مرید خاص مولانا عائش محمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی وہ بہت تعلق رکھتے تھے اور دونوں کے درمیان تصوف و وظائف کے روح پرور موضوع پر سلسلۂ کلام جاری رہتا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۸۱)

مولانا سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:۔ سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی زندگی کو ہم دو عہدوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا عہد حصولِ علم، حصولِ ملازمت اور بعض دیگر مشغولیتوں کا تھا جو تقریباً ۱۹۶۰ء تک چلا۔ اس کے بعد دوسرا عہد شروع ہوا جس کے بہت سے گوشے پہلے عہد سے بالکل مختلف تھے۔ یہ ذکر الٰہی، وظائف و اوراد، مجالس ذکر کے انعقاد، عبادت و تصوف، وعظ و تقریر، خطبات جمعہ کے التزام کا عہد تھا۔ اس عہد میں انہوں نے بڑی شہرت پائی اور ان کے اشغال سے بے شمار لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۲۸۷-۲۸۸)

مجالس ذکر میں اہلحدیث اور غیروں کی شرکت:۔ ڈاکٹر صاحب (محمد راشد رندھاوا) سیّد صاحب مرحوم کے بے حد عقیدت مند بھی تھے اور مخلص ترین ارادت مند بھی۔ سیّد صاحب رحمہ اللہ کا اپنے اسلاف کی طرح ذکر و اذکار کا سلسلہ جاری تھا اور جمعرات کی شام کو ان کی مجلس ذکر منعقد ہوتی تھی، جس میں بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ شامل ہوتے تھے، ان میں اہلحدیث بھی اچھی خاصی تعداد میں شرکت کرتے تھے اور غیر اہلحدیث بھی۔ ڈاکٹر صاحب اس مجلس میں بالالتزام حاضری دیتے تھے اور انہوں نے باقاعدہ سیّد صاحب مرحوم سے اس کے اسباق مکمل کیے۔ ڈاکٹر صاحب کے تعلیمی مراحل اب تک چوں کہ طب کی وادیوں میں طے ہوئے تھے اور ان تمام وادیوں کا تعلق یورپ اور امریکہ سے تھا، اس لیے انہیں دینیات کی گہری تعلیم کے حصول کے مواقع میسر نہیں آئے تھے۔ اس کا انہیں شدید احساس بھی تھا اور اس کے حصول کیلئے یہ بے تاب بھی تھے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۰۲)

مجالس ذکر حصول علم کا ذریعہ:۔ سیّد ابوبکر غزنوی مرحوم سے ان کا سلسلہ مراسم آگے بڑھا تو انہوں نے اس علم سے بہرہ ور ہونے کا عزم کیا، چنانچہ قرآن و حدیث کی زیادہ تر تعلیم اسی ہفت روزہ مجلس ذکر کی وساطت سے حاصل کی۔ یہ سلسلہ سیّد صاحب رحمہ اللہ کی وفات (۲۴، اپریل ۱۹۷۶ء) تک دس برس جاری رہا (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۰۲)

28 سال سے اجتماعی مجالس ذکر:۔ کم و بیش اٹھائیس سال سے رندھاوا کلینک (۴۴۶ شادمان کالونی) میں ہفت روزہ مجلس ذکر کا سلسلہ جاری ہے۔ اس مجلس کے انعقاد کیلئے جمعرات کا دن مقرر ہے۔ یہ ایک بابرکت مجلس ہے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے عین مطابق ہے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس قسم کی بعض مجالس کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ ان مجالس میں اللہ کی حمد و ثناء بیان کی جاتی ہے۔ اس کی تقدیس و تمجید کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس کی بارگاہ اقدس میں عجز و عاجزی سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ اس لیے ان میں شامل ہونے والے یقیناً عالی بخت اور بلند مرتبت لوگ ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۱۲)

دفاع مجالس ذکر کے دلائل:۔ ذیل میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں، جن میں مجالس ذکر کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ یہ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی گئی ہیں۔ ہر حدیث کے نیچے اس کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک

ایسی جماعت ہے، جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں، پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو آواز دیتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف چلے آؤ، (چنانچہ فرشتے آجاتے ہیں) اور اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ان ذاکرین کو گھیر لیتے ہیں (جب وہ فرشتے واپس ہوتے ہیں) تو ان سے ان کا پروردگار دریافت کرتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تیری پاکیزگی اور تیری کبریائی بیان کر رہے تھے اور تیری تعریف میں مصروف تھے اور تیری عظمت بیان کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے؟ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں، بخدا انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے، اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو (ان کی کیا حالت ہو)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو وہ تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ بزرگی بیان کرتے اور بے حد تیری پاکیزگی بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور وہ کیا چیز مانگتے تھے؟ آپ نے فرمایا: فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگ رہے تھے، خدا فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، بخدا اے رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو (ان پر کیا کیفیت ہوتی)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (فرشتے) کہتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی حرص اور بڑھ جاتی اور جنت کی طلب اور زیادہ ہو جاتی اور اس کی رغبت انہیں شدت کے ساتھ ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر خدا پوچھتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں، نہیں بخدا! انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو (ان کی کیا حالت ہو)؟ فرشتے کہتے ہیں، اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ خوف زدہ ہوتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اس جماعت میں ایک فلاں شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا، اپنی کسی ضرورت کیلئے آیا تھا، اللہ فرماتا ہے ان کی مجلس ذکر میں بیٹھنے والا (میری رحمت سے) محروم نہیں رہتا۔"

"صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی نیک جماعت گھومنے پھرنے اور گشت لگانے والی ہے، یہ جماعت ذکر الٰہی کی مجلسوں کو تلاش کرتی رہتی ہے۔ پس جب یہ فرشتے کسی ایسی مجلس کو پا لیتے ہیں جس میں ذکر الٰہی ہوتا ہو، تو یہ فرشتے بھی اس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اور بعض فرشتے بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ساری فضا جو آسمان اور اس مجلس کے درمیان ہے، فرشتوں سے بھر جاتی ہے۔ پس جب ذکر کی مجلس منتشر ہو جاتی ہے اور یہ فرشتے اوپر چڑھتے ہیں اور آسمان تک پہنچتے ہیں تو ان سے اللہ عزوجل دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے، تم کہاں سے آئے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں ہیں اور تیری پاکیزگی اور کبریائی کا ذکر کرتے ہیں اور تیری توحید اور تیری حمد وثناء بیان کرتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں اے رب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان کا کیا حال ہو اگر وہ میری جنت دیکھ لیں؟ فرشتے کہتے ہیں۔ وہ تجھ سے پناہ (بھی) مانگ رہے تھے۔ خدا فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں اے رب تیری آگ سے۔ خدا فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں نہیں۔ خدا فرماتا ہے اگر وہ آگ کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں وہ مغفرت بھی مانگ رہے تھے۔ خدا فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا اور جو انہوں نے مانگا تھا، عطا کر دیا، انہیں پناہ بھی دے دی، جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں: اے پروردگار! ان میں فلاں بندہ بھی تھا، جو بڑا گنہگار ہے، وہ وہاں سے گزر رہا تھا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ اللہ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ یہ ایسی جماعت ہے کہ اس میں بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا۔

''حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جماعت اللہ کا ذکر کرنے کیلئے بیٹھتی ہے، فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت خداوندی اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان (فرشتوں) سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

''حضرت ابوواقد حارث بن عوفؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک تین شخص آئے ان میں سے دو تو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو گئے اور ایک چلا گیا۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے رہے۔ ان دونوں میں سے ایک نے مجلس کے حلقے میں کچھ کشادگی محسوس کی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا شخص حاضرین مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چل دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کی کیفیت سے آگاہ کروں؟ ان میں سے ایک نے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جائے پناہ تلاش کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اچھی جگہ دے دی۔ دوسرے نے (بھیڑ میں گھسنے میں) شرم محسوس کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ شرم کا معاملہ کیا۔ تیسرے نے اعراض کیا (اور چل دیا) تو اللہ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔''

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں حلقہ (ذکر) کے پاس پہنچے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تم یہاں کس وجہ سے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ذکر الٰہی کیلئے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (قسم کھاؤ) کیا اللہ کی قسم تم اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی (اور میں نے یہ نہیں خیال کیا کہ تم غلط بات کہتے ہو۔ یاد رکھو) کوئی ایسا شخص نہیں جسے نبی ﷺ کے ساتھ میری طرح قریبی تعلق رہا ہو اور پھر وہ میری نسبت آپ ﷺ سے کم حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ بات یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک حلقے میں تشریف لے گئے اور فرمایا: تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کیلئے اور اس کی اس بات پر حمد وثناء بیان کرنے کیلئے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت کی اور ہم پر اس نے احسان فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بخدا کیا تمہارے یہاں بیٹھنے کی یہی وجہ ہے؟ انہوں نے کہا بخدا ہم یہاں محض اسی لیے بیٹھے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے اس بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں اٹھوائی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھ رہا ہوں۔ (بات یہ ہے کہ) جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے (تمہارے متعلق مجھے) بتایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔''

ان تمام احادیث میں مجلس ذکر کی فضلیت بیان فرمائی گئی ہے اور اس سے وہ مجلس ذکر مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جاتی ہے اور اس کی تسبیح اور تکبیر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۱۲-۳۱۹)

قبولیت دعا، کرامات اور واقعات

اولیاء کی بارگاہ ایزدی میں شنوائی:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو بہت سی نعمتوں سے نوازا اور بہت سی خصوصیات سے سرفراز فرمایا ہے، جن میں ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی خصوصیت قبولیت دعا ہے۔ انہوں نے ادھر بارگاہِ الٰہی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور عاجزی سے اس کے سامنے جھولی پھیلائی، اِدھر قبولیت کے آثار ظاہر ہو گئے اور جو التجاء کی اللہ نے پوری فرمادی۔

اس باب میں اصل مقصود تو اپنے علم کے مطابق صوفی عبداللہ مرحوم کی قبولیتِ دعا کے چند واقعات بیان کرنا ہے، لیکن جی چاہتا ہے ان سے پہلے دو اور بزرگوں کی قبولیت دعا کے بھی دو دو چار چار واقعات قارئین سے عرض کر دیئے جائیں تا کہ ان کی صالحیت کا بھی ہلکا سا اندازہ نظر وبشر کے زاویوں میں آجائے۔

ضلع گوجراں والا کے ایک قصبے کا نام قلعہ میہاں سنگھ ہے، وہاں ایک بزرگ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قیام فرماتے تھے جو قمری حساب سے ۱۲۲۸ھ میں اور عیسوی حساب سے ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے اور تریسٹھ سال عمر پا کر ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء) میں فوت ہوئے۔ ان کی وفات پر تقریباً

ایک سو پینتیس برس کی مدت بیت چکی ہے۔ مشہور عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی قبولیت دعا کے بہت سے واقعات زبانِ زد عوام وخواص ہیں جن میں سے چند واقعات یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۴۷)

لاولد کو لڑکی کی بشارت (کرامت):۔ علاقہ شاہ پور کے موضع سدرہ میں ایک بزرگ حافظ غلام محمد سکونت پذیر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے گاؤں (سدرہ) کے قریب ایک گاؤں ''کوٹلی'' ہے۔ کوٹلی کا ایک زمیندار لاولد تھا۔ وہ ان کی رفاقت میں مولانا غلام رسول کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا کریں وہ مجھے اولاد عطا فرمادے۔

مولانا نے اسی مجلس میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ دعا کے بعد فرمایا: ''شاید اللہ تعالیٰ تمہیں لڑکی عطا کرے گا۔'' چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا فرمائی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۴۷-۳۴۸)

چنبل کے لاعلاج مرض سے شفایابی (کرامت):۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے سوانح نگار مولوی عبدالقادر لکھتے ہیں کہ قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حافظ قرآن بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ ان کے چہرے پر چنبل ہو گیا تھا۔ بہت علاج کرایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن انہوں نے مولانا رحمہ اللہ سے دعا کیلئے عرض کیا تو دیکھ کر فرمایا ''کوئی علاج نہیں کرایا؟'' کہا: ''بہت علاج کرائے اور کرا رہا ہوں مگر بجائے فائدے کے مرض بڑھ گیا ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے، اب خدائی علاج چاہتا ہوں۔'' مولانا رحمہ اللہ نے اسی وقت دم کیا اور فرمایا ''متواتر تین دن دم کراؤ''

حافظ صاحب نے مولانا رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق تین دن دم کرایا اور چنبل کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۴۸)

زبان ولی کے ہندو لڑکی پر اثرات (کرامت):۔ بعض ہندو یا سکھ اپنے بچوں کو سودا وغیرہ لینے کیلئے اگر کسی ایسی دکان پر بھیجتے جو مولانا رحمہ اللہ کی مسجد کی طرف ہوتی تو انہیں تاکید کرتے کہ مسجد کے قریب سے ''واہگرو واہگرو یا رام رام'' کہتے جانا اور جلدی سے نکل جانا۔ ایک دن ایک ہندو لڑکی والدین کی ہدایت کے مطابق بھاگتی ہوئی جا رہی تھی اور رام رام کا لفظ اس کی زبان پر تھا۔ مولانا رحمہ اللہ کے پاس سے گزری تو فرمایا:

''یا اللہ یا اللہ کہو، یہ پیارا لفظ ہے۔'' چنانچہ ''یا اللہ یا اللہ'' کے الفاظ لڑکی کی زبان سے جاری ہو گئے اور یہی الفاظ ادا کرتی ہوئی گھر پہنچی۔ والدین بے حد پریشان ہوئے اور اسے بار بار کہا کہ ''رام رام'' کہو، مگر لڑکی مسلسل ''یا اللہ یا اللہ'' کہتی رہی اور گھر والوں سے کہا تم بھی ''یا اللہ یا اللہ'' کہو، یہ پیارا لفظ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کے تمام افراد مسلمان ہو گئے اور رام رام کی جگہ اللہ، اللہ نے لے لی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۴۸-۳۴۹)

دعا کی بدولت بانجھ عورت کے ہاں ولادت (کرامت):۔ گجرات کا ایک موچی لاہور میں جوتے مرمت کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً مولانا رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے اور وعظ فرمایا۔ وعظ میں انہوں نے حضرت ذکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ بیان کیا۔ اس وقت وہ موچی بھی موجود تھا۔ اس نے اثنائے وعظ ہی میں عرض کیا، کیا اب بھی ایسا ہو سکتا ہے یا یہ صرف ایک واقعہ ہے جو بیان کیا جا رہا ہے؟ فرمایا ''ہاں اب بھی اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے، موچی نے کہا ''میرا حال بعینہٖ حضرت ذکریا علیہ السلام کا ہے۔ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوں۔ آپ رحمہ اللہ میرے لیے دعا فرمائیں، شاید آپ کی دعا کی برکت سے میرے گھر لڑکا پیدا ہو جائے۔'' مولانا رحمہ اللہ نے دعا فرمائی اور لوگوں نے آمین آمین کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو لڑکا عطا فرمایا۔ اس نے مولانا رحمہ اللہ کو اطلاع دی تو انہوں نے اس کا نام ''اللہ دتا'' رکھا۔ وہ لڑکا حافظ قرآن ہوا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۴۹)

سکھ پر زبان ولی کے اثرات (کرامت):۔ لاہور ہی کا واقعہ ہے کہ مولانا رحمہ اللہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سکھ عورت ''واہگرو واہگرو'' کہتی ہوئی وہاں سے گزر رہی تھی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا ''وحدہ وحدہ'' کہو۔ اس عورت کی زبان پر ''وحدہ وحدہ'' جاری ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے بہت سمجھایا اور مار پیٹ بھی کی، مگر وہ باز نہ آئی اور مسلمان ہو گئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۴۹)

سکھ کا فوراً مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ضلع گجرات کے کسی گاؤں میں جا رہے تھے کہ ایک سکھ نے ان سے پوچھا ''موضع ڈنگا کا راستہ کون سا ہے''؟ فرمایا ''بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ تو یاد نہیں، البتہ سیدھوں کا یاد ہے۔'' اس نے کہا

''سیدھوں ہی کا بتادو۔'' فرمایا ''سیدھوں کا راستہ ہے لاالٰہ الا اللہ'' ادھر مولانا کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور ادھر سکھ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوگیا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۴۹-۳۵۰)

دعائے ولی پر پہلی بیوی کا مسلمان ہو جانا (کرامت):۔ ایک سکھ نوجوان نے مولانا غلام رسول مرحوم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ ایک مسلمان خاندان میں اس کی شادی ہوگئی۔ قبول اسلام سے پہلے بھی وہ شادی شدہ تھا۔ ایک دن وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا ''کہو میاں عبداللہ اہل وعیال سمیت خوش ہو۔''؟ عرض کیا ''میری پہلی بیوی بہت سلیقہ شعار اور فرماں بردار تھی، مجھے وہ بہت یاد آتی ہے۔ آپ دعا فرمائیں وہ بھی اسلام قبول کرلے اور میرے پاس آجائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے، ورنہ دن تو گزر ہی رہے ہیں۔'' فرمایا ''میاں عبداللہ! جس ذاتِ اقدس نے تم کو ہدایت دی ہے، وہ اسے بھی ہدایت دینے پر قادر ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی تمہاری مراد پوری ہوگی۔ اب تم گھر جاؤ۔''

عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ مولانا رحمہ اللہ کے حسبِ فرمان گھر چلا گیا، ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ پہلی بیوی نے ایک شخص کے ہاتھ اسے خط لکھ کر بھیجا کہ فلاں دن اور فلاں وقت آکر مجھے لے جاؤ۔ وہ گیا اور اسے ساتھ لے کر مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں قلعہ میہاں سنگھ حاضر ہوا اور وہ مسلمان ہوگئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۰)

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے (کرامت):۔ اس طرح کے ان کے بہت سے واقعات ہیں۔ اب آخر میں ایک اور واقعہ سنیے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا غلام رسول اور مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہما اللہ کے جدِ امجد حضرت مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ دہلی میں حضرت میاں سیّد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی مسجد میں ان سے صحیح بخاری پڑھتے تھے۔ ہنگامے کے بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے گھر (قلعہ میہاں سنگھ) آئے تو کسی نے گوجراں والا کے انگریز حاکم سے شکایت کردی کہ یہ وہابی ہیں اور حکومت کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس وقت وہابیوں کو انگریزی حکومت نے باغی قرار دے دیا تھا، یعنی باغی اور وہابی کے ایک ہی معنے تھے۔ چنانچہ مولانا رحمہ اللہ کو پکڑ لیا گیا اور لاہور لاکر کمشنر منٹگمری کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس نے پوچھا یہاں کوئی آپ کا ضامن ہے، جس کی ضمانت پر آپ کو رہا کردیا جائے؟

فرمایا ''ہاں''!۔ پوچھا ''کون''؟۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ''وہ''

کمشنر منٹگمری اس سے بے حد متاثر ہوا اور اسی وقت انہیں رہا کردیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۰-۳۵۱)

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی حیرت انگیز کرامات کے واقعات

گنٹھیا کے مریض کو شفایابی (کرامت):۔ اب دو چار واقعات ایک اور بزرگ کے پڑھیے۔ وہ ہیں، مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ، مولانا داؤد غزنوی کے والد ماجد اور حضرت مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند عالی قدر...... اس خاندان کو ۱۸۵۷ء کے بعد افغانستان کے حاکم، امیر محمد اعظم نے اپنے ملک افغانستان سے نکال دیا تھا اور وہ خاندان وہاں کی سکونت ترک کرکے امرتسر چلا گیا تھا۔

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی صالحیت اور فروانی علم کی وجہ سے انہیں امام صاحب کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ۲۷-اگست ۱۹۱۳ء (۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ) کو امرتسر میں وفات پائی۔ یعنی آج سے کم وبیش ۹۰ سال پہلے۔

ضلع شیخوپورہ میں ایک قصبہ فیروز وٹواں ہے جو لاہور شیخوپورہ روڈ پر واقع ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس میں زیادہ تعداد میں وٹو برادری کے لوگ آباد ہیں اور غزنوی علمائے کرام سے تعلقِ ارادت رکھتے ہیں۔ ۱۹۴۹ء کی گرمیوں کا موسم تھا کہ میں مولانا سیّد داؤد غزنوی کے ساتھ وہاں گیا۔ ہمارے میزبان کا نام ملک احمد تھا۔ میں نے ان سے پوچھا آپ غزنوی اہل علم کے حلقہ ارادت میں کیوں شامل ہوئے؟

انہوں نے بتایا کہ میں اٹھارہ انیس برس کی عمر میں گنٹھیا کے موذی مرض میں مبتلاء ہوگیا تھا۔ میرے والد نے بہت علاج کرائے، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ وہ حضرت امام یعنی مولانا عبدالجبار غزنوی مرحوم کے ارادت مند تھے، ان سے دعا کیلئے مجھے امرتسر لے گئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے نمازِ فجر کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میرے بدن کے جوڑ کھل رہے ہیں، چار پانچ روز میں اللہ تعالیٰ نے بیماری ختم کردی اور میں تندرست ہوگیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۱-۳۵۲)

دعا ولی پر غربت کا ختم ہوجانا:۔ دوسرا واقعہ ۱۹۵۸ء کا ہے۔ میں اس وقت اخبار ''الاعتصام'' کا ایڈیٹر تھا۔ مدراس سے ایک شخص عزیز اللہ گھڑی ساز لاہور آیا اور مجھے ملا۔ اس نے بتایا کہ ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ مدراس کے دو سیٹھ تجارت کیلئے امرتسر آئے۔ ان کے ساتھ ان کا ایک ملازم تھا، جس کا نام اسماعیل تھا۔ اسماعیل فجر کی نماز مسجد غزنویہ میں حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی اقتدا میں پڑھا کرتا تھا اور ان کا درس قرآن سن کر واپس گھر آتا اور اپنے سیٹھوں کیلئے ناشتہ تیار کرتا تھا۔ ایک روز حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیا کام کرتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں اپنے دو سیٹھوں کے ساتھ ملازم کی حیثیت سے مدراس سے آیا ہوں اور غریب گھرانے کا غریب فرد ہوں۔ آمدنی کا ذریعہ بس یہی ملازمت ہے۔

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کی بات سنی تو پریشان سے ہوگئے اور جو لوگ وہاں بیٹھے تھے، ان سے کہا اس شخص کیلئے دعا کرو، اللہ اس کی غربت دور فرمادے۔ عزیز اللہ نے مجھے بتایا کہ اسماعیل کہا کرتا تھا، جب امام صاحب رحمہ اللہ، اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر میرے لیے دعا مانگ رہے تھے، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دولت میری جھولی میں گر رہی ہے۔

پھر یہ ہوا کہ نماز اور دعا کے بعد اسماعیل گھر گئے۔ حسبِ معمول ناشتہ تیار کیا، دسترخوان بچھایا اور اپنے سیٹھوں سے عرض کیا ناشتہ تیار ہے۔ وہ ناشتے کیلئے دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ اسماعیل سے کہا، آپ بھی بیٹھئے اور ہمارے ساتھ ناشتہ کیجئے۔ کہا آج سے آپ ملازم نہیں ہیں، کاروبار میں ہماری طرح کے حصے دار ہیں، ملازم کسی اور کو رکھا جائے گا۔ آپ کوئی نقد پیسا نہیں دیں گے بلکہ جو آمدنی ہوگی اس سے آپ کے حصے کی رقم وضع ہوتی جائے گی۔ آپ کو ضروریات کیلئے ہماری طرح ماہانہ رقم ملا کرے گی۔

آگے سنئے! اللہ تعالیٰ نے کاروبار میں اتنا نفع دیا کہ اسماعیل نے مدراس کے ضلع ارکاٹ میں بہت بڑا رقبہ خریدا اور اپنے والد کے نام سے اس کا نام عمر آباد رکھا، وہاں ایک درس گاہ بنائی جسے جامعہ اسلامیہ عمر آباد کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ واقعہ مجھے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بھی سنایا، مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آزادیٔ ملک سے قبل تقسیم اسناد کے موقع پر وہاں ہر سال جلسہ منعقد کیا جاتا تھا اور مجھے اس جلسے میں بلایا جاتا تھا۔ سیٹھ اسماعیل امام صاحب رحمہ اللہ کی دعا کی بات ضرور سنایا کرتے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ مجھے جب یہ بات سنا رہے تھے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

یہ ہیں تقویٰ شعار لوگوں کی دعائیں اور یہ ہیں ان کے اثرات جو اسی وقت ظہور میں آگئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۲-۳۵۳)

ولی کی زبان پر اسم ذات کی مٹھاس:۔ کسی زمانے میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا سالانہ جلسہ ہر سال منعقد ہوا کرتا تھا اور ملک کے مختلف شہروں میں اس کا انعقاد عمل میں آتا تھا، ایک سال یہ جلسہ امرتسر میں ہوا، جلسے میں علامہ شبلی نعمانی، مولانا محمد علی مونگیری رحمہما اللہ اور ملک کے بہت سے علماء و زعما موجود تھے۔ اسی اثناء میں ایک دن فجر کی نماز علامہ شبلی رحمہ اللہ نے مسجد غزنویہ میں حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں پڑھی اور ان کا درسِ قرآن سنا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ علامہ شبلی رحمہ اللہ نے درس کے بعد آکر بتایا کہ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ جب ''اللہ پاک'' کا لفظ زبان سے نکالتے تھے تو جی چاہتا تھا، سر ان کے قدموں میں رکھ دیا جائے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۳)

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے قبولیت دعا
اور کرامات کے واقعات

قبولیت دعا کے ان چند واقعات سے آگاہ ہونے کے بعد آیئے اب ان واقعات سے مطلع ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو مختلف حضرات کی وساطت سے حضرت صوفی عبداللہ مرحوم کی قبولیت دعا کے متعلق اس فقیر کے علم میں آئے۔ ان میں سے اکثر واقعات بے حد حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں۔ سنیے......!

بے اولاد عورت کو اولاد نرینہ مل جانا (کرامت):۔ سردیوں کے دن تھے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ دوپہر کے وقت جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے کھلے میدان میں دھوپ تاپ رہے تھے۔ اردگرد کچھ لوگ بیٹھے تھے جو مختلف اوقات میں پڑھنے کیلئے ان سے وظائف پوچھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک جوان عورت آئی اور سلام کر کے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے سامنے کھڑے ہوگئی۔

پوچھا: بیٹی! تم کون ہو اور کیوں آئی ہو؟

عرض کیا: میں فلاں گاؤں سے آئی ہوں اور فلاں شخص کی بیٹی اور فلاں کی بہو ہوں۔ آپ رحمہ اللہ میرے والد کو بھی جانتے ہیں اور سسر کو بھی......! میں اولاد سے محروم ہوں، دعا کیلئے حاضر ہوئی ہوں۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کے حضور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ حاضرین سے کہا، تم بھی دعا کرو۔ دعا کرتے ہوئے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خاتون سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام ''نوراں'' بتایا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پہلے درود شریف پڑھا۔ پھر تین چار دفعہ قدرے ہلکی آواز سے کہا ''یا اللہ نوراں کو لڑکا دے، یا اللہ نوراں کو لڑکا دے۔'' اس کے بعد یکا یک آواز بلند ہوگئی اور زبان سے یہ صدا آنے لگی۔ یا اللہ نوراں سے لڑکا نکال...... یا اللہ نوراں سے لڑکا نکال۔ دس بارہ منٹ پنجابی میں یہی الفاظ اسی انداز سے زبان سے ادا ہوتے رہے۔ دعا ختم ہوئی تو نوراں چلی گئی۔ ''نوراں سے لڑکا نکال'' کے الفاظ بالکل صحیح تھے۔ یعنی لڑکا اس کے بطن سے پیدا ہو، کسی اور کا نہ ہو...... عام طور سے بے اولاد کو اس کے رشتہ دار اپنا بچہ دے دیتے ہیں۔

اس پر تقریباً ایک سال کا عرصہ گزرا ہوگا کہ دو عورتیں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آئیں۔ ان میں سے ایک بڑی عمر کی تھی، ایک چھوٹی عمر کی۔ بڑی عمر کی عورت نے ایک بچہ اٹھا رکھا تھا۔ عرض کیا: بابا جی! یہ نوراں ہے، جس کیلئے آپ رحمہ اللہ نے لڑکے کی دعا کی تھی، میں اس کی ساس ہوں اور یہ لڑکا ہے جو آپ رحمہ اللہ کی دعا کے بعد اللہ نے دیا۔ آپ رحمہ اللہ اس بچے کیلئے بھی دعا کریں۔ (یہ بات مجھے قاضی محمد اسلم سیف مرحوم نے بتائی تھی)

یہ تو تھا اس دور کا واقعہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ نے جوانی کا سفر پورا کر کے کہولت کی منزلیں بھی طے کر لی تھیں اور عہدِ پیری میں داخل ہو گئے تھے۔ اب ان کی بھرپور جوانی کا اسی قسم کا ایک واقعہ سنیئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۳-۳۵۵)

میں صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی دعا کا نتیجہ ہوں:۔ ۱۹۱۱ء کے پس و پیش ایک بزرگ حاجی عنایت اللہ ضلع لائل پور کی تحصیل سمندری کے ایک گاؤں ''لشارن'' میں اقامت گزین تھے، نہایت نیک اور متقی بزرگ...... ان کے گھر کئی بچے پیدا ہوئے، لیکن سب چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ معلوم نہیں کس طرح ان کا تعلق صوفی صاحب رحمہ اللہ سے پیدا ہو گیا اور جلد ہی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی نیکی کے تاثر نے ان کے دل پر غلبہ پا لیا، چنانچہ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ انہیں ایسا بیٹا عطا فرمائے جو باعمل عالم بنے اور لوگ اس کے علم و عمل سے فیض یاب ہوں۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور حاجی عنایت اللہ کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ حاجی صاحب نے اس کا

نام عبداللہ رکھا۔ یہ ۱۹۱۴ء کی بات ہے، جب صوفی صاحب رحمہ اللہ کی عمر انتیس برس تھی۔

حاجی عنایت اللہ کے بیٹے عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے مالا مال فرمایا اور لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا۔ نیکی اور صالحیت بھی بہت بڑی مقدار میں ان کے حصے میں آئی اور انہوں نے باعمل عالم کے طور پر شہرت پائی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں صوفی عبداللہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہوں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۵-۳۵۶)

دعائے ولی سے پانچ کام ہوئے (کرامت):۔ مولانا محمد اسحاق سندھو نے بتایا کہ کسی زمانے میں ہم لوگ ضلع اوکاڑہ کی تحصیل رینالہ خورد کے ایک گاؤں میں غربت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ چھوٹا سا کچا مکان تھا۔ میرے والد بیمار ہوگئے۔ اپنی حیثیت کے مطابق ہم نے ان کا بہت علاج کرایا، لیکن افاقہ نہ ہوا، بلکہ صورت حال یہ ہوگئی کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی نے بتایا کہ اوڈاں والا چک ۴۹۳ گ ب (ضلع لائلپور) میں ایک بزرگ صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سکونت پذیر ہیں، ان کے پاس جاؤ، وہ دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ صحت عطا فرما دے گا۔ چنانچہ ہم مریض کو وہاں لے گئے، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی، اللہ نے کرم فرمایا اور مریض صحت یاب ہوگیا۔

سندھو صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہمارے گاؤں گئے۔ ہم نے ان کو اپنے گھر دوپہر کے کھانے پر بلایا۔ سخت گرمی، چھوٹا سا مکان، نہ بتی نہ بجلی، کدو اور گوشت پکایا گیا تھا، اس کے حصول میں بھی تنگ دستی نے رکاوٹ ڈالنے کی بڑی کوشش کی، لیکن کسی نہ کسی طرح رکاوٹ دور ہوگئی اور مسئلہ حل ہوگیا۔ کھانا کھا چکے تو میرے والد نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ ایک تو یہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ سکونت کیلئے ہمیں کوئی کھلی جگہ دے دے۔ دوسرے یہ کہ میرے بیٹے اسحاق کی شادی ہو جائے اور اسے اللہ نیک اولاد عطا فرمائے۔

بقول مولانا محمد اسحاق سندھو کے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی: یا اللہ! تیرے گھر کیا کمی ہے، سب کچھ تیرے قبضے میں ہے۔ تو ہی سب کو دینے والا ہے۔ تو نے اپنی نافرمانی کرنے والوں کو اور قسم قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کو بڑے بڑے محل اور مکان دیئے ہیں، ان غریب لوگوں کو بھی ایک کھلا سا مکان دے دے۔ یہ تیرے نیک بندے ہیں، دن رات تیرا نام لیتے اور تیری عبادت کرتے ہیں، ان کو تو کیوں کھلا مکان نہیں دیتا...... ساتھ ہی دعا کی کہ یہ اسحاق تیرا فرماں بردار بندہ ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور تیری عبادت کرتا ہے۔ اس کی کسی اچھی جگہ پر شادی کا بندوبست کردے، پھر اس کو دس بارہ بچے عطا فرما دے۔

مولانا محمد اسحاق سندھو بیان کرتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ اس قسم کے الفاظ سے دعا فرما رہے تھے اور ہم ہنس رہے تھے کہ یہ کیا دعا ہے اور یہ کہاں قبول ہوگی...... لیکن دعا قبول ہوئی اور کچھ عرصے کے بعد ان کی شادی ہوگئی...... پھر اچانک رنگ میں بھنگ پڑ گئی، یعنی میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہوگیا اور بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی۔ اس کے باپ اور بھائیوں نے ان کو پیغام بھجوایا کہ تم ہماری بیٹی کو تنگ کرتے ہو، ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے، تمہیں قتل کر دیں گے۔ ہمارے ہاتھوں تمہاری موت کے دن قریب آ گئے ہیں۔ یہ پیغام سن کر یہ سخت پریشان ہوئے۔ اسی اثناء میں صوفی صاحب سے ملنے کیلئے اوڈاں والے گئے، لیکن صوفی صاحب وہاں نہیں تھے، پتا چلا کہ فلاں گاؤں میں ہیں۔ وہاں پہنچے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا: تمہاری بیوی کا کیا حال ہے؟

جواب میں انہوں نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ فرمایا: تمہاری شادی کسی اور جگہ کر دیں؟ عرض کیا: کر دیجئے۔

رات گزری تو دوسرے دن فرمایا: تم کسی اور جگہ شادی کرانے کا خیال دل سے نکال دو، اپنے سسرال جاؤ اور بیوی کو لے آؤ۔

مولانا اسحاق سندھو نے کہا: جناب میں جاؤں گا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ وہ بہت غصے میں ہیں اور مجھے روزانہ ان کی طرف سے موت کے پیغام آ رہے ہیں۔

فرمایا: وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے، تم میری بات مانو اور چلے جاؤ، تمہاری بیوی بلا حیل و حجت تمہارے ساتھ آ جائیگی۔

کہا: آپ رحمہ اللہ مجھے ان کے ہاتھوں قتل کرانا چاہتے ہیں۔

بہر حال وہ ان کے کہنے پر سسرال چلے گئے۔ سسر، ساس اور گھر کے تمام افراد اس طرح احترام سے پیش آئے جیسے ان کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ چند روز پیشتر جن کی طرف سے قتل کے پیغام آ رہے تھے، وہ بالکل نرم ہو چکے تھے۔

اس کے بعد چار یا پانچ لڑکے بھی پیدا ہوئے اور لڑکیاں بھی۔ سب بچے نیک اور تعلیم یافتہ، مالی حالت بھی اچھی ہوگئی۔

گاؤں سے وہ ملتان چلے گئے۔ اچھا خاصا وسیع مکان ہے۔ سات آٹھ دکانیں ہیں، بیٹے بیٹیاں، نواسے نواسیاں، پوتے پوتیاں، ماشاء اللہ تمام کنبہ خوش حال ہے۔ مولانا محمد اسحاق سندھو کے ایک صاحب زادے لاہور رہتے ہیں اور طبیب ہیں۔

یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی مخلصانہ دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مولانا محمد اسحاق سندھو کافی عرصہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ رہے۔ ان کے بے حد عقیدت مند اور انتہائی مداح ہیں۔ انہیں مستجاب الدعوات بزرگ اور اللہ کا ولی قرار دیتے ہیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی رفاقت میں رہنے کی بناء پر ان سے بے تکلفانہ اسلوب میں گفتگو کرتے تھے۔

محمد اسحاق سندھو صاحب کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کا نتیجہ نکلا کہ۔

✿ ان کے والد کو اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرما دی۔ ✿ خود ان کی شادی ہوگئی۔ ✿ بیوی جو روٹھ کر میکے چلی گئی تھی، بغیر کسی منت خوشامد کے واپس آئی، سسرال کے نزدیک لائق احترام قرار پائے۔ ✿ اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد عطا فرمائی جو صالحیت اور صلاحیت سے متصف ہے۔ ✿ وسیع مکان اور خوش حالی کی نعمت سے نوازے گئے۔

وضاحت: مولانا محمد اسحاق سندھو نے فرمایا تھا کہ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیتِ دعا کے متعلق مزید واقعات بتائیں گے لیکن افسوس ہے اس کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۶-۳۵۹)

ولی کامل کا انداز مجذوبانہ (کرامت):۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے مختلف مواقع پر صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مختلف طریقے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا میری کئی لڑکیاں ہیں، لڑکا کوئی نہیں، دعا کیجئے اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرما دے..... صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کی بات سن کر زمین پر لکیریں کھینچنا شروع کیں اور ساتھ ہی لکیریں گننے لگے۔ پہلی لکیر کھینچی تو کہا ایک۔ دوسری کھینچی تو کہا دو..... تیسری کھینچی تو کہا تین..... چوتھی لکیر آدھی کھینچی تھی اور ابھی لفظ "چار" زبان سے نہیں نکلا تھا کہ درخواست کنندہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا، بس تین ہی بہت ہیں۔ اس عمل کا اثر یہ ہوا کہ تین لڑکے صحیح اور تندرست پیدا ہوئے اور چوتھا ساڑھے چار مہینے کے بعد ساقط ہوگیا۔

(یہ بات صاحب واقعہ نے میرے فیصل آباد کے دوست علی ارشد صاحب کو بتائی اور انہوں نے مجھ سے بیان کی)۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۵۹-۳۶۰)

بھینس پر حکم ولی کا اثر (کرامت):۔ دار العلوم تقویۃ الاسلام (اوڈاں والا) کے ناظم حافظ محمد امین صاحب کو اللہ تعالیٰ کے علم نے ساتھ عمل کی نعمت سے بھی بہرہ مند فرمایا ہے۔ وہ ایم اے (اسلامیات) ہیں۔ دار العلوم کی نظامت کے علاوہ اوڈاں والا میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ انہوں نے مکتوب میں مجھے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے حیرت انگیز واقعات دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں۔ جو دعا انہوں نے کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ بعض ایسے واقعات بھی ہیں کہ انہوں نے ڈنگر ڈھوروں کو پیغام بھجوایا اور اللہ کے حکم سے پورا ہوگیا۔ اس کی ایک مثال انہوں نے یہ دی ہے کہ اوڈاں والا کے قریب گاؤں چک نمبر ۵۰۷ گ ب سے ایک شخص صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اس کی بھینس دودھ نہیں دیتی۔ فرمایا اس سے جا کر کہو صوفی عبداللہ کہتا ہے، دودھ دیا کر۔ اس نے بھینس کو انہی لفظوں میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کا پیغام دیا اور بھینس دودھ دینے لگی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۰)

دم وتعویذ کی تاثیر:۔ حافظ محمد امین کہتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ، اللہ لوگ تھے..... لوگ دور دور سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، دعا کراتے اور مراد پاتے۔ ان کے دم اور تعویذ میں بھی اللہ نے بڑی تاثیر رکھی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۰)

پولیس افسر کا متاثر ہو جانا (کرامت):۔ انہی حافظ محمد امین کا بیان ہے کہ اوڈاں والا میں قیام کے ابتدائی دور میں کسی شخص کی مخبری کی بنا پر ایک پولیس افسر انہیں گرفتار کرنے کیلئے آیا تھوڑی دیر میں کچھ ایسے عجیب و غریب واقعات اس کے مشاہدے میں آئے کہ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔ پھر مستقل طور سے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ دار العلوم کی مالی مدد کرنے لگا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۳۶۰-۳۶۱)

بھینس کا تین کٹیاں جننا (کرامت):۔ میرے فیصل آباد کے ایک دوست مولوی محمد رمضان یوسف سلفی نے بتایا کے صوفی صاحب کسی گاؤں میں گئے اور ایک شخص انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ میری بھینس ہر سال کٹا جنتی ہے، دعا فرمائیے، یہ کٹی جنے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بھینس کی دم پکڑی اور اسے تین دفعہ کھینچ کر کہا۔ دے کٹی...... دے کٹی...... اس کے بعد اس نے متواتر تین کٹیاں دیں۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۳۶۱)

غبی طالبعلم کا باصلاحیت بن جانا (کرامت):۔ ایک طالب علم نے بتایا کہ وہ اوڈاں والا میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسے میں داخل ہوا، لیکن اتنا غبی اور کند ذہن تھا کہ نہ کتاب میں لکھا ہوا کوئی مسئلہ اس کی سمجھ میں آتا تھا اور نہ استاد کی بتائی کوئی بات یاد رہتی تھی۔ سخت پریشان تھا، پڑھنے اور سمجھنے کی بڑی کوشش کرتا مگر کچھ پلے نہ پڑتا۔ ایک دن شام کے وقت مدرسے سے نکلا اور کماد کے کھیت میں جا بیٹھا۔ وہاں تنہائی میں بیٹھ کر اپنی بدنصیبی پر رونے لگا، روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور آواز کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اتفاق سے صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ادھر سے گزر ہوا تو وہ رونے کی آواز سن کر رکے۔ پھر جدھر سے آواز آ رہی تھی، ادھر کو چل پڑے۔ آگے گئے تو طالب علم کو پہچان لیا اور وہاں بیٹھ گئے۔ رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ماں باپ نے مجھے پڑھنے کیلئے یہاں بھیجا ہے لیکن میں ذہنی طور پر اتنا کمزور ہوں کہ نہ کچھ سمجھ سکتا ہوں نہ یاد رکھ سکتا ہوں۔ فرمایا: فکر نہ کرو، یہ مشکل اللہ تعالیٰ حل فرما دے گا۔

اب انہوں نے دم کرنا شروع کیا، طالب علم کا سر منڈا ہوا تھا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ دعائیں پڑھتے جاتے تھے اور اس کے سر پر تھوکتے اور اسے ملتے جاتے تھے۔ کافی دیر یہ عمل جاری رہا۔ طالب علم بیان کرتا ہے کہ اس کا سر تھوک سے بھر گیا...... لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا ذہن کھل گیا اور وہ صحیح طور سے پڑھنے لگا۔ (یہ واقعہ مجھے مولانا ارشاد الحق اثری (ادارہ علوم اثریہ منٹگمری بازار، فیصل آباد) نے بتایا۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۳۶۱-۳۶۲)

عسرت کا یسرت میں تبدیل ہو جانا (کرامت):۔ مولانا محمد اسحاق سندھو کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ کافی عرصہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ رہے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ چند روز وہاں رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دن ایک عورت آئی، اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا باباجی مہربانی فرما کر آج آپ میرے گھر سے کھانا کھائیں......

فرمایا میرا کھانا فلاں گھر سے پکتا ہے، ان کے گھر اطلاع دے کر کھانا پکا لو۔ چنانچہ اس گھر میں اطلاع دے کر اس خاتون نے کھانا پکا لیا۔

کھانے سے فارغ ہوئے تو خاتون نے عرض کی کہ میرے چھ (یا سات کہا) لڑکے ہیں، ہم غریب لوگ ہیں، غربت کی وجہ سے کسی لڑکے کی شادی نہیں ہوئی۔ ایک لڑکا فوج میں ملازم ہے، اس کی آمدنی بھی محدود ہے۔ آپ رحمہ اللہ دعا کیجئے ہماری مالی حالت بھی اچھی ہو جائے اور لڑکوں کی شادیوں کا بھی کہیں انتظام ہو جائے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حسب معمول اللہ کے حضور طویل دعا کی...... تھوڑے عرصے کے بعد عجیب اتفاق ہوا، اس خاتون کا جو لڑکا فوج میں ملازم تھا، اس کا کرنل جس کے وہ ماتحت تھا، وفات پا گیا۔ اس کی تین (یا چار) لڑکیاں تھیں، متوفی کی بیوہ نے اس عورت کے فوجی بیٹے سے نکاح کر لیا اور اپنی بیٹیوں کی شادیاں اپنے نئے شوہر کے بھائیوں سے کر دیں۔ گھر کا تمام مال سامان وہ اپنے ساتھ لے آئیں۔

اس طرح اس خاتون کے بیٹوں کی شادیاں بھی ہو گئیں اور مال و دولت بھی گھر میں آ گیا۔ (بروایت مولانا عائش محمد)

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۳۶۲-۳۶۳)

گمشدہ لڑکے کا فوراً مل جانا (کرامت):۔ مولانا عبدالقادر ندوی کے بڑے بھائی چودھری محمد عبداللہ کے ایک بیٹے کا نام ارشد ہے۔ وہ میٹرک کا امتحان دے رہا تھا کہ امتحان کے دوران گھر سے نکل گیا۔ تمام رشتے داروں سے پتا کیا، کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ لڑکا کہاں ہے۔ تلاش کرتے کرتے پندرہ روز گزر گئے، سب گھر والے سخت پریشان...... لاہور سے مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ، مولانا عبدالقادر ندوی سے ملاقات کیلئے ماموں کانجن گئے، انہوں نے مولانا کو لڑکے کے بارے میں بتایا۔ یہ دونوں صوفی صاحب رحمہ اللہ سے ملنے کیلئے ان کے پاس گئے۔ صوفی صاحب نے فرمایا عبدالقادر! تم اتنے دن کہاں غائب رہے؟ انہوں نے حاضر نہ ہونے کی وجہ بیان کی تو فرمایا: تم آ کر بتاتے تو اللہ تعالیٰ سے پریشانی رفع فرمانے کی دعا کرتے، اللہ پریشانی دور فرمانے والا ہے۔ عرض کیا اب دعا کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اس وقت عصر کی اذان ہو چکی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ دعا کیلئے بیٹھ گئے اور لوگوں سے کہا آج ہم اس ذاتِ پاک سے مانگیں گے جو ہر رات سماء دنیا پر سوالیوں کو دینے کیلئے آتا ہے، لہٰذا میں دعا کروں گا، تم میرے ہر دعائیہ کلمے پر آمین، آمین کہتے جانا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ہاتھ اُٹھا کر کچھ وظائف پڑھے۔ پھر دعا شروع ہوئی۔ مولیٰ کریم تو میری شہ رگ سے قریب تر ہے۔ تو جانتا ہے میں نے اپنی زندگی تیری رضا کیلئے وقف کر رکھی ہے۔ ہمیشہ تیرے ہی کام کیے ہیں۔ آج ایک میرا کام ہے جو تیرے کرنے کا ہے، وہ کام یہ ہے کہ تو ارشد کو سورج غروب ہونے سے پہلے واپس یہاں پہنچا دے۔ ایک گھنٹہ دعا کرتے رہے اور روتے رہے۔ بار بار یہی الفاظ زبان سے نکل رہے تھے۔ ارشد کو یہاں لا دے۔ ارشد کو یہاں لا دے...... ارشد کو یہاں لا دے...... سورج غروب ہونے سے پہلے لا دے...... سورج غروب ہونے سے پہلے لا دے......

پھر وہاں کے سب لوگوں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے ارشد آ گیا۔ اس وقت حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے۔ (اس واقعہ سے مجھے تحریری صورت میں مولانا صوفی عائش محمد نے بھی مطلع فرمایا اور مولانا عبدالقادر ندوی نے بھی)۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۳-۳۶۴)

سزائے موت کا حکم ٹل جانا (کرامت):۔ ۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ چک نمبر ۴۳۳ گ ب میں لڑائی ہوئی۔ دو آدمی ولی محمد اور شاہد قتل ہو گئے۔ خاندانی رنجش کے باعث مدعی فریق نے وہاں کی جامع مسجد کے خطیب حاجی محمد خاں کا نام قاتلوں میں لکھا دیا اور ان کے خلاف شہادتیں بھگت گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیشن جج نے حاجی محمد خاں کو موت کی سزا سنا دی، جبکہ حاجی صاحب بالکل بے گناہ تھے، ان کا قتل سے کوئی تعلق نہ تھا۔

سزائے موت کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل کر دی گئی، لیکن چوں کہ گواہوں نے حاجی صاحب کو قتل کا ذمے دار ٹھہرایا تھا، اس لیے بہ ظاہر ان کی برأت کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ان کے والدین صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے رات کو دعا کی۔ چند روز بعد مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش ہوا اور حاجی صاحب کو بری کر دیا گیا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد)۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۴)

پولیس کا پکڑنا اور فوراً چھوڑ دینا (کرامت):۔ انہی حاجی محمد خاں کا بیان ہے کہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ اپنے بعض خادموں کے ساتھ ان کے گاؤں (چک نمبر ۴۳۲) تشریف لے گئے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ان کیلئے کھانے کا اہتمام کیا۔ لیکن اچانک پولیس آئی اور انہیں پکڑ کر لے گئے۔ صوفی صاحب نے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے مولیٰ محمد خاں کو پولیس سے نجات دلا، وہ آئے گا اور اپنے ہاتھ سے ہمیں کھانا کھلائے گا تو ہم کھائیں گے۔ محمد خاں کہتے ہیں، دعا کا اثر دیکھئے کہ ادھر کھانا تیار ہوا اور ادھر بغیر کسی سفارش کے پولیس نے انہیں چھوڑ دیا اور وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور انہیں کھانا کھلایا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد)

معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کی زبان میں کیا تاثیر بھر دی تھی اور انہیں خلوصِ قلب کی دولت سے کس قدر مالا مال فرما دیا تھا کہ جوں ہی کوئی تمنا دل کی گہرائی سے ابھری اور الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر بصورتِ دعا زبان پر آئی، بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا

مرتبہ پا گئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۴-۳۶۵)

فیل لڑکے کا پاس ہو جانا (کرامت):۔ اسی گاؤں چک نمبر ۴۳۲ گ ب کے ایک نوجوان جہاں گیر نے صوفی صاحب سے عرض کیا کہ اس نے بی، اے کا امتحان دیا ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میری کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص (محمد علی) نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بتایا کہ جس لڑکے کیلئے آپ نے امتحان میں کامیابی کی دعا کی تھی، وہ فیل ہو گیا ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پھر دعا کی یا اللہ! اس لڑکے نے بڑی مشکل سے بی، اے کا امتحان دیا تھا، یہ کامیابی کی امید لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے محنت کی تھی، ذہین لڑکا ہے، لیکن اسے فیل کر دیا گیا ہے، تو اس پر رحم فرما اور اسے کامیاب کرا دے۔ چنانچہ دوسرے دن متعلقہ محکمے کی طرف سے اطلاع آ گئی کہ وہ کامیاب ہے۔ فیل ہونے کا کارڈ غلطی سے بھیجا گیا تھا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۵)

ہزاروں من گندم پیدا ہونا (کرامت):۔ چک نمبر ۵۵۰ گ ب (ضلع لائل پور) کا ایک شخص محمد اکبر ولد حاجی عطا محمد عشر دینے کیلئے صوفی صاحب کی خدمت میں (جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) گیا۔ وہ آٹھ ایکڑ زمین کا مالک تھا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کیلئے دعا کی۔ یا اللہ! اس شخص کو ہزاروں من گندم عطا فرما۔ محمد اکبر کہتا ہے کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا سن کر میں حیران ہوا کہ تھوڑی سی میری زمین ہے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ ہزاروں من گندم کی دعا مانگ رہے ہیں...... یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔

وہ بیان کرتا ہے کہ اس سے اگلے سال ۱۹۷۱ء میں اس نے ٹھیکے پر کچھ زمین لی، جس سے چار ہزار دو سو من گندم ہوئی۔ اس نے اس کا عشر بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ کو پیش کیا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد)

یعنی محمد اکبر کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا قبول ہوئی کہ "یا اللہ! اس شخص کو ہزاروں من گندم عطا فرما۔" اور ہزاروں من عطا فرما دی گئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۵-۳۶۶)

لاپتہ عورت کا مل جانا (کرامت): ۔ اوڈاں والا چک نمبر ۴۹۳ گ ب میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے دار العلوم میں ایک طالب علم کو داخل ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ اچانک چار آدمی آئے اور کہا تم نے ہماری عورت کہیں غائب کر دی ہے، یا تو عورت ہمارے حوالے کر دو یا کڑی سزا بھگتنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بے چارہ سخت پریشان، نہ اسے عورت کا پتا، نہ اس کے غائب ہونے کا علم......! بحث و تکرار کے بعد مقدمہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پیش ہوا۔ طالب علم نے اپنی صفائی میں بیان دیا اور ان لوگوں نے قطعیت کے ساتھ کہا کہ اس عورت کا اسے علم ہے اور اسی نے اسے غائب کیا ہے۔ دونوں کی باتیں سن کر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی۔ یا اللہ! عصر کی نماز تک اس عورت کو برآمد کر دے...... یا اللہ! عصر کی نماز تک اس عورت کو برآمد کر دے۔ کئی دفعہ یہ دعائیہ کلمات کہے...... چنانچہ ٹھیک چار بجے یعنی عصر کی نماز کے وقت وہ عورت ڈچکوٹ کے اڈے سے پکڑی گئی اور واپس اپنے گاؤں آ گئی۔ اس عورت کو غائب کرنے یا کہیں جانے میں اس طالب علم کا کوئی تعلق نہ تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۶-۳۶۷)

۱۵ سالہ بے اولاد کے ہاں ولادت ہونا:۔ حاجی محمد خاں خطیب جامع مسجد (چک نمبر ۴۳۲ گ ب) کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہمارے گاؤں میں تشریف فرما تھے کہ منڈی تاندلیانوالہ کے قریب کے ایک گاؤں جھوک خیالی سے ایک شخص آیا۔ اس نے کہا میری شادی پر پندرہ سولہ سال کا عرصہ بیت چکا ہے، لیکن میں اولاد سے محروم ہوں، اگر اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرما دے تو میں آپ رحمہ اللہ کے مدرسے میں ایک کمرہ تعمیر کرا دوں گا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کیلئے طویل دعا کی اور کہا: اے اللہ اگر تو "کن" کہے تو ہر کام ہو سکتا ہے، لہٰذا اس شخص کی بیوی کے پیٹ میں لڑکا ڈال دے اور پھر اسے زندہ سلامت پیٹ سے نکال دے۔

چنانچہ ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے اسے لڑکا عطا فرما دیا اور اس نے صوفی صاحب کے قائم کردہ دار العلوم تعلیم الاسلام (ماموں

کانجن) میں ایک کمرہ تعمیر کرا دیا۔ (بہ روایت مولانا عائش محمد) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۶۷)

ریل کی پٹڑی کا تبدیل ہو جانا (کرامت): ۔ عبداللہ مشتاق جنہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز چک ۴۹۳گ ب اوڈاں والا کے مدرسہ تعلیم الاسلام سے کیا تھا، بیان کرتے ہیں کہ غالباً ۱۹۵۸ء کے ماہ جون کی کوئی تاریخ تھی کہ مدرسے میں عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کا معاملہ پیش آیا۔ اساتذہ صرف پانچ چھٹیاں دینا چاہتے تھے، جب کہ طلباء اس سے دو چار زیادہ چھٹیوں کی درخواست کر رہے تھے۔ بڑی جماعتوں کے طلباء نے چھوٹی جماعتوں کے طلباء سے کہا تم صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس جاؤ اور ان سے رونے کا سا انداز اختیار کر کے عرض کرو کہ گرمیوں کے دن ہیں، ہم پہلی دفعہ پڑھنے کیلئے گھر سے نکلے ہیں، مہربانی فرما کر ہمیں زیادہ چھٹیاں دی جائیں۔ چنانچہ چھوٹی جماعتوں کے طلباء صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکل سے رونے والے منہ بنا کر اور عاجزانہ اسلوب کلام اختیار کر کے عرض کیا جناب ہم پر رحم فرمایا جائے اور کچھ زیادہ چھٹیاں دی جائیں تا کہ ہم چند روز اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں میں رہ سکیں۔

فرمایا: کتنی چھٹیاں لینا چاہتے ہو؟ طلباء نے ان کی فیاضی اور رحم دلی کا اندازہ کر کے عرض کیا: دس چھٹیاں۔

یہ سن کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کھل کھلا کر ہنسے اور فرمایا: جاؤ میں تمہیں پندرہ چھٹیاں دیتا ہوں۔ لیکن میری ایک بات سنو اور اس پر عمل کرو۔ آؤ، ہم سب مل کر اللہ سے ایک دعا کریں۔

یہ کہہ کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کی، پھر پورے اعتماد اور قبولیتِ دعا کے دلی جذبے کے ساتھ اصل مقصد پر آئے اور اللہ سے عرض گزار ہوئے۔

اے میرے رب! تو میرے بچوں پر ترس فرما۔ تو خوب جانتا ہے اتنی شدید گرمی میں میرے یہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے یہاں سے کتنی دور جا کر ریل پر سوار ہوں گے۔ تیری لیے کوئی کام مشکل نہیں تو ریل کی لائن میرے مدرسے کے بیچ میں سے نکال دے۔ (یہ الفاظ کئی بار دہرائے) تو ریل کی لائن مدرسے کے بیچ میں سے نکال دے۔ جب بار بار ٹھیٹھ پنجابی میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ الفاظ کہہ رہے تھے کہ ریل کی لائن میرے مدرسے کے بیچ میں سے نکال...... گاڑی کی پٹڑی میرے مدرسے کے بیچ میں سے نکال...... تو طلباء ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے کہ کہاں اوڈاں والا گاؤں اور کہاں ریل کی لائن...... صوفی صاحب بے تکی اور ان ہونی باتیں کر رہے ہیں اور یہ دعا مانگ رہے ہیں جو کبھی قبول ہونے والی نہیں...... کافی دیر وہ انہی الفاظ سے دعا مانگتے رہے اور بالآخر یہ الفاظ کہتے کہتے ان پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب کچھ دیر کے بعد طبعیت میں اعتدال پیدا ہوا تو اختتامی کلمات ادا فرمائے اور ہاتھ منہ پر پھیرتے ہی ہنس پڑے اور فرمایا: بس کام ہو گیا۔

اس دعا کا واقعہ سنانے والے عبداللہ مشتاق کہتے ہیں کہ:

اس وقت ماموں کانجن میں دارالعلوم تعلیم الاسلام کے لیے جگہ خریدنے اور اوڈاں والا سے دارالعلوم کو ماموں کانجن منتقل کرنے اور اتنی بڑی عمارت تعمیر کرنے کا کسی کو خیال بھی نہیں تھا اور نہ کسی کا ذہن اس طرف کبھی منتقل ہوا تھا لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ کی یہ دعا جسے ہم اپنے عہدِ طفولیت میں بے تکی اور عمل میں نہ آنے والی بات سمجھ رہے تھے، بہت جلد اس طرح قبول ہوئی کہ ماموں کانجن میں جو چک ۴۹۳/ اوڈاں والا گاؤں سے چار میل کے فاصلے پر ہے، ایک وسیع قطعہ اراضی خریدا گیا اور پھر اللہ نے اسے جو تعلیمی اور تدریسی مرکز کی حیثیت عطا فرمائی اس کا ان سب لوگوں کو علم ہے، جو اس سے تھوڑی بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ ریل کی لائن اس کے بالکل قریب ہے اور ریلوے اسٹیشن چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ ریل گاڑی کے علاوہ بسیں اور ویگنیں عام چلتی ہیں جو لوگوں کو دور دراز مقامات پر پہنچاتی ہیں۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کو کہیں آنے جانے میں قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور وہ جو جائز اور بہتر چیز اللہ سے طلب کرتے ہیں، اللہ انہیں عطا فرماتا ہے۔ اس کا واضح ارشاد ہے۔

”اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون o (البقرہ:۱۸۶)

(اور جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں انہیں چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ رشد وہدایت کی راہ پر گامزن ہو جائیں) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۳۶۷-۳۶۹)

دعائے ولی یا مجذوب کی بڑ:۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے بارے میں مولانا عبداللہ مشتاق کا بیان کردہ یہ واقعہ اس دور کا ہے جب دارالعلوم چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا میں قائم تھا اور وہ وہاں ابتدائی درسی کتابیں پڑھتے تھے۔ اب ان کا بیان کردہ ایک اور واقعہ سنیے، جس کا مشاہدہ انہوں نے اس وقت کیا، جب یہ دارالعلوم اوڈاں والا سے ماموں کانجن منتقل ہو چکا تھا اور عبداللہ مشاق اس میں فریضہ تدریس انجام دینے لگے تھے۔ یہ بے حد تعجب انگیز واقعہ ہے۔ ان کے بقول یہ غالباً ۱۹۶۷ء کا واقعہ ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی (جو آج کل ساہی وال کی ایک مسجد اہل حدیث میں منصب خطابت پر اور دارالحدیث اوکاڑہ کی مسند شیخ الحدیث پر متمکن ہیں) ۱۹۶۷ء میں جامعہ تعلیم الاسلام میں مدرس تھے اور جامعہ کی تعمیر کا کام شروع تھا، مدرس کے علاوہ اس کے وہ ناظم تعمیرات بھی تھے اور اس سلسلے کی آمدنی اور خرچ اخراجات کا حساب انہی کے پاس تھا۔

ایک دن انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا آج جمعرات ہے اور جمعرات کی شام کو معماروں اور مزدوروں کو ان کے گزشتہ سات روز کے کام کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔ ان کو معاوضہ دینے کے بعد جامعہ کے ملازمین اور مدرسین کی اس مہینے کی تنخواہ کیلئے ہمارے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے۔ آئندہ تعمیر کا سلسلہ جاری رکھنے کی بھی کوئی صورت نہیں۔ اب پیسے کہیں سے آئیں گے تو بات بنے گی۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ ان کا جواب سننے کیلئے مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی تھوڑی دیر کھڑے رہے، لیکن ان کی طرف سے جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ وہاں سے چلے گئے۔

مولانا عبداللہ مشتاق (جو اس واقعہ کے راوی ہیں) ۲۶ مئی ۱۹۶۵ء سے وہاں خدمت تدریس انجام دے رہے تھے۔ درس سے فارغ ہو کر وہ ادھر سے گزرے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ کی ان پر نظر پڑی۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آواز دی۔

اوتو کون ایں؟ (تم کون ہو؟)۔ عرض کیا: صوفی صاحب رحمہ اللہ! میں عبداللہ مشتاق ہوں۔

فرمایا: ادھر آؤ۔ وہ حاضر ہوئے تو ایک ہاتھ میں عصا پکڑا، دوسرے ہاتھ سے ان کا دایاں ہاتھ پکڑا اور ان کو لے کر جامعہ کے دروازے کی طرف چل پڑے۔ اس وقت دروازے کے سامنے کا راستہ کچا تھا، آج کل کی طرح پختہ سڑک نہ تھی۔ چلتے چلتے قبرستان کی طرف سے ہوتے ہوئے ریلوے لائن کی طرف رخ کر لیا۔ جامعہ کے دفتر کے پچھلی جانب پہنچے تو ہاتھ میں پکڑا ہوا عصا زور سے زمین پر پھینکا اور دردناک انداز میں اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں پکارا...... میں یہاں ان کے پنجابی الفاظ نقل کرتا ہوں۔ اس کے بعد ان الفاظ کا اردو ترجمہ کر دیا جائے گا۔

> ”ایہہ کوئی کم لین دا طریقہ اے۔ میرا اچھلا پہرا، کمزوری، بڑھاپا، ان گنت بیماریاں، کڈّ اوڈّا کم میرے ذمے لایا اے۔ میں انھوں کویں سنبھالاں۔“
>
> اللہ سے کہتے ہیں، یہ کوئی کام لینے کا طریقہ ہے۔ میری زندگی کا آخری دور ہے۔ کمزوری بھی ہے اور بڑھاپا بھی ہے۔ پھر بہت سی بیماریوں میں مبتلاء ہوں، اس ناتواں جسم کے ذمے تو نے اتنا بڑا کام لگا دیا ہے۔ میں اسے کیسے انجام دوں

بار بار اس قسم کے الفاظ کہتے کہتے، حالت یہ ہوگئی کہ سارا جسم کانپنے لگا، ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں اور ان کا بوجھ اُٹھانے سے عاجز آ گئیں۔ عبداللہ مشتاق کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا اب زمین پر گر پڑیں گے۔ جلدی سے اپنے بازوؤں میں لے کر انہیں گرنے سے تو بچالیا، لیکن ان کا بوجھ نہ اٹھا سکا، آہستہ سے زمین پر بٹھا دیا۔

چند لمحے بیٹھنے کے بعد رونے لگے۔ پھر ”استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ“ کہتے ہوئے عصا اُٹھانے کیلئے اشارہ کیا۔ چنانچہ میں نے عصا اُٹھا کر ہاتھ میں دیا اور اس کا سہارا لے کر اُٹھے۔ فرمایا، واپس چلو......!

واپس آ کر اسی چارپائی پر لیٹ گئے، جس پر جانے سے پہلے لیٹے ہوئے تھے۔ عبداللہ مشتاق وہیں بیٹھ گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں دابنے لگے۔

یہ دوپہر کا وقت تھا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ بیمار بھی تھے اور نقاہت بھی تھی۔ سخت پریشان اور افسردہ خاطر تھے۔ دوسری طرف منہ کیے، بائیں پہلو پر خاموشی سے لیٹے ہوئے تھے کہ ایک قد آور شخص آیا، جس نے پینٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی، ہاتھ میں بریف کیس تھا۔ اس نے السلام علیکم کہہ کر عبداللہ مشتاق سے پوچھا: یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہیں؟ (صوفی صاحب دوسری طرف رخ کیے لیٹے ہوئے تھے) جواب دیا: ”جی ہاں یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ہیں۔“

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس شخص کی آواز سنی تو ”بولے، ڈاکٹر بشیر آ گئے ہو۔“ یہ کہا اور اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ وہ شخص ان کے سامنے آیا اور السلام علیکم کہتے ہوئے سر جھکا دیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور عبداللہ مشتاق سے کہا ”پانی لاؤ“ وہ مہمان کیلئے پانی لینے چلے گئے۔ جب پانی لے کر آئے تو دیکھا کہ مہمان بریف کیس سے نوٹوں کے پیکٹ نکال نکال کر صوفی صاحب کی خدمت میں پیش کر رہا تھا۔

اس کے بعد مہمان نے پانی پیا، صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کرائی اور چلا گیا۔ اب صوفی صاحب رحمہ اللہ رقم گن رہے تھے اور ہنس ہنس کر عبداللہ مشتاق سے کہہ رہے تھے۔ ”عبداللہ! رب کولوں ایویں منگی دا اے۔“ (عبداللہ! اپنے رب سے اس طرح مانگا جاتا ہے۔)

رقم دینے والے یہ مہمان تھے، ڈاکٹر محمد بشیر، جو سیالکوٹ سے آئے تھے اور چشتیاں جا رہے تھے۔ یہ خطیر رقم انہیں ان کی بیوی نے دی تھی اور تاکید کی تھی کہ وہ سیالکوٹ سے سیدھے ماموں کانجن جائیں اور وہاں یہ رقم صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کر کے چشتیاں جائیں، اس لیے کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو جامعہ تعلیم الاسلام کی تعمیر اور اساتذہ کی تنخواہ کیلئے روپے کی ضرورت ہے۔

اندازہ کیجیے، اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی مبنی بر نیکی ضرورتیں کس طرح پوری کرتا ہے۔ قرآن کے الفاظ ہیں: ”یرزقہ من حیث لایحتسب“

(ایسی جگہ سے دیتا ہے، جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۰-۳۷۳)

ضرورت کا ایک لاکھ فوری مل جانا (کرامت):۔ چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا کے محمد شوکت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ کافی دیر سے مسجد میں عشا کی نماز پڑھنے گئے۔ اندھیری رات تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ہاتھ میں لاٹھی پکڑ رکھی ہے، اسے زمین پر مارتے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے ہیں: دے دے لاکھ...... دے دے لاکھ...... میں نے لاکھ ہی لینا ہے۔ اس سے کم نہیں لینا...... میں نے اس سے نہ اپنے بیٹے کی شادی کرنی ہے، نہ بیٹی کی شادی کرنی ہے۔ تیرے دین کا کام کرنا ہے...... لاکھ سے کم رقم سے کام نہیں چلے گا۔ پورا لاکھ دے۔

محمد شوکت مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے یہ کلمات سنتے رہے اور پھر گھر آ گئے۔

اس سے کچھ دن بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ کا کہیں جانے کا پروگرام تھا۔ شوکت سے کہا کہ وہ انہیں بائیسکل پر وہاں چھوڑ آئے۔ راستے میں شوکت نے عرض کیا: حضرت وہ لاکھ مل گیا جو فلاں دن آپ عشا کی نماز کے بعد مانگ رہے تھے۔

سن کر سخت خفا ہوئے۔ فرمایا تم کہاں تھے؟ عرض کیا: میں مسجد میں نماز پڑھ کر بیٹھا تھا اور آپ رحمہ اللہ کا فرمان سن رہا تھا۔

فرمایا: جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں شہید ہال کی تعمیر ہو رہی ہے اس کیلئے فوری طور پر ایک لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ میں ایک لاکھ روپے اللہ تعالی سے مانگ رہا تھا۔ دوسرے دن اس نے ایک شخص کو بھیج دیا اور وہ لاکھ روپے مجھے دے گیا۔

(بہ روایت مولانا اشرف جاوید (لائبریرین جامعہ سلفیہ، فیصل آباد) شہید ہال جامعہ تعلیم الاسلام کا بہت بڑا ہال ہے جو مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۳-۳۷۴)

ولی کامل کا مجذوبانہ انداز (کرامت):۔ جن حضرات کو ماموں کانجن میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ جامعہ تعلیم الاسلام کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، انہیں معلوم ہے یہ کتنی بڑی عمارت ہے، کتنی جگہ میں پھیلی ہوئی ہے اور اس کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہوگی۔ بارہا ایسا ہوا کہ اثنائے تعمیر میں شدید مالی مشکلات پیش آئیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ سے التجا کی کہ اتنے بڑے کام پر تو نے مجھے بوڑھے اور کمزور آدمی کو لگا دیا ہے، میں اکیلا اس کو کیسے مکمل کر سکتا ہوں۔ تو پیسے دے گا تو کام چلتا رہے گا...... اللہ تعالیٰ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی التجائیں قبول فرماتا اور مشکل حل ہو جاتی۔

وہ اس طرح اللہ سے التجا کرتے اور دعا مانگتے تھے، جیسے اللہ سے براہ راست مخاطب ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۴)

مدرسے کی مالی ضروریات پوری ہو جانا:۔ قاری عطاء اللہ جو ماموں کانجن میں معلم تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جامعہ کے ارکان انتظامیہ، صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے اور انہیں بتا رہے تھے کہ خزانہ بالکل خالی ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ یہ سن کر بڑے فکر مند ہوئے، اسی وقت بارگاہ خداوندی میں ہاتھ پھیلا دیئے۔ دعا کا آغاز ان الفاظ سے کیا: اے میرے اللہ، اگر تو نے پیسے نہیں دینے تھے تو اتنی بڑی عمارت مجھ سے کیوں بنوائی اور کیوں اتنے استادوں اور طالب علموں کو یہاں اکٹھا کیا؟ اب میں کیا کروں؟

قاری عطاء اللہ بتاتے ہیں کہ میں اس وقت وہاں موجود تھا اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی زبان سے یہ دعائیہ الفاظ میں نے خود سنے۔

ابھی وہ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے چھ ہزار روپے چندہ دیا۔ اس کے بعد دو تین دنوں میں چالیس ہزار روپے جمع ہو گئے۔ (بہ روایت اشرف جاوید)

اولاد کیلئے دعا اور اس کی قبولیت سے متعلق چند واقعات گزشتہ سطور میں بیان ہو چکے ہیں۔ اب مزید واقعات ملاحظہ ہوں۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۴-۳۷۵)

دعا پر تین بیٹوں کا مل جانا (کرامت):۔ چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا کے محمد شوکت نے بتایا کہ وہ اپنے سب بہن بھائیوں سے بڑے ہیں۔ ان کے ہاں چار بہنیں پیدا ہوئیں۔ چوتھی بہن کی ولادت پر ان کے والد کچھ پریشان سے ہوئے اور صوفی صاحب کی خدمت میں گئے۔ انہیں لڑکی کی ولادت کے متعلق بتایا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اولاد بیٹے ہوں یا بیٹیاں، اسے اللہ کی نعمت سمجھنا چاہیے...... یہ الفاظ کہنے کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے دعا کی اور دعا کرتے کرتے ایک ہاتھ سے اپنا ایک گھٹنا پکڑ لیا اور ہاتھ سے ہلاتے ہوئے کہا اے اللہ اس شخص کو ایک۔ دو۔ تین...... جب تین کہا تو ان کے والد نے ہاتھ پکڑ لیا...... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطا فرمائے۔ (بہ روایت اشرف جاوید) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۵)

ضرورت کا پورا ہو جانا (کرامت): ایک مرتبہ فیصل آباد کے ایک بزرگ میاں غلام محمد صاحب نے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و

دولت سے بھی خوب نوازا ہے اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہے، مولانا عبداللہ صاحب لائلپوری سے کہا کہ وہ کسی صاحب تقویٰ آدمی سے ملاقات کے خواہاں اور اس کی دعاؤں کے متمنی ہیں۔ مولانا نے فرمایا: آپ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے ملئے اور ان سے دعا کرائیے۔

اس وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ اوڈاں والا میں تھے اور وہیں ان کا مدرسہ تھا، دار العلوم تعلیم الاسلام۔

طے پایا کہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ لائل پور تشریف لائیں گے تو انہیں میاں صاحب کے مکان پر لے جا کر ان سے دعا کرائی جائے گی۔ چنانچہ ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور مولانا عبداللہ صاحب انہیں میاں غلام محمد صاحب کے مکان پر لے گئے۔ میاں صاحب نے دعا کی درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پنجابی کے سیدھے اور صاف الفاظ میں دعا شروع کی جو دیر تک جاری رہی۔ اللہ نے اس مردِ درویش کی دعا قبول فرمائی اور میاں صاحب کو جس بات کی تمنا تھی وہ پوری ہوئی۔

میاں صاحب نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ اپنے مدرسے کیلئے مختلف مقامات پر چندہ لینے جاتے اور سفر کی تکلیف اٹھاتے ہیں، آپ فرمایئے مدرسے کا سالانہ خرچ کتنا ہے، ہم ہر سال آپ کی خدمت میں اتنی رقم پیش کر دیا کریں گے۔ اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ آپ تمام رقم یکمشت وصول کر لیں۔ دوسری یہ کہ جب ضرورت پڑے، لے لیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ تجویز مجھے منظور نہیں۔ میں آپ سے مدرسے کا پورا خرچ وصول کر کے ان لوگوں کو ثواب سے محروم نہیں کرنا چاہتا جو اپنی حیثیت کے مطابق مدرسے کیلئے چندہ دیتے ہیں۔ میں ان غریبوں کے پاس جاتا ہوں، وہ خوش ہوتے ہیں، مجھ فقیر سے دعا کراتے ہیں اور حسب توفیق مدرسے کی خدمت کرتے ہیں، اس کا مجھے بھی بارگاہِ الٰہی سے ثواب ملتا ہے اور انہیں بھی اللہ اجر عطا فرماتا ہے۔ آپ اپنی طرف سے جو دینا چاہیں دیجیے، اللہ آپ کے مال و دولت میں برکت پیدا فرمائے گا۔ (بہ روایت حاجی محمد بلال بن مولانا عبداللہ لائل پوری)

بقول اشرف جاوید کے میاں صاحب نے مدرسے کیلئے مالی تعاون جاری رکھا، اب بھی جاری ہے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۷)

ناامید جوڑے کو اولاد مل جانا (کرامت):۔ میرا گاؤں چک ۵۳ گ ب منصور پور، جڑاں والا فیصل آباد روڈ پر جڑاں والا سے تین میل کے فاصلے پر بائیں جانب سڑک سے دو فرلانگ کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں ارائیں برادری سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ حاجی محمد یوسف رہتے ہیں، جنہیں موجودہ دور کی بے ہنگم فضا میں، میں نیک ترین آدمی سمجھتا ہوں۔ تقسیم ملک سے قبل ہم ایک ہی شہر (کوٹ کپورہ، ریاست فرید کوٹ) میں مقیم تھے۔ وہاں بھی وہ مجھ سے بہت اچھے تعلقات رکھتے تھے، یہاں بھی نہایت پرتپاک انداز سے پیش آتے ہیں۔

وہ عمر کی بہت سی منزلیں طے کر چکے تھے اور شادی پر بھی کئی سال گزر چکے تھے، لیکن اولاد سے محروم تھے۔ حصولِ اولاد کیلئے (جیسا کہ عام طریقہ ہے) علاج معالجے اور تعویذ دھاگے کا سلسلہ چلتا رہتا تھا، لیکن کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا۔ حسنِ اتفاق سے ایک مرتبہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے گئے۔ ان کی صالحیت اور قبولیت دعا کا علم حاجی محمد یوسف کو ہو چکا تھا۔ وہ وہاں کے امام مسجد حافظ علی محمد کے ساتھ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو اپنے گھر لے گئے اور دعا کی درخواست کی۔ ظاہری طور سے معاملات سازگار نہ تھے، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کے حضور حسب معمول خشوع و خضوع سے دعا کی۔ دعا کو بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا اعزاز حاصل ہوا، اور اللہ نے یکے بعد دیگرے تین بیٹیاں دیں۔

تیسری بیٹی کی ولادت کے بعد حاجی محمد یوسف، صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور اللہ نے بیٹا عطا فرمایا۔ اس بیٹے کا نام ابوبکر حمزہ ہے۔ اس نے اوڈاں والا میں

تعلیم حاصل کی، جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بھی مختلف اساتذہ سے اخذ علم کیا۔ اب انہیں مولانا ابوبکر حمزہ کہا جاتا ہے اور وہ اسلام آباد میں کسی علمی ادارے سے منسلک ہیں۔

حاجی محمد یوسف ماشاء اللہ نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں کے جھرمٹ میں رہتے ہیں۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ خلوص و شفقت کا پیکر متحرک ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۷-۳۷۸)

بیٹے کی آرزو پوری ہوجانا (کرامت):۔ مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد) کافی عرصہ اوڈاں والا کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس زمانے میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کا دستِ شفقت ان پر رہا تھا۔ مروجہ علوم درسیہ کی تکمیل کے بعد وہ مختلف مدارس میں خدمت تدریس انجام دینے پر مامور رہے۔ ایک دفعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ اپنے کسی عقیدت مند کے پاس کارخانہ بازار (فیصل آباد) میں تشریف فرما تھے کہ ان کی زیارت کیلئے مولانا قدرت اللہ فوق وہاں پہنچے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے، لیکن بیٹا عطا نہیں فرمایا۔ اس کیلئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کثرت سے استغفار کیا کرو، تمام مشکلیں آسان ہوجائیں گی اور ہر مسئلہ حل ہوجائے گا۔

عرض کیا: استغفار کن الفاظ سے کروں؟ ۔ فرمایا: ''استغفر اللہ الذی لاالہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ'' پڑھا کرو۔

مولانا ممدوح فرماتے ہیں، انہوں نے اسی وقت یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا اور اس پر دوام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اگلے سال بیٹا عطا فرما دیا، جس کا نام انہوں نے محمد طیب رکھا۔ محمد طیب اب خود صاحب اولاد ہے۔ (بہ روایت مولانا اشرف جاوید (لائبریرین جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)..... مولانا قدرت اللہ فوق نے ۱۴ جنوری ۲۰۰۴ء (۲۱ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ) کو وفات پائی اور یہ فقیر ان کے جنازے میں شامل ہوا۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۸-۳۷۹)

دینی و مالی مشکلات کا حل ہوجانا:۔ قاضی محمد اسلم سیف کا نام کتاب کے متعدد مقامات میں آیا ہے۔ گزشتہ صفحات میں ایک مستقل باب میں بھی ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایک دن مجھے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا روزانہ اکتالیس مرتبہ (اول آخر درود شریف پڑھ کر) سورۂ فاتحہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ذہنی، جسمانی اور مالی تکلیفوں سے محفوظ رکھے گا۔ انہوں نے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے اس وظیفے پر وہ عامل ہیں اور اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔

(صوفی صاحب رحمہ اللہ کے روزانہ کے وظائف کا تذکرہ آئندہ صفحات میں ایک مستقل باب میں آرہا ہے۔)

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۹)

متکبر کمشنر کا حاضر خدمت ہوجانا (کرامت):۔ جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کی زمین کے کچھ حصے پر بعض لوگوں نے ناجائز قبضہ کرلیا تھا۔ صوفی صاحب نے ہر چند انہیں سمجھایا اور کہا کہ یہ زمین دینی مدرسہ قائم کرنے اور اللہ کے دین کی تبلیغ کیلئے لوگوں کے چندے سے خریدی گئی ہے، اس پر تمہارا قبضہ کرنا اچھی بات نہیں ہے، لیکن وہ نہیں مانے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو کچھ رقم کی پیش کش بھی کی، اس پر بھی وہ قبضہ چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ بعض دیہات کے لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ ہمیں اجازت دیجئے، ہم ایک ہی دن میں یہ جگہ ان سے خالی کرا لیتے ہیں، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو یہ طریقہ اختیار کرنے سے روک دیا۔

اسی اثناء میں کمشنر صاحب دورے پر ماموں کانجن آئے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے آدمی بھیج کر ان سے ملاقات کیلئے وقت مانگا، لیکن کمشنر صاحب کی کمشنری کا غرور اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اس نے اس بوڑھے درویش سے ملنے سے انکار کر دیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو شدید صدمہ پہنچا کہ اس علاقے کا حاکم اعلیٰ اتنا مغرور اور متکبر ہے کہ ان سے ملنا اور بات کرنا بھی اسے گوارا نہیں۔ فرمایا اب میں اس سے

ملاقات کیلئے وقت نہیں مانگوں گا، یہ خود یہاں آ کر مجھ سے ملاقات کیلئے وقت مانگے گا...... ’’میرے اللہ! یہ دنیا کا کمشنر ہے، میں تیرے دین کا کمشنر ہوں۔ کیا یہ مناسب ہے کہ میں اس کے پاس جاؤں۔‘‘ کئی مرتبہ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

تھوڑی دیر بعد کمشنر نے تحصیلدار سے کہا، کیا یہاں کوئی دینی تعلیم کا مدرسہ ہے جو ایک بزرگ نے قائم کیا ہے؟ میرے دل میں اس مدرسے کو دیکھنے اور اس بزرگ کو سلام کرنے کا شدید جذبہ ابھرا ہے۔ تحصیلدار نے جواب دیا: ایک بزرگ صوفی عبداللہ رحمہ اللہ نے یہاں دینی مدرسہ قائم کیا ہے۔ چنانچہ کمشنر، تحصیلدار کے ساتھ مدرسے کی طرف روانہ ہوا۔ جامعہ کے دروازے پر پہنچا تو کمشنر نے آدمی بھیج کر صوفی صاحب رحمہ اللہ سے حاضری کی اجازت طلب کی اور از راہ احترام وہیں جوتے اتار دیئے، ننگے پاؤں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جھک کر سلام کیا...... کہا: میرے لائق کوئی کام ہو تو حکم فرمائیے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی کام نہیں...... لیکن تحصیلدار نے کمشنر کو بتایا کہ جامعہ کی جگہ پر بعض لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔

کمشنر نے تحصیلدار کو حکم دیا کہ یہ جگہ فوری طور پر قابضین سے خالی کرائی جائے اور ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے اس کی اطلاع دی جائے۔

کمشنر نے جامعہ کیلئے دو سو روپے پیش کیے جو اس زمانے میں اچھی خاصی رقم تھی اور صاف لفظوں میں صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا، حضور! میرے پاس اس وقت یہی حقیر سا سرمایہ ہے، اسے قبول فرمائیے۔ میں گنہگار آپ کا خادم اور آپ سے دعا کا طالب ہوں۔

(یہ واقعہ مجھ سے ماموں کانجن سے تعلق رکھنے والے بعض حضرات نے بیان کیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۷۹-۴۸۰)

مدرسے کی کشادگی کیلئے غیبی اسباب (کرامت):۔ چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا جہاں صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پہلے پہل مدرسہ قائم کیا تھا، ایسا گاؤں تھا، جس میں جانے کیلئے کوئی کھلا راستہ نہ تھا۔ لوگوں کی آمد و رفت کیلئے ایک پگ ڈنڈی سی تھی۔ مدرسے کیلئے مختلف مقامات سے گدھوں پر لاد کر وہاں غلہ پہنچایا جاتا تھا...... ایک دن مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا: حضور! دعا فرمائیے، یہاں آنے جانے کیلئے کھلے راستے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ فرمایا فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ اس مدرسے کو ایسی جگہ دے گا، جس کے ہر طرف وسیع راستے ہوں گے۔ اس گاؤں میں آمد و رفت کیلئے بھی کشادہ راہیں میسر آ جائیں گی۔ چنانچہ تھوڑے عرصے کے بعد یہی ہوا جامعہ تعلیم الاسلام کو ماموں کانجن میں ایسی جگہ مل گئی، جس کے ہر طرف کھلے راستے ہیں اور اوڈاں والا میں آمد و رفت کیلئے بھی کشادہ پختہ سڑکیں بن گئی ہیں۔ پرانی باتوں کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۱)

سرکش جن کا حاضر ہو کر معافی مانگنا (کرامت):۔ ملتان سے میرے دوست محمد یاسین شاد نے بذریعہ مکتوب اطلاع دی کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ضلع خانیوال کے ایک قصبے عبدالحکیم تشریف لے گئے، وہاں ان کے عقیدت مندوں میں ایک عالم دین حافظ محمد ایوب فیروز پوری اقامت گزیں تھے جو جامعہ تعلیم الاسلام کے پرانے طالب علم تھے اور جامعہ کے معاون تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کا قیام انہیں کے ہاں تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ فلاں گھر میں ایک عورت کو جن کی شکایت ہے اور وہ لوگ سخت پریشان ہیں، دعا فرمائیے، یہ شکایت رفع ہو جائے اور عورت کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے...... وہ گھر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر تھا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے وہیں (اپنی قیام گاہ پر) کچھ پڑھنا شروع کیا اور جن حاضر ہو گیا۔ مریضہ اس جگہ سے دور ہے، لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ اس کو پریشان کرنے والے جن سے ہم کلام ہیں اور اس پر کچھ سختی بھی کر رہے ہیں۔ یہ سارا معاملہ لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے...... جن چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو صحت عطا فرما دی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۱-۳۸۲)

نافرمان جن سے خلاصی مل جانا (کرامت):۔ اسی طرح کا ایک واقعہ جامعہ سلفیہ (فیصل آباد کے) لائبریرین اشرف جاوید نے بیان کیا، ان کا تعلق سکونت کھرڑیاں والا (ضلع فیصل آباد) سے ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کا کھرڑیاں والا میں آنا جانا تھا۔

وہاں کسی زمانے میں اشرف جاوید کے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر پانی کا تالاب تھا، جس سے عورتیں پینے کا پانی گھڑوں میں بھر کر لایا کرتی تھیں۔ ایک دن وہاں کی ایک لڑکی نے ایک لڑکی کو بھاگ بھری کہہ کر آواز دی کہ میں تمہیں ملنے کیلئے آئی ہوں۔ اس کے بعد وہ لڑکی اپنے گھر چلی گئی۔ اسی آن اس کے سر کے بال اس طرح ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے کہ ان میں سوئی بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ گھر والوں نے سوچا یہ جن کی حرکت ہے، حسنِ اتفاق سے صوفی صاحب رحمہ اللہ اس وقت وہیں تھے، ان سے عرض کیا گیا تو انہوں نے لڑکی کو دم کیا اور دعا کی، اللہ تعالیٰ نے پریشانی دور فرما دی، جو یکا یک لاحق ہو گئی تھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۲)

دعا پر فوراً بارش کا برس جانا (کرامت):۔ ضلع فیصل آباد کی تحصیل سمندری میں ایک گاؤں کا نام چک نمبر ۴۹۱ گ ب ہے۔ وہاں کے ایک نوجوان عطاء الرحمٰن نے (جو دار العلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا میں تعلیم حاصل کرتے تھے) مولانا اشرف جاوید کو بتایا کہ ایک دفعہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے حضرت سے بارش کیلئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسی وقت آسمان پر بادل نمودار ہو گئے اور بارش کے آثار نظر آنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد بارش شروع ہو گئی۔ کافی دیر بارش ہوتی رہی اور چاروں طرف پانی پھیل گیا۔ جب لوگوں نے خیال کیا کہ زمین کی پیاس بجھ گئی ہے اور اس کے مسام کھل گئے ہیں تو حضرت سے بارش تھم جانے کی دعا کیلئے درخواست کی، چنانچہ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۳)

طوفانی بارش کا رک جانا (کرامت):۔ بارش کے سلسلے کا ایک واقعہ مولانا عبدالمجید کی زبانی چک ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا کا سنئے جو اشرف جاوید صاحب نے بتایا۔

ایک مرتبہ وہاں بارش کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ رکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ لوگ سخت پریشان، مال مویشی کیلئے کھیتوں سے چارہ لانا مشکل ہو گیا اور باہر جا کر روزانہ روزی کمانے والے لوگ بے حد مصیبت میں گھر گئے۔ لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کیلئے عرض کیا تو حضرت مسجد سے باہر نکلے اور گلی میں بہتے ہوئے پانی میں بیٹھ گئے، دعا کی، مگر بارش کا زور نہ ٹوٹا، کافی دیر دعا کرتے رہے، لیکن بارش برابر ہوتی رہی بلکہ پہلے سے تیز ہو گئی...... اب انہوں نے زور زور سے کہنا شروع کیا: یا اللہ بارش روک دے۔ یا اللہ بارش روک دے...... اب بھی بارش نہ رکی، لیکن آپ اپنے مخصوص انداز میں دعا کرتے رہے، ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ بارش ایک دم رک گئی اور لوگ بے حد خوش بھی ہوئے اور انتہائی متعجب بھی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۳)

دعا پر بارش رک جانے کا دوسرا واقعہ (کرامت):۔ عبدالرشید عراقی صاحب ایک مکتوب میں بیان کرتے ہیں کہ: ”۲۳/ مارچ ۱۹۷۵ء کو وہ خود، مولانا عبدالرحمٰن عتیق، حاجی عبدالرحیم وزیر آبادی اور حافظ محمد یعقوب سوہدروی ماموں کانجن صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صوفی صاحب رحمہ اللہ بے حد شفقت سے پیش آئے۔ مولانا عبدالرحمٰن عتیق تو اوڈاں والا چلے گئے، لیکن باقی تینوں حضرات ماموں کانجن (جامعہ تعلیم الاسلام ہی) میں رہے۔ عراقی صاحب بتاتے ہیں کہ مغرب کی نماز سے آدھا گھنٹہ پیشتر سخت بارش شروع ہو گئی، اس کے ساتھ ہی آندھی نے زور باندھ لیا۔ بارش اور آندھی کی وجہ سے جامعہ کے کئی درخت جڑ سے اُکھڑ گئے اور میدان میں پانی بھر گیا۔ قاضی محمد اسلم سیف نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ شدید بارش کی وجہ سے سخت نقصان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کے رُک جانے کی دعا کیجئے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی: ”یا ارحم الراحمین، بارش بند کر دے...... اس کو پہاڑوں پر لے جا...... تو ہی اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔“

عراقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بند فرما دی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۴)

دعا پر خطیر قرض سے نجات:۔ تیس سال پہلے کی بات ہے بورے والا (ضلع وہاڑی) کی ایک کاروباری پارٹی اسی ضلع کے موضع گگو کی سے تعلق رکھنے والی ایک پارٹی کی مقروض تھی۔ قرض پندرہ لاکھ روپے تھا، جس کی وجہ سے قرض خواہ بھی سخت پریشان تھے اور

مقروض بھی بے حد فکرمند تھے۔ مقروض پارٹی کی اچھی خاصی رقم کہیں پھنسی ہوئی تھی، انہیں وہ رقم ملے تو وہ قرض خواہ کو دیں۔ نیت دونوں کی صاف تھی، مقروض کی بھی اور قرض خواہ کی بھی۔ دونوں حضرات صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق ارادت رکھتے تھے۔

دونوں فریقوں نے (جامعہ سلفیہ) فیصل آباد میں مولانا اشرف جاوید سے بات کی، اس وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ فیصل آباد میں ہمارے مرحوم دوست مولانا محمد اسحاق چیمہ کے مکان پر قیام فرما تھے۔ اشرف جاوید بیان کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو دعا کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اور سارا واقعہ ان کے گوش گزار کیا۔ انہوں نے دربار خداوندی میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے رہے۔

> ''یا اللہ! جن لوگوں نے قرض دینا ہے، ان کو روپے دے تاکہ یہ قرض اتار سکیں۔ تو ہی ان کو روپے دینے والا ہے
> اور تو ہی ان کو قرض سے نجات دلانے والا ہے۔''

نتیجہ یہ ہوا کہ مقروض پارٹی نے کہیں سے جو رقم لینی تھی، اس کے حصول کی اللہ تعالیٰ نے صورت پیدا فرما دی اور وہ لوگ قرض سے سبکدوش ہو گئے۔

قرض خواہ فریق کافی عرصہ مالی اور ذہنی پریشانی میں تو مبتلاء رہا، لیکن پھر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں بڑی برکت پیدا فرمائی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۵)

مسجد کے حق میں دعائیں پوری ہو جانا:۔ نثار کالونی (فیصل آباد) کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے صوفی صاحب سے درخواست کی گئی، وہ تشریف لائے اور اس موقعے پر دعا کی: یا اللہ! میں تجھ سے تین باتوں کی التجاء کرتا ہوں۔

ایک یہ کہ اس مسجد کو خود کفیل بنا دے، یہاں کے لوگ مسجد کیلئے کہیں پیسے مانگنے نہ جائیں۔

دوسری التجا یہ ہے کہ اس مسجد کو آباد رکھنا۔ تیسری التجا تجھ سے یہ ہے کہ اس مسجد میں نمازیوں کی کثرت ہو۔

اللہ نے تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔ مسجد سے ملحق دکانیں ہیں، جن کا اتنا کرایہ آجاتا ہے کہ مسجد کی مرمت یا اور کسی قسم کی کوئی ضرورت پڑے تو اسی سے پوری ہو جاتی ہے۔ موذن، امام اور خطیب کے اخراجات کا انتظام بھی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ مسجد کے اہتمام میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ ہے، اس کے اخراجات بھی پورے ہو جاتے ہیں۔ نمازیوں کیلئے صفیں وغیرہ خریدنے کیلئے بھی کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بجلی اور پانی کے بل بھی کرائے کی آمدنی سے ادا کیے جاتے ہیں، کسی سے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑتی، حالانکہ کئی ہزار روپے ماہانہ کا خرچ ہے۔

مسجد ماشاء اللہ آباد ہے اور نمازیوں سے بھری رہتی ہے۔ (بہ روایت مولانا محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد)

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۵-۳۸۶)

بریلوی علماء کا دعا کیلئے حاضر ہونا:۔ بریلوی مکتب فقہی کے ایک عالم دین (جو فیصل آباد سے تعلق رکھتے ہیں اور مفتی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے طالب علمی کے زمانے میں لوگوں سے صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی صالحیت اور قبولیت دعا کے واقعات سنے تو وہ سلام کرنے کی غرض سے ان کی خدمت میں (جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) گئے۔

فرمایا: کیسے آئے؟۔ وہ گردن جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ فرمایا: قرآن وحدیث پڑھنا چاہتے ہو؟۔ وہ اب بھی چپ رہے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ سمجھ گئے کہ یہ شخص دعا لینے آیا ہے۔ فرمایا: جاؤ کسی بڑی مسجد کو تالا لگاؤ گے۔

مفتی صاحب کہتے ہیں، جب میں مروجہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حکومت کے محکمہ اوقاف میں انہیں ایک بڑی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا گیا، اور یہ وہ منصب تھا جو انہیں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے نتیجے میں حاصل ہوا۔ (بہ روایت مولانا محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۶-۳۸۷)

چودھری ظفر اللہ کے حق میں دعا پوری ہو جانا (کرامت):۔ چودھری ظفر اللہ پاکستان کے حلقۂ اہلِ علم کے مشہور رکن تھے۔ وہ بذریعہ کار لاہور سے کراچی جا رہے تھے کہ رحیم یار خاں کے قریب ان کی کار درخت سے ٹکرا گئی۔ ان کے ساتھ ایک ان کی خالہ تھیں، ایک نوجوان بھانجا تھا اور دو بیٹے تھے، جن میں سے ایک کی عمر سترہ سال اور ایک کی نو سال تھی۔ یہ پانچ افراد کا قافلہ وہیں موت کی آغوش میں چلا گیا۔ یہ حادثہ ۳ جون ۱۹۹۷ء کو پیش آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چودھری ظفر اللہ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسے میں تعلیم پائی تھی اور وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے، صوفی صاحب رحمہ اللہ بھی ان پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ ماموں کانجن میں اس مدرسے کی تعمیر کے زمانے میں چودھری صاحب وہاں طالب علم تھے اور انہوں نے اس کی تعمیر کے وقت بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان سے کہا: ظفر اللہ! تمہارے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بڑا مالدار بنا دے اور تم ٹھاٹھ کے ساتھ امیرانہ زندگی بسر کرو۔

ظفر اللہ نے عرض کیا: آپ میرے لیے صرف یہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کسی بہت بڑی نیکی کے کام کی توفیق دے، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور میرے لیے وہ صدقہ جاریہ ثابت ہو...... چنانچہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کیلئے دعا فرمائی اور دعا اس طرح قبول ہوئی کہ انہوں نے تھوڑے عرصے میں دینی تعلیم مکمل کر لی اور دوسری طرف میٹرک، ایف اے اور بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پہلی پوزیشن میں ایم اے پاس کر لیا اور کراچی یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہو گئے، پھر صدر شعبہ اسلامیات بنا دیئے گئے۔ اسی اثناء میں مدینہ یونیورسٹی میں جا کر وہاں کے نصاب کی تکمیل کی۔ پھر کراچی آ کر ایک وسیع قطعہ زمین خریدا، جس میں ابوبکر اسلامیہ یونیورسٹی قائم کی، اس یونیورسٹی میں اب مختلف اسلامی اور یورپی ملکوں کے ستر سے زیادہ اساتذہ تعلیم دینے پر متعین ہیں اور اچھی خاصی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہزاروں کتابوں پر مشتمل کتب خانہ ہے۔ چودھری ظفر اللہ وفات پا چکے ہیں، لیکن ان کی قائم کردہ یونیورسٹی میں نہایت اچھے طریقے سے سلسلہ تعلیم جاری ہے جو اس کے بانی کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔

چودھری ظفر اللہ یا ان سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اتنا بڑا کام کرنے کے موقع عطا فرمائے گا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۷-۳۸۸)

دعا کی بدولت ملازمت کا تبدیل ہو جانا (کرامت):۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے اصحاب عقیدت کی وسیع فہرست میں ایک نام پروفیسر ڈاکٹر محمد اسماعیل عقیل گورایہ کا ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء تک صوفی صاحب رحمہ اللہ کے دار العلوم تعلیم الاسلام (اوڈاں والا چک نمبر ۴۹۳ گ ب) میں تعلیم حاصل کی اور سند و اجازہ سے مفتخر ہوئے۔ پھر تین سال وہاں فریضہ تدریس انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ایم اے اسلامیات کا امتحان دیا اور معروف محدث حضرت امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تصنیف سنن دارقطنی پر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے عربی میں پی ایچ ڈی کیا اور اپنے اس مقالے کا انتساب صوفی صاحب کی طرف کیا۔ وہ گورنمنٹ کالج بوسن روڈ، ملتان میں صدر شعبہ اسلامیات مقرر کیے گئے۔

انہوں نے بتایا کہ ۱۹۶۳ء میں ان کے بڑے بھائی محمد ابراہیم گورایہ کیمبل پور پوسٹ آفس میں ملازم تھے اور چاہتے تھے کہ ان کا تبادلہ ملتان میں ہو جائے، لیکن تبادلے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ محکمے کا متعلقہ آفیسر نہایت سخت اور ضدی تھا۔ نہ اسے کسی کی مجبوری کی پروا تھی، نہ کسی کی سفارش مانتا تھا۔ سخت پریشان کن معاملہ تھا۔ آخر صوفی صاحب سے عرض کیا گیا، انہوں نے ساری بات سنی اور چار یا پانچ دن کے بعد تبادلہ ہو گیا اور محمد ابراہیم گورایہ کیمبل پور سے ملتان پہنچ گئے۔ (بہ روایت محمد یاسین شاد، ملتان) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۸-۳۸۹)

گرفتار ملزم کا اسم اعظم کی برکت سے نجات پا جانا (کرامت):۔ صوفی صاحب کے بارے میں ایک اور واقعہ سنیئے! یہ

قیام پاکستان سے قبل کا واقعہ ہے جو پروفیسر ڈاکٹر محمد اسماعیل عقیل گورایہ نے جناب محمد یاسین شاد کو بتایا اور انہوں نے مجھے لکھ بھیجا...... واقعہ یہ ہے کہ ضلع قصور کے موضع گہلن ہٹھاڑ کا رہنے والا ایک شخص صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ اس کے متعلقین میں سے ایک شخص قتل کے مقدمے میں گرفتار ہے، آپ اس کیلئے دعا کیجئے کہ وہ بری ہو جائے۔ مصیبت کے وقت ہر شخص کسی نیک آدمی کے پاس جاتا ہے اور مصیبت سے نجات کیلئے اس سے دعا کی درخواست کرتا ہے، وہ شخص بھی آیا اور اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی اور پڑھنے کیلئے وظیفہ پوچھا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ تمہارا جو شخص جیل میں بند ہے، وہ نمازِ عشاء کے بعد اسم اعظم کا وظیفہ پڑھے اور دل لگا کر پڑھتا جائے۔ وظیفے کے دوران جب وہ محسوس کرے کہ اس کے جسم میں آگ سے جلنے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے تو کھڑا ہو جائے اور ڈیوڑھی کی طرف چلنے کی کوشش کرے، اس کی تمام مشکلیں ختم ہو جائیں گی۔ چنانچہ اس نے حسب ہدایت وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ مصیبت کے وقت ہر شخص کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جب وظیفے کے دوران اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بتائی تھی تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ڈیوڑھی کی طرف منہ کر کے چلنے کیلئے کوشاں ہوا۔ اس کے بعد اللہ نے اس کی برأت کا سامان پیدا فرما دیا۔ اس شخص نے ۱۹۶۰ء میں وفات پائی۔ اب سوال یہ ہے کہ اسم اعظم کیا ہے؟

وہ ہے: ”لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين۔“ (الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالم ہوں)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا کی تھی۔

”جو مسلمان کسی حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے اور اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔“ (مشکوٰۃ باب اسماء اللہ تعالیٰ، فصل ثانی) (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۸۹-۳۹۰)

جنت الفردوس کی سیر اور خواب میں غیبی رہنمائی (کرامت):۔ اب صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ایک خواب سنیے جو ڈاکٹر محمد اسماعیل گورایہ کی روایت سے محمد یاسین شاد بیان کرتے ہیں۔ جس وقت ماموں کانجن میں جامعہ تعلیم الاسلام کی تعمیر کا آغاز ہوا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت الفردوس میں سیر کر رہے ہیں اور انہیں وہاں حور و غلمان نظر آ رہے ہیں...... یہ خواب بیان کر کے انہوں نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فردوس کا حصہ دکھایا ہے، لہٰذا جامعہ تعلیم الاسلام کے نام کے ساتھ ”الفردوس“ کا لفظ آنا چاہیے۔ چنانچہ ریلوے لائن کی طرف جامعہ کی جو عمارت بنائی گئی، اس پر جلی حروف میں ”الفردوس“ لکھا گیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۰)

دعا، وظیفہ اور تعویذ سے علاج کرنا:۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لوگ بہت سے معاملات میں دعا کی غرض سے آتے تھے۔ کوئی کاروبار کیلئے دعا کراتا تھا، کوئی اولاد کیلئے، کوئی رفع مرض کیلئے، کسی کی بھینس دودھ نہیں دیتی تھی، کوئی زمین کی پیداوار میں اضافے کی دعا کراتا تھا، کوئی امتحان میں کامیابی کا خواہاں ہوتا تھا۔ کوئی اس لیے آتا تھا کہ اس کی اولاد نیک اور اطاعت شعار ہو۔ کوئی کسی مصیبت سے نجات پانے کی غرض سے دعا کا خواست گار ہوتا تھا۔ صوفی صاحب کسی کیلئے دعا کرتے، کسی کو تعویذ دیتے، کسی کو دم کرتے، کسی کو پڑھنے کیلئے کوئی وظیفہ بتاتے، کسی کو نصیحت فرماتے اور اعمال نیک کی تلقین کرتے، کسی کو تہجد پڑھنے کا حکم دیتے، کسی کو تلاوتِ قرآن کی تاکید کرتے، کسی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا وعظ سناتے، کسی کے سامنے اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کی فضیلت بیان فرماتے، کسی کو والدین کی اطاعت کا درس دیتے۔ وہ ہر آنے والے کی بات سنتے اور اس کے ذہن کا اندازہ کر کے مناسب الفاظ میں اس سے بات کرتے۔ دعا کرانے والا، تعویذ لینے والا اور دم کرانے والا نہایت خوش ہوتا اور سمجھ لیتا کہ اس کے من کی مراد پوری ہو گئی اور اللہ نے دعا قبول فرمالی۔

اللہ نے جہاں ان کو صالحیت اور اعمال خیر کی دولت عطا فرمائی تھی اور ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا جاتا تھا، وہاں انہیں مردم شناسی کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔

انہوں نے بڑی دنیا دیکھی تھی، مختلف ذہنوں کے لوگوں سے ان کے روابط رہے تھے اور وہ معاملات کو خوب سمجھتے تھے۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۰-۳۹۱)

غریب اور پریشان حال پر مالی آسودگی:۔ ہمارے مستند عالم دین دوست مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ضلع سرگودھا کے کسی گاؤں سے ایک شخص آیا۔ اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی غربت اور پریشانی کا ذکر کیا۔ یہ عشاء کے بعد کا وقت تھا۔ حسب عادت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا شروع کی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: خدایا تیرے ہاں نہ دنیا کی کمی ہے اور نہ کوئی حیثیت ہے...... نہ کوئی قیمت۔ یہ لوگ دنیا دار ہیں، دنیا مانگتے ہیں تو ان کو دنیا دے دے...... تو ان کو دنیا دے...... تو ان کو دنیا دے دے...... دیر تک یہی الفاظ کہتے رہے۔ خدا سے دعا کا یہ انداز سفارش کیسا تھا، وہ خدا سے اس کیلئے سفارش کر رہے تھے کہ تیرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں، جو یہ مانگتا ہے تو اسے دے دے...... دس بارہ دن کے بعد وہ شخص آیا اور دعا کی قبولیت کی بشارت سنائی۔ کہا چند ہی روز میں میری حالت بدل گئی اور اللہ تعالیٰ نے مالی آسودگی سے ہمکنار فرما دیا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۱)

خدا سے لڑ کر بات منوالینا:۔ انہی مولانا عبدالرشید ہزاروی کی روایت سے ایک اور واقعہ سنیے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نظام آباد (ضلع گوجراں والا) کی مسجد اہلحدیث میں نمازِ جمعہ کے بعد مولانا احمد الدین گکھڑوی سے ملاقات ہوئی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا احمد الدین گکھڑوی نے فرمایا، صوفی عبداللہ رحمہ اللہ تو خدا سے لڑ کر بات منوالیتا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ سے اتنا تعلق پیدا کرلیا ہے وہ جو کچھ اس سے مانگتا ہے وہ عنایت فرما دیتا ہے۔

مولانا عبدالرشید ہزاروی نے مولانا احمد الدین گکھڑوی سے اس کی تفصیل بتانے کو کہا تو انہوں نے فرمایا کہ صوفی صاحب ایک دفعہ اتنے بیمار ہوئے کہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ پورا ایک مہینہ یہی حالت رہی۔ ایک دن مدرسے کا خزانچی آیا اور اس نے کہا کہ مدرسین کی تنخواہوں کیلئے رقم نہیں ہے۔ فرمایا آپ قرض حسنہ کے طور پر کچھ روپے دے دیں۔ اس نے انکار کر دیا، کہا آپ بسترِ مرض پر پڑے ہیں، اگر آپ وفات پا گئے تو میں رقم کس سے لوں گا؟

خزانچی کا یہ صاف جواب سن کر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اچھا، جس کا کام ہے، اسی پر چھوڑ دو، وہ خود ہی انتظام کر دے گا۔

یہ کہہ کر پانی منگوایا، وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر مسنون دعائیں پڑھیں۔ بعد ازاں خدا کے حضور عرض کیا: خدایا! میں ایک مہینے سے بیمار پڑا ہوں، تندرست ہوتا تو علماء وطلباء کے خرچ کیلئے کچھ انتظام کرتا۔ اب تو نے مجھے بیمار کر دیا۔ میرا کیا نقصان ہے، تیرے ہی دین کا نقصان ہے۔ تیرے سوا میرا ساتھی بھی کوئی نہیں۔ خزانچی کا جواب تو نے سن لیا۔ اب تو ہی انتظام فرما...... کافی دیر اسی طرح دعا کرتے رہے۔

دعا ختم ہوئی تو کچھ دیر بعد بخار اتر گیا۔ شام کو ضلع شیخوپورہ کے قصبہ نبی پور پیراں سے پیر سیّد عبداللہ شاہ مرحوم عیادت کیلئے آئے۔ حالات دریافت کیے تو صوفی صاحب نے وہ بات سنائی جو خزانچی نے کہی تھی۔

پیر عبداللہ شاہ نے ماہانہ خرچ کا اندازہ پوچھا تو فوری طور پر جتنی رقم کی ضرورت تھی، وہ بتائی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا آپ کی تو صحت اچھی نہیں ہے، کسی با اعتماد آدمی کو میرے ساتھ بھیج دیجئے، میں رقم اسے دے دوں گا۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کے ساتھ کسی آدمی کو بھیج دیا، انہوں نے اس کے ہاتھ مطلوبہ رقم بھیج دی۔ اور فوری طور پر اتنی ہی رقم کی ضرورت تھی۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے یہ واقعہ بیان کر کے مولانا عبدالرشید سے کہا: دیکھا آپ نے اس صوفی رحمہ اللہ نے خدا کو کس طرح منایا۔

مولانا عبدالرشید ہزاروی کا ذکر گزشتہ صفحات میں متعدد مقامات پر آ چکا ہے۔ وہ میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ وہ صوفی

صاحب رحمہ اللہ کے بہت قریب رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کا بیان کردہ یہ واقعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو سنایا تو انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی یعنی صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پریشانی کی حالت میں دعا کی تھی اور پیر عبداللہ شاہ مرحوم تشریف لائے تھے اور انہوں نے وہ رقم بھجوائی تھی، جس کی انہیں فوری ضرورت تھی۔ یہ کوئی بہت قدیم دور کی باتیں نہیں ہیں۔ چند سال پیشتر کے واقعات ہیں:

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے ان واقعات کے گواہ اب بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اوڈاں والا کے لوگ، اس کے قرب و جوار کے باشندے وہاں کے دارالعلوم کے پرانے اور موجودہ اساتذہ وطلباء، دارالعلوم کی انجمن کے ارکان، اس نواح کے زمینداراور تاجر پیشہ لوگ۔ سب ان کی قبولیت دعا کے عینی شاہد ہیں اور بتاتے ہیں کہ لوگ دور دراز سے بھی آتے تھے اور قرب وجوار سے بھی حاضر ہوتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی تکلیفیں اور ضرورتیں بیان کرتے، دعا کراتے اور اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۲-۳۹۳)

لاڈلے ولی کا دعا میں عجیب انداز (کرامت):۔ ان کی دعا کا عجیب انداز تھا۔ ایک شخص نے اولاد کیلئے دعا کی درخواست کی تو ان الفاظ میں دعا فرمائی: یا اللہ! تو کتوں بلیوں کو بھی اولاد دے رہا ہے، اس بے چارے کو بھی دے دے، یہ تو انسان ہے، ممکن ہے اسکی اولاد سے کوئی شخص تیرے دین کا خادم ہو جائے۔ اللہ نے اس کو اولاد عطا فرما دی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۳-۳۹۴)

لاڈلی دعا پر ضرورت پوری ہو جانا:۔ مولانا ولی اللہ بتاتے ہیں کہ اوڈاں والا کی مسجد زیر تعمیر تھی کہ ایک دن دوپہر کے وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ آلتی پالتی مارے تنہا مسجد میں قبلہ رخ بیٹھے تھے۔ اچانک دونوں ہاتھ زور سے زمین پر مارے اور قدرے اونچی آواز سے بہ صورت سوال کہا اب یہ خرچ کیسے پورا ہوگا؟ تھوڑی دیر کے بعد کسی گاؤں سے ایک خاتون آئی اور اس نے کچھ رقم صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی۔ یہ رقم انہوں نے گنی تو پانچ ہزار روپے تھے۔ خاتون رقم دے کر چلی گئی۔ صوفی صاحب نے روپے غصے سے اپنے سامنے کی طرف پھینکتے ہوئے کہا: میں نے اتنے پیسے مانگے تھے؟ ضرورت آج دس ہزار روپے کی ہے اور دیئے پانچ ہزار ہیں، باقی میں کہاں سے پورے کروں؟

اس وقت کوئی شخص ان کے پاس نہ تھا، اساتذہ اور طلباء کچھ فاصلے پر بیٹھے تھے اور ان کی بات سن رہے تھے۔ کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ مخاطب کون ہے اور کس سے یہ باتیں کہی جا رہی ہیں۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے چھ ہزار روپے پیش خدمت کیے۔ اب صوفی صاحب رحمہ اللہ نے وہ پانچ ہزار بھی اٹھا لیے جو غصے سے پھینک دیئے تھے۔

وہ اتنی رقم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ تعمیر مسجد کی آمدنی اور خرچ کا حساب دارالعلوم کے مدرس مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی کے پاس تھا۔ انہیں بلایا اور فرمایا یہ لو گیارہ ہزار روپے، جس کو جو کچھ دینا ہے، آج شام تک دے دو، کسی کا کوئی پیسہ ہمارے ذمے نہیں رہنا چاہئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۴-۳۹۵)

بے اولاد عورت پر دم کا اثر (کرامت):۔ ایک اور واقعہ مولانا ولی اللہ منصور پوری نے بیان کیا، وہ بھی عجیب واقعہ ہے۔ ایک مرد اور عورت صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ ہم اولاد سے محروم ہیں۔

فرمایا: تو پھر میں کیا کروں، میں خود اولاد سے محروم ہوں...... میاں بیوی خاموش بیٹھے رہے، کوئی بات نہیں کی۔

تھوڑی دیر بعد کچھ پڑھ کر عورت کی طرف منہ کیا اور فرمایا منہ کھول...... اس نے منہ کھولا تو منہ میں پھونک ماری جس میں تھوک کی آمیزش بھی تھی۔ فرمایا: اب جاؤ۔ ٹھیک ایک سال بعد وہی مرد اور عورت آئے۔ عورت کی گود میں لڑکا تھا اور مرد ایک کٹے کے گلے میں رسا

ڈالے اسے کھینچتا چلا آ رہا تھا۔ دونوں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کٹا طلباء کے کھانے کیلئے پیش کیا اور لڑکے کیلئے دعا کرائی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۵)

اژدھے سے نجات (کرامت):۔ مولانا ولی اللہ منصور پوری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ جس زمانے میں وہ چمر کنڈ میں جماعت مجاہدین سے منسلک تھے، ان کا گزر ایک پہاڑ پر سے ہوا، دیکھا کہ بہت بڑا اژدھا سامنے بیٹھا ہے۔ سوچا کہ اس سے نہ بھاگا جا سکتا ہے اور نہ جان بچائی جا سکتی ہے، اس نے بہر حال مار دینا ہے۔ چنانچہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی کہ موت نماز کی حالت میں آئے۔ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا تو اژدھا وہاں سے جا چکا تھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۵)

سلام علی نوح کا مجرب وظیفہ (کرامت):۔ اسی قسم کا ایک واقعہ مولانا غلام رسول مہر نے ایک مضمون میں بیان کیا ہے جو انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہفت روزہ ''الاسلام'' لاہور میں ''سرگزشت مجاہدین کا ایک ورق'' کے عنوان سے لکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ اکیلے جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر رات کے وقت ایک بہت بڑا سانپ ملا۔ انہوں نے ''سلام علی نوح فی العالمین'' کا ورد شروع کر دیا۔ خدا نے اس بلا کو ٹالا تو وہ آگے بڑھے، پھر ایک گاؤں سے گھوڑا لے کر منزل مقصود پر پہنچے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ زیادہ تر سفر میں رہتے تھے اور انہیں خطرناک اور پُر پیچ راستوں میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ معلوم نہیں کتنی دفعہ انہیں سانپ ملے ہوں گے، کتنی دفعہ خون خوار درندوں سے واسطہ پڑا ہوگا اور کتنی دفعہ ان سے محفوظ رہنے کیلئے دعائیں کی ہوں گی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۵-۳۹۶)

حج کے بعد انتقال کی تقدیر پڑھ لینا (کرامت):۔ مولانا ولی اللہ منصور پوری کہتے ہیں کہ وہ اوڈاں والا سے فارغ التحصیل ہوئے تو انہیں ننکانہ صاحب کی مسجد اہلحدیث میں خطیب مقرر کر لیا گیا۔ ایک دفعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان سے کہا تم تحصیل سمندری کے چک نمبر ۴۸۵ گ ب میں آ جاؤ اور وہاں خطابت اور امامت کے فرائض انجام دو۔ چنانچہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے حکم سے وہ چک نمبر ۴۸۵ گ ب چلے گئے۔ صوفی صاحب کا وہاں آنا جانا رہتا تھا۔ ایک دن انہوں نے صوفی صاحب سے عرض کیا آپ حج کر آئیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ خاموش رہے۔ اس کے بعد جب بھی ان کی صوفی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، ان سے حج کیلئے عرض کیا۔

ایک دن صوفی صاحب نے زور سے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: بے خبر ولی اللہ! حج کے بعد کام پورا ہو جائے گا۔

وہ اس وقت تو ان کی بات نہ سمجھ سکے، لیکن جب ۱۹۷۵ء میں صوفی صاحب حج کر کے آئے اور پھر تھوڑے عرصے بعد وفات پا گئے تو بات سمجھ میں آئی کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ حج کے بعد زندگی کا معاملہ ختم ہو جائے گا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۶)

فوراً دگنی غیبی مدد (کرامت):۔ انہی مولانا ولی اللہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو ہمارے گاؤں کے ایک تبلیغی جلسے میں شرکت کی دعوت دی گئی اور ایک اجلاس کی صدارت کیلئے بھی عرض کیا گیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے صدارت فرمائی اور مختصر سی تقریر کی۔ دو سو روپے جلسے کیلئے چندہ دیا۔ اس زمانے میں دو سو روپے بہت رقم تھی۔ جلسے میں جن علمائے کرام کو بلایا جاتا ہے، وہ اپنی گرہ سے کچھ نہیں دیتے، بلکہ ان کی خدمت میں کچھ پیش کیا جاتا ہے۔ سرکاری طور پر بھی جن لوگوں کو کسی میٹنگ وغیرہ میں دعوتِ شرکت دی جاتی ہے، انہیں کرایہ اور خرچ پیش کیا جاتا ہے لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی گرہ سے دو سو روپے دیئے۔

مولانا ولی اللہ بتاتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ دو سو روپے دے کر وہاں سے اٹھے اور اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے، پیچھے سے ایک شخص بھاگتا ہوا صوفی صاحب رحمہ اللہ کی طرف آیا، سلام عرض کیا اور کہا میں اسی لیے یہاں آیا ہوں کہ آپ تشریف لائیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے چار سو روپے صوفی صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔

ابھی دوسو روپے دیئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دوگنا زیادہ یعنی چار سو روپے کا انتظام فرما دیا۔
(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۷)

دعا کی بدولت موذی مرض سے شفا پا جانا:۔ فیصل آباد سے میرے دوست محمد رمضان یوسف سلفی بتاتے ہیں کہ ان کے ایک بزرگ دوست حافظ ثناء اللہ طویل عرصے تک کوٹ ادو میں واپڈا کے محکمے میں ملازم رہے۔ تقریباً پینتیس سال قبل انہیں ایک ایسی بیماری لاحق ہوئی، جس سے وہ بے حد پریشان ہوئے۔ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نثار کالونی (فیصل آباد) کی جامع مسجد اہلحدیث میں تشریف لائے تو حافظ ثناء اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیماری کی کیفیت بتا کر ان سے دعائے صحت کی درخواست کی۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسی وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت عاجزی سے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرما دی اور ان کی سب تکلیفیں رفع ہو گئیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۷-۳۹۸)

بے اولاد کو باصلاحیت بیٹے کی بشارت:۔ مولانا محمد صادق خلیل کا ذکر گزشتہ صفحات میں ایک سے زیادہ مرتب ہو چکا ہے۔ ان کا شمار پاکستان کے مشہور مصنفین ومترجمین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ''اصدق البیان'' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ وہ دراصل اوڈاں والا ہی کے رہنے والے تھے۔ وہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی اور کئی سال وہاں پڑھاتے رہے۔ بہت عرصے سے فیصل آباد میں مقیم تھے اور تصنیفی خدمات انجام دیتے تھے۔ ان کے والد کا نام مولوی احمد الدین تھا، وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے باقاعدہ بیعت تھے اور اس وقت نرینہ اولاد سے محروم تھے۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور فرمایا تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور علم حاصل کرے گا، لوگ اس کے علم سے استفادہ کریں گے۔ مولانا محمد صادق کئی سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ حمل و ولادت کی اصطلاح میں اس صورت حال کو ''پیٹ لگ جانا'' کہا جاتا ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے کچھ عرصے بعد وہ پیدا ہوئے اور علم حاصل کیا۔ شائقین علم نے ان کی تدریس سے بھی بے حد فائدہ اٹھایا اور تصنیف و ترجمے سے بھی خوب استفادہ کیا۔ اور کر رہے ہیں۔ (مولانا محمد صادق رحمہ اللہ کے مفصل حالات کیلئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''قافلہ حدیث'' شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور۔ ان کی وفات ۶ فروری ۲۰۰۴ء کو فیصل آباد میں ہوئی)۔

شیخ محمد سعید الفت لائل پوری پنجابی کے مشہور عوامی شاعر تھے۔ ان کا مجموعہ کلام دو جلدوں پر مشتمل ہے جو ''گل دستۂ الفت'' کے نام سے نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور نے خوب صورت طریقے سے شائع کیا ہے۔ اس کے مختلف حصوں پر مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالمجید سالک، ملک نصر اللہ خاں عزیز، مولانا مجاہد الحسینی اور پروفیسر غلام احمد حریری ایسے متعدد ماہرین نظم ونثر حضرات نے مقدمات تحریر کیے ہیں، جن میں الفت کی شاعری کی تحسین کی گئی ہے اور بے شک ان کی شاعری لائق تحسین ہے۔

''گل دستۂ الفت'' کی دوسری جلد کے بہرہ ''چھلاں'' میں سعید الفت کی طویل نظم ''صوفی عبداللہ رحمہ اللہ'' اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس میں انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی کرامتیں بھی ذکر کی ہیں اور قبولیت دعا کے چند واقعات بھی بیان کیے ہیں۔ نمبروں کی ترتیب سے یہ واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۸-۳۹۹)

شیر کا احترام میں راستہ چھوڑ جانا (کرامت):۔ جس زمانے میں صوفی صاحب رحمہ اللہ چمرکنڈ کے مرکز مجاہدین سے وابستہ تھے اور فراہمی زر کے سلسلے میں برصغیر کے مختلف علاقوں میں ان کی آمد و رفت رہتی تھی، اس زمانے میں بسا اوقات انہیں نہایت خطرناک علاقوں سے بھی گزرنا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے کہ دیکھا سامنے شیر بیٹھا ہے اور شیر نے ان کو دیکھ لیا ہے۔ یہ بے حد پریشان کن لمحہ تھا، اگر سیدھے جاتے ہیں، جب بھی شیر کے حملے کا خطرہ ہے، اگر دوسری طرف قدم بڑھاتے ہیں تو بھی خطرہ موجود ہے۔ اس کے متعلق سعید الفت مرحوم کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

خیال آیا رستہ جے بدلیا جاوے   میرے پچھے شیر اُٹھ کے نہ آجاوے
ایہہ گل سوچ کے آکھدے نیں اوشیرا   مینوں دیر ہوندی اے راہ چھڈ میرا
صوفی صاحب دے بس آکھن دی دیر اے   کسے پاسے تو اُٹھ کے جاندا رہیا شیر اے

یعنی شیر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، مجھے جلد اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ہے، تیری وجہ سے دیر ہو رہی ہے، تم مجھے راستہ دو تا کہ میں اپنا سفر جاری رکھوں۔ جوں ہی یہ الفاظ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی زبان سے نکلے، شیر اُٹھ کر کہیں چلا گیا اور وہ آگے نکل گئے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۳۹۹-۴۰۰)

جنات کو تنبیہ:۔ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کسی سفر سے واپس آئے تو پتا چلا کہ جامعہ کے ایک طالب علم کو دورے پڑ رہے ہیں اور وہ سخت تکلیف میں ہے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسے ''جن'' کی شکایت ہے۔ نہ اسے دم کیا، نہ کچھ پڑھا پڑھایا۔ سیدھے سادے الفاظ میں جنوں کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ تمہارے لیے بہت بُری بات ہے، تم بغیر کسی وجہ کے اس طالب علم کو تنگ کر رہے ہو۔ تمہارے نام کیا ہیں؟

جواب دیا: ہم دو جن ہیں۔ اپنے نام بھی بتائے۔ فرمایا: فوراً یہاں سے چلے جاؤ، آئندہ ادھر کا رخ نہ کرنا۔

صوفی صاحب کے یہ الفاظ سن کر وہ اسی وقت وہاں سے چلے گئے اور طالب علم اچھا بھلا ہو گیا۔ سعید الفت کہتے ہیں:

ولی اللہ نے جدا تیراں کہیا   اوہ درویش اُٹھ کے فوراً بہہ گیا
طالب علم چنگا بھلا ہو گیا سی   ساری عمر مڑ کے نہ دورہ پیا سی

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۰)

سخت ضرورت میں فوراً پچیس ہزار مل جانا (کرامت):۔ ایک مرتبہ جامعہ کے اساتذہ کی تنخواہوں اور دیگر اخراجات کیلئے فوری طور پر پچیس ہزار روپے کی ضرورت تھی۔ لیکن خزانہ بالکل خالی تھا۔ سخت پریشانی لاحق ہوئی، اسی پریشانی کے عالم میں صوفی صاحب رحمہ اللہ نے چادر کندھوں پر ڈالی اور جامعہ کی چار دیواری سے باہر نکل گئے۔ باہر جا کر پنجابی میں دعا کی یا اللہ! اب کیا کیا جائے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں اور سخت پریشانی میں ہوں، تیرے دین کا کام کر رہا ہوں، اس کام میں تو مدد کرے گا تو بات بنے گی میں اکیلا تو کچھ نہیں کر سکتا۔ اب پچیس ہزار روپے کا تو ہی انتظام کرنے والا ہے۔ جامعہ کے خزانچی یا تعمیرات وغیرہ کے ناظم مولانا عبدالرشید ہزاروی کی زبانی سعید الفت بیان کرتے ہیں کہ ناگہاں ایک شخص آیا اور ٹھیک پچیس ہزار روپے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کر کے چلا گیا...... اس ضمن میں سعید الفت کے شعر سنیے۔ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے الفاظ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ٹھنڈے ٹھنڈے ہو کے ای بھر دے پئے سن   بابا جی ایہہ گلاں ای کر دے پئے سن
کہ اینے چ بندہ باہروں اک آیا   سلام آکے صوفی صاحب نوں سنایا
بہت دور توں کہندا چل کے ہاں آیا   ایہہ پنجی ہزار ہاں لیایا
ہتھاں نال اپنے ہن گن گتر لو   کرو مہربانی تے منظور کر لو

یعنی پچیس ہزار روپے اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو دیئے اور کہا میں بہت دور سے صرف اسی کام کیلئے آیا ہوں۔ آپ رقم گن لیں اور مہربانی کر کے اسے قبول فرمائیں۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۰-۴۰۱)

وظیفہ سے بند تالا کھل جانا:۔ ایک دفعہ جامعہ کے طلباء کیلئے کہیں سے گندم کا ٹرک آیا۔ رات کا وقت تھا اور اندر سے جامعہ کے بڑے دروازے کو تالا لگایا گیا تھا۔ ٹرک باہر کھڑا تھا لیکن تالے کی چابی نہیں مل رہی تھی۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ چابی کس نے کہاں رکھ

دی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک لڑکے سے کہا، گھبرانے کی ضرورت نہیں، تم بسم اللہ پڑھ کرتالے کو ہاتھ لگاؤ تالا کھل جائے گا، چنانچہ وہ لڑکا گیا، اس نے بسم اللہ پڑھ کرتالے کو ہاتھ لگایا اور تالا واقعی کھل گیا۔

ٹرک اندر آیا اور گندم اتار لی گئی۔ سعید الفت کہتے ہیں:

بابا جی نے لڑکے نوں کہیا کہ جاتوں   تے بسم اللہ پڑھ کے ذرا ہتھ لاتوں
تے فرمایا جے اوہ اللہ پاک چاہسی   تیرے ہتھ لایاں، جندرا کھل جا سی
اوہنے پڑھ کے بسم اللہ جاں ہتھ لایا   اوسے ویلے کہندے نے، جندرا کھل آیا

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۱-۴۰۲)

بڑھتے مرض میں دم سے شفایابی:۔ سعید الفت صاحب شعر کی زبان میں مولوی محمد یوسف کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کی ٹانگ میں شدید درد ہونے لگا، بڑے علاج کرائے اور ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت دوائیں لیں۔ نیک لوگوں سے دم بھی کرائے لیکن نہ صرف یہ کہ افاقہ نہیں ہوا بلکہ ہر علاج درد کی شدت میں اضافے کا باعث ہوا۔ آخر ان کے والد حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر آئے۔ انہوں نے دو تین دفعہ دم کیا، اور درد ختم ہو گیا۔ اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

سعید الفت مولوی یوسف کی زبانی لکھتے ہیں:

آخر ابا جی ماموں کانجن سدھائے   صوفی صاحب نوں نال اپنے لے آئے
اوھناں دم کیتا جاں دو تن واری   کسے پاسے نوں درد جاندی رہی ساری
نشان تک اوہدا نہ رہ گیا کوئی   اوہ مڑ کے درد مینوں نہیں ہوئی

آخر میں سعید الفت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں:

بہت ای بڑے باکرامت ولی سن   توحید و سنت دی مہکدی کلی سن
خدا پاک اوہناں دے درجے ودھاوے   قبر اُتے رحمت دی بارش ورھاوے

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۲-۴۰۳)

کشف سے گمشدہ بیل کی نشاندہی (کرامت):۔ ضلع فیصل آباد کی تحصیل سمندری میں ایک گاؤں کا نام چک ۴۷۹ گ ب ہے۔ وہاں میرے ایک دوست جناب خلیل اثری رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اس گاؤں میں کئی دوست قیام فرما ہیں۔ خلیل اثری نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل وہاں کے ایک شخص کے چار پانچ بیل چوری ہو گئے۔ کچے راستے تھے۔ کھوجی کی خدمات حاصل کی گئیں تو بیلوں اور چوروں کے نشانِ قدم اوڈاں والا سے تین چار میل کے قریب پہنچ گئے۔ کھوجی کے ساتھ گاؤں کے کئی آدمی تھے۔ وہ سب ایک جگہ پر بیٹھ گئے اور ان میں سے ایک شخص ان کیلئے کھانا لانے کیلئے چودھری عبدالعزیز کے گھر اوڈاں والا چلا گیا۔ کھانا تیار ہونے میں ابھی دیر تھی، اس نے سوچا صوفی صاحب رحمہ اللہ سے مل لیا جائے۔ وہ مسجد میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت سات آٹھ آدمی وہاں بیٹھے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے؟ اس نے واقعہ بیان کیا تو صوفی صاحب مسجد کے اندر چلے گئے۔ دس بارہ منٹ کے بعد باہر آئے تو فرمایا تمہارے بیل فلاں جگہ ''ڈھاری'' میں بیٹھے ہیں۔ وہاں پہنچنے کا ذریعہ بھی بتایا اور اس مقام کی نشاندہی فرمائی۔

یہ لوگ وہاں پہنچے تو واقعی بیل وہاں بیٹھے تھے اور ان کے پاس کوئی شخص نہ تھا۔ انہوں نے بیلوں کو وہاں سے ہانکا اور گھر لے آئے۔ اسے صوفی صاحب رحمہ اللہ کا کشف قرار دیجیے یا کرامت، بات بہر حال ان کی صحیح ثابت ہوئی۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۳-۴۰۴)

تلی کے درد میں مجرب تعویذ:۔ مولانا مفتی عبید اللہ خاں عفیف گزشتہ کئی سال سے جامعہ قدس اہلحدیث (لاہور) کی مسندِ تدریس پر فائز ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء میں ان کے والد مولانا محمد حسین خان تلی کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے۔ علاج کرایا، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ دم اور دعا کیلئے وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ اس وقت کسی کیلئے تعویذ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک کاغذ پکڑا، اس کے وسط میں گول دائرہ بنایا۔ اس دائرے میں ایک نشان لگایا اور لکھا ''تلی کا درد ختم ہو جائے'' مولانا محمد حسین خاں سے فرمایا، یہ کاغذ تلی پر باندھ لیں...... انہوں نے کاغذ تلے پر باندھ لیا اور تلی کا درد ختم ہو گیا۔ یہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے۔ مفتی عبید اللہ خاں عفیف بتاتے ہیں کہ ان کے والد مولانا محمد حسین خاں کی وفات ۲۴۔ اپریل ۱۹۹۲ء کو ہوئی۔ یہ تقریباً سینتیس سال کا عرصہ بنتا ہے، اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس درد سے بالکل محفوظ رکھا۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۰۴)

صوفی صاحب رحمہ اللہ کا انداز دعا:۔ بے شک صوفی صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے۔ وہ جب دعا کرتے تھے تو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ اللہ سے مانگ رہے ہیں، لے کر ہی رہیں گے اور لازماً اپنی بات اللہ سے منوا لیں گے۔ کتنے ہی بے اولاد دعا کیلئے ان کے پاس آئے، اللہ نے دعا قبول فرمائی اور انہیں اولاد کی نعمت حاصل ہوئی۔ کتنے ہی غربت کے مارے ہوئے پریشان حال لوگ آئے، دعا کرائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی غربت دور فرما دی اور وہ آسودہ حال ہو گئے۔ پیچیدہ مقامات میں الجھے ہوئے لوگ آئے، دعا کرائی اور بری ہوئے۔ دعا کرانے والے دور دور سے آتے تھے، ایک ایک دن میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کئی کئی بار دعا کرتے۔ دعا کرانے والا مطمئن ہو جاتا تھا اور یقین کر لیتا تھا کہ دعا قبول ہو گئی۔

ان کی دعا کا بھی عجیب انداز تھا۔ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتے اور دعا کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ گھماتے رہتے تھے...... پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے، پھر درود شریف پڑھتے۔ بعد ازاں ادعیہ مسنونہ کئی کئی بار پڑھتے۔ دعا میں بالعموم حسب ذیل آیات پڑھتے۔ میں نے ان دعاؤں کا حوالہ بھی دے دیا ہے کہ قرآن میں کہاں ہیں اور ان کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے تا کہ عربی نہ جاننے والے حضرات ان کا مطلب سمجھ سکیں۔ اندازہ کیجئے قرآن کی ان دعاؤں میں کس درجہ عجز اور تضرع کا عنصر پایا جاتا ہے اور انسان کی کتنی کمزوری اور بے بسی کا اظہار ہوتا ہے۔

> ''واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیسجیبوا لی ولیو منوا بی لعلهم یرشدون'' (البقرة: ۱۸۶) (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں تمہارے پاس ہی ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میرے حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت یاب ہوں۔)
>
> ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرین'' (الاعراف: ۲۳)
>
> (اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے)۔ ''لااله الا انت سبحانك انی كنت من الظالمین'' (انبیاء: ۸۷)
>
> یہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی تھی۔
>
> اس کا ترجمہ یہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔

''امن یجیب المضطر اذا دعاه ویکشف السوء ویجعلكم خلفاء الارض ء اله مع الله، قلیلاً ماتذ کرون'' (نمل: ۶۲) (بھلا کون بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون تمہیں زمین میں

پہلے لوگوں کا جانشین بناتا ہے، یہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر تم بہت کم سوچتے ہو)۔

> ”واذکر عبدنا ایوب اذنا دی ربہ' انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب“ (ص:۴۱) اور ہمارے بندے (حضرت) ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو، جب اس نے اللہ کو پکارا...... اے اللہ مجھے شیطان نے تکلیف اور مصیبت پہنچائی ہے)۔

قرآن کی یہ آیتیں صوفی صاحب رحمہ اللہ بڑی عاجزی اور تضرع سے پڑھتے اور ہر دعا بار بار پڑھتے۔ پھر پنجابی زبان میں اللہ سے اس طرح عرض کرتے: اے میرے پروردگار! تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ مجھ سے سوال کرو، میں تمہارا سوال قبول کروں گا۔ اب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ فلاں شخص کی فلاں ضرورت پوری کر دے۔ تیرے لیے کوئی مشکل نہیں، یہ محتاج ہے، تو غنی ہے۔ اس کی ضرورت پوری فرما۔ یہ سب لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں، تیرے بندے ہیں اور تیرے ہی در پر آئے ہیں۔ ہم سب لوگوں نے تیرے سامنے ہاتھ پھیلا رکھے ہیں، تو ان ہاتھوں کو خالی واپس نہ کر۔ ان میں اپنی رحمت اور سخاوت شامل فرما۔ سب کا خاتمہ ایمان پر فرما۔ ہم گنہگاروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔

دعا کا یہ سلسلہ دیر تک جاری رہتا۔ بسا اوقات سامعین اُکتا جاتے، مگر صوفی صاحب رحمہ اللہ اس قسم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں خاص لطف محسوس کرتے، آخر میں درود شریف پڑھتے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر دعا ختم کر دیتے۔

(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۴۰۴-۴۰۷)

تصوف وکرامت نہ ماننے والے حضرات سے گزارش......:۔ عین ممکن ہے بعض احباب حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیتِ دعا کے ان واقعات کو ماننے پر آمادہ نہ ہوں اور مجھ پر بھی اعتراض کریں کہ میں نے یہ واقعات کیوں بیان کیے۔ ان سے عرض کروں گا کہ آپ مانیں یا نہ مانیں اور مجھ پر اعتراض کریں یا نہ کریں، یہ واقعات رونما ہو چکے اور میں نے بیان کر دیئے۔ اس قسم کے واقعات بیان کرنا میرے نزدیک کارِ ثواب ہے اور منکرین دعا کیلئے باعث عبرت!

یہاں یہ عرض کر دوں کہ جن لائق احترام دوستوں نے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے واقعات از راہِ کرم تحریری صورت میں مجھے ارسال فرمائے، وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں عبدالرشید عراقی، حافظ محمد امین، مولانا اشرف جاوید، مولانا عائش محمد، مولانا محمد یاسین شاد اور مولانا محمد رمضان یوسف سلفی شامل ہیں۔ مولانا عائش محمد اور اشرف جاوید کے تحریر کردہ واقعات سب سے زیادہ ہیں۔ میں ان سب حضرات کا پہلے بھی شکریہ ادا کر چکا ہوں اب بھی کرتا ہوں۔

مولانا ولی اللہ منصور پوری، جناب علی ارشد، مولانا ارشاد الحق اثری اور مولانا محمد اسحاق سندھو اور جناب خلیل اثری نے زبانی واقعات بیان کیے۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص:۴۰۷-۴۰۸)

آخری دن کے وظائف اور وفات:۔ ۲۸/اپریل ۱۹۷۵ء (۱۴۔ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ) کو اتوار کا دن تھا اور یہ حضرت مرحوم کی دنیوی زندگی کا آخری دن تھا۔ اس دن وہ تاندلیاں والا میں تھے۔ حضرت کے خادم خاص مولوی محمد اسلم کا اصل وطن تو فورٹ عباس ہے، لیکن وہ حضرت کی خدمت کیلئے ان کے ساتھ تھے۔ حضرت مرحوم کے آخری دن کے جو وظائف وہ بیان کرتے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ایک ایک لمحہ ذکر الٰہی میں گزرا تھا، بالکل اسی طرح جس طرح اس سے پہلے گزرتا تھا۔ انہوں نے اپنے کسی وقت کو ذکر الٰہی سے محروم نہیں رہنے دیا۔ ان کی زبان ہر آن یادِ خدا میں مصروف رہتی تھی۔ آخری دن بھی مصروف رہی۔

حسب معمول وہ رات کے تین بجے سے پہلے ہی بیدار ہو گئے تھے۔ وضو کر کے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر فجر کی نماز پڑھنے کیلئے میزبان (احسن بٹ) کے گھر سے مسجد میں چلے گئے۔ نماز کے بعد معمول کے وظائف پڑھنا شروع کیے، جس کی تفصیل یہ ہے۔ اندازہ کیجئے کس درجہ قابل رشک تفصیل ہے۔ ہم بے عمل لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

درود شریف		100مرتبہ
سورۂ فاتحہ		100مرتبہ
کلمہ طیبہ		100مرتبہ
کلمہ تمجید		100مرتبہ
سورۂ اخلاص: (قل هو الله احد......)		100مرتبہ
آیت الکرسی		100مرتبہ
آیت کریمہ		100مرتبہ
لاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم		100مرتبہ
انا لله و انا اليه راجعون		100مرتبہ
سيد الاستغفار		100مرتبہ
سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم		100مرتبہ
يا ارحم الراحمين		100مرتبہ
يابديع العجائب بالخير يا بديع		100مرتبہ
يامستعان عونك اياك نستعين		100مرتبہ
حسبنا الله و نعم الوكيل		500سومرتبہ

نماز اشراق پڑھی۔ ہلکا سا ناشتہ کیا۔ لوگ آتے رہے اور حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ ان کیلئے دعائیں کرتے رہے۔

ان کے میزبان احسن بٹ نے گھر تشریف لے جانے کی درخواست کی۔ ان کی اہلیہ بیمار تھیں۔ تانگے پر ان کے گھر چلے گئے، پانی دم کر کے مریضہ کو پلایا۔ دوبارہ بوتل میں پانی دم کر کے دیا اور فرمایا یہ پانی پلاتے رہیں۔ دم کرتے وقت وہ بالعموم سومرتبہ سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے...... دیگر ادعیہ اس کے علاوہ پڑھتے۔

وہیں لاہور اور شیخو پورہ سے کچھ لوگ آ گئے، ان کیلئے دعائیں کیں۔ اتنے میں ظہر کی اذان کا وقت ہو گیا۔ میزبان احسن بٹ نے کھانا پیش کیا۔ خود صرف ایک لقمہ منہ میں ڈالا، خادم کو کھانا کھلا دیا۔

فارغ ہو کر نماز کیلئے چل پڑے۔ بٹ صاحب تانگا لینے گئے تو فرمایا پیدل ہی چلتے ہیں، مسجد قریب ہی تو ہے۔ خادم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے جا رہے تھے، غلہ منڈی میں مغربی جانب سے مسجد کے دروازے کے سامنے پہنچے تو اچانک طبیعت خراب ہو گئی اور چلنا مشکل ہو گیا۔ پانی طلب کیا۔ فوراً چارپائی لائی گئی اور انہیں احسن بٹ کی دکان پر پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر آیا اس نے دیکھا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ انہیں کچھ دیر کیلئے آرام کرنے دیں۔ لیکن احسن بٹ سے علیحدگی میں کہا کہ ان کے دماغ کی شریان پھٹ گئی ہے۔

اب اللہ کے ذکر سے ہر وقت معمور رہنے والی زبان بند ہو چکی تھی۔ ٹھیک ساڑھے تین بجے یہ مردِ مجاہد اور ولی کامل اس عالم آب و گل سے رشتہ توڑ کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچ گیا۔ "اللهم اكرم نزله ووسع مدخله و ادخله جنت الفردوس"

قدرت کے رنگ دیکھیے کہ جہاں تھوڑی دیر پہلے نماز ظہر کے بعد یہ اعلان ہو رہا تھا کہ نمازِ عشاء کے بعد حضرت صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی صدارت میں جلسہ عام منعقد ہو گا، اب چند ساعتیں بعد وہیں نمازِ عصر کے بعد یہ اعلان ہونے لگا کہ حضرت صوفی

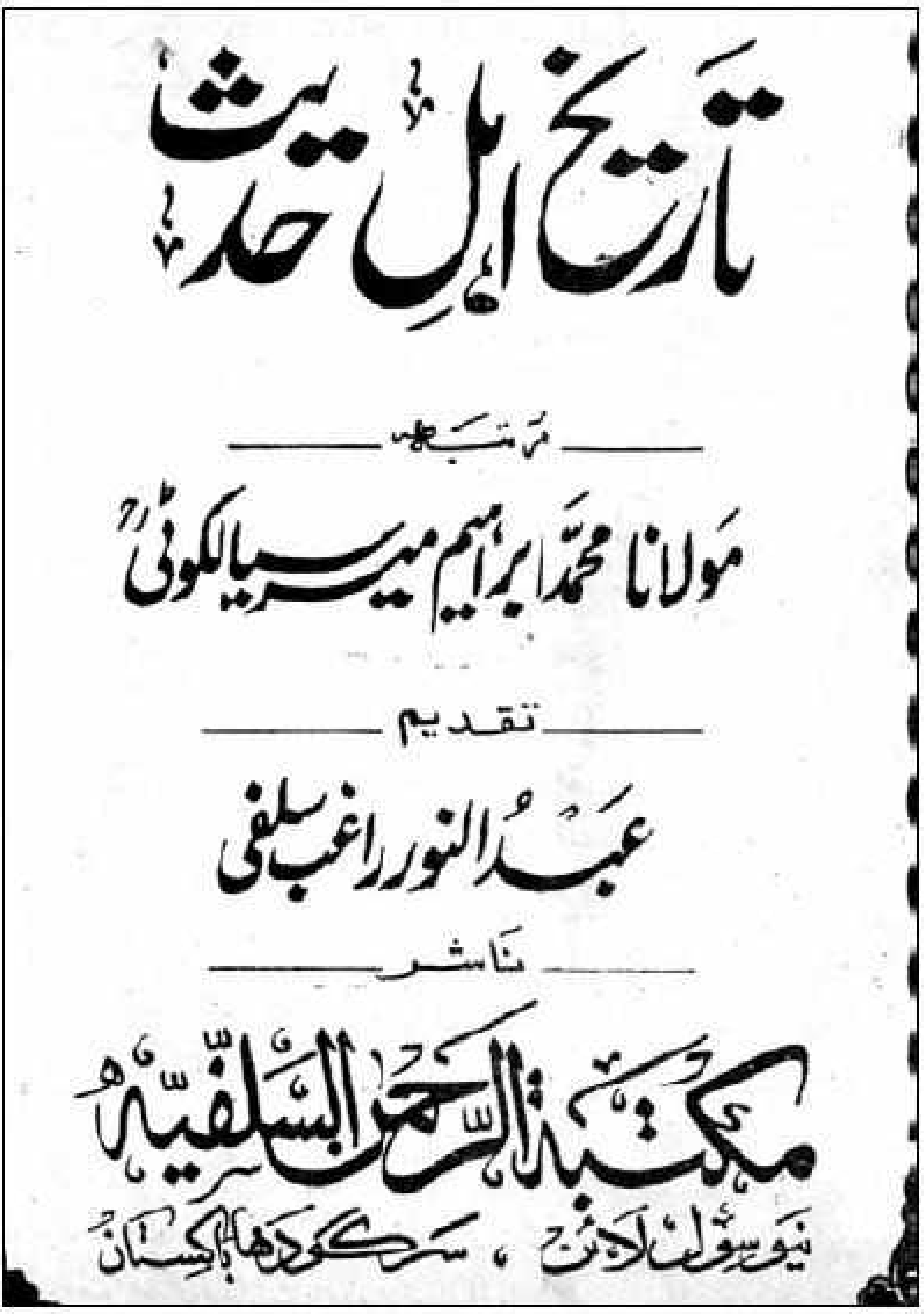

تاریخ اہل حدیث

مرتبہ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ

تقدیم

عبدالنور راغب سلفی

ناشر

مکتبۃ الرحمن السلفیۃ

نیو سول لائن، سرگودھا پاکستان

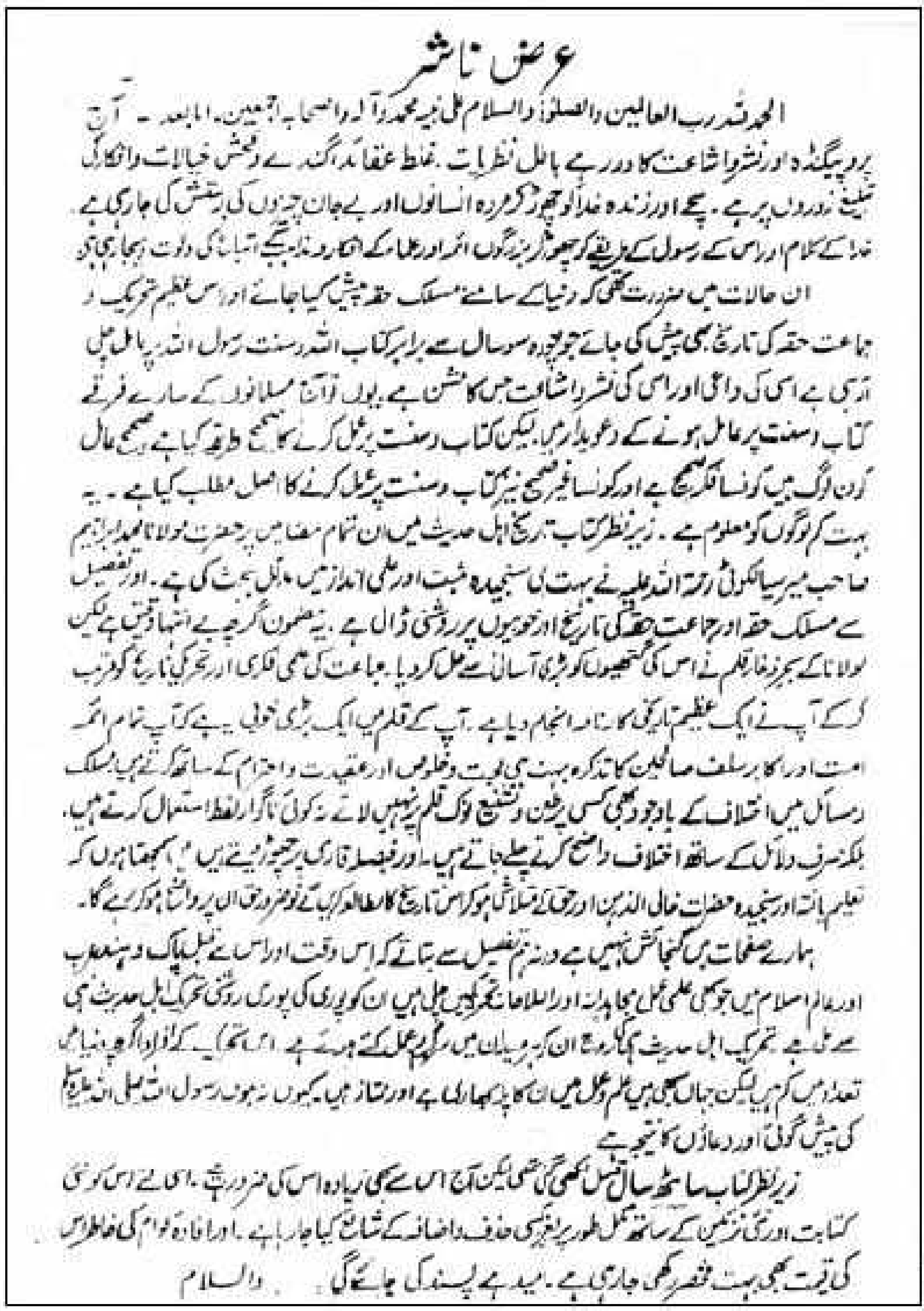

عرض ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد۔ آج پروپیگنڈہ اور نشر و اشاعت کا دور ہے باطل نظریات، غلط عقائد، گندے و فحش خیالات و افکار کی تبلیغ زوروں پر ہے۔ سچے اور زندہ خدا کو چھوڑ کر مردہ انسانوں اور بے جان چیزوں کی پرستش کی جارہی ہے۔ خدا کے کلام اور اس کے رسول کے طریقے کو چھوڑ کر بزرگوں، ائمہ اور علماء کے افکار و مذاہب کی اتباع کی دعوت دی جارہی ہے۔

ان حالات میں ضرورت تھی کہ دنیا کے سامنے مسلک حقہ پیش کیا جائے اور اس عظیم تحریک و جماعت حقہ کی تاریخ بھی پیش کی جائے جو چودہ سو سال سے برابر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عامل چلی آرہی ہے اسی کی داعی اور اسی کی نشر و اشاعت میں کوشاں ہے۔ یوں تو آج مسلمانوں کے سارے فرقے کتاب و سنت پر عامل ہونے کے دعویدار ہیں، لیکن کتاب و سنت پر عمل کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے، صحیح عامل کون لوگ ہیں کونسا فکر صحیح ہے اور کونسا غیر صحیح نیز کتاب و سنت پر عمل کرنے کا اصل مطلب کیا ہے۔ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ زیر نظر کتاب تاریخ اہل حدیث میں ان تمام مضامین پر حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی سنجیدہ مثبت اور علمی انداز میں مدلل بحث کی ہے۔ اور تفصیل سے مسلک حقہ اور جماعت حقہ کی تاریخ اور خوبیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ مضمون اگرچہ بے انتہا دقیق ہے لیکن مولانا کے معجز رقم قلم نے اس کی گتھیوں کو بڑی آسانی سے حل کر دیا۔ جماعت کی علمی فکری اور تحریکی تاریخ کو مرتب کر کے آپ نے ایک عظیم تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ کے قلم میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ تمام ائمہ امت اور اکابر سلف صالحین کا تذکرہ بہت ہی محبت و خلوص اور عقیدت و احترام کے ساتھ کرتے ہیں، مسلک و مسائل میں اختلاف کے باوجود بھی کسی پر طعن و تشنیع نوک قلم پر نہیں لاتے نہ کوئی ناگوار لفظ استعمال کرتے ہیں، بلکہ صرف دلائل کے ساتھ اختلاف واضح کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم یافتہ اور سنجیدہ حضرات خالی الذہن اور حق کے متلاشی ہو کر اس تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو ضرور حق ان پر واضح ہو کر رہے گا۔

ہمارے صفحات میں گنجائش نہیں ہے ورنہ ہم تفصیل سے بتاتے کہ اس وقت اور اس سے قبل پاک و ہند عرب اور عالم اسلام میں جو بھی علمی عملی مجاہدانہ اور اصلاحی تحریکیں چلی ہیں ان کو پوری کی پوری روشنی تحریک اہل حدیث ہی سے ملی ہے۔ تحریک اہل حدیث ہی کا ثمرہ ان کے درمیان میں سرگرم عمل کئے ہوئے ہے۔ اس تحریک کے افراد اگرچہ دنیا میں تعداد میں کم ہیں لیکن جہاں بھی ہیں علم و عمل میں ان کا پلہ بھاری ہے اور ممتاز ہیں۔ کیوں نہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور دعاؤں کا نتیجہ ہے

زیر نظر کتاب ساٹھ سال قبل لکھی گئی تھی لیکن آج اس سے بھی زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ اسی لئے اس کو نئی کتابت اور نئی تزئین کے ساتھ مکمل طور پر بغیر کسی حذف و اضافہ کے شائع کیا جارہا ہے۔ اور افادہ عوام کی خاطر اس کی قیمت بھی بہت مختصر رکھی جارہی ہے۔ امید ہے پسند کی جائے گی۔ والسلام

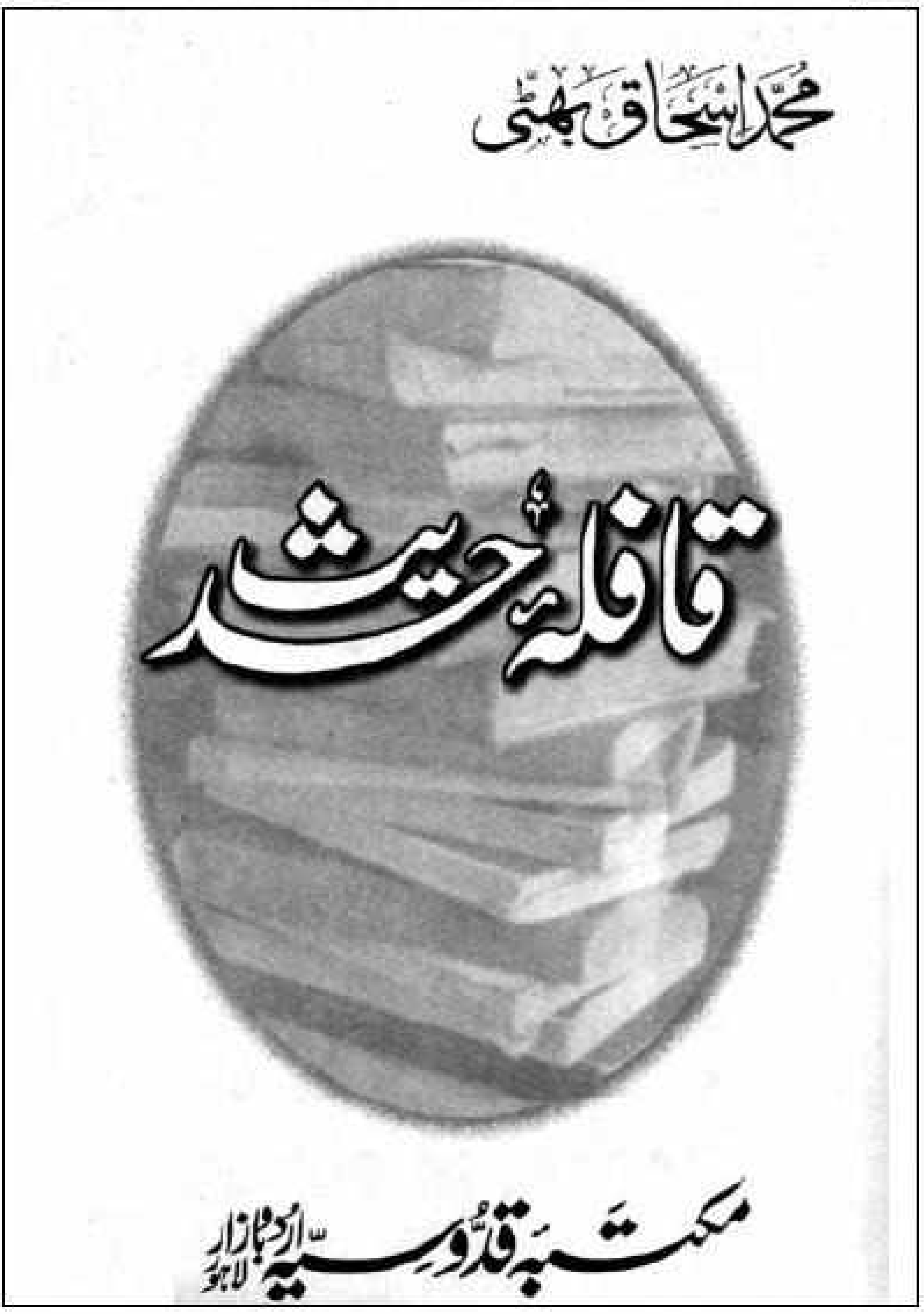

محمد اسحاق بھٹی

قافلۂ حدیث

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

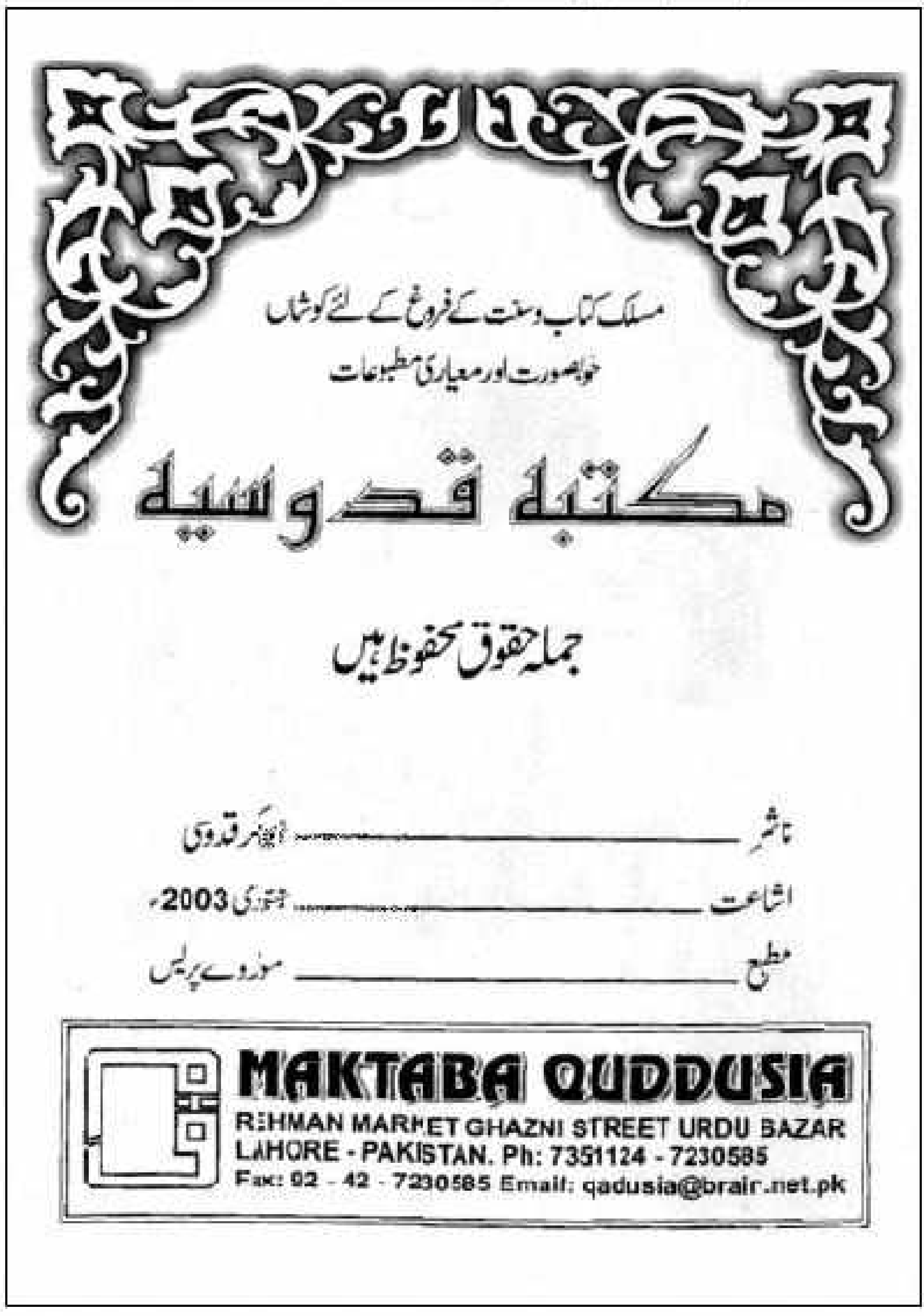

مسلک کتاب و سنت کے فروغ کے لئے کوشاں

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

مکتبہ قدوسیہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر ____ ابوبکر قدوسی
اشاعت ____ جنوری 2003ء
مطبع ____ موزوے پریس

MAKTABA QUDDUSIA
REHMAN MARKET GHAZNI STREET URDU BAZAR
LAHORE - PAKISTAN. Ph: 7351124 - 7230585
Fax: 92 - 42 - 7230585 Email: qadusia@brain.net.pk

عبداللہ صاحب رحمہ اللہ انتقال فرما گئے ۔ انا لله و انا اليه راجعون ۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۱۳-۴۱۵)

دیو بندی، بریلوی، شیعہ حضرات کی شرکت :۔ یہ نہایت اندوہناک خبر تھی جو تیزی کے ساتھ تاندلیاں والا شہر اور اس کے اردگرد کے دیہات میں پھیل گئی اور لوگ بہت بڑی تعداد میں غلہ منڈی میں پہنچ گئے، جہاں ان کی میت رکھی ہوئی تھی ۔ ان میں ہر مسلکِ فقہی کے لوگ شامل تھے ۔ اہلحدیث کے علاوہ دیوبندی اور بریلوی یہاں تک کہ شیعہ حضرات بھی اس مجمع کثیر میں موجود تھے ۔ عورتیں بھی بہت بڑی تعداد میں وہاں آ گئی تھیں ۔ ان کی وفات کا اعلان تمام مسالک فقہ کی مساجد میں ہوا، اور بے حد افسوسناک لہجے میں ہوا ۔ بازار بند ہو گئے اور دکانوں کو تالے لگا دیئے گئے ۔

تھوڑی دیر بعد تجہیز و تکفین بھی ہو گئی ۔ چارپائی کے ساتھ بڑے بڑے بانس باندھ دیئے گئے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے ہاتھ لگا سکیں ۔ نمازِ مغرب کے بعد حضرت میاں محمد باقر مرحوم و مغفور نے تاندلیاں والا کے کمیٹی باغ میں جنازہ پڑھایا ۔ یہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کا پہلا جنازہ تھا ۔ جنازے میں شہر اور گرد و نواح کے ہزاروں کی تعداد میں لوگ شامل تھے، اہلحدیث بھی، دیوبندی بھی، بریلوی بھی اور شیعہ حضرات بھی……

ماموں کانجن میں حضرت کی وفات کی اطلاع دی جا چکی تھی ۔ جنازے کے بعد میت کو سمندری کے راستے ماموں کانجن لے جایا گیا ۔ سمندری میں اس حادثے کی خبر پہنچ چکی تھی ۔ وہاں چہرہ دیکھنے والے بے شمار لوگ جمع ہو گئے تھے ۔ رات کے تقریباً دس بجے میت جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) پہنچی ۔ وہاں ایک جمِ غفیر موجود تھا ۔ ہر شخص کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی ۔ ہر متنفس افسردہ تھا ۔
(صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۱۵-۴۱۶)

ولی کامل اور عارف باللہ کا مقام مدفن :۔ حضرت مرحوم کو جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کے احاطے میں دفن کیا گیا اور یہ بہت ہی اچھا ہوا ۔ ان کی زندگی جس انداز سے گزری تھی اور اللہ نے ان کو جن اوصاف و محاسن سے نوازا تھا، اس کی بنا پر یوں تو سب لوگ انہیں ولی کامل اور عارف باللہ قرار دیتے تھے اور یہ بات بالکل صحیح تھی، لیکن ماموں کانجن کے قرب و جوار کے لوگ ان کی قبولیتِ دعا کی بنا پر بالخصوص ان سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور اندیشہ تھا کہ اس عقیدت کا دائرہ اتنی وسعت نہ اختیار کر لے کہ احکام شرع سے ناواقف طبقے کی طرف سے ان کی قبر پر اسی طرح کے جذبات کا اظہار ہونے لگے، جس طرح کا بہت سے بزرگانِ دین کی قبروں پر ہو رہا ہے ۔
اللهم اغفرله وارحمه انك انت الغفور الرحيم ۔ (صوفی عبداللہ رحمہ اللہ، ص: ۴۱۶-۴۱۷)

کتاب کا نام :۔ تاریخ اہلحدیث …….. مرتبہ :۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ
تقدیم : عبدالنور راغب سلفی …… ناشر :۔ مکتبہ الرحمٰن السّلفیہ، نیو سول لائن، سرگودھا (پاکستان)

اے اللہ ہم کو آپس میں محبت عطا فرما :۔ بعض لوگ روایت ''اختلاف امتی رحمہ'' کو حدیث صحیح قرار دے کر اس امت کے ہر اختلاف کو بے پرواہی سے دیکھتے ہیں ۔ لہٰذا ان کو اختلاف کے بد نتائج نہیں سوجھتے پس مناسب ہے کہ اس موقع پر اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا جائے ۔

سو معلوم ہو کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہوئی امام سخاوی رحمہ اللہ نے ''المقاصد الحسنة'' میں اور ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے موضوعات کبیر میں اور شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی رحمہ اللہ نے ''خاتمہ مجمع البحار'' میں مطولاً و مختصراً بہت سے محدثین کے نزدیک اس کا بے اصل ہونا ذکر کیا ہے لہٰذا اس کا اعتبار کر کے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے اور اختلاف اُمت کے غم سے بے فکر نہ ہونا چاہیے'' اللھم الف بین قلوب المسلمین و اصلح ذات بینھم '' (تاریخ اہلحدیث، ص: ۱۷)

فرقۂ مرجیہ:۔ تاریخی سلسلہ کے ضمن میں فرقہ مرجیۂ کی ابتداء اوراس کے بانی اوراس کے مختلف مسائل کی نسبت کہ ارجاء کا اطلاق بحسب لغت کس کس مسئلہ پر آ سکتا ہے۔ مختصراً ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اس کی بعض صورتیں ائمہ اہلسنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہیں۔ البتہ مرجیہ خالصہ کا یہ قول کہ ایمان کے ہوتے معاصی وبدکرداریاں مضر نہیں ہیں۔ سراسر باطل اور قابل اعتراض ہے۔

اس موقع پر اس شبہ کا حل بھی نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنفین نے سیّدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ آپ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں۔ اور آپ رحمہ اللہ کی زندگی اعلیٰ درجے کے تقویٰ اور تورع پر گزری۔ جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ (تاریخ اہلحدیث ،ص:۳۹)

ارجاء اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:۔ بے شک بعض مصنفین نے (خدا ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد (رحمہم اللہ) کو رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے۔ لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔

اوّل۔ یہ کہ آپ پر بہتان ہے۔ آپ مخصوص فرقہ مرجیہ میں سے نہیں ہو سکتے۔ ورنہ آپ اتنے تقویٰ وطہارت پر زندگی نہ گزارتے، حوالجات ذیل ملاحظہ ہوں۔ (ا) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ’’منہاج السنة ‘‘ میں فرماتے ہیں۔

> ’’كما ان ابا حنيفة و ان كان الناس خالفوه في اشياء وانكر وها عليه فلايستريب احد في فقهه و فهمه و علمه و قد نقلوا عنه اشياء يقصدون الشناعة عليه وهي كذب عليه قطعا مثل مسئلة الخنزير البرى و نحوها منهاج السنة ‘‘ (جلد اوّل، ص:۲۵۹ مطبوعہ مصر)

جس طرح کہ اگرچہ بہت لوگوں نے کئی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی اور آپ پر ان امروں کا انکار کیا لیکن کوئی شخص بھی ان کی فقاہت اور فہم اور علم میں شک نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں نے آپ سے بہت سی ایسی چیزیں نقل کیں۔ جن سے ان کا مقصد آپ پر برائی تھوپنا تھا۔ حالانکہ وہ باتیں آپ پر قطعی طور پر جھوٹ ہیں مثلاً خنزیر برّی اور مثل اس کی دیگر مسائل۔

(ب) اسی طرح دوسرے موقع پر امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام دارمی رحمہ اللہ وغیرہم ائمہ اہل سنت کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ، امام زفر رحمہ اللہ اور امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ لؤلوئی کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہی کر کے سب کے علم وفضل اور اجتہاد کی تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض مصنفین نے ان کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے (منہاج السنة جلد اوّل، ص ۲۳۱-۲۳۲)

(ج) نیز فرماتے ہیں:۔

امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہم ائمہ سلف میں سے ہیں (منہاج السنة جلد دوم ص ۲۳۳)

کہاں تک گنتے جائیں۔ ’’منہاج السنة‘‘ ایسے حوالجات سے بھری پڑی ہے۔ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں دیگر ائمہ سنت کی طرح نہایت ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔

(۲) اسی طرح علامہ شہرستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ’’اور تعجب ہے کہ غسان (مرجیوں میں سے فرقہ غسانیہ کا پیشوا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی مثل اپنے مذہب کے نقل کیا کرتا تھا اور آپ رحمہ اللہ کو مرجیوں میں شمار کرتا تھا اور غالباً یہ جھوٹ ہے۔ (تاریخ اہلحدیث ،ص:۳۹-۴۰)

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ آپ کی جلالت شان کے بدل قائل ہیں چنانچہ آپ اپنی مایۂ ناز کتاب ''میزان الاعتدال'' کے شروع میں فرماتے ہیں۔ ''اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا۔ جن کی احکام شریعت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے۔ مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ (میزان الاعتدال جلد اوّل، ص: ۳ مطبوعہ لکھنؤ)

> اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب امام اعظم سے مزین کر کے آپ رحمہ اللہ کا جامع اوصاف حسنہ ہونا ان الفاظ میں رقم فرماتے ہیں۔ ''كان اماماً و رعاً عالما عاملا متعبدا كبيرالشان لايقبل جوائز السلطان بل يتجرو يكتب" (تذکرۃ الحفاظ، ج: ا، ص: ۱۵۱)
>
> آپ (دین کے) پیشوا۔ صاحب ورع، نہایت پرہیز گار، عالم باعمل تھے (ریاضت کش) عبادت گزار تھے۔ بڑی شان والے تھے۔ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ تجارت کر کے اور اپنی روزی کما کر کھاتے تھے"

سبحان اللہ، کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے۔ اور آپ رحمہ اللہ کی زندگی کے ہر علمی اور عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور غنائے قلبی اور حکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ نہیں رکھا۔

> اسی طرح اسی کتاب میں امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں کوئی عیب نہیں اور آپ کسی برائی سے متہم نہ تھے'' (امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ جرح میں متشددین سے تھے، باوجود اس کے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کوئی جرح نہیں کرتے ۱۲ منہ..... ص: ۵۱)

تنبیہ: شاید آپ کے دل میں ان حوالجات کے بعد بھی یہ وسوسہ گزرے کہ ہوسکتا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کو امام صاحب کے مرجیہ ہونے کا علم نہ ہو۔ سو اس کا مختصر اور مسکت جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ "میزان الاعتدال "میں امام مسعر رحمہ اللہ کے ترجمہ کے ضمن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے بزرگ استاد حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ کا بالخصوص ذکر کر کے سب مذکورین سے الزام ارجاء کو اس طرح دفع کرتے ہیں۔

''مسعر بن کدام حجت ہیں۔ امام ہیں اور سلمانی کا یہ قول کہ مسعر اور حماد بن ابی سلیمان اور نعمان یعنی امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور عمرو بن مرّہ اور عبدالعزیز ابن ابی روّاد اور ابو معاویہ عمر بن ذرّ اور اس قسم کے دیگر بہت سے بزرگ جن کا ذکر اس نے کیا ہے۔ مرجیۂ میں سے ہیں قابل اعتبار نہیں ہے''۔ (میزان جلد دوم، ص: ۷۴ مطبوعہ لکھنؤ)

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ارجاء بہت سے بڑے بڑے علماء کا مذہب ہے پس مناسب نہیں کہ اس کے قائل پر حملہ کیا جائے (ص، ۴۷۰) اس فہرست میں دیگر بزرگوں کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے استاد حماد رحمہ اللہ کا بھی ذکر ہے جن کے مناسب حال یہ شعر ہے۔

نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم جنید و شبلی و عطار شد مست

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۴۱-۴۲)

امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ:۔ اسی طرح علامہ شہرستانی رحمہ اللہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کرتے ہیں لیکن حجاج بن یوسف مشہور ظالم نے جب ان کو قتل کیا تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ''قتله الحجاج قاتله الله"۔ حضرت سید بن جبیر رحمہ اللہ تابعی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد ہیں جب کوفہ کے لوگ حج کو آتے اور حضرت ابن عباسؓ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے ''کیا تم میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ نہیں ہے؟'' اگر حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ واجب التعظیم بزرگ نہ ہوتے تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ جیسا ناقد الرجال امام ان کے قتل پر حجاج کے حق میں یہ بد دعا نہ کرتا۔

(حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے یہ حالات تذکرۃ الحفاظ جلد اول، ص ۶۶ میں ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تقریب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ ۹۵ھ میں شہید ہوئے) (تاریخ اہلحدیث، ص: ۴۲)

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے بعد خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو بھی دیکھئے۔ علوم حدیثیہ و تاریخیہ میں ان کے تجر دفضل و کمال اور احوال رجال سے پوری آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ تہذیب التہذیب میں جو اصل میں امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب تہذیب کی تہذیب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں آپ رحمہ اللہ کی دینداری اور نیک اعتقادی اور صلاحیت عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگان دین سے ان کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ''الناس في ابی حنیفة حاسد و جاهل'' یعنی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ کچھ تو حاسد ہیں اور کچھ جاہل ہیں'' سبحان اللہ! کیسے اختصار سے دو حرفوں میں معاملہ صاف کر دیا ہے۔

نیز حافظ صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ قاضی احمد بن عبدہ قاضی ''رے'' نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ہم ابن عائشہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اس نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک حدیث بیان کر کے کہا کہ تم لوگ اگر آپ کو دیکھ پاتے ضرور آپ کو چاہنے لگتے۔ پس تمہاری اور ان کی مثال ویسی ہے جیسے یہ شعر کہا گیا ہے۔ یعنی

اقلوا علیهم و یلکم لا ابالکم   من اللوم او سد وا المکان الذی سدوا

یعنی ''لوگو! تمہارا برا ہو۔ تمہارے باپ مر جائیں۔ ان پر ملامت (کی زبان) کوتاہ کرو، ورنہ اس مکان کو پر کرو جس کو انہوں نے پر کیا تھا۔'' یعنی ویسے بن کر دکھاؤ، سبحان اللہ کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۴۲-۴۳)

ایمان میں کمی بیشی اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:۔ ایمان میں کمی بیشی کے مسئلہ کا مدار ایمان و اعمال صالحہ کے درمیان نسبت ہے۔ اس کی متعلق علماء اسلام میں اختلاف ہے جس کی تفصیل امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح صحیح بخاری میں بسط لکھدی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے شروع میں فرماتے ہیں:

''باب قول النبی صلی الله علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس و هو قول و فعل ویزید و ینقص''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بیان کہ اسلام پانچ چیزوں پر بنایا گیا ہے اور وہ قول اور فعل ہے'' اور وہ زیادہ بھی ہوتا ہے کم بھی ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

''فالسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان و عمل بالارکان''

''سلف امت کا قول ہے کہ ایمان اعتقاد قلبی اور شہادت زبانی اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے''

اور اس کے بعد فرماتے ہیں ''والمرجئة قالوا هو اعتقاد و نطق فقط'' یعنی مرجیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اعتقاد اور شہادت کا نام ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ایمان کی تعریف کے متعلق اسلامی فرقوں کے اختلافات ذکر کیے ہیں۔ تیسرے فرقے کے اقوال کے ضمن میں نمبر اول پر فرماتے ہیں۔

''الاول ان الایمان اقرار باللسان و معرفة بالقلب و هو قول ابی حنیفة رحمه الله و عامة الفقهاء و بعض المتکلمین'' (جلد ۱، ص: ۱۲۱ مصری) ''کہ ایمان زبان سے اقرار کرنے اور دل کی معرفت کا نام ہے اور یہ قول ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور عام فقہاء کا اور بعض متکلمین کا''

پس حضرت امام صاحب رحمہ اللہ پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ ان کا قول مرجیوں کے موافق ہے۔

علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی رحمہ اللہ ”الملل و النحل“ میں مرجیوں کے فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو مرجیوں میں کیوں شمار کیا گیا؟

> ”ولعل السبب فیه انه لما کان یقول الایمان هوالتصدیق بالقلب و هو لایزید ولاینقص ظنوا انه یؤخر العمل عن الایمان و الرجل مع تحرجه فی العمل کیف یفتی بترك العمل وله سبب اخر و هو کان یخالف القدریة والمعتزلة الذین ظهروا فی الصدر الاوّل والمعتزلة یلقبون کل من خالفهم فی القدر مرجئا و کذلك و عیدیة من الخوارج فلایبعد ان اللقب انما لزمه من فریقی المعتزلة والخوارج والله اعلم“

شاید اس کا سبب یہ ہو کہ چونکہ آپ یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ایمان (اصل میں) تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے تو اس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور وہ مرد (خدا) یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عمل میں اس قدر پرہیز گار ہوتے ہوئے ترک عمل کا فتویٰ کس طرح دے سکتے ہیں اور اس کا سبب ایک اور بھی ہے کہ آپ قدریوں اور معتزلوں کے مخالف تھے جو صدر اوّل میں ظاہر ہوئے اور معتزلہ لوگ ہر اس شخص کو جو تقدیر کے متعلق ان کا مخالف ہو مُرجی کہتے تھے۔ اسی طرح خوارج میں سے وعیدیہ لوگ بھی۔ پس بعید نہیں کہ آپ کو یہ لقب ہر دو فریق معتزلہ وخوارج سے الزاماً ملا ہو واللہ اعلم۔ (تاریخ اہلحدیث ص: ۴۵-۴۶)

جملہ شرعیات ایمان شرعی میں داخل ہیں:۔ اگر چہ یہ امر حوالہ مذکورہ سے بھی ظاہر ہے لیکن ہم اس کی بابت ایک خاص حوالہ ذکر کرتے ہیں۔ جو اکثر علماء کی نظر میں نہ ہوگا۔

> ”وقد حکی الطحاوی رحمه الله حکایة عن ابی حنیفة مع حماد بن زید ان حماد بن زید لماروی له حدیث ای الاسلام افضل الخ قال له الاتراه یقول ای الاسلام افضل قال الایمان ثم جعل الهجرة والجهاد من الایمان فسکت ابوحنیفة رحمه الله فقال بعض اصحابه الاتجیبه یا ابا حنیفة قال بما اجیبه و هو یحدثنی بهذا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم“ (ص:۲۸۱)

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک واقعہ جو امام حماد بن زید رحمہ اللہ محدث کے ساتھ ہوا حکایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حماد نے امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس حدیث ”ای الاسلام“ روایت کی اور کہا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ سائل نے آنخضرت سے سوال کیا ”ای الاسلام افضل“ تو آنخضرت ﷺ نے فرمایا الایمان پھر ہجرت اور جہاد کو بھی امور ایمان میں شمار کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خاموش ہو گئے آپ رحمہ اللہ کے ایک شاگرد نے کہا آپ رحمہ اللہ اس کو جواب کیوں نہیں دیتے تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا وہ مجھ کو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہے میں اس کو کیا جواب دوں۔

وضاحت از محشی:۔ کتاب شرح الطحاویہ فی العقیدۃ السّلفیہ مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۲ یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں بامر سلطان ابن سعود ایدہ اللہ مکہ معظمہ میں طبع ہوئی ہے۔ یہ حوالہ اس عاجز کو حاجی عبدالغفار صاحب تاجر کوٹھی حاجی علی جان صاحب مرحوم کے افادات سے ملا جبکہ میں سفر بمبئی سے دہلی واپس آیا۔ آہ آج حاجی عبدالغفار صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ”عامله الله برحمته الواسعة“۔ میں عاجز ان کیلئے ہر شب ان کا نام لے کر مع بعض دیگر اصحاب کے مغفرت کی دعا کرتا ہوں بفضل اللہ تعالیٰ: میر سیالکوٹی)

امام طحاوی رحمہ اللہ کے اس حوالے سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی کتنی تعظیم کرتے

تھے۔ اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے تھے۔ اور یہ بھی کہ آپ رحمہ اللہ نے از روئے شرع اعمال کو داخل ایمان تسلیم کرلیا۔ یا آپ آگے ہی تسلیم کرتے تھے۔ ’’ھذا وللہ الحمد‘‘۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۴۹-۵۰)

حوالہ غنیۃ الطالبین اور اس کا جواب:۔ بعض لوگوں کو حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی ہے کہ آپ نے **حضرت امام صاحب** رحمۃ اللہ کو مرجیوں میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے **شیخ الشیخ حضرت سیّد نواب صاحب مرحوم** کے حوالے سے دیتے ہیں جو انہوں نے **حضرت شاہ ولی اللہ صاحب** رحمہ اللہ کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

آپ دلیل الطالب میں بطور سوال و جواب فرماتے ہیں۔

سوال:۔ در غنیۃ الطالبین مرجیہ را در اصحاب ابی حنیفہ نعمان رحمہ اللہ ذکر کردہ اند و کذا غیرہ فی غیرہ وجہ آن چیست؟

جواب: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی در تفہیمات الٰہیہ نوشتہ ارجاء دو گونہ است یکے ارجاء است کہ قائل را از سنت بیروں می کند۔ دیگر آنست کہ از سنت بیروں نمی کند۔ اول آن ست کہ معتقد آں باشد کہ ہر کہ اقرار بلسان و تصدیق بجنان کرد۔ ہیچ معصیت او را مضر نیست اصلاً و دیگر آنکہ اعتقاد کند کہ عمل از ایمان نیست و لیکن ثواب و عقاب برآں مترتب ست و سبب فرق میان ہر دو آنست کہ صحابہ و تابعین اجماع کردہ اند بر عطیہ مرجیۂ و گفتہ اند کہ بر عمل ثواب و عقاب مترتب می شود۔ پس مخالف ایشاں ضال و مبتدع است و در۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے **تفہیمات الٰہیہ** میں لکھا ہے کہ ارجاء دو قسم پر ہے۔ ایک ارجاء ایسا ہے کہ قائل کو سنت سے نکال دیتا ہے دوسرا وہ ہے جو سنت سے نکالتا نہیں۔ اول یہ ہے کہ کوئی اس بات کا معتقد ہو کہ جس شخص نے زبان سے اقرار کرلیا اور دل سے تصدیق کرلی اس کو کوئی معصیت بالکل ضرر نہیں دے گی۔ اور دوم یہ کہ اعتقاد کرے کہ عمل ایمان کی جز نہیں ہے لیکن ثواب و عقاب ان پر مترتب ہوتے ہیں اور دونوں (قسموں) میں فرق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے مرجیہ کے خطا ہونے پر اور ان (صحابہ اور تابعین) کا قول ہے کہ عمل پر ثواب اور عقاب مترتب ہوتا ہے۔

مسئلہ ثانیہ: اجماع سلف ظاہر نشدہ بلکہ دلائل متعارضست بعض آیات و احادیث و اثر دلالت می کنند براں کہ ایمان غیر عمل ست و لبسیارے از دلیل دال ست برآں کہ اطلاق ایمان بر مجموع قول و فعل ست و این نزاع راجع می شود بسوئے لفظ۔ بجہت اتفاق ہمہ براں کہ عاصی از ایمان خارج نمی شود اگرچہ مستحق عذاب ست و صرف دلائل دالّہ برآں کہ ایمان عبارت از مجموع ایں چیزہا است از ظواہرش بادنے عنایت ممکن ست انتہی۔

پس ان (صحابہ اور تابعین) کا مخالف گمراہ اور بدعتی ہے اور دوسرے مسئلہ میں سلف کا اجماع ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ دلائل متعارض ہیں۔ بعض آیات و احادیث اور آثار (صحابہ) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان غیر عمل ہے اور اکثر دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول و عمل پر ہے اور یہ نزاع (محض) لفظ کی طرف رجوع کرتی ہے یعنی لفظی ہے بوجہ اس کے کہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عاصی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اگرچہ مستحق عذاب ہے اور ان دلائل کو پھیرنا جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان ان سب چیزوں (عقائد و اعمال) کا نام ہے ادنیٰ توجہ سے ممکن ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس حوالے کے بعد **حضرت نواب صاحب** مرحوم و مغفور اپنی طرف سے اس پر تبصرہ کہتے ہیں:

وازینجا معلوم شد کہ مرادِ حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ اور مرجیہ بودن اصحاب ابی

حنیفه رحمه الله ثانی شق ست ولاغبار علیه اگرچه ارجح از روئے نظر در دلائل ہماں مذہب اہلحدیث ست که ایمان عبارت ست از مجموع اقرار تصدیق و عمل به قال القاضی ثناء الله فی مالا بدمنه ”فاندفع الاشكال و صفی مطلع الهلال و بالله التوفيق“ (ص:۱۶۵-۱۶۶)

حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی مراد شق ثانی ہے۔ اور اس پر کوئی غبار نہیں۔ اگر چہ دلائل پر نظر رکھنے سے اہلحدیث کا مذہب ہی راجح ہے کہ ایمان مجموع اقرار اور تصدیق اور عمل کا نام ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ حنفی نے بھی ”مالا بدمنہ“ میں یہی کہا ہے۔ پس مشکل دور ہوگئی اور ہلال کا مطلع صاف ہوگیا۔ اور توفیق خدا سے ہے۔

(ص:۱۶۵-۱۶۶) (تاریخ اہلحدیث، ص:۵۰-۵۱)

امام اعظم رحمہ اللہ کی گستاخی کا وبال:۔ فیض ربانی: ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں۔ لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابوعبداللہ عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین رحمہم اللہ سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرہ بمقدار پر نازل کر دیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کیلئے کتب متعلقہ المباری سے نکالیں۔ اور حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق تحقیقات شروع کیں تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا۔ جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا۔ یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ”ظلمت بعضها فوق بعض“ کا نظارہ ہوگیا۔ معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کیے۔ وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے ”افتما رونہ علی مایری“۔ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ هذا والله ولى الهداية۔

خاتمۃ الکلام:۔ اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین رحمہم اللہ سے حسن ظن رکھیں۔ اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ بہر دو جہان میں موجب خسران و نقصان ہے۔” نسئل الله الكريم حسن الظن والتادب مع الصالحين و نعوذ بالله العظيم من سوء الظن بهم و الوقيعة فيهم فانه عرق الرفض والخروج علامة المعارقين ولنعم ماقيل“۔

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم شد از لطف رب

خاک پائے علماء متقدمین و متاخرین حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی) (تاریخ اہلحدیث، ص:۵۱-۵۲)

ائمہ کا گستاخ شیخ الکل کی نظر میں:۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں میں کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رحمہ اللہ سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا۔ اختلاف مذاق و مشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا کہ تم اہلحدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سیّد نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ رحمہ اللہ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔؎ علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق رحمہ اللہ میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا ذکر

ان الفاظ میں کرتے ہیں" امامنا و سیّدنا ابوحنیفة النعمان افاض الله علیه شابیب العفو والغفران" (ص:۲) نیز فرماتے ہیں ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیز گار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیۂ کریمہ ان اکرمکم عند الله اتقٰکم زینت بخش مراتب ان کیلئے ہے"(ص:۵) وضاحت از محشی (تاریخ اہلحدیث، ص:۵۲)

امام صاحب کی ثقاہت: جن کو آپ کے شاگردوں میں سے سب سے پہلے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اور پھر امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں جمع کیا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔

> "وکان ابوحنیفة رضی الله عنه الزمهم مذهب ابراهیم و اقرانه لایجاوزه الاماشاء الله و کان عظیم الشان فی التخریج علی مذهبه دقیق النظر فی وجوه التخریجات مقبلا علی الفروع اتم اقبال"
>
> اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (حضرت) ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) اور آپ کے ہم زمانہ کے مذہب کو ان سب سے زیادہ لازم پکڑنے والے تھے۔ اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ الا ماشاء اللہ۔ اور آپ کے مذہب پر تخریج کرنے میں بڑی شان رکھتے تھے۔ اور وجوہ تخریجات میں بڑی باریک نظر والے تھے۔ (اور) فروع میں پوری توجہ سے متوجہ تھے۔" (حجۃ اللہ مصری ج،۱، ص:۱۴۵)

آپ رحمہ اللہ کے بعد آپ رحمہ اللہ کے لائق و مشہور شاگردوں میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ عہد رشیدی میں عہد قاضی القضاۃ پر متعہد ہوئے جس سے آپ رحمہ اللہ کے اقوال مخرجہ کو بہت فروغ ہوا۔ اور وہ ایک مستقل مذہب قرار پایا چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ عبارت بالا کے تھوڑا آگے فرماتے ہیں:

> "وکان اشهر اصحابه ذکراً ابویوسف رحمه الله فولی قاضی القضاة ایام هارون الرشید فکان سبباً لظهور مذهبه والقضاء به فی اقطار العراق و خراسان وماوراء النهر" (حجۃ اللہ مصری جلد ۱، ص:۱۴۵)
>
> اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے زیادہ شہرت والے (امام) ابو یوسف رحمہ اللہ تھے۔ وہ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں عہدۂ قاضی القضاہ کے متولی ہوئے تو وہ آپ کے مذہب کی شہرت اور اس کی وجہ سے قضاء کے ملنے کا سبب ہوئے عراق اور خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں"۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ ۱۸۱ھ میں اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے رحمہم اللہ اجمعین۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۷۴-۷۵)

امام شافعی رحمہ اللہ:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کے سال یعنی ۱۵۰ھ میں امام شافعی رحمہ اللہ پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں قرآن شریف اور دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالک رحمہ اللہ حفظ کرلیا۔ (تہذیب التہذیب ۱۲)

پھر مدینہ طیبہ میں جا کر خود امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا اور حدیث وفقہ میں یکتائے زمانہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ پندرہ سال کی عمر میں اپنے اساتذہ مثل مسلم بن خالد رحمہ اللہ کے سامنے فتویٰ دینے لگے اور وہ آپ رحمہ اللہ کی تصدیق کرتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ نے ہر دو مذاہب (حنفی و مالکی) کو محدثانہ نظر سے دیکھ کر ان میں اصولی طور پر ایسے امور پائے۔ جو ان کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نظر آئے۔ اس لیے آپ رحمہ اللہ نے اصول حدیث کے متعلق بہت کچھ چھان بین کی اور اصول فقہ کی بنیاد ڈالی۔ کہ قرآن وحدیث سے اس طرح استنباط کرنا چاہیے اور مختلف احادیث کو اس طرح جمع کرنا چاہیے۔ اور قرآن شریف کی آیت اور حدیث کو اس طرح جمع کرنا چاہیے۔

پس آپ کا طریقہ اجتہاد ہر دو مذاہب سے مختلف ہوا۔ تو آپ رحمہ اللہ کا مذہب بھی مستقل مانا گیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات خلیفہ مامون کے عہد میں ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۷۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:۔ امام مالک رحمہ اللہ و امام شافعی رحمہ اللہ کے بعد حدیث بہت منتشر ہوگئی اور تصانیف بھی عام ہوتی گئیں۔ حتیٰ

کہ امام احمد رحمہ اللہ کا زمانہ آیا تو آپ رحمہ اللہ کے پاس اتنا ذخیرۂ حدیث جمع ہوگیا۔ کہ کسی کے پاس نہ ہوا تھا۔ انہوں نے صرف روایات کو پیش نظر رکھا۔ اور دائیں بائیں نظر کرنے کی حاجت نہ سمجھی۔ اس لیے خالص احادیث اور آثار کی اتباع کرنے کے سبب آپ رحمہ اللہ کا مذہب الگ گنا گیا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔

”وکان اعظمھم شاناو اوسعھم روایة و اعرفھم للحدیث مرتبة و اعمقھم فقھا احمد بن حنبل“

(حجة الله مصری باب الفرق بین اھل الحدیث و اھل الرائے جلد اوّل، ص:۱۴۹)

”سب سے بڑی شان والے اور وسیع روایت والے اور حدیث شریف کے مراتب کو سب سے زیادہ سمجھنے والے اور
فقاہت میں سب سے گہرے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ ہوئے“

امام احمد رحمہ اللہ کی وفات ۲۴۰ یا ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ امام احمد صاحب رحمہ اللہ کے وقت تک علم حدیث کی بہت شہرت ہوگئی۔ تصانیف بھی کثرت سے ہونے لگیں۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۷۵-۷۶)

متبرک قبور کی زیارت اور سلوکِ معرفت کا فیض:۔ ۱۳۳۰ھ کے سفر حج کے ضمن میں کئی ایک دیگر بلاد اسلامیہ کے سفر کا بھی موقع ملا۔ مثلاً حیفا۔ یافا بیت المقدس، دمشق، پورٹ سعید، سویز اور مصر (قاہرہ) مصر میں جمعہ کی نماز جامعہ شافعیہ میں مع اپنے رفقاء حج و ٹیلر ماسٹر عبداللہ سیالکوٹی پڑھی اسی کے متصل امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر شریف ہے اس کی بھی زیارت کی۔ بعد ازاں شیخ عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمہ اللہ کے مرقد منور کی زیارت کی اور نماز مغرب ان کی مسجد میں ادا کی۔ اس گنہگار کو سب بزرگان دین کی طرح ان سے بھی کمال حسن عقیدت ہے اور میں نے ان کی کتاب سے سلوک و فروع کے متعلق بہت فیض حاصل کیا۔ ”اللھم زدنی حب الصالحین“۔ وضاحت از محشی (تاریخ اہلحدیث، ص:۷۹)

تالیفات پیران پیر میں اہمیت سنت: آپ رحمہ اللہ کی تصانیف میں خالص کتاب و سنت کی پیروی کی کئی عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ جن سے صاف عیاں ہے کہ آپ اہلحدیث تھے۔

آپ رحمہ اللہ کی دو کتابیں ہمارے ہاتھوں میں ہیں، فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین۔ فتوح الغیب تو علم طریقت کے متعلق ہے۔ اور غنیۃ الطالبین میں کچھ اس کا بیان بھی ہے۔ اور زیادہ تر علم شریعت کا ذکر ہے آپ فتوح الغیب کا دوسرا مقالہ ان الفاظ طیبہ سے شروع کرتے ہیں۔

”اتبعوا ولا تبتدعوا واطیعو اولاتمرقوا ووحدو اولا تشرکوا“ (مقالہ ثانیہ، ص:۱۱)

سنت کی پیروی کرو اور بدعتیں مت نکالو خدا اور رسول کی اطاعت کرو اور دین سے باہر مت ہو توحید مانو شرک مت کرو۔

اور چھتیسویں مقالہ میں نہایت زوردار عبارت میں مع حوالہ آیات بتاکید فرماتے ہیں۔

واجعل الکتاب والسنة امامك و اعمل بھا ولا تغتربالقال والقیل والھوس قال الله تعالیٰ و ما أتکم الرسول فخدوہ ومانھٰکم عنه فانتھوا واتقوالله ولا تخالفوہ فتترکوا العمل بما جاء به و تخترعوا لانفسکم عملاً و عبادة کما قال الله تعالیٰ فی حق قوم ضلوا عن سواء السبیل و رھبانیة ابتدعو ھاما کتبنا ھا علیھم ثم انه قدزکی ھو نبیه و نزھه من الباطل فقال و ما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی ای ماأتکم به فھو من عندی لامن ھواہ و نفسه فاتبعو ہ ثم قال قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله فبین ان طریق المحبة اتباعه قولا وفعلا (مقالہ ۳۶، ص:۱۶۷ تا ۱۶۹)

قرآن و حدیث کو اپنا امام بنالے اور انہی پر عمل کیا کر اور کسی کے کہے سے دھوکہ مت کھائیو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے جو تم کو رسول ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے ہٹائے ہٹے رہو، اللہ سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو کہ جو کچھ تم کو اس نے دیا ہے اسے تو چھوڑ دو اور نئی بدعتیں ایجاد کرنے لگو۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ایک گمراہ قوم کے حق میں فرمایا ہے کہ انہوں نے رہبانیت

نکالی ہم نے ان کو حکم نہ دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پاک کرنے میں فرمایا کہ میرا رسول ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ بولتا ہے وحی سے بولتا ہے یعنی جو کچھ تمہیں دیتا ہے وہ میرے پاس سے ہے نہ اس کی اپنی خواہش نفسانی سے پس تم اس کی پیروی کرو۔ پھر فرمایا تو اے نبی ﷺ کہہ دیں اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔ بتادیا کہ محبت کی راہ اتباع ہے۔ قول میں اور عمل میں۔ (تاریخ اہلحدیث ،ص:۱۰۶-۱۰۷)

غنیۃ الطالبین کی روشنی میں مرید کی صفات:۔ اسی طرح دوسری کتاب یعنی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

فالمرید من کانت فیه هذا الجملة وا تصف هذا الصفة فهوا بدا مقبل علی الله عزوجل و اطاعة مول عن غیره واجابه یسمع من ربه عزوجل فیعمل بما فی الکتاب والسنة و یصم عما سوی ذلك۔

مرید وہ ہے جس میں یہ سب صفات ہوں اور اس صفت سے موصوف ہو۔ پس وہ ہمیشہ اللہ کی طرف راغب اور غیر کی طرف سے معرض ہوگا خدا کی سنے گا قرآن اور سنت نبویہ پر عمل کرے گا اور اس کے سوا باقی سے کان بند کرے گا۔

(غنیہ مترجم فارسی ،ص:۹۷۵ بحوالہ تاریخ اہلحدیث ،ص:۱۰۷)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے کرامات کا ظہور:۔ ۷۰۲ھ میں شقحب میں جو دمشق کے قریب ایک مقام ہے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ سبحان اللہ اس جنگ میں بھی خلیفہ و سلطان اور اعیان ارکان دولت کو ترغیب وتحریص سے کھڑا کیا۔ اور مسلمانوں کو کفار کے فتنے سے بچالیا۔ اس جنگ میں آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں اور استجابت دعا بار ہا ظہور میں آئی۔ (تاریخ اہلحدیث ،ص:۱۱۳)

امام مالک رحمہ اللہ بن انس رحمہ اللہ (امام دار الہجر ۃ)

اب ہم اپنی تاریخ میں اس ممتاز ہستی کے بیان پر آپہنچے ہیں جن کی تصنیف آج تک زندہ اور علماء وطلباء حدیث کے ہاتھوں میں متداول ہے۔ اور اپنے بعد کی تصانیف کیلئے بمنزلہ ماں کے سمجھی جاتی ہے۔

وہ اپنے زمانہ تصنیف سے آج تک یعنی بارہ سو سال تک اسلامی دنیا کے ہر قطر میں برابر شہرت وقبولیت اور اعتبار وفضیلت کے ساتھ چلی آئی ہے اس سے ہماری مراد مؤطا امام مالک رحمہ اللہ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا پایۂ اس قدر بلند ہے کہ مجھ ایسے نا قابل کا آپ کی تعریف میں قلم اٹھانا ایک قسم کی جرأت اور ترک ادب ہے۔ مولانا عبدالحئ صاحب مرحوم لکھنوی ''تعلیق ممجد'' میں فرماتے ہیں۔

> ''الفائدة الثانية فی ترجمة الامام مالك و ما ادراك ما مالك امام الائمه و مالك الازمة راس اجلة دارالهجرة قدوة علماء المدینة الطیبة یعجز اللسان عن ذکر اوصافه الجلیلة و یقصر الانسان عن ذکر محاسنه الحمیدة وقد اطنب المورخون فی تواریخهم والمحدثون فی توالیفهم فی ذکر ترجمة و ثناء و صنف جمع منهم رسائل مستقلة فی ذکر حالاته الخ (ص:۱۳)
>
> امام مالک رحمہ اللہ کی بابت تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہیں؟ اور ان کا کیا پایہ ہے؟ وہ اماموں کے امام ہیں اور (علم کی) باگ کے مالک، بزرگان دار الہجر ۃ کے سر (تاج) ہیں اور علماء مدینہ طیبہ کے پیشوا۔ آپکے اوصاف جمیلہ کے ذکر سے زبان عاجز ہے۔ اور آپ کے محاسن حمیدہ کے بیان سے انسان قاصر، مورخین نے اپنی تواریخ میں اور محدثین نے اپنی تصانیف میں آپ رحمہ اللہ کا ذکر اور ثناء بہت لمبا بیان کیا ہے اور ان میں سے ایک جماعت نے آپ رحمہ اللہ کے حالات میں مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔''

اسی طرح امام عبدالرحمٰن بن علی رحمہ اللہ الشیبانی المتوفی ۹۴۴ھ ''تیسیر الوصول'' میں فرماتے ہیں۔